عشنا کوثر سردار

انتساب

یہ کتاب اپنی ڈیئرسٹ مم کو Dedicate کرتی ہوں.......

ہوں نے مجھے اتنا بلند تعمیر کیا اور میری سوچ کے زاویوں کو ایک نئی

دی......اور ہمیشہ میری ہمتوں کو بڑھایا اور مجھے حوصلہ دیا۔

ہر بچے کو اپنی ماں اتنی ہی اہم ہوتی ہے۔ میری ماں بھی

میرے لئے بہت قیمتی ہے۔ آج میں جو بھی ہوں، اُنہی کی وجہ سے

ہوں۔ سو مم! اٹس فور یو...... آئی لو یو مم! آپ کی محبتوں کے آگے

اگرچہ یہ کچھ بھی نہیں ہے!!

عشنا کوثر سردار

”گفتنی ناگفتنی“

”اِک جنوں خواب طرب“ میرا تیسرا ناول ہے۔ اور ایک نیا قدم.......

ایک مزید کوشش!

اِک گفتنی ناگفتنی......!

کچھ کہنے کی جستجو.......

کچھ بیان کرنے کی آرزو......!

لیکن ہر بار کی طرح اِک بھرپور تشنگی!

جیسے بہت کچھ باقی رہ گیا ہو.......

بہت کچھ چھوٹ گیا ہو.......

بہت کچھ قلم نہ لکھ سکا۔

بہت کچھ سوچ کے دائروں میں منقسم ہو گیا۔

ایسا شاید سب کے ساتھ ہوتا ہے۔

تمام لکھنے والے اس سے اتفاق کریں گے۔ کیونکہ میں نے جب بھی کچھ لکھا، یہی لگا، ایک سفر تمام ہوا ہو....... یا پھر ایک نیا قدم....... کسی نئی راہ کی طرف لیا ہو۔ اور پھر کچھ ستانے کو ذرا دیر کو قیام کیا ہو۔

”اِک جنوں خواب طرب“ ایک ایسا ہی قدم تھا۔ ایک ایسی ہی پیش رفت تھی....... ایک نئی راہ کی سمت....... تقریباً تین سالوں تک یہ ناول ماہنامہ ”دوشیزہ“ میں چھپتا رہا....... اور اس کی ہر Episode کے ساتھ میں نے ایک نیا باب پڑھا اور سیکھا۔

جب ہم کاغذ پر سوچ کو زباں دے رہے ہوتے ہیں تب اسی دور میں بہت کچھ نیا بھی سیکھ رہے ہوتے ہیں۔

[illegible] ایک شوق ہے، ایک در ہے جو نئی سمتوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ جو نئے راستوں کی طرف [illegible]

[illegible] ...... ناز ہوا۔ بہت سی داد وصول کی۔ مگر پھر بھی کہیں لگا کہ کچھ اَن کہی سی رہ [illegible]

یہ ناول محبت کی ایک نئی کڑی تھی۔

میرے دیگر ناولز کی طرح.......

ناول کا ”کل“ اور ”جز“ محبت تھی۔

تمام کردار....... ان کے زاویے....... حاشیے....... محبت کے دائروں میں کہیں قید رہے۔ محبت اتنی طاقتور ہے، اتنی زور آور ہے کہ کرداروں کو خود سے الگ ہونے ہی نہیں دیتی۔ اپنے دائروں میں ایسے مقید کرتی ہے کہ لاکھ کوشش کے بعد بھی کردار اس سے نکل نہیں پاتے۔

مجھے اچھا لگتا ہے جب میرے پڑھنے والے اس محبت کو محسوس کرتے ہیں!

اس کی....... اَن کہی کو سمجھتے ہیں۔

کہیں خاموش، دبی ہی اِک سرگوشی کو سنتے ہیں۔

محبت ایسا ہی اِک معاملہ ہے۔ اِک ایسی ہی سرگوشی ہے جو بے دھیانی میں بھی کی جائے تو بہت غور سے سنی جاتی ہے۔

محبت بغور سنی جانے والی سرگوشی ہی ہے۔ اور ”اِک جنوں خواب طرب“ ایک ایسی ہی بنی تھی....... ایک برس ہونے کو آیا مگر مجھے اب بھی یاد ہے، جب میں آخری Episode لکھ رہی تھی وہ 27 دسمبر کا دن تھا۔ 2008ء....... جب محترمہ بے نظیر بھٹو کو assasanate کیا گیا۔ شاید آخری Episode ویسی نہیں لکھی گئی جیسی لکھی جانی چاہیے تھی۔ مگر مجھے آخری قسط میگزین کو دینا تھی as I was already late۔

بہرحال....... یہ ناول اپنے اختتام کو پہنچا، اس اُمید کے ساتھ کہ شاید اگلا سال امن لے کر آئے۔

Hope never ending!

And we'll be hoping for peace on the earth forever.

محبت امن ہے....... اور ہم قلم رکھنے والے جتنے بھی ہیں، اس امن کی کوشش میں اپنا کردار ادا کرتے رہیں گے۔

There's always room for doubt.....

and there's always room for hope!

میری ہمیشہ سے کوشش رہی ہے کہ میں اپنے ناولز میں کوئی ایک بھی کردار نیگیٹو نہ رکھوں۔ ہمیشہ کرداروں کو پوزیٹو attitude دوں۔ انہیں مثبت سمتوں میں موڑوں..... یہی وجہ ہے کہ

آپ کو محبت اس قدر دکھائی دیتی ہے....... میرے خیال میں محبت بہت کچھ بدل سکتی ہے کیونکہ محبت کبھی نیگیٹو نہیں ہوتی۔

شاید میرے پڑھنے والے میری تحریروں سے کچھ سیکھتے ہوں۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو مجھے بہت خوشی ہے۔

"اِک جنوں خواب طرب" ایک اور قدم تھا۔ منزل نہیں، صرف ایک سنگِ میل ہے۔ ایک Milestone جو منزل کی سمت اشارہ کرتا ہے۔ ابھی منزل بہت دور ہے۔

علم کامل ہونے کی جستجو ہے نہ خواہش۔ مگر کچھ سیکھنے کی لگن ہے....... اِک قدم سے آگے کیا ہے...... ایک موڑ سے آگے کیا ہے....... یہ جاننے کی جستجو ہے۔

اسی جستجو میں شاید اگلی بار کسی اور "سنگِ میل" کی بات کر رہے ہوں۔

Well..... who knows!

"اِک جنوں خواب طرب" کو پڑھیے اینڈ پلیز لٹ می نو...... If you like or not!

اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

پیار کو راس!

عشنا کوثر سردار

13-2-09

وہ سرپٹ دوڑ رہی تھی۔ کوئی مسلسل تعاقب میں تھا۔ گھر کتنا بڑا تھا' مگر جائے پناہ جیسے اس لمحے مفقود تھی۔ جیسے زمین تنگ ہو گئی تھی اس کے لیے...... جیسے مقام سکڑ گیا تھا...... دھڑکنوں میں کس درجہ خوف تھا۔ شاید وہ لمحہ بے حد سیاہ تھا۔ کتنے گہرے سائے تھے اس وقت کے...... اس کی ساری زندگی جیسے داؤ پر لگی تھی۔ وہ چیخنا چاہتی تھی' چلانا چاہتی تھی' مگر حلق سے جیسے آواز نکل ہی نہ رہی تھی' اور اگر وہ چیخ بھی پاتی تو آتا کون...... کتنی بڑی تقریب تھی۔ سب لان میں جمع تھے۔ کسی کا اس کی طرف دھیان بھی کہاں تھا' اور وہ شاید اتنی اہم تھی بھی نہیں' کہ کوئی اس کی غیر موجودگی پر چونکتا' اور اس کے متعلق دریافت کرتا' یا تلاش میں نکل کھڑا ہوتا۔

پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ وہ سیڑھیاں پھلانگتی چلی گئی تھی۔ تعاقب کرنے والے قدم اب بھی نہیں تھمے تھے۔ بیس منٹ میں جا کر فرار کی تمام راہیں' جیسے ایک لمحے میں مسدود ہوئی تھیں۔ انتہائی خوفزدہ انداز میں اس نے مڑ کر پر وحشت نظروں سے دیکھا تھا۔ اس کے تعاقب میں آنے والے کے قدم بھی اس لمحے تھم چکے تھے۔

کتنی گہری چمک در آئی تھی ان آنکھوں میں اسے بے بس دیکھ کر......' اور طالیہ جبران کا دل جیسے اس لمحے بند ہونے کو تھا۔ پورا وجود جیسے سرد پڑ رہا تھا۔ قیامت کی گھڑی تھی کوئی' یا پھر کوئی قیامت ٹوٹنے جا رہی تھی۔

کتنی بے یارومددگار تھی وہ۔ پرسکوت ماحول میں اس کی سانسوں کی آواز ابھر رہی تھی' اور دل ڈوب رہا تھا۔ کوئی فاتحانہ نظروں سے اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔ یقیناً اس لمحے اسے اپنی جیت صاف دکھائی دے رہی تھی' اور طالیہ جبران کی دھڑکنیں جیسے تھمنے کو تھیں۔

وہ دیوار سے بالکل چپک کر کھڑی تھی۔ کسی خطرے میں دماغ فوری طور پر کام نہیں کرتا' مگر اس کی عقل بہت مستعد تھی۔ اس کے حواس جیسے پوری طرح بیدار تھے۔ ایک نظر سامنے کھڑے شخص کو تکتے ہوئے وہ یقیناً دوسری جانب اس ایک قیامت خیز لمحے سے نپٹنے کا سدباب ڈھونڈ رہی تھی۔ متلاشی نظریں ادھر ادھر دیکھ رہی تھیں۔ وہ اس کی سمت بڑھ آیا تھا۔ ایک......

دو...... تین......! کتنے کم قدموں کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا۔

وہ چند قدم مزید سرکی تھی اور دوسرے ہی پل قریب ہی پڑی ایک لوہے کی راڈ اس کے ہاتھ میں تھی' جسے وہ بری طرح سے اس شخص پر برسا رہی تھی۔

چیخ و پکار لرزہ خیز تھی۔ وہ اپنا بچاؤ کرنا چاہ رہا تھا' مگر اس نازک سی لڑکی کے وجود میں جیسے اس گھڑی کوئی ماورائی طاقت حلول کر گئی تھی' یا پھر عورت اپنے تقدس کو بچانے کے لیے اتنی ہی مضبوط ہو جاتی ہے۔ وہ بھی گویا آہنی دیوار ثابت ہوئی تھی۔

اوپر کے فلور پر شاید کوئی تھا۔ پٹنے والے کی چیخ و پکار پر کتنے قدم دھڑا دھڑ ہیں منٹ کی سیڑھیاں پھلانگتے سنائی دیے تھے' مگر طالیہ جبران کے ہاتھ تب بھی نہیں تھمے تھے۔ آنکھوں سے کتنا گرم گرم لاوا بہتا جا رہا تھا' مگر وہ پھر بھی کمزور نہیں پڑی تھی۔ اس نے اپنا دفاع بھرپور انداز میں کر لیا تھا۔ تعاقب میں آنے والے میں اب اتنا دم نہیں رہا تھا' کہ وہ آنکھ اٹھا کر اس کی سمت دیکھ بھی پاتا' مگر وہ اک عالم جنوں سے راڈ اس کے جسم پر برسائے جا رہی تھی' جب کسی نے آگے بڑھ کر اسے روکا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے یہ؟"

کوئی بہت قریب پہنچا تھا۔ راڈ اس کے ہاتھ سے گر کر زمین پر' جیسے اس شخص کو دیکھا تھا۔

طالیہ جبران خالی خالی آنکھوں سے اس چہرے کو تکتی گئی تھی۔

"میں نے کہا' کیا ہو رہا تھا یہ؟ کیوں جنگلی انداز میں پیٹ رہی تھیں تم اسے؟"

صرف وہی نہیں' اور بھی کتنی آنکھیں اس گھڑی طالیہ جبران کو اپنی سمت تکتی دکھائی دی تھیں۔

"یہ...... یہ میرے ساتھ...... زبردستی......" اس کے حلق میں جیسے کوئی گولا سا اٹک گیا تھا۔ کتنی نظروں نے اسے بے یقینی سے دیکھا تھا۔ کچھ میں حیرت بھی نمایاں تھی۔

"کیا بکواس ہے یہ......؟ ہم عزت دار لوگ ہیں' ایسے غلیظ کام ہمارے ہاں نہیں ہوتے۔" قدرے فاصلے پر کھڑی خاتون نے اسے مکمل طور پر رد کیا تھا۔

اس کی آنکھوں میں بے یقینی در آئی تھی۔

"نن...... نہیں......" اس نے سامنے کھڑے لمبے چوڑے شخص کی سمت تکتے ہوئے جیسے کسی ہمدردی کی گزارش کی تھی۔ جیسے وہ امان چاہ رہی تھی' مگر وہ آنکھیں کس درجہ اجنبی تھیں۔

"او گاڈ...... یہ ذکاء ماموں۔" طلہ نے نیچے پڑے شخص کو سیدھا کیا تھا۔ وہ درد سے کراہ رہے تھے۔ کتنی نظریں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"یہ...... یہ...... لڑکی...... چ...... چوری...... کر رہی...... تھی......!" ذکاء ماموں نے انگلی اس کی سمت اٹھا کر شہادت دی تھی اور وہ بھونچکا سی رہ گئی تھی۔

"نن...... نہیں...... یہ جھوٹ ہے۔"

وہ چیخی تھی' مگر اس کے سامنے کھڑے شخص نے بہت کڑے تیوروں سے اسے دیکھا تھا۔

"آپ میری بات کا یقین کریں...... میں سچ۔"

تڑاخ...... مقابل کھڑے شخص کو اس کی بات کی صداقت پر جیسے رتی بھر یقین نہ ہوا تھا۔

اس کا بھاری ہاتھ اٹھا تھا اور دوسرے ہی لمحے طالیہ جبران کے چہرے پر تھا۔

وہ چہرے پر ہاتھ دھرے کتنی بے یقینی سے اس سامنے کھڑے شخص کو دیکھ رہی تھی' جو کتنے زہر خند لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"میں نے آپ سب سے پہلے کہہ دیا تھا' ڈرامہ ہے یہ لڑکی...... نکال باہر کیا ہوتا تو آج اس بات کی نوبت نہیں آتی۔ ڈسگسٹنگ۔"

اویان حاکم چغتائی کتنی نفرت سے اس سے نظریں پھیر رہا تھا۔

"پکار چکا تھا آپ سب کو ہمدردی کا۔ بھگتئے اب...... اُف سو چیپ...... کیا ثبوت تھا [illegible] کہ یہ وہی لڑکی ہے' اور ثبوت مل بھی جائے تو کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے' اب اس دقیانوسی تعلق کی...... میں نہیں مانتا...... مجھ سے ہی وابستہ تھا نا یہ سب کچھ...... میں ہی اسے جھٹلا رہا تھا' اور میں ہی اسے رد کر رہا ہوں۔ ایسے تعلق بوجھ ہوتے ہیں' جنہیں اتار دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔ زمانہ بدل چکا ہے...... دنیا اکیسویں صدی میں بھاگ دوڑ رہی ہے۔ کچھ حقیقت نہیں بچتی ایسے میں' ایسے فضول رشتوں کی' آپ سب کو سمجھ لینا چاہیے تھا۔ آج جو کچھ بھی ہوا ہے' اس کے لیے آپ سب ذمے دار ہیں۔ اپنے ساتھ ساتھ میرا سکون بھی غارت کر کے رکھ دیا آپ سب نے...... [illegible] فیصلے یوں سر راہ چلتے ہوئے نہیں ہو جاتے۔ عمر درکار ہوتی ہے ایسے کاموں کے لیے' سمجھایا تھا میں نے' مگر سب نے رد کیا تھا مجھے۔ آج انجام دیکھ لیا نا۔"

[illegible]ہاں حاکم چغتائی کا لہجہ ہی نہیں' نظریں بھی سلگتی ہوئی تھیں۔ جیسے وہ اسے جلا کر خاکستر کر دینا چاہتا ہو' بھسم کر دینا چاہتا ہو۔

طالیہ جبران پانیوں سے بھری آنکھوں سے کیسی ساکت اس کی سمت تکتی چلی گئی تھی۔

کیسے فیصلے کرنے پر قادر تھا وہ شخص۔ جیسے اک جہاں کا اقتدار اپنے ہاتھ میں رکھتا ہو...... [illegible] بالا کھڑا نظر آ رہا تھا۔" اور وہ' طالیہ جبران کو اپنا وجود جیسے ایک لمحے میں ذرہ لگا تھا۔ [illegible] انتہائی بے وقعت۔

[illegible] ماموں کو اٹھا کر لے جایا گیا تھا' مگر اپنے سامنے کھڑے لوگوں کی نظروں کا سامنا

اسے اب بھی تھا اور ان نظروں میں وہ نظریں کس قدر ستائی ہوئی تھیں۔

"محل میں تاش کا پتہ بھی نہیں لگ سکتا۔ متروک ہوئی داستانوں کو دوبارہ چھیڑنے سے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ سمجھ لیجیے اس حقیقت کو۔ اب بھی وقت ہے۔ جہاں تک معاملہ میرا ہے مجھ سے کسی طرح کی رواداری کی امید مت رکھیے گا۔ میں اپنی زندگی اپنے طور پر جینے کا عادی ہوں۔ کسی کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنا تو درکنار میں ان راستوں کی سمت دیکھنا بھی گوارا نہیں کروں گا۔ جب جو دل چاہے وہ فیصلہ کر سکتا ہوں۔ اتنا اختیار تو ہے مجھے...... زندگی پر بھی...... اور اپنے فیصلوں پر بھی۔"

اویان حاکم چغتائی انتہائی زہر میں بجھے ہوئے تیر چلاتا مڑا تھا اور وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔ طالیہ جبران کس قدر ساکت نظروں سے تکتی رہ گئی تھی۔

سلمیٰ بیگم نے اس کونے میں سر جھکائے کھڑی لڑکی کی سمت دیکھا تھا۔ پھر آگے بڑھ آئی تھیں۔

"ہمدردی بعد میں کیجیے گا...... پہلے سن لیجیے۔"

سلمیٰ بیگم کے بڑھتے ہوئے قدموں کو گویا صاحبہ حاکم چغتائی کو یا ہوئی تھی۔

"فضول میں بند باندھنے کی کوشش مت کیجیے۔ ریت کے بند باندھنے سے پہاڑ نہیں کھڑے کیے جا سکتے۔ میرے بھائی کا جو حشر ہوا ہے وہ معمولی بات نہیں ہے۔ دغا کو مار کر اس نے اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔ اویان ٹھیک کہہ رہا تھا۔ انس سو ڈس گسٹنگ۔"

بیٹے کی طرح ماں کا لہجہ بھی زہر خند تھا۔

ایک...... دو...... تین...... جتنے لوگ تماشا دیکھنے آئے تھے باری باری واپسی کے قدم اٹھاتے نکلتے چلے گئے تھے۔

کسی نے اس سے کوئی وضاحت نہیں مانگی تھی۔ کسی نے بھی کچھ دریافت نہیں کیا تھا۔ فقط سنایا گیا تھا اسے...... جتایا گیا تھا...... الزامات کی بارش ہوئی تھی۔ کتنے تیر برسائے گئے تھے......

اور وہ تن تنہا اس طوفان کے سامنے کھڑی تھی۔

کچھ در قبل جب وہ تنہا تھی...... اکیلی تھی تو کمزور نہ تھی۔ جب تمام لمحے تاریک تھے...... رگوں میں خون منجمد کر دینے والے خوف تھے۔ وہ تب کمزور نہ پڑی تھی اور اب......!

بھیگی آنکھوں سے اس منظر کو تکتی وہ ایک پل میں کتنی ٹوٹ پھوٹ چکی تھی۔ کتنی شکستہ ہو چکی تھی...... اور کس قدر اکیلی...... اس ہجوم میں اسے اپنے تنہا اور کمزور ہونے کا احساس ہوا تھا۔ وہ اب ٹوٹی تھی۔ اب منتشر ہوئی تھی۔ جب اس پر انگلی اٹھائی گئی تھی۔ کتنے شکستہ انداز میں وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی تھی۔

سلمیٰ بیگم نے بہت آزردہ نظروں سے اس کی سمت دیکھا تھا، پھر اسے تھام کر اپنے شانے سے لگا لیا تھا۔

"کیا آپ کو بھی یقین نہیں میرا؟ کیا آپ بھی یقین نہیں کریں گی میرا؟" آنسوؤں کے درمیان وہ سسکی تھی۔ "کوئی یقین کیوں نہیں کرتا میرا...... میں...... چور نہیں ہوں۔ وہ بدتمیزی سے پیش آ رہے تھے میرے ساتھ...... تب سے جب سے میں یہاں آئی ہوں۔ آسان شکار تھی میں ان کے لیے...... شاید تبھی آج موقع دیکھ کر وہ میرے پیچھے چلے آئے۔ اپنی عمر اپنے رتبے کا بھی خیال نہیں کیا انہوں نے۔ ایسا ہوتا ہے یہاں؟ ایسے ہوتے ہیں رشتے؟ میں تو رشتے ڈھونڈنے نکلی تھی، تعلق باندھنے آئی تھی اور میرے ساتھ ایسا سلوک!"

کتنے بہت سے آنسو رخساروں پر پھسلتے چلے گئے تھے۔

"ایسا ہوتا ہے یہاں...... ایسا سلوک کیا جاتا ہے۔ میں ان کی بیٹی کی عمر کی ہوں، اور وہ...... مجھے کسی کی ہمدردی حاصل نہ تھی اس لیے ایسا ہوا نا؟ میں یہاں نہ رہوں یہی چاہتے ہیں نا آپ سب...... چلی جاؤں یہاں سے یہی مرضی ہے نا سب کی؟ عہد گزشتہ میں بنائے گئے رشتے کھو گئے ہیں، جنہیں ڈھونڈنا دشوار ہے آپ سب کے لیے...... تو ٹھیک ہے، چلی جاتی ہوں میں...... سمجھتی ہوں میں ایسے رشتوں پر جنہیں اپنے ہونے کا کوئی احساس ہی نہیں، جن کی کوئی وقعت ہی نہیں۔ جو گزرتے وقت کے ساتھ کالعدم قرار پا گئے۔ وہ تمام متروک رشتے، جو اس عہد میں رتی بھر اہمیت کے حامل نہیں۔ میں بھی بوجھ ہو جانے والے تمام تعلقات کو توڑ دوں گی۔ کوئی خواہش نہیں ہے مجھے ایسے رشتوں کی، کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چلی جاؤں گی میں۔"

گرم گرم آنسو چہرے کو جیسے جلا رہے تھے اور کتنا لاوا دہک رہا تھا اس کے اندر...... اس گھڑی اس کی نفی کی گئی تھی۔ اس تعلق کی نفی کی گئی تھی، جس کے لیے وہ یہاں آئی تھی۔ میلوں کا سفر، صدیوں کا فاصلہ طے کیا تھا اس نے، درمیان سات سمندر حائل تھے۔ کتنی زنجیروں کو توڑا تھا اس نے...... کتنی ٹوٹی ہوئی زنجیروں کو جوڑنے کے لیے...... مگر سب کچھ جیسے بے سود رہا تھا۔ وہ رو رہی تھی، کیوں کہ دل جل رہا تھا۔

سلمیٰ بیگم اسے ساتھ لگائے اس کا حوصلہ بندھا رہی تھیں، مگر اس کے آنسو نہ تھمنے والے تھے۔ جیسے اس کا اندر سمندر ہو گیا تھا۔

●●●
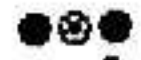
خاندان میں بڑی خوش آئند بات تھی کہ محترم دانیال پیرزادہ زندگی کی پینتیس چھتیس بہاریں دیکھنے کے بعد بالآخر شادی کے لیے تیار ہو گئے تھے اور اس خبر کے ساتھ گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ سب سے زیادہ خوشی نوجوان بھتیجے کو ہوئی تھی۔

"تو بالآخر چاچو نے فرسٹ انگز کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔" عمیر نے بڑی ماہرانہ رائے دی تھی۔

"مگر اننگز ختم کرتے کرتے بھی چاچو صاحب ایک شاندار چھکا لگا گئے۔ موصوف لو میرج کرنے جا رہے ہیں۔ سنا ہے لڑکی خاصی خوبصورت ہے۔"

احمر نے سنسنی خیز خبر دی تھی۔ سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے تھے۔

"یعنی کہ......

ان کو بھی لگ ہی گئی شہر محبت کی ہوا اچھا۔"

سنا ہے وہ بھی بہت دنوں سے ہے پریشان بہت!

اشعر نے دہائی دی تھی۔ قریب بیٹھی سامعہ نے اسے گھورا تھا۔

"تمہیں کیوں تکلیف ہو رہی ہے۔ تم بھی کر لو لو میرج...... کوئی ممانعت تو نہیں۔ تم اس طرح دانیال چاچو کی ٹانگیں کیوں کھینچ رہے ہو۔"

"میں ٹانگیں نہیں کھینچ رہا' حیران ہو رہا ہوں۔ دانیال چاچو جیسے شخص شادی کے لیے رضامند ہو گئے۔ یقیناً لڑکی میں کوئی خاص بات ہو گی۔" اشعر مسکرایا تھا۔

"ہاں یہ ضروری ہو سکتا ہے۔ خبر بلی تھیلے سے باہر آ جائے گی۔ شام کو دانیال چاچو اس لڑکی کو دادا جی' اور دادی جی سے ملوانے لا رہے ہیں۔"

کرن نے تازہ اطلاع دی تھی' اور اس خبر نے مزید سنسنی پھیلا دی تھی۔ سب سر جوڑ کر پہلے سے بھی زیادہ گرم جوش انداز میں اس بات کا تذکرہ کرنے لگے تھے۔

"اعتبار حاسن پیرزادہ آپ بہت چپ چپ بیٹھے ہیں۔ کچھ اظہار مدعا کیجیے نا۔" احمر نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

"مجھے تو معاف ہی رکھو۔" وہ اٹھا تھا' اور باہر نکل گیا تھا۔

ذکر کچھ اتنا خاص بھی نہ تھا' مگر ان لوگوں کو تو عادت تھی' بال کی کھال نکالنے کی' اور پھر ایسا چٹ پٹا قصہ تو عرصہ بعد ہاتھ لگا تھا۔ شاید بھی وہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہتے تھے۔ حالانکہ بات بہت معمولی سی تھی۔ دانیال چاچو لاکھ لوز لوز پھرتے' بالآخر شادی تو انہیں کرنا ہی تھی اور۔

اعتبار حاسن پیرزادہ کے لیے اس سارے قصے میں قطعاً کوئی کشش کا پہلو نہیں نکلا تھا۔ شاید بھی وہ اٹھا تھا' اور باہر نکل آیا تھا۔ اس کی دلچسپی کے پہلو یوں بھی ایسی گوسپ کو ڈسکس کرنا' اور محظوظ ہونا نہ تھا۔ اس لیے شام میں' جب وہ گھر لوٹا تھا' اور غیر معمولی چہل پہل دیکھی تھی' تب بھی وہ قطعاً نہیں چونکا تھا۔ بڑے ہی بے تاثر انداز میں کوٹ کلائی پر دھرے وہ اپنے کمرے کی

طرف بڑھ جانا چاہتا تھا۔ جب احمر یکدم ہی اس کا ہاتھ تھام کر اسے اس جانب لے گیا تھا۔

"بہت تھک گیا ہوں میں احمر...... فضول باتوں کے لیے وقت نہیں ہے میرے پاس اور......"

وہ کسی قدر اکتائے ہوئے انداز میں بڑبڑاتے جا رہا تھا' جب یکدم نظریں ساکت رہ گئی تھیں' اور زبان گنگ...... وہ کتنی حیرت سے اپنے سامنے اس چہرے کو تکتا رہ گیا تھا۔

"اڑ گئے نا ہوش...... یہی تو دکھانا چاہتا تھا تمہیں میں' دانیال چاچو نے واقعی چھکا لگایا ہے۔"

احمر اس کے کان کے قریب بڑبڑایا تھا' مگر اس کے ساکت وجود میں حرکت نہیں ہوئی تھی۔ نظریں قدرے فاصلے پر فیملی کے درمیان بیٹھی اس لڑکی کے چہرے پر جیسے جم کر رہ گئی تھیں۔

"ہو گئے نا پتھر۔" عمیر نے اس کے شانے پر ہاتھ بجایا تھا۔ "دانیال چاچو نے تو سب کو بت بنا دیا۔ اب حیرت کے سمندر میں غوطے لگا چکے ہو تو باہر بھی آ جاؤ' تاکہ تمہارا تعارف بھی تمہاری ہونے والی چاچی کے ساتھ کرایا جا سکے۔"

وہ چونکا نہیں تھا۔ کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی اس کے وجود میں...... عمیر اسے کھینچتا ہوا اس کے مقابل لے گیا تھا۔

"یہ اعتبار حاسن پیرزادہ ہیں۔" احمر نے تعارف کرایا تھا۔ وہ نازک اندام وجود کس قدر [illegible] لاتے ہوئے اس جانب متوجہ ہوا تھا۔ لمحہ بھر کو آنکھوں میں حیرت ابھری تھی۔ پھر وہ تاثر جیسے تحلیل ہو گیا تھا' اور اگلے ہی لمحے وہ بھرپور اعتماد کے ساتھ لب بھینچ کر مسکرا رہی تھی۔

"اعتبار حاسن پیرزادہ یہ فیمانہ بیگ ہیں۔ ہماری ہونے والی چاچی۔" عمیر مسکرایا تھا۔

فیمانہ بیگ کے گداز لبوں پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔ ایک نظر اس نے اپنے عین سامنے کے شخص پر ڈالی تھی۔ انداز اسی قدر پر اعتماد تھا۔ کتنی آنکھوں کی چمک جیسے اس لمحے اور بھی بڑھ گئی تھی۔ وہ اپنی آنکھوں کی ضیاء سے جیسے تمام منظروں کو خیرہ کر دینا چاہتی تھی۔

اعتبار حاسن پیرزادہ اس لمحے ساکت تھا۔ وہ گل رنگ پری رخ چہرہ سامعہ کے ساتھ مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا' اور وہ اس ایک لمحے میں قید جانے کیا کھوجتا رہ گیا تھا۔

"او بھائی...... چلی گئیں وہ...... ہوش میں واپس آ جائیے۔" احمر نے اس کی آنکھوں کے آگے مسکراتے ہوئے ہاتھ لہرایا تھا۔ وہ چونکا تھا' مگر گہری بھوری آنکھوں سے وہ تاثر زائل نہ ہوا تھا۔

"جہاں تک ہمیں یاد پڑتا ہے' موصوف اعتبار حاسن پیرزادہ اتنے کچے کے مومن ہیں نہیں کہ ان کا حسن سے یا حسین چہروں سے کبھی سابقہ نہ پڑا ہو۔ تاہی یہ چہرہ اس قدر حسین تھا کہ

"آپ بت بن جائیں۔ بات کیا ہے؟"

عمیر نے اس کے شانے پر ہاتھ دھرتے ہوئے مسکرا کر دریافت کیا تھا۔ اشعار نے اس کی سمت دیکھا تھا' پھر بہت دھیمے سے مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"بہت تھک گیا تھا...... آرام کرنا چاہتا تھا اور......" اس نے اپنے سر کو ہلکے سے دباتے ہوئے کہنا چاہا تھا' جب نگاہ ایک لمحے میں پھر اسی چہرے میں الجھ گئی تھی۔

شاید وہ خاندان بھر کو بہت پسند آئی تھی۔ اس لیے وہ مسکراتی ہوئی کس درجہ سرشار تھی۔ یہ دانیال چاچو کی سنگت اسے بہت پراعتماد بنا رہی تھی۔ اس کے گداز لبوں پر کتنی دلکشی اتری ہوئی تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی کتنی خوش دکھائی دے رہی تھی۔

اشعار حاسن پیرزادہ جانے کیوں بغور اس سمت تکتا چلا گیا تھا۔

کیا تلاش رہا تھا وہ......!

کس بات کی جستجو تھی اسے......

نگاہ میں کس بات کو کھوجنے کی لگن تھی......!

کیوں متواتر وہ اس سمت تکتا چلا گیا تھا......

کیا جان لینے کا خواہاں تھا وہ......

کس بات کی شدت نے ٹھہرے ہوئے سمندروں میں ایک پل میں طلاطم برپا کر دیا تھا؟

کس بات نے ایک لمحے میں پورے وجود میں ہلچل سی مچا دی تھی؟

یہ کیسا اضطراب اس کی آنکھوں میں پھیلتا نظر آ رہا تھا' اور کیا...... کیا تلاش رہا تھا وہ۔

کیا ڈھونڈ رہا تھا؟

ان آنکھوں میں...... اس چہرے میں......! پہچان کا کوئی حوالہ بھی تو درج نہ تھا۔

کسی ہلکی سی شناسائی کی جھلک بھی نہیں تھی۔

کیسی بے خبر تھی وہ نگاہ اس سے...... کیسی بے تاثر دکھائی دے رہی تھی وہ نظر...... جیسے کوئی واسطہ ہی نہ ہو...... فاصلوں کی گہری اتھاہ تھی' ان نینوں میں' اور وہ...... کن حوالوں کو ان آنکھوں میں تلاشنا چاہ رہا تھا۔

کن منظروں کو ڈھونڈ رہا تھا وہ۔

کیوں وہ نگاہ وجود کے کسی علاقے میں ہلچل سی مچا گئی تھی۔ حالانکہ کس قدر بے تاثر انداز میں اٹھی تھی وہ نظر...... پھر؟

کوئی ناطہ درمیان نہ تھا۔ پھر اس کی نگاہ مسلسل اس چہرے کا طواف کیوں کر رہی تھی۔

"اے اشعار حاسن پیرزادہ! کہاں کھو گئے۔ کہیں چاچو کی طرح تم بھی تو دیوانے نہیں ہو گئے [illegible] یک کے؟" ردا چائے کا کپ اسے تھماتی ہوئی' کسی قدر شوخ انداز میں اسے چھیڑ رہی تھی' اور وہ فوری طور پر مسکرانا تو درکنار اپنے اس تاثر کو چھپا بھی نہ پایا تھا۔ فوری طور پر کسی بھی طرح کا کوئی رد عمل ظاہر نہ کر پایا تھا' جیسے وہ اس لیے مکمل طور پر بے بس تھا۔ شاید تبھی وہ چائے کا کپ تھامتے ہوئے معذرت طلب نظروں سے ان سب کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"سوری...... تھکن کچھ زیادہ ہو گئی ہے۔ کچھ آرام کرنا چاہوں گا میں۔" کہنے کے ساتھ [illegible] اٹھتا چلا گیا تھا۔

وہ منظر پیچھے چھوٹ گئے تھے۔ وہ چہرہ کہیں وہیں رہ گیا تھا' مگر ذہن میں وہی منظر چپک [illegible] گئے تھے۔ دل بہلا نہ تھا' طبیعت سنبھلی نہ تھی' اضطراب کچھ اور بھی سوا ہو گیا تھا۔ بیڈ پر چپ [illegible] وہ خالی خالی نظروں سے چھت کو دیکھے جا رہا تھا۔

کیسی عجب کیفیت تھی دل کی...... نہ سمجھ میں آنے والی...... ایک پل میں کیسی بے قراری [illegible] اندر سے...... ان باتوں سے تو کبھی اس کا سامنا ہی نہ رہا تھا۔ پھر یکدم آج اچانک کیا ہوا [illegible] بہانے ڈھونڈتے تھے اس دل کو بہلانے کے' مگر وہ ایک کیفیت' جو ابھری تھی' حرکت نہ [illegible]

وہ آنکھیں...... وہ چہرہ......!

نگاہ سے ہٹا نہ تھا۔ کوئی منظر چھپا نہ تھا۔ تاثر اب بھی پورے طور پر قائم تھا۔ سارے نقش [illegible] واضح تھے۔ سوچ اب بھی اسی ایک خیال سے دہک رہی تھی...... اور کیا بھولنا چاہ رہا تھا وہ؟

سر جھٹکتے ہوئے خود پر ایک نگاہ خاص کی تھی۔ طائرانہ جائزہ لینا چاہا تھا۔ ہاں بھلا کیا؟

دل کے چاروں کونوں کو کھنگالا تھا' مگر کہیں کوئی "تاثر خاص" نہ تھا۔ کہیں کسی بات کے" [illegible] نہ تھے۔ کہیں کوئی ٹھوس ثبوت نہ ملا تھا۔ کوئی سرا ہاتھ نہ لگا تھا' کہ اس کیفیت کے متعلق [illegible] اندازہ نہ سمجھ میں آنے والا تھا۔ ساری سوچوں کے در کھول کر اندر جھانکا تھا مگر...... کوئی [illegible] جواب مثبت نہ ملا تھا' کہ اس کیفیت کے متعلق پتا چلتا۔

الجھتے ہوئے ذہن کے ساتھ وہ کتنی دیر تک چھت کو خالی خالی نظروں سے تکتا رہا تھا' پھر [illegible] آنکھیں موند گیا تھا' مگر کوئی تاثر پھر بھی زائل نہ ہوا تھا۔ عجب بن آئی تھی......!!

●●●

"آہن...... آہن......"

[illegible] خان [illegible] کتنی دیر تک یہاں سے وہاں تک کمروں میں جھانکتی ہوئی آہن فریدوں [illegible] ڈھونڈ رہی تھی۔ کس قدر الجھن سے اس نے سامنے سے آتی بے جی کو دیکھا تھا۔

"بے جی آہن کا کچھ پتہ ہے؟ کب سے ڈھونڈ رہی ہوں۔"

"ارے یہیں ہوگا...... بچہ تو نہیں کہ کھو جائے۔ ہو سکتا ہے نواب صاحب نے اسے کسی کام سے بھجوایا ہو۔" بے جی نے قیاس کیا تھا۔ غادیہ خان پنڈوی کی کوفت جیسے ہوا ہو گئی تھی۔

"ابا کو کچھ معلوم نہیں ہے' انہی کی طرف سے ہو کر آ رہی ہوں۔ اے کیسر سنو! آہن کو کہیں دیکھا ہے؟" اس نے چائے کے برتن تیزی سے ابا کے کمرے کی جانب لے کر بڑھتی کیسر کو روکا تھا۔

وہ اپنے پیلے پیلے دانتوں کی نمائش کرتی ہوئی بڑی فراخ دلی سے مسکرائی تھی۔

"کیا ہے بی بی! سارے گھر والوں کو آپ کی فکر ہو رہی ہے۔ عرصہ دراز بعد کوئی اتنا بڑا موقع آیا ہے اس گھر میں...... اتنے ڈھیروں مہمان فقط آپ کے واسطے آ رہے ہیں' اور آپ اپنی فکر چھوڑ کر آہن میاں کی فکر کو لگی ہوئی ہیں۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں تان شاپ بول رہی تھی۔

"میں نے جتنا پوچھا ہے' اتنے کا جواب دو۔" غادیہ جیسے اکتا گئی تھی۔

"اوپر چھت پر ہوگا نا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو میں نے ان کو ادھر ہی جاتا دیکھا تھا۔ اب جاؤں میں؟ چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ آپ جانتی ہیں' چھوٹے نواب کا دماغ کتنا گرم ہے۔ ٹھنڈی چائے ان کو اچھی نہیں لگتی۔ بڑے نواب کے ساتھ کسی میٹنگ میں مصروف ہیں وہ۔ آپ نے راہ میں روک لیا۔ ٹھنڈی چائے لے کر گئی تو اٹھا کر سر میں دے ماریں گے چھوٹے نواب۔"

کیسر کے پاس ایک داستان تھی سنانے کو' بے جی بھی مارے کوفت کے سر کلی میں ہلانے لگی تھیں۔

"جاؤ تم...... آتا ہی کیا ہے سوائے فوں فاں کرنے کے تمہارے چھوٹے نواب کو' نوابی چلی گئی' ٹھاٹھ باٹھ نہ رہے' مگر مزاج نہ بدلا...... باپ نے ساری زندگی چیرٹی ورک میں لٹا دی...... روپیہ پیسہ پانی کی طرح بہا دیا۔ بیٹے بھی انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ گلی ہوئی مجلس آ گیا ہوگا کوئی پھر عرض لے کر...... باپ دادا کی کمائی اسی طرح رول دی۔ ارے اس طرح تو کنویں کے کنویں خالی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تو ناعزانوں کا منہ کھلا ہوا ہے۔ اسی نوابی میں جی رہے ہیں۔ اتنا ہوش نہیں' زمانہ کتنا بدل گیا ہے۔ طور طریقے کتنے بدل گئے ہیں۔ پیسے کی قدر و منزلت کتنی بڑھ گئی ہے۔ چند روپے کمانے کے لیے جان مارنا پڑتی ہے۔ باپ بیٹوں کو کچھ ہوش نہیں' اور تم......" انہوں نے سامنے کھڑی غادیہ کو دیکھا تھا۔ "بیٹے تو ان پر گئے ہی تھے بیٹی بھی کم نہیں...... ارے سنو! پیسہ خیراتی اداروں میں دان کیوں کرتے ہو...... گھر میں خود اپنے ادارے کھول لو نا...... سوشل ورک کا اتنا ہی شوق ہے' تو اپنے باپ دادا کے نام پر کوئی ادارہ ہی کھول لو...... وہ کیا کہتے ہیں اسے مدا......"

"این جی او......" غادیہ نے مسکراتے ہوئے یاد دلایا تھا۔

"اے ہاں وہی...... کچھ نام تو ہے...... آج کا زمانہ وہ نہیں کہ خاموشی سے کچھ دیا جائے۔ آج کل تو دکھاوے کا دور ہے۔ اخبارات اٹھا کر دیکھ لو۔ خبروں' اور تصویروں سے بھرے ہوتے ہیں۔ پذیرائی کا شوق کسے نہیں ہوتا' مگر تمہارا باپ' اور بھائی عقل سے بالکل خالی ہیں۔" بے جی خفا تھیں۔

غادیہ مسکرا دی تھی۔

"بے جی ایسے کام دکھاوے کے لیے نہیں ہوتے' جو دکھاوا کرتے ہیں وہ یقیناً غلط کرتے ہیں' جو سمجھتے ہیں وہ سچ ہیں۔ خدا کی راہ میں دینے سے' اور ملتا ہے۔ آپ یہ بھی تو دیکھیں کتنی برکت ہے ابا کی۔ زمانہ انہیں کس طرح سر اٹھا کر دیکھتا ہے۔"

"اے وہ تو اس لیے کہ وہ ملک کے نامور قانون دانوں میں شمار ہوتا ہے۔ باپ نے پڑھا لکھا کر باہر بھجوا دیا تھا۔ ڈگری ہاتھ آ گئی۔ ورنہ آج کوئی بھی نہ جانتا کہ نواب عثمان علی خان پنڈوی بھی کوئی شے ہیں۔" بے جی اسی طرح خفا تھیں۔

یقیناً ان کا موڈ بدلنا آسان نہ تھا۔ تبھی غادیہ مسکراتی ہوئی زینے کی سمت بڑھ گئی تھی۔ بے جی کا موڈ کوئی نہیں بدل سکتا تھا۔ ایسی باتیں روز کا معمول تھیں۔ وہ خاندان کی سب سے بڑی بزرگ تھیں شاید اسی لیے سب سے زیادہ حساس بھی وہی تھیں۔

غادیہ سوچتی ہوئی اوپر آئی تھی۔ نظروں کے عین سامنے وہ ریلنگ سے لگا کھڑا تھا۔ غادیہ کی جانب اس کی چوڑی پشت تھی۔ غالباً وہ سورج ڈوبنے کا نظارہ کر رہا تھا۔

شام اپنے افق کی سمت گامزن تھی۔ آسمان پر شفق کی لالی بکھری ہوئی تھی۔ رنگوں نے شام کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔ سارا ماحول بڑی دلفریبی میں گھر گیا تھا۔ کبوتروں کا غول ادھر ادھر اڑ رہا تھا۔

وہ بہت آہستگی سے چلتی ہوئی آہن فریدوں خان کے قریب جا رکی تھی۔ وہ چونکا نہیں تھا۔ فقط گردن کا رخ پھیر کر اس کی جانب دیکھا تھا' اور دھیمے سے مسکرا دیا تھا۔

"کیا ہو رہا تھا؟"

"سورج کی رخصتی۔" وہ ہولے سے مسکرا دیا تھا۔

"اور تم کروانے میں پیش پیش ہو؟" غادیہ کے لبوں پر بھی بڑی شگفتہ سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

آہن فریدوں خان نے فقط اس کی سمت اک نگاہ کی تھی۔ بھینچے لبوں سے جیسے مسکرایا تھا' اور لب دوبارہ بھینچ گیا تھا۔

"کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی تھی میں۔ یہاں وہاں......' اور تم یہاں چھپے بیٹھے تھے۔"

"کیوں...... آپ کو کوئی کام تھا؟"

"نہیں ایسا کچھ خاص نہیں۔ بس منگنی کی انگوٹھی لانا تھی' ان موصوف کے لیے۔ میں نے سوچا تھا اگر تم فارغ ہو تو چلیں ساتھ۔ ابھی اسی وقت نہیں...... پھر کسی فارغ وقت میں سہی۔"

غادیہ نے اس کی سہولت کے لیے کہا تھا' اور وہ دھیمے سے مسکرا دیا تھا۔

"اتنے سے کام کے لیے آپ نے خوامخواہ زحمت کی۔ کہلوا دیا ہوتا کسی کے ہاتھ' میں حاضر ہو جاتا۔" انداز حد درجہ مؤدب تھا۔

غادیہ خان پٹودی اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔ فوری طور پر کچھ نہیں بولی تھی۔ قدرے توقف سے لب بھینچ کر مسکراتے ہوئے سرنفی میں ہلایا تھا۔

"کیا مطلب؟ تمہیں کہلوا دیا ہوتا؟ آہن فریدون خان' تم کوئی میرے خادم نہیں ہو۔"

اس کے انداز میں کسی قدر خفگی تھی' شاید تبھی وہ مسکرا دیا تھا۔ ایک نظر اس کی جانب دیکھا تھا۔ کہا اب بھی کچھ نہیں تھا۔

"یہ تمہیں کب سے شاموں کو تکنے' اور انہیں باضابطہ رخصت کرنے سے شغف ہو گیا؟"

دور آسمان کی وسعتوں پر بکھرے شفق کے رنگوں کو اسے بغور تکتا دیکھ کر وہ کسی قدر حیرت سے مسکرائی تھی۔ "لندن سے لوٹتے ہوئے یہ یقیناً کوئی نیا شوق تم اپنے ہمراہ لائے ہو۔" بغور تجزیہ کیا تھا۔

آہن نے اس کی سمت دیکھا تھا' پھر ہولے سے مسکرا دیا تھا۔

"رنگوں کو دیکھنے کا شوق عجب تو نہیں۔ دیکھیے کتنے دلفریب رنگ بکھرے ہوئے ہیں' مگر اس کے باوجود ڈوبتی روشنی میں اک عجیب سی یاسیت ہے' اداسی ہے۔ پورا منظر رنگین ہونے کو ہے' مگر ایک بات ہے ایسی کہ شام بڑی چپ چاپ سی ہے۔ بہت دبے پاؤں گزر رہی ہے۔ کوئی سرگوشی نہیں' ہلکی سی چاپ بھی نہیں۔ جانے کس بات کا خدشہ ہے اسے......؟ کیسی راز کی بات دبی ہے اس کے پیروں میں' کہ اک آہٹ تک نہیں۔ دیکھیے...... سورج بھی کسی قدر ملول ہو رہا تھا۔ شاید اسے بھی کسی بات کا شدید ترین احتمال ہے' مگر کس بات کا......"

شاید...... شاید بچھڑتے لمحے اسے بھی اچھے نہیں لگ رہے...... فراق کے اسباب اس کی آنکھوں میں کس درجہ ملول کے ساتھ تیرتے دکھائی دے رہے ہیں۔ جیسے وہ ایسا نہیں چاہتا' اور مجبوراً فاصلوں کی یہ کہانی درج کرنے پر مجبور ہے۔ جیسے وقت نے اس کے ہاتھ پیر باندھ کر اس کے گلے میں بے بسی کا کوئی طوق ڈال دیا ہو' اور جیسے وہ تھک کر نڈھال ہو گیا ہو اور......"

کتنی گہری چپ کی پرچھائیاں تھیں اس لہجے میں...... غادیہ اسے بغور تکتی ہوئی کسی قدر حیرت سے چونکی تھی۔

"آہن......"

جواباً اس نے غادیہ کی جانب دیکھا تھا' اور مسکرا دیا تھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے...... میں سنجیدہ نہیں ہو سکتا؟"

غادیہ نے اسے بغور دیکھا تھا۔ پھر مسکرا دی تھی۔

"جب سے تم لندن سے لوٹے ہو' خاصے بدلے ہوئے لگ رہے ہو۔ کیا بات ہے کہیں پڑھنے وغیرہ تو نہیں آئے وہاں۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ابا نے تمہیں اسٹڈی کے لیے بھجوایا تھا نا کہ......"

"غادیہ......" وہ اسے ٹوکتا ہوا مسکرا دیا تھا۔ "کبھی کبھی فطرت کو دیکھنا چاہیے۔ بہت سی باتوں کا ادراک ہوتا ہے' بہت سی پوشیدہ حقیقتیں سامنے آتی ہیں۔ نگاہ بہت سی باتوں سے آشنائی پا جاتی ہے۔" وہ چہرے کا رخ پھیر کر ایک بار پھر آسمان کی وسعتوں میں تکنے لگا تھا۔

"مثلاً......" غادیہ اسے دیکھتی ہوئی مسکرائی تھی' مگر وہ اس لمحے کچھ نہیں بولا تھا۔ قدرے اس کی سمت اک نگاہ کی تھی' اور دھیمے انداز میں مسکرا دیا تھا۔

"کافی سمجھدار ہو گئے ہو۔ مجھے بڑے بڑے لگ رہے ہو۔" غادیہ کا انکشاف یقیناً حیران کن تھا اس کے لیے' شاید تبھی وہ مسکرا دیا تھا۔

"خردمندی کا واسطہ کچھ خوشگوار تبدیلی نہیں غادیہ...... آپ جانتی ہیں بڑے رشتہ ان کی بات ہے یہ...... آگہی کے بہت سے در وا ہو جاتے ہیں۔ ان باتوں سے بھی پردہ اٹھ جاتا ہے' جو اس سے قبل نظروں سے اوجھل ہوتی ہیں' پوشیدہ ہوتی ہیں' مگر یہ کوئی خوش آئند بات نہیں...... یقیناً یہ شے بڑی پریشان کن' اور تشویشناک صورتحال کری ایٹ کرتی ہے۔"

"وہاں لندن میں تو غالباً تم نے بزنس اسٹڈی کیا تھا نا؟" غادیہ اسے بغور تکتی ہوئی مسکرائی تھی۔

"غالباً نہیں یقیناً۔" وہ ہولے سے مسکرایا تھا۔

"پھر یہ منطق کے حساب سے فلسفہ کہاں سے در آیا تمہاری گفتگو میں؟"

"دادا ابا کی صحبت کا اثر ہے یہ...... آپ جانتی ہیں بچپن میں کچھ عرصہ ان کی صحبت بھی میسر رہی تھی مجھے' اور یہ یقیناً بہت فخر کی' اور سعادت کی بات ہے میرے لئے...... بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا مجھے ان سے...... ان کی شخصیت کا رنگ یقیناً غالب آنے والا تھا۔"

"اور تم......" غادیہ کچھ کہتے کہتے یکدم رک گئی تھی۔

آہن جیسے اس لمحے ہر سمت سے بیگانگی والی کیفیت میں تھا۔ دوسرے ہی پل نگاہ پھیر کر نظر اس منظر پر جما دی تھی۔ سورج سے شام کے بچھڑنے کا منظر اب بھی باقی تھا۔ وہ عجیب سی سوگواری اب بھی ماحول کا حصہ تھی' اور وہ کتنے مدھم لہجے میں بول رہا تھا۔

"بعض اوقات سب کچھ اختیار میں ہوتا ہے' مگر اک بے اختیاری جان نہیں چھوڑتی..... ساری دنیا ہوتی ہے مٹھی میں' مگر کسی انجانی بات کی کسک دامن نہیں چھوڑتی۔"

کتنے رنگ ہوتے ہیں روبرو......؟ کتنے منظر خاص......؟ مگر کوئی ایک بات ہوتی ہے' جو چین نہیں لینے دیتی۔ ایسا کیوں ہوتا ہے غادیہ......؟؟ کیوں غادیہ...... کیوں ہوتا ہے ایسا......؟ جب سارے منظر یکدم جلنے لگتے ہیں' اور سارا اندر اک الاؤ بن جاتا ہے۔ سب کچھ اتنا چپ چاپ ہوتا ہے' کہ کچھ پتا نہیں چلتا...... جانے کیسے اک پل میں سارا منظر راکھ ہو جاتا ہے۔"

اس کا لہجہ کس قدر پژمردہ تھا' اور غادیہ خاموشی سے اس کی سمت تکتی چلی گئی تھی۔ پھر وہ یکدم جیسے چونکا تھا' اور سر نفی میں ہلاتا ہوا دھیمے سے مسکرا دیا تھا۔

"میں بہت خوش ہوں غادیہ...... بے انتہا خوش...... مگر سچ کہوں! مجھے اپنا اندر بہت خالی لگ رہا ہے' بے حد بنجر...... ساری دنیا کو آگ لگانے کو جی چاہ رہا ہے۔ دل چاہتا ہے ساری دنیا کو تہس نہس کر دوں' مگر میں بہت بے اختیار ہوں غادیہ' بہت...... بے حد بے اختیار۔"

کتنے الاؤ دہک رہے تھے اس کے اندر...... کی تپش تھی اس کے لہجے میں' جیسے وہ واقعی پورے جہاں کو جلا کر خاکستر کر دینا چاہتا ہو۔ جیسے وہ واقعی سارے جہاں کو تہس نہس کر سکتا ہو۔ غادیہ نے اسے کسی قدر حیرت سے چونکتے ہوئے دیکھا تھا۔

"کہیں تم واقعی لندن میں کچھ گنوا تو نہیں آئے؟" ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر تھی۔

آہن نے اس کی سمت دیکھا تھا' پھر اس کے لبوں پر ایک ویسی ہی مسکراہٹ اتری تھی۔

"کیا......؟"

"عقل و خرد کی باتیں کرنے والا شخص اتنا نا سمجھ قطعاً نہیں ہو سکتا کہ اسے بات بات کی وضاحت دینا پڑے۔" غادیہ جتاتے ہوئے مسکرائی تھی۔

وہ کچھ نہیں بولا تھا۔ فقط مسکرا دیا تھا۔

"اینی ویز...... کیا پروگرام ہے اب؟"

"کس بات کا؟" وہ چونکا تھا۔

"کام کاج کا...... ظاہری بات ہے' ایم بی اے کرنے کے بعد تم تصور یا ناں کرنے کے باوجود ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھنا تو قطعاً نہیں چاہو گے۔" غادیہ نے اسے مسکراتے ہوئے دیکھا

تھا۔ تب وہ بھی سر نفی میں ہلاتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"ابا سے بات ہوئی تھی میری۔ انہوں نے مجھے بزنس کے لیے انویسٹمنٹ کی آفر دی تھی مگر۔"

"مگر تمہاری وہی ایگو پرابلم۔" غادیہ نے کسی قدر جھنجھلاہٹ کا اظہار کیا تھا' مگر وہ دھیمے سے مسکرا دیا تھا۔

"مجھے بہت اچھی کمپنی نے جاب آفر کی ہے' اور جلد ہی میں اس کمپنی کو جوائن بھی کرنے والا ہوں۔"

"اوہ! مبارک ہو۔ یقیناً یہ تمہاری بڑی اچیومنٹ ہے۔ اتنی اچھی خبر اتنی بعد میں دی' اور وہ بھی اتنے خشک انداز میں' کھوکھلے فلسفے کے ساتھ۔" غادیہ نے کڑوا سا منہ بنایا تھا۔ آہن مسکرا دیا تھا۔ تبھی وہ بولی تھی۔ "یعنی اب تم بہت مصروف ہو جاؤ گے۔ پھر تو تم میری منگنی کی تیاریوں میں بھی حصہ نہیں لے سکو گے۔"

آہن فریدوں خان نے اس کی جانب دیکھا تھا۔ پھر بہت ہولے سے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"نہیں...... ایسی بات نہیں۔ آپ تو انگوٹھی لینے کی بات کر رہی تھیں؟"

"نہیں...... ابھی نہیں...... جب تمہارے پاس وقت ہو' مجھے بتا دینا۔ فی الحال دن ہیں۔ مجھے کوئی جلدی نہیں...... اینی ویز...... میری ایک اپوائنٹمنٹ تھی' باتوں میں یاد ہی نہیں رہا...... چلوں گی میں۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ مڑی تھی' اور تیزی کے ساتھ چلتی ہوئی زینہ اترنے لگی تھی۔

آہن فریدوں خان نے گردن کا رخ موڑ کر چند لمحوں تک اس سمت تکا تھا۔ پھر ایک گہری سانس خارج کرتا ہوا نگاہ پھیر کر دوبارہ سے آسمان کی وسعتوں کو بغور دیکھنے لگا تھا۔ جہاں سورج پوری طرح چھپ چکا تھا۔ یقیناً اب طویل سیاہ رات آنے کو تھی۔ گہرے ہوتے سائے بتا رہے تھے۔

●●●

اتنا تو وہ جانتی تھی' پذیرائی بھرپور نہیں ہو گی' لیکن اس طرح کے بارش بی ہیویئر کی امید بھی قطعاً نہیں تھی۔ وہ بھی اس شخص کی جانب سے' جس کے لیے یہ سب کچھ کیا تھا۔ وہ جانتی تھی مشکل ہو گی' اور ایسا ہوا بھی تھا' مگر اس درجہ مشکلات کا سامنا ہو گا' یہ وہ نہیں جانتی تھی' اور اب جو اذیت بھی کیا پتا تھا یہاں رکنے گا۔

"کیا اسے لوٹ جانا چاہیے تھا؟"

اس نے خود اپنے سامنے دسیوں بار یہ سوال رکھا تھا' مگر کوئی جواب موصول نہ ہوا تھا اور جب وہ اس گھر سے نکل آئی تھی۔ ثناء کے اپارٹمنٹ پر آ کر اس نے اپنا مختصر سامان رکھا تھا۔ جب داخلی دروازہ کھلا تھا' اور کوئی اندر داخل ہوا تھا۔ طالیہ جبران نے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔

"بچ۔" مقابل کھڑے شخص کو دیکھ کر اس کے آنسو پھر امڈ پڑے تھے۔ وہ دوسرے ہی لمحے اس شخص کے شانے پر سر رکھ کر دھواں دھار رونے لگی تھی۔

"سب کچھ بیکار گیا بچ...... میرا یہاں آنا' میلوں کی دوری طے کرنا' صدیوں کے فاصلے پاٹنا...... میری اتنی تلاش' اتنی لگن' اتنی محنت' سب بیکار گیا۔ میں ہار گئی...... بچ۔"

کتنے بہت سے آنسو اس کی پلکوں سے ٹوٹتے ہوئے بچ کے شانے میں جذب ہوتے چلے گئے تھے۔

"ان لوگوں نے بہت برا کیا میرے ساتھ' میری بے عزتی کی۔ مجھ پر الزام لگائے۔ کوئی حیثیت نہیں ہے ان کے نزدیک رشتوں کی...... پانچ دن فقط پانچ دن' میں نے قیام کیا وہاں' اور ان پانچ دنوں میں اس شخص نے پچاس بار اس بات کو دہرایا کہ وہ ان تعلقات کو نہیں مانتا...... نہیں مانتا وہ ایسے تمام بندھنوں کو' جو فرسودہ رسموں کے تحت بنائے جاتے ہوں۔ رسم و رواج' رشتے ناطے' وہ ایسی کسی بات پر یقین نہیں رکھتا۔ اس نے مجھے رد کیا' اس رشتے کو رد کیا' جو ہم دونوں کے بیچ رہا...... اس تعلق کو جھٹلایا' جو ہم دونوں کو باندھے ہوئے تھا۔ وہ مدتوں پہلے قائم ہوا تعلق...... جس کا احساس مجھے اٹھتے بیٹھتے کرایا گیا...... جتایا گیا کہ میں پابند ہوں...... دنوں نہیں' مہینوں نہیں' برسوں...... برسوں تک اس ایک تعلق کا حوالہ میرے ساتھ ساتھ رہا۔ میری ہر سانس کے ساتھ' میری ہر دھڑکن کے ساتھ اس رشتے کی تجدید کرائی جاتی رہی...... احساس کرایا جاتا رہا کہ میں آزاد نہیں ہوں۔ میری زندگی پابند ہے کسی کی...... وہ جس کے نام میرا اچھا نصیب لکھا ہے...... جس کے ساتھ مجھے اپنی ساری زندگی بتانی ہے۔ اک پوری عمر اس خیال کو سوچا میں نے...... اک عمر تک خواب بنے...... اک عمر تک وہ سوچ میری سوچوں میں رہی...... وہ نام میری دھڑکنوں میں رہا۔

اک عمر وقف کر دی میں نے' سنبھال سنبھال کر رکھا خود کو...... اک عمر سنبھال کر رکھا...... صرف اس شخص کے لیے...... فقط اس ایک نام کے لیے...... جس کے سنگ میرا نام میری مرضی کے برعکس نا سمجھی کے دور میں میرے بڑوں نے جوڑ دیا تھا' مگر جسے میں نے اپنا سب کچھ جانا...... وہ مجھے کچھ نہیں سمجھتا' اس کے نزدیک وہ رشتہ بہت بے معنی ہے۔ جدید زمانوں کا پروردہ ہے وہ...... اس کے نزدیک یہ سب فرسودہ باتیں ہیں۔

وہ گھر جسے اتنی مشکلوں سے میں نے تلاشا...... وہ رشتہ جس تک میں اتنی مشکلوں سے پہنچی' وہ رشتہ مجھ سے منکر ہے۔ وہی مجھے اپنانے کو تیار نہیں۔ جانتے ہو بچ...... وہ گھر' جہاں مجھے عزت و احترام ملنا چاہیے تھا' وہاں میری بے عزتی کی گئی۔ وہ رشتے' جن سے مجھے احترام ملنا چاہیے تھا' ان رشتوں نے میرے دامن کو تار تار کرنے کی کوشش کی۔"

کتنے گرم گرم آنسو اس کی پلکوں سے ٹوٹ کر بچ کے شانے میں جذب ہوتے چلے گئے تھے۔

"طالیہ پلیز سنبھالو خود کو' سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے طالیہ کو دلاسہ دینا چاہا۔ "پلیز بی بریو...... ایسے یوں مسئلہ نہ بناؤ' سب ٹھیک ہو جائے گا۔" جو لوگ مضبوط ہوتے ہیں' وہ حالات کو اپنے اختیار میں کر لیتے ہیں...... ریلیکس۔" بچ نے اس کو شانوں سے تھام کر صوفے پر بٹھایا' اور آنسو پونچھنے کے لیے اپنا رومال دیا تھا۔

تمام لاوا آنکھوں سے بہا کر طالیہ جبران کو جیسے کسی قدر سکون ملا تھا۔ سرخ سرخ آنکھوں کو پونچھتی ہوئی وہ اس گھڑی سر جھکائے بیٹھی تھی' جب بچ پلٹ کر فریج سے پانی کی بوتل نکال لایا' اور گلاس بھر کر اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔ طالیہ نے چپ چاپ گلاس لیا تھا' اور خاموشی کے ساتھ پانی پینے لگی تھی۔ بچ اسے چپ چاپ سامنے بیٹھا تکتا رہا تھا۔ طالیہ جبران نے گلاس ٹیبل کی سطح پر دھرا تھا' اور سر جھکا کر خاموشی سے بیٹھ گئی تھی۔ بچ اس کی سمت بغور تکتا رہا' پھر بہت ہولے سے مخاطب ہوا تھا۔

"ریلیکسڈ...... آر یو ریلیکسڈ ناؤ؟"

طالیہ جبران نے سر اٹھا کر اس کی سمت دیکھا تھا۔ پھر بہت ہولے سے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔ بچ نے اسے بغور دیکھا پھر گویا ہوا تھا۔

"دیکھو طالیہ جبران اس طرح حوصلہ ہار کر تم خود کو کمزور کر رہی ہو' جو کہ ٹھیک نہیں ہے۔"

طالیہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"بچ تم...... تم نے کہا تھا نا کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ تم نے مدد کی تھی نا میری اس شخص تک پہنچنے کے لیے...... تم نے دیا تھا نا مجھے اس شخص تک پہنچنے کا راستہ...... تم نے مجھے یقین دیا تھا نا کہ میں ناکام نہیں ہوں گی...... بچ تم...... تمہارے تمام دعوے کس قدر غلط ثابت ہوئے۔ سچی بات تو یہ ہے بچ کہ تم فقط خواب دکھانے والے ہو...... حقیقت سے آنکھیں بند کر کے چلنے کے عادی ہو۔ اپنے ساتھ ساتھ تم نے مجھے بھی اندھیرے میں رکھا۔ کیوں تم نے حوصلہ افزائی کی میری؟ کیوں میری ہمت بندھائی؟ آج اگر تم نے مجھے ہیلپ آؤٹ نہیں کیا ہوتا' تو میں اتنی بے

عزت نہ ہوتی...... میں ناکام واپس لوٹ جاتی' صبر کر لیتی...... اس ایک تعلق کے نام پر اپنی باقی ماندہ زندگی بیٹھ کر گزار دیتی' مگر میرا غرور' میرا مان تو میرے پاس ہوتا...... بچ تم نے مجھے میری نظروں میں گرا دیا۔"

وہ کس قدر دل گرفتہ لگ رہی تھی۔ بچ نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔ جیسے واقعی سارا قصور اس کا ہو۔ وہ سر جھکائے بڑے مجرمانہ انداز میں اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ شاید وہ چاہتا تھا طالیہ اپنا سارا غصہ' اپنا سارا اگریشن نکال کر کسی طرح مطمئن ہو جائے۔ اس کے لبوں پر ایک جامد چپ تھی۔ طالیہ نے اسے دیکھا تھا' پھر تھک کر جیسے خود ہی چپ ہو گئی تھی۔

کتنے لمحے چپ چاپ گزر گئے تھے جب اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ نظروں میں کسی قدر شرمندگی اتر آئی تھی۔

❁❁❁
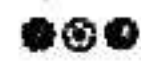
"آئی...... آئی ایم سوری بچ......" بہت ہولے سے اس کے لب وا ہوئے تھے۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا تھا' پھر بہت دھیمے سے مسکرایا' اور کسی قدر اطمینان سے سگریٹ سلگاتے ہوئے اسے بغور دیکھا تھا۔

"غصہ کچھ کم ہوا......؟ ٹھیک کا تو......" اس نے جیسے شکر ادا کیا تھا۔

طالیہ سر جھکا گئی تھی۔ بچ نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔

"دیکھو طالیہ زندگی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ نا ہی تم کوئی بچی ہو...... زندگی بہت آسان نہیں ہے' اور اسے کبھی آسان لینا بھی مت۔ بہت پُر پیچ راستے ہوتے ہیں اس کے۔ قدم قدم پر ہرڈلز آتی ہیں' اور قدم روک لینے سے یا واپس موڑ لینے سے وہ ہرڈلز ختم نہیں ہو جاتیں' جوں کی توں وہیں اپنی جگہ موجود رہتی ہیں۔ جو کچھ ہوا وہ غیر متوقع نہیں تھا۔ بات صرف اتنی سی تھی کہ تم اس کے لیے تیار نہیں تھیں۔ ذہنی طور پر تم تیار ہی نہیں تھیں۔ شاید نفسیاتی طور پر تمہیں یا تمہاری سوچ کو یہ برتری حاصل تھی' کہ تم اس خاندان کی اہم ترین شخصیت ہو۔ ایک اہم ترین تعلق میں وابستہ ہو۔ تم جاؤ گی' جا کر مطلع کرو گی' تو تمہیں ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔ تمہاری خوب پذیرائی کی جائے گی' مگر یہ قیاس قطعاً غلط تھا' طالیہ جبران اور رزلٹ تم نے خود دیکھ لیا۔"

بچ نے بہت دھیمے لہجے میں کہتے ہوئے سگریٹ کا گہرا کش لیا' اور باقی ماندہ سگریٹ ایش ٹرے میں مسلا تھا۔

"طالیہ جبران تم غلط تھیں' کیوں کہ تم نے یک طرفہ سوچا' یک طرفہ قیاس کیا' تم نے خود کو اویان حاکم چغتائی کی جگہ رکھ کر نہیں دیکھا' تم نے فقط یہ سوچا کہ تم اس سے وابستہ ہو۔ آج سے نہیں عرصہ دراز سے' تم نے یہ نہیں سوچا کہ اس عرصہ دراز میں کیا کچھ نہیں بدل جاتا۔ ٹھیک ہے تم لڑکی ہو' اب مشرقی روایات' اور رسم و رواج یا ماحول کے بارے میں تو میں بھی زیادہ نہیں جانتا' مگر ایک لڑکی کے لیے رسموں کے ساتھ ایک خاص ماحول میں پروان چڑھنا اور بات ہے' مگر ایک مرد کے لیے یہ بات کچھ مختلف ہے۔ تم نے یہ بات بھی نظر انداز کر دی طالیہ کہ اویان حاکم

چغتائی اس آزاد ماحول میں پلا بڑھا ہے۔ اس نے یہیں ہوش سنبھالا ہے۔ اس آزاد ملک کی آزاد فضاؤں میں اور تم اچھی طرح جانتی ہو کہ مشرق' مغرب سے اور مغرب' مشرق سے کتنا مختلف ہے' اور پھر تم نے خود بتایا کہ یہ تعلق عرصہ دراز قبل قائم ہوا۔ جب تم دونوں نابالغ' درنا بالغ تھے۔ دو پرانے دوستوں نے پرانے مراسم کو آگے بڑھانے کے لیے ایک رشتہ بنا تو دیا' مگر اسے آگے بڑھنے کے لیے وہ ماحول نہیں ملا۔ تم وہاں تھیں' اور یہ موصوف یہاں ..... تم نے اسے کبھی نہیں دیکھا' وہ تم سے کبھی نہیں ملا' ہوسکتا ہے کسی نے اسے اس تعلق کے متعلق بتایا ہی نہ ہو' اور اگر بتایا بھی ہو تو مرد کی فطرت تم جانتی ہو...... اب شرع' اور قانون کی باتیں میں تو زیادہ نہیں جانتا' مگر جب حاکم چغتائی فیملی نے تم سے اپنے ریلیشن منقطع کر لیے تھے' اور تمہارے والد کی وفات کے بعد تم لوگوں سے کوئی واسطہ یا تعلق رکھا ہی نہ تھا' تو تمہیں وہیں رہ کر اس کا کوئی سدباب کرنا چاہیے تھا۔ یہاں آنا قطعاً فضول تھا۔ اب اگر تم نے ایسا قصد کر ہی لیا ہے تو پلیز...... خود میں اتنا حوصلہ' اتنی ہمت بھی پیدا کرو کہ اس تمام صورتحال کو فیس کرسکو۔ ان حالات کو جھیل سکو۔ یقیناً یہاں رہنا' قیام کرنا' اور حالات کو فیس کرنا آسان نہیں ہے۔ فیصلہ تمہارے ہاتھ ہے۔ راستے تمہارے سامنے ہیں۔ تم کل عاقل و بالغ نہ تھیں۔ کل تم سے تمہاری مرضی نہیں جانی گئی' مگر آج تم آزاد ہو' تم فیصلہ لے سکتی ہو' مگر پلیز' ایک دوست ہونے کے ناطے میں اتنا ضرور کہوں گا کہ کسی طرح کی جلد بازی کا مظاہرہ مت کرنا۔ جلد بازی سے فقط حالات بگڑتے ہیں' سنورتے نہیں...... الجھی ہوئی ڈور کو سلجھانے میں کچھ وقت تو لگتا ہے۔ جھٹکا دینے سے ڈور سلجھے گی نہیں' فقط ٹوٹے گی...... یہ بات تمہیں بتانے کی یقیناً ضرورت نہیں۔"

بچ کا انداز مدلل' اور ٹھوس تھا' اور طالیہ جبران اسے ساکت بیٹھی رہ گئی تھی۔ بچ خاموش رہا تھا۔ چند لمحوں تک متانت سے اسے تکتے ہوئے سگریٹ سلگایا تھا۔ دو چار گہرے گہرے کش لیے تھے' پھر دوبارہ سے گویا ہوا تھا۔

"تم میں یہ بات اچھی نہیں طالیہ جبران' تم تصویر کا فقط ایک رخ دیکھتی ہو۔ یہ سوچ یقیناً مشکل کری ایٹ کرتی ہے۔ تمہیں تصویر کے دوسری جانب دیکھنے کی بھی عادت ڈالنا ہوگی۔" وہ کہہ کر رکا تھا۔ سگریٹ کا کش لیا تھا' پھر کسی قدر اطمینان سے مسکراتے ہوئے اس کی سمت دیکھا تھا۔

"چائے یا کافی لوگی......؟"

"اوں...... ہوں......" اس نے سر بہت ہولے سے نفی میں ہلایا تھا۔

بچ نے سر جھکائے بیٹھی لڑکی کو بغور دیکھا تھا۔

"اب پریشان تو نہیں ہوگی؟ خوامخواہ کوئی ٹینشن تو نہیں لوگی؟" سوالیہ نظروں سے اسے

دیکھا تھا۔

طالیہ نے اس کی سمت سر اٹھا کر دیکھا تھا' پھر بہت ہولے سے نفی میں ہلا دیا تھا۔ تب وہ مسکرایا تھا۔

"گڈ......" بچ نے لب بھینچ کر سگریٹ ایش ٹرے میں مسلا تھا۔ پھر نگاہ اس کی سمت کی تھی۔ "کسی شے کی ضرورت تو نہیں......؟"

"نہیں۔" طالیہ جبران نے باضابطہ جواب دیا تھا۔

"گڈ......" بچ نے ایک بار پھر سراہا تھا۔ متاثر کن انداز میں لب بھینچتے ہوئے شانے اچکائے تھے' پھر اسے دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "اوکے! اپنا خیال رکھنا' مگر جب پھر سے میری ہیلپ کی ضرورت پڑے تو پلیز جھجکنا مت..... بلاتردد مجھ سے رجوع کر لینا' مجھے خوشی ہوگی۔"

طالیہ نے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ اس کے سامنے کھڑا لمبا چوڑا شخص اس گھڑی بڑے دوستانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔ تب وہ بھی دھیمے سے مسکرا دی تھی۔

"ٹیک کیئر..... اینڈ بی ریلکسڈ..... اوکے......" وہ جاتے جاتے نصیحت کر گیا تھا۔

طالیہ جبران لب بھینچ کر بچ کی باتوں کے متعلق غور کرنے لگی تھی۔

یقیناً وہ غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ اسے ان حالات کا سامنا بہت صبر و استقامت سے کرنا تھا۔ صورتحال اس طرح یقیناً نہیں سلجھتی تھی' جس طرح وہ سمجھ رہی تھی۔ اس کا حل یقیناً ناقص تھا۔ بچ اس کا واقعی اچھا دوست ثابت ہو رہا تھا۔ حالانکہ اس سے اس کا تعلق کوئی بہت پرانا نہ تھا۔

ابھی کچھ عرصہ قبل کی بات تھی' جب وہ یہاں آئی تھی۔ اس کی کزن ندا تھی' جو یہاں تھی۔ اس کا لندن میں کوئی اور جاننے والا نہ تھا' سو قیام اس کے گھر ناگزیر تھا۔ ندا تو صبح منہ اندھیرے ہی اپنی جاب کے سلسلے میں نکل جاتی تھی' اور اسے اپنی مدد آپ کے تحت اس شہر میں اس ایک شخص کو ڈھونڈنا تھا' جو اس کی زندگی میں اہم ترین پوزیشن پر فائز تھا۔ بچ ندا کے اپارٹمنٹ کے عین سامنے والے اپارٹمنٹ میں رہتا تھا۔ ندا اس سے واقف تھی یا نہیں' وہ نہیں جانتی تھی' مگر اس کا اس شہر میں کوئی شناسا نہیں تھا...... وہ صبح کو نکلتی تھی کھوجنے' اور شام ڈھلے واپس لوٹتی تھی۔ ایک دن لوٹی تھی تو بھوک' اور تھکن سے بری طرح نڈھال تھی۔ ٹریول چیکس کی رقم چونکہ کثیر نہ تھی' اس لیے وہ بہت سنبھل کر پیسے خرچ کر رہی تھی...... کھانا اکثر گول کر جاتی یا پھر ندا کے اپارٹمنٹ پر پہنچنے کے بعد کھاتی' مگر اس دن جب وہ تھک ہار کر گھر پہنچی تھی' تو فریج میں کچھ نہ تھا۔ بستر پر چت لیٹے ہوئے اس نے ایک حل سوچا تھا' اور بمشکل نیم مردہ قدموں سے چلتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر نکل آئی تھی۔

یقیناً کسی کا دروازہ بجانا' اور کھانے کے سلسلے میں ہیلپ طلب کرنا معیوب ترین حرکت

تھی، مگر اس کے پاس سوائے اس بات کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ بہت ہی کڑا کر کے اور اپنے اندر کی تمام انا اور خودداری کو مار کر اس نے عما کے اپارٹمنٹ کے عین سامنے والے اپارٹمنٹ کا دروازہ بجایا تھا۔ دیارِ غیر میں وہ اتنی کمزور اور بے یار و مددگار ہو گی، یہ تجربہ یقیناً بہت سنگین تھا۔ دروازہ کھلا تھا اور یہ موصوف باہر نکلے تھے۔

"میں ..... آپ کے سامنے والے اپارٹمنٹ میں رہتی ہوں۔"

کتنے نیم مردہ انداز میں وہ بمشکل اپنا مدعا بیان کر رہی تھی۔ کتنا بے بس لمحہ تھا۔ اس کی خودداری کی موت تھی۔ سامنے کھڑا شخص اسے یقیناً حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"کچھ کھانے کو ملے گا۔ دراصل میری طبیعت بہت خراب ہے اور میں......"

"وائے ناٹ......" اس کا اظہارِ مدعا ابھی ختم بھی نہیں ہوا تھا، جب سامنے کھڑے لمبے چوڑے شخص نے کرٹسی دکھاتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا تھا۔ "آپ پلیز اندر آ جایئے۔" اس نے اسے دعوت دی تھی، جسے قبول کرنے کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ اندر بڑھ گئی تھی۔ وہ لمحہ یقیناً اس کے لیے اس کی زندگی کا شرمندگی سے بھرپور لمحہ تھا، مگر اسی لمحے وہ قابلِ فخر بھی بن گئی تھی، کیوں کہ اس ایک لمحے نے اسے ایک بہت سنسیئر فرینڈ بھی دیا تھا۔

"میں سچ ہوں۔" کھانا اس کے سامنے رکھتے ہوئے وہ دوستانہ انداز میں مسکرایا تھا۔

"سچ؟" وہ چونکی تھی۔ یقیناً نام کچھ عجیب و غریب تھا۔ "کون سا سچ...... انگریزی والا...... Such یا اردو والا سچ؟" کھانے سے مکمل انصاف کرتے ہوئے اس نے دریافت کیا تھا۔

اس کے سامنے بیٹھا شخص بہت ملائمت سے مسکرا دیا تھا۔

"سچ تو سچ ہی رہے گا...... آپ اسے کسی بھی زبان میں رکھ کر پرکھ لیجیے۔"

اس کا انداز پُریقین تھا، اور وہ متاثر ہوتی ہوئی مسکرائی تھی۔

"اٹس بورنگ؟" اس کی سوئی نام پر ہی اٹک گئی تھی۔

"نک بھی تو نام ہی ہوتا ہے۔" اس کے پاس پھر ایک بھرپور جواز تھا۔ "ویسے میرا نام سچل ہے، دوست مجھے سچ کہتے ہیں۔"

وہ دن دوستی کی ابتدا کا تھا، اور اس کے بعد کے تمام لمحے اس دوستی کو بہت مضبوط کرنے والے تھے۔ اس انجان شہر میں ایک سچ ہی تھا، جو قدم قدم پر اس کے ساتھ رہا تھا۔ اس کا مددگار رہا تھا، ورنہ تو شاید وہ ہمت ہار دیتی۔ سچ نے ہی ادیان حاکم چغتائی کو فائنڈ آؤٹ کیا تھا، اور اسے اس تک پہنچایا تھا۔ وہ یقیناً اس کا بہت مخلص دوست ثابت ہوا تھا۔ حالانکہ بے بے اور ماں کو چھوڑ کر اس بیکراں انجان ملک، انجان شہر میں آتے ہوئے بہت گھبرائی تھی، مگر اب سچ کی سنگت میں تمام

خدشے جاتے رہے تھے۔ یقیناً یہ خیال بہت تسکین بخش تھا، کہ کوئی ایک ہے، جو اس کے ساتھ اس انجان جگہ پر بہت مخلص ہے، اور پورے خلوص کے ساتھ اس کا ساتھ دے رہا ہے۔ شاید اس لیے وہ ہمت نہیں ہاری تھی، اور اب بھی جب وہ ہمت ہارنے لگی تھی تو سچ نے اسے پھر بھرپور ہمت سے اپنی جگہ پر کھڑا کر دیا تھا۔ اس کا سہارا یقیناً ایک انعام تھا۔ ورنہ وہ اکیلی تو ہمت ہار جاتی۔

"تھینک یو سچ۔" اس کے متعلق سوچتے ہوئے وہ مشکور انداز میں مسکرائی تھی۔

●●●
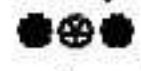
دانیال چاچو کی پسند کو سب گھر والوں نے بہت سراہا تھا۔ یعنی اب وقت وہ تھا، جب رشتہ باقاعدہ پکا ہونے جا رہا تھا۔ منگنی کی رسم کا انعقاد تو خیر ابھی دور تھا۔ ابھی تو ابتدائی رسمیں بھی بہت تھیں، جو قرار پا تھیں۔ ہاں یہ ہوا تھا کہ دونوں گھرانوں میں تعلقات استوار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ یہ گھرانہ کیونکہ قدرے آزاد خیال واقع ہوا تھا، اس لیے لڑکی لڑکے کے ملنے ملانے پر کسی طرح کی کوئی ممانعت نہ تھی۔ منگنی کی رسم اور دیگر رسموں سے قبل شاید اسی لیے لبنانہ بیگ اس گھر میں متواتر دیکھی جا رہی تھی۔

اس روز بھی کسی رسم کے تحت تمام خواتین لاؤنج میں جمع تھیں۔ شاید کچھ کپڑوں اور زیورات کے دکھاوے کا دور دورہ تھا۔ خاندان بھر کی لڑکیوں کا وہاں ہجوم تھا۔ ذوق و شوق سے اچھا تھا۔ تمام زیورات کو پہن پہن کر دیکھا جا رہا تھا۔ لبنانہ بیگ بھی وہیں تھیں۔ روا ٹیکہ اٹھا کر اس کی پیشانی پر دھر رہی تھی، جب اعتبار حاتم پیرزادہ وہاں سے گزرتے ہوئے یکدم ہی رک گیا تھا۔ نظریں جیسے اس ایک منظر سے بندھ گئی تھیں۔ ٹیکہ اس پیشانی پر سج گیا تھا، جیسے...... روا نے مسکراتے ہوئے جھومر اٹھایا تھا...... لبنانہ بیگ نے ہاتھ نفی میں ہلا کر یقیناً انکار کرنا چاہا تھا، مگر اپنی ہونے والی سسرال کی فرمائشوں کے سامنے جیسے وہ بے بس تھی۔ روا نے وہ جھومر اٹھا کر اسے سجا دیا تھا۔

اس کا چہرہ یکدم ہی دمک اٹھا تھا...... تابنا کی حد سے سوا ہو گئی تھی، اور اعتبار حاتم پیرزادہ کی نگاہ جیسے اس پل جھپکنا بھول گئی تھی۔

روا شاید چہرہ لبنانہ بیگ کے کان کے قریب لے جا کر اس گھڑی کچھ کہہ رہی تھی۔ کیسے عجیب سے رنگ بکھر رہے تھے اس لمحے اس حسین چہرے پر...... سر جھکائے مسکراتی ہوئی وہ اس لمحے کتنی الوہی لگ رہی تھی۔ اعتبار حاتم پیرزادہ کی نگاہ جیسے اس ایک پل میں قید ہو کر رہ گئی تھی۔

"تم عام لڑکیوں کی طرح بجتی سنورتی نہیں ہو...... ہار سنگھار نہیں کرتی ہو؟" ایک حیرت سے بھری آواز کہیں سے اچانک ابھری تھی۔

"ہاں ...... نہیں کرتی...... پھر؟" وہ نرم و نازک لہجہ کس قدر بے تاثر تھا۔

"کیسی لڑکی ہو تم...... تمہیں ان کاموں سے سرے سے کوئی شغف ہی نہیں؟" کوئی بری طرح حیران تھا۔

"تم مجھے سطحی انداز میں کیوں دیکھنے کے خواہاں ہو؟" کوئی خوبصورت چہرہ مسکرا رہا تھا۔

"جانتے ہو ان اشیاء کا سہارا وہ لیتے ہیں جو اندر سے خوبصورت نہ ہوں اور میں اندر سے بہت خوبصورت ہوں۔" وہ آنکھیں وہ لہجہ شرارت سے پُر مسکرا رہا تھا۔ "بائے دی وے تم کیوں چاہتے ہو کہ میں یہ سب کروں؟" آنکھوں میں حیرت لیے کوئی اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اس لیے...... کہ...... اس لیے کہ تم میری...... دوست ہو۔"

وضاحت دینے والا لہجہ کسی قدر کمزور تھا اور کوئی کھلکھلا کر ہنستا چلا گیا تھا۔

"سنو! اگر میں بنوں سنوروں گی تو تمہیں اچھی لگوں گی؟"

بہت سی شرارت آنکھوں میں بھرے کوئی بہت اشتیاق سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ حیرت سے تکتا چلا گیا تھا۔ شاید فوری طور پر کوئی جواب بن نہ پڑا تھا۔ شاید وہ واقعی چاروں شانے چت تھا اور وہ نرم و نازک وجود ہنستا چلا گیا تھا۔

"مان لو اعتبار حاسن پیرزادہ...... حسن انسان کے اندر ہوتا ہے۔" کوئی مسکراتے ہوئے باور کرا رہا تھا۔

"لیکن اپنا خیال تو رکھنا چاہیے لڑکی! تاکہ...... کوئی تمہارا خیال رکھ سکے۔"

کچھ نہ بن پڑا تھا تو اس نے اپنی خجالت مٹانے کی کوشش کی تھی۔ لہجہ دھیما اور مدھم تھا۔ عام سی بات بھی خاص ہو گئی تھی مگر مقابل بیٹھا چہرہ کھلکھلا کر ہنستا چلا گیا تھا۔

"اعتبار حاسن پیرزادہ! یہ باتیں اس لہجہ میں ان تمام لڑکیوں کو سمجھایا کرو جو تمہارے لیے پاگل ہیں۔ مجھ پر تمہارا جادو نہیں چلنے والا۔" مقابل بیٹھا حسن بہت پُراعتماد تھا۔

"کیوں...... تم لڑکی نہیں ہو کیا؟" کوئی اس چہرے کو بہت غور سے تکتا ہوا مدھم لہجے میں گویا تھا۔

"لڑکی ہوں مگر عام لڑکی نہیں...... مجھ پر کم از کم تمہاری ان جادو بھری باتوں کا اثر نہیں ہو سکتا...... اپنا یہ جادو کہیں اور جا کر جگاؤ۔"

کوئی اسے رد کرتا ہوا کتنے تفاخر سے مسکرا رہا تھا اور...

"اعتبار...... اعتبار......"

کسی نے اسے پکارا تھا اور سارے روشن منظر ایک پل میں دھندلاتے چلے گئے تھے۔

اعتبار حاسن پیرزادہ یوں چونکا تھا جیسے کسی خواب سے جاگا ہو...... کتنی اجنبی نظروں سے وہ اپنے سامنے کھڑی کسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اے اعتبار...... کہاں گم ہو تم...... میں یہیں تمہارے سامنے کھڑی ہوں۔" وہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہراتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔

اعتبار نے اس لمحے بمشکل مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

"تمہاری عمر کے تمام لڑکے تو وہاں تجسس کے مارے بیٹھے ہوئے ہیں اور تم یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟" کسی نے جواز چاہا تھا۔ اعتبار نے ایک نگاہ سامنے کے منظر پر ڈالی تھی۔ پھر سر نفی میں ہلاتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"مجھے ایسے کاموں سے کوئی شغف نہیں۔ جو کام جو کر سکتا ہو اسے وہی کام کرنا چاہیے۔" اس نے تعرض برتا تھا پھر اس چہرے کی سمت ایک نظر بغور تکتا ہوا کسی کی سمت دیکھنے لگا تھا۔

"دانیال چاچو کی "روکا" کی رسم تو ابھی بہت دور ہے۔ یہ موصوفہ ابھی سے یہیں موجود ہیں۔"

پتا نہیں اس نے سوال پوچھا تھا یا حیرت کا اظہار کیا تھا۔ کسی پلٹ کر ایک نظر لبنانہ بیگ کی سمت ڈالتی ہوئی مسکرا دی تھی۔

"یہ...... ہاں تم سے کس نے کہا کہ "روکا" کی رسم میں ابھی دن ہیں۔ اگلے ہی ہفتے تو جا رہے ہیں ہم لبنانہ بیگ کی طرف اور اس کے اگلے روز وہ ہمارے گھر آ رہے ہیں۔ کتنے تھوڑے سے دن رہ گئے ہیں۔ ہمیں تو سوچ سوچ کر ہی ہول آ رہے ہیں۔ اتنی تیاری کرنا ہے۔ کیسے مکمل ہو گی۔"

کسی شاید اور بھی کچھ کہہ رہی تھی جب ردا نے اسے آواز دے کر پاس بلایا تھا اور تب اعتبار پیرزادہ کے لیے جیسے تعرض کے سارے راستے مسدود ہو گئے تھے۔ وہ بھاری قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھا تھا اور وہ چند قدموں کی دوری ایک پل میں سمیٹ ڈالی تھی مگر کتنے فاصلے پھر بھی راہوں میں بکھرے رہے تھے۔

"اعتبار دیکھو نا...... سب کیسا لگ رہا ہے؟"

ردا نے اپنے سامنے سر جھکائے بہت سعادت سے بیٹھی لبنانہ بیگ کی کلائیوں میں کنگن پہناتے ہوئے یقیناً اس کی رائے چاہی تھی۔

اعتبار پیرزادہ اس لمحے بغور لبنانہ بیگ کی سمت تکنے لگا تھا۔ نگاہ گہری تھی بے حد گہری مگر لبنانہ بیگ اس لمحے اس کی جانب قطعاً متوجہ نہ تھی۔ شاید یہ فعل دانستہ اختیار کیا گیا تھا۔ شاید وہ اس کی جانب متوجہ ہونا ہی نہیں چاہتی تھی۔ شاید ہمت ناپید تھی۔

اعتبار پیرزادہ کی بغور تکتی نگاہ کو تعرض کی کوئی وجہ سمجھ نہ آئی تھی لیکن یہ سچ تھا کہ اس گریز نے اس نگاہ کو اپنے سنگ باندھ لیا تھا۔ کسی قدر بے خود سا وہ اس چہرے کی سمت تکتا چلا گیا تھا۔

ہوش جیسے ایک پل میں جاتے رہے تھے۔ بے بسی اس پل میں کسی طور غالب آئی تھی کہ اختیار کے سارے در ایک ثانیے میں بند ہوتے چلے گئے تھے۔

"بہت بہت...... خوبصورت! دلکش ترین...... تم نے تو اسے آج ہی دلہن بنا ڈالا۔"

اعتبار پیرزادہ کا عالم شوق قابل دید تھا' اور روا جہاں چونکی تھی' پھر مسکراتی ہوئی اعتبار پیرزادہ کو گھورنے لگی تھی۔

"سنو اعتبار پیرزادہ میں نے فقط زیورات کے لیے رائے جاننا چاہی تھی۔ انھیں سراہنے کے لیے یقیناً نہیں کہا تھا۔ مت بھولو! ایسے تمام حقوق فقط دانیال چاچو محفوظ رکھتے ہیں۔"

روا نے مسکراتے ہوئے انتباہ کیا تھا' مگر اعتبار پیرزادہ کی آنکھوں کی چمک' اور بھی بڑھ گئی تھی۔ وہ یقیناً اس لمحے شرارت سے مسکراتا ہوا کسی قدر محظوظ ہو رہا تھا۔ کیسی برقرار رہی تھی اس کی وارفتگی...... اس کا عالم شوق' جیسے جنگل کی آگ ہو گیا تھا۔

"کہنے کو کچھ بچا ہی کہاں ہے۔ عقل و خرد تو ایک لمحے میں سر پہ پاؤں دھرے رخصت ہو گئی۔" کتنے دھیمے سے مسکرا رہا تھا وہ...... آنکھیں شرارت سے کیسی چمک رہی تھیں۔

"اے اعتبار پیرزادہ...... بیدار ہو جاؤ اب...... میں نے فقط تمہاری رائے مانگی تھی۔ تاثرات نہیں' اور شرم کرو کچھ' محترمہ ہونے والی چاچی ہیں۔"

روا نے تمام تر دیوانگی پر ایک پل میں پانی پھیرنا چاہا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

اعتبار پیرزادہ مسکرا دیا تھا۔

"میں بھی تو زیورات پر ہی رائے زنی کر رہا تھا۔ تم کیا سمجھی تھیں؟" عجب شرارت اس کی آنکھوں میں در آئی تھی۔

فیانہ بیگ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا' انداز بہت بے تاثر تھا۔ اعتبار پیرزادہ اس ایک لمحے کی کیفیت کو سمجھ نہیں پایا تھا۔

کیا تھا ان آنکھوں میں...... کیا تاثر خاص تھا۔

کیا کوئی ہلکی سی پہچان۔

کوئی ہلکی شناسائی کی بہت معدوم سی لکیر...... !

یا پھر کوئی بیگانہ پن...... فقط گہری اجنبیت......!

شاید بہت سرسری پن تھا اس نگاہ میں...... ٹھیک ویسے ہی' جیسے کوئی اجنبی نگاہ کسی اجنبی کو دیکھتی ہے۔

شاید وہ نگاہ اجنبی ہی تھی...... اور وہ......!

"سنو اعتبار دانیال چاچو کے ساتھ ساتھ تم بھی اپنی پسند بتا دو گے' ہاتھوں تمہارا معاملہ بھی نپٹ جائے گا...... ہم تمہاری دلہن کے لیے بھی بالکل ایسی ہی جیولری ڈیزائن کروائیں گے۔" روا مسکرا رہی تھی۔

"کوئی' اور کیوں......؟ یہی کیوں نہیں۔"

کتنی شرارت در آئی تھی اس کی آنکھوں میں...... لبوں پر کتنی دھیمی مسکراہٹ تھی...... جیسے وہ اس لمحے بے حد محظوظ ہوا تھا۔ لہجہ کسی قدر ذومعنی تھا' اور روا نے مسکراتے ہوئے شرارت سے منہ ہاتھ دھر لیا تھا۔

"ہاں...... پرائے مال پر نظر رکھتے ہو؟"

اعتبار پیرزادہ کی نگاہ اس چہرے پر تھی' ان آنکھوں پر تھی۔

"پرایا کہاں...... سب اپنا ہی تو ہے۔" وہ بہت دھیمے انداز میں مسکرا رہا تھا۔ "اب اجنبی لگ رہا ہے' پرایا لگ رہا ہے تو اس گریز پائی کو کیا نام دوں؟"

اعتبار پیرزادہ کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔ اس لمحے میں جیسے وہ بے حد مسرور تھا۔ شاید وہ اس بے خودی میں مزید بھی کچھ کہتا' جب روا نے اسے ہاتھ پکڑ کر وہاں سے ہٹا دیا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا اس سر جھکائے بیٹھے چہرے کو بغور تکتا وہاں سے اٹھ آیا تھا۔

منظر بدل گیا تھا۔ وہ چہرہ نظروں سے چھپ گیا تھا۔ وہ آنکھیں' آنکھوں سے دور ہو گئی تھیں' مگر سوچوں سے اس چہرے کا ناتا ٹوٹتا نہ تھا۔ بے چینی جیسے پہلے سے سوا ہو گئی تھی۔ الجھن' اور بھی بڑھ گئی تھی۔

کتنی بار وضاحت چاہی تھی خود سے اس نے' مگر کہیں سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ ایک ساکت' جامد چپ تھی ہر سمت...... اس کے اندر دور تک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ بالکل ویسی خاموشی جو کسی طوفان کے گزر جانے سے پہلے ہوتی ہے...... یا پھر بعد میں...... اس جیسا مضبوط اعصاب کا شخص کیسی بے بسی محسوس کر رہا تھا۔ حالانکہ اس کا واسطہ تو کبھی ایسی باتوں سے رہا ہی نہ تھا۔ وہ تو کبھی اس راہ پر چلا ہی نہ تھا۔ ایسے تمام معاملات یقیناً اس کی ترجیحات میں شمار نہیں ہوتے تھے۔ پھر...... ایسا کیا تھا ان لمحوں میں' کہ وہ بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔

اعتبار پیرزادہ نے جیسے تھک کر ایک گہری سانس خارج کی تھی۔ گاڑی کی چابی اٹھائی تھی' اور باہر نکل گیا تھا' مگر جن باتوں' جن سوچوں سے فرار چاہا تھا' وہ سب پھر اس کے تعاقب میں چلی آئی تھیں' اور تب وہ جیسے پہلے سے زیادہ بے بسی میں گھر گیا تھا۔ فرار کے سبھی راستے جیسے اس پہ مسدود تھے۔

●◎●
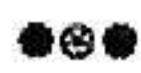
آہن فریدوں ابا کے کمرے سے نکل رہا تھا۔ جب وہ بہت جھنجلائی ہوئی سامنے سے آتی دکھائی دی تھی۔

"کیا ہوا.....؟" آہن نے غادیہ خان پٹودی کی سمت تکتے ہوئے دریافت کیا تھا۔

وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنے پرسنل سیل پر آئے ایس ایم ایس کو دیکھنے لگی تھی۔ پھر قدرے توقف سے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"حد ہوتی ہے وعدہ خلافی کی بھی...... اگر نہیں ہو سکتا تو بندے کو کہہ دینا چاہیے۔ اس طرح کہہ کر کم از کم کسی کو کوفت میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔ اب اگر نہیں آنا تھا تو کہہ دیا ہوتا۔ میں یوں فضول میں انتظار تو نہ کرتی۔" اپنا بایاں ہاتھ پیشانی پر دھرے ہوئے کتنی جھنجلائی ہوئی دکھائی دے رہی تھی' اور آہن سمجھ نہیں پایا تھا کہ وہ اس سے مخاطب ہے' اور یہ "الزام" براہ راست اس پر عائد کر رہی ہے یا پھر کسی' اور کا غصہ اس کے سامنے ظاہر کر رہی ہے۔ شاید تبھی وہ فوری طور پر کوئی تاثر نہیں دے سکا تھا۔ فقط اس کی سمت تکنے لگا تھا' اور وہ جھنجلائے ہوئے انداز میں لب بھینچ کر لمحہ بھر کو جیسے ریلیکس ہوئی تھی۔ پھر ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"سوری...... تم..... تم سے نہیں کہا میں نے کچھ...... دراصل میں ان موصوف کے رویے پر حیران ہو رہی تھی..... آنے کا کہا تھا' آنے والے تھے بار بار مطلع بھی کر رہے تھے' مگر اب اچانک ارادہ بدل کر معذرت کرنے بیٹھ گئے۔ غیر ذمے داری کی بھی حد ہوتی ہے۔ اینی وے۔" اس نے کہہ کر چند ثانیوں تک توقف کیا تھا۔ پھر اس کی سمت دیکھا تھا۔ "آفس سے کب آئے تم؟"

"کچھ ہی دیر قبل۔" وہ دھیمے سے مسکرایا تھا۔

"لیکن تم تو ابا کے کمرے کی طرف سے آ رہے ہو؟" غادیہ کو تشویش ہوئی تھی۔

"ہاں..... وہ انہوں نے کام سے بلوایا تھا۔"

"یہ ابا بھی نا...... انہیں کوئی اور نہیں ملتا' چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے بھی تمہیں بلوا بھیجتے ہیں' حالانکہ انہیں یہ بات نظر انداز نہیں کرنا چاہیے' کہ اب تم فارغ نہیں ہو' آفس جاتے ہو' اور یقیناً تھک کر ہی واپس آتے ہو گے۔"

غادیہ خان پٹودی کا ذہن یقیناً اب بھی الجھا ہوا تھا۔ غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تھا۔ شاید اسی لیے وہ معمول کے مطابق بی ہیو نہ کر رہی تھی۔

آہن فریدوں نے اس کی سمت دیکھا تھا۔ پھر ہولے سے مسکرا دیا تھا۔ "آپ کا غصہ شاید ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا۔ آپ کو اس قدر ٹینشن نہیں لینا چاہیے۔ یقیناً یہ بات خواتین کے لیے اچھی نہیں ہوتی۔ چہرے پر اثر پڑتا ہے۔ بلو پیوٹی از دی موسٹ تھنگ ان دس ورلڈ۔" وہ اسے

معمول پر لانے کے لیے مسکرایا تھا۔ غادیہ نے اس کی سمت دیکھا تھا۔ پھر یکدم دھیمے سے مسکرا دی تھی۔

"مشورے کے لیے شکریہ...... لیکن تم جانتے ہو...... بیوٹی کونشس بالکل بھی نہیں ہوں۔"

"لیکن اس کے باوجود بھی غصہ کرنا کوئی اچھی بات نہیں۔" وہ مسکرایا تھا۔

"جانتی ہوں...... بلاوجہ ایسا ہوتا بھی نہیں' مگر بات جب ایسی ہو تو یقیناً...... اینی وے..... تم کہیں جا رہے ہو؟" وہ کسی قدر عجلت سے گویا ہوئی تھی۔

"ہوں۔" آہن نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کی سمت دیکھا تھا۔ "کہیں جانا ہے آپ کو؟"

"ہوں...... میری گاڑی تو ابھی تک ورکشاپ میں ہے۔ ایسا کرنا تم کل لیتے آنا۔ کل میرے پاس بالکل بھی ٹائم نہیں ہو گا۔" اس نے رسٹ واچ کی سمت تکتے ہوئے کہا تھا۔

"ابھی کہیں جانا ہے آپ کو؟" آہن نے لب بھینچ کر مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"ہاں..... اگر تمہیں دقت نہ ہو تو..... دراصل سب کی طرح میں تمہیں زیادہ زحمت دینا نہیں چاہتی۔"

"غادیہ...... پلیز..... ایسی باتوں کی توقع کم از کم میں آپ کی طرف سے نہیں کرتا۔" وہ کہتے ہوئے قدم آگے بڑھانے لگا تھا۔ غادیہ بھی اس کے ہمراہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھنے لگی تھی۔

"جانتے ہو' اس گھر کے سب سے سعادت مند' اور اچھے بچے تم ہو...... کوئی بھی کام تمہارے ذمے بڑے آرام سے کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ ذمے داری اٹھانا بہت بڑی' اور کسی قدر مشکل بات ہے' مگر تم..... سب بڑے آرام سے ہینڈل کر لیتے ہو۔"

"یہ میری اچھی عادت ہوئی یا......؟" آہن مسکراتا ہوا سوالیہ نظروں سے اس کی سمت تکنے لگا تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔

"یقیناً یہ بات تمہاری خوبیوں میں شمار ہو گی آہن..... ذمے داری اٹھانا' اور اسے نبھانا یقیناً ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔"

"تھینکس۔" وہ مسکرایا تھا۔

"فور واٹ؟" وہ چونکی تھی۔

"میری تعریف کے لیے؟" وہ گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"تعریف......؟ چلو تم اسے تعریف کہہ لو۔ لیکن یہ شاید تعریف نہیں تھی۔"

وہ یقیناً شرارت سے مسکرا رہی تھی۔ آہن کے لبوں پر بھی مسکراہٹ اتر آئی تھی۔ ایک نظر

بغور غادیہ کی سمت دیکھا تھا۔ پھر اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا۔

"آپ ہنستی اچھی لگتی ہیں۔ ہنستی رہا کیجیے......! چھوڑیں..... چھوٹی باتوں کی ٹینشن لو ے...... جسٹ بائے بائے..... یوں بھی لڑکیاں ٹینشن لیتی نہیں، دیتی اچھی لگتی ہیں۔"

"ویل سیڈ۔" غادیہ مسکرائی تھی۔ "لیکن یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟"

کسی قدر شرارت سے اس کی سمت دیکھا تھا...... وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

"عقل مند ہوں غادیہ۔ عقل مندی سے ہر پہلو کو جانچتا ہوں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے، لیکن اپنی اس عقل مندی کو ذرا سنبھال کر رکھو۔ کیوں کہ اس کی تمہیں عنقریب ضرورت پڑنے والی ہے۔ اماں تمہارے لیے لڑکی ڈھونڈنے کے لیے مستعد ہو گئی ہیں۔" مسکراتے ہوئے اطلاع دی تھی۔

"واٹ۔" وہ بے طرح چونکا تھا۔ "ہرگز نہیں۔ آئی مین، غادیہ ابھی تو میں سٹڈی سے فارغ ہوا ہوں اور......"

اس نے تعرض برتنا چاہا تھا، مگر مناسب لفظ جیسے نہ تھے اور وہ لب بھینچ گیا تھا۔

"غادیہ نے اسے دیکھا تھا۔" پھر دھیمے سے مسکرا دی تھی۔

"یہ بات تم اماں کو سمجھانا۔ میرا کام تمہیں مطلع کرنا تھا سو کر دیا، کوئی لڑکا اتنا قابل ہو سمجھدار ہو، تو ایسا تو ہوتا ہی ہے۔ اینی ہاؤ..... تمہاری اگر کوئی پسند ہو تو اماں کو مطلع کر دینا..... ایسا نہ ہو کہ بات طے ہو جائے، اور تمہارے پاس ہاتھ ملنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ بچے۔ اماں کے متعلق تم جانتے ہو...... مائیں یوں بھی ایسے معاملات میں بڑی مستعد ہوتی ہیں، اور اماں تو تمہاری قابلیت پر کچھ زیادہ ہی خوش ہیں۔ جب سے ایم بی اے کر کے لوٹے ہو، کئی لڑکیوں پر نظر دوڑا چکی ہیں۔ تمہارے لیے یقیناً لمحۂ فکریہ ہے...... اس روز خاصی مکمل باتیں کر رہے تھے تم..... اگر کوئی بات ایسی ہو تو اماں کو مطلع کر سکتے ہو...... ورنہ باقی ماندہ زندگی فقط شام پر ریسرچ کرتے ہوئے ہی نہیں، تارے گنتے ہوئے بھی بسر ہو گی۔"

آہن نے ایک نظر اس کی سمت دیکھا تھا۔ بڑے شگفتہ سے انداز سے وہ اس لمحے مسکرا رہی تھی۔

"آر یو سیریس؟" وہ بہت دھیمے سے گویا ہوا تھا۔

"آف کورس۔"

"یعنی اب مجھے آپ کے ان موصوف کے ساتھ ساتھ، اپنی کسی موصوفہ کے لیے بھی منگنی کی انگوٹھی منتخب کرنا ہو گی۔"

وہ ہنس دی تھی۔

"غادیہ...... آپ بھی کمال کرتی ہیں۔" وہ جیسے اس تمام قصے کو مذاق میں اڑاتا ہوا سر نفی میں ہلاتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"کیوں...... کیا ہوا؟" وہ کس قدر حیرت سے تکنے لگی تھی۔

آہن فریدوں نے اس کی سمت دیکھا تھا، پھر دھیمے سے مسکرا دیا تھا۔ "کچھ نہیں......، مگر یہ ٹھیک نہیں۔"

"کیا ٹھیک نہیں؟" وہ چونکی تھی۔

آہن فریدوں خان نے ونڈ سکرین سے نظریں ہٹا کر ایک لمحے کو غادیہ کو دیکھا تھا۔ پھر ایک مدھم مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی تھی۔

"ایک وقت میں فقط ایک ہی معاملہ کافی ہے نمٹانے کو۔"

"کون سا معاملہ؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

"آپ کی منگنی کا معاملہ۔" وہ دھیمے سے مسکرایا تھا۔

"اوہ...... میں کچھ اور سمجھی تھی۔"

"کیا کیا سمجھی تھیں آپ؟" وہ چونکا تھا۔

"کچھ نہیں۔" وہ مسکرائی تھی۔

"غادیہ۔" وہ جیسے زچ ہوا تھا۔ تبھی وہ اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

"کیا مضائقہ ہے...... چلنے دو دونوں باتیں ساتھ ساتھ...... تم بھی خوش رہو گے، اور اماں بھی خوش ہو جائیں گی..... ان شاء اللہ تم دونوں فائدے میں رہو گے۔" وہ مسکرا رہی تھی۔

"اوہ۔" اس نے ہونٹ سکوڑے تھے۔

"آپ مجھے دغا باز سمجھتی ہیں، دھوکے باز؟" انداز کسی قدر پر خلوص تھا۔ غادیہ مسکرا دی تھی۔

"ایسی بات نہیں...... آئی واز جسٹ کڈنگ...... لیکن اس میں عجب بات بھی کیا ہے۔ آئی مین، ایک وقت میں دو معاملات ایک ساتھ بھی تو چل سکتے ہیں یعنی میری، اور تمہاری منگنی کی تیاریاں ایک ساتھ۔"

"پلیز غادیہ!" وہ مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلانے لگا تھا۔ "مجھے فی الحال ان معاملات سے الگ ہی رکھیے۔ فی الحال میں صرف اپنے مستقبل کی فکر کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سب بہت بعد کی باتیں ہیں۔"

غادیہ نے اس کی سمت نگاہ کی تھی۔ پھر مسکرا دی تھی۔

"اور اس وقت تک اگر تم شامیں گزارنے، اور تارے گننے کے تسلسل کے ساتھ بڑھے

ہو گئے تو؟" وہ یقیناً سنجیدہ نہیں تھی' مگر آہن فریدوں خان نے بہت مطمئن انداز میں مسکراتے ہوئے گاڑی ایک طرف روک دی تھی۔

"وہ مقام آ چکا ہے' جہاں آپ کو پہنچنا تھا۔"

اور تب...... قادیہ نے اس کی سمت دیکھا تھا' اور مسکراتی ہوئی اتر گئی تھی۔

"واپسی میں پک کر لینا...... تقریباً ایک گھنٹے میں فارغ ہو جاؤں گی میں۔"

"اوکے۔"

آہن فریدوں نے جیسے ایک تھکی ہوئی سانس خارج کی تھی۔ ایک نظر بغور تیزی سے خود سے دور جاتے قدموں کو دیکھا تھا پھر نظر پھیرتے ہوئے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

●❁●
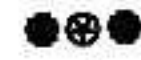
"تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ طالیہ جبران...... یقیناً تم نے غلط کیا' جس مقام کو پانے کے لیے جس شخص' جس نام کو ڈھونڈنے کے لیے تم نے اتنی تگ و دو کی' اس سے اتنی آسانی سے دستبردار ہو گئیں؟"

ثما کو تمام معاملات سے آگاہی ہوئی تھی' تو اس نے بھی طالیہ جبران کو ذمے دار ٹھہرایا تھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی تھی' جب ثما نے اسے دیکھا تھا۔

"تمہیں...... تمہیں اتنی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے تھا طالیہ' ایسے معاملات میں کچھ صبر و استقامت کی ضرورت ہوتی ہے' اور تم۔" ثما کسی قدر پرافسوس انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ "اب کیا کرو گی' کچھ سوچا ہے تم نے؟"

"نہیں۔" طالیہ نے بہت ہولے سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"کیا پاکستان واپس جاؤ گی؟" ثما نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"پتا نہیں۔" اس کا لہجہ مدھم تھا۔

ثما چند لمحوں تک اسے تکتی رہی تھی' پھر بہت آہستگی سے گویا ہوئی تھی۔

"طالیہ تم جانتی ہو' طلاق یافتہ عورتوں کا ہمارے معاشرے میں کیا مقام ہے۔ انہیں کس نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ بے شک تمہاری رخصتی نہیں ہوئی' مگر تم اویان حاکم چغتائی کی منکوحہ تو ہو نا...... اس سے دستبردار ہونے کی صورت میں یہ لیبل تو تمہارے سر لگے گا ہی' اور تم...... طالیہ تمہیں سوچ لینا چاہیے تھا کہ تم تمام کشتیاں جلا کر یہاں آ رہی ہو' اور اب تمہاری واپسی کی راہ کوئی نہیں۔"

طالیہ سر جھکائے بیٹھی رہی تھی' مگر کتنے گرم گرم دہکتے ہوئے آنسو اس کی آنکھوں سے ٹوٹ کر مخمل کی سطح پر گرتے رہے تھے۔ ثما نے چند ثانیوں تک اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔ پھر پُر

مایوس انداز میں سر نفی میں ہلایا تھا۔

"طالیہ تمہاری دوست' اور خیر خواہ ہونے کے ناتے میں یہی کہوں گی کہ یہ اچھا نہیں ہوا...... جو کچھ ہوا' ایسی صورت میں تمہارا پاکستان واپس لوٹنا ناگزیر ہو چکا ہے' اور پاکستان واپس لوٹ کر کیا کرو گی تم؟ کیا باقی ماندہ تمام زندگی اس ایک شخص کے نام پر بیٹھ کر گزار دو گی...... خود کو مٹا دو گی؟ یا پھر......"

"میں واپس نہیں جاؤں گی۔" طالیہ جبران نے سر بہت ہولے سے نفی میں ہلایا تھا۔

"کیا۔" ثما بہت بری طرح چونکی تھی۔

"ہاں۔" وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ "میں واپس نہیں جاؤں گی۔ میں اماں' اور سب سے کہہ کر آئی تھی۔ میرا یہ سفر رائیگاں نہیں جائے گا...... جانتی ہو' میرا حوصلہ جب بھی پست نہیں ہوا تھا' جب ابا کی وفات کے بعد ان لوگوں نے ہم سے ناتا توڑ لیا تھا۔ وہ تمام ٹیلی فون کالز اور خطوط آنا بند ہو گئے تھے۔ برسوں کا تعلق وہ دوستی' ایک دوست کے گزر جانے کے بعد جیسے یکدم ہی ختم ہو گئی تھی' مگر میں نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ جانتی ہو کیوں؟ کیوں کہ میں تمام عمر اندھیرے میں بسر نہیں کر سکتی...... میں تھکی ہوئی' ہاری ہوئی زندگی نہیں جی سکتی۔ میں کوئی کمزور لڑکی نہیں بننا چاہتی...... مجھے حالات سے لڑنا آتا ہے۔ میں وقت کو اپنے بس میں کرنے کی کوشش کر سکتی ہوں۔ ہارنا یقیناً بڑی بات ہے' مگر میں یوں ہارنا نہیں چاہتی۔ اگر یہ سب کر کے ہار جاؤں گی تو کم از کم مجھے اس قدر ملال نہیں ہو گا...... یہ تو لگے گا نا کہ میں نے کوئی کوشش تو کی...... میں تمام حقائق جانتی ہوں۔ کوئی بھی شے پوشیدہ نہیں ہے میری نظروں سے۔"

اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں' مگر اس کا لہجہ بہت مضبوط تھا' اور یہ یقیناً ایک خوش آئند بات تھی۔ ثما اس کی طرف دیکھ رہی تھی' جب دروازہ بجا تھا۔ ثما اس کی جانب سے رخ پھیرتی ہوئی آگے بڑھی تھی۔

طالیہ جبران سر دوبارہ جھکا گئی تھی۔ یقیناً اس کا ذہن اس وقت خالی نہ تھا۔ وہ بہت کچھ سوچ رہی تھی۔ ثما واپس لوٹی تھی' مگر وہ تنہا نہیں تھی۔ طالیہ نے چونکتے ہوئے سر اٹھایا تھا۔

"آپ؟" ثما کے ساتھ حاکم چغتائی کو دیکھ کر وہ واقعی حیران رہ گئی تھی۔ حاکم چغتائی بے حد شرمندہ نظر آ رہے تھے۔

"آئی ایم سوری بیٹا میری غیر موجودگی میں یقیناً تمہارے ساتھ اچھا نہیں ہوا۔ مجھے اس کا واقعی بہت افسوس ہے' لیکن میں بہت شرمندہ ہوں' بے حد شرمندہ۔ سچ پوچھو تو شاید میں تم سے نظریں ملانے کے قابل بھی نہیں رہا۔ تم نے یہاں آ کر مجھے جس طرح اپنی موجودگی کا' اپنے ہونے کا احساس دلایا۔ میں اسی پر بہت پشیماں تھا۔ مجھ سے وہ شرمندگی مٹائے نہیں مٹ رہی تھی'

اور اب تو بہت کچھ ہو گیا۔" وہ یقیناً ملول تھے۔

طالیہ جبران کی آنکھوں سے ایک بار پھر آنسوؤں کا سمندر قطار در قطار بہنے لگا تھا۔

"تمہارا مجرم میں ہوں بیٹا۔ شاید سارا قصور میرا ہی ہے۔ میں نے ہی جبران سے تمہارا تعلق اپنے نالائق بیٹے سے جوڑنے کے لیے کہا تھا۔ شاید اس وقت حالات' اور تھے' میں نہیں جانتا تھا کہ کل صورتحال ایسی ہوگی۔ میں فیملی کے ساتھ یہاں آ رہا تھا۔ دوستی کو ایک مضبوط تعلق میں باندھنے کا خواہاں تھا۔ جبران کی بھی یہی آرزو تھی۔ ادیان اسے بھی بہت عزیز تھا' مگر ہم دونوں کو خبر نہیں تھی کہ کل صورتحال اتنی بدل جائے گی' اور بچپن میں ناسمجھی میں جوڑا جانے والا تعلق' اتنا ناپائیدار' اور بے وقعت بن کر رہ جائے گا کہ اسے رد کرنے کی نوبت آ جائے گی۔

یقیناً یہ میری غلطی تھی۔ میں نے ادیان کو باور تو کرایا اس تعلق کی بات' مگر گزرتے وقت کے ساتھ' اس آزاد ماحول میں مستقل پابند نہیں رکھ سکا اور اس کے لیے اس تعلق کی حیثیت ثانوی ہو گئی۔ بے وقعت ہو کر رہ گیا وہ تعلق اس کی نظر میں...... آج وہ اس نہج پر پہنچ چکا ہے کہ اسے فرسودہ روایات کا حصہ مانتا ہے۔ ظاہری بات ہے' اس کا رجحان بدل چکا ہے۔ وہ وقت کے ساتھ نئے تقاضوں میں' نئے رنگوں میں ڈھل چکا ہے۔

قصور اس کا بھی نہیں' غلطی شاید میری ہی تھی۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میں نے ایک زندگی کو سوالیہ نشان سے مربوط کر دیا۔ اس کے لیے میں معافی چاہتا ہوں' مگر بیٹا اس کا ازالہ بھی ہے کہ تم اپنے حق کے لیے لڑو' ہمت مت ہارو' میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں اپنے صبر و استقامت سے اس خاندان کے دل جیتنے ہوں گے۔ اس شخص کا دل جیتنا ہوگا' جس کے لیے تم یہاں تک آئی ہو۔

یہ یقیناً بہت مشکل مرحلہ ہوگا' مگر تمہاری کامیابی کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔ میں جانتا ہوں' تم میں وہ بات ہے بیٹا کہ تم حالات کو یقیناً اپنے بس میں کر سکتی ہو...... جبھی تمہیں ایک بار پہلے بھی میں اپنے ساتھ اس گھر میں لے گیا تھا۔ حوریا کی شادی کی تقریب یقیناً ایک اچھا موقع تھا تمہارے ہاتھ' مگر بدقسمتی سے کچھ اچھا نہیں ہوا' مگر بیٹا تمہیں اس طرح گھر چھوڑ کر نہیں آنا چاہیے تھا۔ ہوا نے مجھے بتایا تھا سب کچھ...... تمہیں میرے آنے تک یقیناً وہاں رکنا چاہیے تھا۔"

کتنی ملائمت سے کہہ رہے تھے وہ۔ لہجہ کتنا نرم تھا۔ جیسے اس گھڑی ابا اس سے مخاطب تھے۔ ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے وہ ان کی سمت دیکھ رہی تھی' جب وہ اس کے سر پر ہاتھ دھرتے ہوئے گویا ہوئے تھے۔

"بیٹا میں تمہیں لینے آیا ہوں۔ واپس چلو میرے ساتھ۔ اس گھر میں جہاں کی باگ ڈور

مستقبل میں تمہیں سنبھالنا ہے۔ میں جانتا ہوں' یہ اتنا آسان نہیں ہے' مگر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ناممکن بھی نہیں ہے۔ تم سمجھدار ہو' یقیناً کوشش کر سکتی ہو اور جانتی ہو کوشش کامیاب ضرور ہوتی ہے۔ اگر اسے سچے دل' اور سچی نیت سے کیا جائے۔ مجھے اپنے دوست کی روح کے سامنے سرخرو ہونے کا موقع دو بیٹا...... ورنہ شاید میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گا۔

میں ساتھ دوں گا تمہارا...... ہر ممکن حد تک' مگر تمہیں بھی ہمت کرنا ہوگی۔ ادیان حاکم چغتائی مشکل محاذ ضرور ہے' مگر ناممکن نہیں...... تم یقیناً اس کا دل جیت سکتی ہو۔ وہ سب کچھ بھول بیٹھا ہے۔ اپنی روایات' اپنے طور طریقے' اسے کچھ ازبر نہیں...... تمہیں اسے بہت آہستہ آہستہ راہ راست پر لانا ہے۔ جانتی ہو بیٹا...... الجھی ہوئی ڈور کو سلجھانے کے لیے کچھ محنت کرنا پڑتی ہے' مگر وہ سلجھ ضرور جاتی ہے' اور تب بہت خوشی ہوتی ہے۔"

حاکم چغتائی انکل اس کے سامنے کھڑے تھے' اور اس کے پاس کیا جواز تھا انکار کا؟ کیا راستہ باقی بچا تھا' پاکستان واپس وہ نہیں جا سکتی تھی۔ طلاق لے کر جینا اس کے لیے آسان نہ تھا' اور اس کے نام پر تاعمر بیٹھنا...... یقیناً یہ بھی آسان نہ تھا...... مشکلیں تو ہر جانب تھیں۔ پھر کیا مسئلہ تھا کہ وہ اس محاذ پر لڑتی...... اس راہ کو منتخب کرتی۔

تب وہ اپنا سامان اٹھا کر ان کے ساتھ چلی آئی تھی۔ یہ آخری راہ تھی' جیسے اس کے لیے۔ وہ کتنے تھکے ہوئے قدموں سے چل رہی تھی اس راہ پر...... کتنی نظریں اسے کس قدر حیرت سے دیکھ رہی تھیں' مگر وہ یقیناً اب پرعزم تھی۔ اب اسے ہمت نہیں ہارنا تھی۔ دل نے بھی یہی یقین دلایا تھا' خدا نے بھی یہی کہا تھا' اور حاکم انکل بھی اس کے ساتھ تھے۔ اب یقیناً وہ تنہا نہیں تھی۔ یہ یقین کافی تھا۔ اب یقیناً وہ حالات کا مقابلہ بہت پراعتماد انداز میں کر سکتی تھی۔

وہ جانتی تھی بہت سے چہرے اس کے یہاں لوٹ آنے سے خوش نہیں بھی ہوئے تھے' مگر اسے جیسے اس بات کی پروا نہیں تھی۔ حوریا اسے سراہ رہی تھی۔

"بھابی آپ نے بہت اچھا کیا' جو واپس لوٹ آئیں۔ بھائی کو یقیناً آپ جیسی شریکِ سفر کی ضرورت ہے۔ اے تھینک یو۔" وہ جیسے مشکور تھی۔

طالیہ جبران کے اندر ایک طمانیت اترنے لگی تھی۔ یقیناً سفر مشکل تھا' مگر اس کا عزم بڑھانے والے اب بہت تھے۔ شاید جبھی اس شام وہ اس شخص کے مقابل بہت پراعتماد انداز سے کھڑی تھی۔

"کیا...... کیا جتانا چاہتی ہو تم؟ یہی کہ تم میری زندگی کا' میری ذات کا حصہ ہو؟"

وہ کتنا اجنبی لگ رہا تھا اس لمحے' اس کا لہجہ' اس کے تیور...... سبھی کچھ کتنے اجنبی تھے۔ کتنا زہر تھا اس کے اندر...... کتنا متنفر تھا وہ اس سے۔

"بولو کس بات کا احساس کرانا چاہتی ہو تم یہاں آ کر...... تم میری زندگی میں کتنی اہمیت کی حامل ہو؟ یہی نا...... یہی باور کرانا چاہتی ہو نا تم؟ کہ تم میری زندگی میں میری شریک سفر ہو......؟ اور میرے سنگ چلنا ہے؟"

کتنا روڈ تھا اس کا لہجہ...... اس کا انداز؟ مگر طالیہ جبران پرسکون سی اس کے سامنے کھڑی رہی تھی۔

اویان حاکم چغتائی نے خاموش ہو کر اسے بغور دیکھا تھا۔ اسے شاید اس کا اس طرح پُر اعتماد نظر آنا تپا گیا تھا۔ کتنی وحشت چھلکنے لگی تھی اس کی آنکھوں سے؟ انگارے برسنے لگے تھے...... جیسے وہ اپنے مقابل کھڑے وجود کو ایک پل میں جلا کر خاکستر کر دینا چاہتا تھا۔

"تم کیا سمجھتی ہو...... کیا سمجھتی ہو ہاں۔" وہ دو قدم چلتا ہوا اس کے مزید قریب آیا تھا' اور اسے سرخ انگارہ آنکھوں سے دیکھا تھا۔ "یہ کہ تم مجھے...... اویان حاکم چغتائی کو حاصل کر لو گی؟ تم کہو گی تم میری منکوحہ ہو تو میں ہی جان سے فدا ہو جاؤں گا؟ پاگل ہو جاؤں گا تمہارے پیچھے...... یا پھر تمہارا ہاتھ تھام لوں گا' اور دریافت کروں گا کہ اتنے عرصے سے تم کہاں تھیں؟ تم نے مجھ سے رجوع کیوں نہیں کیا...... کیا...... بولو کیا کیا سوچ کر آئی ہو تم؟ مجھے جتنے؟ مجھ پر اپنے نام کا پرچم لگانے؟ کیا سمجھتی ہو...... میں ان فرسودہ رسم و رواج میں باندھے گئے بندھن کو مان لوں گا؟ کیا سمجھتی ہو تم' ہاں۔"

اس نے اپنی انگلیاں اس کے نازک شانوں پر گاڑ دی تھیں۔ کتنی جنونی گرفت تھی۔ وہ درد سے ایک پل کو سسک کر رہ گئی تھی۔ آنکھیں بھیگ گئی تھیں' مگر اس کے سامنے کھڑے شخص کو جیسے مطلق پروا نہ تھی۔

"بیس برس...... پورے بیس برس گزر گئے۔ یہ تمہاری عقل میں نہیں آئی کہ کتنا کچھ بدل گیا ان بیس برسوں میں...... تم تو خیر اس دقیانوسی معاشرے کا حصہ ہو' اس فرسودہ ماحول میں پلی بڑھی ہو' لیکن میں...... تم نے کبھی میرے بارے میں نہیں سوچا؟ میں' اویان حاکم چغتائی' کس زاویے سے لوں گا تمہیں؟ کس زاویے سے دیکھوں گا؟ جانتی ہو ان بیس برسوں میں کبھی ایک بار بھی اس تعلق کے متعلق نہیں سوچا۔ کبھی ایک لمحے کو بھی مجھے یہ احساس نہیں ہوا کہ میں کسی تعلق کا پابند ہوں۔ بیس برس پرانا تعلق تو خود بخود کالعدم ہو جانا چاہیے ایسی کنڈیشن میں' ہے نا؟ بولو' جب میں ہی رد کرتا ہوں اس تعلق کو تو پھر اس کی کیا حقیقت باقی بچتی ہے؟ جب میں ہی منکر ہوں تو......"

وہ اسے جیسے گھور رہا تھا۔

"تم' تم یہاں کیوں چلی آئیں۔ کیا چاہتی ہو تم؟ کیوں میری پرسکون زندگی میں

ارتعاش برپا کر دیا ہے۔ میرا سکون غارت کر دیا۔ وہیں رہ کر بتا دیا ہوتا' کہہ دیا ہوتا۔ روپیہ پیسہ مال و دولت...... یا پھر جائیداد...... بولو کیا چاہتی تھیں تم؟ میں اک اشارے پر وار کر دیتا ہوں۔ مگر نہیں۔"

اس نے یکدم پُرخیال انداز میں سوچتے ہوئے سر نفی میں ہلایا تھا' اور کسی قدر تلخی سے مسکرایا تھا۔

"اوں ہوں...... تمہیں یقیناً وہ سب نہیں چاہیے تھا۔ ناکافی ہوتا یقیناً سب کچھ...... وہاں اس دقیانوسی ماحول میں پلی بڑھی لڑکی کو ایک ماڈرن لائف چاہیے تھی۔ ایک لائف سٹائل چاہیے تھا۔ ایک سٹیٹس چاہیے تھا۔ معاشرے میں ایک نام و مقام چاہیے تھا۔ وہ اپنے لیول سے...... اس فرسودہ دقیانوسی مڈل کلاس لیول سے جان چھڑانا چاہتی تھی...... اس فرسودہ ماحول سے نکلنا چاہتی تھی۔ اس دنیا کی چکا چوند دیکھنا چاہتی تھی' اور اس کے لیے یہ تعلق ایک آسان راہ تھی' ایک سنہری موقع تھا...... ویل ڈن۔ گڈ یقیناً بہت عمدہ...... یہ سب پانے کے لیے یقیناً یہ سب کچھ کرنا بہت ضروری تھا۔ ہے نا؟"

وہ کیسے الزام لگا رہا تھا' کس قدر ذلیل کر رہا تھا اسے' اور وہ خاموش تھی۔

"بولو یہی چاہیے تھا نا تمہیں' یہی سب' یا کچھ اور بھی؟"

وہ اس کے قریب تھا۔ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کا نازک وجود اس کے لمبے چوڑے وجود کے مقابل کھڑا ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ وہ کتنی ڈبڈبائی آنکھوں سے اس شخص کی سمت دیکھ رہی تھی۔ اس کے مضبوط ہاتھ اب بھی اس کے نازک کندھوں میں جیسے گڑے ہوئے تھے۔ تکلیف ناقابل برداشت تھی۔

"کیا چاہیے تھا تمہیں مجھ سے طالیہ جبران...... بولو...... کیا؟" اس کے نازک وجود کو اپنے مزید قریب کر کے اس نے اس کے چہرے کو پرتپش نظروں سے دیکھا تھا۔

طالیہ کی جیسے جان پر بن آئی تھی۔ کتنا غیر متوقع انداز تھا۔ کیسا جنونی ہو رہا تھا وہ' اور وہ اس بے بس سی کھڑی تھی۔

"بولو...... کیا چاہتی تھیں تم؟"

اس کے چہرے کو بغور تکتے ہوئے اس نے شہادت کی انگلی سے پیشانی سے گداز لبوں تک ایک صراط مستقیم کھینچی تھی۔ اس کی پرتپش سانسیں اس لمحے اس کے چہرے پر تھیں' اور اس کا وجود جیسے جلنے کو تھا۔ کیسے کپکپا رہی تھی وہ اس کے حصار میں...... شاید وہ خوفزدہ تھی' مگر اویان حاکم چغتائی کو جیسے پروا تک نہ تھی۔

"بولو کیا چاہتی تھیں تم...... میرے قریب آنا چاہتی تھیں؟ قربتوں کی کہانی لکھنا چاہتی

تھیں۔ اپنی بے رنگ زندگی میں رنگ بھرنا چاہتی تھیں۔ مجھے پانا چاہتی تھیں۔ بولو کیا؟"
اس کا دھیما مدھم لہجہ کس قدر سلگتا ہوا تھا۔ کتنی تپش تھی اس کے لہجے میں۔
"بولو کیا..... کیا یہ قربت' یہ انداز وارفتگی' یہ دیوانگی چاہتی تھیں تم..... اس حد تک قریب آنا چاہتی تھیں تم..... مجھے حاصل کرنے کے لیے اس حد تک آنا چاہتی تھیں تم..... یہی قربت درکار تھی نا تمہیں؛ یہی رفاقت چاہتی تھیں نا تم' بولو..... اتنا ہی قریب آنا چاہتی تھیں نا تم میرے..... یا پھر اس سے بھی زیادہ۔"
وہ عجب جنونی انداز میں اس پر جھک آیا تھا' جب طالیہ جبران نے یکدم ہی مزاحمت کی تھی' اور جانے کیسے اس لمحے میں اپنے نازک ہاتھ کا ایک بھرپور تھپڑ اس کے چہرے پر جڑ دیا تھا۔
کتنا غیر متوقع وار تھا۔ اسے خود جیسے یقین نہ تھا' وہ ایسا کر سکتی ہے' ایسا کر چکی ہے۔
کس درجہ حیرت سے وہ لمبا چوڑا شخص اس لمحے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کا مضبوط ہاتھ اپنے داہنے گال پر تھا۔ جیسے اسے اس بات کی قطعاً توقع نہیں تھی۔
طالیہ جبران نے ڈبڈبائی آنکھوں سے کس درجہ نفرت سے دیکھا تھا اس چہرے کو..... شاید وہ اس کی نفرت کے قابل بھی نہیں تھا۔ وہ لب بھینچ کر وہاں سے ہٹنے کو تھی' جب اس شخص نے ایک لمحے میں اسے اپنی گرفت میں لیا تھا۔ اس کے بال اس کی مٹھی میں جکڑے ہوئے تھے' اور وجود مکمل طور پر بے بس تھا..... طالیہ جبران تکلیف سے کراہ کر رہ گئی تھی۔ آنکھیں میچ کر اس نے جیسے اس تاثر کو زائل کرنا چاہا تھا' مگر تکلیف ناقابل برداشت تھی۔ اس نے بے حد غصے سے اس شخص کی سمت دیکھا تھا' مگر وہ اس لمحے اس کی سمت بے حد جارحانہ انداز میں دیکھ رہا تھا۔ یقیناً طالیہ جبران کے تھپڑ نے اسے تملا کر رکھ دیا تھا' اور یہ اسی کا شدید ترین ردعمل تھا کہ وہ اس لمحے بالکل بے بس تھی۔

●⊛●

ادیان حاکم چغتائی کا انداز مکمل طور پر جارحانہ تھا۔ اپنی سرخ سرخ آنکھیں اس پر جمائے یقیناً بہت غصے سے اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔ تیور یقیناً خطرناک تھے' مگر طالیہ جبران اپنی پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ کسی قدر اطمینان سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں کسی طرح کا کوئی خوف نہ تھا۔ وہ اس لمحے بہت نڈر نظر آ رہی تھی۔ سر اٹھائے وہ کسی درجہ رسانیت سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی۔ جانے کہاں سے آ گیا تھا اس میں اتنا اعتماد..... جانے کہاں سے آ گئی تھی ہمت..... اس نے اس کی مضبوط گرفت سے خود کو چھڑایا تھا' اور اس کی جانب زہر خند نظروں سے دیکھتی ہوئی پلٹی تھی' اور کمرے سے نکلتی چلی گئی تھی۔
ادیان حاکم چغتائی کسی درجہ حیرت سے اس سمت دیکھ رہا تھا' مگر حیرت سے کہیں سوا ان نظروں میں ایک شدید ترین غصہ تھا۔ آنکھوں کی سرخی کچھ' اور بھی بڑھ گئی تھی۔ تناؤ یکدم ہی بڑھا تھا' اور وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا تھا۔

●⊛●
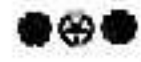
"کہاں ہوتے ہو آج کل تم' محترم اعجاز حاسن پیرزادہ صاحب!" احمر اس کے مقابل کھڑا پوچھ رہا تھا۔ وہ اس کی سمت تکتا ہوا دھیمے سے مسکرا دیا تھا۔
"گم شدہ قطعاً نہیں ہوں۔ بے فکر رہو۔ تاحال صورت حال ان کنٹرول ہے۔"
"چلو شکر ہے۔ ورنہ میں واقعی پریشان ہو گیا تھا۔ بٹ یو شڈ مسٹ ٹیک کیئر آف یور سیلف۔" احمر اس کے شانے پر ہاتھ دھرتا ہوا مسکرایا تھا۔ "جس انداز سے تم روپوش رہنے لگے ہو' بھلا سورتحال کچھ مشکوک ضرور ہو سکتی ہے' بائے دی وے ہوتے کہاں ہو آج کل؟ اب آفیشل مصروفیات کا ذکر مت کرنا' میں جانتا ہوں ایسا سب کچھ غلط ہوگا۔" احمر اس کی سمت بغور تکتا ہوا مسکرا رہا تھا۔
"ڈی ٹیکٹیو بن گئے ہو آج کل۔" اعجاز پیرزادہ مسکرایا تھا۔
"دوست ہوں' اتنی فکر تو کرنا پڑتی ہے نا۔ اینی وے اتنا بتانا ضروری سمجھوں گا کہ وہ

تمہاری علینا آج کل تمہارے لیے بہت پریشان ہے۔ مل نہیں رہے ہو اسے۔ شاید تم اس کی فون کال بھی ریسیو نہیں کر رہے تھے۔ مجبوراً اسے مجھ سے رابطہ قائم کرنا پڑا۔ کچھ پریشان ہو۔ کیفیت بھی کچھ کھوئی کھوئی سی ہے۔ خیریت تو ہے؟" احمر اسے بغور دیکھتے ہوئے کسی قدر شرارت سے مسکرا رہا تھا۔

اعتبار سگریٹ سلگا کر ایک گہرا کش لیتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"تمہیں اتنی تشویش کیوں ہو رہی ہے۔ بے فکر رہو۔ ویسا قطعاً نہیں ہوں' جیسا نظر آ رہا ہوں۔ حالات کو اپنے بس میں کرنا مجھے اچھی طرح سے آتا ہے۔"

"تبھی سرپٹ بھاگ رہے ہو؟" احمر نے چائے کے سپ لیتے ہوئے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ وہ بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

"بھاگ رہا ہوں میں' کس سے؟" سوالیہ نظروں سے احمر کی سمت دیکھا' جواباً احمر نے بھی بغور اسے دیکھا تھا۔

"کسی سے تو..... کوئی تو ہے۔"

جواباً وہ کھلکھلا کر ہنستا چلا گیا تھا۔ "تاک کر نشانہ مارنا بند کرو۔ تم اچھی طرح سے جانتے ہو بھاگنا اعتبار پیرزادہ کی فطرت نہیں ہے۔"

"لیکن علینا تو کچھ ایسا ہی کہہ رہی تھی۔" احمر مسکرایا تھا۔

"عقل گھاس چرنے گئی ہے اس بے وقوف لڑکی کی۔" اس نے سگریٹ کا دھواں فضا میں منتقل کیا تھا۔

"قصور اس کا نہیں۔ تجھے دیکھ کر اچھی اچھی لڑکیوں کی عقل سر پہ پاؤں دھر کے رخصت ہو جاتی ہے۔"

"ایسا قطعاً نہیں ہے۔ تم جانتے ہو میں اچھا خاصا شریف آدمی ہوں۔" وہ سگریٹ ایش ٹرے میں مسلتا ہوا مسکرایا تھا۔

"ہاں جانتا ہوں۔ کالج کے زمانے میں تمہارا سلوگن تھا۔ آئی کین چیٹ..... آئی کین لائے..... آئی کین اسٹیل بی کوز آئی ایم اے چیٹر..... آئی ایم اے لائر..... آئی ایم اے گریٹ تھیف۔" احمر گزرے زمانوں کی باتیں یاد دلا رہا تھا۔

وہ مسکرا دیا تھا۔

"چھوڑو گزرے زمانوں کو' کیا رکھا ہے ان باتوں میں' وہ بچپنا تھا۔ کچھ جوش کی عمر تھی۔ اب وہ زمانے نہیں رہے۔ وہ آتش جواں نہیں رہا۔" ایک نئی سگریٹ سلگاتے ہوئے وہ مسکرایا تھا۔

"میں جانچ رہا تھا۔ کہیں اس زمانے کا اعتبار پیرزادہ اس زمانے کے اعتبار پیرزادہ پہ حاوی تو نہیں ہو گیا۔" احمر نے شرارت سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"کم آن احمر' ڈونٹ بی اسٹوپڈ' ایک بار علینا سے نہیں ملا میں' تو تم نے یہ مطلب نکال لیا؟ حالانکہ تم جانتے ہو اس لڑکی سے میری کوئی کمٹ منٹ بھی نہیں رہی۔ میں نے اسے کبھی کوئی سنہرا خواب نہیں دکھایا۔ وہ خود کمپل ہو رہی ہے۔ کل شام بھی میں ایک ایفیشل نائٹ میں تھا جب اس کی کال آئی تھی۔ میں بورنگ میں بزی تھا' سو اس کی کال ریسیو نہیں کر سکا۔ اس نے تمہارے بیل پہ رنگ مار دی' اور تم نے بات کا بتنگڑ بنا دیا۔"

اعتبار پیرزادہ کا لہجہ کسی قدر اکتایا ہوا تھا۔ احمر مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلانے لگا تھا۔

"چیٹ تو تم اب بھی کرتے ہو اعتبار پیرزادہ' جھوٹ بھی تمہاری عادتوں میں اب بھی شامل ہے' اور چرانا اب بھی تمہاری سرشت میں ہے۔ کہاں بدلے ہو تم اعتبار پیرزادہ' کہاں بدل سکتے ہو تم۔"

احمر نے مسکراتے ہوئے اس کے شانے پہ ہاتھ دھرا تھا' اور اسے بغور دیکھا تھا۔ جواباً اعتبار پیرزادہ نے اسے دیکھا پھر کھلکھلاتے ہوئے ہنس دیا تھا۔

"چلتا ہوں۔ اگر زیادہ دیر رک گیا تو تم' اور بہت سے الزامات عائد کر دو گے۔ جن کی صفائی کم از کم میں پیش نہیں کر سکوں گا۔" وہ اٹھا' اور کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔

باہر کا منظر بہت مختلف تھا۔ وہ گلاس ڈور کھول کر باہر نکلا تھا۔ جب نظر سامنے لان میں پڑی تھی۔ خاندان بھر کی لڑکیاں وہاں جمع تھیں' اور موسم کے ساتھ ساتھ ہونے والی بوندا باندی سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ موسم میں یہ تبدیلی یقیناً اچانک آئی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر قبل جب وہ آفس سے لوٹا تھا تو موسم خاصا اعتدال پر تھا' اور اب جب وہ دوبارہ باہر جانے کے لیے نکل رہا تھا تو موسم میں اچھی خاصی تبدیلی واقع ہو چکی تھی لیکن اس کی نظر موسم کے اچانک بدلے تیور دیکھ کر نہیں تھمی تھی' یقیناً اس کا سبب کچھ' اور تھا۔ اس کے قدم ہی نہیں رکے تھے' نظر بھی ساکت ہو گئی تھی' اور وہ وہیں ستون کے ساتھ لگ کے کھڑا ہو گیا تھا۔

وہ خاندان بھر کی لڑکیوں کے ساتھ لان میں کھڑی بھیگ رہی تھی۔ کتنی بوندیں اس کے چہرے پہ تھیں۔ کتنی تازگی تھی۔ کتنی رعنائی تھی۔ جیسے موسم اپنی کتھا دلکش رنگوں میں اس کے چہرے پہ درج کر رہا تھا۔ اعتبار پیرزادہ کی نظریں جیسے اس منظر سے بندھ گئی تھیں۔

"دیکھو..... دیکھو موسم کتنا دلکش ہو رہا ہے۔" کوئی کتنا مسرور سا مخاطب تھا کسی سے.....

"تو پھر؟" کسی کا لہجہ بے حد بے تاثر تھا' اور کوئی جھنجھلا گیا تھا۔

"کتنی سر پھری لڑکی ہو تم' تمہیں موسم نہیں بھاتے۔" کوئی بے طرح حیران ہوا تھا' اور

چہرے پر بڑی دلفریب مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"ہاں' نہیں لگتے پھر؟" عجب ہٹ دھرم لہجہ تھا۔ کوئی بے یقینی سے سکنے لگا تھا۔

"جھوٹ کہہ رہی ہونا تم؟" کوئی آنکھوں میں جھانکتا ہوا پر یقین تھا۔

اور وہ مسکراتے ہوئے چہرے کا رخ پھیر گئی تھی۔

"نظریں چرا لینے سے کیا موسم چھپ جاتے ہیں۔" کسی کا مسکراتا ہوا لہجہ ذومعنی تھا۔

مگر وہ ہنس دی تھی۔

"موسموں سے بھاگنے والے بہت بزدل ہوتے ہیں۔" کسی نے مسکراتے ہوئے باور کرایا تھا۔

"تو پھر۔" وہ آنکھوں کے زاویے پھیرے کہہ رہی تھی۔ کوئی بے اختیار ہنس دیا تھا۔

"میں بزدل نہیں ہوں۔" وہ پوزیس کرتی ہوئی سرنفی میں ہلانے لگی تھی۔

"اچھا تو پھر بھاگ کیوں رہی ہو؟" کوئی متواتر شرارت پر آمادہ تھا۔

"میں...... بھاگ...... نہیں رہی۔" وہ باور کراتی ہوئی مسکرائی تھی' اور تب کوئی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تکنے لگا تھا۔

"پھر یہ موسم تمہارے تعاقب میں کیوں ہیں؟" کہنے والے کا لہجہ بے حد دلچسپ تھا' جیسے وہ اس صورتحال سے مکمل طور پر محظوظ ہو رہا ہو۔

مقابل کھڑا نازک وجود کچھ نہیں بولا تھا۔ ہاں اس کی آنکھیں اپنے سامنے کھڑے شخص کو متواتر گھور رہی تھیں' مگر وہ متواتر مسکراتا ہوا اس کی سمت تکتا چلا گیا تھا۔ پھر بہت ہولے سے اس کی سمت جھکتے ہوئے کسی قدر شرارت سے گویا ہوا تھا۔

"سنو تم جس قدر خوفزدہ ہو تمہارے چہرے پر موسموں کی اتنی ہی کہانیاں درج ہیں۔ تم خود سے بھاگنا ترک کیوں نہیں کر دیتیں۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

مگر وہ کچھ نہیں بولی تھی۔ فقط خاموشی سے تکتی رہی تھی' اور تب وہ کھلکھلا کر ہنستا چلا گیا تھا۔ مقابل کھڑا نازک وجود تب بھی چپ چاپ تکتا چلا گیا تھا' اور تب اس لمحے میں...... کسی نے اپنا مضبوط بھاری ہاتھ اس کے سامنے پھیلا دیا تھا۔ وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے تکنے لگی تھی۔ کوئی بغور تکتا ہوا بہت ہولے سے مخاطب ہوا تھا۔

"چلو گی میرے ساتھ؟" لبوں پر بہت دھیمی مسکراہٹ تھی' اور وہ مقابل کھڑا نازک وجود کسی قدر حیرت سے اسے تکنے لگا تھا۔

"کہاں؟"

"موسموں کے تعاقب میں۔" وہ بہت ہولے سے مسکرایا تھا۔

"موسموں کے تعاقب میں؟" وہ قدرے حیران ہوئی تھی' مگر وہ کتنے مدھم لہجے میں بول رہا تھا۔

خوشبو کی پوشاک پہن کر
کوئی گلی میں آیا ہے
کیسا یہ پیغام رساں ہے
کیا کیا خبریں لایا ہے
کھڑکی کھول کے باہر دیکھو
موسم میرے دل کی باتیں تم سے کہنے آیا ہے

"موسموں کی باتیں سننے چلو گی؟"

کوئی مدھم لہجے میں کہتا ہوا مسکرا رہا تھا' اور وہ مقابل کھڑے لمبے چوڑے شخص کو تکتے ہوئے مسکرا دی تھی۔

"میڈ آر یو گوئنگ میڈ؟ پاگل ہو رہے ہو تم؟"

"تمہیں موسموں سے متعارف کرانے کے لیے اگر یہ الزام بھی اپنے سر لینا پڑا تو بے دھڑک لے لوں گا۔"

لبوں کی مسکراہٹ بتا رہی تھی' وہ یقیناً سنجیدہ نہ تھا۔ ایک چمک' ایک شرارت اس کی آنکھوں سے متواتر جھانک رہی تھی۔ وہ ہنس دی تھی۔

"تم تو ایسے کہہ رہے ہو' جیسے تم آگ میں بھی کود سکتے ہو میرے لیے؟"

"لیٹ می تھنک۔" کوئی پیشانی پر شہادت کی انگلی رکھ کر سوچنے لگا تھا۔

"ہوں...... شاید......" دوسرے ہی لمحے وہ جیسے فیصلہ کر چکا تھا۔

اور وہ آنکھیں کس درجہ حیرت سے اسے تکنے لگی تھیں' اور تب وہ مقابل کھڑے نازک وجود کا ہاتھ بہت ہولے سے تھام کر باہر لے آیا تھا۔ جہاں سارے منظر بھیگ رہے تھے' اور ان منظروں کا حصہ وہ بھی ہونے لگتے تھے۔

"جانتی ہو' ان منظروں میں رنگ آباد ہیں...... جہاں آباد ہیں۔ ہر قطرے کا اپنا ایک قصہ ہے...... اپنی ایک کہانی ہے...... اپنا ایک جہاں ہے۔ الگ دنیا ہے۔ اپنے اپنے خواب ہیں۔ چلو گی میرے ساتھ؟" کوئی مطلع کر رہا تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔

"کہاں......؟"

"ان جہانوں کو کھوجنے' ان رنگوں کو پکڑنے...... بہت انوکھے ہیں یہ جہاں...... حسین ترین بہت دور تک پھیلے ہوئے...... ان کی انتہا نہیں۔ کوئی حد نہیں' کوئی سرحد نہیں...... بہت

انوکھے جہاں ہیں وہ...... وہ انوکھے راستے اس سمت جاتے ہیں۔ رنگوں سے بھرے زندگی جیسے' چلنے کا قصد کرو گی؟"

کوئی اپنا بھاری مضبوط ہاتھ اس کے سامنے پھیلائے کھڑا تھا' اور ان آنکھوں میں جانے کیا تھا یا پھر اس ایک لمحے کی سرگوشیاں ایسی تھیں کہ وہ اپنے کان بند نہ کر سکی تھی۔ بہت ہولے سے اپنا ہاتھ بڑھایا تھا' اور بہت ہولے سے اس کے سنگ چل پڑی تھی' اور شام کتنے رنگوں سے بھر گئی تھی۔ سارے منظر کتنے خوشنما ہو گئے تھے اور۔

"اعتبار...... اعتبار!" کسی اس کے قریب کھڑی اسے پکار رہی تھی۔ وہ بے طرح چونکا تھا' اور اس جاگتے منظر پر نگاہ کی تھی۔

کوئی چہرہ اب بھی آسمان کی سمت دیکھتے ہوئے ان بوندوں سے بھیگتے ہوئے محظوظ ہو رہا تھا۔ چہرے پر کتنے قطرے ٹکے ہوئے تھے۔ پلکیں کتنی بوجھل ہو رہی تھیں' اور اعتبار پیرزادہ...... اس کی نظریں اس منظر سے ہٹنا بھول گئی تھیں۔

"اعتبار!" کسی نے ایک بار پھر پکارا تھا۔

"ہوں۔" اس نے بہت ہولے سے جواب دیتے ہوئے خود کو اس ماحول میں ظاہر کرنا چاہا تھا۔ کسی نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"کیا ہوا؟ کہاں گم ہو تم؟ یہ آج کل تم کھڑے کھڑے سو کیوں جاتے ہو؟" کسی نے گرم گرم پکوڑوں کی پلیٹ اس کی سمت بڑھائی تھی۔

وہ دھیمے سے مسکرا دیا تھا۔ کسی نے اسے چائے کا کپ تھماتے ہوئے بیٹھنے کے لیے اشارہ کیا تھا' اور وہ ستون کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گیا تھا۔

اس ایک لمحے میں دنیا جیسے یکسر کہیں پیچھے رہ گئی تھی۔ بہت کچھ بھول گیا تھا وہ...... یا پھر جان بوجھ کر فراموش کر دیا تھا سب کچھ' یہ بھی کہ وہ کہیں جا رہا تھا' اہم ترین کام سے' وہ گرم گرم چائے کے سپ لیتے ہوئے اس لمحے موسم سے بھرپور لطف اٹھا رہا تھا۔

"تم لڑکیاں کتنی اچھی ہوتی ہو نا۔"

"کیوں؟" وہ چونکی تھی۔

"موسم بدلتے ہی سارے منظر بھی بدل ڈالتی ہو۔" وہ پکوڑا منہ میں رکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"جیسے؟" کسی نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"جیسے...... جیسے یہ پکوڑے...... تمہیں کیسے خبر ہو جاتی ہے کہ اس موسم کے ساتھ ایسے لوازمات فوراً بنا لینے سے موسم کا لطف دوبالا ہو سکتا ہے؟" وہ بظاہر اس سے باتوں میں مصروف تھا'

مگر بھٹکتی ہوئی نظریں سامنے لان میں اس ایک چہرے کی سمت گامزن تھیں۔

"Obviously ہم لڑکیاں جو ہیں۔" کسی جواباً مسکرائی تھی۔

اعتبار پیرزادہ کی نظریں پھر اس ایک چہرے پر تھیں' اور اس وقت کسی اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتی ہوئی مسکرائی تھی۔

"فینانہ بیگ اچھی ہے نا؟"

جانے اس نے کس رنگ میں پوچھا تھا' مگر اعتبار پیرزادہ نے بہت ہولے سے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"ہوں۔" انداز کھویا کھویا سا تھا۔

"دانیال چاچو کے ساتھ بہت جچے گی نا' جوڑی چاند اور سورج کی ہو گی۔ اپنے دانیال چاچو بھی تو کتنے ہینڈسم ہیں۔ پوری دنیا گھومنے کے بعد انہیں یہ چہرہ بھایا ہے۔ ان کی پسند یقیناً لاثانی نہیں۔ فینانہ بیگ میں کچھ تو ہے۔ کوئی خاص بات جو بے ساختہ اٹیکٹ کرتی ہے۔ اس کی معصومیت' رعنائی یا پھر کچھ اور......

لیکن ایک بات ہے۔ جو ان سب سے بھی بڑھ کر ہے' اور وہ ہے محبت...... کوئی مانے یا نہ مانے' مگر اس محبت میں کچھ تو ہے۔ عام سا بندہ بھی بہت خاص لگنے لگتا ہے۔ اچانک ہی...... پتا نہیں کیسے...... اتنی ڈھیر ساری خصوصیات نظر آنے لگتی ہیں اس میں...... وہ بھی جو دور دور تک اس میں سرے سے ہوتی ہی نہیں۔" کسی گرم گرم چائے کے سپ لیتی ہوئی مسکرا رہی تھی۔

اعتبار پیرزادہ اس گھڑی کچھ نہیں بولا تھا۔ چپ چاپ سامنے لان میں دیکھتے ہوئے چائے کے سپ لیتا رہا تھا۔ جہاں اب دانیال چاچو بھی شامل ہو چکے تھے۔ جانے کب وہ وہاں آ گئے تھے' مگر اب وہ فینانہ بیگ کے کتنے قریب تھے۔ چہرہ اس کے قریب کیے شاید وہ کچھ کہہ رہے تھے۔ فینانہ بیگ کا پانیوں سے بھیگا چہرہ اس لمحے کتنا سرخ ہو رہا تھا۔

سرگوشیوں میں کوئی بھید تو تھا' اور وہ...... جانے کیوں بہت ہولے سے چہرے کا رخ پھیر گیا تھا۔ کچھ دیر تک یونہی سر جھکائے بیٹھا رہا تھا' پھر یکدم اٹھا تھا' وہ وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔ کسی اس شخص کو دیکھتی رہ گئی تھی۔

●●●
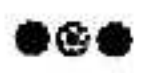
"یوں سر جھاڑ منہ پہاڑ آفس مت جایا کر اب' جانتی ہے کتنے تھوڑے دن رہ گئے ہیں تیری منگنی میں؟" اماں نے غادیہ خان پٹھودی کے سر میں تیل ڈالتے ہوئے کہا تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔

"اماں منگنی کا تعلق آفس جانے سے کہاں بنتا ہے۔ اب اس ایک بات کے لیے میں

سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر گھر تو نہیں بیٹھ سکتی۔ یوں بھی وہ پرانے وقتوں کی باتیں تھیں۔ اماں جب لڑکیاں مہینہ مہینہ قبل گھر میں نکل مار کر چھپ کر بیٹھ جایا کرتی تھیں۔ اب زمانہ بدل گیا ہے۔ تیز رفتاری اور جدت آ گئی ہے۔"

دادی اماں مت بنیں' زمانہ چاہے لاکھ بدل جائے' مگر بہت سی باتیں' اور چیزیں نہ ہی بدلیں تو بہتر ہوتا ہے۔ مصروفیت اس زمانے میں بھی کم نہ تھی۔ ہاں یہ آفس شوٹس کے چکر و کرنہ تھے' مگر کام کاج کچھ کم نہ تھے۔ گھر کے کاموں کے بھی ہزاروں بکھیڑے ہوتے تھے۔ بیسوؤں چکر چھت سے کمروں تک کے لگانے پڑتے تھے۔ سو کاموں کی فکر جان دہلائے جاتی تھی۔ روپ رنگ کہنا کر رہ جایا کرتا تھا۔ حالانکہ خالص غذائیں تھیں' توجہ تھی' مگر پھر بھی ان خاص مواقعوں کے لیے نصیحتیں سننے کو ملتی تھیں۔ گھروں میں مہینوں قبل ہی خالص اشیاء سے اُبٹن بنائے جاتے تھے۔ گھریلو ٹوٹکے استعمال کیے جاتے تھے۔ جب تک کہ روپ لشکارے نہ مارنے لگ جاتا۔ آج کل کی لڑکیوں کے تو رنگ ڈھنگ ہی الگ ہیں' نہ خود کی فکر' نہ بجنے سنورنے سے رغبت' مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کا ڈھنگ سیکھ لیا۔ بس یہی بات کافی ہے ان کے لیے۔"

اماں خاصی خفا تھیں' مگر غادیہ مسکرا دی تھی۔

"آپ بخوشی بنا لیجیے وہ سارے دیسی اُبٹن' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے' مگر سارا کام چھوڑ چھاڑ کر میں گھر نہیں بیٹھ سکتی۔ سمجھا کریں نا اماں' معاملہ جاب کا ہے۔ شمی بھائی دوسرے ہی دن مجھے چلتا کر دیں گے' کان سے پکڑ کر۔"

"اے اس کی اتنی ہمت' بہن کو نوکری سے لگا کے' اور تو نوکر کہاں ہے' مالک ہے برابر کی۔ شمی کا ہاتھ بٹا رہی ہے۔ احسان مند ہونا چاہیے اسے۔" بے جی نے منہ میں پان دھرتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"راحم کاظمی سے بات ہوئی تیری؟ کب آ رہا ہے۔" اماں نے اس کی چوٹی بناتے ہوئے دریافت کیا تھا۔

"جلد ہی' ایک وزٹ آنا تو اسی ہفتے تھا انہیں' مگر مصروفیت کے پیش نظر یہ ممکن نہیں رہا' اور نئے شیڈول میں وقت کچھ طے نہیں ہوا۔" اس نے سرسری انداز میں بیان کیا تھا۔

"اے یہ کیا بات ہوئی' عثمان علی خان سے کہوں گی۔ بات کرے اس سے' کوئی ایسے ویسے نہیں ہیں ہم' اے وہ تو مروت تھی جو بات غیروں میں ٹھہرا دی۔ ورنہ نواب سلطان علی خان پٹودی کی پوتی کو رشتوں کی کمی تھی بھلا؟" بے جی کے لہجے میں وہی خاندانی غرور تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔

"بے جی وہ موصوف بھی خود کو کچھ کم توپ شے نہیں سمجھتے۔ اتنا بڑا بزنس ایمپائر ہینڈل کر

رہے ہیں۔ مصروفیت تو ہوتی ہی ہے نا' اور پھر ابھی تو مقررہ تاریخ میں کچھ دن ہیں۔"

"اے تو کیا آتے ہی جھٹ سے انگلی میں انگوٹھی پہنا دے گا؟ ایسی کیا بیٹی بوجھ ہے ہم باپ کی اکلوتی بیٹی ہے۔ نازنخروں سے پلی بڑھی ہے۔ کیا کیا ارمان نہیں ہیں دل میں۔ اے بہن' عثمان میاں سے کہہ دینا خود ڈھنگ سے بات کرلے۔ ہماری بچی بھی کوئی ایسی بوجھ نہیں ہے۔ اے ہے ابھی سے وقت نہیں ہے تو بعد میں کیا ہوگا۔ خاک خیال رکھے گا تیرا۔ اسے تو وہ' اور... پیار کرنے سے ہی فرصت نہ ہوگی۔ پیار محبت تو در کنار' اسے تو پاس بیٹھنے کی بھی فرصت نہ ملے گی۔" بے جی سخت خفا تھیں۔

"بے جی آپ بھی کمال کرتی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر کوئی یوں پریشان ہوتے ہیں بھلا۔ جب اتنی کاروباری مصروفیت ہو تو ایسا تو ہوتا ہے۔ نکال لے گا وقت۔ غادیہ ٹھیک کہہ رہی ہے' ابھی تو دن پڑے ہیں۔ آپ ناحق پریشان ہو رہی ہیں۔" اماں نے سہولت سے بے جی کو سمجھایا تھا۔

وہ مسکراتی ہوئی اٹھ کر وہاں سے چلی آئی تھی۔

راحم کاظمی کے مقررہ وعدے پر نہ آنے کا افسوس تو اسے بھی ہوا تھا' مگر وہ جانتی تھی مصروفیت میں ایسا تو ہوتا ہی ہے۔ پھر کوئی ایسا معاملہ بھی نہ تھا کہ زور زبردستی روا رکھی جا سکتی۔ ٹھیک تھا' وہ اسے اس سے قبل بھی جانتی تھی' مل چکی تھی' وہ ابا کے قریبی دوست کا بیٹا تھا۔ اس لیے پروپوزل آیا تھا تو اس کی رائے کو بھی فوقیت دی گئی تھی' اور اس کے پاس کیا جواز تھا انکار کا' سو اولے سے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔ گو قدیم ٹریڈیشنل فیملی بیک گراؤنڈ تھا' مگر انہیں بہت لبرٹی حاصل تھی۔ ابا ہی نہیں دادا ابا بھی بڑے آزاد خیال واقع ہوئے تھے۔ وہ تو یوں بھی ابا کی اکلوتی بیٹی تھی۔ کچھ زیادہ ہی توجہ دی گئی تھی۔ ابا نے سینئر کیمبرج کرتے ہی اعلیٰ تعلیم کے لیے اسے باہر بھجوا دیا تھا۔ یہ سچ تھا کہ اس کی پرورش خاص انداز' اور خاص توجہ سے ہوئی تھی' مگر اس میں دادا ابا اور ابا کی طرح بہت زیادہ انکساری تھی۔ وہ بہت ڈاؤن ٹو ارتھ واقع ہوئی تھی۔ نواب پٹودی خاندان کا لیبل نام کے ساتھ چسپاں ہونے کے باوجود اس میں غرور نام کو نہ تھا۔ کسی کا دکھ یا تکلیف وہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ یہ بات اس کی تربیت میں شامل تھی۔

راحم کاظمی کو منتخب کرنے کی وجہ بھی اس کا اونچا سٹیٹس نہ تھا۔ اسے یقیناً ایسی ظاہری نمود و نمائش کی باتوں سے دلچسپی نہ تھی۔ جہاں وہ اس سے ملی تھی' اسے جانا تھا' وہ اسے بہت معقول لگا تھا۔ اس میں ظاہری عادات و اطوار ناپید تھے۔ شو آف کرنا اسے بھی یقیناً مرعوب نہ تھا۔ بہت سی باتوں میں وہ اسے مناسب لگا تھا۔ ہاں کوئی دلی وابستگی نہ تھی۔ جذباتی معاملہ نہ تھا۔ کوئی گہری انسیت والی بات نہ تھی' مگر انڈرسٹینڈنگ کسی طور تھی' اور یہی بات غادیہ کے اقرار کا باعث بنی۔

تھی۔ اپا نے اس کی مرضی جانی تھی' اور اس کے پاس انکار کا کوئی ٹھوس جواز نہ تھا۔ نا ہی رامم کاظمی کو رد کرنے کا کوئی اہم سبب تھا۔ وہ تمام گھر والوں کو پسند تھا۔ اپا کو پسند تھا۔ سو اس نے بھی اثبات کی مہر ثبت کر دی تھی۔

محبت کا کیا تھا' ہو ہی جاتی تھی۔ اس کے نزدیک یوں بھی محبت کا کوئی کونسپٹ نہ تھا۔ محبت قربتوں سے جنم لیتی ہے' اور جب قربتیں میسر آتا تھیں' یقیناً محبت نے جگہ بنا ہی لینا تھی۔

یہ خیال اس کا تھا۔ اس لیے وہ رامم کاظمی کو منتخب کر کے مطمئن تھی۔ اسے دوسرے لفظوں میں خوشی بھی کہہ سکتے ہیں۔

"دیکھو ایک تعلق خاص ہونے کی وجہ سے' توجہ' اور محبت میں تمہیں دوں گا' مگر پلیز مجھ سے وہ مخصوص عورتوں والی محبت ایکسپیکٹ کرنے مت بیٹھ جانا۔ تم جانتی ہو مجھ سے وہ حسن کی قصیدہ خوانیاں' اور ظاہری لگاوٹوں کے مظاہرے کرنا یقیناً مشکل ہو گا۔ بہت سیدھا سادہ سا بندہ ہوں میں' بہت سیدھے سادے سے انداز میں محبت کر سکتا ہوں۔ اپنی شریکِ سفر کو خوش رکھ سکتا ہوں' مگر آسمان پر سے چاند تارے توڑ کر لانے کی فرمائش مجھ جیسے بندے سے کرنا عبث ہو گا۔"

وہ دھیمے سے مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا' اور وہ اسے چپ چاپ دیکھ رہی تھی۔

"پوچھو گی نہیں کیوں؟" پوری توجہ سے اسے دیکھتے ہوئے وہ مسکرایا تھا۔

"کیوں؟" غادیہ کے لب بہت آہستہ سے ہلے تھے۔ وہ بھرپور انداز میں مسکرا دیا تھا۔

"کیونکہ میں ایک عام سا بندہ ہوں۔ میری دسترس فقط زمینی اشیاء پر ہے۔ کہکشاؤں کی باتیں خوبصورت ضرور ہیں' مگر کیا کروں' میری فیلڈ ذرا مختلف ہے۔ میں ایک معمولی سا بزنس مین ہوں۔ ناسا میں مشن اسپیشلسٹ کی پوسٹ پر کام کرنے والا انجینئر بھی ایسی فرمائش سن کر یقیناً ڈر جائے گا۔ میری کہانی تو سرے سے ہی مختلف ہے۔" وہ یقیناً مذاق کر رہا تھا۔ غادیہ خان مسکرا دی تھی۔

"بے فکر رہو۔ میری فرمائش چاند تاروں کی دسترس یا حصول پر قطعاً مبنی نہ ہو گی۔ غادیہ خان چوہدری خاصی حقیقت پسند لڑکی واقع ہوئی ہے۔"

"مجھے معلوم تھا۔" وہ شرارت سے مسکراتا ہوا اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔ وہ کسی قدر حیران ہوئی تھی۔

"تو پھر؟" اس وضاحت کی سمت توجہ مبذول کروائی تھی' جو وہ تھوڑی دیر قبل دے رہا تھا۔

"مذاق کر رہا تھا۔ تمہیں چھیڑ رہا تھا یونہی' جانتی ہو کیوں؟" اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے وہ دھیمے انداز میں مسکرا رہا تھا۔

اس نے جواباً سوالیہ انداز سے دیکھا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"کیونکہ مجھے تمہارے چہرے پر فطری رنگوں کے منظر دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے۔ سچ ایسے نظارے دنیا کے کسی کونے میں نہیں ہیں۔ وہ دلکشی' وہ رعنائی...... وہ خوبصورتی......"

اور اس نے مسکراتے ہوئے ہاتھ کا مکا بنا کر اس کے شانے پر دے مارا تھا۔ وہ ہنس دیا تھا۔ انداز محظوظ ہونے والا تھا۔ یقیناً وہ اس لمحے اسے چھیڑ رہا تھا۔

"ابھی تو کہہ رہے تھے' مجھے قصیدہ خوانیاں کرنی نہیں آتیں۔"

"ہاں' مگر مشق کرنے میں کوئی حرج تو نہیں۔ تم نے سنا نہیں شاید' پریکٹس میک ٹو مین پرفیکٹ' سو کیا حرج ہے پریکٹس کرتے رہنے میں۔"

"یعنی تم میری خاطر خود کو بدل سکتے ہو؟" اس نے پرخیال انداز میں دھیمے سے مسکراتے ہوئے رامم کاظمی کی سمت دیکھا تھا۔ جواباً رامم کاظمی نے اسے چند ثانیوں تک پرخیال نظروں سے تکا تھا۔ پھر مسکرا دیا تھا۔

"شاید۔" کسی قدر بے فکری سے شانے اچکائے تھے۔ پھر جواباً اس کی سمت دیکھا تھا۔

"اور تم؟"

"میں؟" وہ چونکی تھی۔

"تم کتنا بدل سکتی ہو خود کو میرے لیے؟" بغور توجہ سے اس کی سمت دیکھا تھا۔ وہ فوری طور پر کوئی جواب نہ دے سکی تھی۔ بس خاموشی سے اس کی سمت دیکھ رہی تھی' جب وہ اس کا نازک ہاتھ بہت ہولے سے تھامتا ہوا بولا تھا۔

"تم مت بدلنا خود کو۔ تم مجھے یونہی اچھی لگتی ہو۔" وہ اس کی سمت کسی خاص زاویے سے تکتا ہوا دھیمے سے مسکرا رہا تھا۔ غادیہ خان مسکراتی ہوئی سر جھکا گئی تھی۔

"تم مجھے اس طرح کچھ زیادہ اچھے نہیں لگتے ہو۔" وہ مسکراتی ہوئی گویا ہوئی تھی۔

"اچھا......! اور وہ کیوں؟" مکمل توجہ سے اسے بغور دیکھا تھا۔

غادیہ نے سر اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے لمبے چوڑے شخص کو دیکھا تھا' پھر مسکرا دی تھی۔ نظروں میں کچھ شرارت بھر آئی تھی۔

"بس یونہی۔" مسکراتے ہوئے شانے اچکائے تھے۔ انداز بے نیازانہ تھا' مگر وہ ہنس دیا تھا۔

"مجھے تمہارے لیے بدلنے میں خوشی ہو گی۔ غادیہ جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں جانتا ہوں مجھے اس میں زیادہ محنت کرنا نہیں پڑے گی۔ تمہارا تاثر خاص ہے' اور میں اثر پذیر واقع ہوا ہوں۔" وہ شرارت سے مسکراتا ہوا اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔

اس تعلق سے قبل ہونے والی وہ ملاقات کچھ زیادہ طویل نہ تھی' مگر اسے وہ لمحے بہت اچھے لگے تھے۔ بہت نئے' بہت انوکھے' شاید تبھی اس نے ان لمحوں کی یادوں کو بہت چپکے سے اٹھا کر آنچل کے کونے میں باندھ لیا تھا' اور اب ایک بات کتنی دلکش لگ رہی تھی۔ رامم کاظمی کے خیال نے ہی اسے اندر تک روشنی سے جیسے بھر دیا تھا۔ کیسی تابندگی چھلکنے لگی تھی' اس کے چہرے سے...... وہ یقیناً مسرور تھی۔

●●●
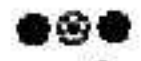
وہ جانتی تھی۔ اس نے مان لیا تھا۔ اگر اسے یہاں رہنا ہے تو اپنا دل سمندر کرنا ہوگا۔ بہت کچھ جھیلنا ہوگا۔ بہت کچھ برداشت کرنا ہوگا۔ گو یہ بہت مشکل تھا' مگر وہ یہاں مشکلوں کو ہی سر کرنے آئی تھی۔ اس کی برداشت کا امتحان تھا۔ اس کی انا کی موت تھی' مگر وہ ناکام واپس لوٹنا نہیں چاہتی تھی۔ اس روز کے واقعے نے اسے پہلے سے زیادہ دل برداشتہ کیا تھا۔ ایک لمحے کو اس کے حوصلے جیسے پست ہو گئے تھے۔ وہ بہت ہار گئی تھی' مگر دوسرے ہی لمحے وہ اسی ہار سے ہمت چن رہی تھی۔

ادیان حاکم چغتائی یقیناً آسان محاذ نہ تھا۔

کیا کیا خواب دیکھے تھے اس نے۔ کیسے کیسے سپنے بنے تھے۔ ہر خواب' ہر خیال میں وہ اس کے سنگ تھا۔ اس کے ہم قدم تھا۔ کتنا قریب محسوس کیا تھا اس نے ہمیشہ اسے...... وہ شخص اسے کبھی اجنبی لگتا ہی نہ تھا' اور لگتا بھی کیسے...... وہ بے شعوری سے شعور آنے تک کی عمر تک اتنی تھا' اس کے ساتھ رہا تھا۔ وہ بھی اس ایک خیال سے دامن بچا نہیں سکی تھی' اور شاید وہ دامن چھڑانا چاہتی بھی نہیں تھی۔

بہت عزیز تھا وہ خیال دل کو۔۔۔ بہت وابستگی تھی دل کی اس سوچ سے...... دل نے اس نام کے ساتھ دھڑکنا سیکھا تھا۔ اس خیال کے سنگ جینا سیکھا تھا......

اس نے کبھی نہیں سوچا تھا وہ کیسا ہوگا' کوئی خیال دانستہ نہیں بنا تھا۔ بس وہ اس خیال کو محسوس کرتی تھی دل سے...... سوچ سے...... روح سے......

وہ چلتی تھی تو اسے اپنے ہم قدم پاتی تھی......

آنکھیں بند کرتی تھی تو وہ اسے اپنے سامنے نظر آتا تھا......

وہ کچھ نہیں پاتی تھی' مگر دل پر سب معاملات اسی طور بسر ہوتے تھے۔

کئی بار سوچا تھا اس نے' کئی بار باور بھی کرایا تھا۔ وہ حقیقت پسند بننا چاہتی تھی۔ کسی طرح کی کوئی وابستگی اس سوچ سے' اس خیال سے وابستہ رکھنا نہیں چاہتی تھی۔ کئی بار ذہن کو جھٹکا بھی تھا...... دامن بھی بچایا تھا' مگر ایسا ممکن ہو نہیں سکا تھا۔

اگر وہ کچھ نہیں سوچتی تو اسے جتایا جاتا تھا۔ کبھی دوستوں کی محفل میں...... کبھی گھر کے کسی کونے میں...... کسی کمرے میں...... کسی چھوٹی سی بات کے ساتھ...... بے ارادہ...... کسی وصف کے ساتھ...... اسے جتایا ضرور جاتا تھا کہ وہ تنہا نہیں ہے' کوئی ہے...... جو اس کے وجود کا حصہ ہے۔ جس کے بنا وہ ادھوری ہے......

اس نے کئی بار سوچا تھا' مگر یہ کوئی رسمی قسم کی دلی وابستگی نہیں تھی۔ وہ محبت نہیں تھی' جو نظر سے نظر ملنے کے بعد ہوتی ہے۔ وہ سنگین قسم کی کوئی واردات بھی نہ تھی۔ بس وہ اس نام کی عادی تھی۔ شعوری لاشعوری طور پر جیسے اس نام کو سوچنے پر مامور تھی۔ جیسے یہ روٹین کے دیگر کاموں کی طرح ایک لازمی کام تھا' جسے اسے بہر طور انجام دینا تھا' اور ایسا ہوتا بھی تھا۔ کوئی ایسا دن نہیں گزرتا تھا' جب وہ اس خیال کو نہ سوچتی ہو۔ ایسا یقیناً ناممکن تھا مگر...... وہ خیال...... وہ تصور یقیناً ایسا نہ تھا...... یہ تو......

وہ اس کی تصویر کے سامنے کھڑی' بہت ہولے سے اسے چھو کر دیکھ رہی تھی' جب یکدم آہٹ پر پلٹ کر پیچھے دیکھا تھا' اور چونک گئی تھی۔

ادیان حاکم چغتائی اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ یقیناً پھر وہی مشکل لمحہ وارد ہوئے کو تھا۔ یقیناً طالیہ جبران کو اپنا دل پھر سمندر کرنا تھا اور...... وہ اپنے بھاری قدم اٹھاتا' چند قدموں کا درمیانی فاصلہ سمیٹتے ہوئے اس کی سمت بڑھ رہا تھا۔

طالیہ جبران کو بہت اختیار تھا خود پر۔ وہ خود کو بس میں رکھنا چاہتی تھی مگر...... اس لمحے دل کے اندر پھیلتے طلسم کو وہ کسی طور روک نہ سکی تھی۔ دھڑکنیں ایک پل میں منتشر ہوئی تھیں۔ وہ بہت اعتماد کے ساتھ اس شخص کی سمت تکتے رہنا چاہتی تھی' مگر نظریں ایک لمحے میں خود بخود جھکتی چلی گئی تھیں۔

ادیان حاکم چغتائی اس کی سمت تکتا اس کے مقابل آن کھڑا ہوا تھا۔ طالیہ جبران نے ایک بار پھر پُراعتماد انداز سے سر اٹھا کر اس کی سمت دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اس کے مقابل کھڑا اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ نظریں گہری تھیں' مگر وہ کوئی معنی اخذ نہ کر پائی تھی۔ وہ کس طرح کے رد عمل کا اظہار کرتا' کچھ معلوم نہ تھا' مگر اس شخص سے کچھ بعید بھی نہ تھا۔ وہ اس سے ہر طرح کے شدید رویے کی توقع رکھتی تھی۔ شاید تبھی وہ خود کو ذہنی طور پر تیار کر رہی تھی۔ عقل و خرد مکمل طور پر بیدار تھے۔

ادیان حاکم چغتائی نے اس کے چہرے کو بغور دلچسپی سے تکتے ہوئے اپنا داہنا ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو بہت ہولے سے چھوا تھا۔

"کیا باتیں کر رہی تھیں' میری تصویر سے؟ کیا عشق میں جینا آسان نہیں رہا؟ جس بات کی لگن تمہیں یہاں تک کھینچ لائی وہ بات کچھ تو خاص ہے؟" بہت ہولے سے وہ مسکرا رہا تھا۔ "مجھ سے عشق بھی اپنی جگہ...... اس کی حقیقت بھی جھٹلائے جانے کے قابل تو نہیں...... تو کیا واقعی عشق میں مبتلا ہو تم؟' مگر کس طور' کس قدر؟"

وہ مسکرا رہا تھا۔ لہجہ دھیما تھا۔ اندازہ نہ ہو پایا تھا کہ اس کا وصف کیا ہے۔ شاید وہ سنجیدہ تھا۔ کوئی سنگین مذاق ہونے جا رہا تھا۔ اس شخص کی آنکھوں کو اس نے بغور دیکھا تھا۔

"کیا دیکھ رہی ہو ان آنکھوں میں...... کیا اپنا عکس؟" وہ مسکرایا تھا۔ "لیکن یہاں تو دور دور تک تمہارا کوئی نام و نشان نہیں۔ دیکھو میری آنکھوں میں غور سے دیکھو۔ تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔ کچھ دکھائی نہیں دے گا۔ کیونکہ یہاں کچھ ہے ہی نہیں۔ میری دیوانی ہو نا' میرے عشق میں پاگل...... بہت دکھ ہوگا تمہیں تو' کتنی' کس قدر تکلیف ہوگی' ہے نا؟ یہ جان کر کہ جس کے لیے تم پاگل ہو اس کے دل میں تمہارے لیے رتی بھر بھی جگہ نہیں۔"

وہ بدستور مسکرا رہا تھا۔ یہ شاید طنز کا کوئی انداز تھا یا پھر وہ اس کا مذاق اڑاتے ہوئے محض محظوظ ہو رہا تھا۔

"میلوں کا...... نہیں' صدیوں کا فاصلہ طے کیا تم نے...... اسے دیوانگی کی حد نہیں کہا جائے تو' اور کیا کہا جائے...... اقدام پر ستائش ہے یقیناً مگر...... افسوس تمہارے اس اقدام کے لیے میرے پاس کوئی اجر نہیں۔"

وہ کسی درجہ دھیمے لہجے میں افسوس کر رہا تھا۔ نظریں بغور اس کے چہرے پر تھیں۔

"حسین ہو۔ بے حد پرکشش ہو۔ ذہین بھی ہو' مگر افسوس سراہنے والی کوئی نظر نہیں۔ ہے نا کس قدر دکھ کی بات...... دو قدم چلنا کتنا دشوار ہے' اور تم نے سات سمندر پار کر لیے۔ بے خوف و خطر...... کود پڑیں اس آگ میں...... یہ تک نہ سوچا کہ جل جاؤ گی تو کس کام آئے گی یہ ساری محنت......

رائیگانی کا دکھ تمہیں جینے دے گا؟

حسین آنکھیں بجھیں گی تو ان کی جوت کتنے جہاں جلا کر اپنے ساتھ خاکستر نہ کر لے گی......

یہ آتش جو تمہارے اندر ہولے ہولے دہک رہا ہے' اس کی تپش تو برف کے تودوں کو بھی پگھلا سکتی ہے۔ کسی بات کی فکر نہیں تمہیں؟ ہونا دیوانی...... میری دیوانی۔"

کتنی گہری مسکراہٹ تھی اس شخص کے لبوں پر اس گھڑی...... اور طالیہ جبران کی نگاہ کیسی ساکت تھی۔

"یہ آنکھیں...... دیکھو تو کتنے عکس ہیں ان میں...... سچ کہو یہ دیے میرے نام سے ہی روشن ہے نا...... یہ ساری روشنی میرے لیے ہی ہے نا۔ اس چہرے کی ساری دلکشی...... ساری رعنائی۔"

بہت ہولے سے ہاتھ بڑھا کر شہادت کی انگلی سے اس کے چہرے کو چھوا تھا۔

میرے لیے ہے نا۔

مجھ ہی سے قائم ہے نا یہ تازگی......

یہ سادگی...... یہ لبوں کا گداز...... یہ دہکتے انگارہ سے عارض......

نہ دیکھوں تو کتنی ناانصافی ہوگی......

نہ سراہوں تو اس بنانے والے کی قدرت سے منحرف ہونے کا جرم سرزد ہوگا......

اتنی دیوانگی...... اتنی بے خودی...... اتنی دلکشی......

ایک دہکتی ہوئی آگ' اور خاکستر کر دینے والی تپش...... نہ چاہوں تو بغاوت ہوگی ناں؟"

وہ بغور اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

طالیہ جبران ساکت سی اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔ جب اس کے لبوں پر بڑی دھیمی سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

"مگر کیا کروں کمبخت دل مائل ہی نہیں۔ کیا کروں' بولو کیا کروں۔ اگر کوئی جادو منتر آتا ہے تو کام چلا لو۔ کر سکتی ہو تو اپنے بس میں کر لو۔ میں تو آزاد فضاؤں کا باسی ہوں۔ بلندیوں پر اڑنا اور رکنا جس کا شیوہ ہے۔ کسی ایک مقام پر رکنا' اور قیام کرنا جسے آتا ہی نہیں اور......

مگر تمہارے پاس تو ضرور ہوگا کوئی ٹونا' جھوٹ مت کہنا۔ تمہاری نظر بتا رہی ہے' بہت سے منتر باندھ کر لائی ہو اپنے سنگ اس آنچل میں...... جھوٹ مت کہنا۔ تمہاری ان آنکھوں میں بھی ایک جادو ہے۔ ایک انجانا نشہ ہے۔ نظر بے ارادہ بھی پڑے تو بے خودی طاری ہونے لگتی ہے' مگر کیا کروں اس دل کا...... کیا کروں اس نظر کا جو مائل بہ کرم ہی نہیں۔ ستم کروں گا تو تمہیں تکلیف ہوگی...... ہے نا؟' مگر کیا کروں میرے پاس' اور کوئی راستہ نہیں۔"

وہ متواتر مسکرا رہا تھا' اور وہ خاموشی سے اس شخص کی سمت دیکھ رہی تھی۔ جسے سمجھنے کا دعویٰ وہ کبھی نہیں کر سکتی تھی۔ گنتی کی جتنی بھی ملاقاتیں ہوئی تھیں' وہ انگلیوں پر شمار کی جا سکتی تھیں' مگر ہر ملاقات میں اس کے تیور بہت مختلف تھے۔ جانے کتنے رنگ تھے اس کے...... کتنے روپ......

"بہت بھولی ہے یہ صورت...... بہت معصوم...... کیا کروں جھوٹ بولنا بھی چاہوں تو دل مانتا نہیں۔ سچ کہوں اس بھولی صورت کی سادگی مجھے جھوٹ بولنے نہیں دیتی۔ یہاں کے وصف اور ہیں۔ بہت عجیب دنیا ہے۔ رنگوں سے بھری۔ کہا تھی لیے ہوئے تم تو دور دیس سے آئی ہوئی

گویا کوئی پری لگتی ہو۔ اوں ...... ہوں نہیں ہوگا تمہارا گزارا یہاں؟"

وہ بہت ہولے سے سر نفی میں ہلاتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ نظر اب بھی بغور اسے دیکھ رہی تھی۔

"تمہارے پر ٹوٹ جائیں گے' اور پھر تم اڑنا بھی بھول جاؤ گی۔ بہت چکا چوند ہے یہاں۔ تمہاری نظر تو پہلے ہی خیرہ کر دینے والی ہے۔ اتنی روشنیوں میں بینائی چلی جائے گی تمہاری۔ یہ جو دہکتا ہوا روپ رنگ ہے نا' سب دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔ کسی کام نہیں آئے گی یہ سادگی......"

میری مانو' چلی جاؤ یہاں سے' کچھ نہیں بگڑا اب بھی...... بہت تھوڑی دور آئی ہو ابھی تم۔ سدباب ہو سکتا ہے۔ کوئی تدبیر کارگر ہو سکتی ہے۔ ابھی وقت بہت زیادہ نہیں گزرا' سب سے بڑھ کر تمہارا روپ سروپ...... ابھی سب ویسا ہے۔ کچھ بھی نہیں بگڑا' کچھ بھی نہیں ابھی لوٹنا آسان ہے' لوٹ جاؤ۔ اچھی لگی ہو' سو مخلصانہ مشورہ دے رہا ہوں۔

کچھ نہیں ہے اس جہاں میں تمہارے لیے...... یہ دنیا تمہارے لیے نہیں ہے۔ تم یہاں کا حصہ نہیں ہو۔ تمہاری بقا یہاں ممکن نہیں ہے' سو لوٹ جاؤ۔ بھول جاؤ سب' کچھ' بھلا دو جو یاد ہے...... سمجھو کوئی خواب تھا جو دیکھا' سو گزر گیا وہ۔

باور کرا لو خود کو کہ میں نیند میں تھی۔ یقینی دہائی کراؤ خود کو کہ میں بروقت بیدار ہوئی ہوں...... کسی نقصان کا احتمال مت کرو۔ سوچو بھی مت جو ہوا' سو ہوا۔ یہ دنیا تمہاری نہیں ہے' میں تمہارا نہیں ہوں' سو کچھ بھی تمہارا نہیں ہے۔ جاؤ جا کر دور پریوں کے دیس آباد کرو۔ وہ جہاں بساؤ جن میں تم جی سکتی ہو۔ جس میں تمہاری بقا و سلامتی کو کوئی خطرہ نہیں۔ وہاں جہاں تمہیں کچھ کھونے کا ڈر نہیں۔ وہاں جہاں تم جی سکتی ہو۔"

اس کے مدھم لہجے کا بھرم کھلا تھا۔ وہ عقدہ سامنے آیا تھا جو اس تمام لب لباب کا خاصہ تھا۔ اب اس دھیمے لہجے کی خاصیت سمجھ میں آئی تھی۔ وہ مدعا سمجھ میں آیا تھا' جسے کہنے کے لیے اس نے لمبا چوڑا قصد کیا تھا۔ ایک طویل تمہید باندھی تھی۔

تو یہ تھا مدعا......

ادیان حاکم چغتائی انتہائی کمزور واقع ہوا تھا۔ وہ اس کے اعتماد سے خوفزدہ ہوا تھا' اور ایک نئی راہ اپنائی تھی۔

توجہ' اور نرمی کی راہ......

دھیمے' اور سبک پن کی راہ......

میانہ روی کی راہ......

اپنے متوقع نتائج حاصل کرنے کے لیے وہ اپنے گراف سے نیچے آ گیا تھا۔ رف اینڈ ...دکھانے والا شخص اس لیے کتنا نرم خو ہو رہا تھا۔

خود غرضی کی حد تھی......

تو وہ واقف تھا کہ اپنے متوقع نتائج حاصل کرنے کے لیے کیا کیا انداز و اطوار اختیار کیے جاتے ہیں۔ وہ وقت' اور حالات کے مطابق اپنی ساخت تبدیل کرنا جانتا تھا۔ اس کی کیفیت ...سیال مادے کی سی تھی۔ لچک پذیری کی حد تھی۔

مگر سب کچھ اس کے اپنے مفاد کے لیے تھا۔ سارے اقدامات فقط اپنے فائدے کے لیے تھے' جو اقدام وہ اس لمحے سرانجام دے رہا تھا' اسے دوسرے لفظوں میں شاید انگلی ٹیڑھا کرنا ...کہتے ہوں گے یا پھر......

وہ بغور اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ خود کو پُر اختیار رکھنا چاہتی تھی۔ حوصلے کھونا نہیں چاہتی تھی' مگر آنکھوں میں اچانک در آنے والی نمی کو وہ اس لمحے میں روک نہیں سکی تھی۔ کتنے سمندر آن ...رکے تھے ان آنکھوں میں......' مگر وہ اب بھی کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی۔ ہارنا نہیں چاہتی تھی۔ ...شاید سے وہ سر اٹھائے اس کی سمت دیکھتی ہوئی' وہ اس کے سامنے کھڑی تھی' مگر وہ بہت ...دھیمے سے مسکراتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے حسن' اور ذہانت جیسی خصوصیات لڑکیوں میں بہت اچھی لگتی ہیں۔ یو نو بیوٹی ود ...برین --- امپریسڈ...... آئی امپریسڈ...... آئی تھنک تم اس خوبصورت چہرے کے پیچھے چھپے اس ...دماغ کو ضرور استعمال کرو گی۔ یو ہیڈ...... تھنک اباؤٹ اٹ بے بی...... مسٹ تھنک اباؤٹ اٹ ...مائنڈ اٹ...... ون تھنگ...... دی رزلٹ ہیڈ بی پوزیٹو۔"

اس کے چہرے کو بہت ہولے سے تھپتھپاتے ہوئے وہ مسکرایا تھا۔ اسے بغور دیکھا تھا' اور پھر واپس پلٹ گیا تھا۔

کتنا وقار تھا اس چال میں...... بھاری اٹھتے ہوئے قدموں میں کتنی مضبوطی تھی۔ کتنا غرور تھا۔ جیسے وہ ساری دنیا کو اپنے ان بھاری قدموں تلے روند سکتا ہو......

جیسے وہ سب باتوں پر اختیار رکھتا ہو......

جیسے ہر شے اس کے بس میں ہو......

وہ جو چاہے...... جب چاہے...... کر سکتا ہو......

ادیان حاکم چغتائی کے خود سے دور جاتے قدموں کو وہ ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس چوڑی پشت کو متواتر دیکھ رہی تھی۔ وہ شخص یقیناً بہت مشکل محاذ تھا۔

اور شاید......

اس ضمن میں ہار اس کا مقدر ہوا تھی۔

حوصلے کس قدر پست ہو رہے تھے۔ کتنی ٹوٹ پھوٹ ہو رہی تھی اندر کہیں' سارے وجود میں انتشار سا پا تھا' مگر وہ ساکت سی کھڑی تھی۔

شاید وہ خود کو بکھرتے دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

جیسے اس کے لیے اپنی شکست دیکھنا انتہائی مشکل امر تھا۔

●⊕●

دانیال چاچو ان دنوں بہت مسرور تھے۔ ان کی منگنی کے حوالے سے جو تیاریاں ہو رہی تھیں' وہ یقیناً قابل رشک تھیں۔ خوش تو شاید وہ محترمہ بھی بہت تھیں۔ جبھی اپنی ہونے والی سسرال کے چکر کچھ زیادہ ہی لگا رہی تھی۔ شاید اپنی سسرال اسے کچھ زیادہ ہی پسند آ گئی تھی۔ وجہ شاید وہ پذیرائی بھی ہو سکتی تھی جو اسے اس گھر میں رہنے والے افراد سے مل رہی تھی۔ اعتبار حسن پیرزادہ کو تو لگتا ہے وہ آج کل قیام پذیر ہی یہاں ہے۔ کم از کم اعتبار کو تو ایسا ہی لگتا تھا۔

وہ زینہ اتر رہا تھا' جب وہ سامنے ہال میں سب کزنز کے درمیان بیٹھی نظر آئی تھی۔ غالباً خوش گپیوں کا دور دورہ تھا۔ موصوفہ کے چہرے پر بڑی خوشگوار ہنسی بکھری ہوئی تھی۔ وہ جانے کیوں بجائے ناک کی سیدھ پر چلتے ہوئے باہر نکلنے کے اس طرف آ گیا تھا۔

"اوہ' اپنے اعتبار پیرزادہ بھی یہیں ہیں۔ خیریت' آج شام کا کوئی پروگرام نہیں؟" احمر اسے ریموٹ ہاتھ میں لیے بے فکری سے چینلز بدلتے ہوئے دیکھ کر مسکرایا تھا۔

"یہ آج کل اعتبار پیرزادہ کو ہو کیا گیا ہے؟" نگہت نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے سمی کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

"ہاں کچھ کچھ بدلا ہوا تو لگ رہا ہے ان دنوں۔"

سمی نے بھی با آواز بلند تجزیہ کیا تھا۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ آواز اس تک بخوبی پہنچ رہی تھی۔ جبھی ردا نے براہ راست مخاطب کرنا ضروری خیال کیا تھا۔

"اے اعتبار پیرزادہ معاملہ کیا ہے؟ قربانی کا بکرا تو دانیال چاچو بننے جا رہے ہیں' جان پر تمہاری کیوں بن آئی ہے؟" وہ شرارت سے مسکراتی ہوئی اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ مگر وہ بنا جواب دیئے' بنا کوئی تاثر دیئے۔ اس لمحے بہت دھیمے سے مسکرا دیا تھا۔

"کیا کہوں' تمہیں کچھ خبر ہو تو کہوں۔" نگاہ فینانہ بیگ پر ایک لمحے کو ٹھہری تھی۔ لہجہ دھیما اور کسی قدر ذو معنی تھا۔ جیسے وہ مخاطب تو ان سب سے تھا' مگر در حقیقت مخاطب کوئی اور تھا۔

"او...... و...... مجنوں ہو گئے اپنے میاں اعتبار تو۔" ردا نے مسکراتے ہوئے تیر اچھالا تھا' اور پورے غول میں ایک کھلبلی سی مچ گئی تھی۔

"ہاں یہی سمجھ لو۔ جادو چل گیا ہے مجھ پر کوئی وار ہوا ہے۔ بے حد خطرناک قسم کا' اپنے ... میں کرلیا ہے کسی نے' مجھ کو پاگل کر دیا ہے کسی نے' عجب دیوانہ سا بنا دیا ہے۔ دن کو شب سے' شب ... دن کو کوئی نسبت نہیں رہی۔" اس کا لہجہ دھیما تھا' مگر آنکھوں میں حد درجہ شرارت تھی۔

... سنجیدہ نہ تھا۔

"اوہو' کس نے دیوانہ بنا دیا تمہیں' کچھ ہمیں بھی تو پتا چلے۔" ثنا نے مسکراتے ہوئے ... دریافت کیا تھا۔

"ہاں تاکہ ہم اگر سنگ ہاتھ میں اٹھائیں تو ہمیں تمہارا سر یاد رہے۔" عمران نے ... ہوئے کہا تھا۔

فینانہ بیگ اس لمحے سر جھکائے بہت بے تاثر نظر آ رہی تھی۔ وہ یقیناً اس ماحول میں خود کو ... ان فٹ محسوس کر رہی تھی۔ یہ ماحول' یہ انداز اس کے لیے یقیناً اجنبی تھا۔ چہرے کی رنگت کسی قدر متغیر سی تھی۔

اعتبار پیرزادہ نے مسکراتے ہوئے بغور اس چہرے پر نگاہ کی تھی۔

"شش... ایسی باتیں عام نہیں کی جاتیں۔ دلوں کی باتیں دلوں میں راز بن کر دبی ... تو بہتر ہے۔" احمر نے مسکراتے ہوئے چھیڑا تھا۔

... کے یہ حضرت تو کام سے۔" ردا نے مکمل طور پر افسوس کیا تھا' مگر اعتبار پیرزادہ بہت مسرور سا مسکرا رہا تھا۔

"ہے کون وہ؟" سمی کو تجسس ہوا تھا۔

"خود پوچھ لو نا۔" اعتبار پیرزادہ کی نگاہ میں بھرپور شرارت تھی۔ نگاہ اس کی سمت کی تھی جو ... بنا ہے یکسر اجنبی نظر آ رہی تھی۔ شاید دانستہ نگاہ چرا رہی تھی۔

"ہیں...... کہاں ہے وہ؟ کس سے پوچھیں بھائی؟"

عمران نے حیرت سے فوت ہوتے ہوئے اعتبار پیرزادہ کی سمت دیکھا تھا۔ باقی دیگر کی کیفیت بھی اسی قدر حیرتوں میں ڈوبی ہوئی تھی' مگر اعتبار پیرزادہ مسکرا دیا تھا۔ بڑی دلفریب مسکراہٹ تھی۔ یقیناً وہ بہت محظوظ ہو رہا تھا۔

"بہت قریب' بہت پاس' یہیں کہیں۔" بہت مدھم لہجے میں مطلع کیا تھا۔

"کہاں؟" سب چیخے تھے۔

اعتبار پیرزادہ نے بہت ہولے سے اس چہرے پر نگاہ کی تھی۔ وہ بھی اس لمحے اسی کی جانب متوجہ تھی۔ اعتبار پیرزادہ کے دیکھنے پر وہ چونکی نہ تھی۔ نہ ہی نگاہ جھکی تھی۔ بہت پُر اعتماد تھی وہ ... وہ بہت اطمینان سے اس کی سمت دیکھتا ہوا مسکرا رہا تھا۔

"ڈھونڈ لو اگر لگن ہے تو۔"

"پر کہاں...... او بھائی' یہ بھی تو بتا دے ذرا' ڈھونڈیں کہاں' یہ تو ہمارے ساتھ کون بنے گا کروڑ پتی تو نہیں کھیل رہا؟' مگر ان کے لیے بھی چار عدد آپشن دیے جاتے تھے۔ تو بھی کچھ رحم فرما۔"

عمیر نے اس کے آگے جھک کر ہاتھ جوڑ دیے تھے۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

لبنانہ بیگ اس ماحول سے اجنبی ہو جانا چاہتی تھی مکمل طور پر' شاید تبھی نظریں بھی پھیر لی تھیں۔ چہرے کا رخ بھی موڑ لیا تھا' مگر ان تمام باتوں کو اپنی سماعتوں تک آنے سے وہ نہیں روک سکی تھی۔

"اب بتا بھی چکو اعتبار۔" ردا جھنجلائی تھی۔

"میری ان آنکھوں میں...... دل میں......"

وہ بہت مسرور سا مسکرایا تھا۔ انداز کسی قدر دیوانگی لیے ہوئے تھا' مگر ان سب کے منہ جیسے بری طرح کڑوے ہوئے تھے۔

"ڈونٹ بی اسٹوپڈ اعتبار پیرزادہ' میں پہلے ہی جانتی تھی' تم بے پر کی اڑاتے ہوئے ہمیں بے وقوف بنا رہے ہو۔ تم جیسا شخص ایسا کر ہی نہیں سکتا۔" ردا اس صورتحال سے کچھ زیادہ ہی بے کیف ہو رہی تھی' مگر اعتبار پیرزادہ ہنس دیا تھا۔

"ردا ٹھیک کہہ رہی ہے۔ تم کبھی سنجیدہ نہیں ہو سکتے اعتبار پیرزادہ۔"

عمیر نے بھی ان خواتین کا ساتھ دیا تھا۔ بھی اشعر میدان میں کودا تھا۔

"ڈال ڈال منڈلانا چھوڑ دو میاں۔ بہت پھر لیے اور لوز کی ایک جگہ کے ہو لو اب۔"

خالص دادی اماں والا انداز تھا۔ سب مسکرانے پر مجبور ہو گئے تھے۔

اعتبار پیرزادہ نے ایک مسکراتی ہوئی نگاہ اس رخ پھیرتے ہوئے چہرے پر ڈالی تھی جو اس کی جانب قطعاً متوجہ نہ تھا۔ وہ بہت ہولے سے گویا ہوا تھا۔

"یہ عشق...... محبت...... پیار و یار...... بہت جان جوکھوں کا کام ہے۔ جاں کا سودا ہے۔ زندگی کا زیاں ہے اور...... فی الحال ایسا کوئی خلل اعتبار پیرزادہ کے سر نہیں سمایا۔ جو کرتے ہیں ان سے پوچھو ذرا...... کتنی کس قدر مشکل میں ہے ان کی جاں۔" اعتبار پیرزادہ نے مسکراتے ہوئے لبنانہ بیگ کی سمت اشارہ کیا تھا۔

اس اچانک حملے پر وہ چونک گئی تھی۔ نظریں ساکت سی اس شخص پر جمی رہ گئی تھیں۔ اس کی کیفیت کے پیش نظر تمام لڑکیاں اعتبار پیرزادہ کو کسی قدر خفگی سے تکنے لگی تھیں۔

"اعتبار' تم بھی نا بس......" کسی نے باقاعدہ ڈپٹا تھا۔

"کبھی سنجیدہ بھی ہو جایا کرو۔ ہر وقت کا مذاق اچھا نہیں ہوتا۔" ردا نے بھی بھرپور خفگی ظاہر کی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں مذاق کر سکتا ہوں۔ وہ بھی اس قدر سنگین......" اعتبار پیرزادہ نے دریافت کیا تھا۔ پھر اسی قدر سرسری انداز میں گویا ہوا تھا۔

"محبت یقیناً مذاق نہیں۔ اچھا خاصا سنجیدہ کھیل ہے۔ لبنانہ بیگ سے ہی پوچھ لو۔ کیوں لبنانہ بیگ کیا کہیں گی آپ؟ خاصی ماہرانہ رائے ہو گی آپ کی تو...... سب آپ کی مستند رائے جاننے کے لیے یقیناً منتظر ہیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے ان آنکھوں میں جھانک رہا تھا' جو حیرتوں سے بھری ہوئی تھیں...... الجھنوں سے پُر تھیں......

اعتبار پیرزادہ کے مخاطب کرنے پر کیسی وحشت بھر آئی تھی ان آنکھوں میں...... چہرے کا رنگ کیسے فق سا ہو گیا تھا......' مگر اعتبار کے چہرے پر اس گھڑی بہت دلفریب مسکراہٹ رکی ہوئی تھی۔ وہ اسی طرح مسکراتا ہوا اٹھا تھا' اور چلتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

حسن کو حیران کرنا یقیناً ایک' مگر دلفریب امر تھا۔ بڑی انوکھی بات تھی' اور اعتبار پیرزادہ نے تو حسن کو کسی قدر پریشان کر دیا تھا۔ یقیناً وہ اپنے پیچھے لبنانہ بیگ کی جان کسی قدر مشکل میں چھوڑ آیا تھا۔

تسکین والی بات تھی نا۔ شاید اسی لیے اس کے لبوں پر بڑی مسرور سی مسکراہٹ تھی' اور آنکھیں چمک رہی تھیں۔

●☺●

"کہاں ہوتے ہو آج کل؟ ایک ذرا جاب کر لینے سے تم اتنے مصروف ہو گئے ہو؟"
غادیہ نے آہن کو دیکھتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ بہت دھیمے سے مسکرا دیا تھا۔ پھر اسی قدر آہستگی سے گویا ہوا تھا۔
"آپ کو کوئی کام تھا کیا؟"
"کام ہاں کہا تو تھا کہ رنگ لینے جانا ہے۔ وقت ہو تو بتا دینا' مگر تمہارے پاس شاید وقت نہیں تھا' یا پھر مصروفیت کے باعث تمہیں یاد نہیں رہا۔" وہ مسلسل اپنے سیل فون پر کوئی نمبر ملانے کی کوشش کر رہی تھی' مگر شاید لائن بزی مل رہی تھی۔ اسی باعث اس کا انداز کسی قدر جھنجلایا ہوا تھا۔ آہن نے اسے بغور دیکھا تھا' پھر چہرے کا رخ پھیر لیا تھا۔
"آئی ایم سوری۔" وہ بولا تھا تو لہجہ بہت مدھم تھا۔ شاید وہ واقعی شرمندہ تھا۔
غادیہ نے اپنا ہاتھ روک کر لمحہ بھر کو اسے دیکھا تھا۔
"خیریت؟ کچھ ڈسٹرب لگ رہے ہو۔ اینی پرابلم؟"
آہن نے چونکتے ہوئے اسے دیکھا تھا پھر مسکرا دیا تھا۔ "نہیں' ایسی کوئی بات نہیں۔"
"میں نے ایک بات نوٹ کی ہے آہن۔" وہ قدرے توقف سے کچھ سوچتی ہوئی پرخیال انداز میں مسکرائی تھی۔
"کیا؟" وہ چونکا تھا۔
غادیہ نے اپنے سامنے کھڑے آہن فریدوں خان کو بغور دیکھا تھا۔
"تبدیل ہو رہے ہو کچھ۔ شاید بڑے ہو گئے ہو یا پھر مجھے ہی بڑے بڑے لگ رہے ہو۔" وہ مسکرائی تھی۔
"رئیلی غادیہ میں نے لکھ لکھ کر پریکٹس کی تھی۔ کئی بار دہرایا بھی تھا تمام جملوں کو' مگر پھر بھی میں بھول گیا۔"
وہ مسکرا رہا تھا۔ یقیناً وہ سنجیدہ نہ تھا۔ شاید Possess کرنا چاہ رہا تھا جو اس نے کہا'

وہ محض مذاق تھا۔ شاید اسے خود کو کمزور ظاہر کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔ شاید وہ اس ایک کمزور لمحے پر اپنی گرفت مضبوط کرنا چاہ رہا تھا۔ غادیہ نے اسے دیکھا تھا۔ پھر بہت دھیمے سے مسکرا دی تھی۔
"ابھی تک عادت بدلی نہیں تمہاری؟"
"کون سی؟"
"وہی خود کو نارمل ثابت کرنے والی۔"
"نارمل نہیں' سپر مین۔" آہن نے ہنستے ہوئے وضاحت کی تھی۔
"ہاں وہی' لیکن سنو اب تم بڑے ہو چکے ہو۔ یہ عادت بدل لو۔ کم از کم خود کو باور کرانا ہی ہو گا کہ تم جھوٹ نہیں بول سکتے۔"
وہ کچھ نہیں بولا تھا۔ سر جھکائے کھڑا رہا تھا۔ غادیہ نے اسے بغور دیکھا تھا' پھر مسکراتے ہوئے اس کے شانے پر بہت ہولے سے اپنا ہاتھ دھر دیا تھا۔
"دوستی دور جانے سے یا قریب رہنے سے مربوط نہیں ہوتی آہن۔ دوستی دوستی سے مربوط ہوتی ہے۔ پھر چاہے دور رہیں یا پاس..... فرق نہیں پڑتا' اور یوں بھی فی الحال تو میں کہیں نہیں جا رہی۔ منگنی ہو رہی ہے' رخصتی نہیں۔" وہ اس کی سمت دیکھتی ہوئی مسکرائی تھی۔ وہ بھی مسکرا دیا تھا۔
"یہ تم اپنے ہاتھ پیچھے کیوں چھپا رہے ہو؟ بچپن کی طرح ہوم ورک نہ کرنے پر اپنی ٹیچر سے مار پڑی ہے؟" اس کے پیچھے بندھے ہاتھوں پر نگاہ گئی تھی تو گویا ہوئی تھی۔
وہ مسکرا دیا تھا' مگر تب بھی ہاتھ سامنے نہیں کیے تھے۔
"آپ کو یاد ہے غادیہ' جب ایک بار ہاتھ پر چوٹ لگنے کے باعث میں اپنا ہوم ورک کمپلیٹ نہیں کر سکا تھا اور.....
"اور تمہارا ہوم ورک میں نے مکمل کر دیا تھا۔"
"اور ٹیچر نے میری چوری پکڑ لی تھی۔"
"اور پھر تمہیں بیچ بیچ سزا ملی تھی۔"
"ہاں' لیکن دوسرے دن جب آپ نے' اور اما نے میرے سکول جا کر میری ٹیچر سے وضاحت کی تھی تو وہ بہت شرمندہ بھی ہوئی تھیں۔"
"شرمندہ اس لیے ہوئی تھیں کہ تم اپنا وہ زخمی ہاتھ پینٹ کی جیب میں چھپائے بیٹھے تھے۔ اگر ٹیچر کے دریافت کرنے پر ہاتھ دکھانے کی زحمت کر لیتے تو یقیناً اس پنشمنٹ کی نوبت نہیں آتی۔" غادیہ بیتے ہوئے دن یاد کر رہی تھی۔ چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ تھی۔
"مجھے تب بھی اپنی تکلیف کسی اور سے شیئر کرنا نہیں آتا تھا غادیہ۔" وہ کل کو سوچتا ہوا

مسکرایا تھا۔

"اور آج؟" غادیہ نے اسے بغور دیکھا تھا۔

آہن فریدوں نے ایک نظر اسے دیکھا تھا۔ پھر بہت آہستگی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پتا نہیں یہ اچھا ہے یا پھر بہت برا' مگر میرے لیے یہ باعث تشویش ضرور ہے۔ آپ نے میری عادت بہت بگاڑ دی غادیہ۔" وہ یقیناً افسوس کر رہا تھا۔ غادیہ نے اسے دیکھا تھا' پھر سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"یہ اچھی بات نہیں آہن اٹس ناٹ اے ہیلدی سائن۔ یہاں سب تمہارے بہت اپنے ہیں۔ تم بڑے ہو چکے ہو۔ مطلع کر دو خود کو' بچگانہ عادتیں ترک کر دو۔ وہ سکول میں ٹیچر سے زخمی ہاتھ چینٹ کی جیب میں چھپانے والا زمانہ گزر گیا۔ تب یقیناً تم بچے تھے' مگر اب نہیں ہو۔ سمجھ داری کے وصف تمہیں کب آئیں گے' آہن فریدوں خان؟ عقل و خرد مندی کے در تمہاری طرف کب وا ہوں گے؟ جانتے ہو اس طرح کرتے رہنے سے کس کا نقصان ہوگا؟ فقط تمہارا اپنا...... خود کو خود سے مت چھپاؤ آہن۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ تم ابھی تک خود اپنے آپ کو نہیں پہچان پائے ہو اور......"

وہ بول رہی تھی۔ جب اس نے کسی قدر سرسری انداز میں اپنا بایاں ہاتھ اٹھا کر کلائی پر بندھی رسٹ واچ کو دیکھا تھا' پھر بہت ہولے سے پیچھے چھپا ہاتھ نکال کر اس کے سامنے کر دیا تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو غادیہ انعم۔ ہیپی ریٹرنس آف دی ڈے۔"

شب کے بارہ بجے...... اس کی جانب سفید پھولوں کا گلدستہ بڑھاتے وہ مسکرا رہا تھا' اور غادیہ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔ یقیناً اس اقدام سے وہ حیران ہوئی تھی' مگر دوسرے ہی پل بہت دھیمے سے مسکراتے ہوئے اس نے وہ بکے آہن کے ہاتھوں سے لے لیا تھا۔

"تم...... آہن' تم جان بوجھ کر وقت گزارنا چاہ رہے تھے' بے معنی باتیں کر کے' ادھر ادھر کے قصے چھیڑ کر' اور میں......" وہ یقیناً اپنے جذباتی ہونے پر بے حد شرمندہ ہوئی تھی' مگر آہن مسکرا دیا تھا۔

"آج بارہ یقیناً بہت دیر سے بجے۔" انداز شرارت سے پُر تھا۔ غادیہ اسے دیکھتی ہوئی مسکرا دی تھی۔

"تمہیں مجھے' اور میری باتوں کو جھیلنا مشکل لگ رہا تھا۔" وہی ڈپٹنے والا انداز تھا' مگر وہ فقط مسکرا دیا تھا۔ کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تبھی وہ گویا ہوئی تھی۔

"اینی ویز' تھینکس آ لاٹ۔ تم ہمیشہ کی طرح آج بھی نہیں بھولے۔"

"اور آپ ہمیشہ کی طرح آج بھی بھول گئیں۔" آہن نے جتایا تھا۔

وہ مسکرا دی تھی۔ اسے بغور دیکھا تھا۔ آنکھوں کے سامنے ایک چھوٹا سا بچہ اپنے ہاتھوں میں پھول لیے اپنے سامنے کھڑا نظر آیا تھا' مگر وہ دوسرے ہی پل سر جھٹکتے ہوئے سارے منظر سے نگاہ پھیرتے ہوئے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"کیا ہوا؟" آہن نے اسے دیکھا تھا۔

"اوں...... ہوں۔" اس نے دھیمے سے مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"وہ چھوٹا سا بچہ یاد آ گیا' جو کل پھول لیے آپ کے سامنے کھڑا تھا؟"

"ہوں۔" غادیہ نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"مجھے بھی وہ نہیں بھولا' اور میں اسے بھولنا چاہتا بھی نہیں۔"

"بہت پیارا تھا وہ۔" غادیہ نے مسکراتے ہوئے یاد دلایا تھا۔

"شاید۔" اس نے سرسری انداز میں شانے اچکائے تھے۔

تبھی غادیہ کے پرسنل سیل پر رنگ ٹون بجی تھی۔ اس نے بڑی بے قراری سے سکرین پر دیکھی تھی۔ دوسری طرف یقیناً وہی تھا' جس سے بات کرنے کے لیے وہ متواتر ٹرائی کر رہی تھی۔ غادیہ نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"راحم کاظمی' وہی کال جس کا انتظار تھا' مگر میں جانتی ہوں' اسے میری برتھ ڈے کا دن شاید بھی یاد نہیں ہوگا۔"

مسکراتے ہوئے اس نے کال ریسیو کی تھی۔

"ہیلو راحم کاظمی' اتنی دیر سے کہاں بزی تھے تم؟"

"ہاں بہت بے قرار تھی۔ آئی ول نیور ڈونائے۔ اتنی دیر سے فون کیا اور......"

"پہلے بات تو سن لو۔" وہ بولا۔

"کیا سناؤ گے تم؟"

"محبت کا گیت۔ تم ساز چھیڑو فوراً...... شاباش......" وہ دوسری جانب سے مسکرا رہا تھا۔

"میں تان سین کی نواسی نہیں ہوں۔" وہ چڑ گئی۔

"جانتا ہوں' مگر تم یہ سنو۔"

وہ دوسری جانب کان سے فون ہٹا کر پیانو پر بڑی مدھر دھن بجا رہا تھا۔ وہ کتنی حیرت سے سن رہی تھی۔ کیونکہ وہ برتھ ڈے کی مخصوص دھن تھی۔

"ہاؤ واز دیٹ؟"

"مارویلس! (Marvellous) امیزنگ۔"

"تم ایکسپیکٹ نہیں کر رہی تھیں ناں؟" وہ دوسری جانب مسکرا رہا تھا۔

"ہاں۔" اس نے بہت ہولے سے سر ہلایا تھا۔

"ایک مزے کی بات بتاؤں؟ مجھے بھی یاد نہیں تھا۔ ابھی ابھی ماما نے یاد دلایا ہے۔" وہ یقیناً اسے چھیڑ رہا تھا۔

"جھوٹ بولنے کے آداب سیکھ لو حاتم کاظمی۔" وہ مسکرائی تھی۔

"کیوں؟ تم میرا جھوٹ پھر پکڑ چکی ہو؟" اس نے چہکتے ہوئے پوچھا تھا۔

"یقیناً۔" وہ مسکرائی تھی۔

وہ دوسری جانب ہنس دیا تھا۔

"مجھے بہت اچھا لگا۔" وہ مسرور سی گویا تھی۔

"کیا؟"

"تمہارا فون کرنا۔ میرے لیے وہ میٹھی سی دھن بجانا..... اور......"

"اور......؟"

"اور اتنے پیار سے وش کرنا۔" وہ مسکرائی تھی۔

"مجھے بھی بہت اچھا لگا تھا۔ جب جونیئر کیمرج میں اپنی ساتھی دوست نتاشا کو میں نے پہلی بار یہ دھن کمپوز کر کے اتنی ہی محبت سے سنائی تھی اور......"

"اور....." فادیہ کا موڈ یکدم بدلا تھا۔

"اور وہ تمہاری طرح خوش ہوئی تھی۔"

وہ یقیناً اسے شرارت سے چھیڑتے ہوئے ہنس رہا تھا' مگر فادیہ خان کے چہرے پر اس کے باوجود بہت دلکش' اور انوکھے رنگ تھے۔ یقیناً وہ جانتی تھی۔ وہ فقط ایک مذاق تھا۔ اس لیے اس کے چہرے پر ایک عجیب سی دلکشی اتری ہوئی تھی' جو تھوڑی دیر قبل ہرگز نہیں تھی۔ اس کے سامنے کھڑے آہن نے اسے دیکھا تھا۔ بغور اک نظر کی تھی' پھر بہت آہستگی سے پلٹ گیا تھا۔ یقیناً ان لمحوں میں اس کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔

●❁●
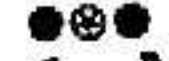
حوریہ کی شادی کی یہ رسمیں ہو رہی تھیں۔ حاکم چغتائی انکل کا حکم تھا کہ وہ تمام رسموں میں شرکت کرے' اس گھر میں رہتے ہوئے کمرے میں بند ہو کر رہا بھی نہیں جا سکتا تھا۔

وہ افسردہ تھی۔ حد درجہ دل گرفتہ تھی۔ بڑی ملول تھی' مگر یہ ممکن نہ تھا کہ وہ دروازہ بند کر کے بیٹھ جاتی۔ ہاں اس شام وہ دیر تک روتی رہی تھی۔ آنسو بہاتی رہی تھی' جب اذیان حاکم چغتائی نے اس کے ساتھ مس بی ہیو کیا تھا۔ لفظوں کی برچھیاں برسائی تھیں۔ پھر پے در پے وار کیے تھے۔ اس وقت تو

وہ اس کے سامنے تن کر مضبوطی سے کھڑی رہی تھی' مگر وہ لمحے بڑی شکست کے تھے..... بڑے انکار کے تھے۔

بہت ٹوٹ پھوٹ ہوئی تھی' وجود کے کسی علاقے میں۔

مگر یہ سب کچھ بہت خاموشی سے ہوا تھا۔

ان پژمردہ لمحوں میں اس نے کئی بار گئی کا نمبر ملایا تھا' مگر اس کے فون پر آنسرنگ مشین آن تھی۔ بات کرنا ممکن نہیں ہوا تھا' مگر اس نے فوری طور پر کوئی پیغام بھی نہیں چھوڑا تھا۔ وہ کوئی ادھوری بات بتا کر اسے پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی۔ شاید وہ بزی تھا۔ شاید شہر سے باہر تھا۔ اس نے اپنے طور پر اخذ کیا تھا' مگر اس گھڑی اسے کسی مخلص ہمدم..... کسی رفیق کی کمی پوری شدت سے محسوس ہوئی تھی۔ اس سے اگلے کئی دنوں تک وہ اس شخص کے سامنے نہیں آئی تھی۔ پتا نہیں کیوں کھینچی چھپاتی رہی تھی۔ نادانستہ طور پر یہ اقدامات سرزد ہو رہے تھے۔

شاید وہ واقعی بہت بے حوصلہ ہو چکی تھی..... بے ہمت ہو چکی تھی۔

اور شاید یہی وہ شخص چاہتا تھا۔

یہی اس شخص کی جیت تھی۔

خود کو باور کرواؤ اس شخص سے ہار رہی تھی۔ یہ کوئی قابل ستائش اقدام تو نہ تھا۔ اس نے اس شام خود کو باور کرا لیا تھا' اور ان ٹوٹی ہوئی ہمتوں سے پھر ایک بادبان تیار کر لیا تھا' اور اپنے خول سے باہر نکل آئی تھی۔ یقیناً اب وہ پہلے جیسی باہمت تھی' پُراعتماد تھی۔

اذیان حاکم چغتائی اسے اپنے مقابل دیکھ کر کسی قدر حیران ہوا تھا۔

"گئی نہیں تم اب تک؟" حیرت اس کی آنکھوں سے بھی چھلک رہی تھی۔

طالیہ جیران کتنے پُراعتماد انداز سے مسکرائی تھی۔

"آپ سمجھتے تھے میں چلی جاؤں گی؟"

قدرے فاصلے پر ڈھولک کی تھاپ پر بہت خوب صورت گیت گائے جا رہے تھے۔ لڑکیاں شادی کا مخصوص رقص کر رہی تھیں۔ سماں یقیناً بہت دلکش تھا' مگر اذیان حاکم چغتائی کو اپنے سامنے کھڑی وہ لڑکی یقیناً بہت بری طرح کھٹکی تھی۔

"بہت دور سے آئی ہوں نا..... کسی دور دیس سے..... پری ہوں میں..... بہت سا جادو ہے میرے پاس۔

میرے پروں سے محبتوں کی کہانیاں لپٹی ہوئی ہیں......

میری آنکھوں میں پیار کی لہریں بجتی ہیں۔ دیوانی ہوں نا آپ کی' عشق کرتی ہوں......

کتنی دوریوں کو سمیٹا ہے میں نے......

کتنی صدیوں کے فاصلوں کو عبور کیا ہے......
پھر کیسے؟ کیسے لوٹ جاتی...... میں تو محبت لائی ہوں سنگ......
کتنی بہت سی تپش، کتنی دلکشی...... کتنی رعنائی...... کیا سوچے بغیر چلی جاتی......
مجھے تو انہی جہانوں کی تلاش تھی......

انہی غیر آباد منظروں کو تو آباد کرنے کے لیے صدیوں کا سفر کیا میں نے......
پھر کیسے؟ کیسے وہ تمام کام ادھورے چھوڑ کر چلی جاتی...... منظروں میں رنگ بھرنا تھا نا...... دیوانی ہوں آپ کی۔ عشق کرتی ہوں پھر کیسے چھوڑ جاتی آپ کو...... محبت تو ساتھ سے مربوط ہے نا، ہم قدم چلنے سے...... پھر یہ محبت کی دیوی، یہ دور دیس کی پری کیسے تنہا چھوڑ جاتی آپ کو......

معافی چاہتی ہوں، آپ کی مرضی پر عمل درآمد نہیں کر سکی، مگر یہ بغاوت بہت ضروری تھی، وہ ساری محبت باقی رکھنے کے لیے...... جو اک دیوانی کو آپ سے تھی۔"

کتنے اعتماد سے وہ اس کے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ کتنا دم تھا اس کا لہجہ، مگر ادیان حاکم چغتائی کے اندر یکدم ہی طغیانی کی لہر اٹھی تھی۔

وہ یقیناً اسے اس کے لفظوں سے مات دینے کی کوشش کر رہی تھی۔ انجی سیدھی وہ تھی جتنی دکھائی دیتی تھی۔ ادیان حاکم چغتائی نے اس کے نازک سے ہاتھ کو یکدم ہی اپنی آہنی گرفت میں لے لیا تھا۔ یقیناً یہ اندرونی یورش کا نتیجہ تھا۔ اس کے اندر اک طوفان بپا ہو چکا تھا۔ طالیہ جبران بہت پرسکون انداز میں اس کے اندر کے جنگلوں کو آگ دے چکی تھی۔

"تم۔" کتنی جنونی گرفت اس کے ہاتھ پر رکھے وہ اسے انتہائی غصے سے دیکھ رہا تھا۔

تکلیف یقیناً شدید تھی۔ طالیہ کی کلائی بری طرح دکھ رہی تھی، مگر وہ بہت رسانیت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ شاید وہ اسے باور کرانا نہیں چاہتی تھی کہ وہ اسے کس درجہ تکلیف پہنچا سکتا ہے۔ وہ اسے اس بات کا ادراک دینا نہیں چاہتی تھی، تبھی گداز لبوں پر بہت دھیمی سی مسکراہٹ بکھرائے وہ اس کی سمت تکنے لگی تھی۔

"میری ایک مسکراہٹ برف کے تودوں تک کو پگھلا سکتی ہے۔ یہی...... یہی کہا تھا نا تم نے؟"

ادیان حاکم چغتائی نے اسے سرخ رنگ آنکھوں سے دیکھا تھا۔ پھر ایک نظر اس تقریب پر کی تھی، اور دوسرے ہی پل اسے کھینچتا ہوا وہ قدرے سنسان حصے میں لے گیا تھا۔ وہ یقیناً اس بات کا چرچا اس ماحول میں کرنے کا خواہاں نہ تھا۔ اس کی بہن کی شادی کی تقریب تھی، اور وہ یقیناً کسی طرح کی بدمزگی نہیں چاہتا تھا۔

طالیہ اس کی حرکت پر کسی قدر خوفزدہ ہوئی تھی، مگر ظاہر نہیں کیا تھا۔ وہ اسے بغور دیکھنے لگا تھا۔

"بہت شارپ سمجھتی ہو تم خود کو...... بہت چالاک...... کیا کرو گی تم...... بولو کیا کرو گی؟ بیان کرو گی، زچ کرو گی، میری راتوں کی نیند اڑا دو گی، قانون کی مدد لو گی، اپنے اور میرے تعلق کو سکینڈلائز کرو گی۔ اخباروں میں ایشو اٹھاؤ گی یا پھر لندن برج سے کود کر مر جاؤ گی؟ بولو کیا کرو گی تم؟" وہ اسے شانوں سے پکڑے بری طرح جھنجھوڑ رہا تھا۔

"کیا...... کیا سمجھتی ہو تم خود کو، بہت اوور اسمارٹ ہو تم۔ بہت توپ شے ہو تم، جو چاہو کر سکتی ہو، مجھے ہرا سکتی ہو، کیا کر سکتی ہو؟ بولو؟ مجھے خوفزدہ کرنا چاہتی ہو، کیا سمجھتی ہو ادیان حاکم چغتائی اتنا کمزور ہے؟ اتنا کمزور ہے کہ ایک لڑکی سے ڈر جائے۔ ڈرانا چاہتی ہو تم مجھے؟ مگر کیا کر سکو گی؟"

اس کا انداز کس قدر جارحانہ تھا، جیسے وہ اس کے وجود کو تہس نہس کر کے رکھ دینا چاہتا ہو۔

کیسی تپش نکل رہی تھی اس کی آنکھوں سے۔

"یو تھنک...... بٹ یو آر رونگ۔ ادیان حاکم چغتائی اتنا کمزور ہرگز نہیں ہے۔ تم ایسا کچھ نہیں کر سکو گی۔ کچھ بھی نہیں۔ جانتی ہو تمہارے اس سو کالڈ ریلیشن کی حقیقت میں ایک پل میں ختم کر سکتا ہوں، مگر مجھے صرف بابا کا خیال ہے۔ انہوں نے مجھے کسی طرح کے انتہائی اقدام سے باز رکھا ہوا ہے۔ منع کیا ہوا ہے کچھ بھی کرنے سے، ورنہ آج تم میرے سامنے اس طرح سر اٹھائے کھڑی نہ ہوتیں۔ مجھے کمزور مت سمجھو۔ ادیان حاکم چغتائی کمزور ہرگز نہیں ہے۔"

ہاتھ اٹھائے وہ اسے باور کرا رہا تھا، اور کتنی ساکت تھی اس کی نگاہ۔ کیسی ساکت سی وہ اس شخص کی سمت دیکھ رہی تھی۔

ادیان حاکم چغتائی نے اسے دیکھا تھا۔ پھر ایک جھٹکے سے اس کے وجود کو چھوڑتے ہوئے انتہائی غصے سے لب بھینچ کر اپنی نفرت کا اظہار کرتا ہوا پلٹا تھا، اور وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

طالیہ جبران کتنی دیر تک انہی تاریکیوں میں گہری ساکت سی اس سمت تکتی رہی تھی۔

●◉●
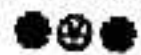
احمار بک شیلف کے سامنے کھڑا اپنی مطلوبہ کتاب تلاش کر رہا تھا، جب اس کی نظر دادا ابا کے ساتھ بیٹھے اس چہرے پر پڑی تھی۔ لبوں پر بہت دھیمی سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

وہ دادا ابا کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھی۔ یقیناً ان کو اپنی ہونے والی بہو سے بہت انسیت ہو گئی تھی۔ فقط دادا ابا ہی کیا، وہ تو پورے گھر کا دل جیت چکی تھی۔

احمار پیرزادہ اس کی سمت بغور دیکھ رہا تھا۔ جب لبنانہ بیگ کو کسی کے اپنی جانب دیکھنے

کا احساس ہوا تھا۔ اس نے غیر ارادی طور پر نگاہ اٹھائی تھی۔ سامنے وہ شخص نظر آیا تھا۔

یقیناً اعتبار پیرزادہ اس صورت حال سے محظوظ ہوتا مسکرایا تھا، مگر وہ یکدم ہی چہرے کا رخ پھیر گئی تھی۔ آنکھوں میں ناگواری کا تاثر بہت نمایاں تھا۔

اعتبار پیرزادہ کتابیں ادھر ادھر کرتے ہوئے اس سمت تکتا رہا تھا۔ شاید اسے زچ کرنے میں اسے لطف آتا تھا۔ عجب اک تسکین ملتی تھی۔

وہ یقیناً اس صورت حال سے پریشان تھی۔ کسی کا اپنی جانب متواتر دیکھنا بہت ناگوار گزر رہا تھا، مگر اعتبار پیرزادہ کو جیسے پرواہ نہیں تھی۔ بلکہ وہ کتاب شیلف پر دھرتے ہوئے اس لمحے یکدم ہی اس جانب پیش قدمی کر رہا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" قریب پہنچ کر یوں دریافت کیا تھا جیسے گہری جان پہچان ہو۔

"آؤ اعتبار بیٹا! فیانہ بیٹی سے بہت دلچسپ گفتگو ہو رہی ہے۔ بہت ذہین بچی ہے ماشاء اللہ۔ عموماً بچیاں اس عمر میں کتابوں میں دلچسپی نہیں لیتیں، مگر فیانہ کو نا صرف کتابوں سے دلچسپی ہے، بلکہ اس کا ذوق بھی بہت عمدہ ہے۔"

دادا ابا اپنی ہونے والی بہو کی بھرپور تعریف کر رہے تھے۔ اعتبار متاثر نہ ہوتا تو یقیناً ناانصافی ہوتی۔ شاید بھی وہ متاثر ہوتے ہوئے بڑے بھرپور انداز سے مسکرایا تھا۔

"بڑی بات ہے، حالانکہ ان کے ذوق کا اندازہ تو اس بات سے بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے دانیال چاچو کا انتخاب کیا۔ آئی ایم امپریسڈ۔" وہ سراہتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

دادا ابا اس کی طبیعت سے واقف تھے۔ شاید بھی ہنس دیے تھے۔ اعتبار کی نظروں نے اس چہرے کا طواف کیا تھا، جو اس لمحے سر جھکائے کسی قدر اجنبی نظر آ رہی تھی۔ یقیناً وہ ان موصوف کے پُرمزاح انداز سے محظوظ نہیں ہوتی تھی، مگر اعتبار پیرزادہ قطعاً بدمزہ نہ تھا۔ اس کے لبوں پر بدستور ایک دھیمی مسکراہٹ تھی۔

"دانیال چاچو سمیت، تمام گھر والوں کے دل جیت لینا یقیناً ایک بڑی کرانتی ہے۔ ان باتوں کے شواہد بتاتے ہیں کہ مستقبل قریب میں آپ کو ایسی بہو ملنے والی ہے، جس کی مثال کہیں نہیں ملے گی۔"

وہ یقیناً سنجیدہ نہ تھا۔ دادا ابا مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"تم دونوں بیٹھو باتیں کرو۔ میں ذرا نماز پڑھ لوں۔ بھئی فیانہ بیٹا! یہ جو میرا پوتا ہے نا، بہت شگفتہ مزاج ہے، ماشاء اللہ۔ مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ بہت ہونہار اور قابل جو ہے۔ اس کی باتوں کا برا مت ماننا۔ اسے عادت ہے مذاق کرتے رہنے کی۔ اپنے دانیال چاچو کو بھی بہت عزیز ہے یہ۔"

دادا ابا اسے فیانہ بیگ سے باضابطہ انٹروڈیوس کراتے ہوئے مسکرا رہے تھے، اور اس فیانہ بیگ کے لبوں پر بمشکل مسکراہٹ پھیلی تھی۔ اخلاق نبھانا یقیناً اس کو کڑی مشکل لگا تھا۔

دادا ابا اٹھے تھے اور وہاں سے چلے گئے تھے۔

دادا ابا کے جانے کے بعد وہ پہلے سے بھی زیادہ اعتماد کے ساتھ اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔ فیانہ بیگ سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی۔ انداز ایسا تھا کہ جیسے موقع ملتے ہی یہاں سے بھاگ جانے کی منتظر ہو۔ اعتبار پیرزادہ اس کا مکمل جائزہ لے رہا تھا۔

"بھاگ جانا چاہتی ہیں؟ فرار......؟"

کتنی دلچسپی سے وہ اس چہرے کو دیکھ رہا تھا، مگر فیانہ بیگ نے اس کی سمت تکنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ جیسے اس کے لیے یہ بہت مشکل تھا۔

"کیا سمجھتی ہیں آپ، فرار ہر مسئلے کا حل ہے؟ لیکن فرار تو بہت بزدلانہ اقدام ہے۔ بہت دوڑنا، تمام منظروں سے بچنے کی سعی کرنا، لیکن فقط دھوکے کے سوا کیا ہے یہ؟ کچھ نہیں! آپ کو خود کو دھوکا دینا اچھا لگتا ہے؟ نہیں شاید نہیں، شاید دوسروں کو دھوکا دینا اچھا لگتا ہے۔ خود کو دھوکا دینے کے مقابلے میں یہ زیادہ دلچسپ اور آسان ہے۔ ہے نا؟" وہ بہت دھیمے انداز میں مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

فیانہ بیگ کا چہرہ کسی قدر سرخ پڑ چکا تھا، مگر اس کی نظریں اب بھی اعتبار پیرزادہ کی سمت متوجہ نہیں تھیں۔

"انٹرسٹنگ! اور کون سے کھیل شوق سے کھیل لیتی ہیں آپ؟ اور اس سے بھی بڑھ کر کنسنٹریٹ کیسے کر لیتی ہیں؟ مجھے تو سوچ کر ہی اتنا مشکل لگ رہا ہے۔ آئی تھنک پرفیکشن...... ہاں...... ہاں۔" وہ چونکا تھا یا پھر شاندار ایکٹنگ کی تھی۔ "یہ ضرور ہو سکتا ہے۔ بندہ ماہر ہو تو اس کے لیے یہ مشکل نہیں رہتا۔ ایک وقت میں بہت سے کھیلوں پر بآسانی کنسنٹریشن برقرار رکھ سکتا ہے۔" وہ جیسے بے حد متاثر ہوا تھا۔

فیانہ بیگ نے نگاہ اس کی سمت بہت ہولے سے مرکوز کی تھی۔ اسے گھورنے والے انداز میں دیکھا تھا۔ یقیناً اس نظر میں ناپسندیدگی کا تاثر غالب تھا، مگر اعتبار پیرزادہ کو جیسے مطلق پرواہ نہ تھی۔

"اور کیا کیا مشاغل ہیں آپ کے؟ دانیال چاچو تو خاصے معصوم سے بی بے بندے ہیں۔ انہیں کھیلوں سے کچھ زیادہ شغف نہیں، یوں سمجھئے کھیلوں کی ابجد بھی معلوم نہیں۔ اب تک کی زندگی دو اور دو چار کرنے میں گزری ہے۔ ان کے مزاج میں سیدھا پن ہے۔ بڑے بھولے سے بندے ہیں۔ کھیل کھیلنا تو درکنار، سمجھنے میں بھی کورے ہیں۔ شاید آپ کو یقین نہ آئے، مگر آج تک انہوں نے گلی ڈنڈا تک نہیں کھیلا۔"

وہ مسکراتے ہوئے مطلع کرتے کرتے یکدم چونکا تھا۔

"تو پھر کیسے یہ ہم آہنگی کری ایٹ ہوئی آپ دونوں میں کہ بات شادی تک پہنچ گئی؟"

وہ یقیناً اس وقت حیران ہو رہا تھا۔

لبنانہ بیگ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ کتنی کاٹتی ہوئی تھی وہ نگاہ...... مگر اعمار پیرزادہ ان آنکھوں میں جھانکتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"آنکھوں میں تل ہے آپ کے...... کوئی اچھا شگون نہیں...... رنگ بھی متضاد کیفیت کی طرف اشارہ کر رہا ہے...... بے وفا......" اس نے لب بھینچ کر مسکراتے ہوئے سرخی میں بلایا تھا۔ "انتہائی درجے کے بے وفا واقع ہوتے ہیں ایسے لوگ۔"

کتنا کھلا تجزیہ تھا۔ لبنانہ بیگ کس درجہ ساکت تھی۔

"دانیال چاچو کو علم نہیں شاید۔ افسوس کتنی باتوں کو مخفی رکھا ہوا ہے آپ نے دانیال چاچو کا مزاج تو بالکل بھی کھوجیوں والا نہیں ہے۔ ان کی آنکھ کے سامنے بھی شے پڑی ہو تو انہیں نظر نہیں آتی۔ اس پر متضاد کھوجنے کا عنصر ہوتا 'لوں ہوں..... اس نوٹی مس مچ۔ آپ کی تو خصوصیات بھی اک دوجے سے حد درجہ اپوزٹ ہیں۔ پھر یہ دنیا کے نویں عجوبے جیسی حیران کن انڈر اسٹینڈنگ کری ایٹ کیسے ہوئی؟ امیزنگ..... حیران کن ہے مگر..... اس دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں شاید۔ میں اس بات کی صداقت پر یقین رکھتا ہوں۔

اعمار پیرزادہ مسکرا رہا تھا۔ جب وہ یکدم اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ انداز غالباً وہاں سے فوراً سے پیشتر فرار کا تھا۔ شاید اسی لیے سرعت سے آگے نکلنے کے چکر میں وہ ٹیبل سے ٹکرا گئی تھی، مگر اس سے بھی زیادہ سرعت کا مظاہرہ محترم اعمار پیرزادہ کی جانب سے ہوا تھا۔ وہ فوراً آگے بڑھا تھا، اور اس نازک اندام وجود کو تھام لیا تھا۔

لبنانہ بیگ نے کسی قدر ناگواری سے اسے گھورا تھا۔ سنبھلی تھی اور سیدھی کھڑی ہو گئی تھی۔

"چوٹ تو نہیں آئی کہیں؟" اعمار پیرزادہ مسکرایا تھا۔

"شٹ اپ۔"

لبنانہ بیگ نے کسی قدر سخت، مگر مدھم لہجے میں کہتے ہوئے اس شخص کو گھورا، اور دوسرے ہی پل پلٹتی ہوئی تیزی سے وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔

اعمار پیرزادہ کے لبوں پر وہی دھیمی مسکراہٹ تھی۔ جیسے اسے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

●●●

سوچنا یا پھر کہنا بڑا آسان ہوتا ہے، مگر اس پر ایکٹ کرنا بہت وقت طلب..... اس کا اندازہ اسے بخوبی ہو رہا تھا۔ جب وہ ان حالات سے گزر رہی تھی۔ اس سے قبل وہ سوچتی تھی انسان

ہو جائے، کر سکتا ہے، کوئی بھی کام ناممکن نہیں..... مگر شاید ایسا نہیں تھا۔ بہت سی باتیں یقیناً بہت اوہ، ادق اور پیچیدہ ہوتی ہیں، جنہیں سرانجام دینا یقیناً بہت مشکل ہوتا ہے۔ قول کی بات اور ہوتی ہے مگر عمل سے گزرنا بہت دقیق ہے...... مگر وہ ایسا کر رہی تھی۔ ہر بات وہ اختیار سے دوچار ہوتی تھی، ہر بار روتی تھی، اور ہر بار خود کو مضبوط کرتی ہوئی ہمت باندھ کر دوبارہ میدان میں کود پڑتی تھی۔

اندیشے اسے نہیں ستاتے تھے۔ پھر وہ ان اندیشوں کی سمت نگاہ کرنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

مگر ایسا نہیں تھا کہ اس کے اس جانب سے نظر پھیر لینے سے کوئی شے بدل گئی ہو۔ یہ ویسا ہی تھا جیسے وہ آنکھیں بند کر کے تمام منظروں سے غافل ہو جانا چاہتی ہو، اور خود کو دھوکا دینا چاہتی ہو۔ اس شام بھی وہ بیچ کے ساتھ فون پر بات کرتی ہوئی کتنی دیر تک روتی رہی تھی۔

"بیچ وہ انتہائی درجے کا جنگلی ہے۔ کسی بات کا اثر نہیں اس پر۔ اس کے سامنے کھڑے ہو کر مدعا بیان کرنا، ایسے ہی ہے جیسے بھینس کے سامنے بین بجا دی جائے۔ وہ کچھ نہیں سنتا، کچھ نہیں سمجھتا، سمجھتا ہے تو فقط اپنا مفاد۔

اسے فقط اپنا مفاد عزیز ہے بیچ! پتا نہیں کیا چاہتا ہے وہ۔ مگر وہ میرے ساتھ زندگی گزارنا نہیں چاہتا۔ ایک بار کے لیے ہی، یہ بات کتنا بہت مشکل ہوتا ہے، لیکن جانتے ہو بیچ میں نے دنیا بار بھی یہ بات بہت اطمینان سے سنی اور برداشت کی ہے۔ بیچ جھیلنا آسان نہیں ہوتا، جان ساری مشکل میں گھر جاتی ہے۔ ایک قیامت گزر جاتی ہے روح میں کہیں، اور میں۔

تم اندازہ کر سکتے ہو بیچ۔ مجھ پر کیا گزری ہو گی، جب میں نے بارہا اس کے لبوں سے اپنے لیے انکار سنا۔ بات کی نفی ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہوتی، اس نے مجھے بیسیوں بار رد کیا ہے، ریجیکٹ کیا ہے..... بیچ، کتنی اداس ہو گئی ہوں میں..... خود اپنی نظروں سے گر گئی ہوں۔ اس شخص نے مجھے بے مول کر دیا ہے بیچ۔ کبھی کتنا ناز تھا مجھے خود پر..... کتنا غرور تھا...... مگر اس نے سب کچھ ملیا میٹ کر دیا۔ میرا مان تک نہیں رکھا..... میری انا..... میری عزت نفس..... میرا نسوانی وقار..... سب کیسے خاک میں مل گیا۔ اس کے قدموں کی خاک ہو گیا۔

جھکنا آسان تو نہیں ہوتا بیچ، مگر میں کتنی بار اس کے سامنے جھکی ہوں۔

عرض مدعا کرنا آسان تو نہیں ہوتا؟ کتنی بار مجھے اپنے اندر کو مارنا پڑتا ہے۔ کتنی بار ایک گہری تھپکی دے کر سلانا پڑتا ہے، مگر وہ..... وہ شخص سمجھتا ہی نہیں۔

پتا نہیں وہ ایسا کیوں کر رہا ہے، اور کس لیے کر رہا ہے۔ میں نہیں جانتی، شاید میں اسے واقعی بہت بری لگتی ہوں۔ اسے میں ذرا بھی نہیں پسند، ایک ناپسندیدہ وجود ہوں میں، اس کے لیے جو اس پر مسلط کیا جا رہا ہے، بلکہ میں تو خود اس پر مسلط ہو رہی ہوں۔ وہ بار بار ریفیوز کرتا ہے، کر رہا ہے، اور میں گلے کا ہار ہوئے جا رہی ہوں۔

بج شرم آتی ہے مجھے...... خود پر شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔ آئینہ دیکھتی ہوں تو نگاہ نہیں ملا سکتی۔ کتنی گر گئی ہوں نا میں...... کتنی ارزاں ہو گئی ہوں ...... اس کی سمت جھکی ہوں اور پذیرائی کی کوئی راہ نہیں پاتی۔

"ڈسگسٹنگ...... سو چیپ۔"

کتنے گرم گرم آنسو رخسار پر پھسلتے چلے گئے تھے۔ شستہ انگریزی میں بولتے ہوئے اس کا لہجہ کس قدر نیم جاں تھا۔

"بج! میں نے طے کر لیا ہے میں مر جاؤں گی...... خود کو ختم کر لوں گی...... کیا فائدہ ایسی زندگی کا......؟ کیا فائدہ اس طرح جینے کا......؟ کتنی شرمندگی سے بھری ہوئی ہے یہ زندگی...... کس درجہ شرمندہ ہوتی ہوں میں' جب خود پر نگاہ کرتی ہوں' خود کو ختم کرنے کو دل چاہتا ہے بج۔

رئیلی آئی ول ڈائے...... مر جاؤں گی میں' خود کو مٹا دوں گی۔ یہی ہے تو یہی سہی' مگر...... بج میں واپس نہیں جاؤں گی۔ یہ طے کر لیا ہے میں نے۔ میں ہرگز واپس نہیں جاؤں گی۔ وہاں میں کسی کو بھی پریشان کرنا نہیں چاہتی۔ اماں' بے بے...... اور سب بہت اچھے ہیں۔ مجھے اس کیفیت میں دیکھ کر ان کے لیے جھیلنا بہت مشکل ہوگا۔ بہت چاہتے ہیں سب مجھے' میری ناکامی ان سے دیکھی نہیں جائے گی' اور ان سب سے بڑھ کر میں خود اپنی ناکامی کو ان کے سامنے قبول نہ کر پاؤں گی۔

غیروں کے سامنے بندہ شکستہ بھی ہو تو مضبوطی سے تنا کھڑا رہتا ہے۔ گرنے والا بھی ہو تو خود کو گرنے نہیں دیتا' مگر اپنوں کے سامنے وہ سارے خول ٹوٹتے چلے جاتے ہیں۔ کوئی ملمع کاری کام نہیں آتی۔ سو آئی ڈی سائڈڈ۔ آئی ول ڈائے۔ پی کوز آئی کانٹ سروائیو۔

"بج بہت مشکل ہے یہ زندگی۔ بہت مشکل ہو گیا ہے جینا' مگر یہ زندگی واپس لے کر میں واپس نہیں لوٹ سکتی۔ میں ناکام ہو چکی ہوں۔ مکمل طور پر ہار چکی ہوں۔ کچھ بھی ممکن نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ میں یہ قصہ ہی ختم کر دوں۔"

چہرہ آنسوؤں سے تر تھا' اور آواز جیسے ڈوب رہی تھی۔

"یہ بے وقوفی ہے عالیہ جبران! میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ ہرگز بھی نہیں۔ تم ایسا کچھ بھی نہیں کرو گی۔ سن رہی ہو نا تم؟ عالیہ جبران! تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔" بج دوسری جانب اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"نہیں کروں گی تو وہ شخص مجھے مار دے گا۔ یہی چاہتا ہے وہ۔ مجھے اپنی زندگی سے خارج کر دینا۔ جانتے ہو اس نے مجھ پر چوری کا الزام لگایا' تاکہ میں سب گھر والوں کی نظروں سے گر سکوں۔ اپنے ڈاگ ماموں سے مجھے harass کرانا چاہا' تاکہ میں اس گھر سے نکل

جاؤں' خوف زدہ ہو جاؤں۔

لڑکی کے لیے سب سے عزیز تر اور قیمتی شے اس کی عزت نفس ہوتی ہے۔ اس نے کئی مقامات پر مجھے ڈی گریڈ کیا۔ میرے وقار کو قدموں تلے روندا۔ یہ کیا کم ہے میرے لیے...... میں یہ سب بھی بھول نہیں سکتی۔

میں نے دانستہ اسے ایسا کرنے کے مواقع فراہم کیے۔ اگر میں اس کے سامنے کھڑی نہ ہوتی' تو اس کی یقیناً ایسی ہمت نہیں ہوتی۔ وہ مجھے بے عزت کر رہا ہے' کیونکہ وہ تعلق نہیں چاہتا۔ اس رشتے سے منحرف ہے۔ میں جانتی ہوں' وہ مجھے کبھی نہیں چاہے گا۔ اس مسئلے کا ایسا کوئی حل قابل قبول نہیں ہے میرے لیے۔ بج میں تھک گئی ہوں' مزید نہیں جھیل سکتی۔" اس کا لہجہ شکستہ تھا۔

"تو اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ تم خود کو ختم کر دو۔" بج نے پر افسوس انداز میں کہا تھا۔ "عالیہ تم جانتی ہو تم کتنا غلط کر رہی ہو۔ خود اپنے ساتھ؟"

"میں نہیں بھی کروں گی تو وہ ایسا کر دے گا بج۔ جانتے ہو وہ کتنا اکمر یسیوٹی بی ہیو کر رہا ہے...... وہ کچھ بھی کر سکتا ہے' بج۔ وہ کسی بھی حادثاتی طریقے سے مجھے اپنی راہ سے ہٹا سکتا ہے۔ ہی از ڈیسپریٹ۔ وہ اپنے متوقع نتائج حاصل کرنے کے لیے ہرگز بھی ایسا کرنے سے نہیں چوکے گا۔"

"تم سے ایسا کچھ کہا اس نے؟" بج نے جاننا چاہا تھا۔

"یہ بات معنی نہیں رکھتی بج۔ معنی یہ بات رکھتی ہے کہ میں اب جینا نہیں چاہتی۔ آئی ڈونٹ وانٹ ٹو لیو اینی مور۔"

وہ آنسوؤں کے درمیان بول رہی تھی۔ جب یکدم ہی کسی نے ریسیور اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا تھا۔ وہ ساکت رہ گئی تھی۔

اذیان حاکم چغتائی نے بہت ہولے سے ریسیور کریڈل پر دھرا تھا' پھر بغور اسے دیکھنے لگا تھا۔ "تو جینا نہیں چاہتی ہو تم۔ زندگی سے جی اوب گیا ہے تمہارا۔ انٹرسٹنگ۔ مر جاؤ گی تم' بلکہ تم اس زندگی سے سروائیو نہیں کر پاؤ گی' مر جاؤ گی' کیونکہ تم مزید شکست برداشت نہیں کر سکتی ہو۔ مر جاؤ گی' کیونکہ تم میں مزید ہمت نہیں رہی۔ اگر تم نہیں مرو گی' ایسا نہیں کرو گی تو میں یعنی اذیان حاکم چغتائی تمہیں مار دے گا۔

"انٹرسٹنگ۔"

وہ یقیناً متاثر ہو رہا تھا۔ انداز پر خیال تھا' جیسے اس کا شاطر دماغ اس لمحے پھر کوئی نئی چال سوچ رہا تھا' یا پھر نیا طریقہ سوچ رہا تھا۔

"میں تمہارا خون یقیناً اپنی گردن پر نہیں لوں گا' مگر...... یہ مرنے والا آئیڈیا ہے اچھا' مگر...... مگر تم جانتی ہو' یہاں کے قانون کتنے سخت ہیں۔ چھان بین کر کے دودھ کا دودھ' اور پانی

کا پانی کر دیتے ہیں۔ یہ گورے اور میں یقیناً مشکل میں پڑنا نہیں چاہتا۔"

وہ مدھم لہجے میں کہتے ہوئے اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ طالیہ جبران بالکل ساکت کھڑی تھی اس کے سامنے اس کا دماغ پھر کوئی نیا جال بُن رہا تھا۔ اس شخص کو وہ اب اتنا تو سمجھنے لگی تھی۔ یقیناً اس کی گفتگو وہ سن چکا تھا' اور خاصا محظوظ ہوا تھا۔ یقیناً سب ویسا ویسا ہو رہا تھا' جیسا جیسا وہ چاہ رہا تھا۔ صورت حال اس کے بس میں تھی۔ وہ ایک بار پھر حالات کو اپنے بس میں کر چکا تھا۔ تھا: شعبدہ باز کوئی' جو شے چاہتا تھا اس کے بس میں ہوتی چلی جاتی تھی۔ اس لیے بھی وہ مسکراتا ہوا کتنا مسرور نظر آ رہا تھا۔

" تو مرنا چاہتی ہو تم' مگر کس طرح...... طریقہ سوچا ہے کوئی تم نے؟"

اس کے چہرے کو ہولے سے چھوتے ہوئے دریافت کیا تھا۔ ایک بار پھر وہ اس کے بے حد قریب تھا' اتنا کہ اس کی سانسوں کی تپش مکمل طور پر اسے اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھی۔

وہ بغور اس کی سمت متوجہ تھا۔

" خودکشی؟"

بہت ہولے سے دریافت کیا تھا' مگر طالیہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

" بولو کیا خودکشی؟ لیکن نہیں میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ یہ یقیناً میرے مفاد میں نہیں۔ کچھ اور سوچنا پڑے گا۔ چلو دونوں مل کر سوچتے ہیں' لیکن اتنا دھیان میں رکھنا۔ حل میرے مفاد میں ہونا چاہیے۔ کچھ اس طرح کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

کتنی دلکشی سے مسکرا رہا تھا وہ...... کیسے گڑی ہوئی تھیں اس کی نظریں طالیہ جبران کے چہرے پر...... اسے اپنا چہرہ ہی نہیں پورا وجود جلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

" مرنا چاہتی ہو نا تم تو مر جاؤ' مگر الزام میرے سر نہیں آنا چاہیے۔ خودکشی کے بارے میں دوبارہ مت سوچنا۔ تم تو مر جاؤ گی' اور میں مفت میں دھر لیا جاؤں گا۔ جلدی سے کچھ اور سوچو۔ شاباش' لڑکی ذہین ہو' یقیناً مسئلے کا حل جلد' اور میرے حسبِ منشا نکال لو گی۔"

وہ مسکرا رہا تھا۔ پھر یکدم چونکا تھا۔

" آں...... ں...... ں...... ایکسیڈنٹ' کوئی نیچرل طرح کا حادثہ...... کیسا رہے گا؟"

وہ کتنے پرسکون انداز میں اس کی سمت دیکھتا ہوا مسکرا رہا تھا۔ اپنی دانست میں اس نے بھرپور مشورہ دیا تھا۔

طالیہ جبران کی آنکھوں کے سامنے یکدم اندھیرا چھایا تھا' اور وہ چکراتی ہوئی اس شخص کی بانہوں میں تھی۔

●●●
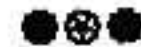
ادیان حاکم چغتائی کے لبوں پر بڑی دلچسپ مسکراہٹ ابھری تھی۔ غالباً آنکھوں کے سامنے کے منظر نے اسے بہت لطف دیا تھا۔ گہری بھوری آنکھوں میں سکون کی ایک بھرپور لہر تھی۔ طالیہ جبران کے نرم شاخ سے ڈھلکے وجود کو اس نے بانہوں میں سنبھالا تھا۔ ایک بھرپور نظر اس کے چہرے پر ڈالی تھی۔ پھر اسے لے کر چلتے ہوئے عین سامنے رکھے ہوئے صوفے کی سمت پیش قدمی کی تھی' اور بہت آہستگی سے جھک کر اپنے مضبوط بازوؤں کو اس لطیف وجود سے آزاد کیا تھا۔ چند لمحوں تک اسی طرح جھکے اس چہرے کو دیکھا تھا۔ سیاہ بالوں کی لٹوں نے چہرے کو کسی قدر پریشان کر رکھا تھا۔

ادیان حاکم چغتائی نے ایک مہربانی کرنے کی ٹھانی تھی۔ مضبوط ہاتھ بہت آہستگی سے اس روشن چہرے کی سمت بڑھا' جو اس وقت ہوش و خرد سے بیگانہ مکمل طور پر اس کے رحم و کرم پر تھی۔

بالوں کو چہرے پر سے ہٹانے کا تجربہ بہت نیا' اور انوکھا تھا۔ لمحہ بھر کو ہاتھ اس کے روشن گال چہرے سے ٹکرایا تھا۔ ایک انجانا سا احساس ہوا تھا' مگر دوسرے ہی لمحے ادیان حاکم چغتائی اپنا ہاتھ فرحت سے کھینچ چکا تھا۔

" میں نہیں جانتا' یہ ٹھیک ہے یا غلط......

" I really don't know... But that's true ... I fell sympathy for you in my heart ... and that's the one single thing you have to understand. go back."

مدھم لہجہ افسوس سے پُر تھا۔

حسن بے خبر تھا۔ سماعتیں بیدار نہ تھیں۔ دوسری طرف ہوش مندی نہ تھی' مگر وہ باور کرا رہا تھا۔

اسے دیکھتے ہوئے الٹے قدموں چلتے ہوئے سر نفی میں ہلاتے ہوئے ادیان حاکم چغتائی

"You have to pretend taliya....."

بالکل اسی طرح جس طرح کوئی بھی کمزور اور بزدل کر سکتا ہے۔ تم جتلاؤ' رد کرو اس حقیقت کو اتنا کہ کوئی ماننے لگے کہ تم کمزور نہیں ہو۔ تمہارے حق میں اس سے بہتر کوئی حل نہیں۔ کم از کم میری نظر میں تو نہیں' اگر تم پری ٹنڈ نہیں کر سکتی ہو' یہ مشکل ہے تو حقیقتاً بہادر ہونا سیکھ لو۔ مگر یہ تمہارے لیے بہت مشکل ہوگا۔"

ایج کے لبوں پر خفیف سا تبسم تھا' اور تبسم طالیہ جبران کے کمزور ارادوں کو للکارنے کے لیے کافی تھا۔

" I don't want to be pretender.... Because I am not coward.... did you hear that....?"

ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے وہ دھیمے' مگر مضبوط لہجے میں بولی تھی' اور ایج مسکرا دیا تھا۔ گویا اس کا تیر نشانے پر لگا تھا۔ وہ چلتا ہوا فریج کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"لڑنے کے لیے تیر کمانوں سے لیس ہونا شرط نہیں طالیہ جبران....."

اس کے لیے سوفٹ ڈرنک گلاس میں نکال کر اس کی سمت بڑھاتا تھا' اور گلاس اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔ جسے طالیہ نے بلا تردد تھام لیا تھا' مگر لبوں سے کچھ بولی نہیں تھی۔ ایج اس کے سامنے کھڑا مسکرا دیا تھا۔

"مضبوط قوت ارادی کے ساتھ' مضبوط حوصلے درکار ہوتے ہیں مائی ڈیئر فرینڈ! لیکن تمہارا پرابلم پتا ہے کیا ہے فرینڈ؟ تم ایک بات چیخ چیخ کر دنیا کو بتانا چاہتی ہو' اور وہ یہ کہ تم کتنی کمزور ہو' مگر یاد رکھو' ایسا کرنے سے کوئی تمہیں سہارا نہیں دے گا' کوئی ہمدردی بھی نہیں آئے گی تمہاری سمت..... کیونکہ یہاں کمزور کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں؟" ایج کا انداز ناصحانہ نہ تھا۔ اس کے باوجود کے اس کے لبوں پر طالیہ کے لیے مخلصانہ جملے تھے۔

"نپولین جب واٹرلو کے مقام پر شکست خوردہ ہو گیا تھا' وہ تب بھی اتنا پست حوصلہ نہ تھا۔ تمہاری حالت تو اس سے بھی زیادہ دگرگوں ہے فرینڈ۔"

ایج کے لبوں پر مسکراہٹ تھی' جیسے اس نے ٹھان لی تھی کہ طالیہ کے اندر کی ہمتیں آج ہی بحال کر دے گا۔ جیسے وہ اس دنیا میں اس کا سب سے بڑا خیر خواہ تھا۔ طالیہ اسے خاموشی سے بیٹھی بت بنی دیکھ رہی تھی۔

"ایک سنہری کرن ہر ایک کے اندر ہوتی ہے۔ مقصد فقط اسے تلاشنا ہے فرینڈ' اگر تلاش سکتی ہو تو تلاش لو۔ ورنہ لوٹ جاؤ۔ ادیان حاکم چغتائی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ لوٹ جاؤ اور بھول جاؤ سب کچھ' زندگی اس کے بعد بھی ہوگی۔ اگر تم جینا چاہو گی۔

پلٹا تھا' اور مڑ کر باہر نکل گیا تھا۔ بھاری قدموں کی چاپ تادیر فضا میں گونجتی رہی تھی۔

جب سے وہ شخص اس کی زندگی میں آیا تھا' آنکھیں جیسے سمندر ہو گئی تھیں۔ وہ غالباً دنیا کی واحد لڑکی تھی' جس نے اپنے لیے کٹھنائیاں خود آپ ڈھونڈ لی تھیں۔ مشکلات خود آپ تلاشی تھیں۔ شکوے شکایت کس سے کرتی؟ ایسا کوئی حق وہ رکھتی ہی نہیں تھی..... ادیان حاکم چغتائی نے یقیناً اسے دعوت دے کر یہاں نہیں بلوایا تھا' جو وہ اس کی بھرپور پذیرائی کرتا۔

کیسا شخص تھا وہ......؟ کیسا مزاج تھا اس کا......؟ وہ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی۔ ساری کی ساری کوششیں رائیگاں تھیں۔

سر جھکائے بیٹھی وہ انتہائی شکست خوردہ دکھائی دے رہی تھی۔ آنکھوں سے خود بخود آنسو بہتے چلے جا رہے تھے۔

ایج اس کی کیفیت پر غالباً افسوس کرتا ہوا سر نفی میں ہلانے لگا۔ پھر ٹشو نکال کر ہاتھ اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔

" طالیہ جبران تمہاری مشکلات کا کوئی حل نہیں ہے۔ لوٹ جاؤ تم؟" یہ ایک مخلصانہ رائے دی تھی۔

" تم..... تم ایسا کہہ رہے ہو ایج؟" طالیہ جبران نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

" اس کے سوا کوئی حل دکھائی نہیں دے رہا طالیہ۔ تم اگر یہاں رہو گی تو ایسا ہی ہوگا۔ تم قدم قدم پر تضحیک جھیلو گی' اور ہر لمحہ تمہاری تذلیل ہو گی' اور ان سب سے بھی بڑھ کر تمہیں جو تکلیف ہو گی وہ ان سب باتوں سے بڑھ کر ہو گی۔ تم اور کتنا روؤ گی طالیہ جبران؟" ایج مکمل طور پر اس کا حامی دکھائی دے رہا تھا۔ "بتاؤ مجھے کتنے آنسو ہیں تمہارے پاس؟ تم اس شخص کے لیے روتی ہو؟ اس شخص کے لیے..... جسے تمہاری کوئی پرواہ ہی نہیں؟"

طالیہ جبران کی بھیگی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ایج کچھ مضطرب دکھائی دیا تھا۔

" یہی بات ایج..... یہی بات تو میں تمہیں سمجھانا چاہ رہی تھی' اور تم.....؟"

وہ بولے جا رہی تھی' مگر ایج نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا تھا۔ کچھ دیر خاموشی سے اسے اسی طرح دیکھتا رہا۔ پھر چہرے کا رخ پھیر گیا' اور لمحہ بھر کے توقف کے بعد گویا ہوا تھا۔

" تم کمزور ہو طالیہ جبران' بے حد کمزور' اور بزدل..... اور تمہارے علاوہ یہ بات ادیان حاکم چغتائی بھی جانتا ہے۔ تمہارا یہ کمزور سا راز منکشف ہے اس پر' اور جب کسی کے ہاتھ کسی کی کوئی کمزوری یا راز لگ جاتا ہے تو وہ اس کا اسی طرح ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔"

ایج کا انداز مدلل تھا' اور طالیہ جبران یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ یقیناً ایج ٹھیک کہہ رہا تھا۔ وہ کمزور تھی۔ بے حد کمزور......

کوئی بھی راستہ آخری راستہ نہیں ہوتا فرینڈ۔ ہر ختم ہو جانے والی راہ سے ایک نئی راہ نکلتی ہے۔ ضرورت صرف کھوج کی ہوتی ہے۔ اٹس اپ ٹو یو...... تمہیں آسان کیا لگتا ہے؟"

اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے دریافت کیا تھا' مگر خالیہ جبران کے لبوں پر فقط خاموشی تھی۔ جیسے وہ ان خاموش لمحوں میں اپنے اندر کے حوصلوں کو مجتمع کر رہی تھی۔ ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے اس نے انتہائی ریلیکس انداز میں سوفٹ ڈرنک کا سپ لیا تھا' اور انتہائی پر اعتماد انداز میں بچ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"اگر مجھے لوٹنا ہی ہوتا بچ' تو میں یہاں آتی ہی نہیں۔ میں لوٹنے کے لیے نہیں آئی ہوں۔ تم میرے ارادے توڑنا بند کر دو۔"

بچ بہت شگفتگی سے مسکرایا تھا۔ گویا وہ حد درجہ محظوظ ہوا تھا۔

"گڈ اٹس لائک اے گڈ گرل۔ اب تم واقعی میری دوست بن سکتی ہو۔ بہادروں سے دوستی کرنا مجھے اچھا لگتا ہے۔"

اس نے بھرپور انداز میں سراہا تھا' مگر خالیہ جبران مسکرائی نہیں تھی۔ وہ اس وقت سنجیدگی سے سوچ رہی تھی' اور ذہن کوئی لائحہ عمل تیار کر رہا تھا۔ وہ واقعی کمزور تھی' مگر وہ اپنے حوصلوں سے جیتنا چاہتی تھی' اور حوصلوں کو مضبوط کرنے کے لیے بچ کی ہدایتوں پر عمل کرنا بہت ضروری تھا۔

***

"لڑکا جوان ہے۔ خوبرو بھی ہے۔ ماشاء اللہ' تعلیم یافتہ بھی ہے۔ بہو میرا تو خیال ہے کہ ہاتھوں اس کا بھی معاملہ نمٹا دیا جائے۔" دادی اماں بولی تھیں' اور مسز عثمان مسکرا دی تھیں۔

"کس کی بات کر رہی ہیں آپ؟"

"ارے اور کس کی' اپنے آہن کی۔ پڑھ لکھ گیا ہے۔ اچھا کمانے لگا ہے۔ میرا تو خیال ہے اس کے لیے بھی لڑکی دیکھ لینی چاہیے۔ غادیہ کے ساتھ ہی کام نمٹ جائے گا۔"

دادی اماں نے صلاح دی تھی' اور مسز عثمان پرخیال انداز میں سر ہلانے لگی تھیں۔

"اماں سوچا تو میں نے بھی تھا' مگر پھر لگا آج کل کے بچوں کی اپنی مرضی ہوتی ہے۔ زندگی گزارنے کے اپنے اصول ہوتے ہیں۔ پھر آہن تو باہر کا پڑھا لکھا ہے۔ پتا نہیں کیا ہوگا اس کے دل میں..... ہو سکتا ہے کوئی دیکھ رکھی ہو۔ میرا نہیں خیال کہ ہمیں بچوں پر اپنی مرضی تھوپنا چاہیے۔" اماں نے وضاحت دی تھی۔

"ارے تو یہ کون سا مشکل ہے پوچھ لو۔"

"کیوں آپ کی نظر میں ہے کوئی لڑکی؟" مسز عثمان نے مسکراتے ہوئے ساس کو دیکھا تھا۔

"ہاں لڑکیاں تو بہت ہیں۔ وہ بس ہاں تو کرے۔ آمنہ کی بیٹی' راحمہ ہے' ہالہ ہے' نگہت کی بھانجی ہے' دعا ہے۔ وہ ہاں تو کرے' لڑکیوں کی کمی تو نہیں۔ وہ قابل ہے' پڑھا لکھا ہے۔ اس کے لیے لڑکیوں کی کمی ہو گی؟" دادی اماں پریقین تھیں۔

"ایک دو نام تو میری نظر میں بھی ہیں' مگر ضروری نہیں کہ آہن بھی ان کے لیے آمادہ ہو۔"

"ارے آمادہ کیوں نہیں ہوگا' تو بات تو کر کے دیکھ۔" دادی اماں نے پھر مشورہ دیا تھا۔

"کون آمادہ نہیں ہوگا' کس کی بات ہو رہی ہے بھئی؟" غادیہ اندر داخل ہوئی تھی۔ دادی اور مسز عثمان مسکرا دیں۔ غادیہ نے جائزہ لیا تھا۔

"مجھے تو دال میں کچھ کالا دکھائی دے رہا ہے۔ یہ کس کے خلاف منصوبہ سازی ہو رہی ہے؟"

دادی اماں نے چشمے کے پیچھے سے اسے بغور دیکھا تھا۔

"منصوبہ سازی والی کون سی بات ہے۔ بچے بڑے ہو جائیں تو ان کے بارے میں بڑوں کا فرض ہو جایا کرتا ہے۔ کیا یہ غلط ہے؟"

"نہیں غلط تو نہیں' مگر آپ سوچ کس کے بارے میں رہے ہیں۔ شمی بھائی کے بارے میں یا......؟" غادیہ نے بات ادھوری چھوڑ کر مسکراتے ہوئے دونوں کو دیکھا تھا۔

"ارے نہیں شمی کا تو ابھی ارادہ ہی نہیں۔ ہم تو آہن کی بات کر رہے تھے۔" اماں نے مسکراتے ہوئے مطلع کیا تھا' اور غادیہ چونکے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"آہن؟ آپ نے اس کے لیے لڑکی بھی دیکھ لی؟" مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو گئی تھی۔ "مجھے اندازہ تھا' ایسا ہی کچھ ہوگا' مگر پلیز شاپ لکنگ فور ویٹ۔ آہن کا ارادہ کچھ اور [illegible] وضاحت سے مطلع کیا تھا' اور اماں مسکرا دی تھیں۔

"مجھے تو پہلے ہی پتا تھا۔ کچھ ایسا ہی ہوگا۔ تبھی میں نے اماں سے بھی منع کر دیا تھا۔ بائے دی وے کون ہے وہ لڑکی؟" اماں نے دریافت کیا تھا۔

غادیہ نے ابھی بولنے کا قصد کیا تھا' جب عین سامنے سے آہن آتا دکھائی دیا تھا' اور وہ مسکرا دی تھی۔

"یہ بات آپ آہن سے خود کیوں نہیں پوچھ لیتیں۔" اسی اثناء میں آہن وہاں پہنچ چکا تھا' اور غادیہ کی بات غالباً وہ سن چکا تھا۔

"کون سی بات؟" کسی قدر چونکتے ہوئے آہن نے غادیہ کی طرف دیکھا تھا۔

غادیہ خان چنڈی انتہائی شرارت سے اس کی طرف دیکھتی ہوئی مسکرا دی تھی۔

"اماں اور دادی نے تمہارے لیے لڑکی دیکھ لی ہے۔ جس کا ڈر تھا وہی بات ہوئی ہے۔ کہا تھا نا تم سے بتا دو نام مگر تم بھی قصہ دل میں دبائے بیٹھے رہے۔ اب بھگتے رہنا۔ دل کی بات دل میں دبائے رکھنے کا یہی انجام ہوتا ہے۔" نادیہ کا انداز شرارت سے پُر تھا۔ آہن مسکرا دیا تھا۔

"کیا ہو سکتا ہے جب کوئی چارہ نہ رہے تو خاموشی لازم ہو جایا کرتی ہے۔"

"باتیں گہری کرنے لگے ہو۔ ... اس کی آنکھیں بہت گہری ہوں گی۔" غادیہ خان نے جھک کر مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ آہن ... دیا تھا۔

"جو بھی ہو یہ بات طے ہے شادی اماں کی پسند کی لڑکی سے ہی کروں گا۔ کیوں اماں۔" اس نے مسز شان کی طرف دیکھا تھا۔ وہ مسکرا دیں۔

"ارے کیوں نہیں تو ہاں تو کر کے دیکھ۔ تیرے لیے لڑکیوں کی کمی تھوڑی ہوگی۔"

"آہن تم...... تم اماں کی پسند کی لڑکی سے شادی کرنے کے لیے تیار ہو رہے ہو؟ آر یو گوئنگ میڈ؟" غادیہ کو یقین نہ ہوا تھا۔

"آئی ہو گون میڈ۔" وہ توجہ سے تکتا ہوا مسکرایا تھا۔ اس کے سوا کوئی حل نہیں۔"

"تمہیں امکان ہے کہ وہ لڑکی تمہیں نہیں ملے گی؟" غادیہ بے چینی سے بولی تھی۔

"ارے کیوں دماغ کھا رہی ہے۔ جب بچہ کہہ رہا ہے کہ وہ تیار ہے تو پھر مسئلہ کیا ہے۔ گہری آنکھوں کی یوں بھی کمی تو نہیں۔" دادی نے لقمہ دیا تھا۔

"گہری نہیں تو نہ سہی۔ کوئی شرط خاص نہیں ہے۔ چلنے کو تو سہری بھی چل سکتی ہیں۔ کیوں دادی اماں؟" انداز شرارت سے پُر تھا۔ غادیہ آہن کو گھورے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"آہن تم بھی نا......" غادیہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ "لڑے بغیر ہی ہار جانے والے لوگ مجھے بالکل بھی پسند نہیں اور یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ تم بہادر نہیں ہو۔ یو آر سِلی اے کاورڈ پرسن۔" وہ بولنے کے ساتھ ہی باہر نکل گئی تھی۔

"لیجئے آپ کو خوش کرنے کے چکر میں غادیہ خفا ہو گئیں۔" آہن مسکراتے ہوئے دادی اماں کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"ارے اس کی چھوڑ ابھی روٹھی ہے تو آگے پل مان جائے گی۔ تو اچھی طرح سوچ لے پھر مجھے بتا دینا۔ کئی ایک اچھی لڑکیاں ہیں میری نظر میں تو کہے تو میں تجھے ان کی تصویریں بھی دکھا سکتی ہوں۔" دادی اماں رازداری سے بول رہی تھیں اور اماں مسکرا دی تھیں۔

اماں ٹھانے بیٹھی ہیں آہن۔ اس سے قبل کہ کچھ ہو جائے تو اپنی اماں کو اپنی مرضی بتا دے...... آہن نے اٹھ کر اپنی بانہیں ان کے گلے میں ڈال دی تھیں۔

"اماں آپ کو نہیں بتاؤں گا تو کسے بتاؤں گا مگر کوئی ہو بھی تو نا۔" اس نے انکشاف کیا

تھا۔

"کیا مطلب؟" اماں چونکی تھیں۔

"مطلب یہ کہ کوئی ہو تو نام بھی بتاؤں۔ کوئی ہے ہی نہیں۔"

"مگر وہ غادیہ تو......" اماں نے اشارہ کیا تھا اور آہن مسکرا دیا تھا۔

"غادیہ...... ہوا میں تیر چلانا تو کوئی ان سے سیکھے۔ قیاس کرنے میں ماہر ہیں وہ مگر ایسا کچھ نہیں ہے۔ ہوتا تو کیا غادیہ سے یا آپ سے نہ کہتا؟ ہاں پر اس اگر کچھ ہوا تو سب سے پہلے آپ دونوں کو ہی مطلع کروں گا۔" اس نے یقین دلایا تھا اور اماں مسکرا دی تھیں۔

"بیٹا ہمارے لیے اہم تو تمہاری خوشی ہے۔ تم جو چاہو گے وہی ہمارے لیے بھی اہم ہوگا۔ نواب صاحب نے بھی یہ بات باور کرا دی ہے۔ انہیں تم کتنے عزیز ہو یہ بات تو تم جانتے ہو۔" اماں نے پیار سے اس کے چہرے کو تھپتھپایا تھا اور وہ مسکرا دیا تھا۔

●✿●

اک خواب......

کئی سراب......

اور انجانا سا خوف......

جانے کیا بات تھی جو چین نہیں دے رہی تھی۔ اندر کے چھپے بھیدوں سے واقفیت بعض اوقات نہیں بھی ہو پاتی، اور یہ صورت حال خاصی نقصان دہ ہوتی ہے۔ حل بھی اس وقت ڈھونڈے جا سکتے ہیں، سدباب بھی تبھی ہو سکتے ہیں، جب اسرار اور بھید منکشف ہوں۔ اسے تو ساری صورت حال ہی غیر واضح لگ رہی تھی اور سوچنے سے ذہن مزید الجھن میں مبتلا ہو رہا تھا۔ جانے کیا تھا جو سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔ جانے کون سے بھید تھے جو نظروں سے پوشیدہ تھے۔ یہاں تو حال یہ تھا کہ الجھنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ باہم مشورے کی بھی کوئی راہ نظر نہیں آ رہی تھی اور......

زینہ اترتے ہوئے نگاہ کا محور جانے وہی وجود کیوں تھا؟ نگاہ باوجود کوشش کے بھی اسی سراپے سے ہی کیوں الجھ رہی تھی۔ یہ بات اعتبار یزادہ سمجھ نہیں پایا تھا۔ وہ چلتے ہوئے بے تاثر بن کر آگے بڑھ جانا چاہتا تھا۔ کوئی ردعمل ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا، مگر جانے قریب پہنچنے پر کیا ہوا تھا کہ قدم آگے بڑھ ہی نہ سکے تھے۔

وہ موڑ آخری موڑ تھا اور اس کے آگے کی ہر راہ ختم تھی۔

جیسے راستے بند تھے اور اس سے آگے نظر کچھ دیکھ نہ پا رہی تھی۔

بس وہ چہرہ تھا...... اور اس کی آنکھیں......

کیسی بے خودی تھی...... وہ وہ سمجھ ہی نہ پایا تھا۔ بس دیکھتا تھا اور نگاہ الجھتی چلی گئی تھی۔

سبی نے ہالہ کو ٹہوکا دیا تھا۔ ہالہ کی نگاہ نے کسی قدر شرارت سے اعتبار پیرزادہ کی چوری پکڑا تھا۔ ایشاع بھی اس کے کان کے قریب جھکی تھی۔

"یہ اعتبار صاحب کچھ زیادہ ہی بے خود نہیں ہو رہے۔"

"چکر کیا ہے' سمجھ میں نہیں آ رہا۔ آج سے پہلے ایسا حال دیکھا نہیں موصوف کا۔ مجھے تو لگتا ہے ضرور دال میں کچھ کالا ہے؟" دعا نے سرگوشی میں بتلایا تھا۔

"مجھے تو سب نارمل لگ رہا ہے۔ خوا مخواہ بے پر کی مت اڑاؤ۔ ایوری تھنگ از آل رائٹ۔ میرے بھائی پرائے مال پر نظر نہیں رکھتے۔ رشتوں کے احساس' اور اہمیت کا اندازہ ہے انہیں۔" دعا کو یہ بات کچھ ناگوار گزری تھی۔

"تو ہم کون سا شک کر رہے ہیں' ہم تو صرف وہ دیکھ رہے ہیں جو نظر دکھا رہی ہے۔ کچھ سمجھ میں آئے تو قیاس بھی کریں۔" ثمانے کچھ لفاظی کی تھی۔

"اپنے اعتبار صاحب خاصے ان پری ڈکٹیبل ہیں۔ پتا ہی نہیں چلتا کہ کر کیا رہے ہیں' اور ہو کیا رہا ہے۔" سبی کی پیش گوئی کمال کی تھی۔

قدرے فاصلے پر ہونے کے باوجود ان کی نگاہیں اعتبار پیرزادہ پر ہی لگی ہوئی تھیں' مگر اعتبار اطراف سے جیسے انجان تھا۔ بے خبری کی حد تھی۔ وہ چلتا ہوا لبنانہ بیگ کے قریب جا رکا تھا۔

لبنانہ بیگ اس ناگہانی کے لیے جیسے تیار نہ تھی۔ سر اٹھا کر کسی قدر حیرت سے دیکھا تھا۔

"So.... are you enjoying?"

خفیف سی مسکراہٹ لبوں پر لیے اعتبار پیرزادہ بہت پراعتماد انداز میں اسے دیکھتے ہوئے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس لمحے لگ ہی نہ رہا تھا کہ یہ تعلق فقط چند روزہ ہے' اور شناسائی کی مدت ابھی بہت تھوڑی ہے۔

لبنانہ بیگ کے چہرے پر کوئی تاثر خاص نہ تھا۔ نگاہ پھیر کر وہ یوں اجنبی ہو گئی تھی' جیسے سرے سے کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔ اعتبار پیرزادہ مسکرا دیا تھا۔

"اچھا لگتا ہے کبھی کبھی نئے رنگ اوڑھ لینا۔ نئے پہناوے نئے تیوروں کے ساتھ پہن لینا۔ چہرے پر نئے چہرے..... آل دف جاب..... کچھ تو مشکل ہوتی ہو گی۔ اگرچہ کام خاصا جدت انگیز اور دلچسپ ہے۔"

دھیمے لہجے میں عجب ایک کاٹ تھی۔ لبوں کا تبسم اس لمحے جیسے ایک طنز لگ رہا تھا۔ لبنانہ بیگ کے پاس اس کے لیے جیسے کوئی جواب نہ تھا' مگر وہ مسکرا دیا تھا۔

"خوشی ہوئی۔ یہ جان کر کہ تمہیں رنگوں سے انسیت ہو گئی ہے۔ خوابوں سے دوستی کر لی

ہے ان آنکھوں نے..... سچ کہوں' یہ آنکھیں خاصی خواب ناک لگ رہی ہیں۔ تم نے انہیں خواب دیکھنے کی اجازت دے کر جیسے کوئی کرم کر دیا ہے ان پر۔ دلکشی بڑھا دی ہے ان کی..... انہیں بارشوں کے سنگ بھیگتے دیکھ کر اچھا لگا..... اور کیا کیا شوق اپنا لیے ہیں تم نے؟"

انداز سرسری تھا' مگر لہجے کے ایک خاص تاثر کو صاف محسوس کیا جا سکتا تھا۔

لبنانہ بیگ اس کی جانب متوجہ ہونا جیسے چاہتی ہی نہیں تھی۔ مگر جھٹلانے کا یہ انداز بہت کمزور تھا۔

اعتبار پیرزادہ اگر کسی کو مشکل میں گھرا دیکھنا چاہتا تھا تو وہ اس وقت اپنی کوشش' اور ارادوں میں خاصا کامیاب نظر آ رہا تھا۔ لبوں پر مسکراہٹ لیے محظوظ ہوتے ہوئے اس کا انداز کسی فاتح کا سا تھا۔

"پرانی باتوں کو دفن کرنے کی عادت کچھ اتنی اچھی نہیں لگی۔ بہت کچھ سیکھ لیا تم نے' کچھ سبق اپنی ان آنکھوں کو بھی پڑھا دیے ہوتے۔ خاصی مشکل میں گرفتار نظر آ رہی ہیں۔ سچ بتاؤ کیسا لگ رہا ہے نئے موسموں میں ڈھلنا..... نئے راستوں پر چلنے پر دشواریاں تو نہیں ہو رہیں؟ سنا ہے راستے نئے ہوں تو شناسائیوں سے دور تک کا بھی واسطہ نہیں رہتا۔ ایسے میں کٹھنائیوں کے بڑھ جانے کا اندیشہ غلط ہر گز نہیں ہوتا۔ کبھی وقت پڑے تو مدد مانگ لینا۔ شکستہ پڑتے حوصلے اپنا اعتماد کھو دیں گے۔ گرتے پڑتے لڑکھڑاتے قدم اگر گرے بھی تو دوبارہ زمین پر سیدھے کھڑے ہوں گے۔ آزمائش شرط ہے۔"

ایک خفیف سا تبسم لبوں پر لیے جانے وہ کون سے جہانوں کی باتیں کر رہا تھا' مگر یہ ضرور تھا کہ لبنانہ بیگ کی جان واقعی اس وقت مشکل میں گھری نظر آ رہی تھی۔ چہرے کی رنگت زرد تھی' اور پیشانی پر پانی کے کئی قطرے چمک رہے تھے' جیسے اسے اس وقت ناپسندیدہ ترین صورت حال کا سامنا تھا۔

اعتبار پیرزادہ نے ایک نگاہ خاص اس چہرے پر ڈالی تھی۔ ایک گہری نظر..... اور مسکراتے ہوئے پلٹ کر آگے بڑھ گیا تھا۔ یہ جانے بغیر کہ کوئی چہرہ اس لمحے کس احساس سے دوچار تھا۔

کتنی مشکل میں گھر چکی تھی جاں کہ ہر تاثر زائل کرنا بے حد مشکل نظر آ رہا تھا۔ قریب بیٹھی لڑکیاں کچھ سمجھ تو نہ سکی تھیں۔ مدھم لہجہ اتنا دھیما تھا کہ لفظ تک ڈھنگ سے سنائی نہ دیتے تھے' مگر وہ بہت حیرت سے اس لمحے کبھی اعتبار پیرزادہ کو' اور کبھی لبنانہ بیگ کو دیکھ رہی تھیں۔ لبنانہ بیگ ان سے نگاہیں پھیرے بیٹھی تھی۔

●⊛●

فرار کہاں ممکن تھا۔ گھڑی دو گھڑی..... وہ اس ماحول سے الگ ہو کر تو رہ سکتی تھی' مگر اس

سے کٹ کر رہنا ایسے ہی تھا جیسے اپنی ذات کی نفی کرنا۔ سو وہ پھر وہیں تھی' مگر اب کے حوصلے اتنے پست نہ تھے۔ اپنے اندر وہ کچھ نئی توانائیاں محسوس کر رہی تھی۔ حوریا کی شادی کی رسموں کی گہما گہمی تھی' اور وہ ان سب کا حصہ نہ ہوتے ہوئے بھی وہاں تھی۔ راہداری میں تھی' جب اویان حاکم چغتائی سے سامنا ہو گیا تھا۔ وہ اب اس سے ڈر کر بھاگنا نہیں چاہتی تھی۔ جب اویان حاکم چغتائی اس کے سامنے رکا تھا' وہ مضبوط ارادوں کے ساتھ اس کے سامنے کھڑی سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"اسٹرینج...... تم گئی نہیں؟" اویان حاکم چغتائی کے لہجے میں بھرپور حیرت تھی۔ "ارادہ کیا ہے؟" بغور تکتے ہوئے دریافت کیا تھا۔ "کہیں تم پھر اپنے ان فرسودہ خیالوں کو لے کر کونفیڈنٹ تو نہیں ہو گئیں یا پھر کسی قدر خوش فہم؟"

سوالیہ انداز اپنے اندر عجب ایک طنز رکھتا تھا۔ جیسے اس کی پسپائی کا مکمل یقین ہو۔ جانے کیا سوچ بیٹھا تھا وہ شخص...... ارادے کیا تھے؟

طالیہ جبران کے لیے اس گھڑی یہ جاننا کسی قدر مشکل تھا۔ کچھ واضح نہ تھا اس کے چہرے تھے' مگر عجب ایک چمک سی تھی ان آنکھوں میں...... ایک گہری چمک...... جیسے وہ اس کے سامنے کھڑا اسے سطر سطر پڑھ رہا ہو' اور اس کے اندر کے احوال کی اسے مکمل طور پر خبر ہو۔ اسے دیکھتے ہوئے عجب ایک الجھن میں اس نے ہاتھ پیشانی پر مارا تھا' اور مسکرا دیا تھا۔

"کیا...... کیا سوچ بیٹھی ہو تم؟ اویان حاکم چغتائی کو تم کتنا سمجھ پائی ہو اب تک؟ سویٹ گرل یہ محاذ اتنا آسان نہیں ہے' کتنی بار سمجھاؤں میں تمہیں؟ کتنی بند عقل کی لڑکی ہو تم۔ سمجھتی ہی نہیں ہو' کیا کرو گی ہاں؟ کیا کرو گی تنہا اکیلی...... پریشان حال لڑکی...... تم اپنے لیے اتنی مشکلات کیوں اکٹھا کر رہی ہو۔ دیکھو دوسروں کے بہکاوے میں مت آؤ' اپنی پرابلم خود سمجھو' جینا تمہیں ہے۔ جھیلنا بھی تمہی کو ہے۔ دوسرے صرف دور سے کھڑے ہو کر نظارہ کریں گے' اور لطف لیں گے۔ دوسروں کے لیے دلچسپ کہانی مت بنو۔ بی آ گڈ گرل...... اپنی خیر خواہی کا ذمہ خود اٹھا لو۔ دوسروں پر کیا جانے والا انحصار تمہیں کچھ نہیں دے گا۔ تم جانتی ہو نا' یہ صورت حال کتنی مشکل ہے' ہاں؟"

بہت مدبرانہ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے اس کے ہاتھ کو تھاما تھا۔

"فضول کی ساری باتیں جانے دو۔ کام کی بات کرو۔ لٹس ڈیل' وہاٹ ڈو یو وانٹ؟ کیا چاہیے؟ پیسہ' دولت' فیم' کیا؟ عقل مند ہو' جانتی ہو دنیا کے پچیس امیر ترین لوگوں میں شمار ہونے والے شخص کی پرسٹیج کو کتنا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے' اور کوئی اس سے کتنا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ایوری تھنگ از کلیئر۔ سولٹس میک آ ڈیل' فیئر ڈیل' پیسہ چاہتی ہو؟ کتنا؟ کوئی حد تو بنا رکھی ہو گی تم

نے...... اپنی لسٹ؟"

اس کی آنکھوں میں بغور تکتا ہوا وہ پوچھ رہا تھا' اور طالیہ جبران کتنی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ہر بات اپنے طور پر اخذ کرتا تھا۔ وہ اپنے طور پر سوچتا تھا' اور فیصلے صادر کر دیتا تھا۔ کتنا اوور تھا وہ' جیسے سارے حق وہ محفوظ رکھتا تھا۔

"کم آن گو فاسٹ جلدی فیصلہ لینا ہے تمہیں کیونکہ میں اب یہ ڈرامہ مزید برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ جھیلنا بہت دشوار ہے۔ ڈیل کرو' اور اپنی راہ لو۔ جس ملک کی نیشنلٹی چاہو گی۔ جہاں رہنا چاہو گی۔ بندوبست میں کر دوں گا۔ میرے لیے یہ مشکل نہیں ہے۔ شاباش فیصلہ کرو۔ میرے پاس اور ایک ہی بات کو ڈسکس کرنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ کسی بھی نتیجے پر پہنچنے کا فیصلہ تمہی کو......"

کہنے کے ساتھ ہی اس نے جیب سے چیک بک نکالی تھی۔ اپنے سگنیچر گھسیٹے تھے' اور چیک بک سے پھاڑ کر اس کے ہاتھ پر دھر دیا تھا۔

"اٹس کالڈ بلینک چیک...... تمہیں جتنا چاہیے اس میں لکھ دو' اور اپنی راہ لو۔ ویٹس دی اٹس اور وائنڈ آؤٹ۔"

مدھم لہجے میں ایک ایک جملے پر زور دیتے ہوئے اس کے چہرے کو ہولے سے تھپتھپاتے ہوئے وہ پلٹا تھا' اور وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

کتنے مضبوط قدم تھے اس کے۔ جیسے زمین کے سینے کو ہلا کر رکھ رہے تھے۔ طالیہ جبران کی بھیگی آنکھیں کتنی دیر تک وہ منظر دیکھتی رہی تھیں۔

کہاں گئی تھیں وہ ہمتیں...... کہاں گئے تھے وہ ارادے...... سب دھرا کا دھرا رہ گیا تھا۔ سب ریت کی دیوار ثابت ہوا تھا اس شخص کے مقابل...... وہ پھر اسی قدر شکستہ تھی...... اور اتنی ہی

●❁●
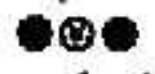
"کیا ہوا۔ اس طرح اکیلی یہاں کیوں کھڑی ہو۔ ماشاء اللہ دن ملن کے آ رہے ہیں' اور تم اختر شماری کا قصد کیے بیٹھی ہو؟" ماہم نے اس کے قریب رکتے ہوئے کسی قدر شرارت سے چھیڑا تھا۔

لیانہ مسکرا دی تھی۔

"اس طرح چہرے پر بارہ کیوں بجے ہوئے ہیں۔ دانیال صاحب نے کچھ کہہ دیا کیا؟"

ماہم مسکرائی تھی۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ تم نے اپنے پروجیکٹ کا کام مکمل کر لیا' جو یہاں چلی

آ گئیں؟" لبنانہ کے پاس اس لیے جیسے بات کرنے کو فقط تھوڑے تھے دماغ عجب ماؤف سا تھا۔

"لبنی مجھے تمہاری حالت اتنی دگرگوں کیوں محسوس ہو رہی ہے...... جیسے تم کسی بڑے محاذ پر لڑتے لڑتے تھک گئی ہو؟" ماہم نے اسے بغور دیکھتے ہوئے قیاس کیا تھا۔

"فضول کی آبزرویشن مت کرو۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔ موسم اچھا تھا تو اس لیے یہاں چلی آئی۔" لبنانہ بیگ نے ایک اور بہانہ گھڑا تھا' مگر انداز بے حد کمزور تھا۔

"مجھے کیوں لگ رہا ہے لبنانہ بیگ جیسے تمہارے اندر کا موسم بھی کچھ خاص ٹھیک نہیں۔ معاملہ کیا ہے؟ ادھر منگنی کی تیاریاں عروج پر ہیں' اور ادھر آپ...... کہیں دانیال نے تو کوئی گڑبڑ نہیں کر دی۔ اگر ایسی بات ہے تو مجھ سے کہو۔ اچھی خاصی خبر لوں گی۔"

"اچھا دادی اماں تم ان کی خبر لو گی؟" لبنانہ بیگ مسکرائی تھی۔

"میری بہن کو تنگ کرنے والے کو میں بالکل بھی معاف نہیں کر سکتی۔ شادی منگنی سب کینسل' اپنا راستہ ناپتے نظر آئیں گے۔ آئے بڑے کہیں سے پرنس آف ویلز...... ہم کیا کسی سے بھلا کم ہیں۔ لڑکی والے ہیں' نخرے تو ہمیں دکھانا چاہئیں۔ یوں بھی مردوں پر نخرے کچھ سوٹ نہیں کرتے۔ اگر تم کہو تو میں نانا ابا سے بھی شکایت کر سکتی ہوں' کر دوں؟"

لبنانہ نے مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ارے کیسے نہیں ہے۔ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں سے ہی بڑے بڑے Conflicts جنم لیتے ہیں۔ نانا ابا تو ان کا دو کانوں میں سر کر دیں گے۔" ماہم مسکرا رہی تھی۔ لبنانہ بیگ ہنس دی تھی۔

"ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے' جب ہوگی سب سے پہلے تم ہی سے رجوع کروں گی۔" لبنانہ بیگ ماہم کو شانوں سے تھام کر سیڑھیاں اترنے لگی تھی۔

"لبنی ایک بات پوچھوں؟"

"ہوں۔"

"تم خوش تو ہو نا اس شادی پر؟"

"کیوں تمہیں کیا لگتا ہے؟"

"میں؟" ماہم لمحہ بھر کو چپ ہوئی تھی' پھر اس کی طرف دیکھے بغیر بولی تھی۔ "لبنی مجھے پتا نہیں کیوں لگتا ہے کہ تم خوش نہیں ہو۔ مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے لبنی؟"

لبنی نے ماہم کی آنکھوں میں موجود الجھنوں کو دیکھا تھا' اور چہرے کا رخ پھیر گئی تھی۔

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے۔ جب کہ ایسا کچھ ہے ہی نہیں۔ دانیال اتنے اچھے ہیں کہ

ان سے کسی کو کوئی شکایت ہو ہی نہیں سکتی۔ پھر تم ایسا کچھ کیوں سوچ رہی ہو؟"

"تمہاری فکر میں نہیں کروں گی تو' اور کون کرے گا۔ لبنی ایک بات بتاؤ گی؟"

"ہاں......؟"

لبنانہ بیگ کا لہجہ کسی قدر بے ہمت سا تھا۔ جیسے اس وقت وہ ماہم کے سارے سوالوں سے بچنا چاہتی تھی۔ چلتے ہوئے انداز میں واضح تھکن تھی۔ جیسے اس نے ایک لمبی مسافت طے کی ہو۔

"تم دانیال کو پسند ہو۔ یہ بات تو ہم سب جانتے ہیں۔ دانیال تمہیں کتنا پسند ہیں' یہ بات ہم میں سے کوئی کیوں نہیں جانتا؟"

ماہم کے سوال کو جھیلنا آسان نہ تھا' مگر لبنانہ بیگ بہت خوش دلی سے مسکرا دی تھی۔

"ماہم تم اب جا کر سو جاؤ۔ تمہیں فی الحال اپنے پروجیکٹ پر کونسنٹریٹ کرنا چاہیے۔ اتنی ٹف اسٹڈی ہے تمہاری...... ہے نا؟ گڈ نائٹ۔" اسے اس کے کمرے کے سامنے چھوڑ کر وہ مسکرائی تھی' اور پلٹ کر اپنے بیڈ روم کی جانب بڑھ گئی تھی۔

پتا نہیں کبھی بہت سے سوال ایسے کیوں سامنے آ جاتے ہیں' جن کے جوابات یا تو ہمیں معلوم نہیں ہوتے...... یا پھر اپنے علاوہ ہم کسی کو بتانا ہی نہیں چاہتے۔

لبنانہ بیگ جیسے ایک مشکل سفر طے کر کے آئی تھی۔ کمرے تک آتے آتے اس کی سانس پھول چکی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھولا تھا اور خود کو بیڈ پر ڈال دیا تھا۔ کتنی دیر تک وہ کھلی آنکھوں سے کمرے کی چھت کو دیکھتی رہی تھی۔

کوئی بات تھی جو آنکھوں میں جاگ رہی تھی......

جو آنکھوں کو سونے نہیں دے رہی تھی......

کچھ تو تھا...... جو باعث پریشانی تھا...... باعث حیرت تھا...... الجھنوں کے الجھاوے بہت کمال سے تھے۔ سب کچھ الجھا ہوا سا دکھائی دے رہا تھا' اور کوئی سرا ہاتھ نہ تھا۔

خواب' موسم' رنگ......

جب کسی پر اختیار ہی نہیں تھا' تو پھر یہ اضطراب بھی کیوں تھا...... یہ احساس بھی کیوں تھا؟

●●●

"مجھے لگتا ہے اشعار صاحب آپ موسموں پر اختیار چاہتے ہیں۔ زندگی میں اپنے تمام رنگ اپنے حساب سے اپنے پسند کے رنگ بھرنا چاہتے ہیں' مگر کبھی کبھی ایسا ممکن نہیں ہوا کرتا...... کبھی کیا' ایسا تو شاید کبھی بھی ممکن نہیں ہوا کرتا۔" احمر نے بولنگ کرتے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھا

تھا۔ اعمار بہت سرسری انداز میں مسکرایا تھا۔

" دنیا میں کون ہوگا' جو اپنے ارادوں کو ٹوٹتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہو۔ ہر ایک کی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں احمر صاحب' آپ یہ بات سمجھ کیوں نہیں لیتے۔ صرف اعمار پیرزادہ ہی نہیں' یہاں جینے کے لیے سب کو اپنی پسند کا ٹائم فریم میں پسند کے رنگ بھرنے کے لیے چاہیے ہوتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کسی کو اختیار ملتا ہے' اور کسی کو نہیں۔ لیکن تو اتنا یاد رکھو' میں علینا سے ملاقات پر قطعاً بھی مائل نہیں ہوں گا۔ دی ٹائم ہیز پاسٹ...... ناؤ گیم اوور....' اور مجھے بار بار پلٹ کر پیچھے دیکھنا پسند نہیں۔" بولنگ کا انداز کسی قدر جارحانہ تھا۔

" کیوں تم پتھر ہو جانے سے ڈرتے ہو؟" احمر مسکرایا تھا۔

" پتھر......؟" اعمار پیرزادہ کے لبوں پر بڑی خفیف سی مسکراہٹ تھی۔ " پتھروں سے وہ ڈرتے ہیں جو شیشوں کا سا سراپا رکھتے ہوں اور اعمار پیرزادہ کے متعلق تم جانتے ہو؟" انداز آہنی تھا۔

" مانتا ہوں بھائی' مگر اپنی علینا کو سنبھالو۔" احمر مسکرا دیا تھا۔ " آج کل وہ مجھے بہت تنگ کر رہی ہے۔ تمہاری جانب سے وارم ویلکم نہ ملنے کے باعث اس کا رخ میری طرف مڑ گیا ہے۔ اسے جانے کیسے خبر ہوگئی ہے کہ میں رفوگری اچھی کر سکتا ہوں۔" احمر کا انداز دہائی دینے والا تھا۔ اعمار پیرزادہ مسکرا دیا تھا۔

" ایک بات تو بتاؤ۔ یہ اچانک تم نے علینا کی طرف سے ہاتھ کیوں کھینچ لیا۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تم تو اس کے ساتھ خاصے سیریس دکھائی دے رہے تھے۔"

" میں' اور علینا صاحبہ کے ساتھ سنجیدہ......؟ یہ بات ضرور تمہیں علینا نے بتائی ہوگی؟" اعمار پیرزادہ کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ " یقین مت کرنا' اسے بے پرکی اڑانے کی عادت ہے۔"

" اور تم......" احمر نے اچانک رخ اس کی سمت موڑ کر اسے چونکا دیا تھا۔

" میں؟ مجھے کیا ہوا ہے؟" انداز سوالیہ تھا۔

" ویل یہ تو تم ہی بتا سکتے ہو۔ مجھے تو ان دنوں تم بہت مشکوک لگ رہے ہو؟" احمر بولا تھا۔

اعمار پیرزادہ محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ لبوں پر خوشگوار تبسم پھیلا تھا۔

" تم سب کی نظروں کا مرکز آج کل میں ہی کیوں ہوں؟"

" عجیب ہو رہے ہو شاید اس لیے۔" احمر مسکرایا تھا۔

" اور تم کو ایک دلچسپ موضوع مل گیا ہے۔" اعمار پیرزادہ کو اعتراض ہوا تھا۔

" تم سوچ کیوں دیتے ہو؟"

" میں نہ بھی دوں تو تم لوگ ڈھونڈ ہی لیتے ہو۔ اینی ہاؤ' آئی ہیو ٹو گو ناؤ۔ گھر جاؤ تو بتا ...ا' مجھے دیر سے آؤں گا۔"

" خیریت کہاں جا رہے ہو؟" احمر نے سوال داغا تھا۔

" گھر لوٹ کر بتاؤں گا۔" اعمار نے مسکرا کر اس کے شانے پر ہاتھ دھرا تھا۔ " بیولن۔ ...یا تھا' اور آگے بڑھ گیا تھا۔

...جب ایک اضطراب سی قدموں سے لپٹی ہوئی تھی۔ گاڑی سیاہ تارکول کی سڑک پر دوڑاتے ...وہ عجب کچھ مضمحل سا تھا۔ بہت گم...... اپنے دھیان میں گم وہ ڈرائیو کر رہا تھا جب نظریں ...وجود پر پڑی تھیں...... وہ چہرہ...... وہ سراپا...... کیسی مقناطیسی کشش تھی اس میں...... وہ آگے ...ہی نہ پایا تھا۔ پاؤں بریک پر جا پڑے تھے' اور گاڑی خود بخود اس کے قریب رک چکی تھی۔

لیمانہ بیگ غالباً کسی کیب کی تلاش میں نظریں یہاں سے وہاں دوڑا رہی تھی۔ اپنے ...یب کھڑی گاڑی دیکھی بھی تھی تو نظر انداز کر دیا تھا۔ اعمار پیرزادہ نے ہارن پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ ...وہ اس کی طرف متوجہ نہ تھی' مگر توجہ کا محور پھر بھی وہی تھی۔

لیمانہ کے لیے کسی کا یہ انداز جس قدر ناپسندیدہ تھا' اسی قدر زچ کرنے والا بھی تھا۔ ...کھڑے کئی لوگ متوجہ ہو چکے تھے' اور وہاں مزید کھڑے رہ کر وہ خود کو مزید پوائنٹ آؤٹ ...نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے گاڑی میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے اعمار کو قاتلانہ عزائم سے ...یکھتے ہوئے اس نے گاڑی کی سمت پیش قدمی کر دی تھی۔ فرنٹ ڈور کھول کر اس کے ساتھ بیٹھتے ...ئے انداز خاصا جارحانہ تھا' جیسے وہ اس شخص کو قتل کر دینا چاہتی ہو۔

اعمار پیرزادہ کے چہرے پر اطمینان کی ایک واضح لہر دکھائی دی تھی۔ لبوں پر ایک خفیف ...سا تبسم ابھرا تھا' اور گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

" میری اس ہار کو اپنی جیت مت سمجھ لینا۔ بہت بڑی بے وقوفی ہوگی یہ۔ وہاں کھڑے رہ ...کر میں کوئی دلچسپ کہانی بننا نہیں چاہتی تھی اور......"

" وضاحتیں کیوں دے رہی ہو۔ میں نے وضاحتیں مانگی ہیں؟"

وہ دھواں دھار بول رہی تھی جب اعمار پیرزادہ نے اسے ایک لمحے میں خاموش کر دیا ...تھا۔ کتنی واضح حیرت ابھری تھی لیمانہ کی نظروں میں...... کس درجہ بے یقینی سے اعمار پیرزادہ کو ...دیکھا تھا' مگر کس درجہ اطمینان سے مسکرا رہا تھا وہ۔ نظریں اب بھی ونڈ سکرین پر تھیں' مگر اسے نہ ...دیکھتے ہوئے بھی اس کی ساری توجہ جیسے اسی پر تھی۔

" میں نے تم سے کسی بات کی کوئی ایکسپلینیشن نہیں مانگی۔ پھر کیوں بے کار میں اپنی ...انرجی ضائع کر رہی ہو؟"

پر مطمئن لہجہ کسی قدر چڑانے والا تھا۔ لینانہ کے اندر ایک طوفان سا اٹھا تھا۔

"ہاں کوئی وضاحت نہیں چاہی تم نے، مگر میں تمہیں بتانا ضروری سمجھتی ہوں کہ میں تم سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ تم کیوں روز ایک نیا معاملہ اٹھا کر میرے مدمقابل آن رکتے ہو...... کیا واسطہ ہے تم سے میرا...... کوئی رشتہ ہے ہم میں؟ تھک چکی ہوں میں، تمہاری فضول کی بکواس سنتے سنتے......، اور نہیں سننا چاہتی۔ سو شاپ ڈوئنگ آل دس نان سینس...... مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، مگر میں اپنے آپ کو کسی کی طرف سے کوئی انگلی اٹھتی ہوئی بھی دیکھنا نہیں چاہتی...... مجھے اپنی پرسٹیج کا پورا خیال ہے، اور تم......"

"تم کیوں سمجھتی ہو کہ تم اہم ترین ہو، اور ہر کوئی تمہیں نوٹس کرتا ہے؟ اس خوش فہمی میں رہ کر کب تک جیو گی لینانہ بیگ؟"

بے حد نرم لہجہ تھا، جیسے اعتبار پیرزادہ سے زیادہ بے ضرر شخص اس ساری روئے زمین پر نہ تھا۔

لینانہ ساکت سی اسے دیکھ رہی تھی۔ اعتبار پیرزادہ نے ایک نگاہ ڈالی تھی، اس کے چہرے پر...... انداز سرسری سہی، مگر نگاہ خاص تھی۔

"تیور قاتلانہ ہیں۔ میں شکار ہونے کو تیار بھی ہوں، مگر سوچ لو نقصان کس کا ہوگا؟"

لبوں کا دھیما سا تبسم لینانہ بیگ کے حواس خطا کر گیا تھا، مگر وہ کس درجہ رسانیت سے کہہ رہا تھا۔

"بھولی صورت...... بھولی آنکھیں...... معصوم تیور...... کوئی دھوکہ بھی دو گی تو کسی کو کوئی ملال تک نہ ہوگا......، مگر ایک بات تو بتاؤ، تم اچانک اس ویلس میں کیسے آن نکلیں؟ ارادہ کیا ہے؟ سب کے دل تو خوب لبھا لیے ہیں۔ سچ بتاؤ ترکش کے کتنے تیر آزمانے نکلی ہو؟ معاملہ کیا ہے؟ دانیال چاچو پر اتنے کرم کرنے کی اچانک کیسے ٹھان لی؟"

"تم اپنے معاملات پر توجہ دو۔ ویٹس ناٹ یور کنسرن، رائٹ۔"

لینانہ نے کسی درجہ ناگواری سے اسے دیکھا تھا، مگر وہ مسکرا دیا تھا۔

"معاملات کو معاملات سے جوڑ بھی رہی ہو۔ سلسلے بنا بھی رہی ہو، اور چاہتی ہو کوئی اثر بھی نہ ہو...... دوسری طرف کوئی اس درجہ بے خبر رہے، یہ کیسے ممکن ہے۔ جب دہکتا ہوا ماحول ہو...... الاؤ جل رہا ہو تو برف تو پگھلے گی ہی...... تم اتنی بے خبر، اور انجان کیونکر ہو رہی ہو؟"

اعتبار پیرزادہ اگر دوسری طرف کوئی آگ لگانا چاہتا تھا تو وہ پورے طور پر کامیاب تھا۔

لینانہ بیگ کی نظروں میں انگارے سے دہکنے لگے تھے، مگر وہ کچھ بھی کہے بغیر رخ کھڑکی کی طرف پھیر گئی تھی۔ اعتبار پیرزادہ مسکرا دیا تھا۔

"حوصلے ٹوٹنے لگیں تو لوٹ جانا۔ ابھی تم اتنی دور نہیں آئی ہو۔ ایک سینسئیر ایڈوائز دوں گا۔ ان کو تجربات کی نذر کرنا ترک کر دو۔ نقصان فقط اپنا ہی ہوگا، اور اگر ایسا ہوا تو مجھے تم سے یقیناً ہمدردی ہوگی۔"

"سٹاپ دی کار اعتبار پیرزادہ۔" لینانہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولی تھی۔ مگر اعتبار نے ان سنی کر دی تھی۔

"I say stop the car"

اعتبار پیرزادہ نے گاڑی ایک طرف روک دی تھی۔ لینانہ بیگ اتری، اور کھٹاک سے گاڑی کا دروازہ بند کرتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی۔

اعتبار پیرزادہ اس تیور پر بے ہم قطعانہ ہوا تھا۔ لبوں پر تبسم لیے کئی لمحوں تک وہ اسی طرف دیکھتا رہا تھا۔ پھر گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

● ● ●

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ آئیں گے نہیں؟ یعنی یہ منگنی بھی نہیں ہوگی؟"

غادیہ خان حیران تھی، مگر دوسری طرف سے راحم کالمی مطمئن کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔

"دیکھو آئی ایم ناٹ ٹاکنگ یو۔ تم میری پہلی ترجیح ہو، مگر کچھ مصروفیات آن پڑی ہیں۔ میں کوشش کے باوجود وقت نہیں نکال پا رہا ہوں۔ کچھ نئی ذمے داریاں آن پڑی ہیں۔ انہیں نباہنا، اور پورا کرنا بہت ضروری ہے۔ میں تم سے کہیں بھاگ نہیں رہا ہوں۔ یہ رشتہ ان لمحات میرے لیے ہر بات سے، اور ہر شے سے زیادہ اہم ہے، مگر میں فی الحال کچھ الجھاووں میں الجھ گیا ہوں اور......"

راحم کالمی، بہتر ہوگا تم یہ وضاحتیں بابا، اور اماں کو دو۔ میں نے تم سے تعلق بنانے کا فیصلہ اپنی مرضی سے نہیں کیا تھا۔ یہ رشتہ انہی کی پسند سے جڑنے جا رہا ہے، اور یہ بات بھی سب سے پہلے انہی کے علم میں آنا ضروری ہے؟" غادیہ کی آواز بجھی بجھی سی تھی۔

"غادیہ ڈونٹ گٹ می رونگ۔ آئی نیڈ یو...... یہ طے ہے، ہمارے درمیان ایک تعلق جڑنا ہے۔ کمیٹڈ ہونے کے لیے علامتی نشانیوں کا پہننا ضروری نہیں ہے۔ آئی ول بی ود یو آل لانگ مائی لائف...... ان ٹل مائے ڈائے۔ یہ میرا وعدہ ہے تم سے، بلیو می۔" یقین دلانے کا انداز بہت عجیب تھا۔ غادیہ کا دل پسیج گیا تھا۔

مزید کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آئی ڈو انڈر اسٹینڈ، مگر وادی اماں کہتی ہیں اس طرح تقریبات کا ملتوی ہونا اچھا شگن نہیں ہوتا۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ جو تعلق بننے جا رہا تھا،

اسے بن جانا چاہیے تھا۔"

"بن جائے گا۔ تم اصرار کرو گی تو سب رسموں کو چھوڑ کر ڈائریکٹ رخصتی بھی کروا لوں گا لیکن پلیز...... اس لمحے میرا ساتھ دو۔ مجھے تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔ میں اس وقت تمہاری ہنسی سننا چاہتا ہوں۔"

عجب خواہش تھی۔ ہنسنا تو اس وقت اس کے لیے محال تھا' مگر وہ راحم کاظمی کا دل رکھنے کو مسکرا ضرور دی تھی۔

"میں مسکرا رہی ہوں۔"

اس نے جیسے اطلاع دی تھی۔ عجب روٹھا روٹھا سا انداز تھا۔ دوسری طرف راحم کاظمی ہنس دیا تھا۔

"بٹ آئی کانٹ ہیئر یور سمائل آن دی لائن۔ فون کے اس طرف مسکراہٹ دکھائی نہیں دے رہی۔" غادیہ مسکرا دی تھی۔

"اتنی بیڈ نیوز کے بعد اسی پر گزارہ کرنا ہو گا۔ آپ نے بابا' اور اماں سے بات کی؟"

"ہاں ان سے میری بات ہو چکی ہے۔ میں معذرت کر چکا ہوں' مگر جلد ہی یہ تقریب دوبارہ منعقد ہو گی۔ میں آؤں گا......' اور تب تم میری ہو جاؤ گی۔" راحم کاظمی لگاوٹ کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

غادیہ کے لیے یہ تجربات بہت نئے تھے۔ ایک ارینج میرج جو ہونے جا رہی تھی' اس سے وابستگی کے اسلوب کیا ہو سکتے تھے' وہ کبھی سمجھ نہیں پائی تھی' مگر جس حد تک راحم اس سے لگاوٹ دکھاتا تھا' اس پر بھی اس حد تک رسپانڈ کرنا جیسے فرض ہو جایا کرتا تھا۔ ایک فطری سی بات تھی۔ شاید اس میں کرٹسی کچھ زیادہ ہی تھی۔ وہ راحم کاظمی کو اس ضمن میں تنہا چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی برابر کا نہیں تو کسی حد تک اس کا ساتھ ضرور اس لگاوٹ سے دینا فرض سمجھتی تھی۔ اب بھی جب وہ بول رہا تھا تو وہ اسے بغور دلچسپی سے سن رہی تھی۔ وہ کمرے میں ایک طرف سے چکر کاٹ کر مڑی تھی' جب آہن دروازے میں کھڑا نظر آیا تھا۔

"اوہ آپ بزی ہیں۔"

وہ پلٹنے والا تھا' مگر غادیہ نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا تھا' اور فون کا سلسلہ منقطع کر کے اس کی طرف آ گئی تھی۔

"کیا ہوا کوئی کام تھا؟"

"جی وہ راحم کاظمی کی رنگ بن کر آ گئی ہے۔ آپ دیکھ لیتیں تو......" آہن نے مدعا بیان کیا تھا۔

"اس کی اب ضرورت نہیں ہے لیکن اگر پھر بھی تمہیں تسلی کرنا ہو تو پہن کر چیک کر لو۔"

غادیہ سرسری انداز میں کہہ کر بال سمیٹتے ہوئے رخ پھیر گئی تھی' اور گلاس اٹھا کر پانی پینے لگی تھی۔

"جی کیا مطلب؟" آہن چونکا تھا۔

"مطلب یہ کہ منگنی فی الحال ملتوی ہو گئی ہے۔ اب نہیں ہو رہی یعنی کچھ دن بعد میں ہو گی' اس لیے اس رنگ کی ضرورت بھی فی الحال سیکنڈری ہو گئی ہے۔" وہ راحم کاظمی کا غصہ اس پر نکال رہی تھی۔

آہن نے مخملی ننھی سی ڈبیہ اس کے سامنے کر دی تھی۔

"پھر اس کا کیا کروں؟ میرا خیال ہے اسے آپ اپنے پاس سیف کر لیں؟" وہ جیسے فوراً بری الذمہ ہو جانا چاہتا تھا۔

"کہا تو ہے پہن کر چیک کر لو۔ اگر پوری ہے تو بابا یا اماں کو بتا دو۔ بصورت دیگر دوبارہ ان کے پاس پہنچا دو۔ جس بندے کو پہنچی ہو گی وہ ناپ دے کر ٹھیک کروا لے گا۔ فی الحال ان کے پاس ٹائم نہیں ہے۔ انڈر اسٹینڈ۔"

عجب الجھن سے پُر لہجہ تھا' مگر آہن جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔ پھر اس کا ہاتھ تھاما تھا۔ ہتھیلی پھیلائی تھی' اور ہاتھ میں تھمی ڈبیہ اس کی ہتھیلی پر رکھ دی تھی۔

"یہ ایک خاص رنگ ہے۔ آپ الجھن میں سمجھ نہیں رہی ہیں۔ اسے پہننے کا حق صرف وہی محفوظ رکھتے ہیں۔ اپنے پاس رکھ لیجیے۔ جب وہ حضرت آ جائیں گے تو خود پہن کر چیک کر لیں گے۔ رائٹ؟" ہدایت خاص سنا کر وہ پلٹا تھا' مگر تبھی غادیہ نے پکار لیا تھا۔

"آہن؟"

آہن رک گیا تھا۔ پلٹ کر نہیں دیکھا تھا' مگر وہ جیسے منتظر تھا' کسی اگلے حکم خاص کے لیے......!

غادیہ چلتی ہوئی اس کے قریب آ گئی تھی۔ آہن نے خاموشی سے دیکھا تھا۔

"آئی ایم سوری آہن۔" مدھم لہجے میں عجب شرمندگی تھی۔

"فور وہاٹ؟" آہن مسکرا دیا تھا۔

"میں تم پر خواہ مخواہ چلائی اور......' مگر اس میں قصور میرا نہیں' وہ راحم کاظمی......"

عجب الجھن میں بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔ آہن مسکرا دیا تھا۔

"میں جانتا ہوں۔ بابا سے خبر مل گئی تھی۔" اطلاع پہنچائی تھی۔

"اور تم اس کے باوجود آن پہنچے؟" غادیہ چونکی تھی۔

"ہاں، مگر میرا ارادہ آپ کو مزید ہانٹ کرنے کا نہیں تھا۔ اماں نے کہا تھا اسے آپ کو سونپ دوں، سو میں نے صرف ان کے آرڈر کو فالو کیا۔ سوری اف آئی ہرٹ یو۔"

"کم آن آہن۔ اب یہ اتنا بڑا دکھ بھی نہیں ہے کہ میں ندیاں بہا دوں۔ آئی ایم اوکے۔ وہ تو بس وقتی طور پر غصہ آ گیا تھا۔ اینی ہاؤ، تم نے ایک رنگ مزید نہیں بنوائی۔ اس کے ساتھ؟"

وہ غالباً ازالہ کرنے کو مسکرائی تھی۔ آہن چونکا تھا۔
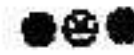
"ایک، اور رنگ؟"

●●●

"ہاں تمہاری ہونے والی فیانسی کے لیے۔ اماں نے غالباً تمہارے لیے کوئی لڑکی دیکھ لی تھی نا۔" غادیہ خاصی شرارت سے مسکرائی تھی۔

"اوہ......وہ......سوری، میں تو بھول ہی گیا تھا۔ اگر آپ کو یاد تھا تو آپ کو مجھے ری مائنڈ کروا دینا چاہیے تھا۔" آہن نے بھرپور انجوائے کیا تھا۔

"اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ اماں کو فیور میں لے کر قائل کر لو۔ مان جائیں گی، تو زندگی بنے گی۔ بصورت دیگر گزارہ کرنا پڑے گا۔ ساری زندگی محض کمپرومائز......تم کیوں چاہتے ہو ساری زندگی قابلِ ترس اور قابلِ رحم گزرے؟"

غادیہ کے لبوں پر مسکراہٹ تھی، اور آہن بہت دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"آپ کیوں چاہتی ہیں کہ دادی اماں سے مجھے جوتے پڑیں۔ لڑکی غالباً انہی نے پسند کی ہے۔ مجال ہے میری جو سرتابی کر سکوں۔"

"ابھی تو مسکرا رہے ہو نا۔ اگر ایسا ہوگا تو سر پکڑ کر روتے رہو گے۔ دادی اماں کا کوئی بھروسہ بھی نہیں ہے۔ ویسے مجھے بہت حیرت ہو رہی ہے تم اتنے بڑے ہو گئے ہو کہ اپنے راز دبا کر سب سے چھپا کر رکھ سکو؟" لبوں پر مسکراہٹ کے ساتھ انداز میں حیرت بہت واضح تھی۔

"کیوں کیا چھوٹے راز دبا کر نہیں رکھ سکتے؟" آہن مسکرایا تھا۔

"پتا نہیں، مگر میں تمہیں آج بھی اسی چھوٹے سے آہن کی طرح سے دیکھتی ہوں۔ وہ پھول ہاتھ میں لیے پھول سا بچہ، جو پھولوں کی سی تر و تازگی اور معصومیت رکھتا تھا اور......؟"

"آہن......آہن......؟"

آہن بغور اسے سن رہا تھا، جب دادی اماں کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ توجہ کا سلسلہ ٹوٹا تھا، اور جہاں غادیہ خان چودی چپ ہوئی، وہیں وہ بھی مسکرا دیا تھا۔

"آپ کو میں بعد میں سنوں گا، فی الحال دادی اماں کو سننا زیادہ ضروری ہے۔"

آہن سے بات کر کے غادیہ کا موڈ کسی قدر بحال ہو چکا تھا' مگر اب جو ہاتھ کی ہتھیلی پر دھری ڈبیا پر نظر پڑی تو از سر نو غصہ آن وارد ہوا تھا۔

"ماہم کا بچی تم بھی نا۔ پتا نہیں میں تمہیں سمجھ نہیں پا رہی ہوں یا پھر تم ہی مجھے جان نہیں پائے ہو۔ اتنی تکلفاتوں پر چلنے سے بھلا دلوں کے رشتے کیسے جڑ سکتے ہیں۔ میں تو سمجھ نہیں پا رہی ہوں۔ کیا تم بھی اس کے متعلق سوچتے ہو؟ سوچتے ہو تو پھر بتاتے کیوں نہیں؟"

خیالوں میں اس سے مخاطب وہ ایک بار پھر اسی جہاں کا حصہ تھی۔

●●●
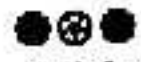
"اتنے دن ہو گئے تم نے گھر کا کوئی چکر نہیں لگایا' اور وہاں تمہیں سب مس کر رہے ہیں۔ کیا ہوا کسی نے کچھ کہہ دیا؟" دانیال پیرزادہ نے ڈرائیو کرتے ہوئے بغور فینانہ کو دیکھا تھا۔ فینانہ نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"ماہم بہت مصروف ہے۔ نانا کو بھی میری ضرورت رہتی ہے۔ ممی یہاں نہیں ہیں نا۔ ان کا خاص خیال بھی مجھ ہی کو رکھنا ہوتا ہے۔ وقت پر دوائیں دینا' کھانا' اور یوں بھی ہونے والی سسرال میں اتنا آنا جانا اچھا نہیں ہوتا۔"

وہ بنا اس کی سمت دیکھے بولی تھی جیسے اسے احتمال تھا کہ اس کی طرف دیکھ کر بولے گی تو رہا سہا بھرم بھی جاتا رہے گا۔

دانیال پیرزادہ چونکے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔ اس گھر میں تم سے کچھ کسی نے کہا..... مجھے بتاؤ کیا ہوا؟" دانیال کا انداز کیئرنگ تھا' مگر وہ جیسے زچ ہو گئی تھی۔

"کسی نے کچھ نہیں کہا ہے مجھے..... مجھے خود اچھا نہیں لگتا۔ منگنی ابھی ہوئی نہیں ہے اور....."

انداز عجب الجھنوں میں گھرا لگ رہا تھا جیسے وہ اسے مطمئن کرنے کی کوشش کرنا چاہتی تھی' مگر مسلسل ناکام تھی۔ اس نے تھک کر ایک گہری سانس لی تھی' اور مزید کچھ کہے بغیر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تھی۔

دانیال پیرزادہ نے ایک نگاہ خاص اس رخ پر ڈالی تھی' اور مضبوط ہاتھ بہت آہستگی سے بڑھا کر اس کے نازک ہاتھ پر دھر دیا تھا۔

"ریلیکس..... اگر میری کسی بات نے تمہیں دکھ پہنچایا تو میں ایکسکیوز کرنے کو تیار ہوں' مگر ایک بات تمہیں بتانا چاہتا ہوں' اس گھر میں تمہارے آنے سے سب کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ میں ایک بات بہت یقین سے کہہ سکتا ہوں' میری فیملی آئیڈیل فیملی ہے۔ جتنی محبت ہم سب میں

ہے۔ اتنی ہی محبت ہم باہر سے کسی نئے آنے والے کو بھی دیتے ہیں' اور تم..... تم تو پھر اس فیملی کا حصہ ہونے جا رہی ہو۔ میرے لیے' اور اس گھر کے لیے تم کتنی خاص ہو کیا تم نہیں سمجھتی ہو؟ یہ خوامخواہ گریز کیوں؟ میں' مجھ سے جڑی ہر چیز تمہاری ہے۔ وہ گھر' اس کے افراد سب تمہارے ہیں۔ تم سے مل کر' تمہیں جان کر تمہیں اپنانے کا جو فیصلہ میں نے کیا ہے۔ وہ معمولی نہیں ہے۔ گھر میں سب اس بات سے بے حد خوش ہیں۔ یہ مت سمجھو کہ تم اس گھر میں اجنبی ہو' سب تمہیں مجھ سے زیادہ پیار کرنا چاہتے ہیں۔"

دانیال پیرزادہ بہت نرمی کے ساتھ اسے سمجھا رہا تھا۔ فینانہ بیگ شرمندہ سی ہو گئی تھی۔

"آپ یہ کیوں سمجھ رہے ہیں کہ میں اس گھر کو اپنا گھر نہیں جان رہی؟ آف کورس وہ میرا گھر ہی ہوگا اور اتنا ہی اہم ہوگا جتنا کہ آپ کے لیے.....' مگر اس طرح فی الحال کچھ آکورڈ لگتا ہے نا دانیال؟" وہ اسے مطمئن رکھنے کو مسکرائی تھی۔

دانیال پیرزادہ کے چہرے پر ایک اطمینان کی لہر دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"فینانہ بیگ' چھوٹی چھوٹی سی باتوں پر پریشان ہونا' اور پریشان کرنا بند کر دیجیے۔ خوامخواہ کی الجھنوں میں گھرنا اچھی بات نہیں ہے۔ ان کو سوچنے سے بہتر ہے کہ آپ کچھ کام کی باتیں سوچیں۔" مسکراتے ہوئے انداز دوستی تھا۔ فینانہ رخ پھیر گئی تھی۔

"وہ ساری باتیں سوچنے کا ابھی وقت نہیں ہے۔ جب آئے گا بلاتردد سوچوں گی۔ آپ سے اجازت بھی نہیں مانگوں گی۔" مسکراہٹ نے لبوں کا احاطہ کیا تھا۔

"اور جب تک میں کیا کروں گا؟" دانیال پیرزادہ کے لبوں پر سوال دلچسپ تھا۔

"انتظار....." فینانہ مسکرا دی تھی۔

دانیال کا قہقہہ بہت فطری تھا۔

"خاصا مشکل کام نہیں ہے یہ....؟" سوال برجستہ تھا۔

"کیا ہو سکتا ہے۔ اس کے سوا آپ کو کوئی چارہ نظر آتا ہے؟" فینانہ بیگ نے الٹا سوال داغ دیا تھا اور دانیال پیرزادہ کے لبوں کی مسکراہٹ کچھ گہری ہوئی تھی۔

"چارہ تو خیر نظر آ رہا ہے مگر..... ہضم کرنا مشکل ہوگا۔ اپنی مامی کب تک آ جائیں گی؟"

فینانہ بیگ نے موضوع بدلنے پر صد شکر ادا کیا' اور ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے مروت سے مسکرا دی تھی۔

"کل فون پر بات ہوئی تھی۔ شاید کچھ دن لگ جائیں۔ ڈیڈی نے اپنی پراپرٹی کے کاغذات اپنے نام سے بنوائے تھے۔ ان کی اچانک موت نے سارا منظر بدل دیا۔ ہمیں علم ہی نہ

تھا ایسا کچھ ہوگا۔ ڈیڈی تو اپنی دل تک نہ بنا سکے۔ اب معاملہ اتنا الجھ گیا ہے کہ اس پراپرٹی کے کئی حصے دار اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ڈیڈی کے رشتے دار ہونے کی صورت میں وہ بھی برابر کے حصے دار ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے۔ ممی نے ایک اچھا لائر ڈھونڈ لیا ہے شاید بات بن جائے؟"

"ہوپ فور دی بیسٹ۔" دانیال پیرزادہ نے بھی مثبت اشارے کی سمت نشاندہی کی تھی۔

فیانہ خاموش ہو کر کھڑکی سے باہر کے منظر دیکھنے لگی تھی۔

وہی عام معمول کی روٹین تھی۔ وہی سڑک پر گاڑیوں کا اژدہام تھا۔ وہی گہما گہمی تھی، مگر وہ...... اس کے اندر کے تار کچھ الجھے الجھے سے تھے۔ سلجھے سلجھے تیوروں والی لڑکی کے اندر ایک ایسی گتھی بھی تھی، جو خاصی الجھی ہوئی تھی۔

عجب گھل ہو رہا تھا سارا اندر...... کوئی سرا ہی نہ آرہا تھا...... وہ جتنا سلجھانے کی کوشش کر رہی تھی...... الجھاوے اتنے ہی بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

کھڑکی کی سمت دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر فکروں اور سوچوں کا ایک جال بنا تھا۔

دانیال پیرزادہ نے ایک خاموش نگاہ اس پر ڈالی تھی، مگر اسے متوجہ نہیں کیا تھا۔ وہ اسے سطر سطر پڑھنے کی اہلیت رکھنے کے باوجود اس لمحے چونکا کر کسی مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا......

کہ یہ خواب خواب سراپا، دل کے کچھ خاص قریب تھا...... کچھ خاص عزیز تھا۔

❁❁❁
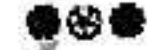
لفظ جیسے دہکتے انگارے تھے۔ سماعتوں میں پڑے تھے، اور جان تک جلا گئے تھے۔ طالیہ جبران ان کو اب تک اپنے اردگرد تپش کا احساس ہو رہا تھا۔ سارا اندر جیسے اس الاؤ کے زیر اثر تھا۔

اپنی شکست کا اتنا ملال تھا...... ہار کا اس قدر دکھ نہ تھا...... دکھ تھا تو صرف اپنے بے قیمت کیے جانے کا۔ کسی نے اس کی قیمت لگائی تھی، اور اسے بے مول کر دیا تھا۔ اختیار اس کے ہاتھ سونپ کر جیسے اسے مٹی میں رول دیا تھا۔

کیا لگاتی وہ اپنی قیمت آپ...... کیا قیمت لکھتی اس بلینک چیک میں؟ سوچنے والے سب اختیار اس کے ہاتھ رکھ گیا تھا، مگر وہ اس کی ایک پل سے جیسے انگاروں پر لوٹ رہی تھی۔ اتنی بے عزتی...... ایسا بے توقیر ہونا...... اتنی تذلیل ہونا...... اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ ایسا بھی ہوگا۔

اب تک جو بھی ہوا تھا۔ سب توقعات کے برعکس، اور بڑھ کر ہی اقدام تھا، مگر یہ اقدام......

جانے کتنی دیر تک وہ اپنے کمرے میں بند پڑی رہی تھی۔ نگاہ اپنے آپ سے ملائی نہیں جا رہی تھی۔ کسی اور سے کیا ملاتی...... تنہا...... ویران کمرے میں اپنے اندر کے جاڑپن کے ساتھ مل

گر اس نے کتنے آنسو بہائے تھے، مگر اندر کی جلن تھی کہ بڑھتی چلی گئی تھی۔ کسی نے اس کی خبر نہیں لی تھی۔ کون تھا پروا کرنے والا...... جسے خبردار ہونا چاہیے تھا، وہی بے خبر تھا...... دامن جھٹک رہا تھا، اور پھر کون......؟

اویان حاکم چغتائی نے صحیح کہا تھا۔ وہ الگ دیس کے لوگ تھے...... ان کے اندر...... تیور بہت اس سے بہت جدا تھے؟ ٹھیک کہا تھا اس نے...... اس کے پر جل جائیں گے، وہ اڑنا بھول جائے گی، اور پھر واپسی کی کوئی راہ نہ رہے گی۔

اس کے پر واقعی جل گئے تھے۔

اس لمحے وہ بہت زخمی سی نڈھال سی اس گھر کے ویران کمرے میں تنہا پڑی تھی۔ کوئی پرسان حال نہ تھا اس کا......

ٹھیک کہا تھا اس نے، شاید اسے لوٹ جانا چاہیے تھا۔ اپنے بے مول ہونے سے پہلے......

کسی ایسے لمحے میں، جب سب کچھ اس کے ہاتھ تھا۔

جب اس کی انا اس کے وقار کو کوئی دھچکا نہ لگا تھا۔

اب جب وہ یوں سر اٹھائے کھڑی تھی۔

اب...... اب تو کچھ باقی نہ رہا تھا۔ اویان حاکم چغتائی کیا نہیں جانتا تھا کہ کبھی کبھی شے کا مول لگا دینے سے وہ شے، اور بھی بے مول ہو جاتی ہے۔ یا کہ کسی شے کی قیمت نہیں بھی ہوتی ہو......

جانے کیا سوچ کر وہ اٹھی تھی۔ ذہن مسلسل جل رہا تھا۔ اویان حاکم چغتائی کے لفظوں کی انی اب بھی سینے میں گڑی تھی۔ وہ اٹھی تھی، اور چلتے ہوئے باہر آن نکلی تھی۔ عین نظروں کے سامنے پانی سے بھرا پول تھا، اور طالیہ جبران کے قدم مسلسل اس کی سمت بڑھ رہے تھے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ تیرنا نہیں جانتی تھی۔

وہ سرعت سے پول کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اویان حاکم چغتائی نے اسے اوپر سے دیکھا تھا۔ اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا وہ سرسری نظروں سے یہ منظر دیکھ رہا تھا، مگر جب طالیہ جبران پر نظر پڑی تو وہ چونک گیا تھا۔ عجب پاگل پن کے ساتھ وہ پول کی سمت بڑھ رہی تھی۔ اس کا اندازہ درست تھا۔ وہ پاگل لڑکی خودکشی کرنا چاہ رہی تھی۔ اور اسے یقیناً ایسا کرنے سے اسے روکنا تھا۔ اس لیے نہیں کہ اسے اس کی کوئی پروا تھی بلکہ صرف اس لیے کہ وہ اس کے گھر میں سوسائیڈ اٹیمپٹ کرنے جا رہی تھی۔ یعنی اپنے مرنے کا الزام ان لوگوں، اور بالخصوص اویان حاکم چغتائی کے سر دھرنا چاہتی تھی۔ اور اسے ان کوششوں میں کامیاب ہونے دینے کا مطلب تھا۔ اس لمحے دیکھتے

ہوئے بھی اپنی شامت کو آواز دیا...... قانا بھی سوچ کر ادیان حاکم چغتائی نے انتہائی سرعت سے پیچھے کی سمت دوڑ لگائی تھی۔

"طالیہ"

طالیہ جبران کے قدم پل کے عین کنارے پر تھے۔ جب ادیان حاکم چغتائی نے اسے آواز دی تھی۔ مگر طالیہ جیسے ہر سمت سے آنکھیں اور کان بند کر چکی تھی۔ سنی ان سنی کرتے ہوئے وہ پانی میں کود گئی تھی۔ اپنا بچاؤ کرنا ممکن نہیں تھا' نہ ہی اس کا جسم ڈوبنے لگا تھا' مگر وہ ہاتھ پاؤں مارے بغیر یوں ڈوب رہی تھی' جیسے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے کسی نے پانی میں ڈال دیا ہو۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑے وہ پل کی سطح پر پہنچتی چلی گئی تھی۔ سانس کو روکے ہوئے تھی۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ جب آخری احساس ہوا تھا' کانوں نے کسی کے پانی میں کودنے کی آواز سنی تھی' مگر اس کے بعد کی ہر سوچ خالی تھی۔

ادیان حاکم چغتائی تیزی سے تیرتا ہوا پل کی سطح پر پہنچا تھا۔ طالیہ جبران کو زندگی کو خیرباد کہنے کا کوئی لمحہ قریب تھا جیسے...... شاید بھی مشکلات سے چھٹکارا پانے کا وقت آن پہنچا تھا۔ کوئی آخری پہر تھا اس سیاہ ترین رات کا......' اور اس کے بعد...... وہ آزاد ہونے کو تھی' مگر نہیں...... کسی نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی طرف کھینچا تھا اور اس کے سارے ارادوں پر پانی پھیر دیا تھا۔

ادیان حاکم چغتائی اسے اپنی گرفت میں لیے تیزی سے تیرتا ہوا پل کے کنارے پر آیا تھا۔ اپنے بازوؤں میں لے کر گھسیٹ کر اسے باہر نکالا تھا۔ فوری طور پر اقدام کرتے ہوئے اس کے پیٹ سے پانی نکالا تھا' مگر اس کی سانس بحال نہیں ہو سکی تھی۔ ادیان حاکم چغتائی بہت الجھن سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ پھر جیسے کچھ سوچتے ہوئے آخری قدم کے طور پر اس کے چہرے پر جھک گیا تھا۔ ایک ناپسندیدہ' اور ان چاہا اقدام سہی......' مگر طالیہ جبران کھانسی تھی' اور سانس لینے لگی تھی۔

ادیان حاکم چغتائی نے جیسے شکر کے طور پر ایک گہری سانس خارج کی تھی۔ اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر تیز تیز سانس لیتے ہوئے چہرے کا رخ پھیر گیا تھا۔

طالیہ جبران نہیں جانتی تھی۔ ابھی کچھ لمحوں پہلے تک وہ اس کے کتنے قریب تھا۔ اس کا احساس بے حسی کے لمحوں میں چھوڑ کر گریز کیا تھا' مگر اب جب کہ اسے اپنے سامنے دیکھا تھا تو وہ اس سے نظریں نہیں ملا سکی تھی۔ اتنا تو جان ہی گئی تھی کہ اس کی جان ادیان حاکم چغتائی نے بچائی تھی...... کیوں؟ وہ نہیں جانتی تھی مگر...... چور چور نظروں سے ادیان حاکم چغتائی کو دیکھا تھا۔ وہ اس کی سمت متوجہ نہیں تھا۔ لب بھینچے جیسے وہ اس لمحے اپنے کیے گئے اقدام پر افسوس کر رہا تھا۔

وہ غلط سمت متوجہ تھا۔ لہجے میں بے حد غصہ تھا۔

"کیا...... کیا کرنے چلی تھیں تم' اپنی جان دینے؟" شعلہ برساتی نظروں سے اس کی سمت دیکھا تھا۔

"کیا ثابت کرنا چاہتی تھیں۔ تم بہت اہم ہو۔ خاص ہو اس گھر کے لیے۔ میرے لیے؟ مر جاؤ گی تو قیامت آ جائے گی تو قیامت آ جائے گی ہماری دنیا میں۔ جینا چھوڑ دیں گے ہم۔ ہاں' کیا سوچ کر تم نے سوسائیڈ اٹیمپٹ کی۔" وہ شیر کی طرح دھاڑا تھا۔

طالیہ جبران سر جھکائے بیٹھی' اس کی تمام ڈانٹ بہت سعادت مندی سے سن رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ اس کی خطا بھی تھی۔ مگر یہ خطا ادیان حاکم چغتائی کو اتنی ناگوار گزری تھی؟ وہ سمجھ نہ پائی تھی' مگر اس کے لیے کوئی وضاحت تو کیا ہی چاہتی اس میں تو ادیان حاکم چغتائی کی سمت دیکھنے کی ہمت نہ تھی۔ نظریں تھیں کہ اٹھ ہی نہ رہی تھیں۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کیا ہوا تھا' مگر کیا ہوا ہوگا' اندازہ کر سکتی تھی۔ نظریں اٹھتیں بھی تو کیسے؟

ادیان حاکم چغتائی نے لب بھینچ کر اسے ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"تمہارے متعلق جو بھی قیاس کرتا ہوں' وہ ہمیشہ غلط ہوتا ہے۔ تم وہ نہیں ہو' جو نظر آتی ہو۔ مجھے' ادیان حاکم چغتائی کو پھنسانا چاہتی تھیں تم؟ مرا کر امر ہونا چاہتی تھیں؟ سوچا ہوگا زندگی میں کچھ ہاتھ نہیں آیا تو کیا ہوا۔ مر کر جان مشکل میں تو کر سکتی ہوں۔ خاصی ڈس ٹریکٹو ذہنیت ہے تمہاری؟ اچھا ہوا نہیں ہو سکا تو کسی کا بھی نہیں ہونے دو گی۔ یہی نا...... یہی سوچا تھا تم نے؟ تبھی خودکشی کرنے کی ٹھان لی' اور وہ بھی میرے ہی گھر میں تاکہ تمہاری موت کا سارا الزام بنا کسی شک و شبے کے مجھ پر' میرے سر آن لگے' اور میرے لیے انتہائی ترین سزا یقینی ہو جائے۔ چاہوں بھی تو بچ نہ سکوں......

پلاننگ بہت شاندار کی تھی تم اگر میں نے تمہیں اوپر سے دیکھ نہ لیا ہوتا تو تم اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئی تھیں۔ یہی تو چاہا تھا تم نے' مگر کسی خوش فہمی میں مت رہنا طالیہ جبران' میں نے تمہیں نہیں' اپنی سالمیت کو بچایا ہے۔ اپنی زندگی کو بچایا ہے۔ تمہیں پانی سے نکال کر میں نے اپنی زندگی پر پانی پھرنے سے بچایا ہے۔ تمہیں مصنوعی تنفس دے کر میں نے اپنی سانسوں کی بحالی کو یقینی بنایا ہے۔ انڈر اسٹینڈ۔"

غصہ شدید ترین تھا' اور طالیہ کا سر جھکا ہوا تھا۔

"تم وہ نہیں ہو جس کے مرنے پر عالیشان مقبرے بنا دیے جائیں۔ تاج محل کھڑا کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا' تم نے کیسے سوچ لیا کہ تم میری ممتاز ہو؟ ڈیم اٹ! کن احمقوں کی جنت میں رہتی ہو تم؟" غصہ شدید ترین تھا' اور طالیہ کا سر جھکا ہوا تھا۔

"تم نے ٹھان رکھی ہے کہ میری زندگی چین سے بسر نہیں ہونے دو گی ہاں؟ یہی نا سوچ

رکھا ہے نا تم نے کیوں؟' مگر کیوں طالیہ جبران؟ صرف اس لیے کہ میں تمہارے ساتھ جینا نہیں چاہتا۔ تم وہ سب حاصل نہیں کر سکی ہو جو مجھ سے حاصل کرنا چاہتی ہو؟ یہی نا؟ یا پھر کچھ اور بھی......

؟

کیا؟ کیا کہوں تم سے طالیہ جبران؟ کیا کہوں تمہیں...... بے وقوف' چالاک' ہوشیار' مکار یا پھر یہ پاگل پن ہے تمہارا؟"

ہاتھ سے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا تھا۔

"تم بہت بزدل ہو یا پھر نڈر اور دلیر؟ کیا سمجھوں تمہیں؟ تمہارا یہ قدم بہادری کا کوئی نام تھا یا پھر بزدلی کی کوئی حد؟ کوئی کسی کے لیے اپنی ایک انگلی تک نہیں کاٹ سکتا اور تم سانس روک کر پانی میں کود گئیں؟ میرے لیے؟"

بغور نظروں میں جھانکا تھا۔ چند ثانیوں تک یونہی تک دیکھا تھا' پھر نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"بزدل ...... کاورڈ ہو تم...... بٹ ریمیمبر' آئندہ اگر خودکشی کا کوئی شوق ستائے اور پروگرام بناؤ تو میرے گھر کو بھول جانا۔ مرنا بھی ہو تو میری حدود سے کوسوں دور نکل جاؤ۔ ڈوب ہی مرنا ہو تو میرے گھر کے سوئمنگ پول کے پانی کی ضرورت نہیں۔ تمہارے لیے چلو بھر پانی ہی کافی ہوگا۔ انڈر اسٹینڈ؟"

برہم انداز میں گھورتے ہوئے اٹھا تھا' اور پلٹ کر دو چار قدم آگے بڑھا تھا' مگر پھر جانے کیا یاد آ جانے پر رکا تھا۔ دوبارہ واپس پلٹا تھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا طالیہ جبران کے پاس آن رکا تھا۔ وہ اسی طرح گم صم سی کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے بیٹھی سارے جہاں سے بے خبر دکھائی دے رہی تھی۔ اسے بغور دیکھتے ہوئے اپنا جیکٹ اتارا تھا' اور جھک کر اس کے شانوں پر ڈال دیا تھا۔ چند ثانیوں تک خاموشی سے اسے دیکھا تھا اور پھر سرعت سے پلٹ کر آگے بڑھ گیا تھا۔

طالیہ جبران کئی لمحوں تک اسی طرح ساکت' چپ چاپ بیٹھی رہی تھی۔ پھر بہت آہستگی سے اٹھی تھی' اور چلتے ہوئے اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ الماری کے سامنے کھڑے ہو کر دراز میں سے دبے چیک کو کھینچ کر وہ باہر نکلی تھی' اور چلتے ہوئے ادیان حاکم چغتائی کے مقابل آن رکی تھی۔

وہ تاول سے بال رگڑ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

"وہاٹ ہیپنڈ" ادیان حاکم چغتائی نے اس کی کیفیت کو بغور دیکھتے ہوئے کسی قدر تشویش سے پوچھا تھا' مگر طالیہ جبران خاموشی سے اس شخص کو دیکھتی چلی گئی تھی۔

"کیا ہوا' تم نے اب تک چینج نہیں کیا۔ اسٹوپڈ! بیمار پڑ جاؤ گی' گو اوے۔" اس کے

بھیگے وجود اور سفید پڑتے چہرے کو دیکھ کر اس شخص کو دیکھتی چلی گئی تھی۔

طالیہ جبران کی آنکھوں کے سمندر بہت خاموشی سے راہ پا رہے تھے۔ چہرہ بھیگ رہا تھا' گر ادا ...... کچھ' اور بھی سوا ہو گئے تھے۔ وہ بھینچا ہوا ہاتھ کھولا تھا۔ مڑا تڑا چیک برآمد کیا تھا۔ کھول کر اس کی سلوٹوں کو ٹھیک کرتے ہوئے بغور اس چیک کو دیکھا تھا۔

بڑی عجیب سی کیفیت تھی اس وقت طالیہ جبران کی...... بڑا عجیب سا انداز تھا۔ ادیان حاکم چغتائی کچھ سمجھ نہیں پایا تھا' مگر اس کی حالت جس طرح دگرگوں تھی اس پر اسے کچھ ترس ضرور آیا تھا' گو فوری طور پر کچھ نہیں بولا تھا۔ شاید وہ طالیہ جبران کو کچھ دیر دیکھنا چاہتا تھا۔ کچھ سنبھلنے اور کچھ کہنے کے لیے گر...... اپنے مقابل کھڑی لڑکی کو اس نے بغور دیکھا تھا' مگر جانے کیوں وہ اس پر فوری طور پر اپنی نگاہ نہ ہٹا سکا تھا۔ فقط خاموشی سے کھڑا بغور دیکھتا رہا تھا۔ طالیہ جبران نے بڑھتے ہوئے اس چیک کو کھول کر ہاتھ میں لے کر اس کے چہرے کے سامنے کیا تھا۔ پھر دوسرا ہاتھ بڑھایا تھا' اور اس کی نظروں کے سامنے اس چیک کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان ٹکڑوں کو ادیان حاکم چغتائی کے چہرے پر اچھال دیا تھا۔

ادیان حاکم چغتائی اس اقدام پر ساکت سا کھڑا رہ گیا تھا۔ اسے توقع تک نہ تھی کہ اس کے مقابل ہے کوئی ...... یا پھر اس ذہن میں کوئی ترمیم......' مگر وہ تو...... کتنی ہمت دکھائی تھی۔ اس دھان پان سی لڑکی نے......' اور اس کے اقدام نے ادیان حاکم چغتائی کے اندر ایک قیامت برپا کر دی تھی۔ شعلہ لپکتی نظروں سے اپنے مقابل کھڑی لڑکی کو اس نے اس لمحے دیکھا تھا۔ ہاتھ اس کے شانوں پر جم گئے تھے۔

"what you did what the hell u did to me nonsense? how dare you to do this to me?"

"تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی؟"

کسی شیر کی مانند وہ دھاڑا تھا۔ طالیہ جبران پر اس کی گرفت ایسی تھی کہ روح تک کانپ جائے۔ اس کی انگلیاں جیسے اس کے گوشت میں گھس رہی تھیں۔ ادیان حاکم چغتائی کے تیور خطرناک تھے' مگر طالیہ جبران کا اطمینان قابلِ ذکر تھا۔ اس نے بھیگی آنکھوں سے...... کپکپاتے وجود سے اس کے ہاتھوں کی گرفت بہت اطمینان سے ہٹائی تھی' اور بڑے اعتماد انداز سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

"طالیہ جبران کی قیمت لگانے کی دوبارہ جرأت مت کرنا۔ تمہارے ہاں ہوتی ہو گی سانس لیتے وجودوں کی قیمت......' مگر طالیہ جبران کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اپنے زعم سے باہر نکل آؤ' یہ دنیا' یہ ساری کائنات تمہاری جاگیر نہیں ہے۔ اگر کوئی غلط فہمی ہے بھی تو اسے ترک کر دو۔

آئندہ مجھ سے بات کرتے وقت میرے وقار...... میری انا کی تذلیل دوبارہ مت کرنا۔ خیال رکھنا ایک حد فاصل باقی رہے۔ ورنہ وہ باقی نہ رہے گا' جس کے سر پر تم آج اتنے تنے کھڑے ہو۔ یہ سارا غرور یہ سارا زعم' سب دھرے کا دھرا رہ جائے گا۔ مقابل کھڑا کوئی اتنا بھی کمزور نہیں ہوتا جتنا دکھائی دے رہا ہو۔ کبھی اس بات پر غور ضرور کر لینا۔

مصلحت پسندی کی راہیں تمہیں منظور ہوں گی' مگر ہمارے ہاں رشتوں پر کوئی ڈیل نہیں ہوتی...... دیٹ دی فرسٹ' اینڈ لاسٹ تھنگ یو ہیو ٹو انڈر اسٹینڈ۔"

ایک بھرپور عزم سے پُر لہجے میں اعتماد لیے کھڑی وہ پہلے لڑکی اتنی توانا نہیں تھی جتنی اس لمحے تھی۔ ادیان حاکم چغتائی کس درجہ حیران تھا' مگر طالیہ جبران اسی سمت سے پلٹی تھی' اور چلتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔

ادیان حاکم چغتائی اس سمت تک چلا گیا تھا۔

●◎●

اعصاب میں ایک عجب سا تناؤ تھا۔ پیشانی کی رگیں تنی ہوئی تھیں۔ وہ کمزور سی لڑکی عجب سی صورت حال سے دوچار ہو کر گئی تھی۔ آج تک جو کسی کی ہمت نہیں ہوئی تھی اس نے وہ کیا تھا۔ ادیان حاکم چغتائی کے مد مقابل کھڑے ہو کر اس کی تضحیک کی تھی۔ یعنی وہ جتنا کمزور اسے سمجھتا تھا وہ اتنی کمزور نہیں تھی یا پھر وہ پوز کر رہی تھی۔ یا تو اسے اس سے زیادہ درکار تھا' جتنا وہ اسے نواز رہا تھا یا پھر وہ اس سے کچھ چاہتی ہی نہیں تھی لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ وہ منال کے ساتھ تھا' مگر بہت الجھا ہوا نظر آ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟ یہ آج تم اتنے اپ سیٹ کیوں لگ رہے ہو' اینی پرابلم؟"

ادیان حاکم چغتائی نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"آئی ایم او کے' تم کچھ کہہ رہی تھیں؟"

عجب الجھا سا انداز تھا۔ توجہ مبذول کرنے کا ارادہ کسی قدر کمزور ثابت ہوا تھا۔ منال مسکرا دی تھی۔

"تم اپنی الجھنوں کو مجھ سے نہیں کہو گے تو پھر کس سے کہو گے۔ بتاؤ کیا بات ہے' میرے لیے سب باتوں سے زیادہ ضروری وہ بات جاننا ہے' جو اس وقت تمہیں پریشان کر رہی ہے۔"

منال نے اپنی ساری توجہ اس کی جانب مبذول کر دی تھی۔

ادیان حاکم چغتائی غالباً اسے مطمئن رکھنے کو فوری طور پر مسکرایا تھا۔

"I said everything is all right. Nothing to worry."

"تم خواہ مخواہ کیوں پریشان ہو رہی ہو؟"

ادیان حاکم چغتائی کا لہجہ نرم تھا' اور لبوں پر دھیما سا تبسم جیسے وہ اسے مطمئن کرنا چاہتا ہو' مگر منال کی آنکھوں میں الجھنوں کی واضح لکیر دکھائی دی تھی۔

"تم اس روز بتا رہے تھے۔" اپنی کلائی کے نازک بریسلٹ سے کھیلتی ہوئی وہ اس کی جانب متوجہ نہیں دے رہی تھی۔

"کیا؟" ادیان حاکم چغتائی چونکا تھا۔

"اس لڑکی کے متعلق؟" منال احمد کا لہجہ بے حد کمزور تھا۔

"کون سی لڑکی؟"

ادیان حاکم چغتائی مکمل طور پر بلینک تھا' جس سے منال کی الجھن کچھ بڑھ گئی تھی۔

"وہی لڑکی جو پاکستان سے آئی ہے تمہیں ڈھونڈتی ہوئی۔" منال نے یاد دلایا تھا۔

"رَبش۔" ادیان حاکم چغتائی کا لہجہ زہرخند تھا' جیسے اس لمحے وہ اس ذکر سے حد درجہ بے زار ہوا تھا۔

"what the hell are you talking ......could she make me tense?"

طالیہ جبران کے ذکر پر وہ کچھ زیادہ ہی بگڑ ہو گیا تھا۔

منال احمد کے لیے ادیان حاکم چغتائی کا یہ انداز بالکل نیا تھا۔ شاید اسی لیے وہ کسی قدر ساکت رہ گئی تھی۔ ادیان کو جیسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ اس نے ایک گہری سانس خارج کی تھی' اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔

"آئی ایم سوری شاید میں...... مجھے تم سے اس طرح بات کرنا نہیں چاہیے تھی۔"

معذرت کے لفظ ادا کرتا ہوا وہ واضح انداز میں کسی الجھن میں مبتلا نظر آیا تھا۔

منال احمد نے اپنے سامنے بیٹھے شخص کو بغور دیکھا تھا۔ پہلے سے بہت مختلف لگا تھا انداز' تیور بھی پہلے سے مختلف تھے۔ دل کو عجب ایک دھڑکا سا لگا تھا......

اگر وہ اس کے ساتھ نہ رہا تو......؟

اور یہ سوچ ہی دل ہلا دینے والی تھی۔ وہ ایسا سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

"کیا ہوا ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟" ادیان حاکم چغتائی کو اس کے کھوئے کھوئے انداز نے سوال میں مبتلا کر دیا تھا۔

منال احمد نے سر نفی میں ہلا کر بے تاثر بن جانا چاہا تھا' مگر شاید یہ آسان نہ تھا۔ وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔

"why are yor going crazy?"

"تمہیں کس بات کی فکر ستا رہی ہے؟"

ادیان حاکم چغتائی نے کس قدر کڑوے تیوروں سے دریافت کیا تھا' اور یہی وہ لمحہ تھا' منال احمد کو مزید کمزور کر گیا تھا' اس نے بہت چپکے سے ادیان کے شانے پر سر رکھ دیا تھا۔ ادیان کچھ سمجھ نہیں پایا تھا' اور وہ کہہ رہی تھی۔

"تمہارے بنا جینے کے لئے میرے پاس کوئی تصور نہیں ہے۔ میرے لیے یہ بہت مشکل ہوگا ادیان' میں جی نہیں سکوں گی۔ بس میں اتنا جانتی ہوں اور......"

مدھم سرگوشیوں میں عجب ایک دلفریبی تھی' اور ادیان اس چہرے کو بغور تکنے لگا تھا۔

"تم سے کس نے کہا کہ میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں یا میں اپنی زندگی کی کوئی' اور پلاننگ کر رہا ہوں۔ ہاں بولو تم سے کس نے کہا ہے؟"

اس کا لہجہ اپنے اندر عجب ایک جنونی پن رکھتا تھا۔ منال احمد کے خدشوں کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا' مگر اس کی آنکھیں بھیگتی چلی گئی تھیں۔

"کم آن احمد کیا پاگل پن ہے یہ؟ میں نے تم سے پوچھا ہے' کس نے کہا ہے تم سے کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟"

ادیان کی نظروں میں ایک اضطرابی کیفیت تھی۔ مدھم لہجہ جذبات سے پر تھا۔

"مجھے ڈر لگنے لگا ہے ادیان۔" لہجہ عجب شکست سے و ریخت سے پر تھا۔

"کس سے؟" ادیان چونکے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ "کون ڈراتا ہے تمہیں؟ مجھے بتاؤ؟"

"وہ جیسے منال احمد کے لیے زمین و آسمان ایک کر دینے کو تھا۔

"ادیان تمہیں اس لڑکی سے ڈر نہیں لگتا؟"

منال احمد کے سوال نے اس کے چہرے کی سختی کو ایک پل میں نرمی میں تبدیل کر دیا تھا۔ بہت خفیف سی مسکراہٹ ابھری تھی اس کے لبوں پر......

"میں؟ اس لڑکی سے ڈروں گا؟ کم آن منال احمد۔ اویک اپ' نیند سے بیدار ہو جاؤ۔ آج کل تمہارا دماغ فضول کی سوچوں کے ساتھ زیادہ الجھنے لگا ہے۔ میں یعنی ادیان حاکم چغتائی اس لڑکی سے ڈرے گا؟ اس لڑکی سے...... جو خود خوف سے میرے سامنے تھر تھر کانپتی ہے؟" لبوں کی مسکراہٹ کچھ گہری ہو گئی تھی۔ "منال احمد تم پاگل ہو رہی ہو۔ اس لڑکی کا خوف تمہیں پاگل کر رہا ہے اور یہ ٹھیک نہیں ہے۔ ادیان حاکم چغتائی کے کسی کام کی نہیں رہو گی تم۔ یو ہیو آ نیڈ ٹو سی اے ڈاکٹر۔ شاباش' کسی اچھے معالج سے اپنا معائنہ کراؤ۔"

اس کے چہرے کو ہولے سے تھپتھپاتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ منال احمد اسے' اور اس کی بے حسی کو دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"تم اس لڑکی کو اتنا ایزی کیسے لے سکتے ہو؟ وہ خطرہ ہے' میرے لیے...... ہم دونوں کی محبتوں کے لیے۔ ...... تم یہ بات کیوں نہیں سمجھ رہے ہو ادیان حاکم چغتائی؟" اس کی پشت کو دیکھ کر وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے چیخی تھی۔ "اور میں پاگل نہیں ہو رہی ہوں' مگر ہاں مجھے اس لڑکی کا خوف لاحق ہے۔ تم کیسے اگنور کر سکتے ہو؟ اس کی ہمت بھی کیا کم ہے کہ وہ سات سمندر پار کر کے تمہارے پاس آ گئی ہے۔' اور تمہارے مدمقابل کھڑی اپنے رشتے کا حق مانگ رہی ہے؟ وہ بے وقوف نہیں ہے ادیان' اسے اتنا آسان مت لو۔"

ادیان حاکم چغتائی نے پلٹ کر اس کی سمت دیکھا تھا اور مسکرا دیا تھا۔

"یو ہیو ٹو ٹیک گُڈ کیئر یور سیلف منال احمد۔ ڈاکٹر نے کیا کہا مجھے ضرور بتانا...... مجھے لگتا ہے کہ تم کچھ زیادہ ہی ڈر گئی ہو۔ اللہ حافظ رب کی گڈ بائے۔"

وہ یکدم ہی پلٹا تھا' اور آگے بڑھنے لگا تھا۔

منال احمد غصے سے کھول کر رہ گئی تھی۔

●●●
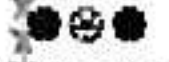
بعض اوقات فرار کے راستے اختیار کرنا آسان نہیں ہوتا۔ بھاگنے کی جتنی بھی کوشش کی جائے بے کار رہتی ہے۔ سارے راستے مسدود ملتے ہیں' اور چارہ کچھ نہیں رہتا۔

لبنانہ بیگ کے لیے اس راہ گزر سے گزرنا آسان نہ تھا' مگر اس کے پاس راہ کے علاوہ کوئی آپشن نہیں تھا' اور نتیجتاً وہ پھر وہیں تھی۔ انہی راہوں پر...... انہی لوگوں کے ساتھ......

"جہاں رہ گئی تھیں تم' میں صورت دیکھنے کو ترس گئی تھی۔" بڑی تائی نے اسے دیکھتے ہی کہا تھا۔

"جی بس مصروفیت ہی اس درجہ رہی کہ......" اس نے بات بنانے کی کوشش کی تھی۔

"بیٹا وہ سب تو ٹھیک ہے' مگر اس گھر کو اب تمہاری عادت سی ہو چلی ہے۔ اتنے دن تک دور مت رہا کرو۔ میرا دل چاہ رہا ہے۔ یہ منگنی وگنی کے چکروں کو سمیٹ کر ڈائریکٹ رخصتی کروا لوں۔" دادی اماں کے پاس بہترین حل تھا۔

"ارے اماں آپ بھی یہی سوچ رہی ہیں۔ نیک کام میں دیر کیسی۔" چھوٹی چاچی مسکرائی تھیں۔

یہ سب دانیال پیرزادہ سے وابستہ رشتے تھے۔ ماں' بھابیاں' سب کس درجہ محبت کا مظاہرہ کر رہے تھے' اور وہ ...... لبوں پر اپنی مسکراہٹ کو اس نے کچھ پھیکا سا محسوس کیا تھا۔ شاید تبھی دوسرے پل لب بھینچ گئی تھی۔ سب اس کے گرد ایسے جمع تھے جیسے وہ کوئی اہم ترین ہستی ہو۔

یہ محبت ...... یہ توجہ ...... یہ رسپیکٹ......

سب اسی فرد واحد کے باعث تھی۔ دانیال پیرزادہ سے جڑ کر وہ ان سب رشتوں کے لیے اہم ترین ہو گئی تھی پھر ایسا سکوت کیوں تھا اس کے اندر......

وہ خوش تھی۔ اس فیصلے کے لیے اس کی مکمل رضامندی شامل تھی۔ دانیال پیرزادہ نے اسے اپنے لیے چنا تھا تو اس نے اس خواہش کا پورے دل سے خیر مقدم کیا تھا۔ پھر یہ اندر کیا ہو رہا تھا...... اتنی خاموشی کیوں پھیل رہی تھی......

"آپ اتنی گم صم سی کیوں ہیں آج؟ ہماری کوئی بات بری لگ گئی آپ کو؟"

دعا نے اسنیکس کی پلیٹ اس کی سمت بڑھاتے ہوئے دریافت کیا تھا' اور اس کے پاس فوری طور پر نہ کوئی ردعمل تھا نہ کوئی جواب......

"مجھے بھی یہی لگ رہا ہے۔ فیانہ کل دن تک شاید اسی لیے غائب رہی ہیں۔" انشاء نے بھی اتفاق کیا تھا۔

اس سے قبل کہ وہ سرنفی میں ہلاتی ہوئی کوئی کمزور سی دلیل دیتی یا وضاحت کرتی' اعتبار پیرزادہ وہاں آ گیا تھا۔

"فیانہ کا اپنا دل جیسے لمحہ بھر کو دھڑکنا بھول گیا تھا۔ وہ چلتا ہوا آگے بڑھا تھا' اور اس کے عین سامنے بیٹھ گیا تھا۔

"تم نے بتایا نہیں۔ اس کے علاوہ کیا بات ہو سکتی ہے۔ جو فیانہ اتنے روز تک غائب رہیں؟" ہالہ نے ایک تشویش سے دریافت کیا تھا۔

اعتبار نے بغور دلچسپی سے اس چہرے کو دیکھا تھا۔ فیانہ بیگ کا چہرہ زرد رنگ ہو گیا تھا عجب گھبرائی ہوئی نظروں سے وہ اس گھڑی اعتبار پیرزادہ کو دیکھ رہی تھی۔ اعتبار پیرزادہ عین اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا تھا۔

"بتایا نہیں آپ نے انہیں...... کہ...... آپ...... آپ کس درجہ مصروف رہیں۔"

لبوں پر خفیف سا تبسم لیے ہوئے وہ بغور اس چہرے کو تکتے ہوئے ڈراپ سین کر رہا تھا۔

"اوہ...... یہ بات تو ہمیں بھی پتا تھی۔" انشاء بدمزہ ہوئی تھی۔

"تم بھی نا اعتبار......" سبی کو بھی کوفت ہوئی تھی۔

"بات تو ایسے کر رہے تھے جیسے کوئی گہرا راز دبا ہے تمہاری مٹھی میں۔" دعا بھی خفا سی نظر آئی تھی۔

"راز...... راز تو واقعی دبا ہے میری اس مٹھی میں۔" اعتبار ہاتھ سامنے کرتا ہوا مسکرایا تھا۔

"کیا خیال ہے فیانہ' بند مٹھی کھول دوں؟" مسکراتے ہوئے اس نے جیسے رائے چاہی تھی۔

فیانہ کچھ نہیں بولی' مگر اس کی سمت سے نگاہ ہٹا گئی تھی۔ اعتبار پیرزادہ کے لبوں کی مسکراہٹ کچھ گہری ہو گئی' اور بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا کریں آپ سے رشتہ ہی کچھ ایسا بن گیا ہے۔ دل کو کچھ انسیت سی ہونے لگی ہے۔ دانیال چاچو ہمیں کتنے عزیز ہیں' شاید آپ نہیں جانتیں۔" ذومعنی باتوں میں کتنے اسرار پنہاں تھے۔

"یہ تو سچ ہے فیانہ بیگ جب سے اس گھر میں آئی ہیں۔ سب کے دل جیت لیے ہیں۔" ہالہ نے تصدیق کی' اور اعتبار پیرزادہ ہنس دیا تھا۔

"سچ کہا' دل جیتنا یہ واقعی بہت اچھی طرح سے جانتی ہیں۔ لگتا ہی نہیں معاملہ چند روز یا برسوں پرانی بات لگتی ہے۔ کچھ دن ہوئے ہیں اس گھر میں آئے ہوئے' مگر چاروں طرف اپنی پرچھائیاں بچھا دی ہیں۔ یہ یہاں نہیں بھی ہوتیں تو نظر ان کو ڈھونڈتی ہے' اور جب آ جاتی ہیں تو ان کے سوا کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ فیانہ بیگ آپ نے تو واقعی جادو سا کر دیا ہے۔ ایسا کیا ہے آپ میں جو کسی' اور میں نہیں؟" لبوں پہ مسکراہٹ تھی' اور پوچھنے کا انداز سرسری تھا۔

ذومعنویت کی حد تھی۔ فیانہ بیگ کے لیے بے تاثر بن کر بیٹھے رہنا ناممکن ہو گیا تھا۔

"تم آن اعتبار اتر آئے نا اپنی شعبدہ بازیوں پہ۔ بخش دو انہیں۔ ابھی عادی نہیں ہیں۔ یہ ان باتوں کی...... تمہاری تو عادت ہے' مگر وہ برا مان گئی تو پھر دونوں ادھر کا رخ نہیں کریں گی۔"

ہالہ نے مسکراتے ہوئے اعتبار پیرزادہ کو باز رکھنا چاہا تھا' اور فیانہ بیگ کی سمت رخ پھیر کر بولی تھی۔

"پلیز فیانہ بیگ آپ ان کی باتوں کا برا مت مانیے گا۔ ان کی عادت ہے۔ سچ پوچھیے تو ہم سب بھی بہت نالاں ہیں۔" ہالہ نے اپنی دانست میں ازالہ کرنا چاہا تھا' اور اعتبار پیرزادہ کا قہقہہ اس وقت بہت فطری تھا۔

"اعتبار" انشاء نے اسے گھورا' مگر اس کے لیے جیسے یہی لمحے حاصل زیست تھے۔

"فیانہ بیگ اتنی بچی نہیں ہیں کہ معاملات سمجھ نہ سکیں۔ خاصی عقل مند واقع ہوئی ہیں۔ بتاتی ہیں کہ فیانہ' اس فیملی کو چننے کا فیصلہ آپ نے کیا سوچ کر کیا' کوئی تو بات ذہن میں ہو گی' بندہ لیک تھاک کماتا ہے۔ ایک سوشل اسٹینس ہے۔ ویل آف فیملی سے بیلونگ کرتا ہے۔ کیا...... کیا ہاں؟......"

سرسری سوالوں میں گہری کاٹ تھی۔ لبوں پہ مسکراہٹ تھی' مگر حقیقت کیا تھی۔ یہ فیانہ بیگ سمجھ سکتی تھی۔

"کون لڑکی ہوگی جو یہ سب نہ دیکھتی ہو۔ احمار یہ آج تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ آف کورس ہر لڑکی خود کو سیف دیکھنا چاہتی ہے۔ یہی کیا ہم سب کے لیے بھی ہمارے گھر والے یہ ایسا ہی سوچ رہے ہوں گے۔ تم خواہ مخواہ فینانہ بیگ کو پریشان کرنے کی کوشش کیوں کر رہے ہو؟"

یمی نے اس کی خبر لی تھی، مگر لینانہ بیگ نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید کچھ بولنے سے باز کر دیا تھا، اور مکمل پر اعتماد انداز سے احمار پیرزادہ کی سمت دیکھتی ہوئی مسکرا دی تھی۔

"میرے لیے یہ اسٹیٹس، نام اور پیسہ کچھ خاص میٹر نہیں کرتا۔ اینڈ فار اے یور انفو۔ میں بھی ایک اچھی فیملی سے بی لونگ کرتی ہوں، اور ہم نے ریسینٹلی اپنی کمپنی کا پیرزادہ گروپ آف کمپنیز سے جائنٹ وینچر بھی کیا ہے۔ مگر دو کمپنیوں کے مرج ہونے کا مقصد یہ نہیں کہ وہ وانٹ تو مین الاٹ منٹ۔ اس کا پرپز کچھ اور تھا اور......"

"یہ کہ بیگ کمپنی کا ڈاؤن فال چل رہا تھا، اور اگر یہ جائنٹ وینچر نہ ہوتا تو بیگ کمپنی دیوالیہ ہوگئی ہوتی۔ ویسے رائیٹ مس فینانہ بیگ؟"

احمار پیرزادہ نے وضاحت طلب کر کے فینانہ بیگ کے حوصلوں کو پل بھر میں مسمار کر دیا تھا۔ باوجود ضبط کے کتنی تیزی سے اس کی آنکھوں میں پانی جمع ہوا تھا، اور سارا منظر دھندلکوں میں چھپ گیا تھا......، اور احمار پیرزادہ کس درجہ مطمئن سا مسکرا رہا تھا۔

"یہ کیسی باتیں لے کر بیٹھ گئے ہو تم؟" ابتسام نے اسے ڈپٹا تھا۔ "بزنس اور ریلیشن شپ کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کی کوشش کیوں کر رہے ہو تم؟ وہاٹ دی ہیل آر یو ڈوئنگ؟"

لیکن احمار پیرزادہ پر کچھ خاص اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔ اس کے چہرے کو بغور تکتا ہوا...... جو آنکھوں کی نمی کو کہیں اندر ہی دبانے کی کوشش میں بے حال ہوا جا رہا تھا، مگر احمار پیرزادہ کوئی موقع جیسے ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہتا تھا۔

"بہت سی حقیقتوں کو جھٹلایا نہیں جا سکتا، خبر رکھنا پڑتی ہے۔ کیا کریں زمانہ ہی ایسا ہو گیا ہے کہ کسی پر اعتبار کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔ سچ کیا ہے جھوٹ کیا۔ کون لوئل ہے، اور کون ڈی وونڈ نہیں...... خبر ہی نہیں ہو پاتی۔ سو چھوٹی موٹی چھان بین تو کرنا ہی پڑتی ہے۔"

وہ مسکراتا ہوا اٹھا تھا، اور چلتے ہوئے وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

لینانہ بیگ کے لیے وہ لمحے مشکل ترین تھے، اور انہیں جھیلنا دشوار ترین...... کتنی کوششیں کی تھیں کہ آنکھیں نہ چھلکیں، مگر سب کوششیں رائیگاں رہی تھیں۔ آنسو پلکوں کا بند توڑ کر نکلے تھے، اور چہرہ بھگوتے چلے گئے تھے۔ تمام لڑکیاں خاموش تھیں، اور اپنی جگہ مجرم نظر آ رہی تھیں۔

لینانہ بیگ خاموشی سے اٹھی تھی، اور چلتی ہوئی وہاں سے نکل آئی تھی۔

●●●
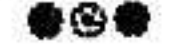
اپنی خطا کا تھوڑا بہت احساس ہو جائے تو بندہ ازالہ کرنے یا تلافی کرنے کی اپنی سی کوشش ضرور کرتا ہے۔ پتا نہیں ایسا ہی کچھ تھا یا پھر بات کچھ اور تھی...... مگر وہ راحم کاظمی کے اچانک سرپرائز پر حیران ضرور رہ گئی تھی۔ وہ اس کی نظروں کے سامنے تھا، اور وہ عجب بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یقین کر لو غادیہ خان چودی۔ زندگی سے بھاگ کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ بہت تھک گیا ہوں۔ بلیو می! چند لمحے ستانا چاہتا تھا، اور کوئی اچھا اقدام مجھے کوئی نہ لگا۔ تمام کاموں سے کٹ کے رکھ دیا بستر باندھا، اور چلا آیا۔" راحم کاظمی کا انداز سنجیدہ نہ تھا، مگر وہ مسکرا دی تھی۔

"یہ سرپرائز دینے کی کیا ضرورت تھی۔ بتا کر نہیں آ سکتے تھے۔ دادی اماں مجھ سے خفا ہو رہی ہیں کہ مجھے پتا تھا اور میں نے کسی کو بتایا نہیں۔"

"ہاں سب تو درست ہے تم نے کیوں نہیں بتایا تھا، جب کہ تمہیں خبر تھی۔" وہ خوشدلی سے مسکرایا تھا۔ غادیہ خان نے گھورا تھا، اور وہ ہنس دیا تھا۔

"سچ کہوں مجھے منگنی ملتوی کرنے کا بہت افسوس ہوا۔ ادھر بی بی جان نے بھی سنا تو ...... میں سر کر دیا۔ وہ بے لفظ سنا ئیں کہ خدا کی پناہ...... تب واقعی احساس ہوا کہ کچھ اچھا نہیں ...

وہ کس قدر شرمندہ نظر آیا تھا۔ غادیہ کچھ نہیں بولی تھی۔ نظریں جھکا گئی تھی، اور راحم کاظمی اس کا ہاتھ تھامے مسکرا دیا تھا۔

"آئی ایم سوری غادیہ۔ میں بھول گیا تھا کہ تم ایک لڑکی ہو، اور ان تیاریوں کے اچانک رک جانے سے تمہیں کتنا برا لگا ہوگا۔ میں سمجھ سکتا ہوں۔ ایک تعلق بنتے بنتے رہ جاتے تو......"

غادیہ مسکرا دی تھی۔

"نہیں ایسی بات نہیں۔ میں جانتی ہوں یہ تعلق جڑنا تو ہے پھر آج یا کل کیا...... رشتوں کے لیے کوئی ٹائم پیریڈ نہیں ہوتا۔ کوئی مخصوص مدت نہیں ہوتی۔ نہ چھوڑنے کی نہ اپنانے کی...... شاید یہی آسانی بہت اچھی بھی ہے، اور سم ٹائم بہت بری بھی۔"

"یعنی تمہیں برا لگا"۔ راحم کاظمی نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔

غادیہ نے سر نفی میں ہلا دیا تھا، مگر وہ مسکرا دیا تھا۔

"تمہیں زیادہ جانا نہیں ہے غادیہ، مگر اس قدر اجنبی بھی نہیں ہو تم میرے لیے...... قلیل مدت میں تم سے ایک دو ملاقاتوں میں جتنا بھی مل سکا ہوں، میں نے لمحوں میں تمہیں سمجھنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کی ہے۔ اور غالباً میں اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی رہا ہوں۔ میں اتنا جان سکا ہوں کہ تمہیں کیا شے اچھی لگ سکتی ہے، اور کیا شے بری؟"

اس لمحے اس کے سامنے بیٹھا وہ شخص قطعاً بھی کوئی ایکسٹرا آرڈنری شخصیت نہ لگ رہا تھا۔
غادیہ خان نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"کیا ہوا اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو تم؟" راحم کاظمی نے مسکراتے ہوئے جواز چاہا تھا۔

غادیہ مسکرا دی تھی۔ پھر ایک نظر ریسٹورنٹ کے خوابیدہ ماحول پر ڈالی تھی۔

"راحم کاظمی ایک دوسرے کو اتنے کم لمحوں میں ملنا اور سمجھنا واقعی بہت مشکل ہے، مگر مجھے خوشی ہے۔ اس بات کی کہ تم نے اتنے مختصر لمحوں میں یہ کام کیا۔ کم از کم تمہیں احساس تو ہے کہ تم سے کوئی رشتہ وابستہ ہونے جا رہا ہے اور اس سے تمہاری وابستگی کسی درجہ ضروری ہے۔" اس نے اعتراف کیا تھا۔ راحم کاظمی مسکرا دیا تھا۔

"اور یہ بات اچھی ہے یا بری؟" بغور اس چہرے کو دیکھا تھا۔

غادیہ خان مسکرا دی تھی۔

"آئی تھینک میں ایک لکی گرل ہوں، جو مجھے ایک روبوٹ نہیں ملا۔ ایک مشین کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا تجربہ یقیناً بہت بھیانک ہوتا۔ بینگ اے انٹر پرینیور تم ایک گڈ کوالٹی اپنے اندر رکھتے ہو۔"

راحم کاظمی پرخیال انداز میں مسکرا دیا تھا۔

"how do you think that entreperneur are not a common person.And he doesn't has any emotion?"

آف کورس یار اس کے پاس بھی ایک عدد دل ہوتا ہے وہ بھی رومینٹک ساؤنڈ کر سکتا ہے۔ سوال پوچھنے کے ساتھ ہی مسکراتے ہوئے وضاحت بھی دے دی تھی۔ "ہوتے ہوں گے ایسے روبوٹ بھی، مگر میں تو کچھ ایسا ہی ہوں۔ دل کی سنتا ہوں۔ دل کی مانتا ہوں، تبھی تو اس لمحے سب کو چھوڑ چھاڑ کر تمہارے سامنے ہوں، اور تم پھر بھی اس درجہ حیران ہو۔ یقین ہی نہیں کر رہی ہو کہ ایک بندہ کتنا خیال کر سکتا ہے۔" مسکراتے ہوئے لبوں پر شکوہ تھا، اور غادیہ ہنس دی تھی۔

راحم کاظمی کی نگاہ اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

"Good, that's a good sign, now i am happy to being here.

نظروں میں خاص تاثر تھا۔

"کتنے دنوں کے لیے آئے ہیں؟" غادیہ سے سامنا کرنا، اور نگاہ ملائے رکھنا دشوار ہو رہا تھا۔ جھکتی پلکوں کے ساتھ وہ چہرہ پھیر گئی تھی۔

"دل تو چاہ رہا ہے عمر یہیں تمام کر لوں۔ مگر یہ خاصا مشکل ہے۔" راحم کاظمی مسکرا دیا

غادیہ نظریں ملائے رکھنے کی ہمت نہ کر سکی تھی۔

"ایک...... دو...... تین...... کیا؟ کم از کم کتنے دن؟" دیکھے بغیر وضاحت چاہی تھی۔

"یار اتنے دن ہوتے تو میں شادی کر چکا ہوتا۔ رونا تو اسی بات کا ہے کہ اتنے دن نہیں ہیں۔" راحم کاظمی مسکرایا تھا۔ "مجھے آج رات ہی واپس جانا ہوگا" لیکن جانے سے پہلے مجھے ایک ضروری کام کرنا ہے۔" اچانک یاد دلانے پر وہ بولا تھا۔

●۞●

"کیا" غادیہ چونکی تھی۔
مگر رامم کاظمی کچھ بولے بغیر مسکرا دیا تھا۔ ہاتھ کوٹ کی جیب میں ڈال کر کچھ تلاشنے لگا تھا اور چند ثانیوں بعد ہاتھ برآمد کیا تھا۔ تو ایک چھوٹی ڈبیا اس میں دبی تھی۔ غادیہ کچھ چونکی تھی۔ مگر رامم کاظمی نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کر دیا تھا' اور بہت شوق سے اس کا ہاتھ تھام کر اس ڈبیا سے ایک نازک سی رنگ برآمد کی تھی' اور اس کے ہاتھ کی نازک سی انگلی میں پہنا دی تھی۔
"گویا باضابطہ نہیں ہے' مگر اس میں میری تمام تر لوئلٹی شامل ہے۔ جو میں ان مختصر لمحوں میں تم سے کہنا چاہ رہا ہوں' وہ یہی ہے کہ تم اب ایسا مت سوچنا کہ ہمارے درمیان کوئی عہد موجود نہیں ہے۔ حوالہ ہے' اور بے حد خاص ہے۔ محسوس کرنا چاہو گی تو دل واضح اس کی دلیل دے گا' اور گواہی بھی......"
مدھم لہجے میں کوئی تو خاص بات تھی کہ غادیہ کی نظریں جھکتی چلی گئی تھیں۔
"ڈونٹ وری' یہ تعلق جلد سب کے سامنے بھی ہوگا۔ وہ لمحہ اعتراف تھا' جو صرف تمہارے اور میرے بیچ ہونا ضروری تھا' مگر جلد ہم سب کے سامنے بھی اس تعلق خاص میں بندھیں گے۔ دیٹ یو ہیو ٹو بی لیٹ وِل یو ڈو؟" سرگوشی میں جواب چاہا تھا۔
غادیہ نے اس کی سمت دیکھتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا تھا' اور رامم کاظمی مسکرا دیا تھا۔
"تم لڑکیوں میں ایک بات بہت بری ہے قرار سوچنے میں بہت کنجوسی سے کام لیتی ہو شاید اس لیے بھی کہ کل کلاں کو خدانخواستہ کچھ ہو تو اس کا کوئی علم ہمارے سر نہ آئے۔ کلیئر تھاٹ۔"
"تھینکس"۔ غادیہ خان مسکرا دی۔
"فور واٹ۔"
"فور دِس بیوٹی فل رنگ اینڈ یور کائنڈنیس۔"
"اور محبت کے بارے میں؟" رامم کاظمی کی آنکھوں میں ایک شوخی ابھری تھی۔

غادیہ خان بے حد پُراعتماد ہوتے ہوئے بھی اس لمحے کوئی جواب نہ دے سکی تھی۔
غادیہ نے کس قدر ہمت دکھائی تھی' اور سر اٹھا کر اس کی سمت نگاہ کی تھی۔
"بہت سی باتوں کے لیے وقت مخصوص ہوتے ہیں۔ میں ابھی کس طرح کا کوئی کانفیس نہیں کر سکتی۔ ایسا اگر بعد میں ہو تو زیادہ بہتر ہے۔"
"اوہ...... یعنی...... سیف اینڈ ری زرو...... میں نے ٹھیک کہا تھا۔ تم لڑکیاں صاف بچ نکلنے میں ماہر ہوتی ہو۔ تاکہ پھنسیں تو ہم بے چارے مرد۔" شکوہ ہوا تھا۔
غادیہ مسکرا دی تھی۔ یہ رات آج اسے شاید بہت کچھ نواز گئی تھی۔

●●●

اس دن کے بعد طالیہ جبران اس کمرے سے باہر نکلنا بھول گئی تھی۔ اپنے لیے یہ قید اس نے خود مخصوص کی تھی۔ پتا نہیں وہ خود کو کس بات کی سزا دے رہی تھی۔ یا پھر وہ یہ بات جان گئی تھی کہ اس گھر میں اس کا کوئی خیر خواہ نہیں۔ تو پھر ان سے راہ و رسم بھی کیوں بڑھائے جائیں...... دل شکست نے اسے بہت توڑ پھوڑ دیا تھا۔ جانے' اور کتنے دن وہ اسی طرح اس کمرے میں بند رہتی اگر اس شام حوریا اس کے پاس چلی آئی تھی۔ شاید اس لڑکی میں کچھ کشش تھی۔ اسے زبردستی کھانا کھلایا تھا' اور اس کے الجھے ہوئے بال سنوارنے لگی تھی۔
"میں اس گھر میں مہمان ہوں' مگر آپ مجھ سے دوستی کر سکتی ہیں۔ شادی کے بعد مانچسٹر چلی جاؤں گی' مگر مجھے آپ کی بہت یاد آئے گی۔ شاید آپ مجھے بہت اچھی لگی ہیں۔ پتا نہیں بھائی نے کیا سوچ رکھا ہے' مگر پاپا کی طرح میں بھی یہی سوچتی ہوں کہ آپ ان کے لیے اچھا انتخاب ہیں۔ وہ فی الحال آپ کو نہیں اپنا رہے' مگر ایسا نہ ہو یہ ضروری نہیں۔ میں جانتی ہوں اپنے ادیان بھائی کو وہ دل کے بہت نرم ہیں۔ تکلیف میں تو وہ کسی جانور کو بھی نہیں دیکھ سکتے ہیں آپ تو ......"
حوریا نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی' اور اس کے چہرے کو بغور دیکھتی ہوئی مسکرا دی تھی۔
"آپ اچھی ہیں' مگر بھائی کو ٹریٹ کرنا آپ کو نہیں آتا۔ وہ بہت ضدی ہیں۔ ان کی بات نہ مانی جائے تو انہیں بہت غصہ آتا ہے' اور غصے میں وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ اس لیے بہتر طریقہ مصالحت کا ہے۔ کچھ رواداری سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ آپ بھائی کے سامنے اپنا مدعا بیان کیجیے' مگر کچھ نرمی کے ساتھ...... آئی ہوپ وہ انڈر اسٹینڈ کر لیں گے۔"
بہت نرمی سے حوریا اسے سمجھا رہی تھی' اور کتنے گرم گرم آنسو خاموشی کے ساتھ اس کی پلکوں کے بند پھلانگ کر چہرے کو بھگوتے جا رہے تھے۔
کتنی نادان تھی حوریا جتانی...... سمجھ ہی نہیں رہی تھی کہ یہ معاملہ اتنا آسان نہ تھا۔ وہ

ساکت سی بیٹھی تھی' جب حوریا نے ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں کو پونچھا تھا۔

"طالیہ' آپ اس طرح مت روئیں۔"

غالباً وہ بہت نرم خو تھی۔ حساس تھی۔ طالیہ جبران سے اس کا تعلق کوئی وقعت نہیں رکھتا تھا۔ ادیان حاکم چغتائی اسے ٹھکرا رہا تھا' اور وہ اس کی بہن اس کی دلجوئی کر رہی تھی۔ کتنے مختلف تھے دونوں بہن بھائی ایک دوسرے سے...... ایک شرارہ تھا تو دوسری پانی......

اور وہ خود...... کتنا قصد کرتی تھی کہ وہ کمزور نہیں پڑے گی...... اور اب ہمت نہیں ہارے گی...... مگر یہ کمبخت آنسو...... اسے کہیں کا نہیں چھوڑتے تھے' اور ہر بار وہ پہلے سے زیادہ کمزور پڑ جاتی تھی۔

اس نے ہاتھ کی پشت سے اپنی آنکھیں رگڑیں تھیں۔

طالیہ آپ میری شادی میں شرکت نہیں کر رہیں۔ اس گھر میں ہوتے ہوئے بھی نہیں۔ ایک طرف تو آپ خود کو اس گھر کا فرد ظاہر کر رہی ہیں' اور دوسری طرف اپنے گھر کے معاملات سے اس درجہ پرلیا ہو رہی ہیں۔ گھر کے سب افراد شریک ہیں' اور آپ اس طرح بند کمرے میں تنہا بیٹھی ہوئی ہیں؟" حوریا نے شکوہ کیا تھا۔

اسے احساس ہوا تھا شاید وہ واقعی غلط کر رہی تھی۔ یہی تو وہ شخص چاہتا تھا کہ وہ اس کے معاملات سے الگ رہے' اس کی نظروں کے سامنے نہ آئے اور اس کے لئے خطرہ نہ بنے' اور اس طرح کٹ کر وہ یقیناً اس کی تسکین کا باعث بن رہی تھی۔ ایک طرف تو اتنی ہمت دکھائی تھی کہ ادیان حاکم چغتائی کا دیا ہوا چیک اس کے منہ پر دے مارا تھا' اور دوسری طرف اس درجہ کمزور ہو کر کمرے میں دبک کر بیٹھ گئی تھی۔ یعنی اس نے جو ہمت دکھائی بھی تو اس کا اثر جاتا رہا۔

یقیناً یہ غلط ہوا تھا' اور ایسا کر کے اس نے خود اپنے حق میں غلط کیا تھا۔ اندازہ ہوا تھا تو افسوس بھی ہوا تھا۔

اس نے حوریا کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ دھر دیا تھا۔ اپنی طرف سے یہ یقین دلانا چاہتا تھا کہ وہ اس کی شادی میں ضرور شرکت کرے گی' مگر حوصلے اتنے پست تھے کہ لبوں سے کچھ بولا ہی نہیں گیا تھا' اور اس سے قبل کہ وہ بولنے کی کوشش کرتی' ادیان حاکم چغتائی کی بھاری آواز نے اس کی ساری توجہ اپنی طرف مبذول کروائی تھی۔

"حوریا واٹ دی ہیل آر یو ڈوئنگ ہیئر؟"

لہجے میں کسی قدر تلخی تھی۔ جبران نے چونک کر دیکھا تھا۔

وہ دروازے کے بیچوں بیچ کھڑا تھا۔ حوریا جو کچھ دیر قبل اس سے اپنی ہمدردی دکھا رہی تھی۔ کچھ بھی بولے بغیر وہاں سے فوراً ہٹ گئی تھی۔ ادیان حاکم چغتائی نے اس کے نکلتے ہی

[illegible] دروازہ بند کر دیا تھا۔ طالیہ جبران کی ساری حسیں ایک لمحے کے لئے بیدار ہو گئی تھیں۔

ادیان حاکم چغتائی نے اس کی سمت اپنے مضبوط قدم اٹھاتے ہوئے پیش قدمی کی تھی۔

طالیہ جبران نہیں جانتی تھی کہ اس کا اگلا قدم کیا ہوگا' مگر وہ ہر طرح کی صورت سے نمٹنے [illegible] اس کو تیار کرنے کے باوجود اس لمحے اپنے اندر کو ایک قیامت میں گھرا ہوا محسوس کر رہی [illegible]

ادیان حاکم چغتائی چلتا ہوا اس کے قریب آن رکا تھا۔ چند ثانیے تک نظریں اس کے وجود [illegible] سے تکتا رہا تھا۔

طالیہ جبران کی ساری ہمت سر سے پاؤں دھرے کہیں رخصت ہو گئی تھی۔ سینے کے اندر [illegible] دل میں یکدم ہی کوئی ہلچل سی ہوئی تھی۔ ادیان حاکم چغتائی کا ارادہ جانے کا تھا' دو قدم [illegible] بڑھا کر اس نے فاصلوں کو اور بھی محدود کر دیا تھا۔ اس کی نظروں کی تپش ایسی تھی کہ طالیہ [illegible] کو اپنا سارا وجود جلتا ہوا سا محسوس ہوا تھا۔ وہ نظریں اٹھا کر اس کی سمت نہیں دیکھ سکتی تھی۔ [illegible] قریب سے اپنے اندر برپا ہونے والی قیامت پر قابو پانے کے لیے وہ کوئی سدباب [illegible]

[illegible] سانسوں کی رفتار بہت بڑھتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

ادیان حاکم چغتائی نے ہاتھ آہستگی سے اس کے چہرے کی سمت بڑھایا' اور اس کے [illegible] چھوا تھا۔ اگرچہ انداز میں عجب ملائمت' اور نرمی تھی' مگر طالیہ جبران کو لگا تھا جیسے اسے کسی [illegible] نے چھو لیا ہو۔

ڈرتے ڈرتے نگاہ اٹھا کر اس شخص کو دیکھا اس کی نگاہوں کی تپش جیسے اسے جھلسانے کو [illegible] کیا چاہتا تھا وہ......؟

کیا چاہ رہا تھا......؟

عرض مدعا بیان نہ ہوا تھا اب تک...... اور طالیہ جبران کی جاں ہوا ہونے کو تھی۔ ادیان [illegible] چغتائی کوئی کرم کرنے چلا تھا یا ستم اندازہ نہ ہو پا رہا تھا' مگر اس قرب کو اس تپش کو اس جھیلنا [illegible] نہ تھا......

اس کے وجود سے اٹھتی خوشبوں جو اس کو گم کر رہی تھی......

سانسوں کا زیروبم نظرانداز کرنے کے قابل نہ تھا......

اس کی سمت نہ دیکھتے ہوئے اس کا یہ حال تھا کہ اس شخص کی سمت اٹھا کر دیکھنے کی زحمت [illegible] تو کیا قیامت برپا نہ ہو جاتی۔

اس کے ایک لمس نے کیسی کرشمہ سازیاں کی تھیں۔ کیسے کیسے طوفان نہ اٹھا دیئے تھے اس

کے اندر......اس لمبے چوڑے شخص کے سامنے وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔

اویان حاکم چغتائی نے اس کے چہرے کو قدرے اوپر اٹھایا تھا' اور بغور ایک نظر کی تھی

"ترس......ترس آتا ہے مجھے تم پر۔ کس طرح سمجھاؤں تمھیں۔ تم ہی بتاؤ۔ کون سا طر[illegible]

مناسب ہے؟ تم کوئی بات سمجھنے کو تیار ہی نہیں ہو۔ بالکل بچوں کی طرح ضد کرتی ہو۔ یہ [illegible]

سمجھے بغیر کہ یہ ضد جائز ہے یا نہیں۔ کتنی بے وقوفانہ سوچ ہے تمہاری چاند کو چھونے چلی ہو۔

اچھا ایک بات بتاؤ تم نے وہ چکور کی کہانی سنی ہے؟ تذکرہ تو ضرور سنا ہوگا۔ ایک ننھا[illegible]

سا پرندہ تھا۔ کس قدر معصوم بھولا بھالا' اور بے وقوف کچھ کچھ تمہاری طرح......؟"

لبوں پر دھیما سا تبسم بکھرا تھا۔

"وہ بھی چاند کا تمنائی تھا۔ دل میں سوچتا تھا چاند کو چھولوں گا۔ وہ بہت بڑی اڑان بھر [illegible]

بلند حوصلوں کے ساتھ چاند کی سمت بڑھنے کی جستجو کرنے لگا تھا' مگر افسوس باوجود حوصلے' اور [illegible]

کے باوجود چاند تک پہنچنے کا اس کا خواب پورا نہ ہوا تھا۔ وہ راہ کے درمیان ہی تھک کر چور ہو [illegible]

تھا۔ اس کے پر ٹوٹ چکے تھے' اور وہ فنا ہو چکا تھا۔ چاند کے تمنائی کی ایک قربانی......[illegible]

رائیگاں......

کس کام کا رہا یہ جنوں......کس کام آئی یہ دیوانگی......فضول ایک دم فضول ہے" اویان

حاکم چغتائی کا انداز پُر افسوس تھا۔

تو یہ تھا مدعا......یہ تھا معاملہ......وہی ناصحانہ انداز' مصالحت پسندی......میانہ روی

وہ پھر اسے پیار سے سمجھا کر اسے رام کرنا چاہتا تھا۔

"طالیہ جبران تم کیوں فضول کی ضد پکڑے بیٹھی ہو۔ اگر میں تم پر وقت برباد کر رہا ہوں تو

صرف اس لیے کہ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ دیکھو اس طرح رشتے نہیں بنتے ہیں' نہ ہی بن سکتے

ہیں۔ تم کیوں سمجھ نہیں رہی ہو کہ وہ ایک فرسودہ فیصلہ تھا۔ شادی دو دلوں کا سنگم ہوتا ہے۔ سمجھداری

کا اقدام ہے۔ عقل سے کیا جانے والا فیصلہ ہے' اور اس وقت نہ تو تم ہوش مند تھیں نہ ہی میں۔

پھر سوچو وہ تعلق کیسے جڑ سکتا ہے۔ بیس برس' پورے بیس برس گزر گئے' اور تم ان گرد سے اٹے

راستوں پر منزلیں ڈھونڈنے لگی ہو۔ کتنی عجب خواہشیں ہیں نا تمہاری' اور یہ ڈھٹائی' اور زبردستی تو

تب ہی چلے جب اگلا فریق ایسی کوئی خواہش بھی رکھتا ہو' تم دیکھ رہی ہو نا' مجھے تمہاری ضرورت

بالکل نہیں ہے۔ میں نے تمہاری کوئی کمی زندگی میں کبھی محسوس نہیں کی کیونکہ میری زندگی میں

تمہاری کوئی جگہ بھی ہی نہیں......بیس برس......پورے بیس برس تک مجھے اس رشتے کی یاد نہیں

آئی۔ بیس برس رجوع نہیں کیا تم سے......ایسے میں اس رشتے کو تو اپنے آپ کالعدم ہو جانا

چاہیے......ہے نا؟"

بغور اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔ طالیہ جبران ساکت کھڑی تھی۔

"اپنا حق مانگنے آئی ہو تم' کیسا حق؟ کون سا حق؟ جب حق ادا کرنے والا ہی اپنے اوپر

[illegible] حق ادا ہی نہیں سمجھتا تو پھر کیسا حق مانگنے چلی ہو تم؟ یہاں تم کسی کو یاد نہیں تھیں۔ کبھی

[illegible] نے تمہارا کوئی ذکر بھی نہیں کیا۔ میں نے ہر طرح سے خود کو آزاد پایا۔ تم اچانک آ گئیں۔ ایک

[illegible] یا' اور ٹھان لی کہ سب رنگ اپنے رنگ لو گی' اور سبھی کچھ اپنے بس میں کر لو گی؟"

"آہ! طالیہ جبران ایسا نہیں ہوتا۔ ایسا نہیں ہوتا......؟"

لہجے میں اکتاہٹ تھی' مگر وہ جیسے کوشش کر رہا تھا کہ اس کا لہجہ سخت گیر نہ ہو۔ ہاتھ بڑھا

[illegible] اس نے پھر جیسے اسے وجود کے شانوں پر دھرے تھے' اور بغور توجہ سے دیکھتے ہوئے مزید

[illegible] رہا تھا۔

"اچھی لڑکی' تم یا تو بہت بھولی ہو یا بہت بے وقوف کسی نے اگر تمہیں کوئی سبق پڑھایا

[illegible] ہے تو اسے بھول جاؤ۔ تم میری منکوحہ ہو' یہ دعویٰ تمہارا ہے' مگر تم اسے اگر ثابت کرنا چاہو گی تو

[illegible] ثابت نہیں کر سکو گی۔ یہ انگلینڈ ہے تم لندن میں ہو اس وقت۔ یہاں جذبات احساسات

[illegible] طور پر پیش نہیں ہوتے۔ یہاں کے قوانین مختلف' اور کڑے ہیں۔ جس بل بوتے پر تم

[illegible] مقابل کھڑی ہو وہ حق تمہیں قیامت تک نہیں مل سکے گا۔ لندن ایکٹ کے تحت یہاں

[illegible] ں رجسٹرڈ ہوتی ہیں' اور وہی شادیاں قانونی طور پر مانی جاتی ہیں۔ شرعی طور کی جانے والی

[illegible] وں کی کوئی وقعت نہیں ہے یہاں۔ یہاں ایک رجسٹرڈ شادی کے بعد دوسری کا تصور بھی نہیں

[illegible] اور تم......"

اویان چغتائی نے ایک تھکی ہوئی سانس خارج کی تھی' اور پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے

[illegible] میں بولا تھا۔

"[illegible] بھی ثابت نہیں کر سکو گی تم تبھی کہہ رہا ہوں واپس لوٹ جاؤ' جس رشتے کے لیے

[illegible] پاس کوئی ثبوت نہیں اسے یہاں نہیں مانا جا سکتا......ڈیس مائے سنسئر ایڈوائز ٹو یو' گو

[illegible] تم چاہو تو میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ یہاں یا پھر کہیں بھی جہاں تم چاہو' تمہاری رہائش کا

[illegible] کر سکتا ہوں۔ تم اگر جاب کرنا چاہتی ہو تو اچھی بات ہے' میں اس میں بھی تمہاری ہیلپ

[illegible] ہوں۔ بابا بتا رہے تھے تم سافٹ ویئر سے متعلق نو ہاؤ رکھتی ہو۔ غالباً تم نے اس سے متعلق

[illegible] ڈگری بھی پاکستان میں لے رکھی ہے۔ میں تمہیں یہاں سیٹل ڈاؤن ہونے میں ہیلپ

[illegible] کر سکتا ہوں۔ اسے ڈیل مت سمجھو۔ ایک سنسئر آفر ہے۔ میری سافٹ ویئر کمپنی میں تم جو

[illegible] کر سکتی ہو۔ کوئی ایگزیکٹو پوسٹ یا پھر سینئر ہولڈر......تمہیں ہر صورت میں موسٹ ویلکم کہا

[illegible] گا۔ ایسا اس لیے کہہ رہا ہوں کہ یہاں زندگی گزارنا بہت کٹھن ہے' اور تم تنہا ہو۔ اگر بے یار و

مددگار چھوڑ دیا تو کہیں کی نہیں رہو گی۔ ہم میں کوئی تعلق نہ سہی' مگر ایک انسان ...... ایک پاکستانی ہونے کے ناتے میں تمہاری مدد کرنا فرض سمجھتا ہوں۔ تم سوچ لو۔ فیصلہ تمہارے ہاتھ ہے۔ کیا ہے کیا کرنا چاہتی ہو؟ جو تم سوچ رہی ہو' وہ ناممکن ہے۔ بالکل ناممکن! بس اسے بھول جاؤ۔ باقی سب میں سنبھالنے کو تیار ہوں۔

کچھ غلط مزید سوچنا مت۔ نہ یہ خیرات ہے نہ سودے بازی...... یہ ایک فیئر آفر ہے۔ مان لو تم تمہارا ہی بھلا ہے۔ اور نہ مانو تو تمہارا ہی نقصان' اب یہ تمہیں سوچنا ہے کہ تمہیں اپنا فائدہ عزیز ہے یا پھر نقصان......

اس رشتے کے حوالے سے تمہیں کوئی علم مجھے کرنے کا حق نہیں ہے۔ ہاں اس کے تمہارے اور میرے بیچ نس ضرور ہوتے ہیں' مگر وہ اب شاید اس الزام کو قبول نہ کریں۔ یہ ان کا ایک غلط وقت پر لیا جانے والا غلط فیصلہ تھا' جس کا نقصان بہرحال تمہیں بھگتنا ہی ہوگا۔ جانے کیوں والدین ایسی غلطیاں کرتے ہیں جس کا خمیازہ ان کی اولاد کو بھگتنا پڑتا ہے۔" لہجے میں افسوس ہی افسوس تھا۔

"خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ تم ایک اچھی زندگی' اچھے انداز کے ساتھ گزار سکتی ہو۔ آئی ایم سوری تمہاری اس زندگی میں' تمہارے ساتھ نہیں ہوں گا مگر......"

اس کی آنکھ کے قطرے کو ہاتھ بڑھا کر اپنی شہادت کی انگلی پر لیا تھا۔ ایک نظر خاص کی تھی۔ اور پھر مسکرا دیا تھا۔

"خواب ضرور دیکھو۔ اچھی بات ہے' مگر وہ جن کے پورے ہونے کا یقین ہو۔ ورنہ واقعی دکھ ہوتا ہے...... افسوس مت کرو...... ایک اچھی زندگی تمہارے سامنے ہے۔ حسین ہو جوان ہو' اور کیا چاہیے؟ کئی قدردان مل جائیں گے۔ کمی تو نہیں دنیا میں...... دنیا صرف ادیان حاکم چغتائی پر ختم نہیں ہو جاتی' اور بھی کئی ہوں گے' جو قدر و قیمت جانتے ہوں گے...... ایک غالباً اب بھی تمہارے ساتھ ہے' وہ کیا نام ہے اس کا جو تمہیں مورل سپورٹ کر رہا ہے۔"

لبوں پر دھیمی سے مسکراہٹ لیے ادیان حاکم چغتائی نے دریافت کیا تھا' اور جیسے طالیہ جبران کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ ساری برداشت ختم ہو گئی تھی۔

"شٹ اپ۔" اس کا نازک سا ہاتھ اٹھا تھا' اور ادیان حاکم چغتائی کے چہرے پر اپنے نشان ثبت کر گیا تھا۔

ادیان حاکم چغتائی کے لیے یہ تضحیک ناقابل قبول تھی۔ چہرے کی رگیں جہاں تنی تھیں وہیں آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ اتنے شدید غصے کو دبانے کی کوشش میں وہ مٹھیاں بھینچ گیا تھا۔ لمحہ بھر کو کمرے کی فضا میں ایک سکوت رہا تھا۔ کوئی اقدام خاص نہ ہوا تھا۔

طالیہ جبران شاید نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا غلطی کر چکی تھی یا پھر وہ اپنے سوچے سمجھے اقدام پر نادم یا شرمندہ نہ تھی۔ وہ اسی قدر اعتماد سے سر اٹھائے ادیان حاکم چغتائی کے سامنے کھڑی تھی۔

ادیان حاکم چغتائی کے چہرے پر غصے کا شدید تاثر تھا۔ بھینچے لبوں کے ساتھ سرخ آنکھوں سے اسے بے حد ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے یکدم ادیان حاکم چغتائی کے وجود میں حرکت ہوئی تھی۔ بے حد جارحانہ انداز میں طالیہ جبران کی کلائی کو اپنی گرفت میں لیا تھا۔ گرفت ایسی تھی کہ طالیہ جبران کے سارے وجود میں سنسنی سی دوڑ گئی تھی۔ سر اٹھا کر ادیان حاکم چغتائی کو دیکھا تھا' اس کی طرح آنکھوں سے جیسے شعلے نکل رہے تھے۔ انداز کسی بپھرے ہوئے شیر کا سا تھا۔ وہ جیسے کسی نتیجے کی پروا نہیں کرتی تھی۔ ہر قسم کے اقدام کے لیے تیار تھی وہ...... ادیان حاکم چغتائی سے ہر طرح کے رویے کی امید رکھتی تھی وہ...... جو بھی ہوتا وہ اس کے لیے تیار تھی مگر......

سوچوں کا تسلسل یکدم ٹوٹا تھا کمرہ...... کوریڈور...... ہال...... لاؤنج......' اور اس کے بعد کئی فاصلے تیزی سے عبور کرتا ہوا ادیان حاکم چغتائی اسے اسی طرح کھینچتا ہوا باہر نکلا تھا۔ باہر کی فضا اندر کے ماحول سے مختلف تھی۔ مینہ چھاجوں برس رہا تھا۔ ادیان حاکم چغتائی نے اسے ایک جھٹکے سے چھوڑا تھا' اور انتہائی ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا تھا' اور ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا تھا۔

go to ......get out of my life......get out ......"I say

"......hell

طالیہ جبران حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی' مگر وہ پلٹ کر تیزی سے اندر کی جانب بڑھا تھا' اور گیٹ بند کر دیا تھا۔

وہ بے اماں ہو چکی تھی۔

بے سروسامان!

ایک کھلا آسمان...... وسیع آسمان اس کے سر پر تھا' مگر پیروں تلے زمین نکل چکی تھی۔ ادیان حاکم چغتائی سزا کے طور پر رات کے اس پہر اسے بے گھر...... بے آسرا کر گیا تھا۔ طالیہ جبران کے اندر ایک کرب نے سر اٹھایا تھا۔ آنکھیں بھیگتی چلی گئی تھیں۔

سرد موسم میں بارش کے بیچ وہ تنہا تھی۔ بالکل تنہا...... بے آسرا...... بے سروسامان...... بے یار و مددگار...... ایک دم تنہا۔

سر اٹھائے کھلے وسیع آسمان کو وہ کتنی دیر دیکھتی رہی تھی۔ پتھرائی آنکھوں سے کتنے نمکین قطرے اندر اپنی بے قدری پر چپ چاپ بہہ رہے تھے۔ گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ وہیں زمین پر بیٹھ گئی تھی' اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

کچھ خبر نہیں تھی اسے...... نہ آگے کی نہ پیچھے کی...... نہ آنے والے وقت کی...... کچھ نہیں

جانتی تھی وہ...... اس وقت اس حالت میں کہاں جائے' وہ نہیں جانتی تھی۔ جانے کتنی دیر وہاں اسی طرح بیٹھے گزری تھی۔ وہ یکسر بے خبر تھی۔ جب سامنے سے آتی ہوئی ایک گاڑی کی ہیڈ لائٹس اس کے چہرے پر پڑی اس کے قریب آن رکا تھا۔ طالیہ جبران نے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔

اس کے سامنے حاکم چغتائی کھڑے تھے۔ اسے کسی قدر تشویش سے دیکھتے ہوئے۔

"کیا ہوا بیٹا؟ تم اس وقت یہاں؟" انہوں نے جھک کر شانوں سے تھام کر اسے کھڑا کیا تھا۔ طالیہ جبران ان کے کاندھے پر رکھ کر رو رہی تھی۔' اور وہ جیسے سارا معاملہ سمجھ گئے تھے۔

"تم آؤ میرے ساتھ اندر آؤ' میں دیکھتا ہوں۔"

"نہیں انکل میں اندر نہیں جاؤں گی۔ کبھی بھی نہیں۔"

طالیہ جبران نے سرنفی میں ہلایا تھا' مگر حاکم چغتائی موقع کی نزاکت کو سمجھتے تھے۔' اور فلفی سدھارنی جانتے تھے۔ تبھی اسے بہت پیار سے سمجھاتے ہوئے اندر لے گئے تھے۔

طالیہ جبران کے لیے بھی جیسے یہی آخری راہ تھی۔ کہاں جاتی' اس کے سوا ٹھکانہ ہی کہاں تھا۔ چچا تایا اس شہر میں تھا نہیں' اور کزن کچھ دنوں کے لیے پاکستان گئی ہوئی تھی۔ ایسے وہ فضول کی ضد کر کے اپنے حق میں کچھ برا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ خود جانتی تھی وہ کتنی کمزور تھی۔ پھر خوامخواہ کی ضد کیوں کرتی۔ وہ ہاری تھی۔ شکست خوردہ تھی' سو کیا حرج تھا کہ اپنی انا' اپنی خودداری کا گلا اپنے ہاتھوں ایک بار پھر گھونٹ دیتی......

اس وسیع و عریض گھر کے در و دیوار کو بھیگی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے وہ آگے بڑھ رہی تھی۔ آگے کیا ہونا تھا وہ نہیں جانتی تھی۔ اور یہاں حاکم چغتائی جو ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر کی دہلیز اسے پار کرا لایا تھا۔ اسے واپس اپنے گھر میں دیکھتا تو کیا ردعمل ہوتا۔ وہ نہیں جانتی تھی' مگر وہ اپنی انا کا گلا گھونٹ کر اس گھر میں واپس آ گئی تھی۔ جانے کتنے دنوں کے لیے......؟ ٹھکانہ عارضی تھا کل وقتی تھا یا جز وقتی...... وہ نہیں جانتی تھی۔

●☺●
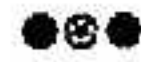
"یہ تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا ہے؟" ماہم نے اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے دریافت کیا تھا۔

لیفانہ بیگ نے چہرہ چھپانے کی ناکام کوشش کی تھی۔' اور رخ پھیر گئی تھی۔

"کیوں' کیا ہوا' ٹھیک تو ہے۔" تاویل خاصی کمزور تھی۔ "اور تم اب تک جاگ رہی ہو صبح کیمپس نہیں جانا؟"

ماہم نے اس کی بھی ان سنی کر دی تھی' اور اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

"لیفی' سب کچھ کتنی تیزی سے بدل رہا ہے نا۔ بابا کے بعد کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا۔"

"ان باتوں کی فکر مت کرو۔ میں' اور ممی محنت کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ سب جلد پہلے جیسا ہو جائے گا۔" لیفانہ نے یقین دلایا تھا۔

"کیا تم بھی لیفی......؟" ماہم کا سوال بہت گہرا تھا۔ لیفانہ بیگ اس سے نظریں ملائے رہ گئی تھی' مگر اس کے باوجود ایک کمزور سا دلاسا دینا ضروری خیال کیا تھا۔

"ہاں سب کچھ......؟"

یقین بہت کمزور تھا۔ شاید ماہم کو اعتبار نہیں ہوا تھا' اور تبھی سرنفی میں ہلا دیا تھا۔

"مجھے نہیں لگتا لیفی' سب پہلے جیسا ہو سکے گا۔ تم...... تم بہت زیادہ بدل چکی ہو لیفی تمہاری آنکھوں میں لاتعداد فکروں کی تھکن واضح دکھائی دیتی ہے۔ اس پیشانی کی چمک معدوم ہو رہی ہے۔ لیفی' اور یہ چہرہ...... لیفی مجھے تو لگتا ہے تمہاری آنکھیں خواب دیکھنا بھی بھول گئی ہیں۔ تم بدل گئی ہو تم...... بہت پرائی سی لگتی ہو۔" ماہم کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا۔

"پاگل اتنا عجیب مت سوچو' سوچو گی تو سب کچھ عجیب ہی لگے گا نا۔" لیفانہ بیگ کا جسم بہت روکھا پھیکا تھا۔

"لیفی تمہیں نہیں لگتا تم نے اپنے خواب رہن رکھ دیے ہیں' اور اپنی آنکھیں بیچ دی ہیں؟"

ماہم نجانے کیوں ٹھانے بیٹھی تھی کہ سارے بخیے آج ہی ادھیڑ دے گی۔ لیفانہ کے لیے خود پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ دل پہلے ہی بھاری ہو رہا تھا' اور ادھر ماہم......

"ماہم تمہیں اب جا کر سونا چاہیے۔ صبح تمہیں جلدی اٹھنا ہے' اور مجھے بھی' ممی تو یہاں ہیں نہیں' سارے کام بھی مجھ ہی کو کرنے ہوں گے۔ تمہارے لیے بریک فاسٹ' نانا جی کے لیے مخصوص دلیہ...... اور...... بائے دی وے تم صبح ناشتے میں کیا لو گی؟"

ناشتے کا' اور موضوع سے بچنے کا طریقہ بے حد بھونڈا تھا۔ ماہم جس طرح اسے دیکھ رہی تھی اس پر وہ خود بھی شرمندہ ہو گئی تھی۔ نظریں پھیر لی تھیں۔ ماہم شاید بہن کو کمزور پڑتے دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے ٹوٹتے حوصلے شاید اسے اچھے نہیں لگتے تبھی وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔

لیفانہ بیگ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی تھی' اور آنکھوں کی باڑ پھلانگ کر آنسو رخساروں کو بھگوئے جا رہے تھے۔ کوئی تعرض نہیں کیا تھا اس نے...... کوئی بند نہیں باندھا تھا...... اپنے اندر کے اس غبار کو ڈھل جانے دیا تھا......

جانے' اور کتنی دیر وہ اسی طرح بیٹھی رہتی کہ اسی دم فون کی بیل ہوئی تھی۔ لیفانہ نے آنکھیں رگڑتے ہوئے فون اٹھایا تھا۔

"ہیلو لیفانہ بیگ' اسفار پیرزادہ ہیئر۔"

دوسری طرف سے بھاری آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی' اور وہ چونک پڑی تھی' اور اس کیفیت میں تھی کہ کال آئی ڈی تک نہ دیکھ سکی تھی۔ اب نام سنا تھا تو اچھا خاصا افسوس ہوا تھا۔ بلکہ اپنی حماقت پر شدید غصہ آیا تھا۔

"تم رو رہی ہو نا؟" دوسری طرف سے مدھم لہجے میں دریافت کیا گیا تھا۔

وہ کچھ نہ کر سکی تھی۔ ارادہ سلسلہ منقطع کرنے کا بنایا تھا' مگر اس کی آواز سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

"لیمانہ بیگ میں جانتا ہوں تم مجھ سے بات کرنا نہیں چاہتیں' مگر میں جانے کیوں اس لیے تم سے بات کرنا چاہ رہا ہوں۔ تم پلیز سلسلہ منقطع مت کرنا۔" وہ جانے لہجے میں ایک درخواست تھی' اور لیمانہ بیگ جانے کیوں اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکی تھی۔

"زمانہ' وقت' موسم لاکھ بدلنے کے دعوے دار ہو جائیں' مگر کچھ چیزیں پھر بھی جوں کی توں رہ جاتی ہیں۔ اپنے اصل کے ساتھ۔۔۔۔ اور تمہارے کچھ تیور' اور انداز اب بھی ان باقیات میں شامل ہیں لیمانہ بیگ..... جانے مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تم اب بھی کئی معاملوں میں ویسی ہی ہو۔ کمزور' بزدل' اور ڈرپوک' تمہارے آنسو اب بھی تمہاری قلعی کھول دیتے ہیں لیمانہ بیگ..... تم اب بھی چھپنے کی سعی کرتے ہوئے بھی چھپ نہیں پاتی ہو؟ تمہارا چہرہ۔۔۔ تمہاری آنکھیں..... آج بھی ان میں اتنی ہی سچائی ہے' تم آج بھی جھوٹ نہیں بول سکتی ہو لیمانہ بیگ' صاف پکڑی جاتی ہو اور۔۔۔۔"

"کیوں؟ کیوں کر رہے ہو تم یہ ساری باتیں؟ کس لیے ہاں؟" لیمانہ بیگ نے تیزی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے ترش لہجے میں دریافت کیا تھا۔ "کس لیے مسٹر اعتبار پیرزادہ؟ کس لیے..... کس بات کی فکر ستا رہی ہے آپ کو؟ میری آنکھیں جھوٹ کہہ سکیں یا نہیں۔ اس سے آپ کا کیا لینا دینا ہے؟ میں آج بھی خود کو چھپا سکتی ہوں یا نہیں۔ اس سے آپ کا کیا لینا دینا ہے؟ میں آج بھی خود کو چھپا سکتی ہوں یا نہیں' یہ آپ کا دردِ سر کب سے بن گیا ہاں؟ میں کیا کر پا رہی ہوں' اور کیا نہیں' یہ آپ کا کنسرن نہیں ہے اعتبار پیرزادہ۔ کس کوشش میں کتنی کامیاب ہوں' اور کتنی ناکام..... اس بات کی جانچ پڑتال کی ضرورت آپ کو قطعاً نہیں ہے۔ یہ آپ کا معاملہ نہیں ہے۔ وہٹس ناٹ یور کنسرن' نن آف یور بزنس' سوائے آؤٹ آف دس۔ انڈر اسٹینڈ۔" لیمانہ بیگ نے کھری کھری سنانے کے ساتھ ہی فون بند کر دیا تھا۔

دوسری طرف اعتبار پیرزادہ فون ہاتھ میں لیے مسکرا رہا تھا۔

●●●
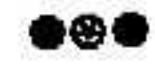
نگہت بچوں کو لے کر ماں کے گھر آئی تھی۔ بھابی' اور ماں نے ابتداء شکوؤں سے ہی کی تھی۔

"آ گئی یاد تمہیں میکے کی بھی۔ دیور کی بیاہ کی تیاریوں میں ایسی کھوئی کہ بھتیجی یاد نہیں رہی؟" دادی اماں نے شکوہ کیا تھا۔ مسز عثمان نے فوراً ٹوکا تھا۔

"چھوڑیں نا اماں آپ بھی بس' اتنے دنوں بعد آئی ہے نگہت' اور آپ شکوے شکایات لے کر بیٹھ گئیں۔ ہر گھر کی مصروفیات ہوتی ہیں' وقت نکالنا کبھی کبھی مشکل ہو ہی جایا کرتا ہے۔ تم بتاؤ نگہت' دانیال کی منگنی کی تیاریاں کہاں تک پہنچیں؟"

"بس ہو رہا ہے سب کچھ..... نادیہ کا کیا ہوا ہے؟ سنا ہے منگنی کی ڈیٹ ملتوی ہو گئی۔"

"ہاں بس رامم کا بھی کی کچھ مصروفیات بڑھ گئی ہیں۔ جلد ہی خوش خبری پھر سنائیں گے۔" مسز عثمان نے مسکراتے ہوئے وضاحت دی تھی' اور پھر دعا' اور ایشاع کو دیکھتے ہوئے چونکی تھیں۔

"تم دونوں اس طرح چپ چاپ کیوں بیٹھی ہو۔ اپنی نادیہ آپا کے پاس چلی جاؤ۔ کمرے میں ہے وہ یہاں بڑوں میں تمہارا بھلا کیا کام؟" ایشاع' اور دعا اٹھی تھیں' اور وہاں سے نکل گئی تھیں۔

"اعتبار نہیں آیا؟ دور دور سے لاڈ دکھاتا ہے پیار جتاتا ہے نانو سے' اور کتنے دن گزر گئے شکل تک نہیں دکھائی۔ آئے گا تو اب کان کھینچوں گی۔" دادی امی نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"اب یہ تو آپ دونوں کا معاملہ ہے۔ ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ آئے تو جو سلوک چاہے روا رکھیے گا۔" نگہت مسکرا دی تھی۔

"ماشاء اللہ اب تو اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا ہے۔ کوئی لڑکی دیکھی اس کے لیے؟" مسز عثمان بولیں۔

"ابھی کہاں بھابی! ابھی تک تو یہاں اس کا کوئی ارادہ ہی نہیں۔ بزنس سے فرصت ملے تو کسی اور طرف بھی دیکھے۔" نگہت نے وضاحت دے دی تھی۔

"ہاں یہ بھی ہے' آج کل بچوں کی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت ان کے کیریئر کی ہوتی ہے۔ پہلے انہیں حاصل کرنا ضروری خیال کرتے ہیں' باقی سب چیزیں بہت سیکنڈری ہیں ان کے لیے۔ یہ نئے دور کی نئی سوچ ہے۔ یوں بھی ایسے فیصلے بچوں پر ہی چھوڑ دینا مناسب ہے۔ زندگی ان کی ہے۔ گزارنا انہیں ہے تو مرضی بھی انہی کی شامل ہو تو زیادہ بہتر ہے۔" مسز عثمان نے سمجھ داری کا ثبوت دیا تھا۔ نگہت' اور دادی اماں نے تائید کی تھی۔

"یوں بھی تو یہ بخت کے کھیل ہوتے ہیں۔ میری نند فاطمہ کو تو یہ جانتی ہی ہیں۔ کتنی پیاری بچی تھی اس کی عالیہ' مگر خدا نے کیسا برا نصیب لکھا اس کا..... باپ نے اپنی برسوں کی دوستی کو مزید مضبوط کرنے کی غرض سے اس کا رشتہ دوست کے بیٹے کے ساتھ بچپن میں ہی جوڑ دیا۔

بعد ازاں وہ دوست فیملی کے ساتھ لندن سدھار گئے۔ پہلے تو واجبی سا اسٹیٹس تھا' مگر لندن پہنچ
گزرتے وقت کے ساتھ امیر ترین لوگوں نے انہوں نے ٹاپ رینکنگ حاصل کر لی۔ گزر
وقت کے ساتھ وہ رشتہ فراموش ہو کر گرد تلے اٹ گیا' اور اب جب' وہ اپنے رشتے کا حق لی
وہاں گئی ہے تو اسے انتہائی بدسلوکی کا سامنا ہے۔ تھا' مگر طالیہ کو لے کر ایک بات سبق کے طور
رٹ لینا والدین کے لیے بہت ضروری ہے۔ کبھی بھی ان کی زندگی کا فیصلہ ان کی مرضی کے بغ
نہیں کرنا چاہیے۔' اور بالخصوص اس وقت جب وہ خود بھی ہوش مند نہ ہوں۔ ہماری ایسی غلطیاں
کئی والدین کرتے ہیں' مگر بچپن کے رشتے پائیدار نہیں کہے جا سکتے۔ جانے بڑے ہو کر بچوں
مرضی ہو۔ کیا سوچ ہو۔ یہ سب باتیں ہم ان کے بچپن میں کیسے اخذ کر سکتے ہیں؟" نگہت
کے متعلق بہت افسردہ دکھائی دی تھیں۔

دادی اماں' اور مسز عثمان نے بھرپور تائید کی تھی۔

●●●

گھر میں گہما گہمی تھی۔ شادی کے ہنگامے عروج پر تھے' مگر وہ اپنے کمرے میں بند تھی۔
جانے ادیان حاکم چغتائی اس بات سے واقف تھا کہ نہیں کہ وہ اس گھر واپس آ گئی ہے' اور رہ بھی
رہی ہے۔ وہ اس سے خوفزدہ نہیں تھی' مگر شاید کچھ شرمندہ ضرور تھی۔ شاید ادیان حاکم چغتائی
کے سامنے آتا تو وہ سر بھی نہ اٹھا پاتی۔ نظر بھی نہ ملا پاتی۔

کتنی ارزاں ہو گئی تھی وہ...... کتنی بے توقیر ہو گئی تھی اس کی ذات......

عزت نفس...... انا...... خودداری...... اس کا تشخص...... سب مٹی میں مل گیا تھا۔ غرور کیا
تھا......' اور وقار...... کیا وہ اب بھولنے لگی تھی۔

فقط ایک تعلق

ایک رشتہ پانے کو......

ایک پہچان لینے کو...... وہ خود کی پہچان گنواتی جا رہی تھی......

اپنا مان...... انا...... وقار...... سب داؤ پر لگا دیا تھا......

کیا باقی رہا تھا؟

طالیہ جبران کہاں باقی رہی تھی؟ خود اپنے متعلق سوچا تو وجود کتنا چھوٹا سا لگا تھا۔

واقعی کیا کر رہی تھی وہ...... کیا کیا تھا اس نے......؟

تعلق صرف ایک بار ہی بندھ جانے کے لیے تو نہیں ہوتا......

ضروری بھی نہیں کہ رشتہ بنا' اور پتھر پر لکیر درج ہو گئی......

کیا نہیں ہوتا زندگی میں...... کبھی کچھ تو ہوتا ہے......

رشتے بنتے ٹوٹتے رہتے ہیں۔ پھر وہ کیوں؟ وہ کیوں زبردستی ایک شخص پر مسلط ہو رہی
تھی جبکہ وہ شخص بھی وہ تھا جسے اس کی ضرورت ہی نہیں تھی......' اور وہ تھی کہ گلے کا ہار ہوئی جا رہی تھی۔
شکست...... مسلسل شکست...... ہار اور متواتر ہار......' اور کیا سمجھ رہی تھی وہ اس کے
......

ٹھیک ہی کہہ رہا تھا وہ شخص' کیا حقیقت باقی بچی تھی اس رشتے کی...... وہ تو واقعی ثابت نہ
...... قیامت تک بھی نہیں...... یہاں کا قانون' یہاں کے لوگ' سب اس کے حق میں تھے'
اور اس کے حق میں کیا تھا......؟

ٹھیک تو کر رہا تھا ادیان حاکم چغتائی۔ اسے خود سے دور نہ کرتا تو' اور کیا ہوتا۔ کہاں
وال تھی وہ اس کے؟ وہ خود نظر اٹھا کر دیکھتی تھی تو کس درجہ بلند لگتا تھا وہ اسے...... کس درجہ
دور...... پر وسعت آسمان پر روشن کسی خواب کی طرح......' اور وہ بھی شاید چاند کی تمنائی
ہو رہی تھی۔

ٹھیک ہی تو کر رہا تھا وہ' اس کی جگہ رکھ کر خود غور کرتی سوچتی تو وہ حق پر نظر آتا۔
تو پھر غلط کیا تھا؟ وہ جو کر رہی تھی؟ اس کا کا کنات سمندر پار کر کے آنا...... اسے دیوانہ
...... وہ تھکن...... وہ جلن...... وہ طویل مسافت کا سا سفر......
آسان کیا تھا۔ وہ جو اس نے کیا تھا یا وہ جو ادیان حاکم چغتائی نے کیا تھا؟
اگر وہ صحیح تھا' جو ادیان حاکم چغتائی روا رکھ رہا تھا تو کیا وہ غلط تھا' جو اس نے آج تک کیا
تھا؟

آنکھوں پر خواب دیکھنے کے لیے قدغن لگانا......
خوابوں پر پہرے بٹھانا......
تمام آوازوں پر کان بند کر لینا...... اور ایک ان سنی آواز کو سننے کی کوشش کرنا......
ہزار آہٹوں کو سن کر بھی در نہ کھولنا......' اور کسی انجانی آہٹ پر کان لگائے رکھنا......
رات بھر جاگنا' اور سوچنا...... اس خیال کو جو کبھی بھولا ہی نہیں...... اس احساس کو جسے کبھی
کھویا ہی نہیں......

کیا...... کیا صحیح تھا؟' اور کیا غلط؟
جو اس نے کیا تھا اگر وہ سب غلط تھا تو پھر کیا درست' اور واجب تھا؟
غلط تھا تو کیا سزا تھی اس کی؟
وہی جو وہ جھیل رہی تھی؟
کتنا کرب تھا اندر...... پورا وجود تپ رہا تھا۔ اندر جیسے الاؤ سا جل رہا تھا۔ کمرے میں

اندھیرا کیے وہ پڑی تھی۔ جب کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ طالیہ جبران نے آنکھ کھول کر دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ مگر اسے احساس تھا کوئی اس کے آس پاس تھا قریب تھا۔ وہ آہٹ سن رہی تھی۔ محسوس کر رہی تھی۔ آنے والا قدم اٹھاتا ہوا اور اس کے قریب آن رکا تھا۔

طالیہ جبران نے تب بھی کوئی زحمت نہیں کی تھی۔ نہ آنکھیں کھول کر دیکھنے کی نہ اٹھ کر بیٹھنے کی جیسے اس کے اندر ہمت ناپید تھی۔ جسم توانائیوں سے خالی محسوس ہوا تھا۔ وہ اسی طرح بے سدھ پڑی رہی تھی۔ آنے والا چند ثانیوں تک کھڑا اسے تکتا رہا تھا۔ پھر بہت آہستگی سے اس پر جھکا تھا اور ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو ہولے سے چھوا تھا۔

ایک لمس مہربان...... طالیہ جبران کو ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں احساس ہوا تھا کہ یہ لمس کسی اپنے ہمدرد رفیق کا ہے۔ کسی اپنے دوست کا ہے...... کون...... بج...... ممایا بوا...... بوا پاکستان میں تھی۔ بوا کی کچھ طبیعت ٹھیک نہ تھی' جس کے باعث کئی دنوں سے وہ اپنے کمرے سے باہر نہ نکلی تھیں تو پھر کون......؟

"بج......؟" طالیہ جبران نے اپنے چہرے پر دھرے ہاتھ پر بہت آہستگی سے ہاتھ دھرا تھا۔ آواز شدت جذبات سے بوجھل تھی' مگر جیسے ہی آنکھیں کھلی تھیں تو منظر یکسر مختلف تھا۔

طالیہ جبران کی نگاہ ساکت رہ گئی تھی۔

کوئی مہربان دوست نہیں آیا تھا وہاں......

کوئی ہمدرد نہ تھا......

کسی اپنے کی شباہت تک نہ تھی......

اس کے اپنے اس طرح قریب ہونے پر طالیہ جبران جس قدر حیران تھی۔ اسی قدر محو حیرت ادیان حاکم چغتائی بھی تھا۔ غالباً اس کے لبوں سے کسی نام کو سننے کا ردعمل تھا یہ......

طالیہ جبران نہیں جانتی تھی۔ وہ یہاں کس غرض سے' اور کس مقصد کے تحت آیا تھا۔ مگر اس لمحے ایک خوف کی لہر اپنے سارے وجود میں سرسرائی اسے محسوس ہوئی تھی۔ آنکھیں ساکت سی اپنے قریب جھکے اس چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔

"بج؟ یہ کون ہے؟ اس کا انتظار تھا تمہیں؟" اندھیرے میں مدھم سرگوشی صاف گونجتی محسوس ہوئی تھی۔ طالیہ جبران نے بہت مشکل سے اپنے بے جان پڑے وجود کو حرکت دی تھی۔ ارادہ اٹھنے کا تھا' مگر ادیان حاکم چغتائی نے اسے باز کر دیا تھا' اور بغور تکتے ہوئے بولا تھا۔

"کہیں یہ وہی تو نہیں جس کے ساتھ مل کر تم ساری پلاننگ کرتی ہو۔ اسٹریٹجی میک کرتی ہو؟ او...... ہاں...... اچھا تو تم بہت کیلکولیٹڈ لڑکی ہو۔ اپنے اس آشنا کے ساتھ مل کر جال بن رہی ہو' اوہ تو کہانی یہ ہے۔ اسٹرینج آئی ایم ریئلی سرپرائزڈ۔"

کسی قدر افسوس سے پیشانی پر ہاتھ مارا تھا' اور مسکرا دیا تھا۔

"میں تو تمہیں بہت سیدھی سادی لڑکی سمجھا تھا۔ یہ گیم تو اب سمجھ میں آئی ہے میرے...... کس غرض سے آیا تھا میں' اور کیا گہرا راز ہاتھ لگا میرے۔ ہمدردی...... طالیہ جبران...... میں تو تم سے یہاں ہمدردی کرنے آیا تھا۔ ترس آ گیا تھا مجھے تم پر' تمہاری حالت پر۔ اپنے کیے پر کسی قدر افسوس ہوا تھا۔ افسوس ہوا تھا کہ تمہیں اس طرح...... اس وقت قدم ولیز سے پار نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کوئی' اور راہ بھی دیکھی جا سکتی تھی۔ تم سے فوری چھٹکارے کے لیے یہ طریقہ انتہائی بھونڈا' اور فضول ترین تھا۔ ریئلی مجھے افسوس ہوا تھا۔ اسی کا اظہار ابھی کرنے آیا تھا' مگر تم...... تم نے تو ابھی مجھے حیران کر دیا۔

تم طالیہ جبران کسی محترم بج کے ساتھ مل کر جھوٹ کا کھیل تیار کر رہی ہو میرے لیے۔ چال گہری چالوں کے ساتھ...... کیسا جال بن رہی ہو تم میرے گرد...... بج بج بتاؤ' اور کتنے لوگ اس گیم میں تمہارے ساتھ ملے ہوئے ہیں؟

میں نے بھی کیوں نہ سوچا۔ ایک تنہا لڑکی۔ اتنے حوصلے' اور ہمت کے ساتھ تن تنہا اتنی بڑی کا قصد کیسے کر سکتی ہے' اور ایسی صورت میں جب اس کے پاس وسائل بھی اتنے زیادہ نہ ہوں۔ اسٹرینج! تو یہاں بج صاحب کا کمال ہے۔"

ایک تمسخر کے ساتھ متاثر ہونے کا انداز قابل داد تھا۔

"ایک بات تو ماننی پڑے گی۔ یہ بج صاحب خاصے سچے پکے دوست لگتے ہیں تمہارے۔ کہاں سے انفارمیشن اکٹھی کیں میری اور میری فیملی سے متعلق؟' اور کب سے بنایا یہ پلان؟ کب سے تم اس پر کام کر رہی ہو؟ ہاں ہاؤ لانگ؟ جواب دو مجھے۔ کب سے جال بن رہی ہو میرے لیے؟" کتنے سنگین الزامات تھے اس کے لبوں پر' اور طالیہ جبران کی حالت تو پہلے ہی خراب تھی' اب تو اس کا چہرہ دھلے لٹھے کی مانند سفید نظر آ رہا تھا۔

"اسٹوپڈ جب ڈیل کی بات ہوئی تھی تو بتایا کیوں نہیں؟ رونا رونے کیوں بیٹھ گئی تھیں۔ یہ سب تو لینے تم یہاں پر آئی ہو۔ اسی کے لیے تو اتنا بڑا ڈرامہ رچایا ہے۔ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ یہ لڑکی فراڈ ہے۔ مگر بابا کی آنکھوں پر ہی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ کہ جان ہی نہ پائے' مگر اب میں یہ بات ثابت کروں گا تمہارا کھیل ختم طالیہ جبران۔

اٹس اوور اینڈ آؤٹ۔ گیم اوور۔"

اس نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا۔ طالیہ جبران کو اس کی انگلیاں اپنے کندھے کے گوشت میں گھستی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔

وہ شخص اس پر جھکا اسے سرخ شعلہ برساتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

کیا تھا یہ سب.....؟ وہ سمجھ نہ پائی تھی۔
کیا کیا کہے جا رہا تھا وہ..... اس کی سمجھ میں واقعی کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ذہن ماؤف تھا۔ ان
خالی خالی نظروں سے وہ اپنے سامنے موجود شخص کو دیکھ رہی تھی۔
شاید وہ کوئی نیا جال بن رہا تھا......
اس سے چھٹکارے کے لیے کوئی نئی راہ تیار کر رہا تھا.....
کوئی نئی چال تھی شاید یہ.....
ایک سوچی سمجھی چال..... جس سے یقیناً طالیہ جبران کا بچ نکلنا ناممکن ہوتا۔ حواس معطل تو
تھے ہی..... آنکھوں کے سامنے بھی اندھیرا چھانے لگا تھا۔

●●●

مگر اس سے قبل کہ وہ عالم مدہوشی میں قدم رکھتی یا بے ہوش ہوتی' اویان حاکم چغتائی
نے سائیڈ ٹیبل سے پانی سے بھرا جگ اٹھا کر اس پر الٹ دیا تھا۔
طالیہ جبران ایک لمحے میں حواسوں میں لوٹی' اور اٹھ بیٹھی تھی۔ حوریا کہہ رہی تھی' وہ
جانوروں سے بھی محبت کرتا ہے' اور یہاں وہ انسانوں کیلئے کیسا سفاک بنا ہوا تھا۔ اس ٹھٹھرتے
موسم میں وہ بھیگنے کے باعث تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس کی طرف سے نظریں پھیرتے ہوئے بہت
بے بسی کے ساتھ سر جھکائے ہوئے اس نے گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے تھے' اور کانپتی مدہم آواز میں
بولی۔

"پلیز کاریون سٹیک اوونٹ ڈو دس ٹو می! میں نے کچھ نہیں کیا ہے میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے
جیسا تم سمجھ رہے ہو۔ کسی گروہ سے تعلق نہیں ہے میرا۔ نہ ہی میں کوئی کرمنل ہوں۔ پلیز ٹرائے ٹو
انڈر اسٹینڈ' میں کوئی گیم پلان کر کے نہیں آئی نہ ہی یہ کوئی ڈرامہ ہے۔ جو میں چاہتی ہوں' اسے
شاید تم کبھی سمجھ نہیں سکو گے۔"
کپکپاتے لبوں کے ساتھ بولتی ہوئی سر جھکائے بیٹھی وہ اس گھڑی بہت کمزور لگی تھی۔
اویان حاکم چغتائی چپ چاپ کھڑا اسے دیکھتا رہا تھا۔ آنسو تیزی کے ساتھ ان آنکھوں
سے بہہ رہے تھے۔ سر جھکائے بیٹھی وہ اپنے درد سے نبرد آزما تھی۔
اویان حاکم چغتائی کے چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا۔
نہ کوئی پچھتاوا.....
نہ کوئی افسوس.....
نہ شرمندگی.....
نہ کوئی احساس جرم.....
وہ مڑا تھا' اور باہر نکل گیا تھا۔
طالیہ جبران بہت دیر تک بیٹھی اسی طرح بے آواز آنسو بہاتی رہی تھی۔

کچھ نہیں سمجھا سکتی تھی وہ اسے......
کچھ نہیں بتا سکتی تھی......
اس کے پاس جتانے کیلئے کوئی حق بھی نہ تھا......
شاید بہت تہی داماں تھی وہ......

●۞●

بارش ہونے کے ساتھ ہی بارش کے پکوان بھی بننا شروع ہو جاتے ہیں۔ فیانانہ گھر میں داخل ہوئی تھی تو کچن سے زبردست قسم کی خوشبو آ رہی تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی کچن کی طرف آ گئی تھی۔

عمران ماموں پوری دل جمعی سے ماہم کو ساتھ کھڑا کئے پکوڑے تل رہے تھے۔

"ٹاقات کھا کر بتاؤ کیسے ہیں؟ مرچ تیز تو نہیں ہو گئی؟ پکوڑوں کی زبردست ترکیب خاص یہ ہے کہ ان میں کچھ پیاز کوٹ کر شامل کر دی جائے اس سے پکوڑے نرم رہتے ہیں۔" عمران ماموں ماہرانہ انداز میں گویا ہوئے تھے۔

"کمال ہے ماموں! آپ کے ہاتھ میں تو واقعی جادو ہے۔ مامی بہت لکی رہیں گی۔ آئی رئیلی ڈو لو دیٹ پریٹی وومن۔ جہاں بھی ہے بہت اچھی قسمت لے کر اس دنیا میں آئی ہے جسے ہمارے عمران ماموں جیسے انٹرنیشنل شیف ملیں گے۔ ایک بات تو ماننی پڑے گی۔ ماموں! آپ گریٹ ہو۔" ماہم تیزی سے پکوڑے کھاتی ہوئی عمران ماموں کی تعریف کر رہی تھی۔

فیانانہ نے دروازے کے بیچوں بیچ رک کر مسکراتے ہوئے دیکھا تھا، پھر آگے بڑھ کر ماموں کے پیچھے رکتے ہوئے ان کے گلے میں بانہیں ڈال دی تھیں۔

"مجھے سمجھ لینا چاہیے تھا۔ دروازہ کھلنے سے لے کر جو خوشبو اپنے حصار میں لے رہی ہے، وہ ہمارے عمران ماموں کے ہاتھوں سے بنے پکوڑوں کی ہی ہو سکتی ہے۔" فیانانہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"مائی پریٹی ڈول......" عمران ماموں اس کے سر پر پیار کرتے ہوئے مسکرائے تھے۔
"ابھی تک تم نے "لیجنڈ ایونٹ" لگانا بند نہیں کیا؟ میلوں سے خوشبو سونگھ کر پہچانا جا سکتا ہے۔" عمران ماموں نے کہا تھا، اور فیانانہ مسکرا دی تھی۔

"کمال ہے ماموں! خوشبو پہچان گئے، اور پھر بھی پلٹ کر نہیں دیکھا؟ ہائے دی وے آپ اس بار میرے لئے کئی سنے پرفیوم لانے والے تھے نا؟"

فیانانہ کو ایک عرصے بعد اپنا آپ بہت ہلکا لگا تھا۔ عمران ماموں نے چولہا بند کرتے ہوئے اسے پیار سے ساتھ لگا لیا تھا۔

"مائے سویٹ جانو بچھا سا ہے بہت ذمے دار ہو گیا ہے۔ سارے گھر کی ذمے داریاں سنبھال لی ہیں؟" ماموں نے پکوڑا اس کے منہ میں رکھا تھا۔ "ایک دم سے اتنے بڑے ہونے کی کیوں ٹھان لی؟ سارے کام آہستہ آہستہ بھی تو ہو سکتے تھے۔" انہوں نے نرمی سے کہا تھا۔
فیانانہ نے اپنا سر ان کے سینے پر رکھ دیا تھا۔ آنکھوں کے کنارے جانے کیوں بھیگنے لگے۔

ماہم فوراً درمیان میں کود پڑی تھی۔
"اتنے عرصے بعد ماموں لوٹے ہیں۔ رونے دھونے کی بالکل نہیں ہو رہی۔ قسم سے فیئی! تم نے تو ارادہ باندھ لیا ہے ہم سب کو ڈبونے کا۔ ماموں! سمجھا دیجیے اسے۔ مجھے تیرنا دیرنا بالکل بھی نہیں آتا۔ ان کیلئے تو ابھی وہ موصوف دانیال پیرزادہ صاحب بھاگتے دوڑتے آ جائیں گے، ہم تو بلاوجہ ہی مشکل میں گھر جائیں گے۔"
عمران ماموں اس کی آنکھوں کو پونچھتے ہوئے مسکرا دیے تھے۔
"بہت بہادر بچہ ہے میرا۔ زندگی کے نشیب و فراز کو سمجھنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ فون پر بتایا تھا۔ بزنس کی اسے تو ریجرٹ لی ہے۔ سبق پانی کی طرح یاد ہو گیا ہے۔ ماشاء اللہ بہت خوب ہاتھ بٹا رہی ہے۔ سچ کہوں یقین نہیں آیا۔" ماموں مسکرائے تھے۔ "وہ چھوٹے چھوٹے پاؤں میرے پیروں پر رکھ کر چلنے والی، اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے میرے مضبوط ہاتھوں کو تھامنے والی گڑیا اتنی بڑی کیسے ہو گئی؟ مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا۔"
عمران ماموں اسے تحریری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ مسکرا رہی تھی۔
"ماموں! زندگی کے ups and downs بہت کچھ سکھا دیتے ہیں۔ پہلے مجھے بھی تیرنا نہیں آتا تھا، پھر ڈوبنے لگی تو خود بخود ہاتھ پیر مارنے لگی، اور اب کچھ کچھ تیرنے لگی ہوں۔"
فیانانہ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھا کر ماموں کو دیکھا تھا۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ مسکرا دیے تھے۔
"ماہم بتا رہی تھی، بڑے بڑے فیصلے لے رہی ہو۔" انہوں نے اس کی شادی کے فیصلے کے متعلق دریافت کیا تھا۔ فیانانہ نے تیزی سے پکوڑے کھاتی ماہم کو گھورا تھا۔
"قسم سے فیئی، میں نے کچھ نہیں بتایا۔ صرف یہ بتایا ہے کہ اس بندے کا سینس آف ہیومر کتنا خراب ہے، اور اسے جوک سنا کر یہ بتانا پڑتا ہے کہ جوک ختم ہو گیا ہے اب آپ کو ہنسنا ہے۔" ماہم مسکرائی تھی۔
"اچھا! اس معاملے میں تو وہ ہماری فیئی پر پڑا ہے۔" عمران ماموں نے ماہم کی تال میں تال ملائی تھی۔

"ماموں......" فنانہ نے زچ ہو کر انہیں دیکھا تھا۔ وہ اس کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے مسکرا دیئے تھے۔

"مجھے اپنی فینی پر مکمل بھروسہ ہے۔ اگر اس نے دانیال پیرزادہ کو اپنے لئے منتخب کیا ہے تو فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر ہی لیا ہوگا۔ یوں بھی جوک پر کہاں ہنستا ہے اس کے متعلق اکثر مجھے بھی پتا نہیں چلتا۔" عمران ماموں مسکرائے تھے۔ "کیا کریں! آج کل جوک ہی اتنے برے بنتے ہیں۔"

ماہم کا قہقہہ بہت فطری تھا۔ فنانہ نے اسے گھورا تھا' پھر دوسرے ہی پل مسکرا دی تھی۔

"ماموں! ہم نے آپ کو بہت مس کیا۔ آپ جاتے ہیں تو مڑ کر پیچھے کی خبر کرنا بھول جاتے ہیں۔ آپ کو ہماری یاد نہیں آتی؟"

"نانی جانو بچے! مڑ مڑ کر تسلی وہاں کی جاتی ہے' جہاں دل سے دل قریب نہ ہوں۔ جہاں دل پاس پاس ہوتے ہیں' وہاں کچھ بتانے یا جتانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

عمران ماموں نے پکوڑوں کی پلیٹ ماہم کی طرف بڑھائی تھی۔

"چھوڑو......! اباجی کو دے کر آؤ' اور پوچھنا ضرور' کیسے بنے ہیں؟"

ماہم پکوڑوں کی پلیٹ لے کر نانا ابا کے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ ماموں اسے لے کر دالان کی طرف آ گئے تھے۔ باہر برستی ہوئی بارش وہاں سے صاف دکھائی دے رہی تھی۔

"آپ کب تک واپس آ رہی ہیں؟"

"کل رات بات ہوئی تھی۔ اماں بتا رہی تھیں ابھی کافی کام باقی ہے۔ ماموں! جانتے ہیں آپ' اماں بہت گریٹ مدر ہیں۔ مجھے اچھا نہیں لگتا وہ اس طرح محنت کریں۔"

"تبھی تم ان کے حصے کی ذمے داریاں بھی اپنے کمزور شانوں پر اٹھائے کھڑی ہو؟"

اس کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی عمران ماموں نے کہا تھا' اور وہ چپ ہو کر ان کی طرف سے نظر پھیر گئی تھی۔

عمران ماموں نے اسے بغور دیکھا تھا' پھر بہت دھیمے سے مسکرا دیئے تھے۔

"فینی بچے! زندگی سے لڑنا اچھی بات ہے۔ ڈوبتے ڈوبتے تیرنا سیکھ لینا بھی بہت عمدہ بات ہے' مگر مسلسل تیرتے رہنے سے وجود شل بھی ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلے کہ تھکن بڑھ جائے' کبھی کبھی سستانے کیلئے کنارے پر آ جانا چاہیے۔"

فنانہ کچھ نہیں بولی تھی۔ نظریں برستی بارش کو دیکھتی رہی تھیں۔

"فنانہ بچے! اپنی اماں کی طرح فکروں سے الجھنا چھوڑ دو۔ زندگی جیسی گزرنی ہے' ویسی ہی گزرے گی۔ زندگی کی receipe میں یہ تمام چیزیں ایک خاص مقدار کے ساتھ ایڈ کی گئی

ہیں۔ نہیں تم یا ہم اپنی مرضی سے گھٹا یا بڑھا نہیں سکتے۔"

عمران ماموں کی بات پر فنانہ مسکرائے بغیر نہیں رہی تھی۔

"ممو ماموں! آپ تو شیف ہیں۔ اتنے زیادہ وقت کا تجربہ ہے آپ کو۔ آپ کو تو معلوم ہوگا۔ خوشیوں کی receipe کو کس طرح ٹیسٹ لیس ہونے سے بچایا جا سکتا ہے؟" بہت مدھم لہجے میں فنانہ بیک بولی تھی۔

عمران ماموں نے اسے تھام کر بہت محبت سے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔

●❀●

بلیک اوور کوٹ میں ریڈ اسکارف لپیٹے' سر جھکائے بیٹھی وہ زندگی کی کسی بھی رمق سے عاری محسوس ہوئی تھی۔ ٹیچ نے کافی بناتے ہوئے ایک نظر بغور دیکھا تھا' اور پھر کپ اٹھائے اس کی طرف آ گیا تھا۔

طالیہ جبران کچھ نہیں بولی تھی۔ چپ چاپ کافی کا کپ تھام لیا تھا' اور بھاپ اڑاتے اس کپ کو بغور دیکھنے لگی تھی۔ ٹیچ جیسے اسے سطر سطر پڑھ رہا تھا۔

"فار گاڈ سیک! طالیہ جبران! اب خود رو لہجے میں کوئی بہت بڑا ڈائیلاگ مت مار دینا۔ ورنہ میں دل ہی دل میں خودکشی کر لوں گا میں۔ ٹیچ کیوں تمہارے ساتھ رہتے رہتے کچھ کچھ میں بھی واقف ہو گیا ہوں۔ بہت حد تک تمہیں سوچنے لگا ہوں۔"

ٹیچ پتا نہیں اس پر کوئی طنز کر رہا تھا یا واقعی سنجیدہ تھا۔ طالیہ جبران نے فی الفور کوئی وضاحت طلب نہیں کی تھی۔ اسی طرح سر جھکائے بیٹھی کافی کی سطح کو تکتی رہی تھی۔

"طالیہ! ایک بات بتاؤ گی؟" ٹیچ نے یکدم نرم پڑتے ہوئے ملائم لہجے میں دریافت کیا تھا۔

طالیہ نے بہت آہستگی سے سر اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے گویا اجازت دی تھی' مگر ٹیچ اس کی طرف بنا کچھ کہے پرخیال نظروں سے فقط دیکھتا رہا' پھر کہنے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے یکدم اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"اٹھو' ہم یہاں مزید بیٹھ کر بات نہیں کریں گے ورنہ تم اسی طرح اس کافی کے کپ کو تکتی رہو گی' اور میں تمہیں دیکھ دیکھ کر کڑھتا رہوں گا۔"

ٹیچ نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے کھڑا کر دیا تھا' اور طالیہ جبران کے پاس اس وقت کوئی دوسری راہ نہ بچی تھی۔ ٹیچ اس کا بہترین دوست ثابت ہو رہا تھا' اور کم از کم اسے وہ کوئی دکھ اپنے دل پر پہنچانے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

باہر کا موسم خوشگوار تھا۔

"واؤ...... اے نین ساؤنڈز سو رومینٹک......" عج نے مسکراتے ہوئے موسم کو سراہا تھا۔ "ہو سکتا ہے' اس موسم کا کچھ اثر تم پر بھی ہو جائے۔" اسپورٹس کار میں بیٹھتے ہوئے اس نے ایک امید باندھی تھی' جس کے پورا ہونے کے چانسز تاحال بالکل دکھائی نہ دے رہے تھے۔

"کم آن یار! Chill out اس طرح بگڑتے زاویے بناتے رہنے سے زندگی' اور بھی بدمزہ ہو جائے گی۔"

مزید قیمتی مشورہ عطا ہوا تھا' اور ساتھ ہی عج نے ہاتھ بڑھا کر پلیئر آن کر دیا تھا۔

R.E.M. کے الفاظ گاڑی میں پھیلنے لگے تھے۔

20000 miles to an Oasis

20000 years will I burn

20000 chances I wasted

Waiting for the moment to turn

I would give my life to find it

I would give it all

Catch me if I fall

اچھا خاصا موسم تھا۔ سانگ بھی کچھ برا نہ تھا' مگر طالیہ جبران کی آنکھوں سے چپ چاپ آنسو بہنے لگے تھے۔ ڈرائیونگ کرتے ہوئے عج نے اسے ترچھی نظر سے دیکھا تھا' اور پھر بنا کچھ کہے رومال اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"تمہیں واقعی محبت ہے؟"

عجب سوال تھا' طالیہ جبران چونکی تھی' اور اس کی جانب دیکھنے لگی تھی۔ انداز سوالیہ تھا۔

"کس سے؟" باقاعدہ سوال داغا تھا۔

عج مسکرا دیا تھا۔

"کس سے کرنا چاہتی ہو؟"

طالیہ جبران سمجھ گئی تھی' عج فقط اول فول بول کر اس کا موڈ بحال کرنا چاہ رہا ہے' تبھی وہ اس کی طرف سے دھیان پھیرتے ہوئے انجان بن گئی تھی۔

"عج...... ! محبت ارادی فعل نہیں ہے۔ نہ کوئی خواہش...... کہ اپنی مرضی سے ترتیب دی جا سکے...... کہ میں صبح اٹھوں' اور کہوں آج ہر صورت میں مجھے محبت کرنی ہے' اور ختم کرنی ہے......

نہ ایسا کام ہے......

نہ ایسا اخبار کہ سرسری انداز میں پڑھ کر ایک طرف ڈال دیا جائے......

محبت کوئی جھیل نہیں' جس کے پانی میں پاؤں ڈبو کر بیٹھنے کی آرزو کروں......

محبت کی وضاحت بھی محبت ہے' اور تشریح بھی صرف محبت...... جمع' تفریق' ضرب......

کچھ بھی کرنے بیٹھو گے' جواب محبت ہی آئے گا۔"

مدھم آواز' اور دھیما لہجہ متاثر کن تھا۔ عج ایک نگاہ بغور ڈالتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"میں کیا جانوں' کبھی تجربہ ہی نہیں ہوا۔ اینی ہاؤ' اگر محبت کی جمع' تفریق' ضرب' تقسیم سب محبت ہے تو پھر ہاتھ خالی کیوں رہ جاتا ہے بعض اوقات؟ تمہیں میں اس طرح اضطراب میں کیوں دیکھ رہا ہوں؟" عج نے تشویش سے دریافت کیا تھا۔

طالیہ کچھ نہیں بول سکی۔

"تو تم اس سے محبت کرتی ہو؟" عج نے جانے کیوں اپنی طرف سے قیاس کیا تھا۔

طالیہ جبران کی نظروں کے سامنے وہ چہرہ آ گیا تھا۔

وہ شہزادوں کی سی آن بان رکھنے والا......

شاہانہ مزاج رکھنے والا......

وہ جو دیکھتا تھا تو کئی خواب دیکھنے پر مجبور کر دیتا تھا۔

قریب آ کر چھوتا تھا تو کئی نئے احساس جگا دیتا تھا۔

وہ عجب دھوپ چھاؤں سا شخص...... کہ جس کے متعلق اس نے بارہا سوچا تھا' مگر کبھی کوئی واضح خاکہ بن نہیں پایا تھا' مگر وہ اپنے طور پر خود کو کتنا سنبھال کر رکھنے کی عادی ہو گئی تھی۔

اسے سوچتے سوچتے...... نہ کسی کو اپنی طرف دیکھنے دیا تھا نہ سوچنے......

کتنے پہرے لگا لیے تھے اس نے اپنے اردگرد...... کیسے رنگوں میں کھلی تھی وہ......

مگر ہمیشہ کس کے متعلق سوچتی تھی......

جس کے مزاج تک کو وہ نہ جانتی تھی......

وہ کیسے سوچتا ہے...... کیسے بولتا ہے......

"پتا نہیں......" طالیہ جبران نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔ انداز کھویا کھویا سا تھا۔

عج نے ایک نگاہ اسے بغور دیکھا تھا' اور پھر عجیب سی حیرت سے مسکرا دیا تھا۔

"حیرت ہے؟ ویری اسٹرینج...... ! تمہیں اس سے محبت نہیں' اور تم...... اس طرح...... طالیہ! میں واقعی نہیں سمجھا' تم پھر کس طرح؟ اگر تمہیں محبت نہیں ہے تو تمہیں کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے۔ اتنی جان جوکھوں میں تو وہ ڈالتے ہیں جو دل سے وابستہ ہوتے ہیں۔ کہیں تم اس شخص کو پانے کو چیلنج سمجھ کر تو Accept نہیں کر رہی ہو؟"

"تمہیں ایسا لگتا ہے عج؟" طالیہ جبران نے الٹا سوال کر دیا تھا۔

بچ مسکرا دیا تھا۔

"اگر ایسا نہیں ہے تو ایسا ہو جانا چاہیے۔ بلیو می! اگر میرا ایسا کوئی بزبینڈ ہوتا تو میں اس کے چودہ طبق روشن کر دیتا۔ مردوں سے نمٹنا اتنا مشکل نہیں۔ فطرتاً یہ خاصے کمزور واقع ہوتے ہیں بس ساری فوں فاں ہوتی ہے' اور ایک لمحے میں چاروں شانے چت......' اور ہوا غبارے سے باہر...... ابہت بھید کی بات بتا رہا ہوں تمہیں۔" انداز ایسا تھا کہ طالیہ جبران مسکرائے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"اچھا اب بتاؤ' آئس کریم میں کون سا فلیور پسند ہے تمہیں؟"

گاڑی روکتے ہوئے بچ نے دریافت کیا تھا۔ طالیہ نے اسے کسی قدر تشویش سے دیکھا تھا۔

"ارے بھائی' ان موصوف تمیں مار خان سے نمٹنا ہے تو دماغ تو ٹھنڈا رکھنا ہوگا۔ ان حضرت نے تو جانے کس کس گینگ سے تعلق ملا دیا۔ تمہاری مدد خاصی مہنگی ثابت ہو رہی ہے' جانتا ہوں عنقریب جیل کے اندر چکی پیس رہا ہوں گا میں۔ اس سے پہلے آئس کریم تو کھا لینے دو یار۔"

بچ واقعی اچھا دوست تھا۔ وہ اس کے لبوں پر مسکراہٹ لا چکا تھا۔

●⊛●

"دانیال! آپ خوا مخواہ ضد کرتے ہیں۔ اچھا نہیں لگتا اس طرح۔ انگیجمنٹ سے پہلے اپنے سسرال میں آنا جانا۔"

دانیال نے گاڑی گھر کے پورچ میں روکی تھی' اور مسکرا دیا تھا۔

"کس نے کہا کہ اچھا نہیں لگتا؟ یار تم یہ دیکھو مجھے کتنا اچھا لگتا ہے۔ میرا بس چلے تو جھٹ سے شادی کر لوں۔ درمیان کی ساری رسمیں ایک دم فضول لگ رہی ہیں اس وقت۔ منگنی' مایوں' مہندی' اور جانے کیا کیا...... یہ دنیا دل والوں کے بیچ میں اتنی دیواریں کیوں اٹھاتی ہے۔"

لبنانہ بیگ رخ پھیر کر مسکرا دی تھی۔

"ڈائیلاگز بند کرو دانیال! میں اتر رہی ہوں۔"

کہنے کے ساتھ ہی وہ اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اتر چکی تھی۔ دانیال نے مسکراتے ہوئے اپنی طرف کا دروازہ بند کرتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"ویٹ آل آئی سیڈ' واز کڈنگ...... میں تو بس ایک بات جانتی ہوں۔ تمہیں پا کر مجھے اچھا لگ رہا ہے۔"

لبنانہ بیگ کیلئے اس لمحے مسکرانا جیسے فرض ہو گیا تھا' مگر بہت پھیکی سی' بے جان سی

مسکراہٹ تھی وہ۔ دانیال کے ہم قدم وہ آگے بڑھنے لگی تھی۔

"عمران ماموں آئے ہوئے ہیں۔ ماہم نے آپ کا بہت ذکر کر رکھا ہے۔ ملنے کی شدید خواہش ظاہر کر رہے تھے۔ آپ وقت نکال کر مل لیجیے گا۔" لبنانہ بیگ نے یونہی بات بتائی تھی۔

"وہ شیروز اماں کا فون آیا؟ کب واپس آ رہی ہیں؟"

"آپ کو فکر اماں کی ہو رہی ہے یا انگیجمنٹ کی؟" لبنانہ بیگ نے مسکراتے ہوئے کریدا تھا۔

"آف کورس' اماں کی وہ...... وہ آئیں گی تو انگیجمنٹ بھی ہوگی نا۔" دانیال مسکرا دیا تھا۔

دانیال نے درمیانی راہ اپنائی تھی' اور اس کیلئے گلاس ڈور اوپن کیا تھا۔

لبنانہ بیگ نے دھڑکتے دل کے ساتھ قدم اندر رکھا تھا۔ جانے کیوں لگ رہا تھا کہ پہلا سامنا اس سے ہوگا۔ لاؤنج میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر نگاہ پڑی تھی' اور دل کا وہ خدشہ سچ ہوا تھا۔

لبنانہ بیگ کی کیفیت پل بھر میں بدلی تھی۔ یہاں آنے سے قبل وہ اس صورتحال کیلئے خود کو اگرچہ تیار بھی کر چکی تھی' مگر اب اعتمار پیرزادہ کی نگاہیں جب اس کے چہرے پر مرکز تھیں تو یہاں وہ بے حد کنفیوژ ہو رہی تھی۔

"کتنے دنوں بعد چکر لگایا تو نے۔ میں تو دانیال سے کہہ رہی تھی۔ اگر آج تو نہ آتی تو میں آ جاتی۔" بڑی اماں نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا تھا۔

"کیسے نہیں آتی' ہم زبردستی اٹھا کر لے آتے۔ آخر کو دولہا والے ہیں بھئی۔" ایشاع نے ایک آنکھ دبا کر کہا تھا۔ "کیوں دانیال چاچو؟"

سب مسکرائے تھے۔

"میں چینج کر کے آتا ہوں۔ لبنانہ تم بیٹھو۔" جانے سے قبل ہدایت کی تھی۔

ارے چاچو! ایسی بھی کیا بے اعتباری۔ ہم کیا لبنانہ کا خیال نہیں رکھیں گے؟" ردانے مسکراتے ہوئے شکوہ کیا تھا۔

دانیال سیڑھیاں چڑھ گئے تھے۔ لبنانہ کو حسبِ معمول سب اپنے حصار میں لے چکے تھے' مگر لبنانہ کی نظریں دانستہ سامنے اٹھنے سے رک رہی تھیں۔

پھر کوئی طنز......

کوئی تیر......

کوئی بھالا......

اور وہ اپنے اندر نہ تو اتنی ہمت پاتی تھی نہ ہی ایسی کوئی بدتمیزی افورڈ کر سکتی تھی۔ وہ بھی اس لمحے میں جب وہ زندگی کے اہم ترین موڑ پر تھی۔ اس نے اس انگیجمنٹ کا فیصلہ یونہی نہیں کیا

تھا۔ پیرزادہ کمپنیز کا نام ایسا تھا کہ ان کی ڈوبتی ہوئی ساکھ بحال ہو سکتی تھی۔ اماں کی فکریں ختم ہو سکتی تھیں اور......

"کیا ہوا' کہاں گم ہیں آپ؟" دعا نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا تھا۔

حب دانستہ اس کی نگاہ قدرے فاصلے پر بیٹھے اس شخص سے جا ملی تھی۔

اعتبار پیرزادہ بہت خوش دلی سے مسکرایا تھا۔ باقاعدہ ہاتھ wave کیا تھا۔ لینانہ نے بنا کوئی تاثر دیے چہرہ پھیر لیا تھا۔

"تم لوگ یہاں اس طرح بیٹھے ہو' باہر بارش ہو رہی ہے۔" باہر سے آنے والے نے زبردست نیوز دی تھی۔

پل کی پل میں سارا کمرا خالی تھا۔ بزرگ خواتین پہلے ہی وہاں سے جا چکی تھیں۔

لینانہ کیلئے یہ لمحہ خاصا مشکل تھا۔ بنا اس شخص کی سمت دیکھے وہ سر جھکائے بیٹھی رہی تھی مگر اسی سے لائٹ چلی گئی تھی۔

لینانہ کی سانس تھم گئی تھی۔ اندھیرا خوفزدہ کرنے کو کافی تھا' مگر وہ اپنی جگہ سے ہلی نہیں تھی۔ آنکھیں بند کیے اسی طرح صوفے پر بیٹھی رہی تھی۔ جب اس کے بہت قریب کھٹکا ہوا تھا اور لائٹر جلنے کی آواز آئی تھی۔

اعتبار پیرزادہ اس کے بہت قریب تھا۔ لائٹر کی لو میں اس کے چہرے کو بغور تکتا ہوا......

لینانہ کوئی ناپسندیدہ صورتحال جھیلنا نہیں چاہتی تھی' تبھی فوراً اٹھی تھی۔ ارادہ باہر کی طرف جانے کا تھا جہاں سے سب کی آوازیں آ رہی تھیں' مگر ہاتھ یکدم کسی گرفت میں آ گیا تھا۔

لینانہ کے سینے میں موجود دل بہت زور سے دھڑکا تھا مگر اس دھڑکنے میں کوئی خوشگوار احساس نہ تھا۔ مڑ کر اس شخص کو دیکھا تھا' جو بغور اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔

"اندھیرے سے ڈرنے کی عادت گئی نہیں تمہاری؟"

کلائی پر گرفت مضبوط تھی' مگر بولا تو انداز سرسری تھا۔ لبوں پر کسی قدر دوستانہ مسکراہٹ بھی تھی' جیسے وہ اس روئے زمین پر اس کا سب سے بڑا مزاج آشنا ہو۔

لائٹر یکدم بجھا تھا' اور اعتبار پیرزادہ نے اسے اپنی گرفت میں کیا تھا۔

"میں جانتا تھا' تم اس سے ڈر جاؤ گی۔ کتنی ساری باتیں تمہاری اب بھی پہلے جیسی ہیں۔"

مدہم سرگوشی اپنے اندر عجب ایک جنوں رکھتی تھی۔ وہ اس لمحے اس قدر قریب تھا کہ سانسیں چہرے پر تھیں' اور لینانہ بیگ کو اپنا آپ جلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"کبھی کبھی دل چاہتا ہے وہ بے خبری میں کھوئے سارے دن واپس لوٹ آئیں' اور کوئی

...ال نہ رہے۔ یہ جو دل میں آنچ سی جلتی ہے' کہیں بجھ جائے......

...اور یاں' یہ فاصلے ...... کتنی ...... کتنی بدگمانیاں بڑھاتے ہیں۔ دلوں کے درمیان فاصلے ...بڑھ جاتے ہیں' اور ...... یہ کوئی اچھی نشانی تو نہیں۔

تم ابھی تنی جاتی ہو' اور یہاں دل کے سلجھنے کی کوئی ترکیب ہاتھ نہیں آتی۔ کیسے...... کیسے ...رنگ' موسم' یہ سب ...... کیسے بس میں آ جاتا ہے سب کچھ......

سکھا دو مجھے بھی۔ کچھ اور تو نہیں' دل ہی بس میں کرنا سکھا دو...... کم بخت' سمجھتا ہی نہیں۔ تمہیں تو ازبر ہیں سارے راز...... موسم...... رنگ...... خواب سب کچھ ہی تو تمہارے ...اختیار میں ہے۔

اعتبار پیرزادہ پر وہ عجب دیوانگی طاری تھی۔

"میرے دل کے موسموں کی کچھ خبر نہیں ہے آج کل...... پتا ہی نہیں چلتا کچھ...... ...تمہارے بس میں ہے تو خبر کرو کچھ۔ سنا ہے دل کے معاملات بہت اچھی طرح سمجھنے لگی ہو تم؟"

لینانہ بیگ کے سینے میں عجب ارتعاش تھا۔ دھڑکنوں کی آواز اتنی تھی کہ کان تک پہنچ رہے تھے۔ اس شخص کے حصار میں گھری کھڑی وہ اس لمحے جیسے بالکل بے بس تھی۔ چہرہ ...جھک رہا تھا۔ سارا وجود سلگ رہا تھا۔

لینانہ نے کوشش کی تھی خود کو اس گرفت سے چھڑانے کی...... مگر اعتبار پیرزادہ جیسے ان ...لمحوں پر فسانے لکھ دینا چاہتا تھا۔

"بھول جاؤ ایک پل کو...... بھول جاؤ سب کچھ...... تم کون ہو' میں کون ہوں...... مت ...سوچو...... مت جانو...... زندگی اگر خواب بسر ہوتی ہے تو ہو جانے دو۔"

اعتبار کا مدہم لہجہ اس کی سماعتوں سے قریب تھا۔

محبت اگر کوئی خوبصورت دھوکا ہے تو میں...... کھانا چاہتا ہوں۔ فرسٹ ٹی...... میں تمہارے ساتھ چلنا چاہتا ہوں۔ بھلا دو مجھے سب کچھ...... کچھ ہوش باقی رکھنا نہیں چاہتا میں...... ...بھلانا چاہتا ہوں تو تمہیں...... یاد رکھنا چاہتا ہوں تو صرف تمہیں...... مجھے اپنے خوابوں میں لے ...چلو۔

میں تم سے ملنا چاہتا ہوں لینانہ! جاننا چاہتا ہوں۔ زندگی کیا ہے' اور محبت کیا ہے......؟ ...مجھے خبر ہے' تمہاری آنکھوں کے گہرے رنگ مجھے سب سمجھا دیں گے۔

بس...... ایک بار...... صرف ایک بار مجھے اپنی ان آنکھوں کے پار اترنے دو۔ سب کچھ بھول کر صرف ایک بار......

لینانہ......! پلیز' ایک موقع' اور دو مجھے۔"

عجب جنونی انداز تھا اس شخص کا۔ وہ جیسے بے بسی کے دہانے پر تھا یا اضطراب کی کسی گہری کھائی میں..... جو ایک پل میں اپنے ہزار ہا مسئلوں کے حل چاہتا تھا.....' مگر لینانہ نے ایک جھٹکے سے اپنا وجود اس کے حصار سے چھڑایا تھا' اور تیزی سے چلتی ہوئی باہر آن رکی تھی۔ سینے میں موجود دل کی عجب کیفیت تھی۔ دھڑکنوں کا شمار ناممکن تھا' اور...... سانسوں میں عجب زیر و بم تھا۔

گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے اس نے قدرے فاصلے پر موجود لڑکیوں' اور لڑکوں کو دیکھا تھا' جو بارش میں بھیگتے ہوئے انجوائے کر رہے تھے۔

لینانہ بیگ نے سر اٹھا کر کھلے آسمان کی طرف دیکھا تھا۔ وہ بری طرح بھیگ رہی تھی۔ وہ بارش صرف آسمان کی نہ تھی۔ کچھ بوندیں اس کے دل پر بھی گر رہی تھیں' اور کچھ شاید آنکھوں کے کناروں سے بھی......

وہ اسی طرح کھڑی تھی۔ جب یکدم کسی نے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔ وہ یکدم ٹھٹکی تھی۔

"کیا ہوا؟ لینانہ وہاٹ ہیپنڈ؟ تم اس طرح اکیلی یہاں کیوں کھڑی ہو؟ میں تمہیں وہاں اندر دیکھ رہا تھا' اعصار نے بتایا تم باہر جاتی دکھائی دی ہو۔ غالباً باقی لڑکیوں کے ساتھ..... کیا ہوا؟"

دانیال نے اس کے چہرے کی متغیر کیفیت دیکھ کر دریافت کیا تھا' مگر لینانہ نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

●✿●

عمران ماموں کے آنے سے بہت فرق پڑا تھا۔ گھر کی فضا اب اتنی بوجھل نہیں رہی تھی۔ ماہم اس وقت بھی عمران ماموں کے ساتھ بیٹھی چائے کے سپ لیتی مزیدار قصے شیئر کر رہی تھی' اور خوب ہنس رہے تھے دونوں۔

"ایک ہوتا ہے ساڈا سنگھ' اور ایک ماڈا سنگھ۔ دونوں بھائی جاپان جاتے ہیں۔ بہت نئی چیزوں کا پتا نہیں ہوتا۔ جہاں قیام کرتے ہیں' وہاں ہوٹل میں کچھ پڑا ہوتا ہے۔ ساڈا سنگھ کہتا ہے۔ "ماڈا سنگھ' لگتا تو پانی ہی ہے' مگر گاڑھا ذرا زیادہ ہے۔ شاید جاپانی اپنی ٹیکنیکل مہارت سے پانی کو زیادہ موثر' اور بہتر بنانے کیلئے کوئی خاص فارمولا استعمال کرتے ہوں گے۔" یہ کہہ کر ساڈا سنگھ گلاس بھرتا ہے' اور پی لیتا ہے۔ ماڈا سنگھ پیاس محسوس نہ کرتے ہوئے معذرت کر لیتا ہے۔ دونوں سو جاتے ہیں۔ رات چار بجے کے قریب فون کی گھنٹی پر ماڈا سنگھ کی آنکھ کھلتی ہے۔ "اوئے ماڈا سنگھ تو بچے تک سو رہا ہے؟ اوئے اٹھ اوئے! پتا ہے امریکا میں اس وقت کتنا سوہنا دن چڑھیا ہویا اے۔ ہور گل سن۔ اوتھوں پانی ٹیبل تے پیا ہے' تھوڑا کم پیتا ورنہ تو امریکا سے بھی آگے نکل جانا گا۔"

"ہاہاہا۔" ماہم نے باقاعدہ قہقہہ لگایا تھا۔

"اور اس ہوٹل میں تھا کیا؟" عمران ماموں نے اسے ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔

"ہور کیا جی! ہنڈرڈ پرسنٹ خالص پیٹرول۔" ماہم نے خالصتاً سرداری انداز میں کہتے ہوئے عمران ماموں کے ہاتھ پر ہاتھ مارا تھا' اور دونوں دیر تک ہنستے چلے گئے تھے۔

لینانہ بیگ کھڑکی کے پاس چپ چاپ کھڑی تھی۔ اس زبردست قسم کے جوک کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ انداز کچھ کھویا کھویا سا تھا۔ عمران ماموں نے اسے بغور دیکھا تھا۔ ماہم نے بھی دیکھا تھا' اور اسے پکار لیا تھا۔

"لینانہ......"

لینانہ نے پلٹ کر ان کی طرف یوں دیکھا تھا' جیسے وہ اس ماحول کا حصہ ہو ہی نہیں۔

"لینی! کیا اب تمہیں بھی جوک سنا کر بتانے کی ضرورت پڑا کرے گی کہ جوک ختم ہو چکا ہے' اور تمہیں ہنسنا چاہیے؟" ماہم نے شکوہ کیا تھا۔

لینانہ مسکرا دی تھی۔

"کہاں ہو تم لینی؟" ماہم کو تشویش ہوئی تھی۔

"نہیں' کہیں نہیں۔ میں اماں کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ پتا نہیں ٹھیک بھی ہیں یا نہیں۔ کل بات تو ہوئی تھی' مگر وہ اپنے معاملے میں بہت کیئرلیس ہیں۔ بالکل بھی خیال نہیں رکھتیں اپنا۔" لینانہ بیگ نے بات بنائی تھی۔

عمران ماموں کی نظر اسے بغور جانچ رہی تھی۔

"لینی! اماں تم پر چلی گئی ہیں اس معاملے میں...... تم بھی تو اپنے معاملے میں اتنی ہی کیئرلیس ہو۔" ماہم نے اسے جتایا تھا۔

وہ وہاں سے فرار کے راستے تلاشنے لگی تھی۔

"میں اماں کو فون کرتی ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔ آپ بیٹھیں' میں بات کرتی ہوں۔ نا صرف بات کرتی ہوں بلکہ آپ کی شکایت بھی کرتی ہوں۔ بہت زیادہ تنگ کرنے لگی ہیں آپ ہمیں۔" ماہم دھمکی دے کر وہاں سے نکل گئی تھی۔

لینانہ بیگ اپنی جگہ شرمندہ سی کھڑی تھی جب عمران ماموں چلتے ہوئے اس کے قریب آن رکے تھے۔ انہوں نے کچھ نہیں کہا تھا' مگر لینانہ بیگ فوری طور پر ان کی طرف دیکھ نہیں سکی تھی۔

"لینی بچے! کیا بات ہے؟"

عمران ماموں نے بہت پیار سے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے دریافت کیا تھا' مگر لینانہ بیگ

نے مسکراتے ہوئے سرنفی میں ہلا دیا تھا۔

"آر یو شیور؟" عمران ماموں نے براہ راست آنکھوں میں دیکھتے ہوئے یقین کرنا چاہا تھا۔ فینانہ مسکرا دی تھی۔

"شیور عمو ماموں! ماہم کی باتوں پر مت جائیں۔ اسے عادت ہے جو منہ میں آئے بولتے رہنے کی...... میں...... میں ٹھیک ہوں اور......"

"اور......؟" عمران ماموں نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"اور شاید خوش بھی۔" فینانہ نے بات بنائی تھی۔

"شاید؟" عمران ماموں نے جانچتی نظروں سے دیکھا تھا۔

فینانہ بیگ کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔ عمران ماموں نے مسکراتے ہوئے ہاتھ اس کے شانے پر رکھ دیا تھا۔

"بچے! خوش ہونے کیلئے بہت بڑے حوالوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نہ یہ جتانے کی کہ ہم بہت خوش ہیں یا صرف خوش ہیں...... شاید ایک قیاس ہے صرف...... جو سوائے پریشانی کے کچھ نہیں دیتا۔ تمہیں اگر خوش ہونا ہو تو صرف ایک کام کرنا...... ہر بندے کی لیفٹ سائیڈ پر ایک شے ہوتی ہے' صرف اس کی ماننا...... ہوتی تو وہ شے لیفٹ سائیڈ پر ہے' مگر ہوتی ہمیشہ رائٹ ہے۔ اینڈ دیٹس کالڈ ہارٹ......"

عمران ماموں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"صرف آپ کا دل آپ کو بہتر خوشی دے سکتا ہے فینانہ! فیصلہ کبھی اس کے ہاتھ سونپ کر دیکھو۔ تمہاری کیلکولیشن رانگ ہو سکتی ہے' مگر اس کا فیصلہ صد فیصد درست ہوتا ہے۔ فیصلہ لیتے ہوئے کبھی اپنے دل کو نظر انداز مت کرو۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے ماموں! میں خوش ہوں۔ دیکھیے' لگ رہا ہے نا؟" اس نے مسکراتے ہوئے اسمائل کی شکل بنائی تھی۔ "ای...... ی...... ی......"

انداز ایسا تھا کہ ماموں مسکرا دیے تھے۔

"دانیال اچھا لڑکا ہے' مگر اس کا سنس آف ہیومر واقعی بہت برا ہے۔" عمران ماموں کے انداز میں شرارت تھی۔ فینانہ مسکرا دی تھی۔

"ایک بات پوچھوں فینی؟"

"جی......"

"دانیال کو چننے کیلئے تم نے دل سے مشورہ طلب کیا تھا یا صرف دماغ سے؟"

سوال بہت گہرا تھا' اور فینانہ کا دل پہلے ہی طغیانیوں میں گھرا تھا' مگر عمو ماموں کو وہ کسی

[illegible]س کی پریشانی میں مبتلا کرنا نہیں چاہتی تھی' تبھی مسکرا دی تھی۔

"ماموں! کمال کرتے ہیں آپ' میں نے آپ سے کہا تھا نا' میں صرف ایک رائیٹ مین کی ہی مانوں گی ورنہ ساری عمر شادی نہیں کروں گی۔"

"اور تمہیں لگتا ہے' دانیال وہی رائیٹ مین ہے؟"

ماموں نے مسکراتے ہوئے ایک بار پھر مات دے دی تھی۔ وہ اپنی باتوں سے ہی پکڑی جا رہی تھی' مگر اس بار کوئی جھوٹ اس کے لبوں پر نہ تھا۔ ان کی طرف دیکھتی ہوئی وہ نگاہ پھیر گئی تھی۔

"پتا نہیں......"

بولی تھی تو انداز بہت نیم جاں تھا' اور عمران ماموں اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔

"ماموں! زندگی کوئی خواب نہیں ہے۔ نہ ہی ہم دور دیس کے آنے والوں کی نذر اپنے [illegible] سے اچھے دن کر سکتے ہیں۔ جو بات اس دنیا میں حقیقت ہے ہی نہیں' اس کو لے کر سوچنا [illegible]نی نہیں تو' اور کیا ہے۔ اور میری عمریں بھی اب فینٹسی ورلڈ میں رہنے کی بالکل نہیں ہے۔ [illegible] اب ہو چکی ہوں میں...... اتنی بڑی بڑی ذمے داریاں سنبھال سکتی ہوں تو کیا اتنی چھوٹی سی [illegible] نہیں جان سکتی؟"

بات مذاق میں اڑاتے ہوئے وہ ایک بار پھر مسکرائی تھی۔ اپنے طور پر اس نے ماموں کو مطمئن کر دیا تھا۔ وہ جواباً کچھ نہیں بولے تھے' مگر اپنے اندر کہیں طغیانیوں کا وہ عمل' اور شدت اختیار کر گیا تھا۔ وہ پلٹی تھی' اور تیزی سے وہاں سے نکل گئی تھی۔

●☺●

اس نے کہا تھا۔

"ویلس اور اینڈ آؤٹ...... گیم اوور......"

اور وہ ایک بار پھر اسی دہلیز پر قدم رکھ رہی تھی۔ [illegible] نے اسے گیٹ کے سامنے چھوڑا تھا تو وہ کتنی دیر اسی طرح کھڑی خالی خالی نظروں سے اس وسیع و عریض گھر کو حیرت سے تکتی رہی تھی۔

اندر جائے یا کہ نہیں؟ کوئی فیصلہ ہو نہیں پا رہا تھا' مگر اس کے علاوہ کوئی راہ' اور تھی بھی نہیں۔ جاتی تو کہاں جاتی۔ قدم اٹھتے بھی تو کس طرف؟ نہ کوئی متبادل راہ تھی' نہ منزل' مگر وہ یہ بات اس شخص کو کیسے سمجھاتی؟

وہ اپنے دیس کا مغرور ترین شہزادہ' جو اپنی دنیا میں اپنے فیصلوں کیلئے اتنا آزاد تھا کہ کسی' اور کی رائے کی یا مرضی کی وقعت اس کے نزدیک صفر تھی' مگر وہ کیا کرتی...... صفر ہوتے ہوئے بھی اسے اس کی زندگی میں جگہ [illegible] رہی تھی۔ یہ سوچے بغیر کہ وہ کیا سوچتا ہے...... اس صفر کے گننے سے

اس مغرور ریاستی شہزادے کی پوزیشن کچھ ڈی ویلیو ہو جائے گی یا بڑھے گی...... وہ اس کی طرف کا سوچ کر اس کی حمایت نہیں کر سکتی تھی۔ اگر اس کی حمایت کرتی تو شاید اپنا آپ ڈی ویلیو ہو جاتا' اور وہ اپنا اتنا بڑا نقصان نہیں چاہتی تھی۔

قدم آہستہ سے اٹھاتی ہوئی وہ آگے بڑھی تھی۔ لان سے لے کر اندرونی داخلی دروازے تک گھر میں عجب ایک سناٹا تھا۔ شاید حوریا کی کسی رسم کے باعث سب اس کی سسرال گئے تھے

اگر ایسا تھا تو یقیناً اچھا تھا...... طالیہ نے قدم اندر رکھتے ہوئے سوچا تھا' تبھی وہ کہیں سے نکل کر اس کے سامنے آن رکا تھا۔

طالیہ جبران نے نگاہ اٹھا کر اس لمبے چوڑے شخص کو دیکھا تھا' جو اس گھڑی اس کے سامنے کھڑا اسے کسی قدر برہمی سے دیکھ رہا تھا۔

طالیہ جبران نے خود کو ہر طرح کی صورتحال کیلئے تیار کر لیا تھا۔ اگر وہ اسے انگلی تھام کر دلیز سے پار بھی کھڑا کر آتا' تب بھی وہ اس صورتحال کیلئے تیار تھی۔

ایک...... دو...... تین......

کتنے لمحے چپ چاپ' دبے پاؤں گزر گئے تھے۔ ادیان حاکم چغتائی فقط خاموشی سے کھڑا اسے دیکھتا رہا تھا۔ وہ سر جھکائے کھڑی کسی مجرم ہی لگ رہی تھی۔

"سو اس نے تمہیں دوبارہ اسی دلیز پر چھوڑ دیا؟ پلان بدلا گئی یا پھر کوئی نیا گیم تیار کر لیا ہے؟"

ہاتھ سے اس کا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے جانچ پڑتال کی تھی یعنی وہ ایک بار پھر انویسٹی گیشن سیل میں تھی' مگر اس تفتیش میں الزامات زیادہ تھے۔ بے بنیاد قیاس زیادہ تھے' اور طالیہ کی مجبوری یہ تھی کہ وہ کوئی ثبوت اپنے حق میں پیش نہیں کر سکتی تھی۔ شاید اسی لئے وہ بہت شکستہ سی دکھائی دی تھی۔ چپ چاپ اس شخص کو دیکھا تھا۔

"تو تم اس سے محبت کرتی ہو؟" آج شام میں بچ کی جانب سے کی جانے والی سرگوشی اس کے اطراف میں گونجی تھی' اور وہ اس شخص کی سمت کھنچتی چلی گئی تھی۔

یہ تھا وہ شخص...... جس کیلئے وہ اپنا سب کچھ رول رہی تھی۔ کج ادا...... کج رو...... خود سے آگے نہ جسے دیکھنا آتا تھا نہ سوچنا......

"مجھے لگتا ہے طالیہ جبران' تم ایک پاگل لڑکی ہو' جس کی عقل میں میری کوئی بات نہیں آتی۔ تم سے بات کرنے کا مطلب کسی دیوار پر اپنا سر پھوڑنا ہے' مگر ایک بات اپنے اس آنچل کے پلو میں باندھ لو۔" اس نے باقاعدہ وہ پلا اٹھا کر جتایا تھا۔ "تمہاری ان بیوقوفیوں کا یہاں کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اگر تم سمجھ رہی ہو کہ مسلسل میرے گھر پر' اور میرے سر پر سوار ہو کر تم کوئی

حاصل کر لو گی تو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ ادیان حاکم چغتائی کا دل وہ پتھر ہرگز نہیں ہے' جس پر قطرہ قطرہ پانی گرتے رہنے سے بالآخر سوراخ ہو جائے......

ایسا کچھ یہاں نہیں ہوگا طالیہ جبران!' اور میں یہ بات تمہیں بار بار کیوں بتا رہا ہوں' سنا نہیں تھا' کیا کہا تھا میں نے؟ تمہارا گیم اوور ہو چکا ہے۔ اگر سیدھے سے تم یہاں سے نہیں جاؤ گی تو ڈسٹ بن میں کوئی' اور راستہ دیکھنے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔ تمہیں آل ریڈی بہت زیادہ [illegible] دے چکا ہوں میں' اب اور نہیں۔

کسی طرح سے بھی آمادہ نہیں ہوتی ہو تم...... کوئی راہ جب تمہیں منظور نہیں ہے تو میں کیا [illegible] سچ کہوں' مجھے تمہاری پرواہ نہیں' ترس آتا ہے۔ وہ تمہارا بدھو سا دوست جو پٹی تمہیں پڑھا کر یہاں چھوڑ کر گیا ہے نا' اسے سمجھا دو۔ رشتے اس طرح نہیں بنتے ہیں۔ بیوقوف ہو' جو اسے اپنا دوست مان رہی ہو۔ سب سے بڑا دشمن ہے وہ تمہارا...... تمہیں شعلوں میں جانے کی اجازت [illegible] وہ تمہیں بہلا رہا ہے۔"

"تو تم واقعی اس سے محبت کرتی ہو؟" بچ کی آواز اس کی سماعتوں میں گونجی تھی' اور ادیان چغتائی کہہ رہا تھا۔

"بیوقوف لڑکی' اپنا نفع و نقصان خود سمجھو' رشتے اس طرح نہیں بنتے۔ نہ ہی دل اس طرح [illegible] ہیں...... اچھا ایک بات بتاؤ' اس سے پہلے محبت کی ہے تم نے؟"

اس کی بیوقوفی سے محظوظ ہوتے ہوئے سوال داغا تھا اس پر۔

"تمہاری دنیا کے لوگ بڑے بیوقوف ہوتے ہیں نا' آنکھ کھلتے ہی خواب دیکھنا فطرت میں شامل ہو جاتا ہے ان کی۔ عجب جذباتی' اور کوڑھ مغز لوگ ہوتے ہیں۔ کچھ' اور کریں نہ کریں' دل کی انگلی تھام کر چلنا اپنا پیدائشی حق' اور پہلا فرض سمجھتے ہیں......

ایڈیٹ ایشنز...... فریڈمز' اور ویلیوز کے نام پر فائدے اکٹھے کرنے والے...... کچھ بھی [illegible] رہو' سمجھاتے رہو' مگر ان کی سمجھ میں صرف اپنے مطلب کی بات آتی ہے جیسے کہ تم......

ایک دو قطرے نہیں' تمہیں سمندر چاہیے' گریڈی ایڈیٹ......"

"ہاں' چاہیے مجھے...... ایک دو قطرے نہیں...... پورا کا پورا سمندر...... ہاں...... مجھے [illegible] پورا سمندر......' مگر وہ سمندر تمہاری امارت کا نہیں ہے' مجھے تمہارے اس دل میں جگہ لینی ہے۔ نہ آدھا...... نہ ادھورا...... پورا دل چاہتی ہوں میں......

تمہاری پوری لائلٹی' اور سینسرٹی کے ساتھ...... تمہاری پوری محبت......' اور اس کیلئے چاہے تم مجھے گریڈی ایڈیٹ کہو یا کچھ اور...... مجھے فرق نہیں پڑتا۔" طالیہ جبران نے ہمت کر کے کہا تھا۔

وہ ساکت اسے تکتا رہ گیا پھر یکدم ہنسا تھا' اور ہنستا چلا گیا تھا۔

"کیا ہوتی ہے محبت' جانتی ہو تم؟ ہے کچھ نالج؟ تمہاری تو محبت بھی تمہاری بوسیدہ اقدار کی طرح دقیانوسی ہوگی۔ میری طرف دیکھو' جانتی ہو' میرے نزدیک محبت کیا ہے؟" اس کے شانے تھام کر اسے بغور گھورا تھا۔ "صرف ایک جذباتی کیفیت کی وقتی ضرورت...... یہی ہے محبت......' اور ایسی کئی محبتیں' بندہ آرام سے کثرت سے کر سکتا ہے۔ تم اس سے زیادہ کی کوئی بیوقوف اصطلاح جانتی ہو تو مجھے سمجھا دو......' مگر اس کیلئے ضروری نہیں ہے کہ میں تمہارا قائل بھی ہو جاؤں۔"

ٹھوس' مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"مجھے بدل نہیں سکتی ہو تم۔ نہ میری سوچ' نہ میری ظاہری ہیئت...... فرق جو ہے' وہ صاف ظاہر ہے۔ ہم جدید دنیا میں رہنے والے لوگ ہیں جو بنا کسی خوف کے' دھڑلے کے ساتھ ڈنکے کی چوٹ پر ہر کام کرتے ہیں خواہ وہ اچھا ہو یا برا......' اور اچھے برے کی اصطلاح بھی تم لوگوں کی ایجاد کردہ ہے۔ ہم تم جیسے نہیں ہیں کہ بند کمرے میں گناہ کر کے اس پر مٹی ڈال دیں۔"

اس کے چہرے کو ہولے سے تھپتھپایا تھا۔

"ابھی محبت کے متعلق کچھ نہیں جانتی ہو تم۔ بھولے سے بھی اس لفظ کا نام دوبارہ مت لینا۔ یہاں مفہوم سمجھنے والے بھیڑیے ہیں۔ تم نقصان اٹھاؤ گی تو مجھے دکھ ہوگا۔ بابا کے دوست کی بیٹی ہو تم......' اور ان سے وابستہ سارے تعلق میرے لئے احترام کے قابل ہیں۔"

ادیان حاکم چغتائی نے اسے نرمی سے دیکھتے ہوئے جیسے بہلایا تھا۔

طالیہ جبران کی آنکھوں سے نمکین پانی کے قطرے بہت آہستگی سے ٹوٹ کر رخساروں پر بہے تھے۔

ادیان جو بے دھیانی میں اس کی طرف سے پلٹنے والا تھا' یکدم ٹھہرا تھا' اور اسے بغور دیکھنے لگا تھا۔

وہ کھلا چہرہ......

پانیوں سے بھری وہ غزال آنکھیں......

چہرہ عجب ایک کشش اپنے اندر سموئے ہوئے تھا......

ادیان حاکم چغتائی کے اندر یکدم جیسے ایک تلاطم برپا ہونے کو تھا۔ ہاتھ بڑھا کر بہت آہستگی سے اس کے چہرے کو چھوا تھا۔ اس نمکین پانی کے قطرے کو انگلی کے پوروں پر لے کر کسی خاص کیفیت کے زیر اثر اسے دیکھا تھا۔

ان آنکھوں میں کچھ تھا......

وہ تیور جو بدلے تھے تو کچھ سبب خاص ہی تھا۔

تو کیا پتھر موم ہو رہا تھا......؟

کیا مسلسل پانی کا قطرہ گرتے رہنے سے اس پتھر میں کوئی شگاف ہو رہا تھا......؟

وہ سنگلاخ چٹانوں سا دل نرم پڑ رہا تھا......

وہ مغرور ریاستی شہزادہ اپنے حسب نسب سے نیچے آ رہا تھا......

اس دور دیس سے آئی ہوئی معصوم پری کا خیر مقدم کرنے......

اسے اپنے دل میں جگہ دینے......

اسے اپنا بنانے......

طالیہ جبران بھیگی آنکھوں سے چہرے اٹھائے اسے دیکھ رہی تھی جب اس نے پوچھا

"محبت...... محبت کرو گی مجھ سے؟"

●●●

ادیان حاکم چغتائی کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی......' اور طالیہ اپنے اندر اٹھے خوف کو صاف محسوس کر رہی تھی۔ دھڑکنوں میں ارتعاش تھا۔ دل معمول سے کہیں بڑھ کر دھڑک رہا تھا شاید۔

"بولو کرو گی محبت؟ بادلوں سی آزاد فضاؤں میں اڑتی پھرتی محبت......! بے فکر ہواؤں سی تیرتی محبت...... ان گہرے سبز سمندروں کی گہرائیوں کی سی محبت......
پرتپش...... ایک الاؤ سی دہکاتی...... جلاتی، تڑپاتی محبت......
بولو کون سی محبت کرو گی مجھ سے؟" مدہم لہجہ ایک خاص تپش اپنے اندر رکھتا تھا۔
طالیہ جبران کی سانسیں رکی ہوئی تھیں۔ وہ دم سادھے کھڑی تھی۔

"ایک خاص رشتے کا حق لے کر تم یہاں آئی ہو نا؟ تمہارے کہنے کے مطابق تمہارے جزوکل کا مالک میں ہوں۔ جب یہ سب میرا ہے تو پھر تقریب اعتبار منعقد کرنے میں اتنی تاخیر کیوں؟

اس رشتے کی بنیاد ہی گر محبت ہے تو پھر محبت آغاز کرنے میں اتنی پس و پیش کیوں؟ جب سبھی کچھ میرا ہے تو پھر اسے سونپنے میں اتنا تامل کیوں؟"
اس کی پیشانی سے ایک صراط بناتے ہوئے اس نے اپنی شہادت کی انگلی کو اس کے گداز لبوں پر روکا تھا۔ نگاہ بغور اسے دیکھ رہی تھی۔

"اگر تم میرے لئے یہاں آئی ہو تو پھر ان سانسوں کے زیر و بم میں ایک خوف سا کیوں ہے؟ اگر اپنے رشتے کو لے کر اتنی پر اعتماد ہو تو پھر اعتبار کرنے میں اتنی دیر کیوں لگا رہی ہو؟
عجیب لڑکی ہو تم۔ خود ہی ڈور ڈالتی ہو اور خود ہی ڈور کھینچتی بھی ہو......"
بہت ہولے سے وہ شخص مسکرایا تھا۔ شاید اس کی بوکھلاہٹ سے حد درجہ محظوظ ہوا تھا۔
طالیہ جبران کا چہرہ پیلا پڑا ہوا تھا۔ اڑی رنگت سارے بھید فاش کر رہی تھی، اور غالباً یہ کیفیت مقابل کو لطف دینے کو کافی تھی۔

ادیان حاکم چغتائی نے اس کے گرفت میں تھامے نازک کومل کانپتے وجود کو ایک لمحے میں اپنی گرفت سے آزاد کیا تھا، اور مسکرا دیا تھا۔
"تمہیں اپنے کہے پر اعتبار نہیں تو میں تم پر اعتبار کیسے کروں طالیہ جبران؟ جب تم اس بات کی سچائی کو ثابت کر ہی نہیں سکتیں تو پھر یہاں کیا کر رہی ہو؟ خود کو میرے سپرد جب نہیں کر سکتیں تو پھر دعویدار کس بات کی ہو؟ تمہارے بقول ہمارے درمیان ایک تعلق خاص موجود ہے تو تمہیں تو مجھ پر آنکھیں بند کر کے یقین کرنا چاہیے۔ دن کو رات کہوں تو تمہیں رات کہنا چاہیے ...... فل آل آئی ایم یور ہزبینڈ...... میں تو بات آزمائش کی بھی نہیں کر رہا۔ ایک خاص رشتے کو اس کے مکمل جزئیات کے ساتھ نبھانے کی خواہش ظاہر کر رہا ہوں، اور تم...... تم مجھ سے فرار چاہ رہی ہو۔"

یہ تمہارے ڈولتے قدم...... یہ پیچھے کو سرکتے پاؤں...... جب مجھ سے دور ہی بھاگنا تھا تو پھر میرے قریب آئی ہی کیوں ہو......؟
اگر تم میری بیوی ہو تو میں تو یقیناً ایسی ہی ڈیمانڈز کروں گا جیسی کہ ایک شوہر پر واجب ہیں۔ تم اس طرح پس و پیش سے کام لے کر کیا ظاہر کرنا چاہتی ہو؟ تم اچھی بیوی نہیں ہو یا تمہارا دعویٰ جھوٹا ہے؟"
ادیان حاکم چغتائی کے انتہائی جذباتی لہجے کی ٹون پھر بدل چکی تھی۔ اس لمحے اس کی آنکھوں میں وہی سفاکی اور الزام تراشی تھی جو اول دن سے قائم تھی۔
طالیہ جبران الٹے قدموں پیچھے کی طرف چل رہی تھی۔ اپنی طرف اس کے بڑھتے قدم اسے تشویش میں مبتلا کر گئے تھے۔ وہ الجھی سانسوں کے ساتھ دیوار سے جا لگی تھی۔ ادیان حاکم نے اس کی سمت پیش قدمی کی تھی، اور عین اس کے مقابل رکتے ہوئے ہاتھ دیوار پر ٹکا دیا تھا۔ گویا فرار کی ساری راہیں مسدود کر چکی تھیں۔ طالیہ جبران کی بے ترتیب سانسوں کی رفتار بتا رہی تھی کہ اس صورتحال نے اس کی جان کس قدر مشکل میں کر دی تھی۔
ادیان حاکم چغتائی بغور اس چہرے کو دیکھتا رہا تھا۔ توجہ قابل دید تھی۔
"بولو کرنا چاہو گی مجھ سے محبت؟" ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو بہت ملائمت سے چھوا تھا۔ لہجہ ایک بار پھر مدہم، دھیما، اور خوابناک تھا۔
"چلو گی خوابوں کے دیس میں؟" ایک سوال مزید ہوا تھا، مگر طالیہ کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

"جواب دو طالیہ! محبت کرو گی مجھ سے؟"
ادیان حاکم چغتائی کا انداز جنونی ہونے کو تھا۔ آنکھوں کی تپش ناقابل برداشت تھی، اور

طالیہ جبران نے آنکھیں میچتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"ہاں' مگر ہر قسم کی شرائط سے آزاد محبت...... کیونکہ محبت مشروط نہیں ہوتی' اور مشروط ہو وہ محبت نہیں ہو سکتی۔"

اپنی دانست میں اس نے ٹھوس دلائل پیش کیے تھے' مگر ادیان حاکم چغتائی مسکرا دیا تھا۔

"جھوٹ' ایک دم جھوٹ۔ مجھے پتا ہے کیا لگتا ہے سویٹی؟ یہ سارے نظریات صرف کہے جانے کے لائق ہیں۔" لبوں پہ بڑی پرلطف مسکراہٹ تھی۔ "دلائل کتنے بھی ٹھوس وضاحتیں کتنی ہی بھرپور سہی' مگر لفاظی فقط لفاظی ہی ہوتی ہے سویٹی! تجربات کی کسوٹی پر ایسے نظریات کو پرکھا جاتا ہے تو نتیجہ بہت مختلف نکلتا ہے۔ مان لو بہت بھولی ہو تم۔ دنیا کے بہت الو کھے ہیں تمہارے لئے...... عجب بھول بھلیوں میں گھری کھڑی ہو تم یا پھر بہت سیانی تم...... بےحد ہوشیار...... چال ایسے چلتی ہو کہ رتی برابر شک نہیں گزرتا۔ نظر دیکھتی ہے تو صرف تمہارا بھولا بھالا چہرہ دکھائی دیتا ہے۔ حسین...... دلفریب...... ایک خوبصورت دھوکہ......' مگر میں دھوکا کھانے کے موڈ میں نہیں ہوں پریٹی گرل! سو اپنے پر سمیٹ لو' اور ساتھ ہی یہ بچھایا ہوا جال بھی...... ادیان حاکم چغتائی کو ابھی ٹھیک سے جانا نہیں ہے تم نے۔ جان لوگی تو اس کے سائے سے بھی پناہ مانگو گی' سو ایک بار پھر یہی مشورہ دوں گا۔ بھول جاؤ سب کچھ' اور واپس لوٹ جاؤ' یہی تمہارے حق میں بھی اچھا ہے' اور یہی میرے حق میں بھی ہے۔"

اس کے چہرے کو ہولے سے تھپتھپا کر وہ پلٹا تھا' اور چلتا ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

طالیہ جبران ساکت سی کھڑی اسے جاتا دیکھتی رہی تھی۔

●◉●
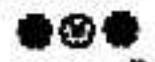
فیانانہ بہت گم صم سی اسٹیئرز پر بیٹھی تھی۔ جب عمران ماموں کافی کے مگ لئے چلتے ہوئے آئے تھے' اور اس کے قریب آن بیٹھے تھے۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی لطف دے رہی تھی۔ عمران ماموں اسے مگ تھما کر مسکرا دیئے تھے۔

"کراچی کا موسم عجب محبوبہ کا سا مزاج رکھتا ہے۔ کبھی تو بدلتا ہی نہیں' اور کبھی بدلتا ہے تو دل ٹھہرتا نہیں۔ عجب سمجھ میں نہ آنے والے تیور ہیں اس کے۔"

فیانانہ کچھ بولی نہیں تھی' فقط مسکرا دی تھی' مگر بہت بے جان' اور پھیکی سی مسکراہٹ تھی وہ...... عمران ماموں مسکرائے تھے۔

"اگر مسکرانا ہو تو دل سے مسکرانا چاہیے ورنہ ہونٹ بھینچے رہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں' مگر اس مقولے پر میں یقین نہیں رکھتا۔ تم نے مونا لیزا کی smile دیکھی ہے؟ میرا نہیں خیال کوئی آفاقی مسکراہٹ ہے۔ اس سے کہیں اچھا تو میری بلی مسکراتی ہے۔"

بات میں کسی قدر شگفتگی تھی' جبھی تو فیانانہ بھی مسکرائے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"گڈ......! ویسے تمہاری مسکراہٹ بھی کتنی سوچ سے بری نہیں۔ اگر سوچ کو پتا لگ گیا تو بہت غصہ کرے گی۔ کہنے کو تو وہ ایک بلی ہے' مگر مزاج اس کا بھی کسی محبوبہ سے کم نہیں ہے۔ اپنے پنجوں میں چاول کر ریس لگاتے ہیں۔ جو پہلے اس لال بتی کو چھو کر آئے گا وہ رات کا کھانا کھلائے گا۔"

"ایسا سوچ نے کہا؟" فیانانہ نے بڑی حیرت سے درمیان میں ٹوکا تھا۔

"ہاں۔"

"مگر بلی تو بول نہیں سکتی۔ آپ کی بلی باتیں کیسے کرتی ہے؟"

"کون کہتا ہے کہ بلی بات نہیں کرسکتی یا بول نہیں سکتی؟ بھئی ہماری سوچ تو بات بھی کرتی ہے' اور لڑتی جھگڑتی بھی ہے۔" عمران ماموں مسکرا رہے تھے۔

"اور کھانا بھی پکاتی ہے؟" فیانانہ نے تشویش بھرے انداز میں کسی قدر حیران نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

وہ چونکے تھے' پھر یکدم ہنس پڑے تھے' اور فیانانہ بھی مسکرا دی تھی۔

"تمہیں مزہ نہیں آیا؟ سوچ کو پتا چلے گا تو بہت خفا ہوگی۔ اس کی باتوں کو جب کوئی غور سے نہیں سنتا تو وہ یونہی روٹھ جاتی ہے۔"

"اور پھر وہ رات کا کھانا بھی نہیں بناتی؟"

فیانانہ نے بات مکمل کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھا تھا۔ وہ ہنس دیئے تھے۔

"پوری بات تو تم نے سنی ہی نہیں۔ جاننا نہیں چاہو گی اس روز کیا ہوا تھا؟"

فیانانہ سر ہلاتے ہوئے مسکرا دی تھی۔ "جانتی ہوں' اس روز حسب معمول رات کا ڈنر آپ ہی نے تیار کیا ہوگا۔ ہے نا۔"

اس نے تائید چاہی تھی' اور عمران ماموں نے بلا تعرض سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"ہوں......! مگر ایک بات تم نہیں جانتی ہو' اس شام سوچ نے چیٹنگ کی تھی۔ خود وہ اپارٹمنٹ کی سب سے پہلی لائٹ کو چھو کے واپس لوٹ آئی تھی' اور میں اس فرار کے پیچھے رات اس پہر تک دوڑتا رہا تھا۔"

کہانی اگرچہ پرانی تھی' مگر انداز دلچسپ تھا۔ فیانانہ دیر تک ہنستی رہی تھی۔

"ماموں! آپ کی سوچ ہے بہت دلچسپ۔ آپ اسے ساتھ کیوں نہیں لائے؟ آپ کو ہم سے ملوانا تو چاہیے تھا نا' ہم بھی تو دیکھتے' وہ کون ہے جو مونا لیزا سے بھی زیادہ اچھا مسکراتی ہے۔"

فیانہ کے چہرے کی تھکن اس ایک پل میں غائب تھی۔ کھل کر مسکراتے ہوئے وہ
لگی جیسے تمام فکروں سے آزاد ہو گئی تھی' اور غالباً یہی عمران چاہتا تھا۔

"مونا لیزا سے اچھا کوئی' اور بھی مسکرا سکتا ہے' اور یہ بات سوچ کو بھی خفا نہیں
گی۔ لیکن بچے تم مسکرایا کرو' تم ہنستی ہو تو زندگی ہنستی لگتی ہے۔ تمہارا یہ چہرہ مجھے فکروں سے
زیادہ اچھا لگتا ہے۔ رات آپا سے بات ہوئی تھی' تمہارے بارے میں دیر تک بات کر
تھیں۔ کہتی' آپا سمجھتی ہیں تمہاری اس زندگی کی ذمہ دار وہ ہیں۔ تم نے جو خود کو قبل از وقت
میں' اور مسائل کے انبار میں الجھا لیا ہے تو اس میں سارا کا سارا قصور ان کا ہے۔ کیا تم چاہتی
تمہاری اماں ایک بوجھ دل پہ لے کر جئیں؟"

عمران سنجیدگی سے اسے سمجھا رہا تھا' اور فیانہ مسکراتے ہوئے نگاہ پھیر گئی تھی۔

"آپ سب یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ میں ان تمام جھمیلوں میں الجھ کر ایسی ہو گئی ہوں؟
میں قصور آپ سب کا ہے' اور اگر میں نے اس گھر کی ذمے داریاں سنبھالی بھی ہیں تو یہ میرا
ہے۔ آج اگر میری جگہ کوئی بیٹا ہوتا تو کیا وہ ایسا نہیں کرتا؟ اب جبکہ ایسا نہیں ہے تو یہ سب
ذمے داری ہے نا! پھر آپ سب کیوں خود کو قصور وار سمجھ رہے ہیں؟ یہ ذمے داری میرا فرض
کوئی احسان تو نہیں کر رہی میں سب پر...... اس گھر کا حصہ ہوں میں پھر سب ایک الگ
دے کر مجھے الگ تھلگ' اور انتہائی اہم کیوں ثابت کر رہے ہیں' اور کوئی بدل ودل بھی نہیں
میں...... بڑی ہو گئی ہوں میں' سمجھداری والے کام کر رہی ہوں تو سنجیدگی تو اپنے آپ ہی آ جا
گی نا! اب کوئی بچی تو نہیں ہوں کہ ہر وقت ہی ہی کرتی رہوں۔ میرا مزاج بدلتا وقت' اور میری
کا تقاضا ہے۔ ہزاروں لوگوں سے ملنا' ڈیل کرنا' بزنس کے داؤ پیچ سنبھالنا کوئی آسان بات
نہیں۔"

عمران ماموں نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"آف کورس' کسی کمپنی کا ایم ڈی ہونا' اور وہ بھی اتنی چھوٹی سی عمر میں' آسان با
نہیں۔"

"ماموں' پاپا کے بعد ہماری انڈسٹریز کا جو ڈاؤن فال ہوا' وہ نقصان ان بیئرا
(unbearable) ہے۔ میرا مقصد صرف اس انڈسٹری کو کھڑا کرنا یا بحال کرنا نہیں' اسے اس
مقام پر واپس پہنچانا ہے۔ چاہے اس کیلئے مجھے کتنی ہی بڑی قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔ آ
دل پہ۔"

اس دھان پان سی لڑکی کے لہجے کا عزم قابلِ دید تھا۔ عمران ماموں جانتے تھے' وہ
ٹھان لیتی تھی' سو کر کے چھوڑتی تھی' اور اس معاملے میں بھی اس کے عزائم بلند تھے۔ وہ ہلا بر کر

والی لڑکی اتنی کمزور نہیں تھی' پتھر نہیں تھی' مگر پہاڑوں کا سا حوصلہ ضرور رکھتی تھی۔ ارادوں
بھی اسے کامیابی سے ہمکنار کر سکتی تھی۔

عمران نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پہ محبت سے ہاتھ دھرا تھا' اور پھر اٹھ کر پلٹتے
ہوئے اندر بڑھ گئے تھے۔

فیانہ برستی بوندوں کو تادیر تکتی رہی تھی۔

●۞●
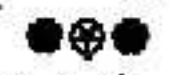
ردا کچن میں تھی' جب افطار کو چائے کی طلب محسوس ہوئی تھی' اور الجھے ہوئے ذہن کے
اس طرف آ گیا تھا۔

"چائے ملے گی؟"

ردا نے اس کی سمت مڑ کر دیکھا تھا' اور مسکرا دی تھی۔

"ضرور...... مگر رات کو اس وقت جب کہ سب سونے کی تیاریاں پکڑ رہے ہیں' آپ
کیوں بھاگ رہے ہیں؟ خیریت؟ یا اچانک نیند آپ کو اتنا خوفزدہ کیوں کرنے لگی؟ جہاں
پڑتا ہے' آپ خاصے بیدار ہیں...... پھر؟"

چولہا جلا کر کیتلی (kettle) میں پانی بھر کر چولہے پر رکھتے ہوئے اس نے مسکرا کر
دیکھا تھا۔

وہ شاید بھرم قائم رکھنے کو مسکرا دیا تھا پھر جانے کیا سوچ کر شرارت سے آنکھ دبا دی تھی۔

"کچھ وقت دل کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں' کمبخت بہت ضدی ہو رہا ہے۔ زندگی کی
بھاگ دوڑ سے وقت ادھار لے کر اسے کچھ سمجھانا چاہتا ہوں یا پھر یوں سمجھ لو' عقل ٹھکانے لگانا
چاہتا ہوں اس کی۔"

انداز ایسا تھا کہ ردا مسکرائے بغیر نہیں رہی تھی۔

"خیریت' یہ دل اچانک باغی کیوں ہونے لگا؟" وہ پلٹ کر کیبنٹ سے کچھ ڈھونڈنے لگی
تھی۔ "جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے' یہ آپ کے دل کے باغی ہونے کا پہلا موقع نہیں ہے۔ اس
دل وقتاً فوقتاً ایسے سانحات ہوتے رہتے ہیں۔ کیوں' غلط کہا میں نے؟"

اس نے چائے کپ میں نکال کر کپ اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔ افطار مسکرا دیا تھا۔

"کبھی کبھی...... زندگی میں بہت سے لمحے بے اختیار کر دینے والے بھی آتے ہیں ردا!
کوئی شخص کل وجود کا مالک نہیں رہتا۔ بہت سی باتوں کیلئے دل جب کوئی دلیل نہیں دیتا تو
خاموشی بہت ستاتی ہے' اور اس خاموشی کے اندر ارتعاش صرف ایک بات دے سکتی ہے۔ دل سے
نکلنے والی ایک آواز...... اگر ایسے میں اسے بھی دبا دیا جائے تو پھر الجھنیں' اور بھی بڑھ جاتی ہیں'

[illegible] ہیں۔"

لہجہ دھیما' اور انداز کھویا کھویا سا تھا۔ ردا خاموشی سے بنا اسے کچھ کہے دیکھ رہی تھی۔

وہ مسکرایا' اور کپ واپس رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"تم چائے اچھی بناتی ہو' مگر بہت تھکی۔۔۔۔۔ ساری فلاسفی باہر آجاتی ہے۔" بات مذاق [illegible] اڑاتے ہوئے وہ یکدم پلٹا تھا' اور چلتے ہوئے وہاں سے نکل گیا تھا۔

●◎●

غادیہ خان نے کمرے میں داخل ہونے والے آہن کو دیکھا تھا۔

"آپ نے بلایا تھا؟" وہ مؤدب کھڑا تھا۔

غادیہ نے کی بورڈ پر تیزی سے انگلیاں چلاتے ہوئے ایک نظر اس پر ڈالی تھی۔

"کھڑے کیوں ہو تم؟ بیٹھ جاؤ نا۔"

آہن نے حکم کی تعمیل کی تھی' اور بیٹھ گیا تھا۔

"سنو تمہارا کام کیسا چل رہا ہے؟" مانیٹر کی اسکرین پر نظر جمائے جمائے سوال کیا تو [illegible] ہلا دیا تھا۔

"سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے۔" "آپ کو کوئی کام تھا؟"

غادیہ مسکرا دی تھی۔ "کیوں' میں تم سے صرف کام ہونے کی صورت میں ہی مل سکتی ہوں؟"

شکوہ برموقت تھا' آہن مسکرا دیا تھا۔

"ایسی بات نہیں' میں تو بس یونہی۔۔۔۔۔"

بات کرتے کرتے اچانک غادیہ کے ہاتھ پر نگاہ پڑی تھی' جس کی تیسری انگلی میں نفیس [illegible] رنگ چمک رہی تھی۔

"یونہی کیا؟"

غادیہ نے مسکراتے ہوئے اس کی سمت ایک نگاہ ڈالی تھی پھر اس کی نگاہ کا زاویہ دیکھ کر [illegible] قدر محتاط ہو گئی تھی۔ آہن بھی فوراً نگاہ ہٹا گیا تھا۔ یقیناً یہ اس کا کنسرن نہیں تھا' مگر غادیہ کہہ رہی تھی۔

"انجھوف کی ڈیٹ پوسٹ پون کر دی' مگر رامم سے رہا نہیں گیا۔ پتا نہیں کیا جتانے کو وہ [illegible] طور پر یہاں آیا' اور انگلی میں یہ رنگ پہنا گیا۔۔۔۔۔ جانے کیا بات تھی کہ میں بھی اسے روک نہیں سکی۔ میں نے اماں کو بتا دیا تھا۔"

جانے کیوں غادیہ یہ وضاحت دے رہی تھی حالانکہ نہ تو وہ کوئی وضاحت چاہ رہا تھا نہ ہی

اور ان الجھنوں کے ساتھ چلنا آسان نہیں ہوتا۔" بہت الجھے سے انداز میں کہہ کر اس نے چائے کا سپ لیا تھا۔

ردا نے اسے بغور دیکھا تھا' اور مسکرا دی تھی۔ "خیریت؟ تم' اور فلاسفی؟ یہ اچانک اتنی گہری باتیں کرنا کہاں سے سیکھ لیں؟ جہاں تک ہمیں یاد پڑتا ہے' ہمارے اعتبار پیرزادہ کے [illegible] ایسے تو نہ تھے؟"

اعتبار پیرزادہ اس بار کچھ زیادہ محظوظ نہیں ہوا تھا۔

"کیا ہو سکتا ہے؟ اب اگر ایسا ہو گیا ہوں تو؟" لبوں کی مسکراہٹ بہت بجھی بجھی سی تھی چائے کا سپ لیتے ہوئے وہ ردا کی طرف سے دھیان پھیر گیا تھا۔ "ویسے تم نے غور نہیں کیا' [illegible] میں ایسا ہی ہوں۔" بات مذاق میں اڑانا چاہی تھی۔

ردا کچھ نہیں بولی' صرف ایک مروت سے بھری مسکراہٹ اس کے لبوں پر تھی۔

"تم دانیال چاچو کی طرف کیوں نہ دیکھے؟ تمہیں نہیں لگتا' تمہیں بھی کوئی اچھی سی لڑکی ڈھونڈ لینی چاہیے۔ لبنانہ کتنی اچھی ہے نا؟ اسے دیکھ کر خوامخواہ جینے کو دل چاہتا ہے۔" ردا نے بھرپور انداز میں سراہا تھا۔

اعتبار پیرزادہ کا ہاتھ کپ منہ تک لے جاتے جاتے رک گیا تھا۔ ایک عجب سایہ اس کے چہرے پر جیسے آکر گزر گیا تھا۔ خود اپنے احساسات پر کنٹرول رکھنا اس کیلئے ممکن نہیں [illegible] تھا۔ وہ چہرہ پھیر گیا تھا۔ ردا نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"اعتبار تم لبنانہ بیگ کو پہلے سے جانتے ہو؟"

ردا کی جانب سے پوچھا جانے والا سوال اس قدر غیر متوقع تھا کہ اعتبار پیرزادہ لمحہ بھر [illegible] ساکت سا رہ گیا تھا پھر یکدم اسی تاثر کو زائل کرتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"اچھا۔۔۔۔۔؟ ارتھی مس ورلڈ؟" انداز مذاق میں ٹالنے والا تھا۔ ردا مسکرا دی تھی۔

"اگر وہ مس ورلڈ ہوتی تو کیا پھر تم شناسائی کے دعویدار ہو جاتے؟"

سوال غیر متوقع نہیں تھا شاید' تبھی اعتبار پیرزادہ ہنس دیا تھا پھر شانے بے نیازی سے اچکا دیئے تھے۔

"شاید۔۔۔۔۔' مگر اس اگر کا معاملہ کسی قدر پیچیدہ ہوتا ہے۔ فرض کر لینا آسان نہیں۔ مفروضے سچ بھی نہیں ہوتے' اور جو سچ ہوتا ہے' اسے قبول کرنا کسی قدر دشوار ہوتا ہے' مگر اس کے علاوہ چارہ بھی کوئی نہیں ہوتا۔ بعض باتوں کے دلائل نہ وضاحتوں سے ملتے ہیں نہ تاویلوں سے نہ مثالوں سے۔ سوچنے میں بھی وہ باتیں حقیقت سے بہت پرے لگتی ہیں' مگر کبھی کبھی وہی سب کچھ بہت اچھا بھی لگتا ہے۔ جھوٹ ہی سہی' حقیقت سے بہت پرے ہی سہی' مگر کبھی کبھی خواب ضرور

وہ کوئی ایسا حق رکھتا تھا' مگر غادیہ کی طبیعت ایسی ہی تھی۔ آہن مسکرا دیا تھا۔

"Congratulations! فائنلی اسے انگیجمنٹ ہی کہیں گے نا؟"

انداز میں کسی قدر شرارت تھی' اور غادیہ اسے مصنوعی خفگی سے گھور کر دیکھنے لگی تھی پھر یکدم ہنس دی تھی۔

"شاید......! مجھے خود نہیں پتا۔ راحم کا فون آئے گا تو ضرور پوچھوں گی۔ یہ مت سمجھنا کہ یہ چوری چھپے والی منگنی ہے۔ بھئی ہم اسی دھوم دھام سے سب کے سامنے بھی اس کا اعلان کریں گے۔ ویسے تم چاہو تو اسے آدھی منگنی' آدھی کمٹمنٹ کہہ سکتے ہو۔ ہم تمہیں ٹریٹ دینے کو بھی تیار ہیں۔" بھرپور آفر ہوئی تھی۔

"تھینکس......! ٹریٹ تو آپ سے تب ہی لوں گا جب آپ باضابطہ اس بندھن میں بندھیں گی۔ فی الحال اس آفر کو کسی اور وقت پر اٹھا رکھیے۔"

"ہاں' یہ بھی ٹھیک ہے۔ تمہیں کیا ہوا ہے؟ چہرہ بہت بجھا بجھا سا لگ رہا ہے۔ اپنا خیال نہیں رکھ رہے ہو؟ رکھو گے بھی کیسے' اتنے مصروف جو رہتے ہو۔ ہر وقت کام کام کام......" غادیہ نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا تو برہمی کا اظہار کیا تھا۔

"غادیہ' آپ تو بس......" آہن مسکرا دیا۔ "بچہ نہیں ہوں اب میں۔ اپنا خیال رکھ سکتا ہوں۔ آپ تو ایسے بات کر رہی ہیں' جیسے میں آج بھی آٹھ دس سال کا ہوں۔" اس کے بزرگانہ انداز پر وہ محظوظ ہوئے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ "کم آن یار! اب بڑا ہو گیا ہوں میں۔ دادی اماں کو آپ میں پہلے ہی کوئی تیور لڑکیوں والے نظر نہیں آتے۔ ایسا بولتے سنیں گی تو اچھی خاصی کلاس لے لیں گی۔"

غادیہ مسکرائی تھی۔

"تم جتنے بھی بڑے ہو جاؤ' میرے لئے تم وہی آٹھ دس سال کے آہن رہو گے۔ تم مجھے منع مت کیا کرو۔ اچھا لگتا ہے مجھے تمہاری کیئر کرنا۔ جانتے ہو تم نے مجھے کتنا ذمے دار بنا دیا تھا؟ دادی اماں سے پوچھ کر دیکھو بھی...... کیسی نام بنوائے تھی میں۔ عمر تو سولہ سترہ برس کی تھی' مگر حرکتوں سے بالکل بھی نہیں لگتا تھا کہ ہم بڑے ہو چکے ہیں۔ نہ اپنی فکر...... نہ ارد گرد کی...... کرکٹ...... گھر ٹکیٹ...... آگے آگے ہم...... اور پیچھے پیچھے کبھی اماں تو کبھی دادی...... اور پھر ایک دن......"

ماضی کے دنوں کو یاد کرتے ہوئے وہ مسکراتی ہوئی یکدم رک کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"آہن' تم نہیں جانتے' تم نے میری زندگی کو ایک ٹرننگ پوائنٹ دیا۔ مجھے نئے زاویے

سے جینا سکھایا' اور نئے زاویے سے سوچنا' مجھے ذمے داریوں سے روشناس کرایا۔ اگر تم میری زندگی میں تب نہ آتے تو شاید میں آج بھی اتنی ہی لاپروا' اور کھلنڈری ہوتی۔ دنیا سے مجھے آج بھی کوئی سروکار نہیں ہوتا۔"

آہن مسکرایا تھا۔

"بعض اوقات جیسا ہم سوچنا چاہتے ہیں' ہمیں وہی ٹھیک لگتا ہے۔ ہو سکتا ہے' آپ کی زندگی کی تبدیلی کی وجہ یا محرک میں نہ بھی بنتا مگر......"

بات ادھوری چھوڑ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا' اور چلتا ہوا کھڑکی کے پاس جا رکا تھا۔

"غادیہ......! میں ایک بات جانتا ہوں' اگر آپ میری زندگی میں نہ آتیں تو شاید...... میری زندگی میں اتنا بڑا چینج کبھی نہ آتا۔ آج جو میں ہوں' شاید میں وہ بھی نہ ہوتا۔ میری طرف کھڑے ہو کر دیکھیے۔ آپ کو زندگی کا یہ رخ زیادہ بھرپور' اور بامعنی لگے گا۔"

"شاید۔" غادیہ مسکرا دی۔ "مگر تم آج جو ہو' تم وہی ہوتے۔ چاہے غادیہ خان تمہاری زندگی میں آتی یا نہیں کیونکہ تمہیں ایسا ہی بننا تھا۔ تمہاری زندگی میں کسی غادیہ خان کا کوئی کنٹری بیوشن نہیں۔ تم نے اپنی زندگی کو خود آپ بنایا ہے۔ ایک نئے ڈھب پر خود آپ چلایا ہے۔"

"ہاں...... مگر میری روشنی تو آپ ہی تھیں۔" آہن نے مسکراتے ہوئے ٹوک دیا تھا۔

غادیہ پرخیال انداز میں سوچتے ہوئے یکدم مسکرا دی تھی۔

"بحث میں جیتنے نہیں دو گے؟ جانتے ہو' جب تم چھوٹے تھے تو تب ہی تمہاری دلیلیں اسی قدر اسٹرونگ ہوا کرتی تھیں۔ ایک بار یاد ہے پانی کے بے رنگ ہونے پر جناب نے کیا توجیہ پیش کی تھی؟"

غادیہ نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"پانی بے رنگ اس لئے ہے کہ بہت سے رنگ اپنا بھرپور تاثر ظاہر کر سکیں۔ جب وہ پانی میں مکس اپ ہوں تو اپنا الگ الگ رنگ نمایاں کر سکیں۔ جانتے ہیں آپ آہن صاحب! اس روز بھی آپ کے کمرے سے جانے کے بعد میں کتنی ہی دیر تک اس نکتے پر سوچتی رہی تھی۔ آپ اس وقت بھی بلا کے ذہین تھے۔ مدلل بات کرتے تھے' اور آج تو پھر ماشاء اللہ آپ دو' اور دو چار کرنا سیکھ گئے ہیں۔ بزنس اسٹڈی کر کے لوٹے ہیں۔"

بات کو مذاق میں ٹالنے کو غادیہ مسکرائی تھی۔ آہن بھی مسکرا دیا تھا۔

"غادیہ' ایک بات کہوں؟" وہ اس کی جانب سے چہرے کا رخ پھیر گیا تھا' اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا تھا۔

"ہوں......" غادیہ نے سر ہلایا تھا۔

مگر وہ چند ثانیوں تک چپ ہی رہا تھا' پھر بہت آہستگی سے گردن کا رخ اس کی سمت موڑتے ہوئے بہت مدھم لہجے میں بولا تھا۔

"آپ بہت اچھی ہیں۔"

"اچھا....." وہ ہنسی تھی۔ عجب دلکشی اس کے چہرے کا حصار کر گئی تھی۔

آہن لمحہ بھر کو نگاہ ڈالنے کے بعد نظر کا زاویہ بدل گیا تھا۔

"کوئی مذاق نہیں ہے یہ..... آپ واقعی بہت اچھی ہیں غادیہ۔"

"فار گاڈ سیک! آہن اب یہ مت کہہ دینا کہ آپ جیسی دو چار ہونا چاہئیں۔"

غادیہ مسکرائی تھی۔ انداز میں بھرپور شرارت تھی' مگر آہن اس کی سمت دیکھتا ہوا سر نفی میں ہلانے لگا تھا۔

"آپ غلط نہیں کہہ رہیں غادیہ! میں واقعی ایسا سوچ رہا ہوں۔ اچھے لوگوں کی واقعی کلوننگ ہونی چاہیے۔"

وہ کہہ کر مسکرایا تھا' اور غادیہ ہنستی چلی گئی تھی۔

"آہن تم بھی نا..... دادی اماں نے سن لیا تو..... بہت جوتے پڑواؤ گے۔ تمہیں تو گھر سے باہر کریں گی ہی' مجھے بھی تمہارے ساتھ کھڑا کر دیں گی۔"

"اچھا ہے نا..... کسی بہانے آپ میرے ساتھ تو ہوں گی۔"

آہن کے لبوں پر شرارت تھی۔ غادیہ مسکرا دی تھی۔

تبھی سیل فون بجا تھا' اور غادیہ اس سے معذرت کرتی ہوئی فون کی طرف بڑھ گئی تھی۔

آہن جانتا تھا' دوسری طرف کون ہوگا' تبھی شاید وہ مخل ہوئے بغیر وہاں سے نکل آیا تھا۔

●●●

مشکلیں ایک تواتر سے پڑیں تو کبھی کبھی کسی قدر آسان بھی ہو جاتی ہیں' مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مشکلات' مشکلوں سے پر صورتحال کو' اور بھی پیچیدہ کر دیتی ہیں۔

طالیہ اپنی زندگی کو دیکھتی تھی تو اسے ایسا ہی لگتا تھا کہ ہر گزرتا دن ہر پہلو کو پہلے کی بہ نسبت بڑھا رہا تھا' اور زندگی' اور بھی مشکل ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ نہ تو کوئی سدباب قابل عمل نظر آ رہا تھا نہ ہی کوئی تدبیر کارگر ہو رہی تھی۔ بے بسی سی بے بسی تھی۔ وہ اس شخص کو کیا کہتی' کیسے سمجھاتی' سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا۔

جانے کس مٹی سے بنا تھا وہ شخص' نہ تو اس کے اندر کوئی رحم تھا نہ ہمدردی..... نہ اسے کسی طرح کا کوئی ترس آتا تھا نہ ہی خوف.....

طالیہ جانتی تھی' وہ قیامت تک بھی اس صورتحال کو اپنے بس میں نہ کر پائے گی۔ حدیہ کی

ول انجام پا گئی تھی' اور اس گھر میں جو اس کا ایک ہمدرد تھا' اس میں بھی کمی واقع ہو گئی تھی۔ بوا ان دنوں کچھ بیمار تھیں۔ اپنے کمرے سے کم ہی باہر نکلتی تھیں۔ وہ بھی حتی الامکان کوشش کرتی تھی اپنے کمرے ہی میں بند رہے۔ مسز چغتائی کی کاٹ دار نظریں اس کیلئے ناقابل برداشت تھیں۔ ڈاکٹر ماموں کے ہاتھوں وہ پہلے ہی زک اٹھا چکی تھی۔ پہلے تو پھر بھی گھر میں شادی کے ہنگامے کی وجہ سے کئی مہمان بھی رکے ہوئے تھے۔ ان کی موجودگی میں وہ پھر بھی خود کو کسی قدر محفوظ تصور کرتی تھی' مگر اب جبکہ مہمان بھی اپنے اپنے گھروں کو سدھار چکے تھے تو ایسے میں صورتحال اس کیلئے اور بھی مخدوش ہو گئی تھی۔ کم از کم وہ خود کو پہلے جتنا محفوظ محسوس نہیں کرتی تھی۔ ڈاکٹر ماموں کی بات ابھی تک وہ بھولی نہیں تھی' اور اس شخص سے اسے کچھ امید نہ تھی کہ اسے چلتا کرنے کیلئے وہ کوئی بھی جال بن سکتا تھا۔

صبح کا ناشتہ وہ اپنے کمرے میں لیتی تھی۔ دوپہر کا کھانا گول کر جاتی تھی' اور رات میں وہ صرف اس لئے باہر آتی تھی کہ چغتائی انکل خود اسے کمرے سے نکال لاتے تھے۔

بہت کچھ اچھا نہ سہی..... سب کچھ بہتر نہ سہی.....' مگر سبھی برے بھی نہ تھے۔ کم از کم وہ چار لوگوں کی سزا اپنے ان ہمدرد لوگوں کو نہیں دے سکتی تھی' سو وہ رات کا کھانا ان سب کے ساتھ کھاتی تھی۔ حالانکہ کئی طرف سے کاٹ دار نظروں کا سامنا ہوتا تھا' مگر وہ سر جھکائے تھے زہر مار کرتی رہتی تھی۔

"ہاں تو کیا ڈسائیڈ کیا ہے؟ کچھ کرنا ہے یا صرف گھر پر قیام کرنا ہے؟"

حاکم چغتائی انکل نے اس کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا تھا' اور وہ چونک پڑی تھی۔ میز پر موجود تمام کاٹتی نظروں نے اسے بہت ناپسندیدہ انداز سے دیکھا تھا۔ ان سب سے قطع نظر وہ انکل کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"پتا نہیں انکل! میں نے ابھی کچھ سوچا نہیں۔ شاید..... شاید مجھے واپس چلے جانا چاہیے۔"

کہتے ہوئے دانستہ اپنے عین سامنے بیٹھے شخص کو بغور دیکھا تھا جو بے طرح چونک کر اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔ غالباً طالیہ جبران کی اس بات نے اسے بے طرح خوشی بخشی تھی' مگر جہاں دایان حاکم چغتائی اس بات پر بے حد خوش تھا' وہیں حاکم چغتائی بہت ملول دکھائی دیے تھے۔

"یہ کیا بات ہوئی' کس نے کہا ہے تم سے یہاں سے جانے کیلئے.....؟ یہ میرا گھر ہے' اور ابھی میں زندہ ہوں۔ تمام تر فیصلے کرنے کا حق اپنے ہاتھ میں اب بھی محفوظ رکھتا ہوں۔ اگر تم سے ایسا کسی نے کہا بھی ہے تو اسے ہرگز اہمیت نہ دو کیونکہ اس گھر میں کون رہے گا' اور کون نہیں' اس کا فیصلہ صرف میں کر سکتا ہوں' اور میں تمہیں اس گھر سے نہ جانے کا حکم دیتا ہوں۔" انکل حاکم

چغتائی نے میز پر بیٹھے لوگوں کی سمت ایک نظر ڈال کر اس کی سمت دیکھا تھا۔
طالیہ جبران کو یہ سپورٹ بہت مہنگی پڑتی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے عین سامنے خشمگیں نظریں اسے بری طرح گھورتی محسوس ہوئی تھیں۔

"یہ بات نہیں ہے انکل! رشتے دلوں سے بنتے ہیں' اور آپ کے ساتھ ہمارے خاندان کا یہ رشتہ برسوں سے جڑا ہے۔ ابا آپ سے بہت محبت رکھتے تھے' بہت تعریف کرتے تھے آپ کی۔ آپ کو دیکھا تو ابا سے مختلف نہیں پایا مگر......" لمحہ بھر کو رک کر ادیان حاکم چغتائی کی طرف دیکھا تھا۔ "جس رشتے کو لے کر میں یہاں آئی تھی' جب وہ رشتہ ہی میرا نہیں تو پھر بے وجہ قیام کرنے سے فائدہ؟"

"فائدہ......؟ تو تم یہاں صرف اپنے فائدے کیلئے آئی ہو۔ فائدہ نہیں نظر آیا تو فوراً بوریا بستر سمیٹ لیا۔" مسز حاکم چغتائی نے بروقت تیر اچھالا تھا۔
حاکم چغتائی نے کسی قدر خفگی سے بیگم کو دیکھا تھا۔

"فائقہ یہ وقت ان باتوں کیلئے نہیں ہے۔ ضرورت سمجھداری کی ہے۔ ڈونٹ بی سو ہارش...... طالیہ ہماری بچی جیسی ہے۔ سوچو حوریہ کے ساتھ ایسی صورتحال ہوتی تو تم کیا کرتیں؟"

"کیوں...... حوریہ کیوں؟ آپ اپنی بیٹی کا موازنہ اس لڑکی سے کر رہے ہیں جو یہاں صرف لوٹ کھسوٹ کرنے آئی ہے؟ ویک اپ مسٹر حاکم......! یہ لڑکی آپ کو بہت بڑا دھچکا دے گی' اور تبھی آپ کی آنکھ کھلے گی۔ بندہ جب سفر کو نکلتا ہے تو توانا رہنے کیلئے کم بوجھ ساتھ لیتا ہے۔ راستے میں بھی اگر وہ تھکن محسوس کر رہا ہو تو لدا ہوا اضافی بوجھ اتار پھینکتا ہے۔ یہ پرانے باقی ماندہ رشتے بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ سوائے تھکن' اور بوجھ کے کچھ نہیں دیتے۔ You have to realize and get rid of it!"

مسز حاکم کا مشورہ مسٹر چغتائی کو کچھ ناگوار گزرا تھا' مگر وہ فوری طور پر کچھ نہیں کہہ سکے تھے' اور طالیہ کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

"طالیہ' میرا خیال ہے تم ایک فعال کردار ادا کر سکتی ہو۔ تم اس کی اہل بھی ہو' اور پڑھی لکھی بھی۔ تم کل سے ہماری کمپنی کو بطور جی ایم سنبھال سکتی ہو۔ آفس آ جانا' باقی کی باتیں' اور تفصیل وہیں کر لیں گے۔"

حاکم انکل نے حتمی انداز میں کہہ کر ایک نظر اس کی سمت دیکھا تھا' اور پھر پیار سے اس کے چہرے کو تھپتھپا کر کرسی کھینچ کر اٹھے تھے۔

طالیہ جبران ان کے جانے تک سر جھکائے بیٹھی رہی تھی' اور اب جو سر اٹھایا تھا تو سب

سب اپنی جانب زہر خند نظر سے گھورتے دکھائی دیے تھے۔ ردعمل اس کی توقع کے عین مطابق تھا۔ سب سے پہلے مسز چغتائی چیئر کھینچ کر اٹھی تھیں پھر ذکاء ماموں کے ساتھ ایک ایک کر کے سب اٹھ گئے تھے' اور آخر میں رہ گئے تھے۔ صرف وہ' اور ادیان حاکم چغتائی......

اس نے کوئی جرم تو نہیں کیا تھا' مگر اس گھڑی اس کا انداز کچھ ایسا ہی تھا۔ دن بدن اس کا [illegible] جا رہا تھا۔ اگر اس شخص کی اسٹرٹیجی یہی تھی کہ وہ اسے خطرناک حد تک خوفزدہ کر دے [illegible] تھی۔

"سو! You have won!" حتمی انداز میں کہتے ہوئے ادیان حاکم چغتائی کرسی [illegible] اٹھا تھا۔

طالیہ جبران کے پاس نہ تو اس الزام کے جواب میں کوئی وضاحت تھی' نہ ہی کوئی صفائی۔ سر جھکائے وہ اسی طرح بیٹھی رہی تھی۔ ادیان حاکم چغتائی نے جھک کر میز کی سطح پر ہاتھ ٹکاتے ہوئے اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔

"تو پہلی سیڑھی پر بالآخر قدم رکھ دیا آپ نے؟ راستہ مل گیا مقصد کے حصول کا؟ جانے کا بہانہ کامیاب رہا۔ جہاں تک تکمیل کی راہیں کھل گئیں بالآخر۔"

[illegible] دیا تھا' مگر الزام برچھیوں کی طرح کاٹ دار تھے۔ طالیہ جبران کی روح کو زخمی کرنے کی ذمے داری وہ پہلے ہی دن سے اٹھا چکا تھا' اور اس روز کے بعد سے اٹھنے والا ہر قدم اسی آگے کی جانب تھا۔

"عادت ہو چکی ہے آپ کو الزامات لگانے کی......' اور مجھے سنتے رہنے کی۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے واقعی جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ بہت ہرٹ ہو چکی اب' اور نہیں۔ آپ یہ کیوں نہیں سمجھ لیتے کہ آپ کی امارت سے مجھے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ بالکل غلط سوچتے ہیں آپ......' اور میں باوجود کوشش کے آپ کو ایسا سوچنے سے باز نہیں رکھ سکتی' آپ چاہیں تو سوچتے رہیں' مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا' مگر میں مزید اب کوئی وضاحت اس معاملے میں نہیں دوں گی' سمجھے آپ۔"

بنا اس کی سمت دیکھے وہ باور کرانے والے انداز میں بولی تھی' اور ادیان مسکرا دیا تھا۔

"تبھی جاتے جاتے رک گئیں؟ کم آن یار' اب تو پری ٹنڈ کرنا بند کر دو۔ کیا اب بھی کچھ باقی ہے جسے میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں یا تم سمجھا نہیں پا رہی ہو؟"

انداز میں واضح طنز موجود تھا۔ طالیہ جبران سوائے اسے نظرانداز کرنے کے' اور کچھ نہ کر سکی' اور ادیان حاکم چغتائی کو یہی بات تپا گئی تھی۔ اسے کسی قدر ناگواری سے دیکھتے ہوئے میز کی سطح سے ایک ہاتھ اٹھا کر اس کے چہرے کی طرف لے گیا تھا' اور بہت آہستگی سے گھما کر رخ

اپنی طرف پھیر لیا تھا۔

"آئی ایم ناٹ گنگ ٹو لیٹ یو ڈیم اٹ! مجھے نظر انداز کر کے تم کیا ثابت کرنا چاہتی ہو؟"

طالیہ جبران کا اطمینان قابل دید تھا۔ بہت رسانیت سے اسے دیکھا تھا۔

"کچھ نہیں۔" سر نفی میں ہلاتے ہوئے وہ ایک لمحے میں بہت پر اعتماد دکھائی دی تھی "مجھے کچھ ثابت نہیں کرنا ہے، کچھ بھی نہیں۔ تھک چکی ہوں میں۔ پلیز لیو می...! جسٹ لیو می...! مجھے کسی بھی طرح سے تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔" انداز اکتایا ہوا تھا۔

"ضرورت تو تمہیں میری کبھی بھی کسی حال میں نہیں تھی طالیہ جبران۔" اس نے طیش بھرے انداز میں اس کے چہرے کو ہاتھ کی گرفت میں لیا تھا۔ "ضرورت اگر تمہیں تھی تو صرف میری دولت کی تھی۔ یو جسٹ وانٹ ٹو گیٹ می۔" مدھم انداز میں لہجہ درشت تھا۔

طالیہ جبران اسے فقط دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"ممی ٹھیک کہتی ہیں، تم صرف یہاں ہمارا مال ہتھیانے آئی ہو۔ تمہیں صرف دولت کی خواہش یہاں کھینچ لائی ہے ورنہ تم یونہی یہاں تک کا سفر نہ کرتیں۔ لگی ہو بہت...! ایک اچھا بکرا ہاتھ آ گیا۔ پتا نہیں تمہارا مجھ سے کوئی ایسا رشتہ واقعی ہے بھی کہ نہیں؟ پاپا کی بات چھوڑو وہ تو کسی بھی راہ گیر پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کر لینے کے عادی ہیں۔ ان کا دل سدا کا یونہی ہمدرد واقع ہے، مگر میں ..... میں جذباتی واقع نہیں ہوا ہوں۔ تجربہ کرو گی تو مجھے پاپا سے بہت مختلف پاؤ گی۔ ان کی طرح مجھے دھوکہ دینا اتنا آسان نہیں ہے۔ اگر تم نے ہمیں تنگ کرنا بند نہیں کیا تو میں ابھی پولیس کو فون کر کے امداد طلب کر لوں گا' یہ کہہ کر کہ تم وہ فراڈ لڑکی ہو، جس نے نا صرف ہمیں ذہنی طور پر پریشان کر رکھا ہے بلکہ یہ ایک جھوٹا فرضی رشتہ بنا کر ہمارا مال ہتھیانا چاہتی ہے؟" باقاعدہ دھمکی دی تھی۔

طالیہ جبران عجب ساکت سی لمحہ بھر کو صرف اسے تکتی رہ گئی تھی پھر لب سختی سے بھینچ کر فیصلہ کن انداز میں سر نفی میں ہلاتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے، تم کر دو فون۔ میں بھی کہہ دوں گی کہ پچھلے کئی دنوں میں تم مجھے بار بار harass کر چکے ہو، ڈرا دھمکا چکے ہو۔ اگر میں تم سے اپنے تعلق کی دعویدار نہ بھی ہوں تب بھی میں صورتحال کو اپنے بس میں کر سکتی ہوں۔ یہ مت سمجھنا کہ میں اتنی ہی گئی گزری ہوں۔ تمہارے اس تعلق کو خود سے ہٹا کر بھی میں تمہاری اس چال سے نمٹ سکتی ہوں۔ پاپا میرے ساتھ ہیں، سو فرض کرو اگر میں صرف ان کے دوست کی بیٹی بن کر یہ دعویٰ دائر کروں تو تم مشکل میں گھر سکتے ہو۔"

طالیہ جبران کے لہجے کی مضبوطی اور پر اعتماد انداز نے اسے حیران کر دیا تھا۔ اسے یقین

نہیں ہوا تھا' یہ وہی چند لمحوں قبل والی ایک ڈری سہمی سی لڑکی تھی۔ وہ الٹا اسے ڈرا دھمکا رہی تھی یعنی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹ رہا تھا۔

"تو تم کوتوال بننے کی کوشش کر رہی ہو؟" اذیان حاکم چغتائی نے کسی قدر defensive ہوتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"نہیں....." طالیہ جبران نے لب بھینچ کر سر نفی میں ہلا دیا۔ "جو تم بھول رہے ہو، میں تمہیں صرف وہ یاد دلانے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"اچھا تم سے کس نے کہا؟ اس گیم پلانر ماسٹر مائنڈ نے جو چھپ کے کہیں بیٹھا تمہیں گائیڈ کر رہا ہے؟" مزید ایک' اور الزام عائد ہوا تھا۔

"اگر ایسا ہے بھی تو کیا کر لو گے تم؟" طالیہ جبران نے شان بے نیازی سے کندھے اچکائے تھے۔

اذیان حاکم چغتائی نے دانت بھینچ کر اس کے شانوں پر اپنے ہاتھوں کو رکھا تھا۔ گرفت ایسی تھی کہ اس کی انگلیاں گوشت میں پیوست ہوتے لگی تھیں۔ اس کا انداز بھی اس کے اندر کی ترجمانی کر رہا تھا۔ طالیہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"دانت بھینچ لی...! تم نہیں جانتی ہو کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ جذبات میں آ کر وہ مت کرواؤ جس سے تمہارا رہا سہا سکون بھی رخصت ہونے پر آ جائے۔ اذیان حاکم چغتائی کو اتنا کمزور سمجھنا صرف تمہاری خام خیالی ہو گی۔ میری مصلحت پسندی کو بزدلی کا نام مت دو۔ جو میں کر سکتا ہوں' شاید تم وہ گمان بھی نہیں کر سکتی ہو۔ یہ دعوے کرنا' اور گیدڑ بھبکیاں دینا بند کرو' اور ہوش کے ناخن لو۔ غور کر کے دیکھو' کہاں ہو تم' اور کون سامنے کھڑا ہے تمہارے۔ یہ خود بخود ہوش بھی ٹھکانے آ جائے گا' اور عقل بھی۔"

اذیان حاکم چغتائی کا انداز بے حد درشت تھا' اور اس کے ہاتھوں کی گرفت خطرناک حد تک سخت تھی۔

"خود بھی سمجھ لو یہ بات' اور ہو سکے تو اپنے اس سو کالڈ آقا کو بھی سمجھا دو۔ میں چاہوں تو تم دونوں کے دماغ کی بتی ایک لمحے میں گل کر سکتا ہوں۔ نہ تو یہ کوئی بڑا دعویٰ ہے نہ کوئی گیدڑ بھبکی۔ اسے آزمانے کی غلطی مت کرنا۔ ایک مخلصانہ مشورہ ہے' چاہو تو غور کر سکتی ہو۔"

اذیان حاکم چغتائی نے اسے ایک جھٹکے سے چھوڑا' اور چلتے ہوئے وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔ طالیہ جبران ساکت سی کتنی دیر بیٹھی اس جانب تکتی رہی تھی۔

●●●

وہ عجیب مہکی سی شام تھی جب......
ہوا سمندر کو اپنا اقرار
سونپ کر پلٹ رہی تھی تو......
ہوا کے قدموں کی آہٹوں سے
کئی دھڑکنوں کا دل ڈولتا تھا
اضطرابیوں کی کہانیوں میں
عجب اک اسرار بولتا تھا
سمندر نے اچانک بڑھ کر آگے
ہوا کا آنچل تھام لیا تھا
کہیں نہ جاؤ، پہلو میں رہو تم
عجب مدعا، اک مدعا کیا تھا......
ہوا تو پگلی تھی، ہنس پڑی تھی......
چھڑا کے آنچل وہ چل پڑی تھی
سمندر اسی راستے پر کھڑا ہے
آج تک اس راہ کو دیکھتا ہے......
جس پر کسی کے قدموں کے جانے کے نشان
شاید اب مٹ چکے ہیں
مگر سمندر ہے کہ جانتا ہی نہیں ہے
عجب اک دل ہے کہ مانتا ہی نہیں ہے
ہوا کے ساتھ دوستی میں
یہ اک موڑ تو آنا تھا......
وہ پل دو پل کا ملنا
شاید ایک بہانہ تھا
مگر سمندر تو جانتا ہی نہیں ہے......

افتخار پیرزادہ ٹیرس پر کھڑا بارش میں بھیگتا ہوا اپنے عین سامنے بپھرے سمندر کو چپ چاپ دیکھ رہا تھا۔

گھر کے پورچ میں گاڑی آ کر رکی تھی تبھی اس کی توجہ کا تسلسل ٹوٹا تھا، اور نظر اس گاڑی

... وہ پر جا ٹھہری تھی، اور جیسے بندھ کر رہ گئی تھی۔

لبنانہ بیگ، دانیال چاچو کے ساتھ خاصے خوشگوار موڈ میں گاڑی سے برآمد ہوئی تھی، اور دونوں اندر کی جانب بڑھ گئے تھے۔ افتخار پیرزادہ لب بھینچ کر چہرے کا دھیان پھیر گیا تھا۔ کچھ دیر ... رہا تھا۔ سمندر کی شوریدہ لہروں کو تکتے ہوئے، شاید وہ اپنے اندر کے اٹھتے شور کو دبانا چاہ رہا تھا، اور ایسے میں کئی خواہشوں کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ آج کچھ بھی ہوتا، وہ اس کے مدمقابل جانا نہیں چاہتا تھا۔ کچھ بھی ہوتا، وہ خود پر بہرحال اختیار رکھتا تھا، جبر کر سکتا تھا، اتنا اندازہ تو تھا کہ وہ حال بس میں ہو جائے گی، کسی اور کا خیال نہ سہی، مگر اسے دانیال چاچو سے بہت محبت تھی، اور ان کی خاطر وہ کچھ بھی برداشت کر سکتا تھا۔

کچھ روز قبل تک کی بے قراری پر قابو آ چکا تھا۔ اپنی ہر کوتاہی کا بھرپور احساس تھا۔ تبھی ... کے راستے بھی پا لئے تھے۔ بڑھتے قدم آہستہ آہستہ پیچھے موڑنا شروع کر دیے تھے، اور اس ... بات اب اس وقت، یہاں اس کی موجودگی تھی۔

تبھی اس کے پیچھے آہٹ ہوئی تھی۔ وہ سمجھا غالباً رِدا یا اپشاع ہو گی، تبھی اسی طرح رخ پھیرے بولا تھا۔

"رِدا ڈونٹ ڈسٹرب می پلیز...... مجھے اس وقت چائے کی ضرورت نہیں ہے۔" اپنی ہی اس میں وہ رخ پھیرے بولا تھا۔

"کیوں؟ آج تمہارے موڈ کو کیا ہوا ہے؟"

آواز رِدا کے بجائے کسی قدر بھاری تھی۔ افتخار پیرزادہ نے ایک ہی لمحے میں پلٹ کر دیکھا تھا۔ دانیال چاچو اس کے پیچھے کھڑے مسکرا رہے تھے۔ ساتھ لبنانہ بیگ بھی تھی۔ افتخار دھیان ہٹا کر دانیال کو دیکھنے لگا تھا۔

"چاچو آپ......" لبوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی۔

"کیوں، ہم کیا یہاں نہیں آ سکتے؟ یار مانا کہ ہم صرف دو، اور دو چار کرنے کے اصولوں سے واقف ہیں، مگر یار، کچھ لطیف سینس ہم بھی رکھتے ہیں۔ نیچر ہمیں بھی اپنی طرف کھینچ سکتی ہے۔ لبنانہ کو تو بارش ہمیشہ سے بہت پسند ہے، مگر آج ہم نے بھی قصد کر ہی لیا حالانکہ آج لبنانہ کا موڈ بھی کچھ اچھا نہیں، مگر میری خاطر وہ میرے ساتھ ان موسموں کو دیکھنے چلی آئی۔ سچ کہتے ہیں محبت میں عجیب جادو ہے۔ اپنی ذات کی اہمیت ثانوی ہو کر رہ جاتی ہے۔ اچھا لگتا ہے تو صرف وہ جو دوسرے فریق کو اچھا لگتا ہے۔" دانیال چاچو مسرور دکھائی دے رہے تھے۔

لبنانہ بیگ نگاہ پھیرے چپ چاپ کھڑی تھی۔ افتخار پیرزادہ نے ایک نگاہ ڈالی تھی، اور

مسکرا دیا تھا۔

"فینانہ! آؤ نا' وہاں کیا بت بنی کھڑی ہو؟" دانیال نے اسے پکارا۔

فینانہ کے منجمد قدموں میں حرکت ہوئی تھی' اور وہ آگے بڑھ آئی تھی۔ بارش کا پانی ا[illegible] بھگونے لگا تھا۔

"تم نے کبھی غور کیا ہے' بارش کی بھی ایک آواز ہوتی ہے۔ کبھی محسوس کیا ہے' یہ آواز [illegible] کہتی ہے؟" دانیال نے اعتبار کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

"پتا نہیں' آپ تو جانتے ہیں میں ان معاملات میں بالکل کورا ہوں چاچو۔"

دانیال ہنس دیا تھا پھر فینانہ کی طرف دیکھ کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اعتبار کی طرف دیکھتا ہوا مسکرایا تھا۔

"سیکھ لو یار' یہ اسلوب بہت کام آتے ہیں۔"

اعتبار پیرزادہ مسکرایا تھا۔

فینانہ بیگ مکمل طور پر اس ماحول میں جیسے مس فٹ تھی۔ خاموشی ایسی تھی' جیسے اس ماحول کا حصہ ہے ہی نہیں۔ تینوں بارش کی لطافتوں میں گھرے چپ چاپ کھڑے تھے۔ شاید اپنے تینوں بارش کی آواز کو بغور سنتے' اور اس کے لفظوں کے مفہوم سمجھنے کی اپنے اپنے طور پر سعی کر رہے تھے۔

اعتبار کو وہاں سے شاید ہٹ جانا چاہیے تھا' مگر اس قصد کو سرانجام دینے سے قبل [illegible] دانیال کی سمت دیکھتا ہوا مسکرایا تھا۔

"چاچو! بعض آوازوں کے مفہوم سمجھ میں نہ آنے والے ہوتے ہیں۔ ہزار ہا کوشش کر لو' مگر نہ حرف سمجھ میں آتے ہیں نہ ہی ان کے بھید...... اینی ہاؤ' ہیو آ نائس ٹائم......! آپ انجوائے کریں۔"

"رک جاؤ یار! ہمیں پرائیویسی کی ضرورت فی الحال نہیں ہے۔" دانیال نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ "اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ تم ہمارے درمیان مخل ہو رہے ہو تو یہ غلط ہے۔ آج فینانہ بولنے کے موڈ میں بالکل بھی نہیں ہے۔ تم بھی چلے جاؤ گے تو میں جو آج پہلی بار موسم انجوائے کرنے آیا ہوں' اپنا سا منہ لے کر رہ جاؤں گا۔" دانیال نے مسکراتے ہوئے اسے روک لیا تھا۔

"فینانہ! تمہیں تو بارشیں بہت پسند ہیں نا! تم بتاؤ گی بارش کی آواز کیا کہتی ہے؟ اس کے اسرار و بھید تمہیں تو معلوم ہوں گے؟" دانیال نے فینانہ کی طرف دیکھا تھا۔

فینانہ فوری طور پر کچھ نہ کہہ سکی تھی جبھی دانیال کا سیل فون بجا تھا' اور وہ معذرت کرتا ہوا

وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

اس لیے اس بھیگے منظر میں صرف دو لوگ باقی رہ گئے تھے۔ دونوں چپ چاپ [illegible] ایک دوسرے سے نظریں بچائے بارش کو چپ چاپ دیکھ رہے تھے۔ ماحول خاموش [illegible]

بالکل ساکت......

نہ کوئی چاپ......

نہ کوئی آہٹ......

نہ کوئی دوسری آواز......

منجمد لمحوں میں کیا اسرار' اور بھید چھپا تھا یہ شاید موسم بھی نہیں جانتا تھا۔ بارش کی آواز [illegible] رہا تھا...... بارش کیا کہہ رہی تھی...... شاید اب بھی کوئی نہیں جانتا تھا...... یا پھر کوئی جانتا تھا......

اعتبار پیرزادہ نے بہت آہستگی سے اپنے سامنے کھڑے بھیگتے وجود کو دیکھا تھا۔

بھیگتا چہرہ جھکا ہوا...... گریزاں نظر کسی ستم پر مائل نہ تھی نہ کسی کرم پر...... وہ چہرہ مکمل طور [illegible] تھا مگر کچھ تھا کہ اعتبار پیرزادہ نگاہ ہٹا ہی نہ پایا تھا۔

●⊕●

نظر جیسے اس چہرے سے بندھ کر رہ گئی تھی۔

سوچا تھا' ہزار ہا ارادے باندھے تھے......

بندشیں لگائی تھیں...... دیواریں اٹھائی تھیں......

ہزار ہا قدغن لگانے کی ٹھانی تھی مگر...... اس ایک پل میں سب ریت کا ڈھیر ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ نہ کوئی ارادہ کام آیا تھا نہ...... کوئی بندش......

ایک لمحے میں اپنی بنائی گئی دیواروں میں خود شگاف پڑتے دیکھے تھے اعتبار پیرزادہ نے......

وہ چہرہ سامنے تھا۔ وہ نگاہ مقابل تھی' اور ہر تدبیر رائیگاں تھی۔ بس یہ یاد تھا' اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

لبنانہ بیگ اس سے نظریں چرائے کھڑی تھی۔ نظر میں کوئی معنی پنہاں نہ تھے...... نہ کوئی راز تھا' نہ مدعا...... وہ مکمل طور پر اجنبی دکھائی دے رہی تھی۔

مگر اعتبار پیرزادہ اس لمحے اجنبی نہیں رہ سکا تھا' اور مسکرا دیا تھا۔

"یہ دانیال چاچو بھی بہت عجیب ہیں نا۔ چہرے پڑھنے کا فن آتا نہیں' اور چلے ہیں بارش کی آوازوں کو سننے......"

جملے میں پنہاں ایک گہرا طنز تھا' جسے لبنانہ بیگ واضح طور پر محسوس کر سکتی تھی' مگر وہ کوئی جواب دیئے بغیر گردن موڑ گئی تھی۔

"کافی رومانٹک کر دیا ہے تم نے دانیال پیرزادہ کو۔ وہ حضرت' جنہیں موسموں کے بدلنے سے کوئی سروکار نہ تھا' اب موسموں کے تیوروں کی باتیں کرتے نہیں تھکتے۔ بہت کچھ سکھا دیا ہے تم نے انہیں' مگر بہت چالاک ہو' ایک خاص بات اب بھی نہیں بتائی کہ بارش کیا کہتی ہے؟ وہ راز بتا کر ایک خاص راز تو تم دبا گئیں۔ بتا دیتیں تو کیا بگڑ جاتا؟ ہاں......؟؟" وہ مسکراتے ہوئے تیر اچھال رہا تھا۔

لبنانہ بیگ یوں کھڑی تھی جیسے سرے سے کوئی سروکار ہی نہ ہو۔ اعتبار پیرزادہ اس لمحے جانے کیا چاہتا تھا کہ چلتا ہوا اس کے قریب آ گیا تھا۔ لبنانہ کسی قدر حیرت سے اسے تکنے لگی تھی مگر وہ بے خوف انداز میں اسے بغور دیکھنے لگا پھر ہاتھ بڑھایا تھا' اور اس کے چہرے کو چھوتے ہوئے بارش کی گری بوندوں کو ہاتھ پر چن لیا تھا' اور بغور ان بوندوں کا تجزیہ کرتے ہوئے بولا تھا۔

"بہت شریر ہیں یہ بوندیں بھی۔ چپکے چپکے تمہارے چہرے کے رنگ چرا رہی تھیں۔ شاید انہیں بھی معلوم ہے کہ وہ بھید جانتی ہو جو صرف بارش جانتی ہے۔"

مدھم سرگوشی میں کئی جلتے بجھتے الاؤ تھے۔ لبنانہ بیگ کے پاس ان باتوں کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"کیا کہتی ہے بارش لبنیٰ......؟" ہاتھ بڑھا کر چند بوندوں کو مزید اس کے چہرے پر سے چنتے ہوئے اعتبار پیرزادہ نے ایک مدھم سرگوشی کی تھی۔ "مجھے نہیں بتاؤ گی؟" لہجے میں عجیب ایک درخواست تھی۔ "کئی دنوں' مہینوں' سالوں تک میں نے اس آواز کو سنا ہے لبنیٰ! بغور سنا ہے' مگر میں کم عقل ہوں۔ سمجھو لو جاہل مطلق ہوں۔ کچھ سمجھ نہیں پایا میں۔ جب بھی بارش ہوتی تھی' میرے اندر گرد جیسے الاؤ سے جلنے لگتے تھے' اور میں اپنے کمرے میں دبک کر بیٹھ جاتا تھا۔ کئی کئی گھنٹے پل...... کتنے لمحے میں نے کھوجنے میں صرف کر دیئے لبنیٰ......! ان لفظوں کے مفہوم تم نے مجھے بھی نہیں سمجھائے...... میں بند کمروں میں کتنے دنوں تک بارش سے بچتا رہا......' اور خاموش لمحوں میں جانے کیا کچھ تلاشتا رہا...... بکھری لبنیٰ......! مجھے ایک بار بھی ان بارشوں نے اس سے سونے نہیں دیا۔

خاموش ٹھہرے لمحے' اور ان لمحوں میں جاگتی دو آنکھیں...... مجھے ان آنکھوں نے سونے نہیں دیا لبنیٰ......' اور میں جاگتا رہا...... جاگتا رہا' اور جلتا رہا......

مگر ان بارشوں نے مجھے وہ کبھی نہیں بتایا جو...... جو آج تمہاری آنکھیں بول رہی ہیں۔ تمہاری آنکھیں لبنیٰ' وہ باتیں بھی کہہ رہی ہیں جو تم کہنا نہیں چاہتی ہو۔ وہ تمام راز بھی جو اس کے تل گہرے بھید بنے نظروں سے پوشیدہ رہے...... جنہیں کھوجنے کے جتن میں' میں جلتا رہا' اور جاگتا رہا۔ ان موسموں سے' ان بارشوں سے' اور شاید تم سے بھی' مگر آج تم میرے سامنے ہو۔ نظروں کے روبرو ہو۔ بے حد قریب ہو۔ میں چاہوں' ہاتھ بڑھا کر تمہیں چھو سکتا ہوں' مگر ان بارشوں' ان موسموں کا الاؤ میرے گرد کچھ' اور بڑھ گیا ہے۔ میں جل رہا ہوں لبنیٰ' پہلے سے بھی بہت زیادہ۔ تمہیں پتہ ہے' خبر نہیں ہے تمہیں' مگر ایسا ہو رہا ہے' اور نہ جانے کب سے ہو رہا ہے؟ علم نہیں ہے تمہیں۔ گر ہو بھی جائے گا تو کیا کر لو گی؟"

اس نے کسی قدر آہستگی سے اس کے ہاتھ تھامے' اور اس کی ہتھیلیوں کو اپنے سامنے پھیلاتے ہوئے توجہ سے بھرپور انداز میں دیکھا تھا۔

"ان میں نہ تو جگنو ہیں نہ پھول۔ کیا سونپو گی مجھے؟" انداز کسی قدر پُرافسوس تھا۔ "ان آنکھوں کی کیا بات کروں' جن میں کوئی خواب ہے نہ جاگتا احساس۔ ایک شناسائی تک باقی نہیں۔ اگر کچھ ہے تو صرف بیگانگی' صرف اجنبیت' اور گہری چپ...... اور چپ سے بھی معنی بار نہیں آتے۔ تم سامنے ہو' قریب ہو' بے حد قریب' مگر نگاہ کو نگاہ سے کوئی واسطہ نہیں تو پھر کیوں یہ قربت بھی؟ ان سے کہیں کہیں بہتر تو وہ دوری تھی فینی' جو مجھے جینے پر' مسلسل چلتے رہنے پر اکسا رہی تھی۔

تم نہیں جانتی ہو' مگر تم نے سامنے آ کر میرے سارے راستے بند کر دیئے ہیں فینی بیگ' اور ایک مزید دلچسپ بات جو تم نہیں جانتی ہو' وہ یہ ہے کہ ہر راستے پر ایک چہرہ ہے' اور صرف تمہارا چہرہ ہے......"

مدہم سرگوشی عجب ایک جنوں اپنے اندر رکھتی تھی۔ اس مدہم لہجے میں جلتے الاؤ صاف محسوس کئے جا سکتے تھے۔ فیناشہ بیگ کسی قدر ساکت تھی' اسے دیکھ رہی تھی جب وہ نفی میں سر ہلاتا ہوا پیچھے ہٹا تھا۔

"تم نہیں جانتی ہو فیناشہ بیگ' تم کچھ نہیں جانتی ہو۔" یکدم پلٹا تھا' اور چلتا ہوا وہاں سے نکل گیا تھا۔

فیناشہ بیگ کتنی دیر تنہا اس بارش میں کھڑی بھیگتی رہی تھی

●⊗●
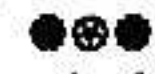
حاکم چغتائی انکل نے جانے ایسا کیوں کہا تھا' مگر انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ واپس لوٹ رہی تھی' فیصلہ کر چکی تھی تو انہیں اسے واپس جانے دینا چاہیے تھا۔ اسی میں شاید اس کا بھی بھلا تھا اور...... اودیان حاکم چغتائی کا قاعدہ بھی۔

وہ خوفزدہ نہیں تھی' اور خوفزدہ ہونا بھی نہیں چاہتی تھی' مگر زندگی پہلے ہی آسان نہ تھی' اور اسے یقین تھا اب' اور مشکل ہونے والی تھی۔ حاکم انکل کا فیصلہ اس شخص کو اس کے مزید خلاف کر چکا تھا۔

مہربان تو وہ کبھی نہ رہا تھا......

نرمی یا کرم پہ مائل تو وہ کبھی نہ رہا تھا......

ایسا وہ قیاس نہیں کر رہی تھی' ایسا یقین رکھتی تھی۔ اودیان حاکم چغتائی کے ساتھ جتنی بھی مدت گزاری تھی' گو ساتھ پرانا نہ تھا' مگر وہ اسے بہت اچھی طرح سے سمجھنے لگی تھی۔ حاکم انکل کے

[illegible] اسے خوش نہیں کیا تھا' اور اس کا وہ برملا اظہار کر چکا تھا اسی محفل پر جہاں یہ فیصلہ سنایا گیا [illegible]

حالات اس کے سامنے تھے سارے قیاس بھی...... مگر وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ اگر انکل کے فیصلے کو صرف ان "موصوف" کی "خوشنودی" کیلئے رد بھی کر دیتی [illegible] کوئی ضمانت تھی کہ اس کے ستم "کرم" میں بدل جائیں گے۔ کوئی راہ سجھائی نہیں دی تھی' اور بہت [illegible] سے الجھا دماغ لے کر وہ نیچ کے پاس آ گئی تھی۔ نیچ بھی عجیب تھا۔ اس کی تمام پرابلم [illegible] ہو کر ہنس دیا تھا' اور طالیہ اسے حیرت سے تکنے لگی تھی۔

"[illegible]...... آئی ایم ناٹ جوکنگ ...... میں نے کوئی مذاق نہیں کیا ہے۔"

اس کا انداز کسی قدر اکتاہٹ سے بھرپور تھا' اور نیچ مسکرا دیا تھا۔

"تم مذاق کرنے کی اہلیت کھو چکی ہو طالیہ جبران......!" اور ایسا میں قیاس نہیں کر رہا' [illegible] واٹ' ویٹ آئی نو۔ جانتا ہوں تمہاری حسِ لطافت فوت ہو چکی ہے۔ میں تو صرف یہ [illegible] کر رہا ہوں کہ تم اب بھی کتنی بدھو ہو۔ اگر تم یہ سوچ کر کہ تمہارے اس آفر سے ہاتھ کھینچ [illegible] لینے سے کچھ ریوارڈ دے گا تو یہ تمہاری کم عقلی ہی کہلائے گا۔ وہ تم سے کسی بھی طرح خوش [illegible] نہیں طالیہ جبران۔ تم ابھی تک اس شخص کو سمجھ نہیں پائی ہو۔ اسے فرق صرف تب پڑے [illegible] گا اگر تم اس آفر کو قبول نہیں کرو گی۔ تمہارا صرف یہی اقدام اسے خوش کر سکتا ہے۔ اگر خوشی بخشنا [illegible] چاہتی ہو تو بخش دو۔ وہ بھی منتظر ہو گا تمہاری طرف سے کسی ایک ایسے اقدام کا' جس پر وہ تمہیں [illegible] اور دعائیں دے سکے۔"

نیچ کے لبوں پر اب بھی مسکراہٹ تھی گویا وہ اس سارے قصے سے بھرپور حظ اٹھا رہا تھا۔

"نیچ......! مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت ہے پلیز' فار گاڈ سیک ٹو انڈر اسٹینڈ ویٹ۔"

[illegible] اس نے اسے جتایا تھا۔

"یس آئی نو' مگر میں آل ریڈی تمہیں ایڈوائز کر چکا ہوں۔" نیچ نے مسکراتے ہوئے [illegible] بتایا تھا۔

"کب؟ کب تم نے کوئی ایڈوائز کی؟" طالیہ جبران چونکی تھی۔

"ہاؤ انوسنٹ یو آر مائی ڈیئر فرینڈ......" نیچ کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا یا پھر اس نے اس [illegible] عقل پر بھرپور ماتم کیا تھا۔ وہ سمجھ نہیں سکی تھی۔ "اب پتہ چلا اودیان حاکم چغتائی کیلئے تمہیں the scape goat بننا اتنا آسان کیوں لگتا ہے۔"

نیچ اپنی مسکراہٹ پر قابو نہیں پا سکا تھا' اور طالیہ اسے گھور کر رہ گئی تھی۔ نیچ نے اس کی خفگی [illegible] دیال سے اس کا ہاتھ تھام کر مسکراتے ہوئے اسے دیکھا' اور بولا تھا۔

"طالیہ......! تم بہت اچھی ہو' مگر ایک پرابلم ہے' تمہیں اتنا اچھا نہیں ہونا چاہیے
یہ اچھا ہونا تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے' اور تم میری اتنی اچھی دوست ہو کہ تمہارا دکھی ہونا یا
میں ہونا مجھے اچھا نہیں لگے گا۔" سچ کے لہجے میں اس کیلئے خیر خواہی تھی۔ وہ بہت دھیمے
دی تھی۔

"سچ تم میرے ساتھ نہ ہوتے تو میں کیا کرتی؟ میں یہ بات کسی طور پر بھی سوچ نہیں پا
جاتی۔ تمہیں میرے ساتھ ہونا چاہیے۔ ہمیشہ...... ہر قدم پر...... ایک اچھا دوست زندگی
بہت ضروری ہے سچ۔ اس کا پتہ مجھے تب چلتا ہے جب میں اپنی ہر مشکل میں بھاگتی ہوئی
تمہارے پاس آتی ہوں۔ دکھی ہوتی ہوں تو تمہارے شانے پر سر رکھ کر آنسو بہاتی ہوں۔
شولڈر نہ کرائے میرے پاس نہ ہو تو شاید میرے آنسو کہیں میرے اندر ہی جم جائیں' اور میں
منجمد گلیشیر بن جاؤں...... برف کا ایک ایسا منجمد حصہ جو ہزار ہا شعاعوں کی تپش سے بھی پگھل
سکے۔

میرے جسم میں یہ دوڑتی بھاگتی حرارت تمہارے دم سے ہے سچ۔ میں ٹوٹی پھوٹی
تمہارے پاس آتی ہوں' اور تم میرے حوصلے' اور ہمت کو بڑھا کر مجھے میرے قدموں پر
کے واپس بھیج دیتے ہو۔ شکستہ آتی ضرور ہوں' مگر جاتی ہزار ہا توانائیوں کے ساتھ ہوں۔"
وہ مسکرا رہا تھا۔

"مگر کسی کو یہ بات بالکل اچھی نہیں لگتی طالیہ۔ اس کے متعلق تم کیا کہو گی جو لہجہ مجھے
برا بھلا کہتا ہے؟"

طالیہ نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا' اور پھر سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اس لہجے کو جسے سراہنا چاہیے' وہ اسے سراہتا بھی نہیں
اگر اتنا کچھ ہوتے ہوئے کوئی ستائش میرے لئے نہیں تو کسی' اور کیلئے کیا ہوگی؟" طالیہ کہہ کر
بھینچ گئی تھی۔

سچ اس کیلئے کافی بدلا ہوا تھا۔

"تو تمہارا خیال ہے مجھے انکل حاکم کی یہ آفر قبول کر لینا چاہیے؟" سب لیتے ہوئے
طالیہ نے کہا تھا' اور سچ مسکرا دیا تھا۔

"تو بات تمہاری سمجھ میں آ گئی؟"

"ہاں......" طالیہ لب بھینچ کر مسکرائی پھر نگاہیں پھیرتے ہوئے کسی قدر افسردہ لہجے میں
بولی تھی۔ "سچ کبھی کبھی مجھے یہ بہت فضول اقدام لگتا ہے۔ اپنا آپ' اپنا فیصلہ...... سب بہت
لگتا ہے۔ لگتا ہے وہ ٹھیک کہتا ہے۔ جب دل ہی راضی نہیں تو سب فضول ہے۔ دل ہی تو بند

رشتہ بناتا ہے...... اگر دل ہی رد کر رہا ہے تو بات صرف مسلط ہونے والی ہوتی ہے' مگر
والی ہوں' جب میں اپنی سوچ کو خود ہی رد کر رہی ہوں' چوری چوری' چھپکے چھپکے اس کی سوچ کو
رہی ہوں' ٹھیک مان رہی ہوں تو پھر میں اسے کیسے باور کرا سکوں گی کہ میں ٹھیک ہوں؟ اس
مجھے میرا خود کو یہ باور کرانا بہت ضروری ہے کہ میں جو کر رہی ہوں' وہ صد فیصد درست ہے
"

بہت پھیکی سی بے جان مسکراہٹ نے طالیہ کے لبوں پر دم توڑا تھا۔

"میں سوچتی ہوں تو لگتا ہے میں ٹھیک نہیں ہوں۔ سچ وہ شخص ہے۔ اس نے مجھے کبھی دیکھا
پھر وہ کیسے مان لے کہ میں اس کی ہوں؟ کبھی اس کی جگہ خود کو رکھ کر سوچتی ہوں تو
ٹھیک پاتی ہوں۔ مجھے خبر ہے' میری شکست و ریخت کا سبب یہی ہوگا کہ میں جانتے
میں ایک غلط راہ پر چل رہی ہوں۔"

طالیہ جبران کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا۔ اس کے اندر جو توڑ پھوڑ جاری تھی' وہ سچ سے پوشیدہ
نہ تھی۔ غالباً جبھی وہ مسکرا دیا تھا۔

"اتنا سمجھ جاتی ہو تم' مگر ایک بات نہیں جانتی ہو؟"

"کیا؟" طالیہ چونکی تھی۔ آنکھوں کے کنارے بھیگنے کو تھے۔

سچ نے اس کی آنکھوں کو بغور دیکھا تھا۔

"پہلے اپنی آنکھوں کے کنارے پونچھ لو طالیہ۔" کہتے ہوئے اس پر سے دھیان پھر گیا
طالیہ جبران ہاتھ اٹھا کر اس تحکمانہ حکم کی پیروی کرنے لگی تھی' اور وہ کہہ رہا تھا۔

"میں تمہارے ساتھ کیوں ہوں' کبھی یہ نہیں سوچا تم نے......؟"

"آف کورس' تم میرے دوست ہو اس لئے۔" طالیہ نے پر اعتماد انداز میں کہا تھا' اور وہ
دیا تھا۔

"ہاں' یہ بھی...... مگر...... اس لئے بھی کہ تم ٹھیک ہو۔ اگر تم غلط ہوتیں تو شاید تمہارے
کھڑا ہونے والا میں پہلا شخص ہوتا۔ اس بات کا یقین کر لو تم کہ تم ٹھیک ہو۔ اس کے آگے کی
ات خود بخود حل جائیں گی۔ صرف یہی یقین تمہارے راستے کے پچاس فیصد کانٹے اکھاڑ
سکتا ہے۔"

"لیکن سچ' یہ سب تمہیں نہیں لگتا یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جو حاکم انکل مجھے سونپ
رہے ہیں۔ وہ شخص پہلے ہی میرے خلاف ہے۔ وہ میری کمزوریاں پکڑنے کے چکر میں رہے گا'
جہاں میری غلطی نہیں ہوگی' وہاں بھی مجھے غلط ثابت کرنا اس کی اسٹریٹجی رہے گی۔ ایسے
"

"کیا فرق پڑتا ہے طالیہ۔" جج نے درمیان میں سے ہی اسے ٹوک دیا تھا۔ "بہت فرق
پڑتا ہے۔ مخالف تو وہ تمہارا پہلے بھی ہے' کمزوریاں تو پہلے بھی وہ تمہاری جانتا ہے پھر کیا حرج
کہ ایک داؤ لگا لیا جائے...... شاید وہ کہاوت سنی نہیں تم نے۔ شیر کی ایک دن کی زندگی' گیدڑ کی
سالہ زندگی سے زیادہ بہتر ہوتی ہے۔" مسکراتے ہوئے جتایا تھا۔ طالیہ کی کیفیت عجیب تھی۔
"ہاں' مگر اس ایک دن کی زندگی کی ذمے داریاں بھی بہت زیادہ ہوتی ہیں۔"
"اوہ کم آن طالیہ! اب تم ان ذمے داریوں سے بھی بھاگو گی؟" جج نے اس کی کم ہمتی پر
افسوس کیا تھا۔
طالیہ فوری طور پر کچھ نہیں بول سکی تھی' مگر قدرے توقف سے سر اثبات میں ضرور ہلایا
تھا۔
"میں یہ ذمے داری ضرور لوں گی۔"
"گڈ' ویلڈن دی کریج۔ میں جانتا تھا تم ایک حوصلہ مند لڑکی ہو۔" جج نے اسے
انداز میں سراہا تھا۔ "گڈ لک ٹو یو......"
"تھینکس......" طالیہ مسکرا دی تھی۔

●●●

وہ کمزور واقعی کبھی بھی پڑنا نہیں چاہتی تھی' مگر وہ شخص اسے حد درجہ ڈسٹرب کر رہا تھا۔
اس کے گرد ایسا حصار باندھ رہا تھا' جو Inescapable تھا۔ وہ ڈرنا یا خوفزدہ ہونا نہیں چاہتی
تھی' مگر حالات نامساعد ہوتے جا رہے تھے۔ دانیال سے رشتہ جوڑ کر وہ اپنے پر اطمینان کو بڑھا
تھی۔ پہلے کا جو رہا سہا جتن تھا وہ بھی رخصت ہو چکا تھا' مگر اس کیلئے وہ الزام دانیال کو یا کسی اور
کو نہیں دے سکتی تھی۔ قصور شاید اس کا خود کا بھی نہیں تھا۔ شاید وقت ہی اس کے خلاف تھا۔
اس شام وہ ہوٹل کی لابی میں تھی' جب اس سے پھر سامنا ہو گیا تھا۔ وہ اپنے طور پر
پھیر کر اجنبی بن جانا چاہتی تھی' مگر وہ نظر اسے دیکھ چکی تھی تبھی قدم اس جانب اٹھانے میں کوئی
تامل نہیں برتا تھا۔
"سو...... ہم پھر روبرو ہیں۔ لگتا ہے وقت کچھ مہربان سا ہے۔"
اس کی گریز پائی کسی کام نہیں آئی تھی' اور وہ اس کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔
"اس روز کی ملاقات بھی کچھ ادھوری تھی۔ وہی کیا' ہماری تو ہر ملاقات مجھے ادھوری سی
لگتی ہے۔ وقت بھی جانتا ہے شاید تبھی ہمیں ہر بار پہلے سے زیادہ قریب لے آتا ہے۔ تمہیں ایسا
لگتا ہے؟"
افتخار پیرزادہ بے حد مسرور دکھائی دے رہا تھا' اور فیانہ بیگ کے لبوں پر گہری چپ تھی۔..

اس کی سمت غالباً دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی تبھی نگاہ اس لمحے اجنبی سی تھی۔
"یہاں کیسے؟ دانیال صاحب کا انتظار تو نہیں کر رہیں؟ یا پھر کوئی اور......؟" مسکراتے
ہوئے جملہ جان بوجھ کر ادھورا چھوڑ دیا تھا۔
فیانہ بیگ نے ایک ناگواری نگاہ ڈالی تھی تبھی وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔
"کتنی عجیب بات ہے' ہم اتنی بار ملے' اور نہ میں کبھی پوچھ سکا نہ تم بتا سکیں کہ دانیال
سے تمہاری ملاقات کیسے' اور کیونکر ہوئی؟ کوئی خوشگوار واقعہ تھا' محض حادثہ تھا یا پھر کوئی
کی چال......؟"
اس سے قبل کہ وہ مزید کوئی الزام عائد کرتا فیانہ بیگ نے ہاتھ اٹھا کر اسے خشمگیں
نظروں سے دیکھا تھا۔
"ول یو شٹ اپ؟ میں خاموش ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں بول نہیں سکتی ہوں یا
بولنے کا ہنر نہیں آتا ہے۔ مگر میں تم جیسے شخص سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی جس کو خود "سچ"
بھی ٹھیک سے معلوم نہیں' اور وہ چیخ چیخ کر fidelity' اور accuracy کی بات کرتا
بازی' اور دغابازی کیا ہوتی ہے یہ میں بھی اچھی طرح جانتی ہوں' اور شاید تم بھی۔
اور کون جھوٹا' مجھے اس کیلئے کسی طرح کا ڈھنڈورا پیٹنے کی ضرورت ہرگز نہیں ہے۔ تم بھی
اپنے اعمال سر انجام دیتے بند کر دو۔ بہت بودا انداز ہے یہ الزام تراشیوں کا...... مگر یہ سچ نہیں ہے'
آئینہ دکھانے کا ہنر آتا ہے......
خود کو بہت اسمارٹ سمجھتے ہو تم۔ تمہیں بولنے کا فن آتا ہے' لفظوں کے مفہوم توڑنے
موڑنے کا فن آتا ہے' مگر میں ان باتوں سے انجان ہرگز نہیں ہوں۔ خوب سمجھتی ہوں تمہیں بھی'
تمہارے سوالوں کو بھی' اور مثالوں کو بھی...... تمہارے منہ سے reliability' اور reliance
کی باتیں بہت بڑا مذاق لگتی ہیں۔ انسان کو وہی بات کرنی چاہیے جس کے متعلق اس کی معلومات
مکمل ہوں۔ جو میں جانتی ہوں' وہ شاید کوئی بھی نہیں جانتا۔ اگر میں بولوں گی تو تمہاری بولتی بند ہو
جائے گی' افتخار پیرزادہ......"
درشت انداز میں وہ بولی تھی۔ اگرچہ ارد گرد کا پورا لحاظ تھا' موقع محل کا اندازہ تھا' مگر وہ
اپنے لہجے کو دھیما رکھتے ہوئے بھی سخت ہونے سے باز نہیں رہ سکی تھی۔ مگر مقابل موجود شخص
نے بہت دلچسپی سے دیکھتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔
"Infidelity" لہجے میں کسی قدر افسوس تھا۔ "مجھے افسوس ہو رہا ہے تمہیں اب بھی
میرا اعتبار نہیں ہے' اور تم اب بھی اتنی ہی قنوطی' اور ضدی ہو۔ تم بار بار مجھ سے ہی کیوں ٹکراتی ہو؟
کسی پتھر سے ٹکرا جایا کرو نا۔"

وہ مذاق کے موڈ میں دکھائی دے رہا تھا یا پھر لبنانہ کی اتنی کڑوی کسیلی باتوں کے اثر کو زائل طور زائل کرنا چاہتا تھا۔

"کسی قدر نقصان تو ہوا ہی کا۔ مجھ معصوم سے شخص کی تو کچھ بچت ہوتی رہے۔ ایلی! آج کی ملاقات کچھ پُرلطف رہی۔"

عین سامنے سے آتے دانیال کو دیکھتے ہوئے اس نے گفتگو کا سلسلہ سمیٹا تھا۔

"تمہیں بولتے سن کر اچھا لگا۔ کم از کم یہ تو پتہ چلا کہ تم اب بھی میرے متعلق اتنی تفصیل سے سوچتی ہو۔ وضاحت سے جانتی ہو اور دل سے پرکھتی ہو مگر اعتبار نہیں کرتی ہو۔ دل کو راست پر آنے کی عادت ڈالو لبنی ورنہ بہت مشکل ہو جائے گی۔

ہائے دی وے آپ کے مسٹر دانیال آ چکے ہیں۔ آج کوئی ڈیٹ ویٹ تھی آپ دونوں کی؟"

ازراہ مذاق وہ پوچھ رہا تھا اور اسی اثناء میں دانیال قریب پہنچ چکا تھا۔

"تم یہاں......؟" دانیال اسے وہاں دیکھ کر چونکا تھا اور وہ لبنانہ کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"ہاں کچھ کام تھا اور آپ......؟ غالباً کوئی ڈیٹ ویٹ ہے آپ کی؟ میں لبنانہ بیگ سے ابھی یہی کہہ رہا تھا۔" عمروں کے زیادہ فرق نہ ہونے کے باعث اتنا مذاق تو چلتا تھا کہ وہ ایسی بات کہنے کی جرأت کر گیا تھا۔ دانیال مسکرا دیا تھا۔

"ارے اپنے ہمارے نصیب کہاں......! ایک اہم میٹنگ تھی۔ لبنانہ میں لیٹ تو نہیں؟ ڈیلی کیبن کے متعلق کیا خبر ہے؟"

"ابھی وقت ہے پھر بھی میں دیکھتی ہوں۔" لبنانہ کو وہاں سے ہٹنے کا ایک اچھا بہانہ ہاتھ لگا تھا۔ "ایکسکیوزمی......" وہ رسم نبھاتی ہوئی اٹھی تھی اور چلتے ہوئے وہاں سے نکل گئی تھی۔

اسفار پیرزادہ کی بھیگی نگاہوں نے بہت دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

●◎●

ذمے داری کچھ زیادہ بڑی تھی۔ آفس کا پہلا دن آسان نہ تھا جبکہ وہ ایسے ماحول کی عادی بھی نہ تھی۔ اس سے قبل کام کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا وہ کام کا آغاز اس سطح سے کرے گی۔ اب جبکہ سر پر پڑ چکی تھی تو یہ ذمے داری کسی طور پوری تو کرنا ہی تھی۔ اب جب ٹھان لی تھی تو ناممکن کو بھی ممکن بنانا تھا۔

کانپتے ہاتھوں اور وجود سمیت وہ اپنی چیئر پر آئی تھی اور خالی خالی نظروں سے کتنی ہی دیر سامنے پڑے کسی پراجیکٹ کی فائل دیکھتی رہی تھی۔ اس دوران اس کے روم کا دروازہ کھلا تھا۔

...ن حاکم چغتائی کے اندر داخل ہونے کا احساس تک اسے نہ ہوا تھا۔ چونکی تب تھی جب اس نے ...ے بیل بجایا تھا۔ طالیہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"تو تم نے سوچنے سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں کی؟"

اس کے آفس جوائن کرنے کے اقدام سے وہ یقیناً خوش نہیں ہوا تھا۔ جانے کیوں اسے ...یقین تھا کہ وہ ایسا نہیں کرے گی۔ یقیناً اس سوال کا جواب طالیہ کے پاس نہیں تھا اسی ...وہ خاموش رہی تھی اور اس کی خاموشی اسے طیش دلا گئی تھی۔

"کیا سمجھ رہی ہو تم خود کو؟ بہت اسمارٹ ہو تم؟ جو چاہو کر سکتی ہو؟ آج اتنا اختیار...... تو ...ایک سی چھوٹی اسٹرگل......؟ کیا سمجھتی ہو ان پلانز پر عملدرآمد کرنا اتنا آسان ہو گا؟ یقیناً ...میں تمہیں تمہارے ارادوں میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا اور ایسا میں بہت جلد ثابت کر ...دوں گا۔ تم کیا ہو تمہاری حیثیت کیا ہے یہ سب پر بہت جلد کھل جائے گا۔ آج جس سیٹ پر تم ...ہو تم اسے deserve نہیں کرتی ہو۔ اور deserve تو تم کچھ اور بھی نہیں کرتی ہو ...زمین پر رہتے ہوئے سر اٹھا کر آسمان دیکھنے کی عادت ہو چکی ہے۔" الزامات کی بہتات ...وہ برابر اگل رہا تھا۔

"ایکسکیوزمی...... آپ میری اس طرح بے عزتی نہیں کر سکتے۔"

طالیہ جبران نے تنبیہہ کی تھی مگر وہ ہنس دیا تھا۔

"کیوں......؟ اس لئے کہ اب تم جی ایم کی پوسٹ سنبھال چکی ہو؟ بڑی کرسی پر بیٹھنے سے کیا حقیقت یا اصلیت بدل جاتی ہے؟"

عجب ایک طنز تھا اس کے لہجے میں۔ طالیہ کوئی جواب دے کر بات بڑھانا نہیں چاہتی تھی اس لئے مزید کچھ نہیں بولی تھی۔ سب کچھ اس کے قیاس کے مطابق ہو رہا تھا۔ وہ اسی طرح ...ری ایکٹ کر رہا تھا جیسا اس نے سوچا تھا سو بات کو بڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا مگر اویان حاکم چغتائی اس کی مصلحت پسندی کو سمجھ نہیں پایا تھا۔

"تم نہیں جانتی ہو شاید" مگر دانستہ یا نادانستہ ایک بڑی غلطی کر چکی ہو تم جسے تمہیں بھگتنا ہو گا۔ آج تم جس سیٹ پر بیٹھ کر خود کو بہت خوش نصیب تصور کر رہی ہو کل تم اس سیٹ کو چھوڑ کر ...بھاگو گی۔ یہ پوزیشن تم اپنے ہاتھوں خود چھوڑو گی۔ تم نے اس چیئر کو سنبھال کر میرے لئے ...بہت سی آسانیاں خود ہی پیدا کر دی ہیں۔ الٹی گنتی گننا شروع کر دو۔ بہت جلد تمہارا وقت ختم ہونے والا ہے۔"

وہ جو کہہ رہا تھا کچھ نیا نہیں تھا۔ وہ ایسا ہی ایکسپیکٹ کر رہی تھی۔ اویان حاکم چغتائی ...سے اس کی اس کامیابی کو جھیلنا آسان نہیں تھا۔ وہ اسے اپنے لئے خطرہ تصور کر رہا تھا۔ اصل

حقیقت کیا تھی؟ وہ سمجھ ہی نہیں رہا تھا۔ سمجھ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ اسے سمجھاتی، شاید تب بھی نہیں۔ اس بات کا افسوس طالیہ جبران کی آنکھوں کو نم کر گیا تھا۔ وہ سر جھکا گئی تھی۔

کاش تم سمجھ سکتے کہ میرے لئے کیا اہم ہے۔ کاش تم یہ بات واقعی جان سکتے کہ میں کیا چاہتی ہوں۔ شفاف مخمل کی سطح پر اس کے کئی گرم گرم آنسو ایک ساتھ گرے تھے، مگر یہ لفظ بے وقعت رہے تھے۔ ادیان حاکم چغتائی بہت بے تاثر انداز میں چہرے کا رخ پھیر گیا تھا۔

"کیا چاہتے ہو تم؟" سر جھکائے طالیہ جبران نے مدھم سرگوشی میں دریافت کیا تھا۔

"یہی کہ میں اس ذمے داری سے ہاتھ کھینچ لوں۔ اس سیٹ کو چھوڑ دوں؟ تو لو چھوڑ دیا۔" طالیہ جبران اس سیٹ سے اٹھ کر کھڑی تھی۔ "آج سے...... ابھی سے...... اور اسی پل سے...... طالیہ جبران اس پوسٹ کو خیرباد کہتی ہے، مگر یہ مت سمجھنا کہ یہ تمہاری کسی دھمکی کی وجہ سے ہے یا تمہارے کسی خوف کے باعث...... ایسا کچھ نہیں ہے۔ جس دل کی مان کر میں یہاں تک آئی تھی آج اسی دل کی مان کر میں یہ عہدہ یہ کامیابی تیاگ رہی ہوں۔ مجھے یہ سب نہیں چاہیے۔ میں سب بالکل بھی حاصل کرنا نہیں چاہتی۔ میرے لئے اس سب کی حیثیت بہت ثانوی ہے۔ تم نے جن کو ہمیشہ اہمیت دینے کے قائل رہے ہو۔ تمہاری نظر میں تمہارا اسٹیٹس، تمہاری پوزیشن بہت وقعت رکھتی ہے۔ دنیا کے پچیس امراء کی لسٹ میں تمہارا نام آتا ہے۔ یہ بات تمہیں خوش کرتی ہے، مگر اس دنیا میں کوئی ایسا بھی ہے جسے اس سب سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ جس کیلئے نہ تو تمہاری پوزیشن میٹر کرتی ہے نہ یہ اسٹیٹس......! جسے ان سب سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔

تم نے ہمیشہ خود کو پیمانوں میں رکھ کر ناپا تولا ہے۔ بہت بدقسمت ہو۔ کبھی کسی دل کے پیمانے پر نہیں پرکھے گئے تم، اس لئے سمجھ ہی نہیں سکتے کہ دل کی ترجیحات کیا ہیں؟ دل کیا چاہتا ہے؟

قصور تمہارا نہیں ہے۔ تم کبھی کسی دل کی راہ سے گزرے ہی نہیں۔ ان راستوں سے کبھی سابقہ ہی نہیں پڑا تمہارا، کبھی جان ہی نہیں پائے تم کہ تمہاری اصل قیمت کیا ہے۔

مجھے تم میری حیثیت سمجھا رہے تھے...... مجھے افسوس ہے کیونکہ درحقیقت تم اپنی قیمت بھی نہیں جانتے ہو۔ کبھی جاننا چاہو تو اس خول سے باہر آ جانا۔ اس نام، پوزیشن، اسٹیٹس کے اس لیبل کو خود سے ہٹا کر اپنے آپ کو جانچنے کی کوشش کرنا۔ تم جان جاؤ گے کہ تمہاری اہمیت و حیثیت کیا ہے۔"

اس کی آنکھوں سے چپ چاپ آنسو بہہ رہے تھے، مگر ادیان حاکم چغتائی کو جیسے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ وہ پرسکون کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

"شاید دنیا کیلئے تمہاری وقعت کچھ نہ رہے مگر...... ان سب مراعات کے بغیر بھی بہت

خاص ہو، اور میں یہ بات کہنے کے باوجود تمہیں باور نہیں کرا سکتی، سمجھا نہیں سکتی۔"

تیزی سے بھیگی آنکھوں کے ساتھ وہ کہہ کر اس کے قریب سے نکلنے لگی تھی، جب ادیان حاکم چغتائی نے اس کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لے لیا تھا۔

کیا تھا یہ......

کوئی کرم......

کوئی نوازش......

یا پھر مہربانی......؟؟؟

طالیہ جبران میں ہمت نہ تھی کہ پلٹتی، اور اس کی طرف دیکھتی۔ اگر یہ کوئی خواب تھا تو وہ اسے توڑنا نہیں چاہتی تھی۔

اگر خوش گمانی تھی تو وہ جاگنا نہیں چاہتی تھی۔

خوش فہمی تھی تو وہ دھوکہ کھاتے رہنا چاہتی تھی مگر......

ادیان حاکم چغتائی نے اس کے متوجہ نہ ہونے پر پیش قدمی کی تھی، اور اس کے مقابل آ کھڑا ہوا تھا۔

"مڑ کر کیوں نہیں دیکھا؟ کیا گمان تھا کہ پتھر ہو جاؤ گی؟"

وہ پوچھ رہا تھا، اور طالیہ جبران بھیگی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ اس لمحے میں کچھ تھا۔ ادیان حاکم چغتائی نگاہ نہیں ہٹا سکا تھا۔ کتنے لمحوں تک اس کی نگاہ اسی نقطے پر مرکوز رہی تھی۔

طالیہ جبران بھیگی آنکھوں کے ساتھ اس کے مقابل سر جھکائے کھڑی تھی۔ جب ادیان حاکم چغتائی نے ہاتھ بڑھا کر اس کی پلکوں پر اٹکے موتیوں کو اپنے ہاتھوں کی پوروں پر لیا تھا، اور کس قدر حیرت سے اسے تکتے ہوئے دریافت کیا تھا۔

"میرے لئے اتنے آنسو؟ کیا سچ مچ اتنی محبت کرتی ہو مجھ سے؟"

مدھم سرگوشی اس کے گرد اپنا حصار باندھ گئی تھی۔ طالیہ جبران نے فقط نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا، کوئی جواب نہیں تھا۔ شاید وہ ماحول کچھ دیر قائم رہتا۔ وہ فسوں بنا رہتا، مگر تبھی دروازہ کھلا تھا، اور منال احمد نے اندر جھانکا تھا۔

"ہے منال......! رک کیوں گئیں؟ اندر آ جاؤ نا۔"

منال جو ادیان حاکم چغتائی کو طالیہ جبران کے اس قدر قریب دیکھ کر تذبذب کا شکار ہوئی تھی دوسرے ہی لمحے قدم کمرے کے اندر رکھ دیے تھے۔

"بہت اچھے موقع پر آئی ہو تم۔ ٹھہرو میں ذرا طالیہ سے بات کر لوں۔"

وہ اسے کہہ کر دوبارہ طالیہ کی طرف متوجہ ہوا تھا، اور بھرپور توجہ سے دیکھتے ہوئے اس

کے چہرے کو اوپر اٹھایا تھا۔

"تو کیا کہہ رہی تھیں تم؟ غالباً ہم محبت کے متعلق بات کر رہے تھے۔ تمہارے آنسو......" جملہ ادھورا چھوڑ کر وہ عجب انداز میں مسکرا دیا تھا۔ "تو یہ محبت ہے؟ از اٹ لو......؟"

کسی قدر لاعلمی سے اس کی سمت دیکھا تھا۔ طالیہ جبران سمجھ نہیں پائی تھی۔ وہ اس لیے پا چاہ رہا تھا یا کیا باور کرانا چاہتا تھا۔ کسی قدر تذبذب سے وہ اس کی سمت دیکھ رہی تھی' جب وہ ہنس دیا تھا۔

"تو تم محبت کرتی ہو مجھ سے...... بے پناہ...... بے حساب محبت...... منال' سنا تم نے شی لوز می۔ دیوانہ وار چاہتی ہے یہ مجھے...... اتنا کہ میرے لیے ڈھیروں ڈھیر آنسو بھی بہا سکتی ہے۔ ساؤنڈز سو انٹرسٹنگ نا......؟"

وہ قریب کھڑی منال سے دریافت کر رہا تھا' اور منال مسکرا دی تھی۔ تبھی اس نے مسکراتے ہوئے اس کی جانب سے نگاہ ہٹاتے ہوئے ہاتھ پھیلا کر منال کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"میں جانتا ہوں تم جو کہنا چاہتی ہو۔ ایسی ہی کھری' بے حساب محبت......' مگر سویٹ ہارٹ' آئی کانٹ ڈو دیٹ......' اور میرے پاس اس کا ایک بہت ویلڈ ریزن بھی ہے' اور وہ ریزن یہ ہے کہ......"

وہ اپنے بہت قریب کھڑی منال احمد کے گرد اپنا بازو پھیلا کر بہت توجہ سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"میں منال سے محبت کرتا ہوں۔ یس آئی لو ہر آ لاٹ...... منال' تم سمجھاؤ اسے...... بیوقوف لڑکی ہے' سمجھ نہیں پا رہی ہے۔ جانے کیوں اس کی عقل میں کوئی بات نہیں آتی؟ تم بتاؤ اسے حقیقت کیا ہے' اور اسے کیا کرنا چاہیے؟"

ادیان حاکم چغتائی نے اسے وکیل کیا تھا۔ طالیہ جبران کی کم عقلی پر منال مسکرائی تھی۔ پھر بہت استحقاق بھرے انداز میں بولی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہا ہے ادیان' ہمارے درمیان کسی تیسرے کی ضرورت نہیں ہے نہ ہی کوئی گنجائش...... So, kindly refrain from sending such messages تم نہیں جانتی ہو' تمہاری یہ باتیں ہمیں ذہنی طور پر بہت منتشر کر جاتی ہیں۔ تم سن رہی ہو نا؟" his way!

منال احمد کے لفظ نہیں' برچھیاں تھے' جو اس کے سارے وجود کو ایک پل میں چھلنی کرتے چلے گئے تھے۔ تیزی سے بھیگتی ان آنکھوں سے کتنی بے یقینی سے اس نے اس شخص کو دیکھا تھا جو اس لمحے اس کی نظروں کے سامنے کسی اور کو اپنی بانہوں میں لیے مسکرا رہا تھا۔

آہ...... اے محبت...... اکتنا بے توقیر کیا تو نے......

من کو...... تن کو......' اور شاید......

اس روح کو بھی......

کیا تھا......

جو کچھ دن' اور نہ ہوتی......

دل کچھ دن' اور دھڑکنے کے اسلوب سے ناواقف رہتا۔

تو کیا ہوتا جو دھڑکنا نہ سیکھتا......

کیا تھا جو وہ اس راز کو کچھ دن' اور سینے میں دبائے رکھتی......

کچھ نہ کہتی......

کیا تھا جو آج بھی چپ ہی رہتی......

کیوں کہا......

کیوں......؟؟

کیا تھا جو کچھ دن' اور نہ ہوتی......

محبت ہی تو تھی......

کوئی واقعہ تو نہ تھی......

حادثہ بھی نہ تھی......

تو کیا فرق پڑتا جو کچھ دن' اور نہ ہوتی......

کچھ دن' اور بے رنگ' بے خواب گزر جاتے تو کیا......؟

آنکھیں تیزی سے بھیگ کر وہ پلٹی تھی' اور بھاگتی ہوئی ان جلتے ہوئے منظروں سے نکلتی چلی گئی تھی۔

●☺●
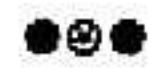
خوابوں کی عمر
تھوڑی ہوتی ہے
مگر یہ جاگنے والی آنکھوں میں
جب تک جاگتے رہتے ہیں
آنکھیں بوڑھی نہیں ہوتیں
خواب پرانے ہو جاتے ہیں
آنکھیں پرانی نہیں ہوتیں

خیال آباد رکھتی ہیں
کوئی کہیں بھی چلا جائے
ہمیشہ یاد رکھتی ہیں......

راحم کا فون تھا۔ اس نے اچھی خبر دی تھی۔ انگیجمنٹ کی ڈیٹ دوبارہ طے ہو رہی تھی۔ وہ خوش ہوئی تھی۔ شاید اسے خوش ہونا بھی چاہیے تھا۔ یہی خبر دینے وہ نیچے آئی تھی جب اماں اور دادی کو آہن فریدوں کے سلسلے میں سر جوڑے گفتگو کرتے پایا تھا۔

"یہ کیا چل رہا ہے؟"

وہ چونکی تو اماں مسکرا دیں۔

"جو بھی چل رہا ہے بہت اچھے کیلئے چل رہا ہے۔ ایک بات بتا، ایشاع اور دعا کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟"

"ایشاع اور دعا......؟ کیا مطلب...... کیسا خیال؟" وہ سمجھ نہیں سکی تھی۔

"بیوقوف! سمجھنے سمجھانے والی کیا بات ہے اس میں۔ ظاہر جب کسی لڑکی کے متعلق رائے طلب کی جاتی ہے تو مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔ کب سمجھے گی تو یہ بات؟"

اماں نے ڈپٹا تھا، مگر وہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگی تھی۔

"تو......؟" دماغ ایک لمحے میں اس نقطے پر پہنچا تھا۔

"ہم فریدوں کیلئے سوچ رہے ہیں۔" دادی نے بھی مطلع کیا تھا۔

"دونوں کیلئے ایک ساتھ؟"

"کیا مطلب؟" اماں نے اسے گھورا تھا۔

"مطلب ایشاع اور دعا ایک ساتھ؟"

اس کی حیرت پر دادی اماں نے پانی پھیرا تھا۔

"لاحول ولا......! بچی! کیا تیری عقل گھاس چرنے گئی ہے؟" اماں ہنس دیں، اور ساتھ ہی وہ بھی مسکرا دی تھی۔

"ہاں تو یوں کہیں نا کہ کسی ایک کے متعلق......! آپ تو دونوں کا نام ایک ساتھ لے رہی تھیں۔ دونوں اچھی ہیں۔ میرا خیال ہے آپ فریدوں سے پوچھ لیں، وہ کیا چاہتا ہے؟"

"تو اس سے بات کرنا ہوتی تو ہم پہلے ہی نہ کر لیتے۔ اس سے بات تو کرے گی۔ جب اسے گھر لانے کا فیصلہ تیرا تھا تو اب اس کی زندگی کا فیصلہ بھی تجھے ہی کرنا چاہیے۔" دادی اماں نے کہا تھا، اور غادیہ نے سر ہلا دیا تھا۔

"اچھی خبر ہے، مگر ایک خبر میرے پاس بھی ہے۔"

"کیا......؟"

اماں نے دریافت کیا تھا۔ وہ فطری احساس سے نظریں جھکا گئی تھی۔

"وہ راحم کی ماما آ رہی ہیں اگلے کچھ دنوں میں۔ انگیجمنٹ کی ڈیٹ فکس کرنے۔ راحم نے بتایا ہے۔"

"خدایا! شکر ہے تیرا! ورنہ ان کی چپ سے تو میرا دل ہولنے لگا تھا۔"

اماں نے کہا تو دادی اماں نے چشمے کے پیچھے سے انہیں گھورا تھا۔

"اس میں پریشانی والی بات کیا تھی بہو؟ ہماری بچی کون سی ایسی گئی گزری ہے۔ ایک ہزاروں رشتے مل جاتے ہیں۔ نواب زادی ہے، کوئی مذاق نہیں۔"

دادی اماں کے لہجے کا رعب داب قابل قدر تھا۔ غادیہ مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"تم فریدوں سے بات کر لینا۔ اچھا ہے تم دونوں کا معاملہ ایک ساتھ نمٹ جائے۔ شاید تمہاری انگیجمنٹ اسی لئے پوسٹ پون ہو گئی تھی۔" اماں نے کہا تو وہ سر ہلاتی ہوئی وہاں سے نکل آئی تھی۔ راستے میں ہی آہن فریدوں مل گیا تھا۔

"آہن......! کہاں کی تیاری ہے؟ کہیں جا رہے ہو؟" غادیہ نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"نہیں، کوئی کام ہے؟" آہن نے جواباً پوچھا تھا۔

"ہاں، تم آؤ میرے ساتھ۔ بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ کنیزہ! دو اچھی سی کافی ملے گی؟"

قریب سے گزرتی کنیزہ سے دریافت کیا تھا، جس نے بلا تامل سر اثبات میں ہلایا تھا، اور آگے بڑھ گئی تھی۔ وہ آہن کے ساتھ چلتے ہوئے معمولی سی باتیں کرنے لگی تھی۔

"آپ کوئی خاص بات کرنے والی تھیں؟" آہن کو غالباً اندازہ ہو گیا تھا۔ غادیہ نے اسے کسی قدر حیرت سے دیکھا تھا۔

"بڑے سمجھدار ہو گئے ہو۔ اندازے بھی مہارت سے لگانے لگے ہو۔ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں تم سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتی ہوں یا کرنے والی ہوں؟"

آہن مسکرا دیا پھر جتاتے ہوئے بولا تھا۔

"آپ کی آنکھیں غادیہ......! بہت شفاف ہیں یہ۔ ہر بات بہت صاف پڑھی جا سکتی ہے۔ کمال میری ذہانت کا نہیں ہے، غالباً آپ کی ان آنکھوں کا ہے۔"

"اچھا...... کیا میری آنکھیں اتنی آسانی سے پڑھی جا سکتی ہیں؟ یہ بات تو خاصی خطرناک ہے نا۔" غادیہ محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکی تھی پھر موضوع پر آتے ہوئے بولی تھی۔

"مانے وی وے' تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کس بارے میں؟"

وہ چونکا تو فادیہ ہنس دی تھی۔

"میری آنکھوں کے متعلق تو ہرگز نہیں۔ میں کچھ اور بات کرنے والی تھی لیکن یہ… مگن کیوں ہو رہے ہو؟" بغور اسے دیکھتے ہوئے دریافت کیا تھا۔

"نہیں' میں سوچ رہا تھا کہ بات کتنی خاص ہے' جو آپ اتنی خوش دکھائی دے رہی ہیں…" آہن نے دھیان اس کی طرف سے پھیرتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں' بات تو خاص ہے' مگر یہ زیادہ' اور بھی خاص تب ہوگی جب اس کے… possibility بڑھ جائے گی۔ ابھی تک تو کچھ اندازہ نہیں......" فادیہ مسکرا دی تھی۔

"آپ کہیں تو سہی...... That may be done!" آہن نے اسے مشکل ٹالنا چاہا تھا۔ فادیہ اسے توجہ سے دیکھتی ہوئی مسکرا دی تھی۔

"تمہیں فکر نہیں ہو رہی اپنے بارے میں؟"

"فکر...... کس طرح کی فکر؟"

"کس طرح کی فکر؟ کیا مطلب؟ یعنی تم نے اب تک سوچا ہی نہیں کہ تم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو چکے ہو' اور تمہیں اب شادی جیسی ذمے داری بھی اٹھا لینا چاہیے؟"

"شادی......؟" آہن قدرے چونکا تھا۔

"ہاں شادی......! بہت سے دیگر ضروری کاموں کی طرح یہ بھی ضروری ہے نا؟"

"ہاں' مگر......"

"مگر کیا......؟"

"فادیہ......"

"کیا فادیہ......؟ بھئی' شادی تو سب کو کرنا پڑتی ہے۔ میں بھی کر رہی ہوں' شمیں بھائی بھی کریں گے' شجاع بھائی بھی' اور عباد بھائی بھی۔"

توجیہہ دلچسپ ترین تھی۔ آہن مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا' اور وہ ہاتھ اٹھا کر حتمی انداز میں بولی تھی۔

"شادی تو کرنا ہی ہوگی۔ اماں' اور دادی نے مناسب ترین لڑکیاں بھی تجویز کر لی ہیں۔"

"لڑکیاں......؟" وہ چونکا تھا۔

"ہاں' لڑکیاں......! اماں نے ایشاع' اور دعا کا نام تجویز کیا ہے۔ اب تمہیں فیصلہ کرنا

…کون زیادہ مناسب ہے؟" فادیہ سنجیدہ تھی۔

یعنی یہ کوئی مذاق نہیں تھا۔ وہ سب سنجیدگی سے اس کی شادی کے متعلق سوچ رہے تھے۔

"ایشاع یا دعا...... تمہیں کون زیادہ بہتر لگتی ہے؟ لڑکیاں تو دونوں اچھی ہیں۔ اماں' اور دادی کے ٹیسٹ کی داد دینا پڑے گی۔ دعا کی تو ہائیٹ بھی فائیو نائن ہے۔ تمہارے ساتھ سوٹ کرے گی نا؟" فادیہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

وہ فوری طور پر کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔ خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا تھا۔

"جب کئی بار تمہاری رائے پوچھی' تم نے وہ نہیں بتائی تو ایسے تو ہوگا ہی۔" فادیہ نے …ہی کہی تھی۔ "تمہیں بتانا چاہیے تھا اگر کوئی پسند تھی بھی تو......"

فادیہ کہہ رہی تھی' اور آہن خاموشی سے دھیان پھیر گیا تھا۔ کسی دوسرے رخ پر دیکھتی آنکھوں میں گہری الجھن صاف دکھائی دے رہی تھی۔

●✿●

"رات آپا سے بات ہوئی تھی' وہ واپس آ رہی ہیں۔" ناشتے کی ٹیبل پر عمران نے …تے ہوئے مطلع کیا تھا۔ ماہم کھلکھلا اٹھی تھی۔

"واؤ...... اماں آ رہی ہیں...... اب مزا آئے گا۔ فیضی کی انگیجمنٹ کی ساری تیاریاں پھر …وہ کریں گی۔ ہے نا لبنی......؟"

ماہم نے مسکراتے ہوئے لبانہ بیگ کی طرف دیکھا تھا' مگر اس کا انداز بہت بجھا بجھا سا تھا۔ ٹیبل پر موجود سبھی لوگوں نے اس کا نوٹس لیا تھا۔

"کیا ہوا بچے! تم کچھ پریشان ہو؟"

نانا ابا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے محبت سے دریافت کیا تھا۔ لبانہ بیگ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے چائے کا کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا تھا۔

"تمہیں خوشی نہیں ہوئی لبنی؟" ماہم نے اسے کسی قدر تشویش سے دیکھا تھا۔

"کس بات کی خوشی؟ تم پاگل تو نہیں ہو گئیں۔ انگیجمنٹ یا شادی اتنا ہی بڑا معاملہ ہے کہ اس کو لے کر خوشی کا باقاعدہ اشتہار لگا دیا جائے۔" اس نے آج تک اتنا سخت انداز اختیار نہیں کیا تھا' مگر اس لمحے وہ خود کو روک ہی نہیں سکی تھی۔

ماہم حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ لبانہ بیگ کو اپنی غلطی کا اندازہ ہو گیا تھا' شاید اسی لیے وہ کرسی کھینچ کر اٹھی' اور وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

"اسے کیا ہوا؟"

نانا ابا سمجھ نہیں پائے تھے۔ عمران نے پرسوچ انداز میں سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"شاید..... شاید وہ تھک گئی ہے۔ ڈونٹ وری......"

بت بنی ماہم کے ہاتھ پر بہت آہستگی سے مسکراتے ہوئے ہاتھ رکھا تھا' جس کا انداز اس وقت بہت الجھن بھرا تھا۔ وہ فیناز بیگ کی دن بدن بدلتی کیفیت پر واقعی حیران تھی۔

"وہ ایسی تو نہ تھی......" مدھم سرگوشی...... کسی قدر خود کلامی سی تھی۔ "کیا ہو گیا ہے اسے ماموں؟ وہ کیوں ایسے ری ایکٹ کر رہی ہے؟ یہ...... یہ انگیجمنٹ تو اسی کے کہنے پر ہونے جا رہی ہے۔ دانیال کو اس نے خود منتخب کیا ہے۔ کسی طرح کا کوئی دباؤ نہیں رہا اس پر۔ وہ فیصلہ لینے میں ہمیشہ آزاد رہی ہے پھر ایسا کیوں؟"

وہ وجہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ عمران ماموں مسکرا دیے تھے۔

"یار! تم ہمیشہ بہاؤ کے الٹی طرف ہی کیوں سوچتی ہو؟ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ روٹین کی مصروفیات کے باعث ہی کچھ چڑچڑی ہو گئی ہو۔ ہوتا ہے ایسا۔ تم اس لئے سمجھ نہیں پا رہی ہو کہ تم نے ایسا کبھی کیا نہیں۔ اس ماحول کو دیکھا نہیں۔ پریکٹیکل لائف کس قدر ٹف ہوتی ہے بچے وہ' اور دو چار کے الجھاوے بہت الجھا دیتے ہیں ذہن کو...... تم دیکھنا شام کو وہ لوٹے گی تو بالکل فریش ہو گی۔"

اسے مطمئن کرنے کو تسلی دی تھی' مگر وہ خود جانتے تھے یہ توجیہہ کوئی معقول نہ تھی۔ جو سے لوٹا تھا' وہ فینانہ کو عجیب الجھا الجھا سا دیکھ رہا تھا۔ ماہم کے مقابلے میں وہ مختلف تھی' شوخ، شنگ نہ تھی' مگر اس درجہ سنجیدہ بھی نہ تھی۔ اس بار کچھ زیادہ فرق دکھائی دے رہا تھا' اور یہ یقینا تشویش کا باعث تھا' مگر وہ اس سے کچھ دریافت کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر فینی خود سے کچھ بتا دیتی تو ٹھیک تھا۔

"ماموں! مجھے لگتا ہے وہ اس انگیجمنٹ سے خوش نہیں ہے۔ عجیب اداسی اداس جیسے پی آر کرنے لگی ہے۔ کوئی بڑھی روح گھس گئی ہے اس میں۔ وہ بالکل بدل گئی ہے۔" ماہم بہن کیلئے پریشان تھی۔ "ہم اس کیلئے اپنی مرضی کی وجوہات تلاش رہے ہیں......' اور یہی بات غلط ہے۔ اس کا مسئلہ کچھ' اور ہے ماموں اسے وہ ہم سے چھپا رہی ہے۔ جانے کیوں ہمیں بتانا نہیں چاہتی ہے؟ کیا اسے لگتا ہے کہ ہم اس کے اپنے اس کیلئے سنسیئر نہیں ہیں؟"

عمران نے ماہم کو ساتھ لگایا تھا۔

"نہیں' ایسی بات نہیں۔ نہ ہی وہ ہم سب کو غیر سمجھتی ہے نہ ہی اس کے پاس شیئر کرنے کیلئے کوئی بہت بڑی بات ہے۔ وہ لڑکی صرف اپنی استطاعت سے زیادہ بوجھ ڈھونے کی کوشش کر رہی ہے' اور یہی بات اسے تھکن سے دوچار کر رہی ہے۔ بس وہ اپنی تھکن ہم سے بانٹنا نہیں چاہتی۔ تم فکر مت کرو' سب بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔" عمران ماموں نے اس کا حوصلہ بندھایا

"چلو' مسکراؤ اب جلدی سے ورنہ تمہیں بھی وہی کہانی سنانی پڑے گی' جو فینی کو سنائی تھی۔" وہ مسکرائے تھے۔

"کون سی کہانی؟ وہی سوچ والی؟" ماہم چونکی تھی۔

عمران ماموں نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"کم آن ماموں! آپ بھی نا......" وہ مسکرا دی تھی۔

●☺●
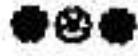
یہ زمان' اور یہ مکان

یہ قربتیں' یہ دوریاں......!

درد کے رشتوں کے آگے ان کی ساری وسعتیں

ریت کے اک بے ٹھکانہ ذرے سے زیادہ نہیں

اس گھڑی چاروں طرف اک ہجر کا آشوب ہے

میرے تیرے درمیاں اک خواب سینہ کوب ہے

پھر بھی اے جان سخن......!

جس طرح اہل سخن کی گفتگو

تنگ صدیوں کی مسافت اک پل میں کاٹتی ہے

تیری میری خواہشوں میں' اپنے دکھ سکھ بانٹتی ہے

اور جیسے

اجنبی سی کہکشاں سے ڈوبتے تارے کی ضو

روشنی رفتار سے چلتی ہوئی ہم تک پہنچتی ہے

اور جیسے کچھ پرندے

موسموں کے ساتھ اڑتے

اپنی اپنی منزلوں کے راستوں پر

مستقل پرواز کرتے ہیں

کبھی کی منتظر' اور مضطرب شاخوں کی

ٹہنیوں پر اترتے ہیں

ہمارے خواب بھی (ان کی طرح)

اک دن ہمارے "ہست" کی شاخوں پر اتریں گے

دھنک کے رنگ ان بھیگی ہوئی آنکھوں پہ اتریں گے

نا کچھ کہے...... نا کچھ بولے......

وہ بہت دیر تک بخ کے شانے پر سر رکھ کر روتی رہی تھی۔ آنسو نہ رک رہے تھے نہ تھم رہے تھے۔ جیسے اس کا اندر اتھاہ سمندر ہو گیا تھا۔

بخ نے اس سے کچھ دریافت نہیں کیا تھا' کچھ نہیں پوچھا تھا۔ اتنا اندازہ تو اسے ہو گیا تھا کہ اب کے "چوٹ" کچھ گہری لگی ہے' اور "درد" بھی گہرا ہے' تبھی تو طالیہ جبران کے آنسو نہ رکنے والے نالے بن گئے ہیں۔

بہت دیر بعد جب اس کے دل کا غبار چھٹ گیا تھا تو وہ خود ہی اس سے الگ ہو گئی تھی۔ بخ نے اس کے بھیگے چہرے کو دیکھا تھا پھر جیب سے رومال نکال کر ہاتھ آگے بڑھا دیا تھا۔ طالیہ جبران نے جھکے ہوئے سر سے تھام لیا تھا پھر بخ فریج میں سے پانی کی بوتل نکال لایا تھا۔ نمکل سے گلاس اٹھایا تھا' اور پانی بھر کر گلاس اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔

طالیہ نے چپ چاپ پانی کے چند گھونٹ لئے تھے' اور گلاس واپس اسے تھما دیا تھا۔ بخ اسے بغور دیکھتے ہوئے پھر دوستانہ انداز میں مسکرا دیا تھا۔

"کوئی نیا پرابلم؟" وہ اس کے سامنے مضبوط ستون کی طرح تنا کھڑا تھا۔ کچھ نہیں تھا اس کا...... مگر اس کے باوجود اس کے درد اپنے پوروں سے چھنا جانتا تھا۔

کوئی تعلق نہیں تھا ان کے مابین...... مگر وہ اس کے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں جھانک سکتا تھا۔

جان پہچان کو زمانے بھی نہیں گزرے تھے......

مگر وہ اس کا واقف حال تھا۔ درون جان' اور بیرون جاں ہونے والے تمام واقعات پر نگاہ تھی اس کی......

تمام ہونے والے حادثات کی مکمل خبر تھی اسے......

کب...... کہاں...... کیا سوچتی ہے وہ...... وہ یہ بھی جانتا تھا۔

کیا...... کون سی بات اسے اچھی لگتی ہے' اسے یہ بھی معلوم تھا......' اور کیا تھا وہ اس کا......؟؟

صرف ایک چند روزہ رشتہ......!

صرف ایک دوست......!

جب اتنے قلیل دنوں کی رفاقت میں وہ اسے سمجھ سکتا تھا تو وہ کیوں نہیں جس کیلئے اس کا دل دھڑکتا تھا؟

وہ کیوں نہیں جس کیلئے وہ سات سمندر پار کر کے یہاں تک آئی تھی۔

وہ کیوں نہیں جانتا تھا کہ اس کے دل میں کیا ہے......؟ وہ کیا چاہتی ہے......؟

بھیگی آنکھوں سے وہ بخ کو بغور دیکھ رہی تھی' جب بخ نے مسکراتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا' اور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا تھا۔

"کیا ہوا طالیہ؟ کیا مجھے نہیں بتاؤ گی؟"

وہ اتنے ہمدرد لہجے میں گویا ہوا تھا کہ طالیہ کا ضبط پھر جواب دے گیا تھا۔ چہرے پر ہاتھ رکھ کر وہ دھواں دھار رونے لگی تھی۔ بخ چند لمحوں تک خاموشی سے اسے اسی طرح بیٹھے روتا دیکھتا رہا پھر اپنے مضبوط ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ اس کے چہرے پر سے ہٹا دیئے تھے' اور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"طالیہ......! اگر تم مجھے نہیں بتانا چاہتی ہو تو میں تم سے ہرگز نہیں پوچھوں گا' مگر پلیز......! تم اس طرح روؤ مت۔ تمہارے سامنے اس طرح بے بس بن کر بیٹھے رہنا میرے لئے ممکن نہیں۔ میں دیوار نہیں ہوں کہ تمہارے آنسوؤں کو چپ چاپ بہتے دیکھتا رہوں یا تمہاری ان ہچکیوں اور سسکیوں کا مجھ پر کوئی اثر نہ ہو۔ اگر تمہیں پھر بھی اسی طرح رونا ہو تو اس شخص کے سامنے بیٹھ کر رو لو......" وہ اٹھا تھا' اور سامنے کچن میں جا کر اس کیلئے کافی بنانے لگا تھا۔

طالیہ اسی طرح بیٹھی رہی تھی' اور وہ کافی بناتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"وہ' اور ہوں گے جنہیں کمزور' پسپا' اور شکست خوردہ' سر جھکائے بیٹھی لڑکیاں بھاتی ہوں گی۔ میں کم از کم ان بزدل مردوں میں سے نہیں ہوں۔ جو لڑکی مرد کی نگاہ میں نگاہ ڈال کر اعتماد سے بات نہ کر سکے' میرے خیال میں وہ لڑکی نہیں' صرف چھوئی موئی کا ایک پھول ہے' جسے اس بھاگتی دوڑتی دنیا میں رہنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ اس کی اصل جگہ صرف ایک باغ ہے یا جنگل...... جہاں وہ رنگوں میں کھل سکے...... تتلیوں سے کھیل سکے' اور بس......"

وہ اس کی طرف سے رخ موڑے بول رہا تھا' اور طالیہ اس کی پشت کو بغور دیکھ رہی تھی۔

"لڑکیوں کو ایسا نہیں ہونا چاہیے۔" کافی کے مگ لئے وہ اس کی طرف پلٹا تھا۔ "چھوئی موئی کے پھول کے جیسی تو بالکل بھی نہیں۔"

مسکراتے ہوئے کافی کا کپ اس کی جانب بڑھایا تھا جسے طالیہ نے تھام لیا تھا۔

"لڑکیوں کو بہت اسٹرانگ ہونا چاہیے طالیہ......! اتنی مضبوط کہ کوئی طوفان بھی انہیں ہلا نہ سکے۔ جو مرد لڑکیوں کو چھوئی موئی سا دیکھنا چاہتے ہیں' وہ جانتے ہیں' چھوئی موئی کے پھول طوفان کی پہلی ہی آہٹ پر اپنی شاخوں سے جھک کر ٹوٹتے ہیں' گرتے ہیں' اور بکھر جاتے ہیں۔ وہ طوفانوں کا مقابلہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے اسی لئے طوفان بار بار ان کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ان جنگلی پھولوں سے سبق لو طالیہ......! زندگی ایسے نہیں گزرتی ہے۔"

وہ اسے بہت نرمی سے سمجھا رہا تھا' جب طالیہ نے لب کشائی کی تھی۔

"تم نے کبھی محبت کی ہے؟" سوال حیران کن تھا۔

"کیا......؟" وہ بری طرح چونکا تھا' اور مسکرا دیا تھا۔ "یہ کیا سوال ہوا؟"

"میں نے پوچھا ہے' تم نے کبھی محبت کی ہے یخ؟"

طالیہ نے اپنا سوال پھر دہرایا تھا۔ یخ نے چند لمحوں تک چپ سادھے رکھی تھی' اور پھر اس کی سمت تکتے ہوئے سر بہت آہستگی سے اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"ہوں......" اگرچہ آنکھوں میں کسی قدر چمک تھی' مگر انداز عجب مجرمانہ سا تھا۔

"کس سے؟"

طالیہ کو اس جواب سے کسی قدر حیرت نے آن گھیرا تھا۔ غالباً وہ یخ کی جانب سے ایسے کسی جواب کی امید نہیں رکھ رہی تھی' اسی لیے وہ حیران ہوئی' اور فطری تجسس نے بروقت سر ابھارا تھا۔ وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

یخ نے اس سوال کے جواب میں چند لمحوں تک خاموشی سے اسے دیکھا تھا' مگر اس عرصے میں اس کی سرمئی آنکھوں کی چمک کچھ' اور سوا ہو گئی تھی۔ جیسے اس لمحے نے آنکھوں میں بہت سے جگنو ایک ساتھ بھر دیے تھے۔ ایک بھرپور حصار میں لینے والے احساس کے زیرِ اثر وہ مسکرا دیا تھا۔

"تم سے......"

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا تھا' اور طالیہ کے ہاتھ میں موجود کافی کا مگ چھلک گیا تھا۔ بے حد حیرت سے وہ اس کی سمت تکنے لگی تھی۔

●❀●

طالیہ جبران کو اپنی سماعتوں پر یقین نہیں ہوا تھا۔ پتا نہیں جو اس نے سنا تھا' وہ درست بھی تھا کہ نہیں۔ اسی بات کی وضاحت کرنے کو وہ اس کی سمت سوالیہ نظروں سے تکنے لگی تھی۔

"وہاٹ یو سیڈ؟" گمان مجھ کر جھٹلانا چاہا تھا۔ نظروں میں بے یقینی واضح تھی۔ یخ مسکرا دیا تھا۔

"کیوں؟ مجھے تم سے پیار نہیں ہو سکتا؟"

اگر وہ زچ کر رہا تھا تو اسے یقیناً اس وقت بہت لطف آ رہا تھا۔ اس لمحے اس کی گہری آنکھوں میں واضح چمک تھی۔ ایک ایسی روشنی پھوٹ رہی تھی' جو اسے اپنی گرفت میں لے رہی تھی۔ طالیہ اپنے چہرے کا رخ پھیر گئی تھی۔

"What the hell are you talking? You known, I am married!" اس کی طرف سے نظریں مکمل پھیرے' وہ خفا سے لہجے میں بولی تھی۔

یخ نے اس تسلسل کو توڑنا جانے کیوں مناسب خیال نہیں کیا تھا۔ بہت آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ طالیہ جبران جو اس وقت پہلے ہی مشکل میں گھری تھی' ایک نگاہ اسے دیکھ کر زچ ہو کر نظر دوبارہ پھیر گئی تھی۔

"تم کیا چاہتے ہو یخ؟ ٹیل می وہاٹ؟ میں یہاں تمہارے پاس آنا چھوڑ دوں؟" انداز میں شکوہ تھا۔

"تم یہاں نہیں آؤ گی تو کیا محبت ختم ہو جائے گی؟" یخ نے بغور اس کے چہرے کو تکتے ہوئے بے جھجکی سے کہا تھا۔

طالیہ جبران جیسے اس لمحے لاجواب دکھائی دی تھی' اور کسی حد تک بے بس بھی......' اور یخ اس کی حالت سے قطع نظر' بے پروا مدھم لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"کیا کروں طالیہ' ٹیل می؟ وہاٹ کین آئی ڈو؟ محبت ہی تھی نا' ہو گئی...... بتاؤ اب کیا کروں؟ تمہاری طرف دیکھنا چھوڑ دوں؟ یا تمہیں سوچنا؟ تمہارے نہ ہونے کے باوجود بھی تمہارا

ایک احساس جو میرے اردگرد بھاگتا دوڑتا رہتا ہے' اس کا کیا کروں؟ ہاں؟ یہاں وہاں..... اندر باہر...... ہر طرف...... تمہیں جانتی ہو تم۔" سر بہت آہستگی سے نفی میں ہلایا تھا' اور سرگوشی کے انداز میں بولا تھا۔ "تمہیں جانتی ہو تم..... کئی خواب چھوڑ جاتی ہو تم' میرے آس پاس خواب نہیں کئی دل دھڑکتے ہیں۔ یہاں وہاں' اور ہر دل سے ایک ہی آواز آتی ہے۔"

اس کا لہجہ کتنے اسرار پھیلا گیا تھا' مگر طالیہ جبران کے لیے جیسے اسے مزید سننا اب دشوار ترین ہو گیا تھا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے اپنے قریب پڑا کشن اٹھایا' اور اسے دے مارا تھا۔ وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔ طالیہ اسے مکمل خفگی سے دیکھ رہی تھی۔

"کتنی بری ہو تم طالیہ جبران۔" یحییٰ نے اپنا جملہ مکمل کیا' اور پھر ہنس دیا تھا۔

طالیہ اسے اسی طرح بے وقوفی سے دیکھ رہی تھی۔ غالباً وہ مذاق کر رہا تھا۔ اسے تنگ کر رہا تھا' اور اس کے ہونق انداز نے اسے بہت لطف دیا تھا۔ وہ خفا سی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"طالیہ۔" وہ مسکراتے ہوئے اس کے پیچھے اٹھا تھا۔ طالیہ نے پلٹ کر نہیں دیکھا' اور قدم بڑھاتی رہی۔ وہ متواتر پکارتا ہوا اس کے پیچھے تھا۔

"طالیہ۔" یحییٰ نے پہلے اس کا ہاتھ تھاما تھا' اور پھر اسے شانوں سے تھام لیا تھا۔ طالیہ اس کی طرف سے چہرے کا رخ پھیر گئی تھی۔ انداز بتا رہا تھا وہ اس سے بات نہیں کرنا چاہتی۔ وہ اس کے چہرے کو بغور تکتا ہوا مسکرا دیا تھا۔ "تم اس طرح بھی بری نہیں لگتی ہو' مگر مجھے مسکراتی بات کرتی طالیہ زیادہ اچھی لگتی ہے۔ وہ طالیہ جو مجھ پر بہت اعتبار کرتی ہے' جو مجھے اس دنیا میں سب سے زیادہ تنگ کرتی ہے۔ اپنے ہر چھوٹے بڑے مسئلے کو لے کر میرے ناک میں دم کر دیتی ہے۔ وہ طالیہ......"

یحییٰ کا لہجہ' اور انداز ایسا تھا کہ وہ مسکرائے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"یحییٰ ڈونٹ ٹرائے ٹو بی اوور اسمارٹ ہاں۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے وارننگ دی تھی۔

یحییٰ سر ہلاتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"ہاں میں جانتا ہوں۔ تم خواتین کو اپنی ذہانت کے آگے کسی کی دال گلتی اچھی نہیں لگتی۔" اس نے بات کو مذاق میں اڑانا چاہا تھا۔ وہ اس کے موڈ کو بحال کرنے کا خواہاں تھا۔ طالیہ نے مسکراتے ہوئے اسے گھورا تھا۔

"شٹ اپ یحییٰ! میں جانتی ہوں تم مجھ سے زیادہ دماغ بھی رکھتے ہو' اور عقل بھی تبھی تو اپنے ہر مسئلے کا حل لینے تمہارے پاس آتی ہوں۔"

"ہاں' مگر میں پھر بھی تم جیسا لائق نہیں ہوں۔" وہ سر جھکائے کھڑا شکوہ کرتا اس لمحے بہت معصوم لگا تھا۔ بہت بے ضرر......

"یوں تم لکی کیوں نہیں ہو؟" طالیہ نے جواباً دوستانہ انداز میں دریافت کیا تھا۔ یحییٰ [illegible] چند لمحوں تک اسی خاموشی سے دیکھا' اور پھر مسکرا دیا تھا۔

"تمہیں مجھ جیسا دوست مل گیا' مگر دیکھو نا مجھے تم جیسی لڑکی نہیں ملی۔"

طالیہ نے اس کی آنکھوں میں جھانکتی شرارت کو دیکھتے ہوئے اسے ہاتھ کا مکا بنا کر کھینچ [illegible] اتا چلا گیا تھا۔

●●●
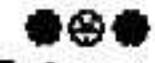
[illegible] بیگ جانے کیوں خود پر قابو ہی نہ رکھ سکی تھی۔ اماں کی گود میں سر رکھا تھا تو آنکھوں [illegible] ڈھلکتے چلے گئے تھے۔

"ارے' یہ کیا پاگل پن ہے۔" اماں نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے محبت بھرے [illegible] تھا۔ عمران ماموں نے کافی کے سپ لیتے ہوئے ٹی وی سکرین سے نگاہ ہٹا کر [illegible] ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"آپ کو نہیں پتا آپا' ملیحی سسرال جانے کی پریکٹس کر رہی ہے۔"

"[illegible]یکٹس نہیں ماموں' غالباً جو تاخیر اماں کی وجہ سے ہوئی ملیحی اس کے متعلق سوچ کر رو [illegible] نے برابر کا ساتھ دیا تھا' اور دونوں ہنس دیے تھے۔ اماں بھی مسکرا دی تھیں۔ [illegible] انہیں گھورے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"اماں' دیکھیں انہیں۔" اس نے ہاتھ کی پشت سے آنکھوں کو رگڑا تھا۔

"دیکھیں کیا..... سچ کہو' کیا ملال نہیں کہ انگیجمنٹ پوسٹ پون ہو گئی۔ اگر وقت پر سب ہوا [illegible] اب تک تو رخصتی بھی ہو گئی ہوتی' ہے نا ماموں؟" ماہم شرارت سے باز نہیں آئی تھی۔ فیمانہ [illegible] اسے فطری بڑے پن سے دیکھتے ہوئے ڈپٹا تھا۔

"[illegible] اسٹوپڈ ماہم' ورنہ بہت پٹو گی میرے ہاتھوں۔" غصے سے زیادہ اس کے چہرے [illegible] تھی۔ عمران ماموں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"بھئی میں تو کچھ نہیں کہوں گا۔ ورنہ یہ میرے جوک نہ کبھی خود سنے گی نہ اس چغد قسم [illegible] دانیال کو سننے دے گی۔" شرارت انداز میں نمایاں تھی۔ ملیحی نے مسکراتے ہوئے چہرہ پھیر لیا' [illegible] انداز میں اماں کی طرف دیکھا تھا۔

"دیکھیں نا اماں' یہ دانیال کو کتنا برا بھلا کہہ رہے ہیں۔"

"اوہ' دانیال کو کتنا برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ پہلے اپنے اس دانیال صاحب کو حس مزاح تو [illegible] دو۔ اتنا بدذوق واقع ہوا ہے وہ' لگتا ہے حس لطافت سرے سے ہے ہی نہیں۔ ٹرسٹ می میں [illegible] دنیا دیکھ لی' مگر ساری دنیا میں اس سے بڑا چغد نہیں دیکھا۔"

[illegible] کے لیے ساس لفظ کچھ زیادہ بھاری نہیں؟ اماں آپ کو نہیں لگتا ایک اتنی گورجیس ایجڈ پریٹی [illegible] دل نائس سی خاتون کے لیے یہ ٹائٹل کچھ قبل از وقت' اور فل بٹ آ کورڈ ہے؟ آئی [illegible] ماموں آپ کو بھی ضرور اعتراض ہوگا۔" ماہم بولی تھی' اور اماں' اور ماموں ہنس دیے تھے۔

"لیکن' میری تو خیر ہے' مگر آپا پر واقعی یہ ٹائٹل سوٹ نہیں کرتا۔ آج ساس ایک دو' اور [illegible] آئی تھنک یو شڈ لُک ٹو اِٹ آپا۔" عمران بولا تھا' اور اماں ہنس دی تھیں۔

"عمران اٹس تو مچ ہاں اب میری بیٹی کو مزید تنگ مت کرو۔ بہت ہو گیا' اور اب تم بھی [illegible] لو اس برس تھرٹی فائیو کے ہو جاؤ گے۔ ابھی تک شادی کرنا تو دور کی بات' تم [illegible] شادی کے متعلق کچھ سوچا تک نہیں۔ ایک آئیڈیل ساس بننے کے لیے تو یہ بالکل مناسب [illegible] مگر تم نے بھی ارادہ رکھا تو پھوپھو بننے کے لیے میں خاصی لیٹ ہو جاؤں گی۔ پھر [illegible] بچے دیکھ کر کہیں گے۔ ہائے ہماری اتنی بڑی سی پھوپھو؟ پاپا یہ تو بالکل دادی لگتی ہیں۔" [illegible] تھیں' اور یہاں عمران تحمل ہوا تھا' وہیں دونوں ہنس کھلکھلا کر ہنس دی تھیں۔ اماں نے [illegible] کان پکڑا تھا۔

[illegible] بتاؤ' کب سوچ رہے ہو شادی کے متعلق؟ ابا تک بھی کہتے ہیں کہ میں نے تمہیں [illegible] رکھی ہے۔" عمران مسکرا دیا تھا۔

"کان چھوڑیں تو سوچتا ہوں آپا' ایکچوئلی میں پچھلے ڈیڑھ برس سے سوچ پر خوامخواہ [illegible] ضائع کرتا رہا۔ آئی Concede اٹ' اور اب مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔" وہ [illegible] سے بولا تھا' اور فینی' اور ماہم نے انتہائی چونک کر دیکھا تھا۔

"سوچ پر؟ ماموں لیکن آپ تو کہتے ہیں سوچ کوئی بلی ہے۔" ماہم بولی تھی۔ غالباً اسے [illegible] تھا۔

"ہاں' میں اب بھی یہی کہتا ہوں۔ شی از اے ویری پریٹی کیٹ۔ تم لوگوں کو شک کیوں [illegible] تھا۔" وہ مسکراتے ہوئے چونکا تھا۔ "یقیناً نام سے نا! تم لوگ ہی نہیں میری اکثر گرل آئی [illegible] دھوکہ کھا جایا کرتی تھیں۔ دراصل اس کا نام ہے ہی اتنا خوبصورت...... سوچ! ساؤنڈز [illegible] نا۔" عمران کی آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی۔ فیمانہ ہنس پڑی تھی۔

"کم آن ماموں' آپ ایک بلی سے شادی کے متعلق کیسے سوچ سکتے ہیں۔ ہم مشرقی بچے [illegible] کی خالہ کے طور پر تو قبول کر سکتے ہیں' مگر اپنی مامی کے طور پر..... ماموں' آپ کو نہیں لگتا [illegible] لیے نہیں' کسی اور لوگوں کے لیے بھی ہضم کرنا مشکل ہوگا۔" حساب برابر کرنے کا وقت [illegible] تھا' وہ کیسے چھوڑ دیتی۔ ماموں نے اس کے گرد بازو حمائل کر دیا تھا۔

"اوہ میرا سویٹ بچہ' کتنا کنسرن ہے نا اپنے ماموں کے بارے میں۔" انہوں نے

عمران ماموں کا انداز ایسا تھا کہ اماں بھی ہنستی چلی گئی تھیں۔ مسکرائی تو وہ خود بھی تھی' لب فوراً ہی بھینچ لیے تھے۔ تبھی ماہم مسکراتی ہوئی بولی تھی۔

"ماموں پلیز' آپ نے جتنا برا بھلا کہنا ہے مجھے کہہ لیں' مگر دانیال صاحب کو کچھ نہ کہیں۔ آئندہ آپ کے جوک پر اگر اسے ہنسی نہیں آئے گی تو میں ہنس دوں گی ان کی طرف سے..... بٹ پلیز' ڈونٹ کال ہم چغد' اور سم تھنگ لائک دیٹ۔" ماہم نے مسکراتے ہوئے دیکھا۔

"ٹھیک ہے نا فینی' اور یوں بھی ماموں' چغد غالباً اسے کہتے ہیں جو Sophisticated نہ ہو.....' اور ہمارے دانیال صاحب خاصے پہلے بھی ہیں Sophisticated بھی۔" ماہم شرارت سے بولی تھی۔

"ہاں بس Solvent نہیں ہیں موصوف۔" ماموں مسکرا دیے تھے۔ دونوں طرف سے جملے باقاعدگی سے جاری تھے۔ ماہم مسکرائی تھی۔

"سم وہاٹ بورنگ! تو کیا ہوا' بدلنا اتنا مشکل تو نہیں فیمانہ کین چینج' ہے نا فیمانہ؟ اماں فیمانہ اتنی اچھی ہے کہ یہ کسی کو بھی اپنے رنگ میں رنگ سکتی ہے۔"

"مگر مجھے تو ڈر یہ ہے کہ کہیں دانیال صاحب فینی کو اپنے رنگ میں نہ رنگ [illegible]" ماموں نے کافی کے سپ لیتے ہوئے ایک بھرپور وار کیا تھا۔

"ہاں مجھے تو ابھی سے ایسا کچھ کچھ لگ بھی رہا ہے۔" ماہم نے اپنی آنکھوں کو گھماتے ہوئے کہا تھا۔ ماموں' اور وہ بے ساختہ ہنسے تھے۔

فیمانہ بجائے خفگی کے مسکرا دی تھی پھر اماں کی طرف دیکھا تھا' جو ماموں بھانجی کی شرارت پر مسکرا رہی تھیں۔ فیمانہ نے اماں کو اپنا ہم خیال کرنا چاہا تھا۔

"اماں! دیکھ رہی ہیں آپ۔ انہوں نے ابھی سے میرے خلاف محاذ آرائیاں شروع کر دی ہیں۔" عمران ماموں نے مسکراتے ہوئے کسی قدر حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"ابھی سے کیا مطلب؟ یار' ہم تمہارے خلاف باقاعدہ محاذ آرائی کا آغاز کر چکے ہیں۔"

"اور کیا' اور ہم تو اماں' اور نانا کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" ماہم نے اماں کے پیچھے رک کر ان کے گلے میں اپنے بازو حمائل کیے تھے۔

"وہ کیوں؟" فیمانہ بیگ ان کی شرارتوں سے محظوظ ہوتے ہوئے بولی تھی۔ غالباً کئی دنوں کے بوجھل ماحول میں یہ خوشگوار ماحول غنیمت لگا تھا۔ اچھا لگ رہا تھا یہ سب کچھ......

"یار' ذرا میری اماں کو دیکھو' شی از او نلی فورٹی ایٹ' اینڈ شی از اسٹل ٹو مچ پریٹی اینڈ [illegible] سوینگ' اور تم انہیں اس عمر میں ساس بنانے چلی ہو..... ساس..... ؟ اتنی نازک سی' پیاری [illegible]

لگاوٹ سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"پھر بھی ماموں! آپ کے دماغ میں کسی لڑکی کے بجائے سوچ کا نام ہی کیوں آیا۔ آئی مین کوئی...... لڑکی...... کیوں...... نہیں؟ کہیں...... آپ......؟" ماہم نے مصنوعی مسکراتے ہوئے تشویش سے اپنے ہینڈسم ماموں کو دیکھا تھا۔ وہ گھورتے ہوئے مسکرا دیا تھا

"شٹ اَپ ماہم بیٹا! کبھی دماغ سے درست کام بھی لے لیتے ہیں۔ دراصل میں جب سے سوچ کو دیکھا تو مجھے لگا بلیاں عورتوں سے زیادہ وفادار ہوسکتی ہیں۔ ایک بار مجھے نے اتنا ستایا! اتنا ستایا کہ میں اسے تھیلے میں بند کر کے دور جنگل میں چھوڑ آیا، مگر جب واپس گھر آیا تو وہ میرے استقبال کو موجود تھی، اور تب میں نے کنفیڈ کیا کہ عورتوں، اور بلیوں کوئی فرق نہیں۔"

عمران بہت افسوس ناک انداز میں بولا تھا، اور دونوں ہنستی چلی گئی تھیں۔

●◎●
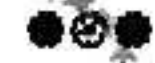
"دانیال! اچھی خبر ہے۔ تمہارے ساس واپس آ چکی ہیں، اور آج ہم ان کے یہاں جا رہے ہیں۔ انگیجمنٹ کی ڈیٹ فکس کرنے۔" امی نے اطلاع دی تھی۔ دانیال مسکرا دیا تھا۔

"واقعی یہ ایک اچھی خبر ہے، مگر اس سے بھی اچھی خبر یہ بھی ہوسکتی تھی اگر بات ڈیٹ فکس کرنے کی ہوتی۔" وہ شرارت سے بولا تھا۔ سب بھاوجیں، اور بھتیجے بھتیجیاں مسکرا رہے تھے۔

"ہائے چاچو! اتنی بے صبری۔" ایشاع نے ہنس کر کہا تھا۔

دیکھے تو ہیں ہم نے ہزاروں

تم سا نہیں دیکھا

تم سا نہیں دیکھا!!

روا، اور دعا نے گانے میں دیر نہیں کی تھی۔

"یار! کیا بے سرے راگ الاپ رہی ہو۔ خوشی کی گھڑی ہے، کوئی شگن کا گیت گاؤ۔" ایشاع نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ تمام لڑکیاں ہنس دیں۔

"یار! تم جانتی ہو شادی کے گیت ہمیں نہیں آتے، اور منگنی کے لیے کون سے گیت ہیں۔ ہم جانتے نہیں چاچو! آپ بتائیں! ہمیں اس وقت کیا گانا چاہیے؟" روا نے شرارت سے مسکراتے ہوئے دانیال کی طرف دیکھا تھا۔

"جو مرضی گا لو یار! مجھے کیا پتہ ان باتوں کے بارے میں۔" دانیال نے صاف ٹال دینا چاہا تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ خوش دکھائی دے رہا تھا۔

"چاچو! کمال کرتے ہیں آپ بھی! اگر لطافت نے فرمائش کر دی تو کیا گا کر سنائیں گے؟" دانیال نے پکارا تھا۔ سب بے اختیار ہنسے تھے۔

اگر تم مل جاؤ زمانہ چھوڑ دیں گے ہم

تمہیں پا کر زمانے بھر کی رسمیں توڑ دیں گے ہم

تمام لڑکیوں نے مل کر گانا شروع کر دیا تھا۔ دانیال مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

سوا تیرے کوئی دلکش نظارہ ہم نہ دیکھیں گے

جو نہ تم کو پسند اس کو دوبارہ ہم نہ دیکھیں گے

تیری صورت نہ ہو جس میں

وہ شیشہ توڑ دیں گے ہم

اگر تم مل جاؤ

سر سے سر مل کر کمال کا سماں باندھ رہے تھے۔

"یہ کون، کس کے مل جانے کی اتنی خوشی منا رہا ہے؟" احمر، اعتبار وہاں آ گئے تھے۔ دونوں بے خبر نہیں رہے تھے۔ اعتبار کو تو اچھی خاصی تشویش تھی۔

"لو منہ میٹھا کرو۔" بڑی چاچی پلیٹ میں گلاب جامن نکال لائی تھیں۔

"مگر یہ سب ہے کس خوشی میں؟" اعتبار نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے ان سب کو دیکھا تھا۔

"دانیال کی انگیجمنٹ کی ڈیٹ فکس ہونے جا رہی ہے۔" روا نے اطلاع دی تھی۔

اعتبار کا ہاتھ وہیں رک گیا تھا۔ بہت آہستگی سے اس نے ہاتھ پیچھے کھینچا تھا، اور بڑی دانیال کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

بہت بھوک لگ رہی ہے چاچی! کھانا تیار ہے؟" لبوں پر مجلسی تبسم کام کر گیا تھا۔

"ہاں! کھانا تیار ہے، مگر تو منہ تو میٹھا کر لے۔" چاچی مسکرائی تھیں۔

"بعد میں چاچی! میں فریش ہو کر آتا ہوں پلیز! جلدی سے کھانا لگوائیے۔" وہ سرعت سے پلٹا تھا۔

احمر نے اسے بغور دیکھا تھا۔ پیچھے سے پکار بھی لیا تھا۔ "اعتبار"

وہ رک گیا، مگر پلٹ کر نہیں دیکھا تھا، شاید وہ فرار کے لمحوں کی تلاش میں تھا۔

"مبارک باد نہیں دو گے دانیال چاچو کو؟" احمر نے مسکراتے ہوئے اسے یاد دلایا تھا۔

وہ پلٹا، اور مسکرا دیا۔ پھر دانیال کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"میں نے سوچا کل اکٹھی دے دوں گا۔ کنگریٹ! جسٹ کنگریٹ۔" سرخی میں ہلا کر جیسے وہ

اپنے آپ کو جھٹلاتے ہوئے مسکراتے ہوئے آگے بڑھا تھا' اور دانیال کے سامنے جا رکا تھا۔

"Congratulations چاچو!' مگر بات صرف ان گلاب جامن سے نہیں بنے والی۔ ان فیکٹ آپ کو ہم سب کو کچھ خاص ٹریٹ دینا ہو گی۔ کچھ مستی کچھ ضرور ایک ساتھ شرارت سے کسی قدر رازداری سے بولا تھا' اور دانیال نے مسکراتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"شہزادہ وہ سب بھی ہو گا' مگر فی الحال نہیں..... تم فریش ہو کر آ جاؤ۔ بھوک مجھے بھی لگ رہی ہے۔ دونوں ساتھ مل کر کھاتے ہیں۔"

دانیال ہمیشہ دوستانہ انداز میں بات کرنے کا عادی رہا تھا' مگر اعتبار اس کے باوجود فطری حد کراس نہیں کر سکا تھا' جو اس رشتے کا خاص جز تھی' اور شاید یہی بہتر بھی تھا۔

اعتبار مسکراتا ہوا پلٹا' اور اندر کی جانب بڑھنے لگا' مگر نہ جانے کیوں قدموں میں واضح تھکن تھی۔ احمر نے اسے بغور دیکھا تھا' اور اس کے پیچھے اٹھا تھا۔

"تمہیں اس سے واقعی محبت ہے؟"

وہ ہاتھ لے کر نکلا تھا' جب احمر اس کے بیڈ پر بیٹھا سامنے کی دیوار پر بال کھیلتا نظر آیا تھا۔ اعتبار نے چونکتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ ایک لمحے کی گرفت سے وہ نکل نہیں پایا تھا۔ سا رہ گیا تھا' مگر اس سے اگلے لمحے وہ سنبھل کر مسکرا دیا تھا۔

"ایکسکیوزمی' وہاٹ یو سیڈ؟"

احمر اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔ "تمہیں اس سے محبت ہے ناں؟"

سوال بدستور وہی تھا۔ بھاگنے کا کوئی راستہ سامنے دکھائی نہ دیا تھا' اور اعتبار پیرزادہ نے دیا تھا گویا اسے جھٹلانے کو یہ انداز خوب تھا' مگر احمر بال کھیلتا ہوا محظوظ ہو کر مسکرا دیا تھا۔ "تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کیا پوچھ رہا ہوں۔"

احمر کا لہجہ پریقین تھا' جس میں شک کی گنجائش بالکل نہیں تھی۔ اعتبار پیرزادہ لبوں پر خفیف سی مسکراہٹ لیے نرمی میں ہلا گیا تھا' اور تاول اس پر اچھال دیا تھا۔

"نہیں! میں واقعی نہیں جانتا کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ تمہیں پتا ہو تو بتا دو مجھے۔"

بھاگ نکلنے کا انداز خوب تھا۔ پہلا حربہ کامیاب ہو چکا تھا۔ شاید تبھی کسی قدر اطمینان اس کے چہرے پر دکھائی دیا تھا۔ وہ چلتا ہوا شیشے کے سامنے جا رکا تھا۔

بنا تیرے کوئی دلکش نظارہ ہم نہ دیکھیں گے!

جو نہ ہو تم کو پسند اس کو دوبارہ ہم نہ دیکھیں گے

نیچے ابھی تک دانیال پیرزادہ کی کلاس ہو رہی تھی۔ شاید لڑکیوں کی آواز پہلے سے زیادہ اونچی بھی اعتبار پیرزادہ کے کمرے تک آ رہی تھی۔

تیری صورت نہ ہو جس میں

وہ شیشہ توڑ دیں گے ہم

اگر تم مل جاؤ

زمانہ چھوڑ دیں گے ہم

اگر تم مل جاؤ......

اعتبار پیرزادہ کے جیل اٹھاتے ہاتھ لمحہ بھر کو رکے تھے۔ نگاہ آئینے پر ساکت رہ گئی تھی۔ احمر اس لمحے اسے بھرپور جائزہ لیتی نظروں سے دیکھ رہا تھا' کھلکھلا کر ہنس دیا تھا۔ اعتبار پیرزادہ بھی سا ہو کر مسکرایا تھا' اور جیل ہاتھ میں لے کر بالوں کو سیٹ کرنے لگا تھا۔ احمر بھرپور شرارت میں گانے لگا تھا۔

اگر تم مل جاؤ

زمانہ چھوڑ دیں گے ہم

اگر تم مل جاؤ

احمر کی بڑی تھی۔ اعتبار نے پلٹ کر ڈریسنگ ٹیبل پر دھرا ہوا ہیئر برش اٹھایا' اور اسے دے مارا تھا۔ احمر کھلکھلا کر ہنستا چلا گیا تھا۔ اعتبار جھینپ کر مسکراتے ہوئے رخ پھیر کر دوبارہ بالوں کو اسپائیکی لک دینے لگا تھا۔

"کب ملے تھے اسے پہلی بار؟" احمر نے مسکراتے ہوئے سلسلہ وہیں سے جوڑا تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟ میں تو روز ہزاروں لوگوں سے ملتا ہوں۔" اعتبار نے صاف بچ نکلنے کی ناکام کوشش کی تھی۔

"میں ان ہزاروں لوگوں میں سے صرف ایک کی بات کر رہا ہوں' جس سے تو کہیں پہلی بار ملا ہو گا' اور پھر بار بار ملا ہو گا۔" احمر نے دوبارہ اسے گھیرا تھا۔

"ربش! ہوا میں تیر چلانا بند کرو۔ تم جانتے ہو' میری زندگی میں ایسا کوئی نہیں ہے۔" مسکراتے ہوئے سرنفی میں ہلایا تھا۔

"کوئی نہیں...... ہیں تو بہت سے...... مگر میں کسی ایک کوئین ون کی بات کر رہا ہوں۔"

احمر سب کچھ آج ہی جان لینے کا خواہاں تھا۔

اگر تم مل جاؤ......

اگر تم مل جاؤ......

نیچے سے لڑکیوں کی آتی ہوئی آواز کی سوئی جانے کیوں ایک ہی جگہ پر اٹک گئی تھی۔ اعتبار

پیرزادہ نے ASCADA کی بوتل کو اٹھا کر خود پر اسپرے کیا تھا' اور بہت آہستگی سے ... دوبارہ ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دی تھی۔ لب بھینچے سر جھکائے بظاہر رسٹ واچ پہنتا' وہ کسی گہری ... میں ڈوبا دکھائی دے رہا تھا۔

"یہ محبت کب ہوئی اعتبار؟" احمر نے بغور اسے دیکھا تھا۔

احمر کا سوال اتنا اچانک تھا کہ وہ چونک کر اس کی سمت تکنے لگا تھا۔ فوری طور پر اس کے پاس جیسے نہ کوئی بہانہ تھا نہ جواب...... وہ خاموشی سے چہرے کا رخ پھیر گیا تھا۔

"وہ تمہارے ساتھ لندن میں پڑھتی تھی؟" احمر نے اسے کریدا تھا۔

"تم آج کل مجھ پر ریسرچ کر رہے ہو؟ یا پھر ڈی ٹیکٹیو بن گئے ہو؟" اعتبار نے ... دیا۔ انداز مذاق میں ٹالنے والا تھا۔ احمر سر نفی میں ہلانے لگا تھا۔

"نہ ریسرچ کر رہا ہوں' نہ ڈی ٹیکٹیو! ہاں ایک دوست بننے کی کوشش ضرور کر رہا ہوں۔" ... مسکراتے ہوئے یقین دلانا چاہا تھا۔ اعتبار نے اسے آئینے میں دیکھا تھا۔

"اس طرح؟" انداز سوالیہ تھا۔ احمر نے مسکراتے ہوئے بلاتردد سر اثبات میں ... تھا۔

"کوئی تو ہوگا اعتبار جس کی شبیہ اگر اس شیشے میں نہ ہو تو تم اسے توڑنا مناسب خیال کرو گے؟" احمر نے اس کی نبض پکڑنا چاہی تھی۔ اعتبار مسکرا دیا تھا۔

"ہاں ہے..... تو پھر؟" انداز مذاق میں اڑانے والا تھا۔

"بات مذاق میں ٹالنے کی نہیں ہو رہی اعتبار! تمہاری دوست تھی وہ۔"

"ہاں۔" اعتبار نے پہلی بار سر ہلاتے ہوئے بہت آہستگی سے تسلیم کیا تھا۔ ایک ... احساس اس لمحے اس کی آنکھوں میں تھا' اور اس کے چہرے پر بھی.....

احمر اسے بغور دیکھتا ہوا مسکرا رہا تھا۔ "میں جانتا تھا۔" اسے اپنے اندازے ... ہونے پر حیرانی نہیں ہوئی تھی۔

اعتبار اس لمحے جیسے ان لمحوں کی گرفت میں تھا۔ NOSTALGIA تھا یہ شاید ... اپنے بیتے ہوئے لمحوں کے اندر تھا۔

"تو محبت ہو گئی تھی تمہیں اس سے؟" احمر نے پھر کریدا تھا۔ اعتبار نے مسکراتے ... بہت آہستگی سے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"نہیں! ہم بہت اچھے دوست تھے۔ لندن سکول آف کامرس میں کوئی بھی ہم ... تھا۔ ہم نے گریجویشن کے چار طویل سال اکٹھے گزارے۔ ان چار سالوں میں کئی لمحے ایسے ... جو ہم نے بہت انجوائے کرتے ہوئے ایک ساتھ گزارے۔ ایک دو تین نہیں لاتعداد لمحے۔"

... کا لہجہ ہی نہیں وہ خود بھی گمشدہ سا تھا۔

"So.... where tragedy happened?

Tell me what transpired...

تمہیں کب لگا کہ تم دوست نہیں رہ سکتے؟" احمر نے مدھم لہجے میں کہتے ہوئے اسے بغور ... تھا۔ اعتبار چونکتے ہوئے مسکرا دیا تھا' مگر یہ انداز بہت بجھا بجھا سا تھا۔

"دوستی ختم ہونے کی کئی وجوہات ہوتی ہیں احمر! کوئی ایک وجہ نہیں ہوتی۔"

"پھر بھی کوئی تو وجہ رہی ہوگی۔ تمہیں اس سے محبت ہو گئی تھی یا.....؟" احمر نے دریافت ... اعتبار محظوظ ہوتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"یا محبت ہونے سے دوستی ٹوٹ جاتی ہے؟" انداز سوالیہ تھا۔ احمر نے گویا ہم خیال ... ہوئے شانے اچکا دیے تھے۔

"ہیں! محبت کے آغاز سے دوستی نہیں ٹوٹتی۔" اعتبار مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

"ویسے ہم یہاں بات کس کی کر رہے تھے؟ آئی مین کر رہے ہیں؟ ہیں کون ذات تمہیں کچھ خبر ہے؟" بات کو مذاق میں اڑانے کا انداز خوب تھا' احمر مسکرا دیا۔

"وہی جس نے تمہیں اتنا ڈسٹرب کر دیا ہے' جو تمہارے حواسوں پر متواتر سوار ہے' اور ... ایک دو کے سامنے نہیں' پورے زمانے کے سامنے چور بنا رہی ہے۔" احمر نے جتایا تھا۔ وہ ... ہوا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔ آئی سویئر مجھے اس سے کبھی کوئی پرابلم نہ رہی ہے' نہ رہے گی۔" ... نے جانے کیا جتلانا چاہا تھا۔

"ہم بات پرابلم کی نہیں' محبت کی کر رہے تھے غالباً۔"

"ہاں...... Whatever جو بھی! مگر محبت نہیں۔" وہ جیکٹ پہنتے ہوئے سر نفی میں ... ہوئے بولا تھا۔

" Think... you are pretending... its called tautology... refresh your memory to go over facts again so they are clear in your mind.

تمہیں سوچ بچار کی ضرورت ہے اعتبار! ایک بڑی سوچ بچار کی۔"

"سوچ بچار کی ضرورت مجھے نہیں تمہیں زیادہ ہے۔" اعتبار مسکرایا تھا۔ "تم ایک فضول ... کو ... کر مسلسل اپنا وقت بھی ضائع کر رہے ہو' اور میرا بھی' جبکہ تم اتنا کچھ جان چکے ہو تو ... جاننے کی ضرورت بھی باقی ہے کہ تمہارے اردگرد دراصل ہو کیا رہا ہے۔ تم مجھے اس کے

متعلق سوچنے پر اکسا رہے ہو' جو میری ہے ہی نہیں' جو میری ہو بھی نہیں سکتی۔ اتنی صلا[illegible]
بہرحال تمہارے پاس ہے کہ میں ہر سچ کو پہچان سکوں۔ میں جانتا ہوں۔ اس لیے سو[illegible]
چاہتا۔ تم بھی ارادہ ترک کر دو' مزید کچھ جاننے کا۔ اصحاب پیرزادہ سے واقف ہو تم' جو ارادوں [illegible]
ہی نہیں' اپنے عمل میں بھی مضبوط ترین ہے۔ ٹھان لے تو قدم آگے بڑھا کر ہی رہتا ہے' [illegible]
لے تو وہی قدم پیچھے بھی ہٹا سکتا ہے۔ تم اسے جانتے ہو' بہت سرپھرا ہے وہ۔"
لبوں پر مسکراہٹ لیے وہ بولتے ہوئے پلٹا تھا' مگر دروازے کے بیچوں بیچ دانیال [illegible]
کھڑے دیکھ کر چونک گیا تھا۔
چاچو! آپ۔" اسے دھچکا لگا تھا' مگر خود کو نارمل ظاہر کرنا مقصود تھا' سو وہ مسکرائے بغیر [illegible]
رہا تھا۔ دانیال اس کی طرف دیکھتے ہوئے ملامت سے مسکرایا تھا۔
"ہاں' میں نے سوچا تمہیں اگر زیادہ دیر لگ رہی ہے تو خود جا کر تمہیں لے آؤں۔ تم [illegible]
طرح پریشان کیوں ہو گئے۔ کیا کچھ خاص سیکرٹ ڈسکس ہو رہے تھے؟" دانیال نے مسکرا[illegible]
ہوئے اسے دیکھا تھا۔
اصحاب مسکرا دیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اس وقت گہری الجھن دکھائی دی تھی۔
"نہیں چاچو! ایسا کچھ ڈسکس نہیں ہو رہا تھا ہمارے درمیان' آپ کی اہم ہوگی' آپ [illegible]
وجہ سے انتظار کرنا پڑا۔ چلئے پلیز۔"
دانیال نے قدم آگے بڑھائے تو اصحاب اور احمر نے ان کی تقلید کرنے میں دیر نہیں لگا[illegible]
تھی۔

◆◆◆

Like a candle with a flame
That never dies
Throughout the good and bad
You were there to pick me up
Oh, I need your smile
Whenever i fall
There you are

آہن بہت مگن سی ڈرائیو کر رہا تھا۔ آنکھوں میں اگرچہ کچھ اضطرابیت تھی' مگر وہ [illegible]
اسے کسی' اور پر منکشف کرنا نہیں چاہتا تھا۔ حتیٰ کہ اپنے ساتھ کی سیٹ پر بیٹھی غادیہ سے بھی نہیں۔
وہ لب سختی سے بھینچے ہوئے تھا۔

غادیہ نے اسے ایک نظر دیکھا تھا' مگر کچھ بولی نہیں تھی۔ غالباً وہ جانتی تھی اس وقت وہ
[illegible] بولنا نہیں چاہے گا۔ شاید کچھ لفظ اس کے اندر کی خاموشی میں گونج رہے تھے' اور وہ اس طرح
[illegible] درمیان ہٹا نہیں پا رہا تھا یا پھر صورتحال اس کے کچھ برعکس بھی تھی تو کچھ اتنی انڈر کنٹرول دکھائی
[illegible] دے رہی تھی۔" ساکت ماحول میں صرف مدھم ساز کی آہٹ تھی۔ SAM SALTER
[illegible] ان خاموشیوں سے کچھ وحشت سی ہو رہی تھی۔ اپنے طور پر وہ جیسے ایک ہی تکرار کرتے
[illegible] ان وحشتوں کو سمیٹنے کی کوشش کر رہا تھا یا پھر آہن فریدوں جانتا تھا کہ اسے لفظوں کی
ضرورت نہیں۔

I know that
My pain you feel in your heart
And when the life that live
Seems so hard
There you are

[illegible] آزی سگنل پر رکی تھی۔ نگاہ غادیہ پر گئی تھی۔ وہ اس کی طرف دیکھتی ہوئی بہت دھیمے سے
[illegible] جیسے کوئی کسی بچے کی طرف دیکھ کر مسکراتا ہے۔ ایک عجیب ہنسی تھی' اس مسکراہٹ
[illegible] آہن جواباً مسکرا دیا تھا' مگر بولا اب بھی کچھ نہ تھا۔

There you are!

ایک ضدی انداز میں متواتر تکرار کرتی SAM SALTER کی آواز کو غادیہ خان
[illegible] نے ہاتھ بڑھا کر کچھ کم کر دیا تھا۔
"تم کچھ ڈسٹرب ہو فریدوں؟" غادیہ جب بہت موڈ میں ہوتی تھی تو اسے آہن کی
[illegible] فریدوں ہی کہہ کر بلاتی تھی۔
آہن مسکرا دیا تھا۔ دینے کو کوئی معقول جواب نہ تھا' مگر کوئی جواب تو دینا ہی تھا۔
"شاید نہیں۔" اس نے سفید جھوٹ بولنے میں کوئی عار محسوس نہیں کی تھی۔
غادیہ ایسے مسکرائی تھی' جیسے کسی بچے کی چوری پکڑے جانے پر کوئی مسکراتا ہے۔
"میں بچہ جا چکا ہوں ناں؟" آہن نے اس ماحول کو کسی قدر خوشگوار کرنا چاہا تھا۔ غادیہ
[illegible] ہو کر مسکرا دی تھی۔
"آئی ڈونٹ تھنک سو کہ تم اتنے بڑے ہو گئے ہو۔" غادیہ نے بہت خوبصورتی سے جتایا
[illegible]
آہن فریدوں مسکرا دیا تھا۔ "یہ آپ دادی یا پھر اماں سے پوچھیے۔" انداز جتانے والا

تھا۔

"ہاں بڑے تو شاید واقعی ہو گئے ہو' اور کچھ کچھ چالاک بھی...... بہت سی باتیں
بھی گئے ہو' اور چھپانے بھی...... مگر قصور تمہارا نہیں' نئے عہد کے بچے اتنے ہی چالاک ہو
ہیں۔" غادیہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"ایسا کیا چھپایا میں نے جو بھی دیا ہوا ہے' آپ ہی کا تو ہے؟" اس نے جیسے یاد دلا
تھا۔

غادیہ نے اسے کسی قدر گھور کر دیکھا تھا۔ انداز میں خفگی نمایاں تھی۔ وہ ڈپٹے بغیر نہیں
سکی تھی۔

"تمہاری ہر بات کا رخ ایک ہی نقطے کی جانب کیوں مڑ جاتا ہے۔ کچھ ڈھنگ سے نہیں
سوچ سکتے؟"

آہن مسکرا دیا تھا۔ ساتھ ہی دھیان دوبارہ ونڈ سکرین کی طرف پھیر لیا تھا۔

"سوچ تو رہا ہوں...... ایشائے یا پھر دعا...... آپ کے خیال میں کون پرفیکٹ ہے؟"
انداز گفتگو کو معمول پر لانے والا تھا۔ اب کے غادیہ نے اس کی طرف دیکھا تھا' تو انداز
میں اس قدر خفگی نہیں تھی' مگر وہ مسکرا بھی نہیں رہی تھی۔

"سوچا کیا ہے تم نے؟" عجیب سوال تھا' مگر وہ بہت اعتماد و اطمینان سے مسکرایا تھا۔

"یہی کہ سر منڈواتے ہی آسمان سے اولے کیوں ٹپکتے ہیں...... خدا گنجے کو ہی آخر ناخن
کیوں نہیں دیتا...... ہمیشہ بھینس ہی عقل سے بڑی کیوں نکلتی ہے' پیمائش کیے جانے پر...... صبح کا
اخبار ہمیشہ ایک سی خبریں کیوں لاتا ہے...... میرا کو اتنی تگ و دو کے بعد آخر انڈیا میں کوئی بی یا پھر
اے کلاس فلم کیوں نہیں ملتی؟ جبکہ وہ مس انشوریہ سے مقابلے کا دعویٰ کرتی ہے...... خدا جب بھی
دیتا ہے تو چھپر پھاڑ کر کیوں دیتا ہے' زمین پھاڑ کر کیوں نہیں...... یا پھر یہ کہ ڈوبنے کے لیے آ
ہمیشہ چلو بھر پانی ہی کیوں درکار ہوتا ہے' ڈبکی تو سمندر میں بھی ماری جا سکتی ہے ناں؟"

جلے ہوئے انداز میں وہ بولی تھی' اور آہن کھلکھلا کر ہنستا چلا گیا تھا۔ غادیہ کسی قدر خفگی
سے چہرہ پھیر گئی تھی۔ آہن نے بہت دلچسپی سے اسے دیکھا تھا۔

"نہیں مجھے پتا ہے ڈوبنے کے لیے ہمیشہ چلو بھر پانی ہی کیوں درکار رہتا ہے۔ دراصل
ہمیں کنفرم ہوتا ہے کہ اس چلو بھر پانی میں نہ تو کوئی مچھلی ہو گی نا مینڈک...... ناک خطرے میں
نہیں پڑے گی' جبکہ سمندر میں ڈبکی لگانے کے کئی خدشے لاحق ہوتے ہیں۔" بہت سنجیدگی سے وہ
بولا تھا۔

خفگی کے باوجود غادیہ مسکرا دی تھی۔ آہن کی آنکھوں میں اس دھیمی مسکراہٹ سے کچھ

یان دکھائی دیا تھا۔

"سوچنے کے لیے کئی در کھول دیے آپ نے' مگر بھاگنے کو کوئی ایک راہ بھی نہیں
ڑی۔" اس کی طرف دیکھے بغیر وہ بولا تھا۔

بات آدھی تھی' اور کچھ ادھوری بھی...... غالباً غادیہ کا دھیان اس طرف تھا نہیں یا پھر اگر
تو وہ جواب دینا ضروری خیال نہیں کر رہی تھی۔

There you are!

SAM SALTER عجب اک تکرار کیے جا رہا تھا۔ غادیہ نے ہاتھ بڑھا کر پلیئر آف
کر دیا تھا۔

"تمہیں زندگی کو سنجیدگی سے لینا چاہیے آہن' ورنہ زندگی تمہیں سنجیدگی سے نہیں لے
گی۔" جانے کس خدشے کے پیش نظر غادیہ نے سمجھایا تھا۔ آہن مسکرا دیا تھا۔

"زندگی مجھے سنجیدگی سے نہیں لے رہی غادیہ' عجب نا سمجھ میں آنے والا معمہ بن گئی ہے۔
سوچ کر تھک گیا ہوں' مگر سمجھ میں ہی نہیں آتا۔ آخر دو اور دو چار ہی کیوں ہوتا ہے غادیہ؟"
کے چہرے کی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ سنجیدہ نہیں تھا۔ غادیہ مسکرا دی تھی۔

"دو اور دو چار ہی ہو سکتا ہے۔ یہی زندگی کا بھی اصول ہے' اور ریکٹ کا ڈھنگ کا بھی۔
یسے تم آج کل کچھ زیادہ ہی خوش نہیں ہو رہے؟" آہن مسکرا دیا تھا۔

"کمال کرتی ہیں آپ غادیہ میرے خیال میں' میں کافی اچھا بولنے لگا ہوں۔"

"ہاں بولنے تو کافی لگے ہو تم' مگر تمہاری یہ بولتی بس دادی' اور اماں کے سامنے بند ہو
جاتی ہے۔" غادیہ نے یاد دلایا تھا۔ وہ ہنس دیا تھا۔

"ہاں یہ تو ہے' مگر کیا کروں' ان کے سامنے واقعی زبان کو تالا لگ جاتا ہے' مگر ایک بات
کنفرم ہے' دادی کی بات میں دم ہے۔ شادی واقعی ارینج میرج ہونی چاہیے۔ بندہ بہت سی
شکایات سے بچ جاتا ہے۔ بہت سے اپنے قصور' اور خطائیں بھی کسی' اور کے سر ڈالنے کا موقع مل
جاتا ہے۔" وہ پھر سنجیدہ نہ تھا۔ غادیہ مسکرا دی تھی۔

"تمہاری گاڑی کی اسپیڈ یہی رہی تو میں کل ہی آفس پہنچوں گی۔ شام کو میری گاڑی
ورکشاپ سے لے آنا۔"

"بہتر۔" سعادت مندی کی حد تھی۔

●❁●
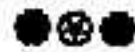
ہار کا سبب کبھی نفرت نہیں ہوتی۔ نفرت کر کے کبھی کوئی کمزور نہیں پڑ سکتا۔ کمزور صرف
محبت کرتی ہے۔ بے بس صرف محبت کرتی ہے' اور ہار سے دوچار بھی صرف محبت کرتی ہے۔

خدشوں میں مبتلا صرف محبت کرتی ہے...... وسوسوں میں سفر صرف محبت کرتی ہے..... خوفزدہ صرف محبت کرتی ہے..... ان سکیورصرف محبت کرتی ہے۔ نفرت تن تنہا گزارا کرنا سکھاتی ہے اور... لڑنا بھی۔

طالیہ جبران کو یقین تھا اگر وہ اس شخص سے نفرت کرتی تو شاید آج اس کے مقابل ... کر کھڑی اس کا سامنا بھی کررہی ہوتی اور مقابلہ بھی..... مگر اس کے اندر نفرت نہیں تھی۔ کبھی بھی نہیں رہی تھی۔ وہ نفرت نہیں کرسکتی تھی۔ شاید کسی سے بھی نہیں۔ اسے نفرت کرنا آتی ہی نہیں تھی شاید تبھی وہ ہار گئی تھی۔ شکست خوردہ تھی تو صرف اپنے اندر کے اس احساس کی وجہ سے جو اس ... اندر تھا اور اسے بہت کمزور کررہا تھا۔ وہ ہار گئی تھی کیونکہ وہ ادیان حاکم چغتائی سے نفرت نہیں کرسکی تھی۔ وہ اس کے مذاق کا نشانہ بنی تھی کیونکہ وہ اس سے نفرت نہیں کرسکی تھی۔

منال احمد کے سامنے وہ اس پر اس کی بے وقوفی پر ہنس سکا تھا کیونکہ وہ بہت کمزور ... ہوئی تھی۔ شاید منال احمد بھی بہت دیدہ دلیری سے اس شخص کے متعلق سوچنے سے باز رکھ سکی تھی کہ طالیہ جبران میں اسے ایک کمزور لڑکی دکھائی دی تھی۔ وہ جان گئی تھی وہ جیت نہیں سکے گی کہ ... جس ہاتھ کو تھامنے کی وہ خواہاں ہے وہ پہلے سے اس کے ہاتھ میں ہے۔ منال احمد کو ادیان حاکم چغتائی کی ہمراہی نے پراعتماد کیا تھا اور طالیہ جبران اکیلی تھی تو اس لیے کہ ادیان حاکم چغتائی اس کے ساتھ نہیں تھا۔

طالیہ جبران کو اپنی کمزوری کا احساس تھا۔ جب کوئی انسان جانتا ہے کہ وہ کتنا کمزور ہے تو وہ مضبوط ہونے کی کوشش ضرور کرتا ہے۔ کسی بھی پہلو سے وہ اپنے کمزور پہلوؤں کو مضبوطی میں بدلنا چاہتا ہے۔

طالیہ جانتی تھی کہ وہ کبھی وہ جگہ بنا نہیں سکے گی نہ ادیان حاکم چغتائی کی زندگی میں نہ اس کی نگاہ میں..... شاید تبھی اپنی تمام تر بے عزتی بھول کر اس نے ایک دوسری راہ چن لی تھی ... روی کی اور رواداری کی راہ..... وہ اس وقت کا انتظار کرنا چاہتی تھی جب ادیان حاکم چغتائی کو اس کے وجود کا احساس ہوتا۔ اسے اپنے ہونے کا احساس دلانا بہت ضروری تھا۔

●●●
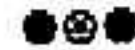
... وہ چاہتا تھا کہ وہ کھینچی کے اس عہدے سے ہاتھ کھینچ لے مگر اس نے اس کے برعکس کیا ... وہ پوسٹ چھوڑی تھی نہ کھینچی..... اپنے کانپتے وجود کو کسی قدر مضبوطی سے اپنے قدموں پر ... کرتے ہوئے اس نے ٹھیک معنوں میں چارج سنبھال لیا تھا۔

ادیان حاکم چغتائی غالباً ایسا نہیں چاہتا تھا سو اس کے اس عمل سے اسے بہت غصہ دلایا ... کی توقع کے عین مطابق وہ اس کے سامنے تھا۔

"کون سی زبان سمجھتی ہو تم؟ ناتی نہیں ہو۔ اتنی ضدی کیوں ہو تم؟ کیا ملے گا اس ضد سے ... اسے بغور دیکھتے ہوئے وہ دریافت کررہا تھا اور طالیہ جبران کے پاس اس کے کسی سوال ... جواب نہ تھا۔ غالباً وہ اسے جواب دینا چاہتی بھی نہیں تھی۔

ادیان حاکم چغتائی نے اس کے قریب رک کر ہاتھ سے اس کا جھکا ہوا چہرہ اوپر اٹھایا اور ... لہجے میں گویا ہوا تھا۔

"سچ کہوں؟ مجھے تمہاری سمجھ بالکل نہیں آتی۔ چاہتی کیا ہو تم؟ اس روز مجھ سے محبت کا ... اور آج یہ سب.....؟ کیا ہے طالیہ؟ کیا ہے یہ سب؟ محبت ایسی ہوتی ہے؟" لہجے میں ... سی شکایت تھی۔

طالیہ جبران نے بہت آہستگی سے اس کی طرف دیکھا تھا اور سرنفی میں ہلا دیا تھا۔

"نہیں! ایسی نہیں ہوتی محبت۔ محبت شاید ویسی ہوتی ہے جو تم منال احمد سے اور منال احمد ... سے کرتی ہے۔" لہجے میں عجیب طنز تھا۔

ادیان حاکم چغتائی کی آنکھوں میں ایک ناپسندیدگی بہت واضح انداز میں ابھرتی دکھائی ... دی تھی۔ جس کا اظہار کیے بغیر وہ نہیں رہ سکا تھا۔

"تم اس کا نام درمیان میں مت لاؤ۔ تم اگر میری زندگی میں کوئی مقام نہیں رکھتیں تو اس ... میں قصور اس کا نہیں ہے۔"

"تو پھر کس کا ہے' تمہارے باپ کا؟" اس کا اطمینان اسے طیش دلانے کو کافی تھا۔

"شٹ اپ' ہاؤ ڈیئر یو؟" وہ اپنے اندر کے غصے کو دبائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

"غلط کہا کیا میں نے' ہاں؟" وہ اطمینان سے مسکرائی تھی۔ "غلط کہاں ہے ادیان حاکم چغتائی' کیا یہ درست نہیں کہ قصور تمہارے باپ کا ہی ہے۔ تم بھی تو یہی مانتے ہو۔ پھر اس بات پہ طیش میں آنا۔"

وہ آج پہلی بار اس کے مقابل بے حد پُراعتماد دکھائی دی تھی۔ لبوں کی مسکراہٹ اس کی آنکھوں سے چھلکتا اطمینان ادیان حاکم چغتائی کو طیش دلانے کو کافی تھا۔

"تمہاری کوئی بکواس سننے کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"وقت نہیں ہے تو آئے کیوں ہو؟ میں نے تو نہیں بلایا۔" وہ بہت اطمینان سے کہہ رہی تھی۔ "کیا مجھ میں منال احمد سے زیادہ اٹریکشن ہے کہ تم کھنچے چلے آتے ہو' بے اختیار' چاہتے ہوئے بھی...... ہاں؟" اس کی آنکھوں میں براہ راست جھانکتے ہوئے وہ محظوظ ہوئی تھی۔

ادیان حاکم چغتائی نے اسے شانوں سے تھام لیا تھا۔ گرفت بہت جنونی تھی۔ اس کی آنکھوں میں یکدم ہی الاؤ دہک اٹھے تھے۔

"کس مٹی کی بنی ہو تم' سمجھتی کیا ہو اپنے آپ کو' ٹھان کیا رکھی ہے تم نے؟ اپنے ارادوں سے ریت کے محل بنانے کی کوشش مت کرو۔ ڈھے گئے تو سر پکڑ کر بیٹھی روتی رہ جاؤ گی۔"

"اچھا' تو اب کیا بہت خوش دکھائی دے رہی ہوں تمہیں؟"

سوال بہت سے الزام دیتا ہوا تھا۔ ادیان حاکم چغتائی کے پاس اس برجستہ سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ اس لمحے اس سے قطعاً بھی خوفزدہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ اس کے قریب تھا۔ اس کے شانوں پر اپنی انگلیاں گاڑے' مگر وہ بہت پُراعتماد کھڑی دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر اطمینان تھا۔

"سارا قصور بابا کا ہے۔ انہی نے تمہیں سر پہ چڑھا رکھا ہے۔ آج اگر تم اس طرح کھڑی میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھ رہی ہو تو صرف انہی کی وجہ سے...... میرا بس چلے تو تمہیں اپنی زندگی سے بھی اٹھا کر باہر پھینک دوں' اور اس کمپنی سے بھی......" کس قدر درشت انداز میں وہ گویا ہوا تھا۔ طالیہ جبران محظوظ ہو کر مسکرا دی تھی۔

"تو اب کیا میں تمہاری زندگی میں ہوں؟" وہ مسلسل اسے لاجواب کر رہی تھی۔ اسے حیران کر رہی تھی۔ "اتنے ان سکیور کیوں فیل کر رہے ہو؟ کیا ڈر لاحق ہے ہاں' تم مجھے زندگی میں محسوس کرنے لگے ہو؟ کیا لگتا ہے پسپا ہو جاؤ گے؟" وہ مسکرائی تھی۔

"کیا ثابت کرنا چاہتی ہو تم؟" ادیان حاکم چغتائی نے اسے شانوں سے پکڑ کر جھنجو

ڑا۔ "بہت بااختیار ہو گئی ہو۔ بہت اسٹرونگ ہاں' تم مجھے چیلنج کر رہی ہو مجھے......؟ ادیان حاکم چغتائی کو......؟"

طالیہ نے اسے بہت اطمینان سے دیکھتے ہوئے اس کے ہاتھوں کو اپنے شانوں پر سے ہٹایا تھا' اور قریب پڑی فائل اٹھا کر دیکھنے لگی تھی۔ گویا وہ اسے اگنور کر رہی تھی۔ اس کا ہونا یا نہ ہونا اس کے لیے برابر تھا۔ وہ اس کے وجود کی نفی کر رہی تھی۔ نادانستہ طور پر نہیں' دانستہ طور پر' اور ادیان حاکم چغتائی کے لیے یہ جھیلنا یقیناً دشوار ترین تھا۔ وہ کھڑا اسے بھرپور غصے سے دیکھ رہا تھا۔

"کچھ' اور کہنا ہے آپ کو؟" وہ اطمینان سے سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

وہ کچھ نہیں بولا تھا۔ طالیہ جبران نے فون اٹھایا تھا' اور دوسری طرف لاما کو آرڈر دیا تھا۔

"لاما پلیز' کم ان ٹو مائے آفس۔" فون رکھ کر اس کی طرف دیکھا۔ "کچھ' اور مسٹر ادیان حاکم چغتائی...... اینی تھنگ ایلز؟" بہت پروفیشنل انداز میں وہ اس کی طرف دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

ادیان نے بنا کچھ بولے اسے آگے بڑھ کر اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا تھا۔

طالیہ کے ہاتھ سے فائل چھوٹ کر دور جا گری تھی۔ اسے غالباً اس لمحے اس کی طرف سے کوئی امید نہیں تھی' مگر وہ گھبرائی نہیں تھی۔ اس قربت نے اسے خوفزدہ نہیں کیا تھا۔ اس کی سانسوں سے لپکتے شعلے اسے ذرا نہیں رہے تھے۔ وہ بہت آرام سے اس لمحے سے گزر رہی تھی۔

تبھی دروازہ کھلا تھا' اور منال احمد دروازے کے بیچ میں ہی رک گئی تھی۔ ان دونوں کے درمیان اتنی قربت یقیناً اس کے لیے شاک کا باعث بنی تھی۔ تبھی تو وہ ساکت سی کھڑی انہیں تکتی رہ گئی تھی۔

ادیان حاکم چغتائی کی اس کی جانب پشت تھی۔ تبھی وہ دیکھ نہیں پایا تھا کہ ان کے پیچھے کون ہے' اور کتنا شاکڈ ہے جبکہ طالیہ کی نظر پڑی بھی تھی تو وہ بہت مطمئن سی مسکرا دی تھی۔ ادیان نے پلٹ کر اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تھا' اور حیران رہ گیا تھا۔

"منال' تم۔" طالیہ جبران کو اس درجہ قربت میں لیے وہ اس لمحے کچھ کھسیا سا گیا تھا۔

منال احمد بنا کچھ کہے' اسے انتہائی غصے سے دیکھتی ہوئی پلٹی تھی' اور مڑ کر باہر نکل گئی تھی۔ غصے کے اظہار کے طور پر دروازہ کئی ثانیوں تک آواز کرتا رہا تھا۔ ادیان نے اس کی طرف دیکھا تو وہ بہت اطمینان کے ساتھ مسکراتی ہوئی چہرے کا رخ پھیر گئی تھی۔ انداز صاف بچ نکلنے والا تھا۔

"یو......" ادیان حاکم چغتائی نے اسے وارننگ دینے والے انداز میں ہاتھ اٹھا کر انتہائی غصے سے دیکھا تھا' مگر پھر یکدم ہی پلٹ کر وہی دروازہ کھول کر منال احمد کے پیچھے چلا گیا تھا۔ شاید غلط فہمی دور کرنے۔

طالیہ جبران چند لمحوں تک اسی طرح کھڑی رہی تھی پھر مسکراتی ہوئی اپنی چیئر پر آئی' اور

فائل کھول کر دیکھنے لگی تھی۔ اطمینان اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا۔

●●●
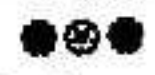
"کیا ہوا؟ اس طرح کیوں بیٹھی ہو؟ ہم تو مذاق کر رہے تھے کہیں تم نے سچ مچ دل پر تو نہیں لے لیا؟" وہ شال اوڑھے خاموش سی سنگی بنچ پر بیٹھی تھی' جب عمران کافی کے مگ ہاتھ میں تھامے اس کی طرف آ گیا تھا۔ فینانہ مسکرا دی تھی' اور ساتھ ہی سر نفی میں ہلا دیا تھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت کوئی خاص بات تھی شاید جسے چھپانے کے لیے اس نے چہرے کا رخ پھیر لیا تھا۔ عمران نے اسے بغور دیکھا تھا شاید وہ کسی الجھن میں تھی' مگر بتانا نہیں چاہ رہی تھی۔

"کوئی پرابلم؟" عمران پوچھے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ فینانہ نے اس کی طرف دیکھا تھا' مسکراتے ہوئے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"نہیں ماموں! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس موسم کچھ اچھا ہو رہا تھا' سوچا کیوں نہ ٹھنڈی ہوا ہی کھائی جائے۔" فینانہ نے بات بنائی تھی' عمران مسکرا دیا تھا۔

"ہاں' کھانا اگر کم مقدار میں کھا لیا ہو تو باقی کا پیٹ ہوا بھرنے کے لیے بھی برا نہیں۔" ان کی بات میں ان کا فطری رنگ تھا۔

وہ مسکرائے بغیر نہیں رہ سکی تھی' پھر جانے کیوں سر اٹھا کر آسمان کی وسعتوں میں نظر آنے والے چاند کو دیکھنے لگی تھی۔ عمران نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تھا' اور مسکراتے ہوئے کافی کا ایک سپ لیا تھا۔

"تمہیں اپنا کون سا ماموں زیادہ اچھا لگتا ہے؟" فینانہ چونکے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"مطلب؟ میرے تو ایک ہی ماموں ہیں۔ آپ...... دوسرا کون؟" نظروں میں حیرت لیے وہ مسکرائی تھی۔

عمران نے ہاتھ اٹھا کر چاند کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ "وہ چندا ماما۔" عمران کے ساتھ ساتھ وہ بھی مسکرا دی تھی۔ "اتنا تو مجھے پتا ہے کہ تم مجھ سے زیادہ پیار کرتی ہو' مگر ان دونوں میں سے زیادہ خوبصورت کون ہے؟" وہ سنجیدگی پر مائل نہ تھے۔ وہ مسکرا دی تھی۔

"آف کورس آپ؟" جواب واضح تھا۔

"تو پھر تم اپنی ساری باتیں اس ماما سے کیوں شیئر کرتی ہو۔ اس ماما سے کیوں نہیں۔"

فینانہ کو امید نہیں تھی اس طرح کے شکوے کی۔ تبھی وہ نظر پھیر کر اپنی جگہ چور سی ہو گئی تھی۔ عمران اسے دیکھتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"فینی زمین کی باتیں' زمین والوں سے شیئر کرنا چاہئیں۔ وہ سن کر صرف ہنستے نہیں رہتے' بہت سے معقول حل بھی پیش کر دیتے ہیں۔"

بہت گہری بات تھی' اور بے معنی بھی نہ تھی۔ فینانہ کافی کا بھاپ اڑاتا کپ ہاتھ میں لیے [illegible] سے الجھی رہی تھی۔

"تم اس کافی سے اٹھتی ہوئی بھاپ کو دیکھ رہی ہو فینی؟ یہ صرف بھاپ نہیں ہے۔ اس [illegible] سٹوری...... کچھ ہو چکا ہے۔ کچھ گزر چکا ہے۔ تبھی یہ بھاپ وجود میں آئی۔ یہ بھاپ [illegible] نہیں ہے۔ اگر تم اس کپ پر اپنا ہاتھ رکھ دو گی تو یہ بھاپ شاید تمہارے ہاتھ کو جلا دے گی۔ اس بھاپ کو راستہ چاہیے فینی۔ تمہیں اسے راستہ دینا ہو گا۔" عمران کا لہجہ مدھم تھا۔ "تمہیں اپنے [illegible] بھی اعتبار کرنا چاہیے فینی' یہ ماما تمہیں زیادہ اچھی طرح سے سمجھتا ہے۔ تم اسے بتاتی نہیں [illegible] وہ پھر بھی جانتا ہے کہ کوئی بات تمہیں پریشان کر رہی ہے۔"

عمران کا مدھم لہجہ اسے اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کر گیا تھا۔ فینی کچھ دیر تک خالی خالی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی تھی' پھر مسکرا دی تھی۔

"آپ کو یاد ہے ماموں! جب میں بچپن میں کھیلتے کھیلتے گر جاتی تھی تو سب سے پہلے آپ ہی بھاگ کر میری طرف آیا کرتے تھے اور......"

"تم تب بھی مجھے کچھ نہیں بتاتی تھیں کہ وہ چوٹ تمہیں کس طرح لگی۔ تمہیں کس نے [illegible] وہ بچپن تھا فینی' گزر گیا' جو گزر رہا ہے' وہ دور اہم ترین ہے۔ گرنے والے زخم وقت [illegible] مندمل ہو گئے' مگر جو زخم اس وقت کے ساتھ آئے ہیں' ان کا تدارک بروقت بہت ضروری [illegible] میں نہیں جانتا تمہیں کیا مشکل درپیش ہے' مگر کچھ ہے فینی' جو تم مجھ سے' ماما سے' آپا سے' [illegible] ہم سب سے چھپا رہی ہو۔ شاید تم بڑی ہو گئی ہو فینی' اور تمہیں لگتا ہے کہ تم اپنے مسئلے خود [illegible] سکتی ہو' مگر جب تمہاری ان آنکھوں میں الجھن تیرتی ہے تو ہمیں اچھی نہیں لگتی۔"

عمران نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ دھرا تھا' اور وہ نگاہ پھیر گئی تھی۔

"ایک بات بتاؤ' یہ لو دانیال؟"

ماموں نے اتنی اچانک پوچھا تھا کہ وہ حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکی تھی' پھر جانے کیوں مسکرا دی تھی۔

"کسی رشتے کو باندھنے کے لیے محبت کا ہونا ضروری ہے کیا' اور اگر آپ سمجھ رہے ہیں کہ میری پریشانی کی وجہ دانیال ہے تو یہ غلط ہے۔ اس کا کامن سینس کچھ ماٹھا ضرور ہے' مگر وہ خود [illegible] نہیں۔"

مسکراتے ہوئے ارادہ بات کو مذاق میں اڑا دینے کا تھا۔ عمران مسکرا دیا تھا شاید اس کی [illegible] کو رائیگاں کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"کسی اور کو چاہتی ہو تم کوئی فلمی سین؟" ماموں مسکرائے تھے۔ وہ ہنس دی تھی' مگر

انداز میں فطری پن نہ تھا۔

"کم آن ماموں! اگر مجھے کسی سے محبت ہوئی ہوتی تو میں کیا آپ سے بھی چھپاتی؟"

عمران نے چند لمحوں تک اسے خاموشی سے دیکھا تھا پھر سرنفی میں ہلا دیا تھا۔

"وہ تو پتہ نہیں' مگر اس وقت کوئی بات ہے ضرور' جو تم ہم سب سے چھپا رہی ہو؟ یا ایسا ایلین تھا جس کا تذکرہ تم سر عام کرنا مناسب نہیں سمجھتیں؟" عمران نے مسکراتے ہوئے دوستانہ انداز میں چھیڑا تھا۔

"ماموں....." وہ زچ ہو گئی تھی۔ عمران مسکرا دیا تھا۔

"تو صبح کے لیے تیار ہو تم؟ کوئی اعتراض نہیں تمہیں؟ وقت تمہارے حق میں کوئی فیصلہ لکھ دے؟"

"ہاں..... اور دانیال کچھ اتنا برا بھی نہیں۔" فیضانہ مسکرا دی تھی۔

"ہاں' مگر مجھے جانے کیوں لگتا ہے کہ اس کے لیے سوچ زیادہ بہتر ہے بانو تمہارے۔"

عمران ماموں کا لہجہ ہی نہیں آنکھیں بھی شرارت کا رنگ لیے ہوئے تھیں۔ وہ کھلکھلا ہنس دی تھی۔ عمران نے اس کے گرد بازو حمائل کرتے ہوئے اس کے ماتھے پر پیار کیا تھا۔

●⊛●

ایک فیصلہ کن شام کے لیے وہ تیار نہیں تھا۔ سب اصرار کر رہے تھے' مگر اس کا مسلسل انکاری تھا۔ غالباً وہ خود کو اس صورت حال کے لیے تیار نہیں پا رہا تھا۔

"پرابلم کیا ہے تمہارے ساتھ؟ حوصلہ نہیں ہے یا ہمت نا پید ہے۔ یہ فضول کی وجہ بزنس اسائنمنٹ کے بہانے..... ضروری کے قصے..... تمہیں کیا لگتا ہے اعتبار صاحب' تم کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لو گے تو یہ منگنی رک جائے گی؟ تم نہیں جاؤ گے تو آج وہ ایونٹ نہیں ہو گی؟"

احمر نے اسے لتاڑا تھا۔ وہ ڈرائیو کرتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے احمر' میں واقعی ایک اہم میٹنگ کے لیے جا رہا ہوں۔ تم فون بند... درمیان میں کوئی دوسری اہم کال بھی آ رہی ہے۔" اس نے بہانہ گھڑا تھا۔

"او بھائی' یہ سارے بہانے ان گھر والوں کو آ کر سناؤ' جو یہاں تمہیں باری باری یاد کر رہے ہیں' اور تمہاری کمی محسوس کر رہے ہیں۔ مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔" احمر نے ... میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔

وہ چند لمحوں تک خاموشی اختیار کر گیا تھا جیسے کسی فیصلے پر پہنچنا چاہ رہا تھا پھر بولا تھا۔

"او کے' آئی ول ٹرائے۔ کوشش کرتا ہوں اگر میٹنگ جلد ختم ہو گئی تو سیدھا وہاں آؤں گا۔ آئی ول ٹرائے' ناٹ پرامس۔" مسکراتے ہوئے فون کا سلسلہ منقطع کیا تھا' اور ڈرائیو کرتے ہوئے نظریں سڑک پر جما دی تھیں۔

کیسے تھے یہ راستے..... نہ ختم ہونے والے..... ایک دن انہی راستوں پر اس کو اختیار تھا' اور ان ہی راستے اسے بھول بھلیوں میں الجھا رہے تھے..... اختیار تو شاید کل بھی نہ تھا۔ قدم اٹھتے تھے بس..... بے دھیانی میں' بے پروائی میں' اور اس سے جا ملتے تھے' مگر اس کے بعد کے راستے بہت مشکل ہو گئے تھے۔ شاید اسے اندازہ اس طور نہ ہو پاتا اگر ان بھاگتے دوڑتے راہوں پر کوئی جانا پہچانا چہرہ پھر آن نہ ٹکراتا۔

ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے اس نے اپنے اندر کی گھٹن کے تاثر کو قدرے کم کرنا چاہا تھا۔ یہ سچ تھا' وہ فرار چاہ رہا تھا۔ فرار حاصل کرنا چاہتا تھا آج کی اس شام سے..... اس پہلو سے..... اور شاید خود سے بھی..... کیوں؟ یہ وہ خود نہیں جانتا تھا' مگر یہ بھی سچ تھا' دل رہ بھی رہا تھا۔ میٹنگ کا تو صرف بہانہ تھا۔ ایسی کوئی میٹنگ تھی ہی نہیں' تبھی وہ فرار کے ان راستوں پر وہ یوں نہ بھاگ سکا تھا' اور قدم اس کی سمت جانے والے راستوں پر ڈال دیے تھے۔

کیا تھا یہ؟ کیوں تھا؟ وہ خود سمجھ نہ پایا تھا۔ شاید وہ اپنے حوصلے کو آزمانا چاہتا تھا یا پھر یہ جتانا کہ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ خود کو جھٹلانے کا یہ طریقہ بھی خوب تھا۔

"ارے اعتبار آ گئے تم۔" سب نے اسے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ وہ مروت سے بے انداز میں مسکرا دیا تھا۔ نظریں جانے کیوں بے اختیار اس چہرے کی جانب اٹھی تھیں' اور لوٹ کر واپس نہ آ سکی تھیں۔

وہ نظر لوٹ کر نہیں آئی
ان پر قربان ہو گئی ہو گی

احمر نے بہت آہستگی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر گویا اسے بیدار کیا تھا۔ سارے لوگ لاؤنج میں ایک طرف جمع تھے۔ فیضانہ لڑکیوں کے جھرمٹ میں گھری بیٹھی تھی۔ وہ جانتی تھی' محسوس کر رہی تھی کہ وہ نظر اس پر تھی۔ ہٹ نہیں رہی تھی' اور یہ صورت حال اسے کسی قدر پریشان کر رہی تھی۔ دل چاہا تھا وہ یہاں سے اٹھے' اور بھاگتی ہوئی وہاں سے نکل جائے' مگر فرار کے تمام راستے فی الحال مسدود نظر آ رہے تھے۔

مشروب کا گلاس ہاتھ میں لیے کھڑا اعتبار یزدانی اس لمحے بہت مضطرب سا دکھائی دیا۔ آنکھوں میں ایک عجیب سی اضطراری کیفیت تھی' جیسے وہ کسی قیامت سے گزر رہا ہو۔ اپنے آپ پر اختیار بہت مشکل لگ رہا تھا اسے..... یہی صورت حال شاید فیضانہ بیگ کے ساتھ بھی تھی۔ چند لمحوں تک مزید سر جھکائے وہ ان لڑکیوں کے درمیان بیٹھی رہی تھی پھر جیسے ہی اس کا فون بجا تھا'

بے بسی سے پر لہجے میں کی گئی سرگوشی بے معنی نہ تھی۔ بہت سے اسرار تھے اس لہجے میں، مگر لبانہ بیگ نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑا لینے کی کوشش یوں کی تھی جیسے وہ کسی قید سے آزاد ہونا چاہتی ہو۔ اس کے چہرے کی کیفیت کو بھانپتے ہوئے وہ مسکرا دیا تھا۔ اس کی کلائی پر اپنی گرفت کچھ اور بڑھا دی تھی، اور اس کی بے بسی سے محظوظ ہوتے ہوئے اپنے چہرے کو اس کے چہرے کے کچھ اور قریب کر دیا تھا۔

"خوابوں سے دامن چھڑانا کیوں چاہتی ہو لبنیٰ...... ! تمہاری آنکھیں تو بہت خواب دیکھنے والی تھیں۔ پھر ان جگنوؤں سے اچانک دشمنی کیونکر ہو گئی؟ یہ عداوت کس لیے لبنیٰ؟ تم ان راہوں پر کیوں چل رہی ہو جو کانٹوں سے بھرے ہیں۔ تم ان راستوں پر قدم رکھنے کے متعلق کیوں سوچ سکتی ہو، جہاں پھول ہی پھول ہو سکتے ہیں۔ تمہاری یہی بات مجھے پسند نہیں ہے لبنیٰ۔ بہت جلد بازی میں فیصلے لیتی ہو تم...... چاہے کتنا ہی بڑا نقصان کیوں نہ ہو جائے تمہارا...... ایسا کیوں کرتی ہو؟ ایک تو غلطی...... اس پر ماننا بھی نہیں، یہ ضد نہیں تو اور کیا ہے۔ چلو مان لو سب ٹھیک نہیں بھی ہے، مگر تم سب کچھ ٹھیک تو کر سکتی ہو نا؟ یاد ہے تمہیں، اکثر تم کہا کرتی تھیں، عجیب لگتے ہیں مجھے... جب چاہے منتر پڑھ کر وقت اپنے سنگ باندھ سکتی ہوں...... تو آج تم اتنی بے بس کیوں کھڑی ہو؟ وقت پر کوئی منتر پڑھ کر پھونک کیوں نہیں رہیں؟ جب سب کچھ اختیار میں ہے تو آج بے پر کیوں کھڑی ہو۔ ارادوں کو بے پرواز کیوں چھوڑ دیا ہے تم نے۔ وقت کو اپنی لگام سے آزاد کیوں کر دیا تم نے لبنیٰ؟" شاکی لہجے میں کہتے ہوئے اسے پر تپش نظروں سے دیکھا تھا۔

لبانہ بیگ کو اپنا وجود الاؤ میں گھرا محسوس ہوا تھا۔ وہ ساکت سی کھڑی اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔ سارا وجود جیسے پتھر کا ہو چکا تھا، نہ وہ کوئی حرکت کر پائی تھی نہ کچھ بول پائی تھی۔ اعتبار پیرزادہ اسے اسی طرح کھڑا دیکھتا رہا تھا پھر بہت آہستگی سے اس نازک ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت سے آزاد کیا تھا، اور اک نگاہ بھرپور انداز میں اس پر ڈالتا ہوا پلٹا تھا، اور چلتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

لبانہ بیگ ساکت سی ایک جلتے بجھتے الاؤ میں گھری کھڑی رہی تھی۔ اعتبار پیرزادہ کے ہاتھ کا لمس اس کی کلائی پر اب بھی زندہ تھا۔ اس کی نگاہوں کی تپش اسے اب بھی جیسے جھلسا رہی تھی۔ وہ پلٹی تھی، اور اندر کی سمت بڑھنے لگی تھی، مگر آگے بڑھتے ہوئے اس کے قدموں سے ایک شور لپٹ رہا تھا جس خاص مقصد کے انعقاد کو یہ آج کی محفل آباد ہوئی تھی وہ اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا۔ شور بتا رہا تھا کہ منگنی کی تاریخ طے ہو چکی تھی، مگر اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اس ہجوم میں جا ملتی۔ اپنے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے اس تمام شور سے اپنے کان بند کر لینا چاہے

اسے جیسے ایک بہانہ ہاتھ آ گیا تھا۔

"ایکسکیوزمی۔" وہ اٹھی تھی، اور تیزی سے چلتی ہوئی راہداری کی سمت بڑھی تھی، مگر ہاتھ کسی کی گرفت میں جاتا دیکھ کر حیرت سے پلٹی تھی۔

اعتبار پیرزادہ اس کے بہت قریب کھڑا تھا۔ وہ ساکت رہ گئی تھی۔ دیدہ دلیری کی حد تھی۔ اعتبار پیرزادہ ایک دو قدم کا درمیانی فاصلہ مٹا کر کچھ اور قریب آ گیا تھا۔ اب درمیان میں کوئی فاصلہ باقی نہیں رہا تھا۔ نظر، نظر سے قریب تر تھی، اور سب کچھ بہت صاف دکھائی دے رہا تھا۔ نہ کوئی منظر سراب تھا...... نہ نظر کا دھوکہ...... مگر اس عالم میں بھی جانے ایسا کیا تھا، اعتبار پیرزادہ نے شاید یقین کرنے کو اپنا ہاتھ بہت آہستگی سے اس کے چہرے کی سمت بڑھایا تھا اور اس کے چھونے سے قبل ہی وہ اپنا چہرہ پھیر چکی تھی۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔" کسی قدر سخت لہجے میں حکم نامہ جاری ہوا تھا، مگر اعتبار پیرزادہ پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ اسی طور اس کے مدمقابل کھڑا رہا تھا۔

"میں نے کہا نا، میرا ہاتھ چھوڑو۔"

لبانہ بیگ نے کسی قدر تلخی سے، مگر دبے لہجے میں دوبارہ کہتے ہوئے اسے بہت ناگواری سے دیکھا تھا، مگر وہ اس بات کا مطلق اثر نہ لیتے ہوئے اسے کسی خواب کے سے عالم میں دیکھتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"بھاگتی رہتی ہو مجھ سے...... دور جانا چاہتی ہو...... دور جا بھی نکلتی ہو، مگر فاصلوں کے یہ پھیلاؤ پھیلنے کے بجائے کچھ اور سمٹ جاتے ہیں۔ یہاں بھی یہی حال ہے، بالکل یہی کیفیت...... میں بھی کئی حیلوں بہانوں کے دائرے میں کھڑا مسلسل نفی میں سر ہلاتا رہتا ہوں، مگر اس کے باوجود کوئی ان دیکھی ڈور مجھے اپنی سمت کھینچتی چلی جاتی ہے، اور میں خود کو روک ہی نہیں پاتا۔ جیسے کہ آج...... جیسے کہ ہمیشہ......"

وہ بہت اطمینان سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔ جیسے فرصتیں اس کے ہاتھ میں لاتعداد تھیں، اور اسے کسی طرف کی کوئی فکر تھی نہ کوئی خوف لاحق تھا۔ بہت بے خوف سا وہ اس کے سامنے تنہا کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"سچ کہوں بے اختیاریوں نے میرے وجود کی راہ بھی اسی طور دیکھ لی ہے کہ اختیار کے سارے قرینے جاتے رہے ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے تم مجھ سے بھاگنے کی کوشش میں بہت دور جا نکلیں، اور پھر مجھ ہی سے آن ٹکرائیں۔ بالکل ایسے ہی میں بھی قدم قدم تم سے دور جاتا ہوں، مگر ہر بار خود کو تم سے، اور قریب پاتا ہوں۔ یہ کیسا سلسلہ ہے لبنیٰ...... ! کیسا کھیل ہے یہ، تم سمجھا دو گی مجھے؟"

تھے، مگر ایسا ممکن نہ ہو سکا تھا۔

آوازیں کچھ اور بھی بڑھتی چلی گئی تھیں......

ایسی آوازیں جن کا گلا وہ نہیں گھونٹ سکی تھی......

●✿●

"تو تم آج خوش ہو؟" بج نے اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے مسکرا کر دریافت کیا تھا۔ طالیہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"پتا نہیں، مگر آج کے دن سے مجھے کچھ زیادہ شکوہ نہیں ہے۔ آج کا دن اگر کچھ دے نہیں گیا تو مجھ سے کچھ لے کر بھی نہیں گیا؟" وہ دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔ بج دیکھتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"آر یو شیور؟" اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوئے جیسے اس نے کرنا چاہا تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔

"بج زندگی کو برتنے کا ڈھنگ میں سیکھنے لگی ہوں کچھ کچھ، اب مجھے یہ سب کچھ اتنا برا نہیں لگتا۔ اب میں اتنی ناخوش نہیں ہوں۔ وقت سے شکایتیں کرنا اب میں نے ترک کر دیا اور میری امیدیں اب لوگوں کے ساتھ اس درجہ وابستہ نہیں ہیں۔ شاید کبھی میری نمی کے بجائے آنکھوں میں جھانک کر اسے کسی قدر حیرت ہوئی تھی، اور اس کی حیرت نے مجھے لطف دیا۔ بج میں مسکرائی، اور شاید دل سے مسکرائی۔" وہ کچھ مطمئن دکھائی دی تھی۔

بج نے اس کی فیورٹ چاکلیٹ آئسکریم اس کے سامنے رکھتے ہوئے، اسے مسکرا کر ہوئے دیکھا تھا۔

"چلو کچھ تو ایسا ہوا جس نے تم کو راحت دی۔ چنگاریوں کو ہوا دینا تم نے بھی بالآخر چھوڑ ہی لیا۔ بس اب ایک کام کرنا، اپنا دامن بچا کر رکھنا ورنہ مشکل ہو جائے گی۔" وہ شرارت سے مسکرایا تھا۔ طالیہ بھی مسکرا دی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے بج، محبت کوئی ایسی آتش بھڑکا سکتی ہے، جو اس طور اپنی لپیٹ میں لے لے کہ کسی طرف کا کچھ ہوش ہی باقی نہ رہے؟"

اس کا سوال عجیب نوعیت کا نہیں تھا، مگر بج اس کے چہرے پر سے اپنی نگاہ ہٹا نہیں سکا تھا۔

"کیا ہوا، کیا ایسی انوکھی بات پوچھ لی میں نے؟" وہ مسکرائی تھی۔

بج نفی میں سر ہلاتا ہوا کین کھول کر سوفٹ ڈرنک کے سپ لینے لگا تھا۔ کچھ دیر تک یونہی بیٹھا رہا تھا پھر اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔

"شاید ہاں، شاید نہیں، پتا نہیں، کچھ خاص تجربہ نہیں۔ میں نے محبت کو کبھی اس طور برت کر نہیں دیکھا، یا پھر محبت کبھی اس قدر میرے قریب آئی ہی نہیں کہ میں اسے اس طور دیکھ سکوں۔ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر......" بات مذاق میں ٹالنے والا انداز تھا، طالیہ مسکرا دی تھی۔

"بج، تمہیں واقعی کبھی محبت نہیں ہوئی؟" لہجے میں حیرت نمایاں تھی۔ اس کی بات پر وہ ایک خیالی انداز میں سوچنے لگا تھا۔

"ہوں! شاید نہیں۔" اپنی یادداشت کو بھرپور انداز میں کھنگالتے ہوئے وہ مسکرایا تھا۔ "ہاں شاید...... دراصل میں بہت ریزرو سا بندہ تھا۔ کئی لڑکیوں نے ترچھی نظروں سے دیکھا بھی، تو صاف دامن بچا کر گزر گیا۔" وہ مسکرایا تھا۔

طالیہ ہنس دی تھی۔ آئسکریم سے کھیلتی ہوئی نگاہ جھکا کر لب بھینچ کر کچھ دیر تک اسی طرح بیٹھی رہی تھی پھر بہت آہستگی سے بولی تھی۔

"بج شاید تمہیں حیرت ہو، مگر میں وہ بے وقوف لڑکی ہوں جس نے بیس برس تک صرف محبت کو سوچا، محسوس کیا، اور محبت کی......، مگر میری یہ محبت اس وقت مذاق بن گئی جب میں اس کے روبرو آئی؟" رک کر اس نے سر نفی میں ہلایا تھا، اور اپنے اندر کی تمام سوچوں کو جھٹکتے ہوئے بولی تھی۔ "مگر میں خوش ہوں، اور یہ یقین بھی شاید ایک دن میں اس شخص کو جیت لوں گی۔ اماں کہتی ہیں، پانی کا ایک قطرہ متواتر کسی پتھر پر بھی پڑتا رہے تو اپنی جگہ بنا جاتا ہے۔ شاید میری محبت وہ بھی اپنے دل میں محسوس کر لے اور......"

"تمہیں لگتا ہے طالیہ، محبت قیاس کی کوئی صورت ہے؟" اس کی بات کاٹ کر وہ گویا ہوا تھا۔

طالیہ اسے خاموشی سے دیکھتی رہی تھی۔ کچھ بول نہیں سکی تھی۔ وہ اپنے آپ کو جتلا نہیں پائی تھی، مگر وہ مسکرا دیا تھا۔

"محبت یقین کی صورت بھی تو اختیار کر سکتی ہے۔" وہ جیسے اسے رد کر دینا چاہتی تھی۔

"ہاں، اگر ایمان کامل ہو تو شاید سب کچھ ہو سکتا ہے۔" وہ سر ہلاتے ہوئے اس کا ہم خیال ہوا تھا۔ طالیہ حیران اسے بغور دیکھنے لگی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے بج؟ میں اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو سکوں گی؟ ادیان حاکم کبھی میرا ہاتھ تھام کر وہ سب کہہ سکے گا جو میں اس سے صرف اس سے سننا چاہتی ہوں۔" اس کے لہجے میں ایک جلتی بجھتی آس تھی۔ بج نے اپنا دھیان اس کی طرف دانستہ طور پر پھیرتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"خدشوں سے مت ڈرو طالیہ! ان سے لڑنا سیکھو۔ تم نے باہر سے مضبوط نظر آنا ... ہے مگر تمہارے اندر کی لڑکی اب بھی اتنی ہی خوفزدہ دکھائی دے رہی ہے؟" وہ مسکراتے ہوئے اسے وہ جتا رہا تھا جو شاید وہ خود بھی نظر انداز کرنا چاہتی تھی۔

"اگر تم میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے بج؟" وہ بہت مدھم لہجے میں بولی تھی اور وہ ... ہنس دیا تھا۔ بہت فطری انداز تھا یہ...... وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

"میں تمہاری جگہ اگر ہوتا تو کبھی بھی اس شخص سے انوالو نہیں ہوتا کیونکہ بہرحال ہم ایک دوسرے کو اٹریکٹ نہیں کرتے۔"

اس کا جواب اس کی توقع کے برعکس تھا۔ وہ ہنس رہا تھا اور طالیہ نے اسے گھور ... پھیر لیا تھا۔ ایک مسکراہٹ پھر بھی ان بھینچے بھینچے سے ہونٹوں پر آ گئی تھی۔

"نہیں! تمہارا سوال ایسا غلط بھی نہیں! شاید میں اسے اٹھاتا اور کسی Bin میں ڈال ... اس شخص کو اپنے پاس رکھنے سے مطلب! جسے مجھ سے کچھ سروکار نہیں...... یار تم لڑکیاں بہت ... ہوتی ہو۔ آج تمہیں ایک سچ کی بات بتاتا ہوں۔ یہ جو مرد ہوتے ہیں ناں! ان کی سائیکی ... عجیب و غریب ہوتی ہے۔ ان کو صرف وہ شے اٹریکٹ کرتی ہے جو ان کی گرفت سے باہر ہو ... دور جا رہی ہو...... انہیں وہ سائے بھی اچھے لگتے ہیں جو پھیلتے ہوئے لمبے ہوتے جائیں، دور تک بڑھتے جائیں۔ یہ ان سائیوں کے پیچھے بھی دیوانہ وار بھاگتے ہیں، مگر جہاں وہ سائے ... اور اپنی شباہتیں دکھانے لگیں، وہیں وہ دھواں بن کر ان کے ہاتھ میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ ان ... قربت کی نظر کی خرابی ہے کہ جو چیز قریب ہو وہ انہیں جچتی نہیں۔" وہ دوستانہ انداز میں مسکراتے ہوئے بہت سچ کی بات اسے بتا رہا تھا۔

طالیہ مسکرا دی تھی، تبھی اس کا سیل بجا تھا۔ دوسری طرف جس کی امید نہیں تھی، وہ تھا۔ آواز سن کر حیرت کیوں نہ ہوتی اور وہ اس لمحے حیرتوں میں گھر چکی تھی۔ کچھ بول ہی نہ پائی تھی۔

"ہیلو طالیہ جبران! کین یو ہیئر می؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

بج نے اس کی کیفیت جان کر اس سے اشارے سے پوچھا تھا۔ "کون ہے؟" ... طالیہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"ٹاک طالیہ۔" بج غالباً اس کی کیفیت بھانپ کر جان گیا تھا۔ تبھی بنا آواز کے بولا تھا مگر وہ غالباً اپنے سیل پر اس کی کال ایکسپیکٹ نہیں کر رہی تھی۔ یہ بت بننے کا لمحہ اسی حیرت کا حصہ تھا۔

"ہیلو طالیہ! ادیان ہمیر کین یو ہیئر می؟" وہ دوبارہ گویا تھا۔

بج نے تھوڑی دیر قبل کہا تھا۔ مردوں کو دوڑتے بھاگتے فاصلوں پر جاتے سائے اچھے ...

... کیا ادیان کے اندر بھی اس کے لیے کوئی احساس سر ابھارنے لگا تھا۔

"یس آئی کین ہیئر یو۔" بہت آہستگی سے وہ بولی تھی۔ لہجے میں حیرتوں کا ڈیرہ تھا۔

"گڈ...... تم اس وقت کہاں ہو؟ آئی وونا سی یو ایمیڈیٹلی ناؤ۔" کیسی خواہش تھی یہ...... وہ ... گئی تھی۔ "گھر سے کتنے فاصلے پر ہو تم؟ کیا یہاں آ سکتی ہو؟" اس کا لہجہ ہمیشہ سے مختلف ... طالیہ جبران کو واقعی حیرت تھی۔

"میں کوشش کرتی ہوں! کوئی خاص کام؟"

"تم آ جاؤ! پھر بات کرتے ہیں۔" وہ کہہ کر دوبارہ پوچھنے لگا تھا۔ "تم آ رہی ہو ناں؟" ... چاہ رہا تھا۔

"ہاں۔" طالیہ نے جواب دیا تھا۔ بج اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"گڈ! آئی ایم ویٹنگ۔" ادیان نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

سیل فون ہاتھ میں لیے وہ حیرت کے ساتھ بیٹھی رہ گئی تھی۔

"کیا ہوا؟" بج نے مدعا جاننا چاہا تھا۔ "سب ٹھیک تو ہے؟"

"ہاں۔" اس نے سر اثبات میں ہلا کر بیگ شولڈر پر ڈالا تھا اور اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ بج ... دیکھ رہا تھا۔

"میں چلتی ہوں بج۔"

"شیور بٹ ٹیک گڈ کیئر آف یور سیلف۔ میں نہیں سمجھ پایا تم حیرت میں زیادہ ہو یا پھر ... دل میں... مگر پھر بھی اپنا خیال رکھنا۔" وہ دوستانہ انداز میں بولا تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔

"رائٹ۔" بولی تھی اور وہاں سے نکلنے لگی تھی۔

وہ نہیں جانتی تھی اس کا ارادہ کیا تھا......

نہیں جانتی تھی کیا چاہ رہا تھا وہ......

پیام کچھ خوش آئند نہیں تھا......

لہجہ کچھ اتنا مروت بھرا بھی نہ تھا......

مگر دل جانے کیوں خوش فہمیوں میں گھرنا چاہ رہا تھا۔

اس کی طرف جانے والے تمام راستوں پر محبت کو اگتے اس نے خود دیکھا تھا۔ سارا ... مہک رہا تھا اور دل......

دھڑکنوں میں کچھ تو خاص تھا۔

وہ خود بھی اس احساس کو نظر انداز کرنا چاہ رہی تھی، مگر دل جیسے اس خیال سے آگے کچھ ... ہی نہ رہا تھا۔

گاڑی رکی تھی' اور وہ اس کے سامنے جا رکی تھی۔
وہ اس کا منتظر تھا شاید...... اسے دیکھ کر مسکرایا تھا۔
"آ گئیں تم۔" اس کا انداز ہمیشہ سے مختلف تھا۔
طالیہ جبران نے اس کی آنکھوں میں جھانکنا چاہا تھا' مگر ہمیشہ کی طرح وہ نگاہ ... تھی۔
"اتنی دور کیوں کھڑی ہو۔ آگے آ جاؤ۔ اتنا ڈر کیوں رہی ہو۔ خوفزدہ ہو؟" وہ ... ہوئے گویا ہوا تھا۔
طالیہ جبران نے سرنفی میں ہلا دیا تھا۔
"گڈ' تو پھر آگے آ جاؤ۔ بات اتنی دوری پر کیسے ہو سکتی ہے۔ اہم ترین باتیں ... طرح نہیں ہوتیں طالیہ' کب سمجھو گی تم۔ میں تو سمجھا تھا تم زندگی کے مفہوم جان گئی ہو' ... ڈھنگ آ گیا ہے تمہیں...... مگر تم تو آج بھی اسی نقطے پر اٹکی دکھائی دے رہی ہو۔" ... مسکراہٹ لیے وہ بولا تھا۔
طالیہ جبران چلتی ہوئی کچھ آگے بڑھ آئی تھی۔
دھک...... دھک...... دھک......
دھڑکنوں میں ارتعاش تھا۔
اور قدم کانپ رہے تھے۔
طالیہ جبران خوفزدہ ہونا نہیں چاہتی تھی' مگر اس وقت اپنے جسم میں ہونے والی لرزش ... وہ قابو نہیں پا سکی تھی۔ اس شخص کے اسلوب' اور رنگ ڈھنگ سے اسے خطرے کی بو آ رہی تھی۔ ... محسوس کر سکتی تھی' کچھ تھا۔
ادیان حاکم چغتائی کا اطمینان......
اس کا مسکرانا......
اس سے نرمی سے پیش آنا......
لگاوٹ دکھانا...... یقیناً بے معنی نہ تھا......
"میں یہاں تمہارا منتظر ہوں طالیہ جبران! تم وہاں کھڑی کیا کر رہی ہو؟"
ادیان حاکم چغتائی بولا' اور طالیہ جبران کے لیے آگے بڑھنا ناگزیر ہو گیا تھا۔ وہ اس کے قدموں کی لرزش کو صاف محسوس کرتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔ اس کے قریب رکتے ہوئے طالیہ نے اپنی تمام تر ہمتوں کو مجتمع کرتے ہوئے خود کو مکمل پُر اعتماد ظاہر کرنا چاہا تھا' مگر وہ جس انداز ... مسکرایا تھا' اس سے صاف ظاہر تھا کہ طالیہ جبران ایسا کرنے میں ناکام رہی ہے۔

"خوفزدہ ہو مجھ سے؟" اس نے بغور دلچسپی سے تکتے ہوئے دریافت کیا تھا۔
طالیہ جبران نے فوری طور پر سرنفی میں ہلایا تھا' اس کے Possess کرنے کا انداز ... ہوا تھا۔ شاید تبھی اس لیے ادیان حاکم چغتائی کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔ اس ... پہلے کہ طالیہ شرمندہ ہوتی' اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھنے کو کہا تھا۔ طالیہ کے لیے ... ہوتا یوں بھی محال تھا۔ سو اس نے اس حکم کو ماننے میں دیر نہیں لگائی تھی۔
"سو...... کیا چل رہا ہے آج کل سب؟ مزہ آ رہا ہے؟"
اس کے بیٹھتے ہی وہ یوں دوستانہ انداز میں بولا تھا' جیسے اس سے کوئی مخالفت کبھی رہی ہی ... طالیہ اگر جبران نہ ہوتی تو یہ باعث حیرت ہوتا' اور طالیہ اس لیے واقعی حیرت میں تھی' مگر ... اپنا اعتماد بحال رکھتا تھا۔ اگر کمزور بھی تھی تو یہ ظاہر نہ کرتا تھا۔ شاید تبھی وہ دوٹوک انداز میں ... بولی تھی۔
"نتھنگ اباؤٹ بزنس۔"
ادیان حاکم چغتائی اس کی ذہانت سے متاثر ہوا مسکرایا تھا۔ پھر داد دیتے ہوئے بولا تھا۔
"مجھے تمہاری ذہانت اچھی لگتی ہے طالیہ' تم یقیناً ایک سمجھدار لڑکی ہو۔ جانتی ہو کب' کس ... میں کون سا قدم لینا ہے۔ ہمیشہ سمجھداری کا مظاہرہ کرتی ہو تم۔" اسے داد دیتا ہوا وہ مسکرا رہا تھا۔
طالیہ جبران اس کے تیوروں سے واقف تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس لمحے اس کے لہجے میں ... سے زیادہ طنز تھا لیکن اس شخص کے پاس اس وقت واقعی کچھ کہنے کو تھا۔ طالیہ کے حق میں اچھا تھا یا برا' یہ وہ نہیں جانتی تھی' مگر جاننا ضرور چاہتی تھی۔ تبھی ملازم آ گیا تھا' اور ادیان حاکم چغتائی اس سے دریافت کرنے لگا تھا۔
"کیا لو گی تم کافی یا......؟"
"نو تھینکس' اس گھر میں مہمان نہیں ہوں۔" اس نے واضح کیا تھا' اور ادیان حاکم چغتائی اس وضاحت پر جانے کیوں مسکرا دیا تھا پھر ملازم کو جانے کا اشارہ کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔
"بہت جلد بازی کی قائل ہو تم' ہتھیلی پر سرسوں جمانا چاہتی ہو' مگر ایسا ممکن نہیں۔ اپنی ... وقت میرا بھی بہت قیمتی ہے' سو ضائع کیے بنا میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس اب بھی ایک اچھی آفر ہے۔ تمہارے تصور سے بھی زیادہ میں تمہیں نواز سکتا ہوں' جسٹ فار ... ہے۔ یہاں سے چلی جاؤ۔ یہاں صرف ایک کمپنی میں چھوٹی سی پوسٹ پر خوش ہو تم۔ یہ کیوں نہیں سوچتیں' ایسی کئی سوفٹ ویئر کمپنیز تم اپنی بھی بنا سکتی ہو' جس پر مکمل اختیار ہو گا تمہارا' اور ملکیت

بھی...... مجھے صرف یہ بتا دو کہ تم کہاں سے ابتدا کرنا چاہتی ہو۔ آئی ول ڈو واٹ فور یو۔"

وہ پھر وہی کہانی کہہ رہا تھا' وہی کاروباری انداز تھا' اور وہی باتیں...... طالیہ جبران کے
لیے یقیناً یہ نیا نہیں تھا۔ شاید اسی لیے وہ اس لمحے بجائے حیرت ظاہر کرنے کے مسکرا دی تھی۔

"آپ بدستور اتنے ہی خوفزدہ ہیں مجھ سے؟ میں تو سمجھی تھی شاید خود پر کچھ اعتبار ہو
آپ کو...... کچھ تو بھروسہ رکھتے ہوں گے......' مگر آج کھلا میں شاید غلط اخذ کر رہی تھی۔ آپ ابھی
مجھے فیس نہیں کر پا رہے حالانکہ نہ تو میرا Experience آپ سے زیادہ ہے نہ......"

"شٹ اپ طالیہ۔" اس کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی وہ بولا تھا۔ انداز میں غصہ
حد نمایاں تھا' مگر طالیہ مسکرا دی تھی۔

"غلط تو کچھ نہیں کہا اویان حاکم چغتائی۔ اگر آپ مجھ سے خوفزدہ نہ ہوتے تو اس طرح
مجھے یہاں بلا کر یہ سب نہ کہہ رہے ہوتے۔ میری چھوٹی سی پوسٹ کی ذمہ داریوں سے اس قدر
خوفزدہ نہ ہوتے تو مجھے اس طرح کی آفر نہ کر رہے ہوتے۔ میں تو سمجھی تھی شاید آپ کے پاس
آج کوئی نئی بات ہو مگر...... شاید غلط سوچا تھا میں نے۔"

"آئی سیڈ شٹ اپ۔"

اویان حاکم چغتائی نے دھیمے لہجے' مگر کسی قدر تلخی سے کہتے ہوئے اسے چپ کرایا
تھا۔ طالیہ کسی قدر افسوس سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ آنکھوں میں کچھ نمی سی تھی۔

"مجھے لگتا تھا اویان صرف میں ہی کمزور ہوں۔ صرف میں ہی ہوں' جو بے بس ہوں' مگر
میں غلط تھی۔ شاید تم مجھ سے بھی زیادہ کمزور' اور پسپا ہو' اور مجھے کم از کم تم سے ڈرنے کی ضرورت
قطعاً نہیں ہے۔"

اویان حاکم چغتائی کا ہاتھ اٹھا تھا' اور اس کے چہرے پر اپنے نشان ثبت کر گیا تھا۔ طالیہ
جبران چہرے پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔ اویان حاکم چغتائی نے اسے بازو
سے تھاما تھا گرفت بے حد سخت تھی اس وقت اس کی نظروں سے جیسے شعلے سے لپک رہے تھے۔
کچھ لمحے وہ اسے چند ثانیوں تک اسے اسی طرح دیکھتا رہا تھا پھر ایک جھٹکے سے اس کی بازو کو اپنی
گرفت سے آزاد کرتے ہوئے سرنفی میں ہلاتے ہوئے انتہائی فیصلہ کن انداز میں گویا ہوا تھا۔

"میرے لیے اتنی مشکل مت بنو طالیہ۔" مدھم لہجے میں کہنے کے ساتھ ہی وہ پلٹا تھا' اور
چلتا ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

طالیہ جبران کی ساکت آنکھوں سے بہت آہستگی سے نمکین پانی کے قطرے ٹوٹے تھے'
اور بہت بے قدری سے بکھرتے چلے گئے تھے۔ یقیناً نہ راستہ ہموار تھا نہ ہی منزل کا حصول آسان'
وہ پتھر سے سر پھوڑ رہی تھی صرف متواتر...... مسلسل...... پتا نہیں یہ اس کے اپنے حق میں اچھا تھا

ہوا کرتیں۔

●●●
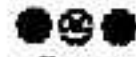
لینا نہ بارش میں بھیگتی ہوئی لان میں تنہا تھی۔ کوئی پاس نہ تھا' مگر پھر بھی نجانے کیوں
ایک احساس گھیرے ہوئے تھا کہ کہیں کوئی ہے' جو اس کے آس پاس ہے' اور سب کچھ نہ صرف
دیکھ رہا ہے بلکہ جان بھی رہا ہے۔ ہار اگر صرف اپنی ہو' اور اپنے تک محدود ہو تو پسپائی کا دکھ اتنا
شدید نہیں ہوتا' مگر اس لمحے بے بسی' اور شرمندگی' اور بھی بڑھ جاتی ہے' جب کوئی دوسرا بھی واقف
حال ہو' یہی کیفیت اس کی تھی۔ اس کی ہار اس کی پسپائی صرف اس تک محدود نہ رہی تھی۔ وہ بھی
جانتا تھا وہ اس لمحے کتنی کمزور ہے۔ تبھی تو شام وہ اس کے قریب آ کر اس سے اتنا کچھ کہہ گیا۔

اسفار یقیناً غلط سمجھ رہا تھا۔ جس طرح وہ سوچ رہا تھا' یقیناً صورت حال ویسی نہ تھی۔ شاید
وہ خیال کر رہا تھا کہ غالباً وہ پرانے وقتوں کو ڈھونڈتی اس کی طرف آئی ہے۔ ایسا کچھ طے شدہ یا
ارادہ ہے' مگر وہ جانتی تھی ایسا کچھ نہ تھا' مگر وہ اس بات کی کوئی وضاحت یا تفصیل اسفار پیرزادہ کو
فراہم کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اگر وہ ایسا سمجھتا تھا' تو سمجھتا رہتا...... اس کی بلا سے...... اگر وہ خوفزدہ تھا
تو خوفزدہ رہتا۔ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اگر وہ اس طرح کی کوئی بات کر کے جتلا اسے خوفزدہ
کرنا چاہتا تھا تو یقیناً وہ غلط سمجھ رہا تھا۔ لینا نہ بیگ کے لیے خود سے زیادہ اپنی فیملی' اور اس کی
Prosperity عزیز تھی' اور یہ قدم بھی اگر اس نے لیا تھا تو صرف' اور صرف اپنی فیملی کی کھوئی
ہوئی ساکھ بحال کرنے کے لیے۔

اسفار پیرزادہ دوبارہ غلطی کر رہا تھا اسے سمجھنے میں......' اور جاننے میں......

وہ سر جھکائے بینچ پر بیٹھی تھی جب اماں نے گلاس ڈور کھول کر اسے پکارا تھا۔

"لینی' تم کیا کر رہی ہو وہاں؟ اتنی بڑی ہو گئی ہو' مگر بچپنا نہیں گیا۔ یہ تک معلوم نہیں کر
ان راتوں کی بارشوں میں بھیگنا قطعاً سود مند نہیں ہوتا۔ چلو فوراً اندر آؤ۔"

لینی کے لیے اندر جانا ناگزیر ہو گیا تھا۔ وہ اٹھی' اور سست روی سے چلتی ہوئی اندر آ گئی
تھی۔ اب تک نہ بھیگنے کا احساس تھا نہ ہی ٹھنڈ کی شدت کا اندازہ...... مگر اب اماں کی ایک آواز
کے ساتھ جیسے ساری حسیں بیدار ہو گئی تھیں۔ اماں نے بالکل بچپن کی طرح اس کے اندر آتے ہی
تولیہ اس پر ڈال کر اسے اپنے ہاتھوں سے خشک کرنا شروع کر دیا تھا۔

"میں سمجھی تھی بڑی ہو چکی ہو۔ کچھ عقل آ گئی ہو گی' مگر تم تو اب تک بچی کی بچی ہی ہو۔
بارش کی دو چار بوندیں بادلوں سے ٹپکی نہیں' اور تم سرپٹ باہر دوڑیں نہیں۔"

اماں نے بالکل بچپن کی طرح اسے ڈپٹا تو وہ مسکرائے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔ کچھ فاصلے پر
بابا کے ساتھ چیس کھیلتے عمران ماموں مسکرائے تھے۔

"آپ نے غلط اخذ کیا تھا آپا! ہماری لیلیٰ اب بھی ویسی ہی ہے۔ وہی عادتیں' وہی ساری باتیں...... مگر یہ کیا لیلیٰ...... اکیلے اکیلے بارش میں بھیگ لیں۔ اپنے ماموں کو بھی آواز دے لی ہوتی تو دونوں مل کر کاغذ کی کشتیاں چلاتے۔"

ماموں کی بات پر فینانہ مسکرا دی تھی۔

"ماموں! آپ بھی نا! یقیناً آپ نے ہی شکایت لگائی ہوگی۔ آپ کو بتائے بنا چلی گئی تھی نا...... آ...... بھی......" وہ جھینپنے لگی تھی۔

"دیکھو لی گئی نا سزا اکیلے کام کرنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔" عمران مسکرا دیا تھا۔

"بس بس...... دونوں مل کر بھیگے ہوتے تو مل کر چھینک بھی رہے ہوتے۔ یہ تمہاری ہی کرامات ہیں مانی۔ تم ہی نے اسے بگاڑا ہوا ہے۔" اماں نے عمران کو بھی ڈپٹنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ فینانہ اور نانا مسکرا دیے تھے۔

"مجھے کیوں ڈانٹنے لگیں؟ میں نے کیا کیا ہے؟" عمران نے دہائی دی تھی۔

"ابا دیکھ رہے ہیں آپ۔ کیسے ہاتھ سے نکل گئے ہیں سب کے سب۔" اماں نے نانا کی طرف دیکھا تھا۔

"کہاں آپا' کہاں نکلا ہوں آپ کے ہاتھ سے۔ پچھلے تیس برس سے آپ کے ہاتھ میں ہوں' اور مزید تب تک اچھے بچوں کی طرح آپ کے ہاتھوں میں رہوں گا جب تک آپ مجھے کسی' اور محفوظ ہاتھ میں دے نہیں دیتیں۔"

عمران نے انتہائی شرارت سے کہتے ہوئے فینانہ کے ہاتھ پر ہاتھ مارا تھا' اور دونوں ہنستے چلے گئے تھے۔ نانا' اور اماں بھی مسکرائے بغیر نہیں رہ سکے تھے۔

"اماں! لگتا ہے اب آپ کو ماموں کو کسی' اور محفوظ ہاتھ میں دینے کے متعلق سوچنا ہی ہوگا۔" فینانہ نے ماموں کی بھرپور طرف داری کی تھی۔ "نانا جی ویسے تو یہ کام خواتین کے کرنے کے ہوتے ہیں اگر نانی زندہ ہوتیں تو یقیناً چاندی بہو لانے کا خواب ان کی آنکھوں میں ہوتا لیکن پھر تو آپ نے بھی سوچا ہوگا نا۔" فینانہ نے مسکراتے ہوئے نانا کی طرف دیکھا تھا۔ وہ مسکرا دیئے تھے۔

"بیٹا' یہ ساری ذمے داری میں تمہاری اماں کو سونپ چکا ہوں۔ اسے جو لڑکی پسند ہوگی' وہی اس گھر میں آئے گی۔" نانا نے صاف واضح کر دیا تھا۔ اندر کافی لے کر آتی ہوئی ماہم مسکرائی تھی۔

"ساری پسند ناپسند اماں کی' اور ہمارے بے چارے ماموں کا کیا؟"

"یہ بات ہوئی نا ماہی! شکر ہے اس گھر میں کسی کو میرا بھی کوئی خیال ہے اگر یہ میری دو

...بھانجیاں نہ ہوتیں تو میری فکر کون کرتا۔" عمران نے اتفاق کرتے ہوئے کہا تھا۔

اماں نے بروقت ان کا کان پکڑا' اور جتاتے ہوئے کہا تھا۔ "ہاں تمہاری ساری فکر اب ...تمہاری دو عدد بھانجیاں تو کرتی آئی ہیں۔"

"ارے نہیں آپا! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں تو کہہ رہا تھا کہ آپ کے ساتھ ساتھ میری ...دونوں بھی کرتی ہیں۔" عمران نے بروقت بیان بدلا تھا۔ فینانہ' اور ماہم دونوں ہنسنے لگی تھیں۔

"اماں پلیز! آپ ماموں کو کچھ مت کہیے۔ چاہیں تو سزا ہمیں دے لیں۔" ماہم نے ...طرف داری کی تھی۔ اماں نے کان چھوڑتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"بہت طرفداری کرتے ہو تم سب ایک دوسرے کی۔ دیکھ رہے ہیں ابا آپ؟ کیسے ...سے بھرا ہوا ہے ہمارا گھر' ایک سے ایک بڑھ کر ہے۔" اماں نے کہتے ہوئے فینانہ کی ...دیکھا تھا جو مسکراتی ہوئی آلتی پالتی مارے صوفے پر بیٹھی عمران کی کسی بات پر ہنس رہی تھی۔

"...تم کیا کر رہی ہو یہاں' ابھی تک چینج کرنے نہیں گئی۔ ٹھنڈ لگ گئی تو پھر؟" انہوں نے ڈپٹتے ...دیکھا تھا۔

...نہ کے چھوڑے جانے کی امید نہیں تھی' اسی لیے درخواست بھرے لہجے میں بولی تھی۔

"کافی پینے دو نا اماں ٹھنڈی ہوگئی تو مزہ نہیں آئے گا۔"

"کافی پھر بھی بن جائے گی۔ چلو فوراً اٹھو یہاں سے پہلے چینج کر لو۔" اماں نے خالص ...والے انداز میں ڈپٹا' اور فینانہ برا سا منہ بنا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"آئس کریم...... کھانے کا پروگرام کوئی نہیں بنائے گا۔ جب تک کہ میں آ نہ جاؤں۔" ...جاتے جاتے وہ وارننگ دینا نہیں بھولی تھی۔

"آئس کریم...... اتنی سردی میں اب آئس کریم کھاؤ گے تم لوگ؟ دماغ خراب ہو گیا ...تم لوگوں کا؟" اس کی کھسر پھسر کے باوجود اماں نے سن لیا تھا۔ نانا مسکرا دیے تھے۔

"تو کیا ہوا بیٹے تمہاری عمر جب اتنی تھی تو تم بھی تو یہی کیا کرتی تھیں نا؟ یاد ہے تمہاری اماں بھی اسی طرح ڈانٹا کرتی تھیں' مگر کوئی اثر ہوتا تھا بھلا تم پر؟" نانا ابا نے بروقت یاد دلایا تھا۔ ...تو چلی گئی تھی' مگر عمران' اور ماہم مسکرا دیے تھے۔ اماں خجل سی ہو کر رہ گئی تھیں۔

"ابا! آپ بھی بس...... وہ وقت' اور تھا تب موسم بھی اتنے برے نہ تھے۔ آج کل تو سب کچھ بدل گیا ہے۔ آج یہاں چھینک کل پتا چلتا ہے کوئی بڑی بیماری ہوگئی ہے۔" اماں بچوں کے معاملے میں بالکل عام ماؤں جیسی تھیں۔

"لیلیٰ! چینج کر کے دوبارہ نیچے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہیں کمرے میں رہنا۔ میں

کافی بنا کر بجھاتی ہوں' اور اب چھوڑو اور مت کرنے بیٹھ جانا۔ اچھی طرح کمبل اوڑھ کر لیٹ جا
سیڑھیاں چڑھتی ہوئی فینانہ کو اماں نے ہدایت جاری کی تھیں۔ فینانہ نے
ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔ اماں کی ہدایات اب بھی بدستور جاری تھیں' مگر اب
ٹیپ عمران' اور ماہم کے لیے تھی۔ فینانہ کے کانوں میں آواز برابر پڑ رہی تھی۔
"عمران' صبح میٹنگ ہے نا تمہاری؟ رات دیر تک جاگو گے تو صبح دماغ کیا کام
کرے گا۔ چلو اٹھو فوراً کمرے میں۔ چلو اپنے' اور تم دادی اماں...... صبح کیمپس نہیں جانا آ
چلو اٹھو صبح پھر آنکھ نہیں کھلے گی۔"
اماں سب کو جلد سلانے کے چکر میں تھیں۔ فینانہ ان کی عادتوں سے واقف تھی اماں
اپنے بچوں کی' اور ماؤں سے کچھ زیادہ ہی فکر رہتی تھی۔ فینانہ کو پتا تھا اماں اب انہیں اٹھا
لیں گی' سو دوبارہ باہر جانے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے وہ چینج کر کے اپنے بستر پر آ گئی تھی۔
ایک مخصوص سوچ کا جو سلسلہ منقطع ہوا تھا اس کا تسلسل وہیں سے جڑ گیا تھا۔ نہ چاہتے
ہوئے بھی ذہن اس شخص کی طرف چلا گیا تھا۔ حالانکہ وہ اسے نہ تو سوچنا چاہتی تھی' نہ ہی
اپنے ذہن میں رکھنا چاہتی تھی۔ سو کچھ بھی مزید سوچنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے اس نے
بڑھا کر بتی بجھائی تھی' اور سونے کا ارادہ کرتے ہوئے آنکھیں موند لی تھیں۔

●❂●

اسفار پیرزادہ نے ہاتھ بڑھا کر بارش کی برستی بوندوں کو ہتھیلی پر لیا تھا' اور بغور دیکھا
تھا۔ رات لمحہ لمحہ سفر کر رہی تھی' مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ یخ بستہ موسم میں کچھ تھا
جو اسے سونے نہیں دے رہا تھا۔ کوئی تھا جو آس پاس تھا......
بنا آہٹ کیے...... بنا دستک دیے...... دل کے قریب تھا!
کوئی یاد تھی جو چپ چاپ دل کا طواف کر رہی تھی' اور وہ انجان نہ تھا۔ جانتا تھا
احساس کیا تھا۔ کس سے وابستہ تھا۔ سوچیں کس کی تھیں' خواب کس کے تھے۔ خواہشوں کے تانے
کیا تھے؟ جانتا تھا وہ مانتا تھا۔ جھٹلانا نہیں چاہتا تھا۔ رد کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ خود اپنے سامنے
تنہا بھی نہیں۔ تنہائی کے لمحے ادراک کے تھے' اور وہ بھاگنا نہیں چاہتا تھا۔ دوسروں کے سامنے
صورت حال جو بھی تھی' وہ جو بھی کرتا' مگر اس لمحے وہ خود اپنے سامنے کھڑا تھا' اور خود سے بھاگ
بھی تو کہاں جاتا...... یہ لمحے فرار کی تمام راہیں مسدود کرنے والے تھے۔ وہ خود سے بھاگنا نہیں
چاہتا تھا' بھاگ نہیں سکتا تھا۔ سچ تھا یہ...... وہ خیال سوچ کے لیے ضروری تھا۔ وہ احساس محسوس
کرنے کو ضروری تھا۔ وہ دھڑکنوں میں اسے نہ تلاشتا تو ناانصافی ہوتی۔ کسی اور کے ساتھ نہیں' خود
اپنے ساتھ۔

ایک عرصے تک وہ آنکھیں بند کر کے چلتا رہا تھا۔ بنا کسی ادراک کے جیتا رہا تھا' مگر
...ایسا نہیں کر سکا تھا۔ دل کچھ عجیب ضدی بھی نہ تھا۔ کچھ عجب من مانی بھی نہ کر رہا تھا۔
...سوچ ہی تو رہا تھا اسے...... صرف یاد ہی تو کر رہا تھا...... اک احساس ہی تو تھا فقط...... کچھ
...تو وہ خرد مندی سے کام لیتا' بند باندھنے کی کوشش بھی کرتا......
مگر خیال و خواب تھا سب' اور وہ خود کو اس بہلاوے سے کم از کم محروم نہیں کرنا چاہتا تھا۔
...تھا...... اتنی ناانصافی بھی اچھی نہ تھی۔ کچھ لمحوں کو آزاد چھوڑ دیا تھا تو کچھ عجب بھی نہ کیا
...سے کچھ آوازیں آ رہی تھیں۔ لفظ بے مفہوم نہ تھے۔
"بہت لڑکوں والا سوال نہیں یہ؟" جیسے اس کا سوال اس کا بھرپور اعتماد ظاہر کر رہا تھا۔ وہ
...اس بولا تھا' اور وہ مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلاتے ہوئے جتاتے ہوئے بولی تھی۔ "میں
...وں مجھ میں ایسا کچھ بھی خاص نہیں ہے۔ بالکل عام سی لڑکیوں سی ہوں۔ بلکہ کہیں کہیں تو
...سے بھی کہیں گئی گزری۔"
"For Example?" اس نے وضاحت چاہی تھی۔

●❂●

"مثلاً عام لڑکیاں کچھ نہ ہوتے بھی بہت سے مقام پہ یہ پروف کر جاتی ہیں کہ وہ ... ہیں...... میں نہیں ہوں' بہت سی عام لڑکیاں پری ٹنڈ اچھا کرتی ہیں' میں نہیں کر سکتی۔ بہت سی لڑکیاں جھوٹ بھی اچھا بول لیتی ہیں' میں...... اوں ہوں......" انگلیوں پر گنواتے ہوئے وہ ... تھی۔ ارادہ مزید بولنے کا بھی تھا' مگر اس نے اس کی بات درمیان میں سے ہی اچک لی تھی۔

"عام لڑکیاں اتنی منہ پھٹ بھی نہیں ہوتیں' جتنی تم ہو۔" وہ بولا تھا' اور دونوں ہنس دیے تھے۔

لبنانہ بیگ نے اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو ہاتھ پر لیا تھا' اور مسکرا دی تھی۔ اعتبار اسے بغور دیکھا تھا' اور آہستگی سے بولا تھا۔

"عام لڑکیاں اس طرح ہنس بھی نہیں سکتیں لبنانہ جس طرح تم ہنستی ہو۔" اب کی بار وہ کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔

"ہاں حلق پھاڑ کر ہنسنا کچھ دشوار ہوتا ہے نا لڑکیوں کے لیے...... اچھی خاصی خوبصورت بگڑتی دکھائی دیتی ہے۔ میری اماں بھی یہی کہتی ہیں۔ بعض اوقات تو باقاعدہ ڈانٹتی بھی ہیں اس طرح حلق پھاڑ کر مت ہنسا کرو۔ لڑکیاں اس طرح نہیں ہنستیں۔ نزاکت جاتی رہتی ہے' مگر مجھ پر کچھ خاص اثر نہیں ہوتا۔ میرے ماموں کہتے ہیں میں اس طرح ہنستی اچھی لگتی ہوں۔ کچھ بد مردوں کی طرح' مگر مزے دار۔" وہ مسکرائی تھی۔

"آئی تھنک' ہی از رائٹ۔ تم اچھی لگتی ہو۔" اعتبار نے اس کا ہم خیال ہوتے ہوئے برملا اعتراف کیا تھا۔

"ویلڈ' یہ آج آپ میری تعریفیں بہت کر رہے ہیں' خیریت؟ کہیں پھر کوئی کام تو نہیں نکل آیا؟ کیا کروانا ہے نوٹس بنوانے ہیں یا کوئی اسائنمنٹ یا پھر کوئی' اور معاملہ ہے۔" لبنانہ نے مسکراتے ہوئے شرارت سے اسے دیکھا تھا وہ مسکرا دیا تھا۔

"تمہاری وہ دوست اچھی ہے لبنانہ۔" وہ بلا تامل ٹریک پر آتے ہوئے بولا تھا۔

... ہوئے دیکھنے لگی تھی۔

"کون سی دوست' میرے ایک دوست تو تم بھی ہو' مگر تم اتنے اچھے نہیں ہو' یہ بات میں ... طریقے سے جانتی ہوں۔" وہ جتاتے ہوئے مسکرائی تھی۔ اعتبار یزدانی نے اسے مصنوعی ... گھورا تھا۔

"وہی بلونڈی بالوں والی جو کل تمہارے ساتھ سپر سٹور پر تھی۔" یاد دلایا تھا۔

"اچھا وہ' کہیں تم ماریا کی بات تو نہیں کر رہے؟" چاکلیٹ بیگ سے نکال کر اسے آفر ... مگر اس نے جب سر نفی میں ہلایا تھا تو وہ خود مزے سے بائٹ لینے لگی تھی۔

"اتنی چاکلیٹ مت کھاؤ' موٹی ہو جاؤ گی۔ ذہن پر زور دو۔ اس کے بارے میں بتاؤ۔ ... تمہیں؟ کب سے جانتی ہو؟" اعتبار نے چاکلیٹ اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر خود کھاتے ... دریافت کیا تھا۔

"میں نہ کھاؤں' کھاؤں گی تو موٹی ہو جاؤں گی' اور تم خود...... اس کی حرکت پر گھورتے ... اسے دیکھا تھا۔

اعتبار ... اس کی بات پر دھیان دیے مزید دریافت کرتا ہوا بولا تھا۔ "تم نے پہلے نہیں بتایا ... کے بارے میں' تمہاری کوئی نئی دوست ہے؟"

"ہاں ہے' تمہیں اتنی دلچسپی کیوں ہو رہی ہے؟ اوہ میں تو بھول گئی' تمہیں تو ہر لڑکی میں ... دلچسپی ہوتی ہے۔" اپنا چاکلیٹ اسے کھاتے دیکھ کر وہ تلملا کر بولی تھی۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"اوں...... ہوں۔" سر نفی میں ہلایا تھا۔ "ہر لڑکی میں نہیں' صرف خوبصورت لڑکی میں۔" ... دلچسپ تھی۔

"صرف خوبصورت لڑکی میں۔" لبنانہ نے اسے گھورتے ہوئے اس کی نقل اتاری تھی۔ "... کلاس میں' یہاں وہاں سے کتنی خوبصورت لڑکیوں سے ملتے ہو تم' کتنی ہی خوب صورت ... کو دیکھتے ہو۔ دل نہیں بھرتا تمہارا؟" وہ بڑبڑائی تھی۔

"تم لڑکا نہیں ہو نا کیسے جان سکتی ہو۔ کتنا اچھا لگتا ہے نا' خوبصورت چہرے' دنیا کتنی بے رنگ سی ہوتی نا اگر حسن کی دلکشی اس میں شامل نہ ہوتی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تو لبنانہ اسے گھورے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"ایکسکیوزمی' اگر میں لڑکا ہوتی تو تم جیسی فضول نہ ہوتی۔ وہ ماریا جس کی تم تعریف کرتے نہیں تھک رہے نا' جس کے بارے میں جاننے کے لیے تمہارے پیٹ میں اتنے مروڑ اٹھ رہے ہیں' وہ میرڈ ہے' اور ایک بچے کی ماں بھی ہے؟" ایک ہی لمحے میں اس کے ہوش ٹھکانے لگا دیے ...

پہلے تو حیران ہوا تھا پھر چہرہ پھیر کر کھسیانا ہو کر مسکرا دیا تھا۔

"اچھا تم نے پہلے کبھی بتایا نہیں۔ میں تم سے یہی کہنے والا تھا۔ کچھ زیادہ ہی اچھی نہیں وہ تمہاری دوست' ویسے کیا تم شادی شدہ عورتوں سے بھی دوستی رکھتی ہو؟" معاملہ بندی … ہوئے وہ مسکرا دیا تھا۔

"کیا مطلب؟ شادی شدہ عورتوں سے دوستی...... کیا میرڈ عورتوں سے کسی لڑکی کا … شپ رکھنا منع ہے؟ اینڈ بائے دی وے' شی از ناٹ مائے فرینڈ...... وہ جیک کی ممی ہے۔"

فینانہ نے بجائے واضح کرنے کے 'معاملہ' اور بھی الجھا دیا تھا۔ وہ اپنی خجالت بھول … کی طرف حیرت سے دیکھنے لگا تھا۔

"جیک؟ ہو از دیٹ؟" پہلی بار فینانہ کے منہ سے کسی لڑکے کا نام سنا تھا اسے حیرت … ہوتی تو' اور کیا ہوتا۔

"جیک از اے گاڈ۔" وہ کہہ کر تسلی سے بیگ سے ایک' اور چاکلیٹ برآمد کرتی ہوئی … بھرپور توجہ سے کھانے میں مشغول ہو گئی تھی۔ احمار نے الجھن سے اسے دیکھا تھا۔

"وہی تو پوچھ رہا ہوں' کون ہے وہ؟ تمہاری زندگی میں وہ کب آیا' کیسے آیا؟ تم … نہیں کبھی۔"

وہ جس نہج پر سوچ رہا تھا فینانہ بیگ بالکل نہیں سمجھ سکی تھی۔ اب غور کیا تھا تو اندازہ … تھا۔ پہلے وہ چونکی تھی پھر ہنس دی تھی۔

"تمہاری زندگی میں اتنی لڑکیاں آئیں' اور گئیں' میں نے کبھی کسی کی تفصیل مانگی؟ … نا؟ تو پھر تمہیں میری زندگی میں آنے والے ایک اکلوتے جیک سے کیا پرابلم ہونے لگا؟ کیا مجھے اپنی زندگی اب تمہارے طے کردہ اصولوں پر بسر کرنا ہو گی؟" مسکراتے ہوئے کہہ کر وہ بھنویں اچکاتے ہوئے شرارت سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

وہ کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔ حیرت زدہ سا دیکھتا رہ گیا تھا اس کی طرف' اس سے قبل کہ اس کی حیرت کچھ' اور سوا ہوتی' فینانہ بیگ نے اپنا بیگ شولڈر پر ڈالا تھا' اور گھڑی دیکھتی ہوئی اٹھ گئی تھی۔

"تم سے باتوں میں دھیان ہی نہیں رہا۔ جیک وہاں میرا انتظار کر رہا......"

جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی احمار پیرزادہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اٹھنے سے روک دیا تھا۔ فینانہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا' بنا کچھ کہے وہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظروں میں اب بھی حیرت تھی' اور حیرت کے ساتھ کچھ سوال بھی تھے۔

"کیا ہوا؟ کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ' کہو نا' مجھے دیر ہو رہی ہے' پھر بات کریں گے۔"

اس کی طرف اسی طرح دیکھتا ہوا وہ سر نفی میں ہلانے لگا تھا۔

"ہم دوست ہیں فینانہ۔" پتا نہیں کیا جتانا چاہا تھا۔ وہ چونکتی ہوئی مسکرائی تھی۔

"سو؟ آئی نو دیٹ وی آر فرینڈز' سو واٹس نیو؟"

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں فینانہ' ہم دوست ہیں' اور تم یہ اتنی بڑی بات مجھ سے چھپا رہی … زندگی میں کوئی آ چکا ہے۔" احمار کا لہجہ بڑا افسوس تھا۔

"تو تمہارا کیا مطلب ہے' میری زندگی میں کیا کوئی نہیں آ سکتا؟ احمار میں ایک میوزک … اور وہ محض ایک سٹوڈنٹ۔" وہ جتاتے ہوئے مسکرائی تھی۔

"… تم اپنی عمر سے بھی بڑی عمر کے آدمی کو سٹوڈنٹ کہو گی تو کیا وہ بچہ بن … اور تم نے بتایا نہیں کب سے میوزک ٹیچر بن گئی ہو تم؟"

دوست ہونے کے ناطے جیسے وہ ہر بات جان لینے کا حقدار تھا۔ فینانہ بیگ نے اسے … اپنی مسکراہٹ پر قابو رکھے بغیر مسکرا دی تھی۔

"اپنی عمر سے بھی بڑی عمر کا آدمی؟ احمار' ہی از جسٹ سیون ایئرز اولڈ۔ صرف سات سات یعنی صرف سات۔" آنکھوں میں شرارت لیے اس نے ہاتھوں کی سات … انگلیوں کے عین سامنے کرتے ہوئے جتایا تھا۔

احمار اسے حیرت سے کم' اور خجلت سے زیادہ دیکھ رہا تھا۔ فینانہ شرارت سے بھنویں … ہوئے مسکرائی تھی۔

"یو؟" احمار نے کشن کا بھرپور وار اس پر کیا تھا' مگر وہ کھلکھلا کر ہنستی ہوئی ایک طرف ہو … گئی۔

"تمہاری اس خجالت کی ذمہ دار میں قطعی نہیں ہوں احمار' یہ جو چھ فٹ کے ٹاپ فلور پر … جو چیز ہے نا' اسے دماغ کہتے ہیں' اور بہت سے لوگ جب اس کا استعمال کرتے … وہ عقلمند کہلاتے ہیں۔ تم اگر چاہو تو اس فہرست میں اپنا نام درج کروا سکتے ہو۔ بس شرط یہی … تمہیں اپنا یہ ٹاپ فلور والا گول گنبد استعمال میں لانا ہو گا۔" وہ شرارت سے مسکراتی ہوئی اٹھ … ہوئی تھی۔ "چلتی ہوں' جیک واقعی میرا انتظار کر رہا ہو گا۔ کل جلدی سکول پہنچ جانا...... … گروپ کی انجلین کے پاس تمہیں بتانے کو ایک گڈ نیوز ہے' بائے۔" اپنے ہاتھ کو Wave … ہوئے وہ مسکرائی تھی' اور وہ بھی مسکرا دیا تھا۔

"فینانہ۔"

وہ دروازے کے قریب تھی' جب اس نے پکارا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی پلٹی تھی' مگر وہ کچھ … اسے تکتا ہوا مسکرا دیا تھا۔ فینانہ نے بھانپ لیا تھا۔

"یور جیلس نا؟"

برملا کہا تھا۔ لہجہ پُر یقین تھا' مگر اصفار نے سرنفی میں ہلا دیا تھا۔

"اوں ہوں' بالکل بھی نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں۔ جیک تمہارے کتنے بھی ... سب سے اچھی دوست تم میری ہی ہو' اور یہ بھی کہ میرے علاوہ تمہارا کوئی' اور اچھا ... نہیں سکتا۔ تمہیں سمجھنا آسان نہیں ہے فیشی۔" مدھم لہجہ پُریقین تھا۔ فیشانہ مسکرائی تھی' ... تھی......

ہوا کا تیز جھونکا آیا تھا' اور کمرے کی ساری بتیاں بجھ گئی تھیں۔ اصفار پیرزادہ ... کھڑکی کا شیشہ بند کیا تھا' اور لائٹر جیب سے نکال کر باری باری تمام کینڈلز دوبارہ روشن ... تھا۔

"یس آئی ایم جیلس فیشانہ۔" بہت مدھم لہجے میں وہ بڑبڑایا تھا۔ "تمہاری زندگی میں ... کوئی ہے تو میں جلتا ہوں...... بہت جلن ہوتی ہے مجھے۔ بے حد...... بے حساب!... نہیں ... کیوں! مگر میں جلتا ہوں واقعی بہت جلتا ہوں۔"

مدھم لہجے میں عجب ایک الاؤ تھا۔ بارش باہر تھم چکی تھی' مگر یہاں اندر وجود کا کوئی ... بہت چپکے چپکے بھیگ رہا تھا۔ من کسی گیلی لکڑی کی طرح نہ جل رہا تھا نہ بجھ رہا تھا۔

◆◆◆

اسے بالکل نہیں پتا تھا' کب تک یہ سب چلتا تھا' کب تک اسے صرف نام کے ... کرنے تھے' وہ سمجھوتے' جن سے کچھ حاصل نہ تھا' نہ کوئی امید تھی نہ صورت حال اس کے حق میں دکھائی دیتی تھی' مگر اس کے باوجود وہ واپس پلٹنے کو تیار نہ تھی۔ گھٹنوں پر سر دھرے وہ بے آواز ... بہا رہی تھی۔ جب دروازے میں کھڑی بوا نے اسے پکارا تھا۔

"طالیہ۔"

طالیہ نے فوراً آنکھیں صاف کی تھیں' مگر وہ ان کی طرف فوری طور پر متوجہ نہ ہوئی تھی۔ بوا نے اسے کسی قدر تشویش سے دیکھا تھا۔

"تم رو رہی تھیں؟"

طالیہ نے ان کی طرف دیکھے بغیر سرنفی میں ہلایا تھا۔ بوا قریب آ گئی تھیں۔ طالیہ کے ... لیے اب چھپنا جیسے ناممکن ہو گیا تھا۔

"کیا ہوا؟ کسی نے کچھ کہہ دیا کیا؟"

بوا نے اس کے چہرے کو بغور تکتے ہوئے دریافت کیا تھا۔ فوری طور پر وہ کچھ نہیں بولی تھی' اور بوا جیسے تمام معاملہ بھانپ گئی تھیں۔

"ادیان نے؟ ادیان نے کچھ کہا؟"

طالیہ تب بھی کچھ نہیں بولی تھی' بس آنکھوں سے کچھ نمکین پانی کے قطرے ٹوٹے تھے' اور ... بہہ گئے تھے۔

بوا چپ چاپ اسے دیکھتے ہوئے اس کے شانے پر آہستگی سے اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ طالیہ ... ان کی طرف دانستہ جیسے نہیں دیکھ رہی تھی۔

"ادیان کی باتوں کا تم برا مت مانا کرو۔ وہ دل کا برا نہیں ہے۔ بس وہ اس رشتے کو۔" ... جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ طالیہ ان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"جانتی ہوں میں اس کے لیے یہ ماننا ہمیشہ بہت مشکل رہے گا کہ میں اس سے وابستہ ... جانتی ہیں آپ' ایسا اس لیے نہیں ہے کہ میرا اس سے رشتہ کمزور ہے۔ ایسا صرف اس ... وہ بہت کمزور ہے۔ بہت کم ہمت ہے وہ...... اس لیے نہ تو کبھی وہ اس رشتے کو قبول کر ... اور نہ مجھے...... بہت ہمت درکار ہے اس سچ کو تسلیم کرنے کے لیے' جو ادیان حاکم چغتائی ... نہیں ہے۔" طالیہ جبران کا لہجہ زہر خند تھا۔ جتنا غصہ اس کے اندر تھا' وہ اسے جیسے باہر ... آئی تھی۔

بوا جیسے اس سے زیادہ ادیان سے واقف تھیں۔ جواباً کچھ نہیں بولی تھیں نہ تو اس لیے ... نے کچھ بول کر اس شخص کو ڈی فنڈ کرنا چاہا تھا' نہ ہی کچھ بول کر اس کے حق میں کوئی ہمدردی ... چاہی تھی۔ طالیہ جیسے ان کی خاموشی کو سمجھ رہی تھی' تبھی بہت مضبوط لہجے میں فیصلہ کن ... میں گویا ہوئی تھی۔

"کہیں نہیں جاؤں گی میں' نہ ہمت ہاروں گی نہ ہی اپنی یہ جگہ چھوڑوں گی۔ اگر ادیان ... سے خوفزدہ ہے تو میں اسے مزید خوفزدہ کروں گی۔ اگر وہ اس مقام پر کمزور ہے تو ... اس کی اس کمزوری کا فائدہ اٹھاؤں گی۔ میں اس کی زندگی سے کہیں نہیں جاؤں گی۔" طالیہ ... لہجہ پُرعزم تھا۔

بوا نے اسے تھام کر اپنے ساتھ لگا لیا تھا' اور مدھم لہجے میں بولی تھیں۔

"میں چاہتی ہوں طالیہ' تم اس کی زندگی میں رہو۔ بہت سمجھ دار ہے وہ .... ہمیشہ زندگی ... اس کی کامیابیوں نے خوش کیا ہے مجھے' وہ حیران کن ہے' مگر اس ایک فیصلے میں مجھے وہ بہت ... لگا ہے' جانے کیوں وہ تمہیں قبول نہیں کر پا رہا۔ حالانکہ اگر وہ سمجھ داری سے سوچے' اور ... اسے تم اپنے لیے بہترین انتخاب لگو گی' مگر شاید وہ عقل سے کام لے ہی نہیں رہا۔ بعض ... میں وہ بہت ضدی ہے' اور غالباً اس ایک معاملے میں بھی اسے ضد سی ہو گئی ہے ورنہ ایسا ... ہے۔ وہ وسیع القلب بھی ہے' وسیع سوچ بھی رکھتا ہے۔ اپنی غلطی ماننے میں کبھی دیر نہیں

لگا تا۔ مانتا ہے تو برملا معذرت تک طلب کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔"

بوا کو اس سے کوئی شکایت نہیں تھی' وہ برملا اس کی تعریف کر رہی تھیں' مگر طالیہ ... شکایت تھی' اسے اس شخص سے ایک نہیں کئی گلے تھے۔ وہ اگر اس کے مقابل سینہ سپر ... تھی تو اس کے کئی ریزن تھے۔ وہ جتنا اسے جھٹلاتا تھا' جتنا رد کرتا تھا' جتنا انکاری ہوتا تھا ... اندر اتنی ہی زیادہ ہمت محسوس کرتی تھی۔ خود کو اتنا ہی توانا محسوس کرتی تھی۔ اس کی مسلسل ... کمزور نہیں مزید مضبوط کر رہی تھی۔ وہ جتنا ہارتی تھی' اس کا انتشار اسے اتنا ہی مجتمع کر رہا تھا ... نہیں جانتی تھی وہ جیتے گی یا نہیں' مگر وہ اس شخص کے مقابل کھڑی ہو کر اپنے ہونے کا ثبوت ... دینا چاہتی تھی۔ اپنی حیثیت سے اسے باخبر ضرور کرنا چاہتی تھی۔ اس کی زندگی میں اپنی ... حیثیت ضرور واضح کرنا چاہتی تھی۔ وہ ہارتی یا جیتتی' یہ بعد کی بات تھی' مگر وہ کوشش ضرور کر ... تھی۔

●❀●

What happened? i think the basic problem is that
you are so much mawkish!

سچ نے اس کے پھولے ہوئے چہرے کو دیکھ کر پہلے نتیجہ اخذ کیا تھا۔ پھر لقمہ بھی ... کر دیا تھا۔ طالیہ جواباً کچھ بولے بغیر اس کی طرف سے نگاہ پھیر گئی تھی۔

"وجہ تو جانو' پوچھو اس کی ناراضگی' اور اس کی غلط بیانی کی کہ وہ ایسا رویہ' اور ایسے ... کیوں اختیار کرتا ہے تمہارے ساتھ..... خود کو مضبوط کر لو تم اتنا کہ تمہیں اگر وہ کوئی دکھ دے ... تمہیں اس سے کوئی چوٹ نہ پہنچے۔ وہ اگر Dishonest ہے تو اس کی fraudulency سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچنا چاہیے۔

دوستی' اور دشمنی دونوں ہی وقت چاہتی ہیں طالیہ جبران' اپنی latent ability تلاش کرو اپنے اندر......

If he is not steady or reliable in behaviour then
give him time or space!

اگر وہ تم سے بھاگ رہا ہے تو اس کا جواز معلوم کرو۔ اگر تم اس کے لیے ناپسندیدہ ... پسندیدہ بننے کے اسباب تلاش کرو۔ راستے کبھی آسان نہیں ہوتے طالیہ! انہیں آسان کرنا پڑتا ...
سچ کا انداز ہمیشہ کی طرح ناصحانہ تھا' اور وہ جانے کیوں مسکرا دی تھی۔

"سچ' اگر تمہیں ایسی صورتحال سے واسطہ پڑتا تو تمہیں کیسا لگتا۔ کیا کرتے تم؟" ... اسے امتحان میں ڈالتے ہوئے بولی تھی۔ سچ نے اسے بغور دیکھا تھا' اور مسکرا دیا تھا۔

"محبت' اور نفرت کبھی زبردستی نہیں ہوتی طالیہ' اگر میں اس صورتحال سے گزر رہا ہوتا تو ... وقت دیتا اپنے حریف کو...... کیونکہ مجھے یہ بھی نظر میں رکھنا ہے کہ ہو سکتا ہے جتنا ضروری ... لیے ہے' اسے خود کے لیے میں اتنا ضروری نہ لگ رہا ہوں۔ مجھے اسے اپنی اہمیت ثابت ... ہو گی طالیہ' اسے ثابت کیے بغیر میں اس سے اسے نہ تو زبردستی مانگ سکتا ہوں نہ چاہ سکتا ... ۔"

سچ کے لبوں پر بہت دھیما سا تبسم ٹھہرا ہوا تھا۔ پتا نہیں وہ ہمیشہ اتنا پُرسکون کیسے ہوتا تھا۔ ... خاموشی سے دیکھ رہی تھی' اور وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔

"کسی سے کسی کی محبت اپنے لیے مانگنے سے پہلے' اس کے دل میں تھوڑی سی جگہ لینا ... ہوتی ہے طالیہ...... کیونکہ یہ جو پیار' محبت یا نفرت ہیں نا' یہ صرف دل سے ہی آغاز ہوتے ... اگر میرے مقابل کے دل میں میرے لیے جگہ ہو گی تو تبھی وہ مجھ سے نفرت یا محبت بھی کر ...۔" سچ اس کی آنکھوں میں براہ راست دیکھ رہا تھا۔

"یعنی اس کے دل میں میرے لیے کچھ نہ کچھ جگہ بن گئی ہے۔ تبھی وہ مجھے ناپسند کرنے کا ... لگتا ہے۔ مجھ سے نفرت بھی کرتا ہے؟" طالیہ کو اپنا لہجہ بہت اجنبی لگا تھا۔ "یہی کہا نا تم ... محبت ہو یا نفرت' دونوں دل سے پھوٹتے ہیں تو نفرت یا ناپسندیدگی کے ہی حوالے سے ... وہ مجھے سوچتا تو ہے۔ مجھے اہم تو جانتا ہے..... لیکن ایک بات بتاؤ' کیا یہ نفرت کبھی محبت میں ... بدل سکتی ہے؟" بالکل بچوں کے سے انداز میں وہ پوچھنے لگی تھی' اور سچ مسکرا دیا تھا۔

"تم مجھے کیا سمجھتی ہو طالیہ جبران؟ کیا بہت ایکسپرٹ نظر آتا ہوں میں تمہیں؟"

"پتا نہیں سچ۔" طالیہ مسکرا دی تھی۔ "مگر تم مجھے بہت بے ضرر لگے ہو۔ تمہارے ساتھ ... میں ہوتی ہوں مجھے نہ تو اپنی پرابلم اتنی بڑی لگتی ہیں نا ہی میں خود کو اتنا کمزور پاتی ہوں۔ ... میرے اتنے اچھے دوست ہو کہ میں تمہیں کبھی کھونا نہیں چاہوں گی۔ شاید میری کسی نیکی کا انعام ...... تم مجھے یہاں آنے کے بعد اتفاقاً مل گئے ورنہ ایسے دوست تو شاید ڈھونڈنے پر بھی ... نہیں ملتے۔ کل اماں سے بات ہو رہی تھی' وہ میرے لیے فکرمند ہو رہی تھیں' مگر میں نے کہا ... آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں' میرے ساتھ سچ ہے۔ جب تمہارے ساتھ ہوتی ہوں ... بہت اسٹرونگ' اور محفوظ محسوس کرتی ہوں خود کو۔" وہ برملا بولی تھی۔ سچ نے اسے دیکھا' اور مسکرا ... دیا تھا۔

"جذبے اپنا رنگ بدل سکتے ہیں طالیہ' کوئی بھی ایک رنگ دوسرے رنگ میں ڈھل سکتا ... محبت ہو یا نفرت کوئی بھی لمحہ اسے ایک نیا رنگ دے سکتا ہے۔ کوئی بھی نیا زاویہ انہیں نئے ... رنگ میں بدل سکتا ہے۔ یہی پوچھا تھا نا تم نے۔" اس کی بات کے ضمن میں وہ اسے جواب دیتا

ہوا بولا تھا۔ اس کا لہجہ مدھم تھا۔

"Give him chance... he'll be loved." اس کے لہجے میں ...

پر وہ اسے دیکھتی رہ گئی تھی' پھر جیسے چونکی تھی' اور اس کی طرف سے دھیان پھیرتے ہوئے سر جھٹک کر مسکرا دی تھی۔

"مجھے خواب مت دکھاؤ سچ' ٹوٹیں گے تو مجھے بہت تکلیف ہوگی' اور تم اس کی ... کیسے کر سکتے ہو؟ تم جانتے ہو' سب بتایا ہے میں نے تمہیں' کیا تمہیں لگتا ہے کہ وہ مجھ سے ... سکتا ہے؟"

"کیوں کیا نہیں کر سکتا؟ محبت بغیر پلاننگ کے ہوتی ہے طالیہ' مت بھولو یہ ... یہاں ہو تو کس لیے ہو تم...... کبھی خود سے اس کا جواب مانگا ہے یا وضاحت چاہی ہے کبھی؟"

"مگر وہ مجھ سے محبت...... اوں ہوں' یہ ناممکن ہے۔" اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

سچ نے اسے بغور دیکھا تھا' اور مسکرایا تھا۔ "کیوں کس بات کی کمی ہے تم میں؟"

"کمی...... کمی نہ ہوتی تو وہ مجھے اس طرح ریجیکٹ کرتا؟ تم نے غور نہیں کیا سچ' اس ... میں ایک تیسرا رخ بھی ہے۔ منال احمد کو کیوں بھول رہے ہو تم؟ وہ اس کے ساتھ ہے سچ۔" اس کا لہجہ شکست خوردہ' اور سر جھکا ہوا تھا۔ سچ مسکرا دیا تھا۔

"تیسرا رخ تو تمہاری کہانی میں بھی موجود ہے طالیہ! کیا تم مجھے اگنور کر دینا چاہتی ...؟" سچ کی آنکھوں میں اس لمحے شرارت چمک رہی تھی۔ طالیہ نے اسے چونکتے ہوئے ... تھا' مگر وہ مسکرا دیا تھا' جواباً طالیہ نے اسے گھورا۔

"تم میرے صرف اچھے دوست ہو سچ' جسٹ اے گڈ فرینڈ۔" باور کرائے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"ہو سکتا ہے منال احمد بھی اس کی صرف ایک اچھی دوست ہو۔" سچ نے بھنویں اچکاتے ہوئے کہا تھا۔

"کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے نا' ہم نہ اپنی صحیح سمت پہچان پاتے ہیں نا فیلنگز! ہم بہت ... سے سوچ کچھ اور رہے ہوتے ہیں' اور نکلتا کچھ اور ہے۔"

پتا نہیں کیا باور کرانا چاہتا تھا سچ' وہ سمجھ نہیں سکی تھی' مگر ایک بات وہ اچھی طرح سمجھتی تھی' سچ سے زیادہ مخلص دوست اس کا کوئی نہ تھا۔ اس دیارِ غیر میں اگر وہ کسی پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کر سکتی تھی تو وہ صرف سچ ہی تھا۔ تبھی مسکراتے ہوئے بیگ شولڈر پر ڈالتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں جا رہی ہوں۔" کہہ کر وہ باہر نکل آئی تھی۔

سچ کافی دیر تک بیٹھا اپنی اس دوست کے متعلق سوچتا رہا تھا۔ وہ واقعی اس کا مخلص دوست تھا' ... وہ اسے خوش دیکھنا چاہتا تھا' وہ نہیں جانتا تھا اس کے دیے گئے لفظ واقعی اس کا کوئی حل بن ... پائیں گے یا نہیں' مگر وہ اسے اسٹرونگ ضرور دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ اسے ہارتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا ... وہ نہیں جانتا تھا' ایسا کیوں تھا' مگر ایسا تھا۔

●●●
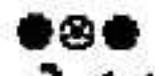
ہمیں جنگل کو جاتے راستوں پہ واک کرنا تھی
بہت سے خواب بننا تھے
... کہ بارش میں بھیگے بال
ان بالوں کی افسردہ مہک سے پیار کرنا تھا
کسی ناآشنا موسم میں تیری اجنبی آنکھوں سے
کوئی بات کہنا' اور پھر چھپ چھپ کے رونا تھا
گلابی کاسنی کھلتے ہوئے پھولوں کے سائے میں
ہمیں نازک طور پر پیالیوں میں چائے پینا تھی
بڑی بے کار باتوں پر بڑا حیران ہونا تھا
نہایت عام سی شے پر نہایت عام سے لہجے میں
کوئی تبصرہ کرتے
اگر نظریں تری نظروں سے جا ملتیں
تو پربت پر اترتے ابر کی صورت ہمیں دھیرے سے ہنسنا تھا
کبھی دفتر کی محفل پر نہایت بے دھیانی میں
کسی اخبار کے کونے پہ تیرا نام لکھنا تھا
اسے سب سے چھپانا تھا
بھیگتی شام کی انگلی پکڑ کر جنگلوں کی سمت جانا تھا
کبھی بارش کے موسم میں ہمیں شیشے پہ بجتے جلترنگ سن کر
بڑی کومل دھنیں کمپوز کرنا تھیں
مگر یہ وہ کہانی ہے کہ جس کو ختم کرنا بھی بڑا تکلیف دہ ہوگا
لہٰذا زندگی کے گم شدہ سر ڈھونڈنے ہوں گے

اسفار میرزادہ کی نگاہیں سیاہ کول تار کی سڑک پر تھیں۔ بظاہر وہ پرسکون تھا' مگر اس کی سوچوں کے الجھاوے نہ سلجھنے والے تھے۔ عجب اک اضطرابی سی اس کے انداز سے ظاہر تھی۔ وہ

بے مقصد ڈرائیو کر رہا تھا' جب اس کا سیل بجا تھا۔ اگرچہ وہ اس لمحے بات کرنے کے موڈ میں
بالکل نہ تھا' مگر کال گھر سے تھی' سو فرار ممکن نہ تھا۔ اس نے کال ریسیو کر لی تھی۔

"کہاں ہو تم؟" دوسری طرف ردا تھی۔

"خیریت؟" وہ چونکا تھا۔

"ہاں' خیریت ہی ہے۔ دانیال چاچو کی انگیجمنٹ کی تیاریاں زوروں پر ہیں۔ سب موجود
ہیں' مگر آپ غائب ہیں۔ سب کو تشویش ہو رہی تھی۔ بائے دی وے' بڑی کہاں ہیں آپ؟"

"راستے میں ہوں۔" اسے تسلی دینے کو وہ بولا تھا۔

"رائٹ' یہاں میں سب کو بتا دیتی ہوں۔" ردا غالباً فون بند کر دینے والی تھی' جب
کسی بڑی خاتون نے پیچھے سے اسے روک کر کوئی ہدایت دی تھی۔ ردا بغور سن کر دوبارہ اس کی
سمت متوجہ ہوئی تھی۔

"اعتبار' تائی اماں کہہ رہی ہیں اگر تمہیں زحمت نہ ہو تو آتے ہوئے فینانہ کو بھی لیتے
آؤ...... ایکچوئلی منگنی کے ڈریس کے لیے انہیں فینانہ کی ضرورت ہے۔" ردا نے مطلع کیا تھا۔

اعتبار کچھ نہیں بول سکا تھا۔

"اعتبار' تم سن رہے ہو نا؟"

"ہاں' میں سن رہا ہوں۔ فکر نہ کرو' میں یہ کام کر لوں گا۔"

اسے مطمئن کرنے کو وہ مدھم لہجے میں بولا تھا' اور سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

کسی بہت ٹھہرے پرسکون پانی میں کوئی کنکر پھینکتا ہے جیسے...... لمحہ بھر کو ایک ہلچل سی ہوئی
تھی۔ ایک طغیانی سی ہوئی تھی۔ ایک لہر سی اٹھی تھی کہیں کوئی ایک ذکر...... کوئی ایک نام کس طرح
کوئی کرشمہ سازی کر سکتا ہے' یہ آج کھلا تھا اس پر...... ایک نا سمجھ میں آنے والے احساس
ساتھ اس نے گاڑی اس کے گھر کے سامنے روکی تھی' اور اپنے وزیٹنگ کارڈ کی پشت پر تائی اماں کا
فرمائشی میسج لکھ کر چوکیدار کے ہاتھ اندر بھجوا دیا تھا۔ غالباً اسے خدشہ تھا کہ اس کے کہنے پر فینانہ
بیگ نہ اعتبار کرے گی نہ آنے کو تیار ہو گی۔ تھوڑی دیر بعد چوکیدار حاضر تھا۔

"بڑی بی بی صاحبہ کہہ رہی ہیں آپ اندر تشریف لے آئیں۔ چھوٹی بی بی تیار ہو رہی
ہیں۔" جواب حوصلہ افزا ملنے پر اسے حیرت ہوئی تھی' مگر اسے نے چونکے بغیر سر نفی میں ہلا دیا
تھا۔

"نہیں' ان سے کہو وقت نہیں ہے۔ جلدی آ جائیں۔ میں باہر انتظار کر رہا ہوں۔"
اعتبار پیرزادہ نے وہیں سے کہلوا دیا تھا۔ مؤدب واچ مین سرعت سے گیا تھا' اور واپس آیا تھا۔

"بڑی بی بی کہہ رہی ہیں آپ انتظار کریں۔ چھوٹی بی بی آ رہی ہیں۔" واچ مین کہہ

اپنی جگہ پر جا رکا تھا۔ اعتبار گاڑی میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا تھا۔

تجربہ عجیب تھا' اور کسی قدر نیا بھی...... وہ جو اس کی کچھ نہیں تھی' کچھ ہو بھی نہیں سکتی
تھی' وہ اس لمحے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اپنی خوش نصیبی سمجھتا یا بدنصیبی...... ایک عجیب سے
احساس سے گھرا اس لمحے وہ بیٹھا تھا۔ جب فینانہ بیگ داخلی دروازے سے باہر آتی دکھائی دی
تھی۔ اعتبار پیرزادہ کی نگاہ اس جانب گئی' اور جیسے ساکت رہ گئی تھی' اور فینانہ کی نظر لمحہ بھر کو اس پر
ٹھہری تھی' اور دوسرے ہی پل بہت نارمل سے انداز میں وہ چلتی ہوئی آگے بڑھ آئی تھی۔

وہ بڑھی تھی' اس کی سمت قدم اٹھے تو تھے' مگر حوالہ کوئی' اور تھا۔ یہ یقیناً خوش قسمتی
نہیں بہت بڑی بدنصیبی تھی...... بے بسی کی حد تھی۔ جو اس کے ساتھ ہونے جا رہا تھا۔ وہ سراپا
اذیت ایسی تھا۔ یہ پل دو پل کی رفاقت...... یہ لمحے دو لمحے کا ساتھ...... پتا نہیں غنیمت تھا بھی یا
نہیں۔ دل کچھ سنبھلا تھا یا الجھنیں' اور بھی بڑھ جاتا تھیں۔

فینانہ بیگ دوسری طرف کا دروازہ کھول کر بیٹھی تھی' اور اس کے لیے گاڑی آگے بڑھانا
دوبھر ہو گیا تھا۔ اعتبار پیرزادہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ دیکھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ ایک خوف
تھا' جیسے دیکھے گا تو پتھر کا ہو جائے گا۔

وہ اتنے پاس تھی' اتنے قریب تھی۔ صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ تھا' مگر یہ فاصلے صدیوں تک
کم نہ ہونے والے تھے۔

"یہ گاڑی اس سے تیز نہیں چل سکتی؟"

فینانہ بیگ کی آواز نے اس پرساکت ماحول میں جیسے ایک ارتعاش کیا تھا۔ اعتبار
جو بالکل آہستہ ڈرائیو کر رہا تھا' چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا پھر آہستگی سے بولا

"فاسٹ یور سیٹ بیلٹ۔"

نظریں اس کی جانب متوجہ نہیں تھیں۔ فینانہ کچھ نہ سمجھے بغیر چونکی تھی۔ اسے دیکھا تھا'
وہ دوبارہ بھی بولا تھا۔

"فاسننگ یور سیٹ بیلٹ۔"

لہجہ سپاٹ' اور انداز تحکم بھرا تھا۔ فینانہ کے لیے اس آرڈر پر عمل کرنا ناگزیر ہو گیا تھا۔
اس کے بیلٹ باندھتے ہی گاڑی کی اسپیڈ بڑھی تھی' اور خطرناک حد تک بڑھی تھی۔

اعتبار پیرزادہ اس کی جانب متوجہ ہوئے بغیر ونڈ اسکرین سے اس طرف دیکھ رہا تھا۔
بے دردانہ انداز میں کتنی ہی گاڑیوں کو اوور ٹیک کرتا ہوا وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ فینانہ
نے اسے دیکھا تھا۔ اس کے چہرہ بے تاثر تھا' اور انداز پرسکون مگر اس پر متضاد ایسی

ڈرائیونگ......اس کا دل ہولنے لگا تھا۔

"اسٹاپ دی کار۔" اس کے انداز میں خوف بے حد نمایاں تھا، مگر اعتبار نے

نہ تھا۔

"آئی سیڈ اسٹاپ دی کار۔" وہ چیخی تھی۔

گاڑی بری طرح بے قابو ہو رہی تھی، مگر وہ شخص مسلسل سنی ان سنی کر رہا تھا۔ اس

اندر کا ایگریشن اس طور باہر آ رہا تھا۔ لینانہ بیگ نے بہت غیر ارادی طور پر اس کی بازو پر ہاتھ

رکھا تھا۔ انداز بے بسی سے پر تھا۔ اعتبار پیرزادہ کی نگاہ ایک لمحے کو اس پر پڑی تھی، اور مجھ

پر گاڑی کی اسپیڈ پہلے معمول پر آئی تھی۔ پھر اعتبار نے گاڑی سائیڈ پر روک دی تھی اور

کی سمت دیکھا تھا جو اس لمحے اس کی سمت متوجہ تھا۔ وہ نازک ہاتھ اب بھی اس کے بازو

توں دھرا تھا۔ وہ نظریں اپنے اندر ایک خوف لیے اب بھی اس کی جانب متوجہ تھیں۔

اعتبار پیرزادہ نے ذرا کچھ اس کی سمت دیکھا تھا اور یہ لمحے جیسے بیداری اور ہوش

کی سمت مائل کرنے والے تھے۔ پہلے اس کی سمت سے وہ نگاہ ہٹی تھی۔ پھر بہت آہستگی

نازک ہاتھ بھی ہٹ گیا تھا۔

اعتبار پیرزادہ کا بازو ایک لطیف بوجھ سے آزاد ہوا تھا، مگر دل پر ایک بھاری بوجھ

تھا۔

لینانہ بیگ کے چہرے پر اب بھی ویسا ہی خوف تھا۔ نگاہیں اس کی جانب متوجہ

مگر ان میں ایک نمی سی ٹھہری ہوئی تھی۔ اسے کسی قدر افسوس ہوا تھا۔ لینانہ بیگ کسی فیصلے

ہوئے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلنے لگی تھی جب اعتبار نے اپنا ہاتھ سرعت سے اس کے ہاتھ

رکھتے ہوئے اسے ایسا کرنے سے روک دیا تھا۔ ایسا کرتے ہوئے قربت کچھ اور بڑھی

فاصلے کچھ اور سمٹے تھے، مگر لینانہ بیگ نے اس اقدام پر اسے کسی قدر ناگواری سے دیکھا

اعتبار کو اندازہ ہوا تھا، تبھی واپس اپنے مقام پر آتے ہوئے اس کی سمت سے نگاہ ہٹاتے

مدھم لہجے میں بولا تھا۔

"آئی ایم سوری۔"

پتا نہیں کس واسطے تھا یہ......کس ضمن میں تھا کہ غلطیاں تو ایک دو نہیں، بے شمار ہوئی تھیں

اس سے......لینانہ بیگ کچھ نہیں بولی تھی۔ چپ چاپ اسے دیکھا تھا، اور نگاہ ہٹا گئی تھی۔

پیرزادہ نے بہت آہستگی سے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

"میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں لینانہ۔" اتنے لمحوں میں یہ پہلی بات واضح طور پر

پذیر ہوئی تھی، مگر اس کے باوجود لینانہ بیگ چونکے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"کیسی بات؟" مفہوم واضح کرنے کو دریافت ہوا تھا۔

"بہت ضروری بات۔" ترکی بہ ترکی جواب آیا تھا۔

لینانہ بیگ کی سوالیہ نگاہوں کی حیرت کچھ اور سوا ہو گئی تھی، مگر وہ اس کی طرف سے

پھیرتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔

"ہمارے اور تمہارے بیچ تو کچھ ضروری ہے نا بہت ضروری......اس لیے بات کرنے

کی ضرورت بھی کہیں نہیں نکلتی۔"

"کچھ ضروری ہے یا غیر ضروری......اس کا تعین تم تنہا نہیں کر سکتیں لینانہ۔"

"کیوں؟ کیوں نہیں کر سکتی؟ میری مرضی تمہاری مرضی سے مشروط کب سے ہو گئی؟"

مدھم لیکن کسی قدر سخت لہجے میں وہ بولی تھی۔

باتوں کے الجھاؤں کے ساتھ رویوں کو بھی مزید الجھنا چاہیے تھا، مگر اعتبار پیرزادہ مسکرا دیا

انداز بہت نرمی لیے ہوئے تھا۔

"مشروط تو کچھ بھی نہیں لینانہ بیگ، میرے تمہارے بیچ اگر کچھ مشروط ہوتا تو صورت

آج اتنی بس سے باہر نہ ہوتی۔"

انداز بہت کچھ جتانے والا تھا، مگر لینانہ بیگ جواباً کچھ نہیں بولی تھی۔ وہ دانستہ اس لمحے

رہنا چاہتی تھی، مگر وہ کہہ رہا تھا۔

"بات کرو لینانہ، بات کرنے سے بہت سی نا سمجھ میں آنے والی باتیں بھی سمجھ میں آ جاتی

ہیں۔" وہ جیسے درخواست کر رہا تھا۔

"مجھے بھی ڈر لاحق تھا اعتبار پیرزادہ، اسی لیے تمہارے ساتھ آنا نہیں چاہتی تھی لیکن

اماں......" غصے سے کہتے ہوئے وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تھی۔

اعتبار پیرزادہ کو صورت حال خاصی دلچسپ لگی تھی شاید تبھی وہ مسکرا دیا تھا۔ ڈرائیو کرتے

ہوئے ایک نگاہ پرشوق اٹھی تھی......ان لمحوں میں وہ دانستہ طور پر متوجہ ہوا تھا اس کی طرف، دانستہ

اسے دیکھا تھا، اور محظوظ ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"پتا نہیں تمہیں مجھ سے کیا خوف ہے لینانہ بیگ، حالانکہ میں اپنی پسپائی سے خود آپ

واقف ہوں، جانتا ہوں ہار جاؤں گا میں......اپنی مات کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں میں، ہر لمحہ، ہر پل،

اب ایک بے بسی ہے، مگر ہمت دیکھو......شکست ہونے کے باوجود تمہارے سامنے موجود ہوں۔"

لہجہ ایک حسرت و یاس لیے ہوئے تھا، مگر لینانہ اس کی سمت دیکھے بغیر ناگواری سے بولی

تھی۔

"پلیز آپ یہ سب کچھ نہ کہیں تو اچھا ہے۔" لہجے میں ایک درخواست تھی۔

"لیکن میں یہ سب کہنے سے خود کو روک نہیں سکتا۔"

اعتمار پیرزادہ کے انداز میں بے بسی بہت نمایاں تھی' اور وہ کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے اہم کچھ بھی نہیں' اور مجھے لگتا ہے سب کچھ ضروری ہے۔ ضروری...... تمہیں مجھ سے کوئی غرض ہی نہیں' اور میری ہر سوچ صرف تم سے شروع ہو کر تم پر ختم ہو رہی ہے۔ تمہارے لیے کچھ اہم ہی نہیں' اور میرے لیے سب کچھ اہم ہے۔ کب جانو گی فینانہ بیگ۔"

ان تمام باتوں کا آغاز پھر سے ہو رہا تھا' جن کا آغاز وہ نہیں چاہتی تھی' نہ سننا محسوس کرنا' مگر وہ اس شخص کو بولنے سے نہیں روک سکی تھی' جو اس لیے کہہ رہا تھا۔

"Something is so much Important Faynana!"

میں تم سے یہی کہنا چاہتا ہوں تم آج بھی میرے لیے اہم ہو۔ میں تمہارے بغیر کچھ بھی نہیں ہوں فینانہ۔"

باتیں وہ تھیں' جو اہم کا درجہ رکھتی تھیں' مگر دوسری طرف کوئی در نہ کھلا تھا' اور شاید کھلا بھی نہ تھا۔ فینانہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھی' مگر وہ کہہ رہا تھا۔

"I can't tell you... but that's a fact I guess... love you!"

ایک انکشاف ہوا تھا' اور فینانہ بیگ اپنی جگہ ساکت رہ گئی تھی۔

اعتمار پیرزادہ کے لہجے میں جنوں بول رہا تھا۔ اگر وہ اگنور کرنا چاہتی بھی تو اگنور نہیں کر سکتی تھی۔ نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔ وہ حیران تھی' حد سے زیادہ حیران...... اور اعتمار پیرزادہ بول رہا تھا۔

"I really don't know whether you trust me or not."

"تمہارے دل میں کیا ہے فینانہ مجھے اس کے متعلق بھی پتا نہیں' مگر اب میں' اور اس طرح نہیں جی سکتا۔ تم نہیں سمجھ پاؤ گی فینانہ" مگر میں چاہوں بھی تو تمہیں یہ سب نہیں سمجھا سکتا' جو میں سوچتا ہوں' جو میں سہتا ہوں" مگر اور جینا دشوار ہے فینانہ' آسان نہیں ہے۔"

"شٹ اپ۔" وہ اکتا کر اس کی طرف دیکھے بغیر بولی تھی۔ انداز پر اشتعال تھا۔ وہ تھکی کمزور تھی' شاید یہ وہ اس پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اعتمار پیرزادہ نے ایک نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

"میں تمہاری کوئی بات نہیں سننا چاہتی' بی کوز آئی کانٹ......" کوئی سخت سی بات کہتے کہتے وہ رکی تھی' پھر لب غصے سے بھینچ کر چہرے کا رخ پھیر لیا تھا۔

"بہ دو فینانہ' کہہ دو ان کی...... اچھی نہیں ہوتی۔"

"مجھے تم سے کچھ کہنا سننا نہیں ہے' اینڈ ہاؤ ڈیئر یو تو کال می فینانہ؟ جن لوگوں سے میں فضول ہوں انہیں اپنا نام پکارنے کی اجازت ہرگز نہیں دیتی۔"

"فینانہ۔"

"شٹ اپ' اب مزید کچھ کہنا سننا نہیں چاہتی میں۔ تمہارے ساتھ اس لیے نہیں آئی کہ تمہاری فضول کی بکواس سن سکوں۔ اب اگر تم مزید کچھ بھی بولے تو...... میں گاڑی رکوا کر یہیں اتر جاؤں گی۔" فینانہ بیگ کہہ کر لاتعلق انداز میں چہرہ پھیر گئی تھی۔

اعتمار پیرزادہ اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

●❂●

محبت ایسا نغمہ ہے
جو گنگنانا بھی نہیں مشکل
مگر لبوں پر لفظ آ کر
اگر روٹھ جاتے ہیں
تمہارے پاس آنے سے
تمہارے دور جانے سے
شرائط کے محبت میں اچانک
موڑ آنے سے
فرق تو کچھ نہیں پڑتا
کہ تم ساتھ ہو کر بھی ساتھ نہیں
مرے ہمسفر ہو مگر ہمراہ نہیں
تو پھر کیا فرق پڑتا ہے
محبت ہو ہی جائے تو
یک طرفہ کسی مسئلے کی طرح
یا الجھی ڈور دھاگے کے جیسے
الجھانا جب بھی تنہا ہے
سلجھانا اب بھی تنہا ہے
تو پھر کیا فرق پڑتا ہے
محبت ہو بھی جائے تو!

ادیان حاکم چغتائی فائل لے کر اس کے کیبن میں داخل ہوا تھا۔

"لاما سے بات ہوئی تھی' بتا رہی تھی فنانس کی فائل تمہارے پاس ہے۔ یہ فنانس کب سے دیکھنے لگ گئیں تم؟ مجھے تو سمجھ نہیں آتا اس کمپنی کا ہوگا کیا؟ جب باگ ڈور تم ... ہاتھ آ گئی ہے۔" وہ جھنجلائے انداز میں کہتے ہوئے اس کی ٹیبل پر فائل پٹختے ہوئے بولا۔

طالیہ جبران نے سر اٹھا کر مکمل پُراعتماد انداز سے اسے دیکھا۔

"کیا ہے یہ؟" اس فائل کے متعلق پوچھا تھا۔

"فائل ہے۔" فوری جواب آیا تھا۔

"یہ تو میں بھی دیکھ رہی ہوں' مگر اس طرح آپ میری ٹیبل پر کیوں پٹخ رہے ہیں؟ جہاں تک رہی بات فنانس کی' اس فائل کی تو مجھے حاکم انکل نے اسے دیکھنے کو کہا تھا۔"

"اوہ! تو تمہارے حاکم انکل اب تمہیں فنانشل ہیڈ بنانے کی تیاری بھی کر رہے ہیں ... آتی ہے آپ کو؟" طنز کا انداز خوب تھا۔

طالیہ جبران فوری جواب دینا نہیں چاہتی تھی' مگر اس وقت جواب دیے بغیر رہ بھی نہ سکی تھی۔

"آپ سمجھتے ہیں' دو اور دو چار کرنا صرف آپ ہی کو آتا ہے؟"

"نہیں' کچھ گنتی یقیناً تم کو بھی آتی ہے۔" ادیان نے ایک گہری سانس خارج کر کے اسے بھرپور ضبط سے دیکھا تھا۔ "ایک کام کرو۔ ان سب کاموں کے بعد جب آپ کے پاس ... ٹائم بچ جائے تو مجھے گنتی سکھا دیجیے گا۔ مجھے دو اور دو چار سے آگے واقعی گنتی نہیں آتی۔" ... سے غصہ نمایاں تھا۔

طالیہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"ربش۔" وہ غصے پر قابو نہیں پا سکا تھا۔ دونوں ہاتھ ٹیبل کی سطح پر رکھتے ہوئے ... ناگواری سے دیکھا تھا۔ "بابا کو تم نے کس طرح انڈر کنٹرول کیا ہے' یہ میں بالکل نہیں جانتا' مگر اپنی کمپنیز کی باگ ڈور میں تمہارے ہاتھ سونپ کر غافل ہو کر نہیں بیٹھ سکتا' انڈر سٹینڈ۔ میں نہیں جانتا تم اس کمپنی میں کس ارادے سے ہو' اور کیوں ہو' مگر میں ایک بات جانتا ہوں' مجھے اپنی کمپنی کی ٹاپ پوزیشن کو بچانا ہے بلکہ' اور آگے بڑھانا ہے۔ تمہیں گنتی کہاں تک آتی ہے' اور کہاں تک نہیں' مجھے اسے جاننے میں قطعاً کوئی انٹرسٹ نہیں ہے بلکہ مجھے تم میں بھی کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔ تم اس کمپنی میں رہو یا جاؤ' تمہاری مرضی...... مگر تم آج کے بعد اپنے ڈیپارٹمنٹ کے علاوہ ... کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاؤ گی انڈر سٹینڈ؟"

"میں نے آپ سے کہا نا' مجھے کوئی شوق نہیں ہے آپ کی اس کمپنی کی فنانشل ہیڈ ...

... میں جانتی ہوں' مسٹر لیشے اپنا کام بہت اچھے طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ آپ مجھ سے الجھنے کے بجائے جا کر اپنے بابا سے بات کریں۔" وہ بری الذمہ ہوتی دکھائی دی ...

"کس کس بات کی باز پرس کروں ان سے؟ کس کس بات کی وضاحت مانگوں ان سے؟ ... نے آج سے بیس سال پہلے جو فیصلہ کر کے غلطی کی تھی' وہ چاہتے ہیں میں اس کا خمیازہ آج ... آنے والی زندگی میں بھی بھگتوں۔" ادیان کی سوئی پھر وہیں اٹکی تھی۔

"یہ بات آپ کئی بار کہہ چکے ہیں۔ اگر آپ کو اس بات کو لے کر کوئی ریگرٹ ہے تو آپ ... ہی حاکم انکل سے ہی بات کیجیے۔ میرے پاس آپ کی باتیں سننے کے لیے وقت نہیں ..." اس نے کہہ کر ایک فائل کھولنا چاہی تھی' مگر ادیان حاکم چغتائی نے وہ فائل جھپٹ کر دور اچھال دی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" طالیہ جبران نے رسانیت سے پُر لہجے میں کہتے ہوئے سر اٹھا کر ... دیکھا تھا۔

"ہاؤ ڈیئر یو ٹاک ٹو می ان دس وے؟" "ہاؤ ڈیئر یو ٹو اگنور می؟" اچھا' پھر کیسے لہجے میں بات کروں آپ سے؟' اور پوچھ سکتی ہوں کہ آپ کو میری توجہ کیوں چاہیے؟ ایک طرف تو خود ہی آپ جھٹکتے ہیں' رشتوں سے مکرتے ہیں' اور دوسری طرف یہ ... چاہتے ہیں کہ آپ کو امپورٹنس بھی ملے؟ کیا اچھا نہیں لگتا آپ کو؟ میرا دور جانا' یا اپنا اگنور کیا ...؟"

بہت پُرسکون انداز میں کہتی ہوئی طالیہ جبران اسے طیش دلا گئی تھی۔ ادیان نے ایک جھٹکے ... کا ہاتھ پکڑا تھا' اور اپنے مقابل کھڑا کر لیا تھا۔ اس کی گرفت بہت سخت تھی' مگر طالیہ ... ان کے اطمینان میں تب بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔

"چاہتے کیا ہیں آپ مسٹر ادیان حاکم چغتائی؟" پُراعتماد انداز سے اس شخص کی سمت ... ہوئے دریافت کیا تھا۔

ادیان نے اسے انتہائی ناپسندیدہ نظروں سے' مکمل ناگواری سے دیکھا تھا۔

"کس مٹی سے بنی ہو تم؟"

"تم کیا چاہتے ہو' ہار جاؤں؟" وہ ضبط کا بھرپور ثبوت دیتی ہوئی مسکرائی تھی۔

"مر جاؤ۔" ادیان نے اس وجود کو ایک جھٹکے سے اپنی گرفت سے آزاد کیا تھا۔

"مر جاؤں گی تو تمہاری الجھن ختم ہو جائے گی؟"

وہ بدستور مسکرا رہی تھی' جیسے ادیان حاکم چغتائی کی کیفیت سے مکمل طور پر محظوظ ہو رہی

ہو۔ ادیان جو اس کی سمت سے رخ پھیرے الجھن بھرے انداز میں کھڑا تھا' ایک بار
غصے سے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"ول یو شٹ اپ۔"

"تمہیں میرا بولنا اچھا نہیں لگتا۔ میرا مسکرانا اچھا نہیں لگتا۔ پھر اس قدر قریب آ
بہانے کیوں ڈھونڈتے ہو؟ میں نہ بولوں تو بولنے پر اکساتے ہو؟" طالیہ جبران نے
لیا تھا اس شخص کو مات کر کے رہے گی۔

"کیا لگنے لگ گئی ہو تم؟ کیا سمجھ رہی ہو؟"

ادیان نے زہرخند لہجے میں کہا' مگر طالیہ جبران نے اسی قدر اطمینان سے ا
شانوں کی طرف بڑھائے تھے' اور نرمی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے ہاتھ اپ
پر سے ہٹا دیے تھے۔

"مت بھولیے مسٹر ادیان حاکم چغتائی' یہ آفس ہے' کسی نے دیکھ لیا تو کیا
اپنے ماتحتوں کے' اپنے ورکرز کے اتنے قریب ہوتے ہو؟" وہ مسکرا رہی تھی۔

ادیان تمام تر غصے کو دباتے ہوئے لب بھینچ کر بنا کچھ کہے پلٹا' اور ٹیبل سے فائل اٹھا
اس کے کیبن سے باہر نکل گیا تھا۔

طالیہ جبران اس سمت سے اپنا دھیان نہیں ہٹا سکی تھی۔

●✿●

بہت سی باتیں نہیں تھیں کرنے کو
نہ ہی تذکرے ضروری تھے
ہوا کی مٹھی میں دبا اک لمحہ
اور وہ لمحہ بھی اک ادھورا سا
ڈھونڈنے نکلوں تو
کچھ نہیں ملتا!
جابجا بکھرے راستوں کی طرح
یہاں ایک دل تھا سو نہ رہا وہ بھی!
ہوا سے پوچھوں تو پتا کس کا پوچھوں
ہم وہ راستے نہیں' جن کو ساتھ چلنا ہے
نہ اتفاقاً کسی موڑ پر آ کر بھرپور حیرت سے
اک دوجے کو لمحوں تکنا ہے

وہ جو خواب آنکھ میں ہیں ان کو زندہ رکھنے کو
دیے جلانے کی رسم ترک کر ڈالو!

وہ رونا نہیں چاہتی تھی' کمزور پڑنا بھی نہیں چاہتی تھی' مگر جب لوٹی تھی تو جسم جیسے ایک
لدا تھا۔ وہ بنا کسی سے بات کیے اپنے کمرے میں آ گئی تھی' اور دروازہ بند کر لیا تھا۔

"لینانہ...... لینانہ......" ماہم اس کے پیچھے آئی تھی۔

اس نے دروازہ کھولے بنا پُرسکوت لہجے میں کہا تھا۔ "میں تھک گئی ہوں ماہم' کچھ آرام
ہوں' صبح بات کریں گے۔"

پھر یہ جاننے کی کوشش کیے بغیر کہ وہ واپس گئی یا نہیں' وہ واش روم میں آ گئی تھی۔ نل کھولا
الجھے ہوئے انداز میں اسی طرح کھڑی رہی تھی۔ آنکھیں جیسے جل رہی تھیں۔ ہاتھ بڑھا
پانی ہاتھ میں لیا تھا' اور آنکھوں میں چھپاکے مارے تھے' مگر وہ جلن تھمی نہیں تھی۔ جب لینانہ
نے چہرہ جھکا کر نل پر رکھا تھا' اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ کتنی دیر اس کی سسکیاں ابھرتی

ہو۔ ادیان

"کیا ہوا؟ اس طرح کیوں پڑے ہوا پنے کمرے میں؟"

احمر نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا تھا۔ اعتبار جس طرح آڑا ترچھا پڑا تھا' اسی طرح [illegible] رہا تھا۔ احمر کے سوال پر نہ کوئی نوٹس لیا تھا نہ ہی فوری طور پر کوئی حرکت کی تھی۔ احمر نے [illegible] رسپانس نہ پا کر پیش قدمی کی تھی' اور اس کے پاس آن بیٹھا تھا۔

"کیا ہوا؟ یہ اس طرح کیوں پڑے ہو جیسے کوئی بہت بڑی بازی ہار گئے ہو؟"

"میں واقعی ہار گیا ہوں احمر۔" اعتبار جیز ادب نے اس کے قیاس کو جھٹلایا نہیں تھا۔ [illegible] چونکتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"کیا کہہ رہا ہے یہ تو؟ کہاں ہار گیا؟ میں تو مذاق کر رہا تھا لیکن تم..... کیا ہوا؟ کیا [illegible] کچھ ہوا ہے؟"

احمر نے جھک کر دیکھا' اعتبار نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس کا انداز عجب مضمحل تھا احمر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اعتبار بہت تھکے ہوئے انداز میں اٹھ بیٹھا تھا' اور سر نفی میں ہلاتے ہوئے تھکن زدہ لہجے میں بولا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا' تم بتاؤ کوئی کام تھا؟"

"کام تم سے زیادہ ضروری نہیں ہے۔ اعتبار مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے' شاید میں کچھ مدد کر سکوں تمہاری؟"

"نہیں' تم میری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ تم کیا کوئی بھی میری مدد نہیں کر سکتا۔" اعتبار نے اس کی طرف دیکھنے سے مکمل گریز کیا تھا۔

"کیوں ایسا کیا ہو گیا؟" احمر نے استفسار کیا تھا۔

"آئی ہرٹ سم باڈی۔" اعتبار نے اس کی سمت دیکھے بغیر قدرے توقف سے کہا تھا۔

"وہاٹ' کسے۔" احمر نے دریافت کیا تھا' مگر اعتبار نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"ازالہ چاہتے ہو؟" احمر نے جھک کر اس کے چہرے کو جیسے پڑھنے کی کوشش کی تھی۔

اعتبار نے اپنے بالوں کو ہاتھوں میں جکڑے ہوئے سر انکار میں ہلایا تھا۔

"ایسا ممکن نہیں ہے۔" اعتبار کا لہجہ الجھن سے بھرا تھا۔

"ممکن نہیں ہے تو پھر سوچ بھی کیوں رہے ہو؟" احمر نے الجھ کر کہا تھا' مگر وہ اس کی بات پر [illegible] نہیں ہوا تھا نہ ہی کوئی جواب دیا تھا۔ احمر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"دیکھو اعتبار' مجھے نہیں پتا کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے' مگر میں صرف ایک بات جانتا ہوں' اور تمہیں بتانا بھی چاہتا ہوں' جن کاموں کا ہونا ممکن نہ ہو' ان کے متعلق سوچنا بھی نہیں [illegible]"

"کیسے نہ سوچوں؟" اعتبار نے اسے ٹوکتے ہوئے دیکھا تھا۔ "سوچوں گا نہیں تو مر جاؤں گا۔" اعتبار کا لہجہ شکست خوردہ تھا' ہارا ہوا.....

"تمہارا پرابلم کیا ہے؟"

احمر نے ڈپٹتے ہوئے اسے دیکھا تھا' مگر اعتبار نے کوئی جواب دیے بغیر چہرے کا رخ [illegible] کیا تھا۔ پھر سائیڈ ٹیبل سے مالبرو کا پیکٹ اٹھایا' اور سگریٹ سلگا کر کش لے کر کچھ سوچنے لگا [illegible] اس حرکت سے قطعاً کچھ' اور بھی بوجھل ہو گئی تھی۔

"اس کا دل بہت دکھایا ہے میں نے' مگر اب' اور ایسا نہیں چاہتا۔" اعتبار نے نام لیے بغیر [illegible] کیا تھا۔

احمر نے کسی قدر سمجھنے کی کوشش کی تھی پھر جیسے نتیجے پر پہنچتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"اسے خبر ہے کہ تم کوئی ریگرٹ فیل کر رہے ہو؟"

"پتا نہیں' اور میں اسے بتانا بھی نہیں چاہتا۔"

احمر کا اندازہ کسی قدر درست نکلا تھا۔ وہ اسی کے متعلق بات کر رہا تھا۔ نقطے پر پہنچ کر احمر کی [illegible] اور بھی بڑھ گئی تھی۔

"مجھے نہیں پتا اعتبار' تم کیا سوچ رہے ہو' اور کیوں سوچ رہے ہو؟ مگر میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ تمہیں حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ وقت کا گزرنا تھا' اور وہ گزر گیا۔ تم شاید وہ نہیں سوچ رہے جو تمہیں سوچنا چاہیے۔ شاید وہ دیکھ بھی نہیں رہے' جو تمہیں دیکھنا چاہیے۔ صورت حال کیا ہے' اس کا اندازہ تمہیں کر لینا چاہیے۔"

احمر نے صاف طور پر کہے بغیر اپنی بات اس تک پہنچا دی تھی۔ اعتبار سمجھ گیا تھا۔ وہ کیا کہہ رہا ہے' اور کیا کہنا چاہتا ہے۔ سگریٹ ایش ٹرے میں مسلتے ہوئے اس نے مضمحل لہجے میں کہا [illegible]

"میں جانتا ہوں' وقت میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ بہت آگے نکل چکا ہے مگر......"

ایک شدید الجھن میں اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

"تم یہ سب اب کیوں سوچ رہے ہو؟ اس وقت جب نہ وقت تمہارے ہاتھ میں ہے نہ لمحے تمہاری گرفت میں؟"

"میں خود نہیں جانتا۔" اعتبار نے سر انکار میں ہلایا تھا۔ بے بسی اس کے انداز سے ظاہر تھی۔ "مجھے واقعی نہیں معلوم کہ میں یہ سب کچھ کیوں کر رہا ہوں لیکن میں جاننا چاہتا ہوں سکون کیوں نہیں آ رہا؟ کیوں دل سنبھل نہیں رہا......؟ کیوں...... کیوں اتنی بے قراری میں ہوں میں......؟ جب جانتا ہوں پھر کس لیے؟ ان لمحوں میں جب کچھ ممکن نہیں کیوں...... یہ بے بسی...... یہ اضطراب کس لیے؟ مجھے واقعی کچھ نہیں پتا۔"

اس کا مدھم لہجہ بہت بے بس تھا۔

"وہ سامنے ہوتی ہے تو مجھے ہوش نہیں رہتا مجھے...... دل وقت کو اپنی گرفت میں لینا چاہتا ہے۔ چاہتا ہوں زمانہ روک دوں' سارے منظر روک دوں' تھام لوں وقت کی اس لمحوں کی نبض پر ہاتھ رکھ کر سب کچھ اپنے اختیار میں لے لوں' سب کچھ...... سارے رنگ سارے خواب...... سارے منظر...... ایک ایک چیز اختیار میں کر لوں......

کچھ یاد نہیں رہتا مجھے...... مجھے ہوش باقی نہیں رہتا۔ کیا ممکن ہے اور کیا نا ممکن نہیں سوچ پاتا میں...... کچھ سوچنا چاہتا بھی نہیں۔ بہت مشکل لمحے لگتے ہیں وہ......' مگر بہت بھلے لگتے ہیں۔ زندگی جینے کو دل چاہتا ہے۔ جینے کا سارا حسن جیسے ان ہی چند لمحوں میں ہوتا ہے۔ مجھے خود سمجھ نہیں آتا میں ایسا کیوں محسوس کرتا ہوں۔ جب کچھ ممکن ہی نہیں' جب کچھ سوچنا بھی نہیں تو پھر کیوں پہرہ نہیں لگا پاتا ان سوچوں پر......؟ کیوں اپنے قدم روک نہیں پاتا؟ کیوں ساری ان چاہی دیواریں ڈھانا چاہتا ہوں' میں نہیں جانتا۔"

اعتبار بیزارہ بے بسی سے کہہ رہا تھا' اور احمر ساکت سا اسے سن رہا تھا پھر بہت آہستگی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"یو شُڈ انڈرسٹینڈ اعتبار' یو مسٹ ریلائز! اس وقت اگر یہ سب ہوتا ہے تو بالکل بھی اچھا نہیں ہے۔ سب کے بارے میں سوچو...... تم نے جو کھونا تھا' کھو دیا' وہ لمحے وہ پل اپنے ساتھ سب کچھ لے جا چکے ہیں...... ان کو واپس لانے کی کوشش کرو گے تو سب کچھ مشکل میں گھر جائے گا۔ سب بکھر جائے گا اعتبار......! کیونکہ تم الٹی ندی بہانے کی سوچ رہے ہو' اور الٹا یہاں کچھ نہیں ہوتا۔ وقت آگے بڑھتا ہے' اور صرف آگے...... پیچھے پلٹنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ خواہش کبھی ختم نہیں ہوتیں' مگر ذرا سی غلطی سے رشتے ختم ہو جاتے ہیں۔

احمر کہہ رہا تھا' اور اعتبار اسے چپ چاپ دیکھ رہا تھا۔

"حاصل کو ممکن کرنے میں' ممکن بھی ناممکن ہو جاتا ہے اعتبار' اس سے زیادہ میں تم سے کچھ نہیں کہنا چاہتا۔"

"میں اس سے محبت کرتا ہوں احمر...... کتنی اور کس حد تک...... یہ میں نہیں جانتا لیکن میں اس سے محبت کرتا ہوں۔" وہ احمر کے سامنے ہی نہیں' خود بھی ریلائز کر رہا تھا جیسے۔

"تم جانتے ہو' تم کیا کہہ رہے ہو؟" احمر کی حیرت کچھ بڑھ گئی تھی۔

"ہاں' جانتا ہوں۔"

"جانتے ہوئے بھی تم ایسا کہہ رہے ہو؟ کیا کرنا چاہتے ہو تم...... آخر ثابت کیا کرنا چاہتے ہو؟" احمر نے کسی قدر غصے سے اسے دیکھتے ہوئے ٹٹولا تھا۔ وہ اسی قدر پرسکون دکھائی دیا تھا۔

"کچھ نہیں' کچھ ثابت نہیں کر سکتا میں...... کچھ ثابت کرنا بھی نہیں چاہتا۔ وہ میرے لیے نہیں ہے یہ سچ ہے......' اور میں اس سچ سے نہ صرف واقف ہوں بلکہ تسلیم بھی کرتا ہوں۔" لہجہ سادگی سے بھرپور تھا۔ احمر نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"جب جانتے ہو تو پھر یہ سب کیوں کہہ رہے ہو؟"

"یہ سب اس لیے نہیں کہہ رہا کہ کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو یہ سب پھر کس لیے؟"

"میں نہیں جانتا۔" اعتبار نے بھرپور الجھن سے کہہ کر سر ہاتھوں پر رکھ لیا تھا۔

احمر کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔ اس سے قبل ایسی حالت میں اسے دیکھا نہیں تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ معاملہ اس نہج پر بھی پہنچ سکتا ہے۔ جہاں تک وہ اعتبار سے واقف تھا۔ اس سے قبل ایسا محسوس کیا تھا نہ اس کی حالت کبھی ایسی دلگرفتہ دکھائی دی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ لڑکیوں کے درمیان وہ کبھی رہا نہ ہو' بہت سوں سے تعلق تھے۔ انفیئرز اپنے انجام تک پہنچ جاتے' اور یہ جو چند برسوں قبل اس کی زندگی میں تھی۔ وہ بھی ایک دوست کی حیثیت سے...... آج اعتبار اس کے لیے اس قدر......' اور اس طرح سنجیدہ کیسے ہو گیا؟ اس نے سوچا بھی تھا تو سمجھ نہیں آیا تھا۔

"تم نے کب محسوس کیا اعتبار کہ وہ تمہارے لیے ضروری ہے؟" احمر نے سب کچھ بھول کر اس کی حالت کو دیکھتے ہوئے اس سے نرمی سے دریافت کیا تھا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے احمر کہ لمحہ کون سا تھا؟ میرے لیے سارے لمحے ایک جیسے ہیں۔ ایک جیسے بے بس کر دینے والے...... ایک جیسے شکست خوردہ کر دینے والے......" اعتبار اس کی طرف دیکھے بغیر گویا تھا۔

"تم نے تب کوشش کی جب وہ تمہارے پاس تھی؟"
"نہیں تب مجھے اس سے محبت نہیں تھی۔ ایسی بے قراری بھی نہیں تھی۔"
"تو پھر اب کیسے الہام ہو گیا تمہیں کہ تمہیں محبت ہو چکی ہے؟"
"لمحے بولتے ہیں احمر دل بولتا ہے' مگر تم نہیں سمجھو گے۔ تمہیں کچھ سمجھا نہیں سکتا نہ ان منظروں کو دکھا سکتا ہوں' جو اس رنگ کے احساس سے کچھ اور بھی نکھر جاتے ہیں۔"
وہ محبت کے احساس میں گھرا دکھائی دیا تھا' اور احمر کا دل چاہا تھا اپنا سر پیٹ لے۔
"آئی ڈونٹ بلیو دیٹ۔" سر نفی میں ہلاتے ہوئے احمر اس کی طرف سے اپنا رخ پھیر گیا تھا۔ "تم ایسی بے وقوفی کیسے کر سکتے ہو؟ اور وہ بھی اس سچویشن پر...... اس موقع پر جب وہ......" احمر جتنا حیران ہوتا کم تھا۔
"میں جانتا ہوں' ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے' نہ اس کے لیے...... نہ میرے لیے' اور نہ...... دانیال چاچو کے لیے۔" اعشار نے ریلائز کیا تھا۔
"جب جانتے ہو تو پھر کیوں کر رہے ہو؟" احمر بولا تھا۔
اعشار نے ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا پھر چہرہ پھیرتے ہوئے بولا تھا۔ "مجھے ایسا کچھ نہیں کرنا چاہیے۔ میں ایسا نہیں کرنا چاہتا۔ آئی نو دانیال چاچو ہاؤ کین انڈر اسٹینڈ می۔" اعشار کا لہجہ الجھن لیے ہوئے تھا۔
"تمہیں ٹھیک کیا لگتا ہے اعشار؟"
"مجھے ٹھیک کچھ بھی نہیں لگتا احمر' نہ وہ جو ہوا...... نہ وہ جو ہو رہا ہے' اور نہ وہ جو ہو گا۔ میں کسی سے خوش نہیں ہوں۔ شاید اب مجھے اسی طور جینا ہو گا' مگر میں صرف یہ دیکھ رہا ہوں میں جی بھی سکوں گا اس طرح؟" میں نہیں جانتا تھا محبت کیا ہے۔ میں یقین نہیں کرتا تھا کہ ہو بھی سکتی ہے۔ اگر وہ مجھے دوبارہ اس طرح زندگی میں نہ ملتی تو شاید میں اس کے بارے میں سوچتا بھی نہیں...... مگر شاید میں غلط سوچتا ہوں۔ وہ میرے اندر تھی' تب بھی جب میرے ساتھ تھی اور تب بھی جب وہ میرے ساتھ نہیں رہی...... اور اب بھی ہے' جب وہ میرے ساتھ نہیں ہو سکتی...... کسی طرح نہیں ہو سکتی۔"
اعشار پیرزادہ کا لہجہ ہی نہیں' اس کی آنکھیں بھی دھواں دھواں تھیں۔ احمر حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اعشار اس طرح' اس کیفیت میں گھر سکتا ہے۔ اسے اب بھی لگ رہا تھا کہ وہ ایک دم سے ہنسنے لگے گا' اور کہے گا۔ "دیکھو بن گئے نا بے وقوف...... آئی واز کڈنگ یار...... تم جانتے ہو مجھے' پھر کیسے جان گئے کہ اس طرح کی بے وقوفی کر سکتا ہوں میں؟"

مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ ایسا کوئی جھٹلانے والا لمحہ سامنے نہیں آیا تھا۔ اعشار اسی طرح بیٹھا تھا' اور وہ اسے اسی طرح بے بسی میں گھرا دیکھ رہا تھا۔
"یہ سب اس سے کہا تم نے؟ آئی مین اسے یہ معلوم ہے؟"
"پہلے نہیں تھا' اب ہو گیا ہے۔"
"ہو گیا ہے؟ کیا مطلب؟ تم نے بتایا اسے؟" احمر کو جھٹکا لگا تھا۔
وہ عجیب مجرمانہ انداز میں نظریں پھیر گیا تھا۔
"تم نہیں جان سکو گے' بالکل بھی نہیں سمجھ سکو گے کہ اس نے مجھے اتنا بے بس کر دیا ہے......"
"بے بس' اور تم جیسا شخص؟ اعشار تم جیسا بندہ ایسا سوچ سکتا ہے' مجھے رئیلی یقین نہیں ہو رہا۔ ہر مقام پر قائم رہنے والا بندہ اچانک اس طرح......؟ وہ بھی اس لڑکی کے لیے' جو اس کے ساتھ پہلے بھی وقت گزار چکی ہے' ایک اچھے دوست کی حیثیت سے...... ویسے تم دونوں کا وہ تعلق کیسا تھا؟ وہ دوستی ختم کیسے ہوئی تھی؟ اگر تم ایک دوسرے کے اچھے دوست تھے تو تمہیں آج بھی دوست ہی رہنا چاہیے تھا نا' اس طرح اجنبیوں کی طرح ملنے سے کیا مطلب ہے؟ تم نے اس کے ساتھ ایسا کیا کیا تھا کہ آج تم اپنے اس تعلق کو لے کر بات بھی کرنا نہیں چاہتے؟" احمر نے وضاحت چاہی تھی۔
"ضروری نہیں ہے کہ رشتے اپنی حیثیت نہ بدلیں۔ یہاں ایک پل میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ میں تمہاری کسی بات کی کوئی وضاحت نہیں دے سکتا کیونکہ میں خود بھی جانتا ہوں کہ یہ سب فضول ہے' ایک دم فضول...... میں فریب میں رہنا نہیں چاہتا مگر...... فی الحال میرے لیے سب بہت مشکل ہے۔ بے حد مشکل۔"
ایک اعتراف شکست ہوا تھا۔ احمر اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ کمرے کی بوجھل فضا میں اعشار پیرزادہ کی مضمحل آواز گونج رہی تھی۔
"سب باتوں کے باوجود ایک احساس بہت گہرا ہے' اور وہ یہ کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ کیا ہو گا' کیا ہونا ہے' بالکل نہیں جانتا' میں وقت سے لڑنے کا نہیں سوچ رہا۔ لڑوں تو شاید سب پا لوں' گرفت میں لے لوں...... مگر میں لڑنا نہیں چاہتا...... اس لیے نہیں کہ ایسا ممکن نہیں' میں ممکن کر سکتا ہوں' ہر ناممکن بات کو ممکن بنا سکتا ہوں' مگر وہ میرے ساتھ نہیں ہے احمر...... ایک لمحے کے لیے بھی وہ میرے ساتھ نہیں ہے۔" اعشار کا لہجہ دھواں دھواں تھا' اور آنکھوں میں ویرانی ہی ویرانی تھی۔
احمر کے پاس مزید کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔ اعشار

پیرزادہ وہاں تنہا رہ گیا تھا۔ ویرانی صرف اس کمرے میں ہی نہیں تھی۔ اس کے دل میں بھی ڈیرے جمائے ہوئے تھی۔

اور ویرانی بھی وہ...... جس کا کوئی حل نہیں تھا۔

سدباب ان چیزوں کے لیے کیے جاتے ہیں جن کے اسباب معلوم ہوں' اور اگر "اسباب" معلوم بھی تھے تو ان کا سدباب ہونا ناممکن دکھائی دے رہا تھا کیونکہ ایسے معاملات میں صرف ایک تنہا دل' کچھ نہیں کر سکتا۔ صرف اس کی مرضی سے حالات نہیں بدل سکتے تھے کسی' اور کی مرضی بھی ضروری تھی' اور وہ "کوئی اور" اس کے لیے فی الحال رضامند نہ تھا۔

❁❁❁

Started a Landslide in my ego

Looked from the outside to the world I left behind

I'm dreaming you are awake

If i was sleeping, what at stake?

A day without me

Whatever the feelings, I keep feeling

what are the feelings you left behind?

A day without me

فینانہ بیگ نے بند کمرے کے سناٹے میں اپنے آنسو پونچھے تھے' اور اٹھ کر وہ نمبر ملایا تھا جسے وہ کبھی بھی دوبارہ ملانا نہیں چاہتی تھی۔

"ہیلو......"

ایک جانب پہچانی آواز...... ایک جانا پہچانا لہجہ اس کی سماعتوں میں گونجا تھا۔

فینانہ بیگ فوری طور پر کچھ نہیں بول سکی تھی۔ ہمت کی تھی' قصد کیا تھا' مگر اب ایک آنسوؤں کا گولہ اپنے حلق میں اٹکا محسوس کر رہی تھی۔ وہ سماعتیں منتظر تھیں اس کی...... دوسری طرف اعتبار پیرزادہ اس کی آواز سننے کو بے تاب تھا' مگر وہ اپنی اس خاموشی کو نہیں توڑ سکی تھی۔

"بات کرنا دشوار ہے تو فون کیوں ملایا ہے؟"

اعتبار پیرزادہ نے اس سکوت میں ایک کنکر ڈالا۔ فینانہ بیگ کی پلکوں سے بہت آہستگی سے آنسو ٹوٹ کر رخساروں پر بہہ گئے تھے۔

Started a Landslide in my ego

Looked from the outside to the worl

I left behind U too.

ایک آواز اطراف میں متواتر گونج رہی تھی۔

"بولو فینانہ......! کہو وہ جو تم کہنا چاہتی ہو' مگر اس سے پہلے تم اپنے یہ آنسو پونچھ لو تمہاری بھیگی آنکھیں مجھے تکلیف دیتی ہیں فینانہ' تمہارے وہ آنسو جو خاموشی میں تمہاری آنکھوں سے بہتے ہیں' انہیں میں اپنے دل پر گرتا ہوا محسوس کرتا ہوں۔"

"اعتبار پلیز......" وہ زچ ہو کر بولی تھی' مگر اس نے ٹوک دیا تھا۔

"میں جانتا ہوں' تم میری سننا نہیں چاہتی ہو' سنو گی بھی کیوں؟ کیا واسطہ ہے تمہیں مجھ سے' تمہیں کیا سروکار کہ میری شامیں تنہائیوں میں ڈھلتی ہوں یا میرے دن بے اثر گزر جائیں...... میری نیندیں مجھ سے روٹھ جائیں یا رات بھر میری کھڑکیاں ہواؤں سے بجتی رہیں۔ تمہیں اس سے کیا سروکار فینانہ' کیا غرض تمہیں اس سے؟"

وہ پھر وہی انداز اختیار کر رہا تھا' جس سے وہ بھاگتی تھی' جو اسے اکتاہٹ میں مبتلا کرتا

"شٹ اپ اعتبار! میں نے تمہاری یہ فضول کی بکواس سننے کے لیے فون نہیں کیا۔" وہ کھردرے لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"تو پھر کس لیے فون کیا ہے؟ یہ جاننے کے لیے کہ میں کتنے کرب سے گزر رہا ہوں...... نہیں' تمہیں اس سے بھی کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔ تمہیں تو بس......"

وہ غصے سے پھنکارتا ہوا بولا تھا' مگر فینانہ بیگ نے اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی تھی' اور بولی تھی۔

"مجھے تم سے بات کرنا ہے۔" مدعا بیان کیا تھا۔

"کرو' سن رہا ہوں۔" دوسری طرف سے ترکی بہ ترکی جواب آیا تھا۔

"ایسے نہیں۔" فینانہ نے انداز رد کیا تھا۔

"پھر......؟"

"میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"اوہ...... فیس ٹو فیس؟ سامنا کر لو گی میرا؟ اتنی ہمت ہے تم میں؟" اعتبار پیرزادہ غالباً اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔

"کچھ ایشوز کو ریزولو کرنے کے لیے ایسا کرنا ضروری ہے۔"

"یعنی تم کسی نتیجے پر پہنچ گئی ہو۔" وہ بھی جلی کٹی سنا رہا تھا۔ انداز طنز لیے ہوئے تھا۔

"ہاں......" فیانانہ نے اس کے انداز کی قطعاً پروا نہیں کی تھی۔

"کہانی کو انجام تک لانا چاہتی ہو؟"

"ہاں......"

"اور جو نہ لا سکیں تو؟" دوسری جانب وہ مسکرایا تھا۔

"خدشوں سے ڈرنے کی ضرورت تمہیں نہیں ہے احمد! تمہیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔ دیٹس ناٹ یور کنسرن۔"

"کتنی بدھو ہو! معاملات طے کرنے کی بات بھی کرتی ہو اور یہ بھی جتانا چاہتی ہو کہ کوئی واسطہ بھی نہیں۔"

دوسری طرف وہ جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے پر بضد نظر آ رہا تھا۔ فیانانہ نے مطلق پروا نہیں کی تھی اور پرسکون لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"کہاں ملو گے؟"

"جہاں تم کہو! لیکن اس کا کیا یقین ہے کہ تمہاری یہ "پیش قدمی" تمہارے حق میں بھی سودمند ہو گی؟" وہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔

"I said, thats not your concern."

"سارے راستے...... مجھ سے جدا کرنے کی غرض سے ملو گی؟" بہت ویرانی سمیٹے ہوئے لہجے میں وہ گویا ہوا تھا۔ لہجہ دھیما تھا۔ "طے کر لیا ہے کہ فاصلے اور بھی بڑھا دو گی؟" اس کا لہجہ دھواں دھواں تھا۔

فیانانہ کی آنکھوں کی نمی کچھ بڑھ گئی تھی۔ چپ چاپ کئی آنسو بہہ رہے تھے۔

In the world I left behind

Wipe their eyes and then let go

In the world I left behind

Shed a tear and let love go

Shed a tear and let love go

اندر کئی آوازیں گونجی تھیں۔ دل کچھ بجھا تھا۔ آنکھیں جلی تھیں۔ فیانانہ نے اندر کی تمام آوازوں کو کہیں اندر ہی گھونٹتے ہوئے کہا تھا۔

"ہم مل رہے ہیں! آج شام ہی۔"

"فرسٹ کپموز یور سیلف۔ آئی گیس یو آر ناٹ ریڈی۔" وہ جیسے اسے اندر تک پڑھ رہا تھا۔

"شام چھ بجے "Indulge" میں...... راحیل؟" فیانانہ بیگ نے کہہ کر فون بند کر دیا اور آنکھیں رگڑ کر پونچھ ڈالی تھیں۔

اب اور نہیں رونا تھا اسے...... فیصلہ کر لیا تھا اس نے...... اب صرف اس فیصلے کو سنانے کی ضرورت باقی تھی۔ فیانانہ بیگ خود کو اس کے لیے تیار کر چکی تھی۔

●●●

"محبت عجیب الجھا ہوا معمہ ہے۔ حل ہوتا نہیں اور اپنے اختیار سے نکلنے دیتا نہیں...... کبھی ایسے لگتا ہے جیسے محبت کوئی عامل ہو اور میں اس کا معمول ہوں...... محبت جیسے جیسے مجھے کہتی ہے میں ویسے ویسے کرتا ہوں۔ حیرت ہوتی ہے مجھے......' مگر میں ایسا کرتے ہوئے اپنے آپ کو نہیں دیکھتا' اپنا مفاد نہیں دیکھتا...... محبت ایسی بے غرض ہوتی ہے' اس کا یقین ہوتا ہے' مگر اس وقت میں محبت اتنی ظالم بھی ہوتی ہے' اس کا ادراک بھی مجھے پہلی بار ہوا ہے۔"

بیج کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ جب طالیہ نے اندر قدم رکھا' وہ اتنا مگن تھا کہ اس نے اسے ڈسٹرب کرنا ضروری خیال نہیں کیا تھا' اور خوشقدر بیگ وہیں کاؤچ پر ڈالتی ہوئی کچن میں کافی بنانے گئی تھی۔ بیج کے باتیں کرنے کی آواز متواتر آ رہی تھی' مگر اسے کوئی تجسس نہیں تھا کہ وہ کیا بات کر رہا ہے اور کس سے کر رہا تھا؟ وہ کافی بنا کر پلٹی ہی تھی کہ وہ چلتا ہوا کچن کے دروازے پر آن رکا۔ طالیہ حیران اس کی طرف دیکھتی ہوئی مسکرا دی تھی۔

"تمہیں پتا تھا میں آ چکی ہوں؟" اسے کافی کا مگ تھماتی ہوئی وہ حیرت سے گویا ہوئی تھی۔

"ہاں......" رسانیت سے پر انداز میں وہ بولا تھا۔

"کیسے؟" وہ چونکتے ہوئے مسکرائی تھی۔

"یہ تو نہیں جانتا' کیسے' مگر مجھے خبر ہو گئی تھی۔"

"میں نے تمہیں ڈسٹرب کرنا ضروری خیال نہیں کیا۔ گھر بات کر رہے تھے؟"

"ہاں' ممی تھیں۔"

"اچھا' کیا کہہ رہی تھیں؟" وہ مسکرائی تھی۔

"شکوہ کر رہی تھیں۔" وہ جواباً نرمی سے مسکرایا تھا۔

"بہت دنوں بعد بات کی ہو گی نا تم نے ان سے' ماں سے بہت دنوں تک جب بات نہ کی جائے تو وہ یوں ہی خفا ہوتی ہیں۔"

"ہاں' مگر میری ممی بہت زیادہ خفا ہوتی ہیں۔ ان کا اکلوتا بیٹا ہوں نا......" بیج مسکرایا تھا۔

"اکلوتے ہو پھر بھی اتنے نالائق ہو۔" طالیہ نے ہنس کر کہا۔
"ممی بھی مجھے یہی کہتی ہیں۔"
"اور تمہارا کیا خیال ہے؟"
"ہاں...... اتنا نالائق نہیں ہوں میں......" وہ لمحہ بھر کو سوچتا ہوا بولا تھا۔ طالیہ ... تھی۔

"تمہاری ممی نے تمہیں خود سے دور اتنی دور کیسے بھیج دیا جبکہ تم اکلوتے بیٹے ہو ... کے؟" وہ کچھ حیران ہوئی تھی۔ یخ کافی کا سپ لیتا ہوا مسکرا دیا تھا' پھر لاؤنج کی طرف ... کر دی تھی۔ طالیہ نے بھی اس کے ساتھ قدم بڑھائے تھے۔ "انہوں نے نہیں بھیجا' میں ... ہوں' نالائق بیٹا ہوں نا۔" وہ تسلیم کرتا ہوا مسکرایا تھا۔
"خفا تو ضرور ہوئی ہوں گی وہ تم سے؟"
"ہاں' ہوئی تھیں' مگر میں انہیں اتنا عزیز ہوں کہ زیادہ دنوں تک مجھ سے خفا نہیں ... سکتیں۔"

"ناجائز فائدہ اٹھاتے ہو اس محبت کا۔" طالیہ مسکرائی تھی۔
"محبت جہاں موقع دے' لے لینا چاہیے۔" اس کی لاجک نرالی تھی۔
"تم نے کبھی اپنے بارے میں بتایا نہیں؟"
"تم نے پوچھا ہی نہیں' شاید میں تمہیں کبھی اہم نہیں لگا۔" شکوہ ہوا تھا۔
"نہیں' ایسی بات نہیں' الجھی گئی میں اپنے مسائل میں اس قدر الجھی ہوئی تھی کہ کبھی اس طرف دھیان ہی نہیں گیا۔ آئی ایم سوسوری' مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تم اہم نہیں ہو۔"
طالیہ جبران کسی قدر شرمندہ ہوتی ہوئی وضاحت دینے لگی۔
"میرا مطلب یہ نہیں تھا۔" وہ جیسے اسے شرمندہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔
"تم اپنی ممی کو یہاں کیوں نہیں بلوا لیتے؟ تنہا تو ہو' اتنا بڑا اپارٹمنٹ ہے' پھر وہ تمہیں مس بھی تو کرتی ہیں۔" صلاح دی تھی۔
"ہاں' سوچتا ہوں' مگر فی الحال ایسا ممکن نہیں ہے' مگر ممی کہہ رہی تھیں' وہ کچھ دنوں میں چکر ضرور لگائیں گی' پھر تم بھی ان سے مل لینا۔"
"تم نے انہیں میرے بارے میں بتایا ہے؟" طالیہ کسی قدر حیرت سے پوچھتی ہوئی مسکرائی تھی۔
"دنیا میں وہ واحد لڑکی ہے' جو ان کے بیٹے کو کسی بھی وقت دھڑلے سے ڈسٹرب کر سکتی ہے' اس کے متعلق کیا' اس بیٹے کی ماں کو بے خبر رہنا چاہیے؟" جواباً وہ سوالیہ انداز اختیار کرتا ہوا

...ایا تھا۔ طالیہ ہنس دی تھی۔
پہلی بار...... وہ اس طرح ہنستی بہت تر و تازہ' اور شگفتہ سی لگی تھی۔ یخ اسے بغور دیکھنے لگا ...

"ایک بات کہوں؟"
"ہاں......"
"اچھی لگ رہی ہو' اس طرح ہنستی ہوئی۔ rather میں نے پہلی بار تمہیں اس طرح ...اتے ہوئے دیکھا ہے۔ آئی مین' ہنستے ہوئے دیکھا ہے' اور مجھے حیرت ہو رہی ہے۔" ...اتے ہوئے اظہار خیال کیا تھا۔
"کس بات پر؟" اس پر کہ میں ہنس بھی سکتی ہوں؟ تم کیا سمجھتے ہو' مجھے ہنسنا نہیں آتا؟" طالیہ نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا تھا۔
"نہیں' میں حیران اس بات پر تھا کہ اگر تم اتنا اچھا ہنسنا جانتی ہو تو ہنستی کیوں نہیں؟" وہ ...اتے ہوئے دوستانہ انداز میں شکوہ کر رہا تھا۔
وہ عجیب سے انداز میں لب بھینچتے ہوئے سر جھکا گئی تھی' اور کافی کے کپ کے کناروں کی ...گلیاں سے چھوتے ہوئے آہستگی سے بولی تھی۔
"مگر اسے میرا ہنسنا اچھا نہیں لگتا۔" لہجہ نیم جان تھا۔
"اسے تو تمہارا یہاں رہنا بھی اچھا نہیں لگتا۔" یخ نے روانی سے کہا تھا۔
"ہاں' مگر میری زندگی' میرا ہنسنا' میرا رونا' جاگنا' سونا سب اس سے مشروط ہے۔" وہ ایک لے میں اسی ٹریک پر تھی۔
یخ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔
"اسی طرح خود کو اس سے مشروط کرو گی تو مشکل ہو جائے گی۔ خود کو اس سے مشروط مت کرو' اسے خود سے مشروط ہونے دو۔ یہ تمہارے لیے ضروری بھی ہے' اور اہم بھی۔" ناصحانہ انداز میں مشورہ دیتے ہوئے نرمی سے کہا تھا۔
"ایسا ہونا ناممکن نظر آتا ہے یخ...... وہ مجھے ایکسیپٹ کرنے کو تیار نہیں' پھر محبت کیسے کرے گا؟" وہ بدستور ناامید دکھائی دی تھی۔
"تم سکھا دو اسے۔" مسکراتے ہوئے ایک اور مشورے سے نوازا تھا۔
"کیا......؟" وہ بے دھیانی میں چونکی تھی۔
"محبت کرنا...... کیوں مشکل ہے؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے مسکرایا تھا۔"
"پاگل بنا سکتی ہو' دیوانہ کر سکتی ہو' تو پھر اسے کیوں نہیں؟" وہ اسے chill کرنے کی کوشش

میں مسکراتے ہوئے بولا تھا۔
طالیہ نے جھینپ کر مسکراتے ہوئے ہاتھ کا مکا بنا کر اس کے شانے پر دے مارا تھا، وہ ہنس دیا تھا۔
"اگر اس کے سینے میں دل ہے تو وہ تم سے بچنے کی ہزار کوشش کے باوجود بچ نہیں سکے گا۔ اگر اس کے سینے میں ایک عدد دل ہے تو...... ورنہ پتھروں کے شہر میں شیشوں کی پہچان والا کوئی نہیں۔" بچ اسے جتا رہا تھا۔
"تم نے نہیں بتایا کب کر رہے ہو شادی؟"
"شادی؟" وہ ہنسا تھا۔ "فی الحال اس کے متعلق سوچا بھی نہیں ہے۔"
"کیوں ایسی کیا برائی ہے اس میں؟"
"شادی میں کوئی برائی ہے ایسا میں نے نہیں کہا سوئیٹی بہت سی ذمے داریاں پوری کرنی پڑتی ہیں اور فی الحال میں خود کو اس کے لیے تیار نہیں پاتا۔"
"یقین نہیں ہوتا' تم جیسا بندہ جو سینٹی مینٹل بھی ہے' اب تک محبت سے دور باقی ہو۔" طالیہ نے بالکل بھی یقین نہ کیا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔
"بچ کر تو نہیں رہا ہوں۔" وضاحت حیران کن تھی۔ وہ چونکی تھی۔
"تو پھر؟"
"بتایا تو تھا؟"
"کیا؟"
"محبت ہو چکی ہے۔"
"کب؟ کس سے؟" طالیہ کی حیرت دیدنی تھی۔
"تم سے۔" بچ کا اطمینان حیرت انگیز تھا۔ طالیہ اسے گھورے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔
"یو......" کافی کا خالی مگ ایک طرف رکھتے ہوئے وہ اس کی طرف لپکی تھی' مگر وہ سرعت سے اپنی جگہ چھوڑ چکا تھا۔

●⊛●

"تمہارا پرابلم کیا ہے؟ جب میں کہہ رہا ہوں' ایسا کچھ ہے ہی نہیں' تو تم سمجھ کیوں نہیں رہیں؟" منال احمد خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی تھی جب ادیان حاکم چغتائی جھنجلاتے ہوئے انداز میں بولا تھا۔
"پرابلم میرے ساتھ نہیں ہے ادیان' پرابلم تمہارے ساتھ ہے۔ اس روز آفس میں اس کے ساتھ تم تھے' جب میں نے تمہیں خود دیکھا تھا۔ کیا اس بات سے مکر سکتے ہو تم؟" منال احمد بھی

رہی تھی۔ ادیان حاکم چغتائی الجھ کر اسے دیکھنے لگا تھا۔
"وہاٹ ڈو یو مین بائے دیٹ؟ میں کتنی وضاحتیں دے چکا ہوں تمہیں' بات پھر بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی' پھر میں تمہیں یقین دلانے کے لیے کیا کروں؟ ہاں' منال احمد' یہ جو دماغ ہے نا اسے استعمال کرنے کی عادت ڈالو۔" انداز تلملایا ہوا تھا۔
منال کچھ نہیں بولی تھی' بے بسی سے چہرہ پھیر گئی تھی۔ ادیان حاکم چغتائی نے اس کی طرف دیکھا تو اپنی غلطی کا کچھ احساس ہوا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ بہت آہستگی سے اس کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔
"آئی ایم سوری' مجھے تم پر اس طرح چیخنا نہیں چاہیے تھا' مگر تم...... پلیز' تم سمجھنے کی کوشش کرو' جتنی ناپسندیدہ وہ تمہارے لیے ہے' اس سے زیادہ ناپسندیدہ میرے لیے ہے۔ میں اسے امپورٹنس کیوں دوں گا؟ وائے؟ تمہیں لگتا ہے کہ ادیان حاکم چغتائی کا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"
اس نے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی' مگر منال نے اس کی طرف دیکھنے کی زحمت نہیں کی' البتہ آنکھوں سے آنسو ضرور رواں ہو گئے تھے۔ یہ صورت حال ادیان کو مزید جھنجلاہٹ دلا گئی تھی۔
"شٹ......" وہ جیسے اکتا کر بولا تھا' توجہ منال احمد کے چہرے سے ہٹالی تھی۔ یہ کیفیت اس کے لیے یقیناً پسندیدہ نہیں تھی تبھی وہ الجھ کر اکتاہٹ سے گویا ہوا تھا۔ "لک منال احمد' اگر وہ لڑکی ذرا بھر بھی عزیز ہوتی تو اس وقت میں تمہارے ساتھ نہیں ہوتا' یہ چھوٹی سی بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی؟"
"میری سمجھ کی بات مت کرو ادیان' میں بے وقوف نہیں ہوں' پہلے تم نے اسے اپنے گھر میں جگہ دی' پھر آفس میں' اور اب اپنی زندگی میں...... کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ سب اتنا غیر معمولی ہے؟ مجھے تو لگتا ہے' ایک دن وہ ہر فالتو شے تمہاری زندگی سے اٹھا کر باہر پھینک دے گی' اور ساری جگہ خود سنبھال لے گی۔" منال بات بجائے سلجھانے کے اور الجھا گئی تھی۔ اس طرح بول کر وہ ادیان کو طیش دلا گئی تھی۔
"تم سمجھتی ہو کہ تم ایک فالتو شے ہو؟" وہ سلگ کر بولا تھا۔
"ایکسکیوزمی......" منال احمد کو احتجاج کرنا ضروری لگا تھا۔
"ایکسکیوز وہاٹ منال احمد؟ تمہاری عقل گھاس چرنے گئی ہے۔ وہاٹ ڈو یو ریلی آر یو ٹاکنگ؟ میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا تھا کہ اسے اپنے گھر میں جگہ میں نے نہیں دی' نہ ہی اس آفس میں میں نے اسے بلایا ہے' اور رہی بات میری زندگی کی تو اس کی فکر کرنے کی ضرورت

تمہیں نہیں ہے کہ میں کسے جگہ دیتا ہوں' اور کسے نہیں......؟ آئی تھنک' ویٹس نان آف یور
کنسرن...... ایک لمحے میں وہ اسے اپنے معاملات سے الگ کرتا ہوا برہم انداز میں بولا تھا۔

منال احمد کو صورتحال کے نازک ہونے کا احساس ہوا تھا' شاید اسی لیے وہ جواباً نہیں بولی تھی۔ ہاں' جو کام وہ خود نہیں کر سکی تھی' وہ اس کے آنسوؤں نے کر دیا تھا۔ لاکھ ہٹ دھرم دل بہت توانا سہی' تھا تو مرد نا...... دل ہی تو تھا' سو تمکین سمندر کے اس زیر و بم سے لمحے میں پگھل گیا تھا۔ اپنی برہمی کا احساس کرتے ہوئے ایک بار پھر ہاتھ اس کے ہاتھ پر نرمی سے رکھا' اور ملائمت سے بولا تھا۔

"You are the one in my life. Trust me"
مجھے کسی' اور کی ضرورت نہیں ہے' تم اتنی خوف زدہ کیوں ہو؟ کیوں ڈر لگتا ہے تمہیں اس لڑکی سے؟"

"تمہیں نہیں لگتا؟" بھیگی آنکھوں سے منال احمد نے تشویش بھرے انداز میں پوچھا تھا۔ وہ اس لمحے بجائے برہم ہونے یا برا ماننے کے' جانے کیوں ہنس دیا تھا۔

"منال......! میں اس سے کیوں ڈروں گا' ہاں؟ آئی مین' اچھی خاصی لڑکی ہے' بھی نہیں کہ مجھے ڈرا سکے۔"

منال حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی' مگر وہ ہاتھ اٹھا کر نفی میں ہلاتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"نو......! آئی واز جسٹ کڈنگ...... تمہیں یا مجھے اس سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تمہارا یا میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی' رائٹ؟ ہاں' کچھ ہاتھ پاؤں ضرور مار رہی ہے' مگر زبردستی کیا حاصل کرے گی؟ She belongs to asia and asian woman is not strong enough. وہ اتنی اسٹرانگ نہیں ہے' یوں بھی کوئی تو رشتوں پر زبردستی اپنا حق جتا کر انہیں حاصل کر سکتا ہے' مگر ایک عورت کے لیے یہ بہت مشکل ہے۔ اگر اس کی جگہ میں......' اور میری جگہ وہ ہوتی تو شاید صورتحال مختلف ہوتی۔"

وہ اسے مطمئن کرنے کی کوشش میں وضاحتیں دیتا ہوا مسکرا رہا تھا' مگر منال کی خوف کی سوئی وہیں اٹکی تھی۔

"تم اس کی جگہ ہوتے تو کیا کرتے ادیان؟"

وہ چونکا تھا' حیران ہوا تھا۔

"ربش...... یہ کس طرح کی باتیں کر رہی ہو تم؟ میں اس کی جگہ کیوں ہوتا؟"

"سپوز کر لینے میں کیا حرج ہے۔ فرض کرو' تم اس کی جگہ ہوتے تو؟"

"تو......؟" وہ سوالیہ انداز میں اسے دیکھتا ہوا کسی قدر غصے میں بولا تھا۔ "منال' پاگل

وہ تو کبھی کچھ نہیں کر سکے گی' مگر تم اس کے خوف سے ہی مر جاؤ گی۔" ادیان پھر اسی
"منال' وہ ایک کمزور لڑکی ہے۔ دیکھ رہی ہو تم اسے' کچھ نہیں ہے اس کے پاس' خالی
وہ ایک دم خالی ہاتھ' مگر وہ پھر بھی یہاں موجود ہے۔ اسے یقین ہے' وہ جیت جائے گی'

وہ تھک کر چپ ہوا تھا' اور اسی لمحے وہ بولی تھی۔

"تمہیں بھی لگتا ہے نا' وہ جیت جائے گی؟"

"وہ منال......" وہ دانت بھینچ کر چہرہ پھیر گیا تھا۔

غصہ آ رہا ہے نا تمہیں مجھ پر...... مگر کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟" اس کی آنکھوں میں
ہوئے دریافت کیا تھا' مگر ادیان نے کسی قدر اطمینان سے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"نہیں' مجھے تم پر غصہ نہیں آ رہا' ترس آ رہا ہے' مجھے تم پر...... She makes you
پاگل کر رہی ہے وہ تمہیں......' اور اب مجھے واقعی اس کی طاقت کا اندازہ ہو رہا ہے۔" وہ
کھڑا ہوا۔ وہاں سے چلے جانے کے لیے پیش قدمی کی تھی۔ اسی لمحے منال احمد نے پیچھے
پکارا تھا۔

ایک بات بتاؤ ادیان! ایمان داری سے...... تم نے کبھی اس رشتے کو لے کر کچھ تو سوچا
تمہیں نہیں لگتا' وہ حق پر ہے' اور اس کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے؟' اور وہ ناانصافی تم کر
رہے ہو؟"

منال احمد کو جانے آج کیا ہو گیا تھا؟ واقعی پاگل ہو رہی تھی وہ...... ادیان حاکم چغتائی
چلتا ہوا اس کی سمت بڑھا تھا۔

"تمہارا پرابلم پتا ہے کیا ہے منال احمد؟ تم ایک خوفزدہ عورت ہو' جسے اردگرد کی فضاؤں
اپنے اندر کے خوف کو پھیلانے کا خبط ہے۔ میں اس کے متعلق کیا سوچتا ہوں' اور کیا
اس کے متعلق مجھے تمہیں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے' نہ ہی تم کسی بازپرس کا حق رکھتی
میں کیا کرتا ہوں' کیوں کرتا ہوں' کس لیے کرتا ہوں' اٹس ناٹ یور کنسرن' سو تمہیں اس کے
متعلق سوچ کر اپنی انرجی ضائع کرنے کی ضرورت بھی قطعی نہیں ہے۔" کہہ کر وہ پلٹا تھا' اور وہاں
سے نکل گیا تھا۔ منال احمد اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔ یقیناً جتنا کچھ......' اور جو کچھ وہ بول کر گیا تھا' اس
وہ خود تھی۔ اس کا احساس اس لمحے اسے ہو گیا تھا۔ وہ اس صورتحال کو یقیناً خود آپ الجھا
تھی۔ ادیان حاکم چغتائی کی جھنجھلاہٹ بے معنی نہیں تھی' اگر کچھ غلط ہوا بھی تھا تو وہ اسی کی
سے تھا۔ ایسا اس نے اس لمحے تسلیم کیا تھا۔

●❂●

اعتبار پیرزادہ نے ان لمحوں کا انتظار نہیں کیا تھا۔ وہ جانتا تھا فینانہ کے پاس اس کچھ کہنے کو کیا ہے۔ وہ جانتا تھا' ان لمحوں سے بچنا بھی چاہتا تھا مگر "فرار" نہیں چاہتا تھا۔ سکوت سا تھا' مگر وہ اس کے بتائے ہوئے مقام پر پہنچ گیا تھا' شاید وہ اس کی بات چاہتا تھا۔ فینانہ بیگ اس کے مقابل بیٹھی تھی' جب وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

"میں چاہتا تو نہیں آتا' چاہتا تو تمہیں منع بھی کر دیتا۔ میرے پاس اختیار تھا۔ یہ بھی جانتا تھا تمہارے پاس مجھے کہنے کو کیا ہے' مگر اس کے باوجود میں تمہارے مقابل میں تمہارے یا اپنے ظرف کو آزمانا بھی نہیں چاہتا' شاید اس لیے کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ہارا ہوا ہوں شاید جیت پاؤں گا بھی نہیں...... اس لیے نہیں کہ میں جیتنا نہیں چاہتا' صرف اس لیے کہ میں جس کے مقابل ہوں' اس سے جیتنا بھی نہیں چاہتا۔ میں زندگی اپنی چاہ کو شکست چاہتا تھا فینانہ......"

وہ جیسے کسی فیصلے پر پہنچتا ہوا بولا تھا۔ فینانہ بیگ اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔

"فینانہ' ہمارا تعلق بہت ان پری ڈکٹیبل رہا ہے۔ کبھی بھی کوئی قیاس اس نے نہیں سکا۔ ایون میں تمہارے متعلق بھی وضاحت سے سوچ بھی نہیں سکا۔ آج میں تم سے میں جتلا ہوں تو سبب میں خود نہیں جانتا۔ تم اسے اٹریکشن جو بھی کہو' مگر ان لمحوں سے بچ کر میں بھاگنا نہیں چاہتا اس احساس سے...... کمزور پڑتا ہوں تو پڑ جاؤں' ہارتا ہوں تو ہار جاؤں لیکن اب میں' اور پری تنخذ نہیں کروں گا' لیٹس...... آئی ایم ان لو...... آئی لو یو...... آئی ول ڈنائے...... رد نہیں کروں گا اس حقیقت کو......"

وہ مکمل سچائی سے کہہ رہا تھا' مگر فینانہ بیگ کا ضبط جیسے جواب دے گیا تھا۔ ہاتھ اٹھا کر مزید بولنے سے اسے روکا پھر بہت زہر خند لہجے میں بولی تھی۔

"شٹ اپ' میں نے تمہیں' تمہاری بکواس سننے کے لیے نہیں بلایا۔"

●✿●
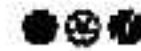
"تو پھر کس لیے بلایا ہے؟ میں تمہاری سن سکوں؟ کیا ہے تمہارے پاس مجھے سنانے کو؟ اور تمہیں مجھ سے کوئی غرض نہیں ہے؟ تو...... جانتا ہوں میں۔"

انداز جارحانہ تھا' جیسے وہ تیاری کر کے آیا تھا۔ میان میں سارے تیر سنبھال کر رکھے تھے' فینانہ بیگ نے قطعاً متاثر ہوئے بغیر اسے ناگواری سے دیکھا تھا' اور بولی تھی۔

"جانتے ہو تو آئے کیوں ہو؟ تم منع بھی تو کر سکتے تھے۔"

"ہاں' منع کر سکتا تھا' مگر نہیں کیا' اور یہ ابھی ایک بات ہے' جسے تم نہیں سمجھو گی۔ میرے لیے اس ملاقات کی وقعت اگر کچھ ہے' تو صرف یہ ہے کہ تم میرے مقابل ہو اور میں تمہیں دیکھ رہا ہوں' سنوں گا نہیں' تم جو بھی کہو گی' وہ بالکل بھی سننا نہیں چاہوں گا' کیونکہ وہ سب میرے لیے غیر ضروری ہے۔ تم جو بولنا چاہتی ہو' بول سکتی ہو اب۔" اسے باور کراتے ہوئے اعتبار پیرزادہ نے اسے بولنے کی گویا اجازت دی تھی۔

فینانہ بیگ اپنی جگہ دنگ رہ گئی تھی۔ کیا دیدہ دلیری تھی...... اور وہ اس کے مقابل تھا' وہ اس کی حیثیت پہچانتی تھی۔ اچھی طرح سے واقف تھی اس سے' اور وہ پھر بھی اس پر ثابت کرنے کی کوشش میں تھا۔ وہ...... جو کبھی بھی تسلیم نہیں کر سکتی تھی۔

"تم اگر روئی ساتھ لائے ہو تو بے شک کانوں میں ٹھونس لو' مگر میں وہ ضرور کہوں گی جو میں کہنے آئی ہوں۔ اپنے' اور میرے بیچ کی اس دوستی اور دشمنی دونوں کو بھول جاؤ۔"

وہ اس کی بات بے دھیانی سے سنتا ہوا ویٹر کو بلا کر آرڈر دینے لگا تھا۔ فارغ ہو کر بڑے اطمینان سے گویا ہوا تھا۔

"کیوں بھئی آپ کے ارادے سے آئی ہو؟"

لبوں کی مسکراہٹ قابل توجہ تھی۔ فینانہ کو سلگانے کا کوئی موقع غالباً وہ ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہتا تھا' فینانہ یہ بات جانتی تھی' اسی لیے غصے پر قابو پاتے ہوئے بولی تھی۔

"فینانہ کو تم جتنا جانتے تھے' وہ آج بہت ناکافی ہے۔ اعتبار پیرزادہ' فینانہ بیگ وہ نہیں

رہی جسے تم جانتے تھے۔ آج فینانہ بیگ وہ ہے جسے تم جاننے کی سعی کر سکتے ہو مگر جان نہیں سکتے۔"

"کیوں! ایسی ہی پہیلی بن گئی ہو تم ان دو چار سالوں میں؟"

وہ ہنوز غیر سنجیدہ تھا' گویا فینانہ کا کہا اس کے لیے واقعی سب فضول تھا۔ وہ کانوں میں بس روئی ٹھونس کر نہیں آیا تھا' یعنی ایک کسر باقی رہ گئی تھی۔

فینانہ بیگ سلگ کر رہ گئی تھی۔ ویٹر آیا تھا' آرڈر سرو کر کے چلا گیا تھا۔ وہ چہرہ جھکا کر ہوئی اپنے اندر کی ہمتوں کو جیسے ازسرنو جمع کرنے لگی تھی۔ اعتبار نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"کافی لو نا تم' ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

فینانہ کا ضبط جواب دینے کو تھا' مگر وہ خود کو سنبھالتے ہوئے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"اعتبار' تم وہ بندے ہو جو وقت سر پہ ہو تو سو کر گزار دیتا ہے' اور گزر جائے تو لکیر پیٹتا ہے۔"

اس کا تجزیہ سن کر وہ مسکرا رہا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو' میں واقعی شرمندہ ہوں۔ جو ہوا' نہیں ہونا چاہیے تھا۔ آئی ایم سوری۔ مائے چانس۔ وقت ہاتھ میں تھا' پر گنوا دیا میں نے' کیا کروں' غلطی ہو گئی۔ سب سے ہو جاتی ہے۔ مگر غلطی کا مطلب یہ تو نہیں کہ غلطی کو جوں کا توں "غلط" ہی رہنے دیا جائے۔ اسے سدھارا بھی تو جا سکتا ہے۔ ہر عقل مند شخص تو یہی کہے گا' اور یہی چاہے گا۔ آپ کا کیا خیال ہے؟"

شانے اچکا کر کہتے ہوئے وہ ایک بار پھر اسے طیش دلا رہا تھا۔ فینانہ بیگ ایک گہری سانس لیتے ہوئے خود کو ریلیکس رکھنے کے جتن کر رہی تھی۔ اعتبار یزدانی کو جیسے اس کی حالت پر ترس آ رہا تھا' تبھی نرمی سے مسکراتا ہوا بولا تھا۔

"اس بات پر خوشی ہوئی کہ تم آج بھی اتنی ہی شفاف Innocent بالکل بھی نہیں بدلیں۔ تمہیں بدلنا بھی نہیں چاہیے تھا۔ تمہارے اندر کی بے بسی تمہارے چہرے پر تھی۔ تم خود کو کتنا ہی مضبوط ثابت کرنا کیوں نہ چاہو' صاف پڑھ رہا ہوں میں تمہیں۔"

پتا نہیں کیا جتانا چاہتی تھی وہ اسے؟ فینانہ اسے گھورے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"مجھے ادھر ادھر کی باتوں میں مت الجھاؤ' مت بتاؤ کہ تم کتنے سینئر ہو۔ اچھی طرح جانتی ہوں تمہیں۔"

اس کا لہجہ زہر میں بجھا ہوا تھا' مگر وہ مسکرا دیا تھا۔

"اوہ.....! یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ تم آج بھی مجھے اچھی طرح جانتی ہو۔ یہ

[illegible] بہت ضروری ہوتی ہے' ساتھ زندگی گزارنے کے لیے۔" وہ واقعی اس کے ضبط کا [illegible] لینے آیا تھا۔ فینانہ جانتی تھی تبھی اسے اگنور کرتی ہوئی بولی تھی۔

"تم جیسے شخص سے میں کچھ ایسا ہی ایکسپیکٹ کر سکتی تھی۔ مجھے تم سے کوئی اچھی امید نہیں تھی۔ میں جانتی تھی وقت تمہیں جو موقع دے گا' تم اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش ضرور کرو گے لیکن میں تمہیں اس کا موقع نہیں دوں گی۔ میں دانیال کو بتا دوں گی' اس رشتے کے متعلق بھی' اور تمہارے بارے میں بھی۔"

"دھمکا رہی ہو مجھے؟" اعتبار کا لہجہ بے پروا تھا۔

"نہیں' جتا رہی ہوں۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا' جس پر مجھے کوئی شرمندگی ہو' لیکن تم۔"

"یعنی تم مجھ سے محبت کر کے بھی شرمندہ نہیں ہو؟" اس کی بات تیزی سے کاٹتا ہوا وہ بولا تھا۔ اس کا اطمینان ہنوز برقرار تھا۔

فینانہ تلملا کر رہ گئی تھی۔

"اگر ہم دونوں میں کسی کو شرمندہ ہونا چاہیے تو وہ تم ہو اعتبار یزدانی۔" وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔ اعتبار مسکرا دیا تھا' گویا اس کی بات کا قطعاً برا نہیں مانا تھا۔

اس کا یہ اعتماد نظر آتا اسے تشویش میں مبتلا کر رہا تھا۔ یقیناً ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اگر ایسا تھا تو ضرور وہ کوئی اسٹریٹیجی مرتب کر چکا تھا۔ کیا؟ یہ وہ قطعاً نہیں جانتی تھی۔ وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی جب اعتبار یزدانی بہت آہستگی سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے مدھم لہجے میں گویا ہوا تھا۔

"شادی کرو گی مجھ سے؟" سوال نہیں تھا' دھماکا تھا۔ وہ حیران تو پہلے ہی تھی' اب تو گنگ ہو گئی تھی۔

"Will you marry me?"

اس کی جانب سے کوئی جواب نہ پا کر وہ دوبارہ اسی پر اعتماد انداز میں گویا ہوا تھا۔

"ہاؤ ڈیئر یو؟" وہ ارد گرد کے ماحول کے خیال سے اپنا غصہ دباتی ہوئی کسی قدر دبے ہوئے لہجے میں کہتی ہوئی اسے کھا جانے والے انداز میں گھور رہی تھی۔

"اٹس کالڈ پروپوزل سویٹی.....! اور یہاں موجود افراد میں سے کسی سے بھی پوچھ لو' وہ غالباً اس پروپوزل کو برا نہیں کہے گا۔ کسی کو اپنانے کا سب سے مہذب طریقہ ہے یہ..... سو میں تم سے پوچھ رہا ہوں' ول یو میری می؟" اس نے اپنا مدعا تیسری بار بھی اسی اعتماد سے دہرایا تھا۔

فینانہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ یہ کیا کر رہا تھا وہ..... کیا کہہ رہا تھا..... کیا

تھا اس کے دل میں؟ کیا سوچ رہا تھا وہ؟ کیا یہ سب اتنا آسان تھا؟ اور وہ بھی اس لمحے میں؟
کیا وہ پرانے دنوں کو واپس زندہ کرنا چاہتا تھا......؟
وہ زمانے جو کہیں کھو گئے تھے انہیں کھوجنے کے جتن کر رہا تھا؟ کیا تھا یہ سب؟؟
وہ سوچ رہی تھی، الجھے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی، جب وہ دھیمے لہجے میں گویا ہوا تھا۔
"تم ٹھیک سوچ رہی ہو فینی...... ! میں ان زمانوں کو کھوج رہا ہوں، کھوجتے رہنا چاہتا ہوں، جب تک کہ سارے لمحے میری مٹھی میں نہ آ جائیں۔ میں ایک بار موقع گنوا چکا ہوں، اب یہ غلطی دہرانے کی غلطی ہرگز نہیں کرسکتا۔ مجھے بھی کچھ واپس چاہیے، ایک ایک دن...... لمحہ لمحہ...... ایک ایک پل...... تمہارا وہ اعتبار...... مجھے سب واپس چاہیے۔"
اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر وہ سر جھکا کر بہت سعادت مندی سے کہہ رہا تھا۔ لہجہ پرعزم تھا۔
"مجھے سب واپس چاہیے فینی...... ! مجھے تمہاری واپسی چاہیے، تمہاری وہ محبت...... واپس چاہتا ہوں میں۔ ایک بار، صرف ایک بار موقع دو مجھ کو...... جسٹ ون مور چانس...... جسٹ ون مور چانس فینانہ۔"
فینانہ پتھری بنی اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ اس کا سرد ہاتھ تو اس کے ہاتھوں میں تھا۔ خاموش تھی، گنگ تھی، مگر ماحول بول رہا تھا، خاموشیوں میں لفظ بہت واضح تھے۔

"No' I can't forget this evening or your face as you were leaving but I guess that's just the way the story goes. You always smile but in your eyes your sorrow shows, yes, it shows.

اعتبار کرو مجھ پر فینانہ! سب کچھ بدل دوں گا میں، سب کچھ...... یہ وقت...... یہ پل سب کچھ...... کچھ بھی اختیار سے باہر نہیں رہے گا، بس ایک بار بھروسا کر کے دیکھو مجھ پر۔ جسٹ ون مور چانس...... صرف ایک موقع دو مجھے اپنے قریب آنے کا، میں تم سے دوبارہ کبھی نہیں جاؤں گا۔ ٹرسٹ می فینانہ...... ! ڈو بینگ آن می......"
مدھم لہجہ ملتجی تھا، درخواست گزار تھا، مگر ان ساکت آنکھوں میں کوئی رنگ نہ ابھرا تھا۔ ان ساکت گداز لبوں میں کوئی جنبش نہیں ہوئی تھی۔ فضا ہولے ہولے بول رہی تھی۔ ماحول اس کی بھرپور طرفداری کر رہا تھا، ایئر سپلائے کی آواز ریسٹورنٹ میں گونج رہی تھی۔

No, I can't forget tomorrow
I can't live, if living is without you

I can't give, I can't give anymore.

وقت کو پھر ا ہو جانے دو فینانہ! تمہارے اختیار میں ہے یہ، خود کو سونپ دو مجھے...... میں اپنا سب کچھ تمہارے لیے وقف کر دوں گا۔"
وہ مہربان ہونے پر مائل تھا، نئی کہانیاں رقم کرنے کو تیار تھا۔
"سب ویسا ویسا ہو گا فینی، جیسا جیسا تم چاہو گی۔ جسٹ ون مور چانس......"
وہ ایک موقع چاہ رہا تھا۔ اس کا سرد ہاتھ بدستور اس کے ہاتھ میں تھا۔ فینانہ کی آنکھیں خالی تھیں۔ منظر دھند میں اٹے تھے۔ کچھ بھی اختیار میں نہ تھا اس کے، اور وہ سب اختیار میں لے رہا تھا۔

" You just lost me,
You just lost the chance."

فینانہ بیگ کے گداز لب ہلے تھے۔ اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے بہت آہستگی سے نکالا تھا۔
"وقت بھربھری ریت کی طرح پھسل گیا ہاتھ سے اعتبار، جو تمہارا تھا، گنوا دیا، اب کچھ باقی نہیں ہے۔ وقت کو خلاف سمت سے اپنی سمت موڑنے کی تمہاری کوشش رائیگاں رہے گی، اب سب کچھ ناممکن ہے سو اسٹاپ ٹرائنگ اگین اینڈ اگین۔ یہی چھوٹی سی بات سمجھانے کے لیے میں نے تمہیں یہاں بلایا تھا۔"
وہ بولتی ہوئی یکدم اٹھ کھڑی ہوئی تھی، چلی تھی اور وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔ اعتبار پیرزادہ کی ویرانیوں سے بھری نظریں اس کے تعاقب میں تھیں۔ دل میں بہت شور سا تھا۔ دھڑکنیں بھرپور احتجاج کر رہی تھیں، مگر کوئی کان دھرنے والا نہیں تھا۔ Air supply اب بھی چیخ چیخ کر اپنے حق میں کرنے کے جتن میں تھا۔

" I can't live, if living is v/'thout you.
I can't give, I can't give anymore."

فضا میں محبت کی دستکیں تھیں۔ دل کے دروازے وا ہونے کو تیار تھے، مگر کوئی کرم پر مائل نہ تھا۔ تم پر...... سب فضول تھا، ایک دم فضول...... اعتبار نے والٹ سے پیسے نکال کر وہاں ٹیبل کی سطح پر رکھے تھے، اور جلتی آنکھوں کے ساتھ وہاں سے اٹھ گیا تھا۔
فضول رہا تھا سب...... بے حد فضول...... کوشش رائیگاں گئی تھی، اور دل، اور بھی مشکل میں گھر گیا تھا۔ کیسے سمجھاتا وہ اسے...... کیسے؟

●❁●

اماں کا فون تھا' بہت دنوں بعد بات ہوئی تھی۔ طالیہ جبران کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

"واپس آ جاؤ بیٹا!" اماں اس کے خیال سے بولی تھیں' مگر اس نے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"نہیں اماں! ایسا ممکن نہیں ہے۔ میں آگے بڑھنے کے لیے قدم اٹھا رہی ہوں' واپس نہیں پلٹنا ہے۔ آپ میرے لیے دعا کریں بس' خدا مجھے کامیاب کرے۔"

"کیا ایک ماں بھی دعا نہیں کرے گی؟ اپنی بیٹی کا گھر آباد دیکھنے کی حسرت میں...... خدا وہ پوری کر دے تو ساری تمنائیں پوری ہو جائیں گی۔" اماں کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

طالیہ کو احساس تھا' ضبط جواب دینے کو تھا' مگر وہ ان کو حوصلہ دیتی ہوئی بولی تھی۔

"آبادی تو کرنے آئی ہوں گھر بھی' اور دل بھی..... میں نے سب وقت کے ہاتھ چھوڑ دیا ہے اماں! دل آباد کرے یا برباد...... اس کی مرضی ہے' مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤں گی۔ میں اپنی سی کوشش کر رہی ہوں۔ آپ اپنا خیال رکھیے گا۔"

فون کا سلسلہ منقطع کر کے وہ مڑی تو ادیان کو اپنے مقابل دیکھ کر چونک گئی تھی۔

ایک مشکل دور آغاز ہونے کو تھا...... طرح طرح کے...... نظروں کے بھالے...... وہ تھا مگر یہ کیا...... ادیان اس کی سمت نرمی سے دیکھتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"پاکستان سے فون تھا؟" وہ یوں پوچھ رہا تھا' جیسے ان کے مابین سب ٹھیک ٹھیک چل رہا ہو۔ طالیہ کو اس کی اس روش نے کسی قدر حیرت میں مبتلا کیا تھا' مگر وہ حیران ہوئے بغیر سر اثبات میں ہلا گئی تھی۔

"اماں تھیں؟" ادیان نے مسکراتے ہوئے اسے پکھ' اور حیرت میں مبتلا کیا تھا۔

"ہاں......" اس نے نظریں پھیرتے ہوئے اقرار کیا تھا۔

"پریشان ہو رہی ہوں گی تمہارے متعلق؟" وہ یوں دریافت کر رہا تھا جیسے اس کے اور طالیہ کے درمیان کبھی کوئی اختلاف رہا ہی نہ ہو۔

"ہاں......" طالیہ نے نظریں دانستہ اس شخص سے ہٹائی تھیں۔ اگرچہ اس کا رویہ تبدیل شدہ تھا' مگر وہ جانتی تھی اسے پھر کوئی کنسرن رہا ہو گا ورنہ اس طرح وہ "ٹریک" پر نہیں آ سکتا تھا۔

"کب جا رہی ہو؟" وہ پرسکون انداز میں پوچھ رہا تھا' اور طالیہ چونک پڑی تھی۔

"کیوں؟ جانا نہیں ہے واپس؟" مسکراتے ہوئے وہ بہت توجہ سے دریافت کر رہا تھا۔

"نہیں جانا چاہتی ہو؟" اسے خاموش دیکھ کر وہ دوبارہ بولا تھا۔

"جب جانتے ہیں تو پھر پوچھ کیوں رہے ہیں؟"

"جانتا تو میں ہوں' لیکن میں سمجھا شاید اب کے جواب کچھ مختلف آ جائے...... اینی ہاؤ' تمہاری اماں تم سے خوش تو ضرور ہوں گی؟"

"کیا مطلب؟" وہ سمجھے بغیر بولی تھی۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"مطلب یہ کہ ایک تو تم ارن کر کے ایک بھاری رقم انہیں بھجوا رہی ہو' دوسرے ان کا اتنا خیال بھی رکھ رہی ہو...... اتنی دوری کے باوجود ان کے لیے پریشان ہو' فکر کر رہی ہو۔"

پتا نہیں وہ کیا بولنے کی تمہید باندھ رہا تھا' حالانکہ طالیہ جبران جانتی تھی کہ اس کا مدعا صرف ایک "نقطے" سے شروع ہو کر صرف اسی نقطے پر ختم ہو جاتا ہے۔

"ہاں' وہ خوش ہیں' ہمارے یہاں رشتے بہت اہمیت رکھتے ہیں' انہیں جھٹکنے کے لیے یوں نہیں چھوڑ دیا جاتا۔ جن رشتوں کا کوئی نام نہیں ہوتا' ان کے متعلق بھی فکر کی جاتی ہے۔" وہ کس قدر زہر خند لہجے میں بولی تھی' مگر ادیان مسکرا دیا تھا۔

"یعنی تم کہنا چاہتی ہو' تمہارے ہاں صورتحال کا زیادہ دھیان رکھا جاتا ہے' اور یہاں نہیں۔" اس کے الزام سے وہ جیسے محظوظ ہوا تھا۔

"میں بات یہاں اور وہاں کی نہیں کر رہی' انسانوں کی کر رہی ہوں۔ یہاں بھی بھی لوگ ایک سے نہیں ہوتے۔"

"جیسے تمہارے گریٹ انکل حاکم ہیں نا؟" وہ گویا طنز فرماتا ہوا مسکرایا تھا۔ طالیہ کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے مزید بولا تھا۔ "کتنے گریٹ ہیں نا تمہارے انکل حاکم......! کتنا خیال رکھتے ہیں تمہارا۔ ان سے تو کوئی شکایت نہیں ہو گی یقیناً تمہیں؟ بہت جنتی ہوں گے ان کے بعد وہ تمہاری نظر میں؟ تم ٹھیک سمجھتی ہو' اس نیکی کے بعد انہوں نے واقعی جنت میں اپنا مقام بنا لیا ہے' مگر مجھے دنیاداری کی زیادہ فکر ہے' چاہتے ہوئے بھی تمہارے ساتھ کوئی نیکی نہیں کر سکتا۔" مدعا سامنے آ چکا تھا۔

طالیہ خاموشی سے اسے کھڑی دیکھ رہی تھی۔ کیا کہتی' یہ مسئلے اتنے پرانے ہو چکے تھے' کہ اب ان پر بولنا بھی فضول تھا۔ جب اتنا کچھ بول بول کر نتیجہ صفر رہا تھا' تو پھر اب نہ بولنے میں ہی عافیت جانی تھی۔

"کیا ہوا' آج تم "جوابی کارروائی" کے موڈ میں نہیں ہو؟" ادیان کو اسے خاموش دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔

"میں اپنا' اور تمہارا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتی۔ بائے دی وے' تمہیں کوئی کام نہیں ہے جو میرے سامنے اس طرح کھڑے ہو؟" طالیہ نے دوٹوک لہجے میں کہا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"تم نے میرے ...... کی ذمے داریاں سنبھال لی ہیں نا' ...... تم نے فارغ کر دیا

ہے مجھے۔" وہ کوئی طنز ہی کر رہا تھا' اور اس شخص سے کیا امید ہو سکتی تھی۔

"تو تم اپنی ذمے داریاں واپس لینا چاہتے ہو؟" وہ چونکتی ہوئی گویا ہوئی تھی۔

"ہاں۔" "مگر اس طرح نہیں۔"

"ادیان...... اتم یہ چوہے بلی کا کھیل ختم کیوں نہیں کر دیتے؟ تم مجھے اس مقام پر کیوں دکھائی نہیں دیتے ہو' جہاں میں تمہیں دیکھتی ہوں؟ ہمیشہ اس گراف سے بھی پیچھے کیوں ہو؟" پرسکون انداز میں کہتی ہوئی وہ اسے طیش دلا گئی تھی۔ ادیان حاکم چغتائی نے برہمی سے دیکھا تھا۔

"شٹ اپ......"

"واٹ شٹ اپ؟ کسی اور طرح مجھے یہاں سے نکالنے میں کامیاب نہیں ہوئے تو مزید' اور سازشیں سوچنے لگے۔ تمہیں اپنی صلاحیتوں پر اگر بھروسا نہیں ہے' تو میں کیا کر سکتی ہوں۔ اس طرح جلی کٹی سنا کر تم کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟ میں تمہیں بتا چکی ہوں' تمہاری اس کمپنی میں' میں اپنی مرضی سے نہیں ہوں' اور یہ جس پراجیکٹ کو لے کر تم اتنا تاؤ کھا رہے ہو' یہ بھی میں نے اپنی مرضی سے نہیں لیا۔"

"میں نے تم سے ایسا کچھ نہیں کہا ہے طالیہ جبران...... مجھ میں اتنی ہمت ہے کہ براہ راست پوچھ گچھ بھی کر سکوں' اور باز پرس بھی۔ کم از کم یہ چوہے بلی کا کھیل میں نہیں کھیلتا۔ مجھے تمہارے خلاف کچھ کرنا ہے تو میں واضح طور پر براہ راست کوئی اقدام لوں گا۔ اس طرح چھپ چھپ کر وار کرنا ادیان حاکم چغتائی کا وصف نہیں ہے۔" ناگواری سے اسے دیکھتے ہوئے اس نے اسے باور کرایا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو تم میرے خلاف؟" وہ جیسے اس کی آنکھوں کو پڑھتے ہوئے کسی نتیجے پر پہنچی تھی۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"اتنی خوش فہم کیوں ہو تم؟ تمہارے علاوہ مجھے کیا کوئی کام نہیں؟"

"تمہیں کام ہو گا بھی ادیان' تو تمہارا دھیان میری طرف ہی لگا رہے گا۔ تمہاری فطرت سے اچھی طرح واقف ہوں میں۔"

"اوہ' تو اس قدر جاننے لگی ہو مجھے......" وہ مسکرایا تھا۔

"پارٹنر ہو میرے' تمہیں نہیں جانوں گی تو' اور کسے جانوں گی؟" اس نے اطمینان جتایا تھا۔ ادیان کے منہ میں جیسے کڑواہٹ گھل گئی تھی۔

"تم نے یہ بات آفس میں بھی لوگوں کو بتا دی ہے؟"

"وہ مجھ سے پوچھ رہے تھے تو' اور کیا کرتی؟" طالیہ نے بے نیازی سے شانے اچکا

ادیان نے اسے سلگتی نظروں سے دیکھا تھا۔

"جو ہے ہی نہیں' اسے ممکن کرنے کے خواب کیوں دیکھ رہی ہو تم؟"

"خواب نہیں دیکھتی' حقیقت میں رہتی ہوں' اور حقیقت یہی ہے کہ تم میرے پارٹنر ہو۔"

ادیان نے اسے شانوں سے تھاما' اور نہایت ناگواری سے دیکھا تھا۔ "Don't be so difficult for me."

لہجہ درشت' مگر کسی قدر دبا ہوا تھا۔ طالیہ نے اس کے ہاتھ اپنے شانوں پر سے ہٹائے پرسکون انداز میں مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

"I'm not trying to be so difficult for you."

اگر تم میں' اور مجھ میں کوئی رشتہ باقی نہ ہوتا تو کیا تم میرے شولڈرز پر اس طرح ہاتھ رکھ کر میرے اتنے قریب کھڑے ہوتے؟"

اپنی دانست میں وہ اسے مات کرنا چاہتی تھی' مگر ادیان نے اسے تھام کر کچھ' اور بھی قریب کر لیا تھا۔ درمیانی فاصلہ کچھ' اور گھٹ گیا تھا۔ نظروں کے تیور خطرناک تھے۔ تپش اسے چھو رہی تھی۔ وہ اسے جیسے جلا کر خاکستر کر دینا چاہتا تھا۔ اگر کوئی نظروں سے قتل کر سکتا تو شاید اب تک ادیان حاکم چغتائی طالیہ جبران کو قتل کر چکا ہوتا۔

طالیہ کو اس درجہ قربت کی امید نہیں تھی' سو اس لیے وہ نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ سینے میں موجود دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ اس سے جتنی بھی بدگمان سہی' مگر اس لمحے دھڑکنوں کو اپنے اختیار میں رکھ نہ پانے کا مطلب یہی تھا کہ وہ اس کے دل میں تھا' اور اس کا دل اس شخص کو متواتر "رعایات" کے ساتھ "مراعات" بھی دے رہا تھا۔

کتنی عجیب شے تھی یہ محبت بھی...... اس کی گرم گرم سانسیں اس کے چہرے پر تھیں۔ وہ اپنا سب کچھ اسے ہی تو سونپ دینے کو آئی تھی' مگر وہ اس کی سمت مائل بہ کرم تک نہ تھا۔ اس لمحے بھی وہ کتنی بے دردی سے کہہ رہا تھا۔

"میں ان قربتوں کو اور بھی بڑھا سکتا ہوں۔ ان فاصلوں کو مٹانا میرے لیے مشکل نہیں ہے۔ میرے لیے یہ بھی دیواریں ریت کی ثابت ہوں گی' اس کا مجھے یقین ہے' مگر یہ سرحدیں اگر میں قائم رکھے ہوئے ہوں تو اس کی بھی کوئی وجہ ہے۔ تم نے ایک رشتے کے نادانستہ طور پر یا اتفاقاً جڑنے پر جو نقصان اٹھایا ہے' میں نہیں چاہتا' وہ نقصان اتنا بڑھے کہ تم خالی ہاتھ رہ جاؤ۔ میرے لیے کچھ مشکل نہیں ہے' مگر تمہارے لیے سب کچھ بہت مشکل ہو جائے گا۔"

اس کے جھکے ہوئے چہرے کو اس نے شہادت کی انگلی سے اوپر اٹھایا تھا۔ طالیہ کی

آنکھوں میں پانی کے نمکین قطرے چمک رہے تھے۔ ادیان نے ہاتھ بڑھا کر نمی کو اپنی پوروں پر لیا تھا اور اسے جتاتے ہوئے بولا تھا۔

"سچ مانو تو تمہارا سب سے بڑا فین میں خود ہوں، اچھی لڑکی ہو تم، اچھی بھی لگتی ہو، مگر میرے لیے کسی لڑکی کو زندگی میں جگہ دینا مشکل ہے۔ بہت گنجائش ہے یہاں...... دل میں بھی اور زندگی میں بھی......"

مدھم لہجہ پر حدت تھا۔ طالیہ جبران اس کی پر تپش سانسوں کی گرفت میں جل جانے کو تھی، اس کا وجود اس گرفت میں ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ خاموشی اتنی تھی کہ اسے اپنے دل دھڑکنے کی آواز بخوبی سنائی دے رہی تھی۔

"مگر...... پرابلم یہ ہے سویٹی کہ میں تمہیں اس طرح اپنی زندگی میں جگہ نہیں دے سکتا نہ ہی اپنے دل میں...... جس طرح تم سوچتی ہو، چاہتی ہو، نہیں ہو سکتا۔ تم خوابوں کے دیس سے آئی ہو، خوابوں جیسی باتیں کرتی ہو، خود بھی کوئی خواب ہی لگتی ہو، مگر مجھے خوابوں پر اعتبار نہیں کیونکہ میں حقیقت میں رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ تم بھی سب چیزوں کو بھول کر اپنے آپ کو حقیقت کا عادی بنانا سیکھ لو اب۔ یہی تمہارے حق میں بھی اچھا ہے، اور دوسرے کے بھی۔"

وہ اسے ملائم لہجے میں سمجھا رہا تھا، مگر وہ اسے کیسے سمجھا سکتی تھی کہ اس کے پاس کوئی دل نہیں ہے...... اس کے سوا اس کے پاس کوئی اور راہ نہیں ہے۔

"ابھی بھی وقت ہے، اپنی راہوں کو میری راہوں پر لانے کی کوشش ترک کر دو، نقصان اٹھاؤ گی۔ میری روش جانتی ہو تم...... ظالم نہیں ہوں، مگر تم پر کوئی کرم نہیں کر سکتا۔ ہمارے بیچ وہ ایک رشتہ نہ بھی ہوتا، تو کوئی بات تھی، مگر میں جب بھی تمہارے قریب آتا ہوں اسے رشتے کا احساس ایک بیڑی کی طرح مجھے جکڑتا ہے، اور میں تم سے اور بھی دور بھاگتا ہوں۔ تم اچھی ہو، مگر یہ رشتہ اچھا نہیں ہے۔ مجھے یہ قید بالکل بھی نہیں چاہیے۔ آج بہت واضح بتا رہا ہوں تمہیں۔ ادیان حاکم چغتائی تمہاری طرف کبھی نہیں آئے گا، سو مزید بے وقوفی مت کرو۔"

"کیا کروں، چلی جاؤں تمہاری زندگی سے؟" بھیگی آنکھوں کے ساتھ چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید اس ایک لمحے کی گرفت میں آ کر بہہ گیا ہوتا، مگر وہ تو ادیان حاکم چغتائی بھی نہیں تھا، اسے بغور دیکھتے ہوئے وہ کسی قدر نرمی سے مسکرایا تھا، اور ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ بہت ملائمت سے چھوا تھا۔

"میرے لیے صورتحال مشکل مت کرو سویٹ...... ! میرے گرد دائرے اتنے تنگ کرو گی تو میرا بھاگنا واقعی دشوار ہو جائے گا۔ آخر کو بندہ بشر ہی ہوں، دل پر زیادہ اختیار رکھ پاؤں، یہ ضروری

نہیں۔"

مدھم لہجہ کسی قدر رومینٹک سے ہٹ کر تھا۔ وہ ایک لمحے میں بیدار ہوتی ہوئی اس کی گرفت سے باہر ہوئی تھی۔ اس کی اس حرکت پر وہ محظوظ ہوتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"رشتوں کے مفہوم دوسروں کو سمجھانا چاہتی ہو، مگر خود اب تک نہیں جانتی ہو۔ اگر جانتی ہوتیں تو یوں اس طرح میری گرفت سے، میرے حصار سے باہر نہ جاتیں......" وہ غالباً اس کا دل جلا رہا تھا۔ "کیا کہا تھا، بزنس مین ہوں میں تمہارا۔ ایک بزنس مین اپنی وائف کے کتنے قریب آ سکتا ہے، کیا اس کا اندازہ نہیں ہے تمہیں؟ کیا ایشیا کی ساری لڑکیاں اتنی ہی چھوئی موئی سی ہوتی ہیں......؟"

وہ مسکرا رہا تھا، مگر طالیہ اسے کوئی جواب نہیں دے سکی تھی۔ سینے میں موجود دل اس گھڑی بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ اس سے کیا چاہتی تھی، وہ غالباً اب بھی نہیں سمجھا تھا۔ اس کے چہرے کی رنگت کو وہ دیکھ کر بھی نہیں اخذ کر سکا تھا کہ وہ کیا سوچتی ہے، کیا چاہتی ہے......؟ اس کی آنکھوں کے آنسو بھی اسے کچھ سمجھانے میں ناکام رہے تھے۔

فضول تھا سب کچھ اس کے لیے......

پیار محبت......

ایک دم فضول......

فضول کی چیزیں تھیں اس کے لیے، پھر وہ اسے کیا سمجھاتی، کیا جتاتی؟ وہ بھیگی آنکھوں کو ہاتھ کی پشت سے رگڑتی ہوئی پلٹی تھی، تبھی ہاتھ اس کی مضبوط گرفت میں آ گیا تھا۔ وہ پلٹا نہیں تھا۔

"محبت کرتی ہو؟ محبت ہے؟" پر تپش نظروں سے اس کی سمت متوجہ وہ کہہ رہا تھا۔

وہ ٹھٹک گئی، دھڑکنوں کا ارتعاش کچھ اور بڑھ گیا تھا، کیسی تھی یہ رات...... ! کیا طلسم پھیلانے چلی تھی...... واقعی کوئی جادو تھا۔ فضا میں یا اس کا دل ہی اسے مات کر دینے پر مائل تھا۔ ادیان حاکم چغتائی قدم بڑھا کر اس کے سامنے آن رکا تھا۔

"کرتی ہو محبت......؟"

بغور دیکھتا ہوا وہ اس سے دریافت کر رہا تھا۔ طالیہ جبران اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ سینے میں موجود دل عجب اچھل مچا رہا تھا۔ دھڑکنیں اسے مشکل میں ڈالنے کے درپے تھیں۔

دھک...... دھک...... دھک......

دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

وہ لمحہ خواب آسا تھا......

کئی رنگ' کئی خواب جگا سکتا تھا.....

دل کی دنیا زیر و زبر ہوتے دیر نہیں لگی تھی۔ روم روم میں ایک قیامت حشر اٹھا رہی تھی۔ وہ چاہتی تو ایک لمحے میں سب وار کر دیتی' سب کچھ ہار دیتی' مگر وہ نگاہ اعتبار کے قابل نہیں تھی۔

طالیہ جبران نے سر اٹھا کر اس شخص کو دیکھا تھا' اور بہت آہستگی سے اس کی گرفت سے نکل کر چلتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگی تھی۔ اندر باہر ایک ہلچل سی تھی' مگر اب دل کی نہیں سنی تھی۔ یہ قصد کر لیا تھا اس نے...... وہ نقصان اٹھانا نہیں چاہتی تھی۔

سب کچھ اس کا تھا' اس کے لیے تھا' اسے ہی سونپ دینا تھا' مگر ایک لائف ٹائم منٹ کے ساتھ' پل دو پل یا لمحے دو لمحے کے لیے نہیں۔

●●●
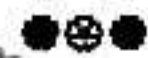
ماموں' مامی' اماں' نانا ابا بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ وہ دانستہ لاؤنج میں نہیں گئی تھی۔ دن وہ تھے جب وہ اپنا بھی سامنا کرنا نہیں چاہتی تھی۔ چائے بنائی تھی' اور چلتی ہوئی اوپر نکل گئی تھی۔

اس نے کبھی نہیں سوچا تھا اس کے لیے صورتحال مشکل ہو جائے گی۔ ان کے لیے تو اسے رشتے کے اختتام کا آخر موڑ لگا تھا' جب وہ اس شخص سے بچھڑ گئی تھی۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا' ایسا دوبارہ بھی ہو گا' اور وہ دوبارہ بھی ملیں گے۔ اگر اس کے اپنے اختیار میں ہوتا تو وہ کبھی دوبارہ ملنا نہیں چاہتی' مگر اب وہ کیا کرتی' سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

دانیال پیرزادہ سے ایک تعلق بن جانے سے وہ صحیح معنوں میں عذاب میں گھر گئی تھی۔ پریشانی کا سبب وہ رشتہ نہ تھا' پریشانی صرف وہ شخص تھا' جو اس رشتے کے حوالے سے وابستہ تھا۔ اس نے جب دانیال کو اپنے لیے منتخب کیا تھا تو وہ نہیں جانتی تھی۔ اگر جانتی تو شاید کبھی اسے اپنے لیے منتخب نہ کرتی۔

"کیا ہوا' تم یہاں اس طرح کیوں کھڑی ہو؟"

عمران ماموں اس کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ وہ اتنی بے خبر تھی کہ جان تک نہ پائی تھی ورنہ شاید اس صورت حال پر فوری طور پر کنٹرول کر کے اپنے آپ کو معمول کے مطابق ظاہر کر پاتی۔

"نہیں' کچھ نہیں ماموں۔" وہ اس لمحے بہت پھیکے انداز میں مسکرائی تھی۔

"کیا ہوا' طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟"

"جی ماموں! بالکل ٹھیک ہوں میں' مجھے کیا ہونا ہے۔ آپ کہیں اس لیے تو نہیں پوچھ

رہے کہ میں یہاں تنہا کیوں کھڑی ہوں؟" لیانہ آخرکار خود پر قابو پانے کے قابل ہو گئی تھی۔ اس کے لبوں پر اس وقت بڑی شگفتہ سی مسکراہٹ تھی۔ عمران ماموں اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔ پھر نرمی سے مسکراتے ہوئے بولے تھے۔

"لیانہ میں حیران نہیں ہوں' ایک تھکے ماندے دن کے بعد کبھی کبھی یہ سکون ڈھونڈنا اچھا لگتا ہے۔"

"آپ بھی ایسا کرتے ہیں؟" لیانہ مسکرائی تھی۔

"ہاں' کبھی کبھی۔" عمران نے مسکراتے ہوئے اعتراف کیا تھا۔

"عمران ماموں' جب کچھ سمجھ نہ آ رہا ہو تو کیا کرنا چاہیے؟"

"صرف اپنے دل کی سننی چاہیے۔"

"اور جب دل بھی کچھ نہ کہہ رہا ہو تو؟ آئی مین' ہم دل کی ماننا ہی نہ چاہ رہے ہوں تو؟" وہ ایک گہری الجھن میں دکھائی دی تھی۔

"تم کسی الجھن میں ہو؟" عمران ماموں نے اسے کسی قدر چونک کر دیکھا تھا۔

"نہیں' بالکل بھی نہیں۔ میں تو یونہی پوچھ رہی تھی۔ آپ کے ساتھ گہری گہری باتیں کرنا اچھا لگتا ہے۔ زندگی کی سمجھ آ جاتی ہے۔" وہ مسکرائی تھی۔ عمران ماموں کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"تمہارے ماموں سقراط' بقراط کے ساتھ پلے بڑھے ہیں نا' خیر چھوڑو' پوچھو' جو پوچھنا ہے' آئی مین' ڈسکس کرنا ہے۔"

"مجھے کچھ ڈسکس نہیں کرنا ہے ماموں...... میں تو یونہی......"

"دیکھو بیٹی......! اپنی الجھنیں' اپنوں سے چھپاؤ گی تو یہ کسی طرح بھی ٹھیک نہیں ہو گا۔ چھپاتے غیروں سے ہیں بیٹا' اپنوں سے نہیں۔ اپنوں کی نظریں بھی بہت گہری ہوتی ہیں۔ کچھ بتائے بھی اندر تک جھانک لیتی ہے۔"

عمران ماموں بہت کچھ جتا گئے تھے۔ لیانہ چپ چاپ کھڑی ان کی طرف دیکھتی رہی تھی۔ آنکھیں نمکین پانیوں سے کب بھری تھیں' اور کب چھلکی تھیں' کچھ پتا نہیں چلا تھا۔ اس نے بہت آہستگی سے ماموں کے شانے پر رکھ دیا تھا۔

عمران ماموں اس کے سب سے اچھے دوست تھے۔ کبھی کچھ نہیں چھپایا تھا ان سے' مگر وہ زندگی کا پہلا سچ تھا' جو وہ انہیں بھی نہیں بتا سکی تھی۔ عمران ماموں چونکے نہیں تھے' وہ جانتے تھے وہ کسی الجھن میں ہے۔ اب بھی انہوں نے کچھ نہیں پوچھا تھا' کوئی سوال نہیں' نہ ہی ان آنسوؤں کا کوئی سبب' بس بہت محبت سے اس کا سر تھپتھپایا تھا' اور مسکرا دیے تھے۔

"یہ کیا بچپنا ہے فینی! اپنے ماموں کی ساری شرٹ خراب کردی تم نے۔ اگر سوہن کو اس بات کی خبر ہو گئی تو بہت خفا ہو گی۔ آخر کار سارے کپڑے وہی لانڈری کرتی ہے نا۔"

وہ غالباً نہیں چاہتے تھے کہ وہ روئے۔ فینانہ ہاتھ کی پشت سے آنکھوں کو رگڑتی ہوئی مسکرا دی تھی جبھی عمران ماموں سنجیدگی سے بولے تھے۔

"میں جانتا ہوں بچے! کچھ ہے جو تمہیں بہت پریشان کر رہا ہے' مگر میں تمہیں اصرار نہیں کروں گا کہ تم مجھے ضرور بتاؤ۔ کانفیڈنس کمپوز یور سیلف بچے' آپا کو پتا چلے گا تو انہیں بہت دکھ پہنچے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ ان کو کچھ پتا چلے۔ اگر تم مجھ سے کچھ شیئر کرنا چاہو گی تو میں ضرور سنوں گا۔ مجھے اچھا لگے گا تمہیں کوئی اچھا مشورہ دے کر' مگر اس طرح سب کے سامنے نہیں۔"

"کیا سب کے سامنے نہیں؟ یہ کیا راز و نیاز کر رہے ہو تم دونوں؟" اماں کی آواز قریب سے آئی تھی۔ جانے کب چلتی ہوئی وہاں آ گئی تھیں۔

فینانہ کے چہرے پر کچھ خوف کا سا تاثر ابھرا تھا۔ "کہیں انہوں نے سن تو نہیں لیا؟" دل دہلنے لگا تھا' مگر عمران ماموں نے مسکراتے ہوئے بات سنبھال لی تھی۔

"آپا! آپ بھی کیا ہر وقت تفتیش پر مامور رہتی ہیں؟"

"تفتیش پر مامور نہیں رہتی میں' تمہیں یہ یاد دلانے آئی ہوں کہ تم جس پزا کو کھانے کی تیاری کر رہے تھے' اس میں تمہاری بھانجی اپنا ہاتھ ڈال چکی ہے' اور تم اچھی طرح جانتے ہو' وہ کتنی بری کوکنگ کرتی ہے۔" اماں مسکرائی تھیں۔

"اوہ گاڈ......! فینی بچے' تم بھی آ جاؤ۔ ہم دونوں مل کر پزا بناتے ہیں۔"

"نہیں ماموں' میں کچھ فائلز دیکھنا چاہوں گی' مگر ہوپ کرتی آپ ماہم کو اچھا لگ جانا ہوں گے۔"

مسکرانا اور معمول پر دکھائی دینا اس بار بھی ضروری تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے قدم آگے بڑھا دیے تھے۔

●●●
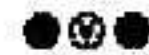
"ساحم کی فون کال آئی تھی۔ بہت جلد وہ آ رہا ہے۔ اس کی اماں سے بھی بات ہوئی تھی۔ وہ ڈائریکٹ شادی کی خواہش ظاہر کر رہی تھیں۔"

اماں نے دادی اماں کو اطلاع دی تھی' اور آہن فریدوں جو اس کمرے میں داخل ہوا تھا' وہیں رک گیا تھا۔ چہرے کی کیفیت کچھ متغیری ہو گئی تھی۔

"آہن فریدوں' تم وہاں کیوں رک گئے؟ آگے آؤ نا۔" اماں کی نظر اس پر پڑی تھی' پکارا۔ وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھ آیا تھا۔

"آپ نے مجھے بلایا تھا اماں!" مؤدب انداز میں دریافت کیا تھا۔

"ہاں' مگر تم اس طرح وہاں دروازے میں کیوں تک گئے تھے۔ یہ گھر یا اس کا کوئی کونہ انجان ہے تمہارے لیے؟"

"نہیں اماں' ایسی بات نہیں' وہ...... میں؟" کوئی بات بن نہیں پڑی تھی۔

"خیر' تم ڈیرے جانے والے تھے۔"

"جی' مگر وہ ابا میاں نے منع کر دیا۔ آپ بتایئے کوئی کام تھا؟"

"یہ تمہارے ابا میاں بھی نا...... پل میں کچھ پروگرام ترتیب دیتے ہیں' اور پل میں کچھ۔ میں نے سوچا تھا' اگر تم وہاں جا رہے ہو تو کچھ ضروری سامان منگوا لوں۔ فادیہ کی سسرال والوں نے آنے کا عندیہ دیا ہے۔ پتا نہیں کن کن چیزوں کی ضرورت پڑ جائے۔" اماں نے فکرمندی سے کہا تھا۔

"ارے بہو' ابھی کہاں ہتھیلی پر سرسوں جما رہی ہو۔ انہوں نے صرف خواہش ظاہر کی ہے' معلوم نہیں کیا ہے۔"

"مگر اماں' شادی تو طے ہے نا فادیہ کی...... اس میں تو دیر نہیں۔" اماں وضاحت دے رہی تھیں۔ آہن فریدوں مؤدب سا کھڑا تھا۔

"اب تم بھی جلدی سے اپنی مرضی بتا دو آہن......! ادھر شیمی بھی شادی کے لیے تیار ہو گیا ہے۔ لڑکی پسند کر لی ہے اس نے۔" دادی نے بتایا تھا۔

"کون......؟" اس کا انداز بے تاثر تھا' جیسے وہ رکھ رکھاؤ کو بولنا ضروری خیال کر رہا تھا۔

"اپنی ایشال...... اور کون......! ہم سے بھی ذکر کیا تھا' مگر تم نے تو کوئی جواب تک نہ دیا۔" وہ جواباً کیا کہتا' مسکرا دیا تھا' مگر انداز بہت پھیکا تھا۔

"میرے لیے اب کیا حکم ہے اماں؟"

"ارے اب کیا کروانا ہے۔ تم جس کام پر جانے والے تھے' آرام سے جاؤ۔ اب مجھے کوئی کام نہیں ہے۔"

"کام کیوں نہیں ہے' ادھر آؤ' بیٹھو ادھر آ کر۔" دادی اماں نے اپنے پاس تخت پر اس کے لیے جگہ بناتے ہوئے کہا تھا۔

"جی...... کہیے۔" آہن مجبوراً بیٹھ گیا تھا۔

"بیٹا! کہنا کیا ہے' ہم پرانے وقتوں کے لوگ ہیں' اب بھی پرانے زمانوں کی طرح ہی سوچتے ہیں۔ تم نے پتا نہیں کیا سوچا ہے' یا پھر سوچا بھی ہے کہ نہیں؟ مگر بیٹا' میں چاہوں گی' تم اس کے لیے سوچو' اچھی لڑکی ہے۔ تم دونوں کی جوڑی بھی اچھی رہے گی۔"

دادی اماں جتاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ وہ مسکرا دیا تھا۔ انداز بہت بجھا بجھا سا تھا۔

"جی دادی اماں! میں سوچوں گا۔ اب چلوں میں؟"

"ہاں' مگر ذرا غادیہ کو دیکھنا' وہ کہاں ہے؟ ملے تو بھجوا دینا۔ ادھر اس کی ماں کو... کھائے جاتی ہے' اور ادھر اسے سرے سے خبر ہی نہیں ہے۔" دادی اماں پان پر چونا لگا... بولی تھیں۔

آہن اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ذہن عجب جل سا رہا تھا۔ غادیہ کی طرف اس کی تلاش میں جا... کا سرے سے کوئی موڈ نہ تھا' مگر اس گھر کے کسی فرد کی کوئی بات وہ ٹال نہیں سکتا تھا... غادیہ کی طرف آن نکلا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر اپنائیت سے مسکرائی تھی۔

"آؤ فریدوں' تم نے ڈیرے جانے کی تیاری کر لی؟"

"نہیں' میں ڈیرے نہیں جا رہا ہوں۔ ابا نے منع کر دیا ہے۔" اس نے سر... جواب دیا تھا۔ "ہائے دی وے' آپ کو اماں بلا رہی ہیں۔" وہ کہہ کر پلٹنے ہی والا تھا... نے پکارا تھا۔

"یہ تم کس جلدی میں ہو؟"

"میں جلدی میں نہیں ہوں' لیکن مجھے کہیں جانا تھا۔" وہ دیکھے بغیر بولا تھا۔

"فریدوں؟" غادیہ نے اسے چونک کر دیکھا۔

"اگر آپ یہ سوچ کر پریشان ہو رہی ہیں' وہاں کیا چل رہا ہے تو میں آپ کو با... نہیں بتاؤں گا۔" وہ مسکرایا تھا۔ غادیہ نے اسے بغور دیکھا تھا۔ "بالکل بھی نہیں بتاؤں گا... آپ کی شادی کی باتیں چل رہی ہیں۔"

آہن فریدوں نے مسکراتے ہوئے جملہ مکمل کیا تھا' مگر غادیہ مسکرائی نہیں تھی۔

"فریدوں' کیا بات ہے؟" وہ جیسے سطر سطر اس کا چہرہ' اس کی آنکھیں پڑھ رہی ت... لمحہ بھر کو خاموش رہا تھا پھر مسکرا دیا تھا۔

"میرا دل چاہ رہا ہے غادیہ' آپ کو آج بہت سے پھول دوں' مگر میرے ہاتھ... مزید کچھ کہے بغیر وہ ہاتھ پھیلا کر دیکھنے لگا تھا۔ "بالکل خالی ہیں غادیہ' میرا دل چاہ رہا ہے... وہی کسی سگنل پر پھول بیچنے والا بچہ بن جاؤں' اور آپ کی گاڑی رکنے پر سارے پھول آ... سونپ دوں۔ کتنی عجیب بات ہے نا۔" وہ مسکرا دیا تھا۔ "آپ نے مجھے اتنا کچھ دیا' اور... پاس دینے کے لیے آج کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نے اتنا کمزور کیوں کر دیا مجھے غادیہ؟"

اس کا دھیما لہجہ عجب شاکی تھا۔ غادیہ اسے بغور دیکھ کر رہ گئی تھی' پھر گہری سا[نس]... کرتے ہوئے خفا سے انداز میں بولی تھی۔

"فریدوں' بہت برے بندے ہو تم ...! دل چاہتا ہے' تمہارا حشر کر دوں۔ تم ایسا کیسے ... سکتے ہو؟ کتنی بار سمجھاؤں تمہیں کہ میرا تم پر کوئی احسان نہیں ہے۔ میں نے وہ کیا' جو مجھے کرنا ... تھا۔"

"مگر میں وہ نہیں کر سکتا غادیہ! جو مجھے اچھا لگتا ہے۔ شاید میں اب پہلے سے بھی زیادہ ... [بے]بس ہوں۔ وہ بھی نہیں کر سکتا جو کرنا چاہتا ہوں۔" اس کے لہجے میں عجب سی ایک یاسیت تھی۔ ... اور بجھا بجھا سا تھا۔

"شٹ اپ فریدوں' کیا اول فول بک رہے ہو؟ یہ اچانک تمہیں کیا ہو جاتا ہے۔ میں... یا اس گھر کے لوگوں نے کبھی تمہیں جتایا کہ تم ہمارے اپنے نہیں ہو یا اس گھر کے لیے اجنبی ہو۔" غادیہ نے ڈپٹا تھا' مگر وہ کچھ نہیں بولا تھا' مسکرا دیا تھا۔

"آپ چلی جائیے' اماں آپ کا انتظار کر رہی ہوں گی۔" وہ پلٹا تھا' تبھی غادیہ نے پکارا تھا۔

"فریدوں......!" وہ رک گیا تھا' مگر پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔

"وہاٹ از رانگ ود یو؟ تم کس بات کا احسان مند مانتے ہو خود کو؟ کیا خاص کیا ہے میں نے [تمہ]ارے ساتھ؟" غادیہ اس کے سامنے آن رکی تھی۔

"مجھے اتنا بدل دیا' یہ کیا کم ہے۔"

"شٹ اپ فریدوں' کوئی فضول بکواس مزید نہیں سنوں گی میں' میں بہت پٹائی لگاؤں گی تمہاری' جانتے ہو نا مجھے۔"

"ہاں' جانتا ہوں۔" وہ مسکرا دیا تھا۔ "بچپن میں ایک بار آپ نے سزا دی تھی۔ مجھے جھوٹ [بو]لنے پر دھوپ میں کھڑا کر دیا تھا' مگر ابھی پانچ منٹ گزرے نہیں تھے' جب آپ واپس انگلی پکڑ کر [مجھ]ے اندر لے گئی تھیں۔ آپ مجھے سزا نہیں دے سکتیں غادیہ۔" وہ محظوظ ہوتا ہوا' مسکرا دیا تھا۔

"ہاں' نہیں دے سکتی' اسی لیے تم الٹی سیدھی ہانکتے رہتے ہو۔ اماں سے کہوں گی' فٹافٹ [ش]ادی کریں اس کی' اور فوراً چلتا کر دیں اس گھر سے۔ نہیں ہے ضرورت ہمیں کسی ایسے شخص کی جو ہمارا احسان مند ہو کر دبلا ہو جائے۔" غادیہ کا انداز ڈپٹنے والا تھا' مگر وہ مسکرا دیا تھا۔

"تو یہ طے ہے' آپ مجھے یہاں سے چلتا کر دیں گی؟"

"ہاں......" غادیہ کا انداز دوٹوک تھا۔

"تو ٹھیک ہے' پھر میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گا۔"

"نہیں کرو گے تو ہم زبردستی کر دیں گے۔"

"یعنی آپ مجھے اس گھر سے نکال کر ہی دم لیں گی؟" وہ مسکرا رہا تھا۔ غادیہ غصے سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"دفع ہو جاؤ فریدوں.....! گیٹ آؤٹ....."

"بہتر....." وہ چپتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ نادیہ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

●●●
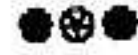
"کیا بات ہے؟ تم اس پراجیکٹ کو لے کر کچھ زیادہ ہی ایکسائیٹڈ ہو۔ اچھی [illegible] دکھائی دے رہی ہے تمہیں؟" اویان حاکم چغتائی نے ایک اہم ترین میٹنگ کے بعد اسے [illegible] کیا تھا۔ وہ پراعتماد انداز سے مسکرا دی تھی۔

"آپ کو خوشی نہیں۔ اگر میں کامیاب ہوتی ہوں تو فائدہ آپ کا بھی اتنا ہی ہو گا [illegible] آپ کو ایسا نہیں لگتا؟"

"نہیں، میری کامیابی تمہاری کامیابی سے جڑی ہوئی بالکل بھی نہیں ہے [illegible] جبران.....! آئی بلیو ان مائے اون آرمز....." اویان حاکم چغتائی کا انداز بالکل بھی متاثر [illegible] والا نہیں تھا۔ "تم جو کچھ بھی کر رہی ہو، خود اپنے لیے کر رہی ہو۔ اپنے پیر جمانے کے لیے [illegible] ہو۔"

الزام نیا نہیں تھا، سو نہ طالیہ جبران کے اطمینان میں کوئی کمی واقع ہوئی تھی نہ وہ [illegible] ہوئی تھی۔ ہاں، مسکرا ضرور دی تھی۔

"یو کانٹ انڈرسٹینڈ می ایجر اویان....." انداز سرسری تھا۔

"اس بات کا افسوس ہے تمہیں؟"

"کیا مطلب.....؟" وہ چونکی تھی۔

وہ مسکرا دیا تھا۔ انداز میں کچھ خاص نمایاں تھا جسے اس کا دماغ میں کچھ چل رہا تھا۔ [illegible] نے بغور اسے دیکھا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو تم؟" سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"کیا چاہتی ہو؟ تمہیں سوچنا شروع کر دوں؟" برجستہ انداز مذاق بنانے والا تھا، مگر [illegible] فاتحانہ مانتے ہوئے مسکرا دی تھی۔

"کیا تم اب ایسا نہیں کرتے ہو اویان؟" انداز عجب چیلنجنگ تھا۔ اویان حاکم چغتائی مسکرایا نہیں تھا، محظوظ نہیں ہوا تھا، چپ چاپ اسے دیکھتا رہا تھا۔

"تمہارا پرابلم پتا ہے کیا ہے طالیہ؟ تم ضرورت سے زیادہ اوور کانفیڈنٹ ہو، وہ [illegible] سوچتی ہو جو تمہیں سوچنا نہیں چاہیے، لیکن ٹرسٹ می، تمہارے خوش رہنے کے دن بہت تھوڑے [illegible] گئے ہیں۔ بہت جلد میں اب تمہیں یہاں سے چلتا کر دوں گا۔ اس آفس سے بھی، اور اس گھر [illegible] بھی۔" لہجہ عجب دھمکی آمیز تھا، مگر وہ اسی اطمینان سے مسکرا دی تھی۔

"میں جانتی ہوں اویان، یہ بات نئی نہیں ہے میرے لیے، مگر تم ایسا نہیں کر سکو گے، لکھ کر [illegible] ۔ اگر میں چلی بھی گئی تو دیوانوں کی طرح پیچھے بھاگتے ہوئے واپس لینے آن پہنچو گے، جی [illegible] سکو گے میرے بغیر۔" طالیہ جبران نے گویا قسم کھا رکھی تھی، اسے سکون سے نہیں رہنے دے گی۔

اویان حاکم چغتائی کی پیشانی کی رگیں تن چکی تھیں۔ وہ غصے سے لب بھینچ چکا تھا۔ طالیہ [illegible] مسکرا دی تھی۔

"کول ڈاؤن اویان حاکم چغتائی.....! کچھ بھی غلط نہیں کہہ رہی میں۔ ایسا ہو گا، اور تم [illegible] ایسا کرو گے۔"

"میں کیا کروں گا طالیہ جبران.....! اور میں کیا کر سکتا ہوں، یہ تم بالکل بھی نہیں جانتی [illegible] بٹ ناؤ آئی ایم ٹائرڈ۔ یہ کھیل اب مجھے بہت برا لگنے لگا ہے، اور جلد سے جلد میں اسے ختم کر [illegible] چاہتا ہوں، اور ایسا میں کر دوں گا، ڈیئر مائے پراس....." اویان حاکم چغتائی کا لہجہ [illegible] رکھتا تھا، مگر وہ مسکرا دی تھی۔

"میں جانتی ہوں اویان، تمہارا دماغ ہر وقت کوئی نہ کوئی سازش بنتا رہتا ہے۔ ہر وقت [illegible] بنے کے لیے تیار رہتے ہو تم، مگر میں خوفزدہ نہیں ہوں۔"

"اس لیے کہ تمہارے ساتھ میرے پاپا ہیں؟"

"نہیں..... اس لیے کہ میرے ساتھ تم ہو۔" وہ مسکرائی تھی۔ انداز خالص مذاق اڑانے والا تھا۔

اویان حاکم چغتائی حسب معمول اسے ناگواری سے جلتی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا، مگر وہ مسکراتی رہی تھی۔

"کبھی تو کوئی الگ بات کر لیا کرو اویان.....! آفٹر آل، آئی ایم یور وائف۔ کبھی دل نہیں چاہا پاس بیٹھنے کا..... دو بول محبت کے کہنے کا؟"

وہ اسے چھیڑ رہی تھی جیسے اگر وہ جل رہا تھا تو وہ اسے مزید سلگانا چاہتی تھی، اس کے انداز، اس کے تیور بدلنے لگے تھے۔ بہت بدل گئی تھی وہ۔

"شٹ اپ طالیہ، یور آر ناٹ مائے وائف، ایسا کوئی رشتہ ہمارے درمیان نہیں ہے، مائنڈ اٹ....."

"نہیں ہے تو اتنا سنگ کیوں رہے ہو؟ یہی بات آرام سے بھی تو کہہ سکتے ہو نا....." وہ اپ کے ہنس دی تھی۔

اویان نے اسے شانوں سے جکڑ لیا تھا۔ وہ کچھ دیر تک خاموشی سے اس کی طرف دیکھتی

رہی تھی' پھر مسکرا دی تھی۔ سانسوں کا زیروبم قابل دید تھا' مگر وہ سب کچھ معمول پر ظاہر کرنا چاہ رہی تھی۔

"دیکھا...... پھر آ گئے نا قریب۔ تم دور نہیں رہ سکتے ہو ادیان' مگر اس میں اتنے بہانے ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے' بزنس ہو تم میرے۔ آل اینڈ آل یورس......" اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی مسکرائی تھی۔

"شٹ اپ طالیہ......!" انتہائی غصے کے ساتھ اسے جلتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا تھا' اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی پیش قدمی بھی کرتا' بورڈ روم کا دروازہ کھلا تھا' اور حاکم انکل اندر داخل ہوئے تھے۔ ادیان ایک لمحے میں اس کے قریب سے ہٹا تھا۔

"کیا ہوا بچو' تم لوگ ابھی تک اس میٹنگ کو لے کر ایکسائیٹڈ ہو؟"

"جی انکل' ادیان کچھ زیادہ ہی ایکسائٹمنٹ شو کر رہے ہیں۔ ہے نا ادیان؟" وہ بڑے اطمینان سے مسکرا رہی تھی۔

ادیان نے اسے بہت ضبط سے دیکھا تھا۔ اگر اس وقت کوئی' اور سامنے نہ ہوتا تو یقیناً وہ اس کا حشر کر چکا ہوتا' تبھی انکل حاکم بولے تھے۔

"ایبی ہاؤ' آج کی اس میٹنگ کی کامیابی کا سہرا طالیہ کے سر جاتا ہے۔ میں ایکسپیکٹ نہیں کر رہا تھا۔ طالیہ کہ تم اتنی جلد بزنس کی نو ہاؤ سمجھ لو گی' یو آر رئیلی بریلینٹ۔" انہوں نے اس کا شانہ تھپکا تھا۔

"تھینک یو انکل......!" وہ مسکرا دی۔

"تم آؤ میرے ساتھ۔ مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں ڈسکس کرنا ہیں۔" حاکم چغتائی اسے لے کر باہر نکل گئے تھے' اور ادیان حاکم چغتائی نے بھینچے ہوئے ہاتھ کا مکا اپنی چیئر کی پشت پر مارتے ہوئے اپنے غصے کا اظہار کیا تھا۔

●⊛●
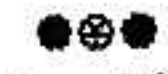
"یہ ہوتا کیا جا رہا ہے تمہیں؟ کر کیا رہے ہو آج کل تم؟" روا نے اسے کافی کا مگ تھماتے ہوئے بغور دیکھا تھا۔ اشعار پیرزادہ کچھ نہیں بولا تھا۔

"تم آج کل ہر کسی سے اتنے خفا خفا سے کیوں ہو؟ عجیب اینگری ینگ مین کا روپ اختیار کر رہے ہو۔ تمہیں کیا پرابلم ہے؟ نہ ہمارا سسٹم اتنا برا ہے کہ تمہیں کبھی suffer کرنا پڑا ہو۔ کبھی کوئی مشکل تم نے دیکھی ہی نہیں پھر آج کل اتنے روڈ کیوں ہو رہے ہو؟" انداز دوستانہ تھا۔ وہ قطعاً برا مانے بغیر مسکرا دیا تھا' پھر بولا تھا۔

"روا......! جب بہت کچھ کرنا ہو' اور کچھ بھی نہ ہو پا رہا ہو تو ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"تم ایسا کیا کرنا چاہتے ہو؟' اور کر نہیں پا رہے ہو؟"

"شادی......" وہ خلاف معمول مسکرایا تھا۔

"شادی......؟" روا چونکی تھی۔ "کس سے؟"

"ان فیکٹ' ایک لڑکی سے۔" وہ سوچتے ہوئے بولا تھا۔ روا ہنس دی تھی' پھر بولی تھی۔

"تائی اماں کو بتا دیتی ہوں' تم نے تو ابھی تک نہیں بتایا ہوگا' ہے نا؟"

"ہاں' سوچتا ہوں پہلے اس لڑکی کو رضامند کر لوں۔"

"پھر......؟"

"نہیں' وہ ابھی تک لفٹ ہی نہیں دے رہی۔" انداز الجھا ہوا تھا۔

"انتظار کروانا چاہتی ہے تو تم انتظار کر لونا......"

"میں انتظار کر سکتا ہوں روا' مگر اس کی طرف سے کوئی ایسی آس بھی نہیں ہے۔" لہجہ الجھا الجھا سا تھا۔

"اور تم پھر بھی اس کے بارے میں سوچ رہے ہو؟"

"کیا کروں' عادت پڑ چکی ہے۔"

"عاشق اعظم کی طرح......؟" وہ مسکرائی تھی۔ انداز میں شرارت تھی۔

"نہیں' مجنوں کی طرح۔" دونوں ہنس دیئے تھے۔

"چلو' تمہارا موڈ کچھ بہتر تو ہوا۔ مجھے تو لگا تھا' تم اس غم زدہ کیفیت کو واقعی اپنی عادت بنا لو گے۔" روا نے شکر ادا کیا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"میں ایسا نہیں چاہتا روا......! مگر......"

"بہت خوب صورت ہے وہ؟"

"شاید......"

"تمہیں کب ملی؟"

"بہت عرصہ ہوا؟"

"بڑے گھنے ہو' بتایا تک نہیں؟"

"ملی تھی' پھر بچھڑ گئی...... اب دوبارہ ملی ہے اور......"

"تم دوبارہ اسے کھونا نہیں چاہتے ہو۔" مسکراتے ہوئے آنکھوں میں دیکھا تھا۔

"ہاں......" اشعار نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ "ایسا بالکل بھی نہیں چاہتا' مگر میرے اختیار میں اس نے کچھ نہیں رکھا ہے۔"

"اشعار......! کم آن' اتنے لمبے چوڑے بندے سے اس طرح کی باتوں کی امید مجھے

بالکل بھی نہیں ہے۔ یہ بتاؤ' تمہیں کب ملوا رہے ہو؟"

"بہت جلد' مگر فی الحال نہیں۔" وہ بات کر رہا تھا' تبھی ردا نے آ کر بتایا تھا۔

"تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟ نیچے آ جاؤ' دانیال چاچو کے ساتھ لبنانہ بھی آئی ہوئی ہیں۔"

اعتبار پیرزادہ کے اختیار میں اچانک ایک بے اختیاری کی لہر اٹھی تھی۔ وہ فوراً سے جگہ چھوڑ کر آگے بڑھ جانا چاہتا تھا' مگر ضبط اس لیے لازم لگا تھا۔

"تو تم ہمیں آ کر کیوں بتا رہی ہو؟ دانیال چاچو تو ماشاء اللہ اپنی پسند کی لڑکی حاصل کر چکے ہیں۔ ہم تو اس لڑکی کی بات کر رہے تھے جو بے حد اہم ہے' اور اب تک اختیار سے باہر ہے۔"

"کس کی؟" ردا چونکی تھی۔ "بھائی......! آپ نے ایسا کچھ ہمیں نہیں بتایا؟" مسکراتے ہوئے اس نے شکوہ کیا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"مذاق کر رہا تھا۔ ردا میرے ساتھ ہو تو میں سچ قطعاً نہیں بول سکتا۔" وہ ہنسا تھا۔ ایک لہر سی تبدیلی کی اندر اٹھی تھی۔ موسم بدلا تھا۔ منظر بے وجہ اچھے لگنے لگے تھے۔ بے قراری کی دھول کچھ تھمنے لگی تھی۔ یہ تبدیلی کیسی تھی' وہ آپ سمجھنے سے قاصر رہا تھا۔

"چلو ردا' نیچے چلیں یا تم اس موسم سے مزید لطف اٹھانا چاہتی ہو' ویسے یہاں کچھ زیادہ نہیں بڑھ گئی؟"

"اعتبار......" ردا نے اسے گھورا تھا' مگر وہ مسکراتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ گیا تھا

دل اتنا بے اختیار کیوں ہو رہا تھا' وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا......

یہ کیسی بے قراری تھی جو سمجھ میں نہیں آ رہی تھی......

جب کچھ بھی اختیار میں نہ تھا تو پھر وہ اس نہج پر کیوں چل نکلا تھا......

جب کچھ بھی اختیار میں نہ تھا تو پھر یہ سفر کیوں اختیار کر رہا تھا وہ......

وہ بالکل نہیں جانتا تھا......

وہ اس کے سامنے تھی......' اور وہ اسے دیکھنا چاہتا تھا' دیکھتے رہنا چاہتا تھا۔

"آؤ اعتبار' ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔" دانیال چاچو مسکراتے ہوئے بولے تھے وہ بالکل بھی متوجہ نہیں تھی۔

"کیا ہوا؟ کوئی ضروری بات؟" وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

"ہاں' بات ضروری بھی ہے' اور اہم بھی۔" دانیال لبنانہ کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا دیے تھے۔

●✿●

"کیا؟" اعتبار پیرزادہ کو ایک لمحے کو خدشہ ہوا تھا' مگر دانیال مسکرا دیا تھا۔

"وہاٹ ہیپنڈ؟ تم اس طرح پریشان کیوں ہو گئے ہو۔ ایوری تھنگ از اوکے اینڈ انڈر کنٹرول۔ میں تمہیں بتانا چاہتا تھا کہ ہم جو نیا پروجیکٹ شروع کر رہے ہیں اس میں تم ہو گے۔"

"میں؟ آپ نہیں" اعتبار کو حیرت ہوئی تھی۔

"نہیں' اس پروجیکٹ میں' میں نہیں لبنانہ ہوگی تمہارے ساتھ۔" دانیال نے بتایا تھا' اور ... سے کسی قدر چونکتے ہوئے اس بے خبر وجود کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ جو اس سے کچھ ... سے قطعاً بے خبر بنا بیٹھا تھا۔

اس دن کی یہ ایک اچھی خبر تھی۔ دل کو کچھ اچھا سا لگا تھا۔ اس کی توقع کے برعکس ... پھر اس کے ساتھ چل پڑا تھا۔

اعتبار مسکرا دیا تھا۔

"لیکن اس پروجیکٹ پر آپ ہی کو ہونا چاہیے چاچو' آپ کا تجربہ' آپ کی صلاحیت آل ار اینجنگ! سوائے ہنڈ ناٹ یو چاچو؟" دل کو جتنی خوشی ہوئی' وہ ظاہر کرنا مقصود نہ تھا' تبھی معمول ... انداز سے بولا تھا۔

"میں نہیں ہوں' مگر میری جگہ تم لبنانہ کو سمجھ لو۔" دانیال مسکرا دیا۔

"اوہ......" اعتبار مسکرایا تھا۔

"ان تھیکس اب ہم دونوں ایک دوسرے کی جگہ لے سکتے ہیں۔ ہے ناں لبنانہ؟" دانیال نے ڈائریکٹ دریافت کیا تھا۔ لبنانہ جو سر جھکائے بیٹھی بے تاثر نظر آنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ... چونکی تھی' پھر مسکرا دی تھی۔

"جی ابی...... جی ہاں...... آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"

"کیا ٹھیک کہہ رہے ہیں؟" یہ سوال پوچھنے کا اختیار دانیال کو تھا۔ پوچھنا بھی اسی کو ... تھا' مگر اس گھڑی یہ سوال اعتبار پیرزادہ نے دریافت کیا تھا۔ "خاتون' عورت کی سب سے

بڑی آزادی سلب کرنے کی بات کر رہے ہیں' یہ کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں؟"
نگاہوں میں کچھ شرارت تھی' غالباً وہ اسے اس لمحے زچ کرنا چاہتا تھا۔ فیانہ کچھ بول نہیں پائی
تھی۔ دانیال مسکرا دیا تھا۔
"تم پوچھ سکتے ہو ان سے اب' ہم دونوں ایک دوسرے پر اپنے حقوق تو رکھتے ہیں۔"
دانیال کا لہجہ پراعتماد تھا۔ فیانہ اس کے اپنی طرف دیکھنے پر دھیرے سے مسکرا دی تھی۔
"Yeah right" فیانہ بیگ نے بنا کسی اختلاف کے ایک پل میں کہا تھا۔
اعتبار پیرزادہ نے اسے بغور دیکھا تھا۔ اندر ایک چنگاری سی بھڑکی تھی۔ کچھ جلن سی ہوئی
تھی' مگر وہ مروتاً مسکرا دیا تھا۔
"سو وی آل' گڈ آئیڈیا' گڈ پروجیکٹ آپ کے ساتھ کام کر کے یقیناً لطف آئے گا
مس......" قصداً نام ادھورا چھوڑ دیا تھا۔
"فیانہ فیانہ بیگ!" فیانہ نے سپاٹ انداز سے اسے دیکھتے ہوئے جملہ مکمل کیا تھا۔ وہ
مسکرا دیا تھا۔ ایک پل میں توجہ پانے کا ہنر وہ جانتا تھا' سو مسرور نہ ہونا یقیناً غلط ہوتا۔ وہ بھی
مسرور دکھائی دیا تھا۔
"گڈ...... گڈ نیم' نائس ٹو میٹ یو' دانیال چاچو کے حوالے سے تو آپ کو جانتے ہیں۔
پرسنلی' آئی مین بزنس کے حوالے سے بھی جان کر یقیناً خوشی ہوئی۔" مگر وہ چہرہ پھیر کر دانیال کی
طرف دیکھنے لگی تھی۔
"میں چلوں دانیال' کل کی میٹنگ میں آپ ہوں گے ناں۔ میں آپ کو کال کر کے
مائنڈ کروا دوں گی۔" وہ مسکراتی ہوئی جیسے اعتبار کو اگنور کر دینا چاہتی تھی۔
"نہیں' کل کی میٹنگ میں اعتبار تمہارے ساتھ ہوگا۔ یہ ذمہ داری اعتبار کو دے کر
میں فارغ ہو چکا ہوں۔ بٹ ڈونٹ وری' یہ بہت سمجھدار ہے' تمہیں کوئی پرابلم فیس کرنا نہیں پڑے
گی۔"
دانیال اس کے متعلق مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔ فیانہ نے ایک گہری سانس خارج کی
تھی' اور اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
"OK ہائے۔"
"تمہیں چھوڑ دوں گا میں۔" دانیال اٹھا تھا۔
"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ آئی ول مینج' تھینکس...... تھینکس مسٹر؟" وہ سرسری انداز
میں اعتبار کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔
"اعتبار...... اعتبار پیرزادہ' آپ اعتبار بلا سکتی ہیں۔" وہ فائل دیکھتے دیکھتے چونک کر متوجہ

ہوا تھا۔ توجہ کس کافر کی اس فائل پر تھی۔ وہ تو بس ایک بہانہ تھا جیسے...... بے خبر اور مطمئن دکھائی
دیا تھا۔
"نائس ٹو میٹ یو ٹو مسٹر اعتبار پیرزادہ' سی یو ٹو مارو۔" وہ مروتاً مسکراتی ہوئی مڑی تھی' اور
باہر نکل چلی گئی۔ دانیال اٹھ کر اسے چھوڑنے کے لئے پیچھے تک گیا تھا۔
اعتبار وہیں بیٹھا۔ خالی خالی منظر کو تکتا رہ گیا تھا۔
محبت آسان نہیں تھی......
بالکل بھی آسان نہیں تھی......
اعتبار خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔

●◎●

"او گاڈ' تم لڑکے کتنے کیئرلیس ہوتے ہو۔ یہ تمہارا کمرہ ہے۔ آو......" فیانہ بیگ نے
اس کے بکھرے بکھرے کمرے کو دیکھتے ہوئے بھرپور الجھن کا مظاہرہ کیا تھا' مگر اعتبار پیرزادہ
اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔
"کیوں کیا ہوا؟ سب کچھ ٹھیک ٹھاک تو ہے۔ پرفیکٹ' ہر چیز اپنی جگہ پر تو ہے۔" وہ بے
فکری سے مسکرایا تھا۔
"ہاں۔ بس تم ہی اپنی جگہ پر نہیں ہو۔" وہ اسی الجھن سے بولی تھی۔
"کیا مطلب......؟"
"مطلب یہ کہ یو آر رائٹ مس فیانہ بیگ' آئی ایم رئیلی کنفیوزڈ لائیک گوٹ۔" وہ تسلیم
کر رہا تھا۔ وہ چونکی تو وہ مسکرا دیا تھا۔ تب وہ بھی مسکرا دی تھی۔ "یو آر رائیٹ' ہم سب مرد کچھ کچھ
آئی مین بالکل پہاڑی بکروں جیسے کنفیوزڈ ہوتے ہیں۔ واقعی نہیں جانتے' کہاں جانا ہے؟ کیا کرنا
ہے؟ یہ بات میری اماں بھی کہتی ہیں۔"
فیانہ مڑ کر کتابیں اٹھا کر شیلف میں رکھنے لگی تھی۔
"اور تمہیں لگتا ہے وہ ٹھیک کہتی ہیں۔" اس کی طرف دیکھے بغیر مسکرائی تھی۔
"ہاں' اور تم بھی غلط نہیں ہو۔ پتہ نہیں تم عورتیں ہمیں اتنی آسانی سے کیسے جان لیتی ہیں؟ مجھ سے
اگر تم اپنے بارے میں پوچھو تو رئیلی مائے گاڈ' میں تمہیں ایک لفظ بھی ڈھنگ سے بتا نہیں پاؤں
گا۔"
"اچھا' اگر میں پوچھوں اپنے بارے میں تو؟" وہ مسکرائی۔
"تمہارے بارے میں کیا؟"
"میں کیسی ہوں؟"

"تم......؟" وہ جیسے چونکا تھا لمحہ بھر کو سوچا تھا' پھر کچھ نہ پایا تو مسکرا دیا تھا۔ "تم ہو۔ پورے سکول میں کوئی تم جیسا نہیں ہے۔"

"اچھا بس یہی؟" وہ مڑ کر مسکراتے ہوئے دیکھنے لگی تھی۔ "پتا ہے کیا؟" اس نے اپنا خیال کرنا چاہا تھا۔

"کیا.....؟" وہ چونکا تھا۔

"یہ کہ تم لڑکے واقعی بہاڑی بکروں سے ہوتے ہو' تم ہم لڑکیوں کو نہیں سمجھ سکتے" گلدان سے پرانے پھول نکال کر وہ مسکرائی تھی۔

"ہاں......شاید۔" وہ ایک بار پھر اتفاق کرتا ہوا مسکرا دیا تھا۔ "مگر میں ایک بات کہہ سکتا ہوں تمہارے لئے۔"

"کیا.....؟" وہ اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"کریزی کول۔"

"کریزی کول؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

"میں نے کہا تھا نا ہم لڑکے تم لڑکیوں کو اتنی اچھی طرح سے نہیں جان سکتے۔"

"کیوں ایسی کیا مشکل ہوتی ہیں ہم؟" وہ محظوظ ہو کر مسکرائی تھی۔

"پتا نہیں' مگر عجیب الجھی ہوئی سی ہوتی ہیں۔" اس نے صاف گوئی سے کہا تھا۔ وہ چلتی ہوئی اس کے بیڈ کے قریب آئی تھی' اور اس کے کپڑے اٹھا کر الماری کی طرف بڑھی تھی۔

"حالانکہ تمہیں یہ نہیں کہنا چاہئے۔ تم تو ہر وقت لڑکیوں میں ہی گھرے رہتے ہو۔" وہ مسکرا رہی تھی۔ وہ بھی مسکرا دیا تھا۔

"کافی لوگی؟"

"شیور.....؟" وہ مسکرائی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر اس کے لئے کافی بنانے لگا تھا۔

لیمانہ کپڑے الماری میں رکھ کر مڑی تھی' تبھی بیڈ پر تکیہ اٹھاتے ہوئے اس کی نگاہ اچانک ایک شے پر ٹھہر گئی تھی۔ وہاں تکیے کے پاس کوئی چونکا دینے والی شے تھی' اور وہ اور کچھ نہیں' کسی لڑکی کا ایئر رنگ تھا۔ لیمانہ بیگ نے ہاتھ بڑھا کر وہ ایئر رنگ اٹھایا' اور بغور دیکھنے لگی تھی' تبھی وہ کافی لے کر وہاں آیا تھا۔ وہ اتنی محو تھی کہ اس کے آنے کی خبر نہیں ہوئی تھی۔

"Hey!" اس نے یا تاسف متوجہ کرتے ہوئے کافی کا کپ اس کی طرف بڑھایا تھا۔ وہ چونک پڑی تھی۔

"کیا ہوا؟" وہ معمول کے مطابق مسکرایا تھا۔ لیمانہ نے وہ ایئر رنگ اس کے سامنے کر

"Yeh!" آئی لو دِس ایئر رنگ آف دی گرل......" وہ بجائے شرمندہ ہونے کے مسکرا دیا تھا۔

"تمہیں پتا ہے تم کیا کہہ رہے ہو؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

"ہاں......! کیوں' کیا ہوا؟ اس میں اتنا حیران ہونے والی بات کیا ہے۔ ایک لڑکی کی ایئر رنگ ہی تو ہے رہ گئی ہوگی۔"

"اعتبار......" وہ غصے سے اسے دیکھنے لگی تھی' مگر وہ مسکرا دیا تھا۔

"ٹیک یور کپ آف کافی۔ واؤ......! تم نے تو میرا کمرہ بالکل بدل دیا۔" وہ کمرے کا بھرپور جائزہ لے رہا تھا۔

"شٹ اپ اعتبار......" وہ تپ کر بولی تھی۔

"شٹ اپ......؟ شٹ اپ فار وہاٹ؟" وہ باقاعدہ حیران ہوا تھا۔

"تم نے؟" وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں نے کیا؟" وہ صاف بے تاثر دکھائی دے رہا تھا۔

"تم نے......اوہ شٹ......" وہ جیسے نفرت سے بولی تھی۔

"ہے کم آن' یہ Blocks اپارٹمنٹ ہے۔ ہوتا رہتا ہے یہاں ایسا ایڈجسٹ کی ری لائزیشن' یہ تمہارا ایشیا نہیں ہے' یہ لندن ہے' یہاں ایسا ہوتا ہے' اور ہونے کو تو تمہارے ایشیا میں بھی کیا کچھ نہیں ہوتا۔"

"شٹ اپ اعتبار' ایسی باتیں کر کے خود کو ڈیفنڈ کرنے کی ناکام کوشش مت کرو۔"

"کوشش مت کرو؟ اسے پہلو میں ایسا کچھ کرنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں۔ رامیٹ انڈر اسٹینڈ؟ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے' اور اگر کیا بھی ہے' تو اس کی صفائی میں تمہیں کیوں دوں گا؟ گو وری آرڈنٹ گلڈ فرینڈ رامیٹ۔"

لیمانہ بیگ نے وہ ایئر رنگ وہیں پھینکا تھا' اور بیگ شولڈر ڈال کر نکل آئی تھی۔

اعتبار پیرزادہ کھڑا اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

●❀●

بارش ہو رہی تھی' جب اس نے کھڑکی سے پردہ سرکا کر دیکھا تھا۔ وہاں نیچے گیٹ کے عین سامنے وہ بائیک پر بیٹھا بھیگ رہا تھا۔ متوجہ بھی اس کی جانب تھا۔ لیمانہ بیگ نے جھٹ پردہ دوبارہ کھینچ دیا تھا۔ کھڑکی بھی بند کر دی تھی۔ وہ کچھ دیر یونہی وہیں کھڑی رہی تھی' پھر جانے کیا سوچ کر دوبارہ شیشے ہٹائے' اور کھڑکی سے باہر جھانکا تھا۔ اعتبار پیرزادہ وہاں بدستور موجود تھا۔ تیز بارش میں موجود بھیگتا ہوا......اس کی طرف اسی توجہ سے تکتا ہوا۔

"کیا تکلیف ہے؟" اس نے وہیں سے پوچھا تھا۔ آواز یقیناً اختیار و ارادہ تک [illegible]
تھی، مگر وہ شاید لپ موومنٹ سے سمجھ گیا تھا۔ سر انکار میں ہلا دیا تھا۔
"جاؤ یہاں سے۔" وہ دوبارہ بولی تھی، مگر اس نے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔
"مر جاؤ۔" وہ جل کر چیخی تھی۔
وہ سر اثبات میں ہلاتا ہوا مسکرا دیا تھا۔
"اندر تشریف لے آیئے۔ آ رہی ہوں گیٹ کھولنے۔" وہ کہہ کر نیچے آئی تھی، اور [illegible]
میں بھیگتی ہوئی گیٹ تک آئی تھی، اور پھر گیٹ کھول کر بھرپور خفگی سے دیکھا تھا۔ ایسے کرتے [illegible]
وہ پوری طرح بھیگ چکی تھی۔
"کیا تکلیف ہے؟ کیوں آئے ہو؟"
"تم سے ملنے۔"
"کیوں......؟"
"دل چاہ رہا تھا۔" وہ ازلی خوشدلی سے مسکرایا تھا۔
"دماغ خراب ہو گیا ہے آپ کا۔ مجھے اپنے دل کی فہرست میں شامل کیا تو قتل [illegible]
گی۔" وہ بہت تیکھا مزاج رکھتی تھی، مگر وہ ہنس دیا تھا۔
"یہاں قوانین بہت سخت ہیں۔ اقدامِ قتل کرنے سے پہلے سوچ لینا۔ ویسے آپ آنکھوں
سے قتل تو یوں بھی کر رہی ہیں۔" انداز میں شرارت تھی۔
"آئے کیوں ہو؟" بارش میں بھیگنے کا اس کا کوئی ارادہ نہ تھا، تبھی جان چھڑانے [illegible]
انداز میں مخاطب تھی، جیسے اگلے ہی پل وہ پلٹنے والی ہو۔
"چلو گی، ایک لمبی ڈرائیو پر؟"
"تھینکس، مجھے ایسا کوئی شوق نہیں ہے، اور بائیک اس پر تو میں کبھی مر کر بھی
کروں۔ آپ جایئے یہاں سے، کل بات کریں گے۔"
"کل بات کرنے کا وقت کہاں ہو گا۔ تم کلاس سے نکلو گی تو لائبریری میں گھس [illegible]
گی۔" اسے اس کی ساری روٹین ازبر تھی۔
"تو کیا اب میں آپ کے لئے یہاں اس طرح بارش میں کھڑی کھڑی فوت ہو جاؤں؟
بڑے ہیرو بنے ہوئے ہیں آپ۔" انداز جلا کٹا تھا، مگر وہ ہنس دیا تھا۔
"خفا رہیں گی تو بات کیسے بنے گی۔ دوستی کیسے چلے گی؟"
"دوستی، اور آپ سے؟ ایکسکیوز می، میں آپ جیسے لوگوں سے دوستی رکھنا بالکل بھی [illegible]
نہیں کرتی۔"

"اچھا تو کیا آپ کے دوست دودھ کے دھلے ہوں گے؟"
"بارش میں تو نہا ہی رہا ہوں۔ آپ کہیں تو دودھ میں بھی نہا لوں؟" وہ بھی جل کر بولا
[illegible]
"آپ یہاں مجھے ایسی ہی جلی کٹی سنانے آئے ہیں؟ میں نے تو آپ سے اس ایئر رنگ کی
[illegible] وضاحت نہیں چاہی۔"
"آپ چاہیں تو وضاحت چاہ بھی سکتی ہیں۔" وہ اسی کے سے انداز میں بولا، پھر مسکرا دیا
"یار! ساری باتیں لڑائی جھگڑے یہیں کھڑے کھڑے کر لو گی۔
اندر آ جاؤ۔"
"ڈر تو نہیں لگے گا تمہیں مجھ سے؟ آخر آل آئی ایم اے بیڈ گائے۔ ایسا ہی سوچتی ہو نا
[illegible]" وہ مسکراتے ہوئے جیسے طنز کر رہا تھا۔
"فیانہ ٹھٹھرنے کو تھی۔ اس نے تو پھر بھی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ فیانہ تو اس سے بھی خالی
[illegible] کھڑا رہنا محال ہو گیا تھا۔
"آپ کو آنا ہے تو آ جایئے، ورنہ خدا حافظ۔" وہ پلٹی تھی۔
"خدا حافظ! کل کالج میں بات کریں گے۔" وہ سرعت سے کہہ کر بائیک بھگا لے گیا
[illegible] فیانہ نے اندر پہنچ کر تولیے سے اپنے گیلے بال خشک کیے تھے، اور چینج کرنے چلی گئی تھی، مگر
[illegible] مسلسل اپنے اس عجیب سے دوست کے متعلق سوچتا رہا تھا۔

●☺●
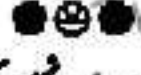
"تو تم نے طے کر لیا ہے کہ مجھ سے بات نہیں کرو گی؟" وہ لائبریری میں تھی، جب وہ اس
[illegible] آن کھڑا ہوا تھا۔ فیانہ نے ایک نگاہ لائبریرین کے چشمے کے پیچھے سے گھورتی آنکھوں پر
[illegible] اور پھر آہستگی سے اپنی بکس سنبھالتی ہوئی اس کے ساتھ آ گئی تھی۔
"تمہیں تکلیف کیا ہے۔ چین سے پڑھنے بھی نہیں دیتے ہو۔ کبھی بارش میں بھیگنے پر مجبور
[illegible] تے ہو اور کبھی......تم چاہتے کیا ہو؟"
"کتنی تیز مرچ جیسی لڑکی ہو تم۔ میری دادی اس وقت یہاں ہوتیں تو معلوم ہے تمہیں کیا
[illegible] تیکھا مرچ۔" وہ اعتراف کرتا ہوا بولا تھا۔ وہ اسے گھورنے لگی تھی، تبھی وہ مسکرا دیا تھا، پھر اس
[illegible] سر پر ایک چپت لگاتے ہوئے بولا تھا۔
"کریزی گرل۔"
وہ کچھ نہیں بولی تھی۔ اسے چپ چاپ دیکھتی رہی تھی۔
"کبھی کبھی میں ایک بات سوچ کر بہت پریشان ہوتا ہوں۔" کہنے میں اس کے مقابل

بیٹھ کر وہ بولا تھا۔ لیبانہ نے صرف سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ دیکھا بھی کیا تھا۔ اندا...
خاصا گھورنے جیسا تھا جیسے کہہ رہی ہو' بکواس۔"

"تمہیں تم جیسا بدھولڑکا کہاں سے ملے گا؟"

"میں بدھو ہوں؟"

"ہاں......"

"ہاؤ ڈیئر یو؟ وہ احتجاج کرتی ہوئی اسے گھورنے لگی تھی' مگر وہ مسکرا دیا تھا۔

"اے اچھی لڑکی' اس دنیا کی جنتی لڑکی' تیرے نصیب کا شہزادہ تجھے کہاں سے ملے گا...
جنتی بھی ہو' اور دودھ کا نہایا ہوا بھی...... مجھے یقین ہے کنواری رہو گی تم' اور ایک دن مجھے ہی...
ترس کھا کر تم سے شادی کرنا پڑے گی۔" وہ سینڈوچ کھاتے ہوئے اس پر بھرپور ترس کھا...
ہوئے لائحہ عمل مرتب کر رہا تھا۔

"ایکسکیوزمی! مجھ پر اتنا برا وقت نہیں آیا کہ آپ کے لئے سوچوں' اور آپ کی ہمت ہی
کیسے ہوئی۔"

"ہمت کی کیا بات ہے یار! راسیمفٹ ہے میرا۔ خدا نے دیا ہے' آزاد و بندہ ہوں...
پروپوز کر سکتا ہوں' ہاں تم چاہو تو مجھے رد کر سکتی ہو۔ ایک دو تین چار جتنی بار چاہے' مرضی ہے
مرضی۔"

وہ بے فکر کھلنڈرا لڑکا کتنا عجیب تھا۔ ان کے درمیان کی یہ دوستی کیسے اب تک باقی ہے
اس پر دونوں ہی حیران تھے۔

"کیا سوچ رہی ہو؟ وہ نالیوی؟ چھوڑ دینا چاہتی ہو مجھے۔ یا پھر ہاتھ تھام لینا چاہتی
ہو؟"

وہ اسی بھرپور شرارت سے مسکرا رہا تھا۔ لیبانہ بیگ کچھ نہیں بولی تھی۔ بتا اسے...
دیئے چہرہ پھیر گئی تھی' جیسے کہہ رہی ہو۔ "کرتے رہو بکواس۔"

"تم سمجھ رہی ہو۔ بکواس کر رہا ہوں میں' ہے ناں؟" مگر نہیں آئی ایم سیریس یار' ...
اگر تمہیں اگلے دس سالوں میں کوئی لڑکا نہیں ملتا تو میں حاضر ہوں۔ دنیا کے کسی بھی خطے میں ہو...
تم مجھے پکار لینا' میں پہنچ جاؤں گا۔" کیسی شرط رکھی تھی' اس کے سامنے وہ اب کے چپ نہیں رہ...
تھی۔

"مجھ پر اتنا برا وقت نہیں آیا' اور دس سال تو کیا' بیس سال بھی ایسے گزر گئے تو میں پکار
کر تمہیں آواز نہیں دوں گی۔"

"کیوں؟ کیا برا ہے مجھ میں' اچھا خاصا ہینڈسم ہوں۔ کول ہوں' ویل آف ہوں' تمہارا...

...سوالیاں دائیں بائیں پھرتی ہیں میرے۔"

"تو جاؤ پھر جا کر انہی سے باتیں کرو۔" وہ بیگ لے کر اٹھنے لگی تھی' جب اس نے اس
کے نازک ہاتھ پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"اے ہیلو! کہاں جا رہی ہیں آپ' میں یہاں آپ سے بات کرنے آیا ہوں۔ چیئرز اینڈ
...نہیں' خاتون ایسی کیا غلط بات کہہ دی میں نے' جو آپ اس طرح دامن چھڑا کر جا رہی
...یہی تو کہا ہے صرف کہ اگر آپ کے پاس کوئی چوائس نہ بچی تو تب میں حاضر ہوں۔ میں تو
...اول گریڈ کر رہا ہوں۔ آپ کی آخری چوائس بن کر' کم آن' آپ سمجھ کیوں نہیں رہیں بات؟"
وہ اس لمحے بھی قطعا سنجیدہ نہیں تھا۔ لیبانہ نے پلٹتے ہوئے اسے بھرپور خفگی سے دیکھا
...

"لک وی آر جسٹ گڈ فرینڈز' تم ایسی کوئی فضول بات مت کرو' جو بھی منہ میں آتا ہے'
...چلے جاتے ہو۔"

"میں معافی چاہتا ہوں' سوری۔" وہ یکدم سنجیدہ ہو کر بولا تھا۔

"اس او کے۔" وہ ایک پل میں نرم پڑی تھی۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"ویسے بائے دی وے' میں اس کے لئے سوری نہیں کہہ رہا۔"

"پھر؟" وہ چونکی تھی۔

"کل کی اس بات کے لئے؟"

"کس بات کے لئے۔"

"اس ایئر رنگ کے لئے۔"

"تم اس کے لئے مجھ سے سوری کیوں کر رہے ہو؟"

"وہ میرا نہیں تھا یار! تم بات سمجھ کیوں نہیں رہی ہو؟"

"میں سمجھ رہی ہوں' بتایا تو تھا تم نے۔ وہ کسی لڑکی کا تھا' ہے ناں؟" وہ طنز کر رہی تھی۔

"بٹ شی از ناٹ بی رانگ ٹومی۔ وہ وہاں میرے لئے نہیں آئی تھی۔ میرے ایک
...دوست کو میرا روم چاہیے تھا۔ میں نے دے دیا۔"
کتنی بڑی بات وہ کتنی بے شرمی' اور ڈھٹائی سے اسے بتا رہا تھا۔ وہ تو اس کی طرف
مسلسل دیکھ بھی نہ سکی تھی۔ چہرہ واضح انداز میں رنگ بدل چکا تھا۔

"تمہیں کیا ہوا؟ اوہ اچھا' مشرقی لڑکی سوری تمہارے سامنے تو ایسی کوئی بات کرنی ہی
نہیں چاہئے۔ بہت بدقسمت ہوگا تمہارا وہ مسٹر ہزبینڈ۔"

"بدقسمت کیوں' کسی دن ہوگا۔" وہ احتجاج کرتی ہوئی بولی تھی۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"ہاں کسی دن۔ تم جیسی بیور لڑکی جو اسے ملے گی۔ ان فیکٹ وہ بندہ کوئی ہی ہوگا۔" وہ …
لے سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"ایک بات بتاؤ۔" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی تھی۔ وہ پوری توجہ سے متوجہ ہوا تھا۔

"جی فرمایئے' آئی مین پوچھئے۔"

"تم اتنے غیر سنجیدہ کیوں ہو؟"

"یہ بات پوچھنا تھی آپ کو؟" وہ مسکرا دیا تھا۔ "خاتون' میری عمر کے لوگ … ہوتے ہیں۔ زندہ دل' جی دار' مزیدار' ہاں آپ کی عمر کی لڑکیاں مجنلی ضرور ہوتی ہیں' جیسے … مان لیجئے کوئی بوڑھی روح ہے آپ میں۔ کہیں آپ کی دادی مرنے کے بعد دوبارہ آپ … واپس تو نہیں آ گئیں؟ آئی سی یہ کیوں نہیں سوچا میں نے۔" وہ مکمل غیر سنجیدگی سے مسکرا رہا … قطعاً بھی محظوظ نہیں ہوئی تھی۔

"تم اتنے مختلف ہو مجھ سے' مجھے حیرت ہے' ہم ایک سال سے ساتھ کیسے ہیں؟ … دوستی ہوئی بھی تو کیسے...... تم بالکل میرے اپوزٹ ہو۔ میرے جیسے نہیں ہو۔" وہ بولی تھی … ہنستا چلا گیا تھا۔

"میں تم جیسا کیسے ہو سکتا ہوں۔ تم ایک لڑکی ہو اور میں لڑکا۔ اس لیے سوچ … دوسری بات یہ کہ دو اپوزٹ سائن ہی ایک دوسرے کو اٹریکٹ کرتے ہیں۔ بدھو" وہ شرارت … کہہ رہا تھا۔ وہ غصے کے باوجود جانے کیسے مسکرا دی تھی۔

"ویسے دی وے' آئی لائیک اٹ! آپ مسکراتی ہوئی اچھی لگتی ہیں۔ سمجھ لیجئے یہی … گڈ ریزن ہے' جس کی وجہ سے ہم دوست بنے۔"

"آئی مین تم جس طرح کی لڑکیوں کو لائیک کرتے ہو' میں تو ویسی نہیں ہوں۔" وہ … پر آتے ہوئے بولی تھی یعنی وہ اس کا موڈ بحال کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"ہاں آپ ویسی نہیں ہیں' خالصتاً دیسی ہیں۔ ٹیپکل ایشیائی ہیں' ٹریڈیشنل ہیں۔ … بڈھوں جیسا سوچتی ہیں' مگر کیا کروں پھر بھی اچھی لگتی ہیں۔" وہ سنجیدہ ہونے کا عادی بہت … وہ مسکرا دی تھی۔

"تم جب جانتے ہو' میں اتنی مختلف ہوں تو پھر میرے ساتھ رہنا کیوں پسند کرتے …"

"ہاں' وہ تو میں اب بھی کہتا ہوں آپ بورنگ ہیں۔ نہ میری طرح پارٹیز اٹینڈ کرتی … نہ کلبنگ کرتی ہیں۔ ہر وقت کتابوں میں سر دیئے بیٹھی رہتی ہیں مگر...... ایک بات میں جانتا … آپ جیسی واقعی کوئی نہیں ہے۔ ایک بات کوئی نہیں جانتا' میں جانتا ہوں۔" وہ شرارت … رہا تھا۔

"کیا؟"

"آپ اس دنیا کا بہت بڑا عجوبہ ہیں۔" وہ کھلکھلا کر ہنسا تھا۔

"اشعار!" اس نے ہاتھ کا مکا بنا کر اس کے بازو پر مارا تھا' مگر اسے مطلق پروا نہیں ہوئی … تھی۔

"دل چاہتا ہے' کئی بار چاہتا ہے' تمہیں اٹھا کر اس موم کے عجائب گھر میں رکھ آؤں۔ … نانو کی روح کو بہت سکون ملے گا۔ آئی سویئر وہ اس روز تم کہہ رہی تھی نا' ہم لڑکوں میں … نظروں والی ساری کوالٹیز ہوتی ہیں...... لیکن میں کہتا ہوں...... اور لڑکیوں کا تو پتا نہیں' … ساری لڑکیاں تمہارے جیسی ہوتی ہیں تو یقین کرو تم لوگ ڈنج سے کم نہیں ہوتی ہو۔"

"ڈنج......" اس نے اسے گھورا تھا۔

"Yeah DuckO Back Back Back"

وہ کھلکھلا کر ہنسا تھا' وہ اسے گھورتے گئی تھی' مگر تبھی وہ اس کا ہاتھ سنجیدگی سے تھامتا ہوا … رہا تھا۔

"لیکن' تم بہت اچھی ہو۔ اتنی اچھی کہ میرا دل چاہتا ہے تم جیسی دو دو ہوں۔" وہ پھر بھی … تھا۔ "ایک مجھ سے خفا ہو جائے' بات نہ کرے تو میں دوسری سے بات کرنا شروع کر دوں' … مجھے اگنور کرے تو میں دوسری کو ستانا شروع کر دوں۔ یہاں فینانہ...... وہاں فینانہ...... ہر جگہ … فینانہ۔"

وہ اتنی روانی سے' اور بے تکان بول رہا تھا کہ اس نے تھک کر سر ہاتھوں پر گرا لیا تھا۔

"کتنا بے فضول بولتے ہو تم۔"

"سن لو خاتون' خود جو میں تو تمہیں ایک روبوٹ ہی ملتا ہے۔ ویسے بولتی تو آپ بھی بہت … الگ بات ہے غصے میں بولتی ہیں' میں تو ہر وقت بولتا ہوں' ہر طرح بولتا ہوں' ہر جگہ بولتا … ہوں۔"

"اشعار......" اسے روانی سے بولتا دیکھ کر اس نے ٹوکا تھا۔ وہ ہنس دیا تھا۔ "اوہ کریزی … لو یو' آر ریئلی نائس گرل......" اس کا انداز ایسا تھا کہ وہ مسکرائے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"ایک بات کہوں' برا تو نہیں مانوں گی؟"

"اب کیا ہے۔ کہیں تم وہی تو نہیں کہنے والے جو ہر لڑکی سے کہتے ہو؟"

"کیا......؟" وہ چونکا تھا۔

"کہ تمہیں مجھ سے محبت ہو گئی ہے۔"

"اوہ لڑکی! تم بھی نا۔" مسکراتے ہوئے اس پر افسوس کرتے ہوئے وہ سر نفی میں ہلاتے

لگا تھا پھر گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولا تھا۔ "ایک بات بتاؤں' مجھے اس میز سے ... سکتی ہے' اس کرسی سے بھی میں بڑے شوق سے محبت کر سکتا ہوں۔ وہ جو سامنے دیوار ... اس سے بھی محبت کر سکتا ہوں۔ وہ جو سامنے کالی موٹی بھدی لڑکی چلی آ رہی ہے ... وومن...... میں اس سے بہت محبت کر سکتا ہوں' مگر تم سے۔" وہ پھر ہنسنے لگا تھا۔ "تم سے ... بہت مشکل ہے لینی' ڈیئر کریزی کول' تم ایک کمپلیٹ وائف پیکج ہو اور ابھی میں شادی کے ... نہیں ہوں۔"

وہ مسکرایا تھا۔ انداز میں ہی نہیں اس کی آنکھوں میں بھی شرارت تھی۔ وہ اسے گھور ... تھی۔

"ایسے کیوں گھور رہی ہیں آپ' بھئی کسی سے تو شادی کرنا ہے آپ کو پھر میں کیوں ... ' اور ایکسکیوزمی' میں آپ کو کوئی پرپوز وغیرہ نہیں کر رہا۔ میں دس سال بعد کی بات کر رہا ... جب آپ کو کوئی ڈھنگ کا ایک بھی شخص نہیں ملا ہوگا' اور آپ تنہا بیٹھی بڑھی ہو رہی ہوں گی ... میں آپ کے پاس آؤں گا' اور آپ سے آپ کا ہاتھ مانگوں گا' اور تب آپ بالکل بھی انکار ... سکیں گی۔"

وہ سنی ان سنی کرتی ہوئی بیگ شولڈر پہ ڈال چلی آئی تھی۔

"نکلوں گی اب' میوزک کلاس کا وقت ہو گیا ہے۔ وہ ماریہ کا بچہ میرا انتظار کر رہا ... بھی چلو گے یا یہیں بیٹھ کر میز اور کرسیوں سے عشق فرمانے کا ارادہ ہے؟"

"تم اپنی طرح کی ایک اکلوتی لڑکی ہو دنیا میں۔ میں ہر بار یہی سوچتا ہوں' اور ... سوچتا ہوں۔" وہ مسکراتا ہوا اس کے ساتھ ہو لیا تھا۔ "کریزی کول۔"

"تمہیں میرے ساتھ رہنا محال لگتا ہے۔" اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا تھا۔

"دشوار لگتا تو تمہارے ساتھ کیوں رہتا۔ تمہارے ساتھ میں کیوں رہتا ہوں' تمہیں ... پتا؟" سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ چونکی تھی پھر سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"اس کے دو ریزنز ہیں۔ نمبر ون یہ کہ تم ہر طرح سے ایک جنتی لڑکی ہو۔ سیدھی ... بھولی بھالی کچھ ہوشیار' اور چالاک بھی' مگر اتنی نہیں...... لیکن ایک بات میں ضرور جانتا ہوں۔ ... بیبر...... می نات اتو آگے جنت میں جانے کا کوئی چانس تو ہے نہیں سو چا دنیا میں ہی کچھ لطف ... لیا جائے۔ ایک جنتی لڑکی کی صحبت میں رہ کر کچھ تو ثواب ملے گا۔"

وہ پھر سنجیدہ نہ تھا' مگر اب کے وہ مسکرا دی تھی۔

"مسکراؤ مت' دوسرا ریزن بھی سن لو۔ نمبر دو یہ کہ مجھے اپنی دادی سے بہت محبت ہے ... مجھے تم میں کبھی اپنی دادی دکھائی دیتی ہیں۔ ان فیکٹ کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے میں اپنی دادی ...

... بیٹھا ہوں' اور بات چیت کر رہا ہوں۔ بس چشمہ نہیں لگاتی ہو تم ورنہ بولتی بھی انہی کی طرح ... تم تو سوچتی بھی انہی کی طرح ہو' اور ڈانٹتی بھی انہی کی طرح ہو۔"

وہ معمول کے مطابق پھر بے تکان بول رہا تھا لفظ جیسے اس کے آگے ہار جاتے تھے۔

"مگر ایک بات مختلف ہے۔ تم میری دادی سے زیادہ خوبصورت ہو۔" وہ شرارت سے ... تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔ "لینی' تمام لڑکیاں تم جیسی کیوں نہیں ہوتیں' کتنی بدھو ہو تم۔ وہ اتنی عقلمند ... ہیں۔"

"بدھو ہوں میں؟" لینی نے اسے گھورا تھا۔

"نہیں' بہت...... بہت...... بہت......" جملہ قصداً ادھورا چھوڑ کر وہ مسکرایا تھا اور راستے ... اختتام پر ہاتھ ہلاتا ہوا الٹے قدموں چلتا ہوا واپس مڑا تھا۔

"بہت زیادہ بدھو۔" وہ مسکرایا تھا۔

"ہائے اختیار۔" وہ مڑ گیا تھا۔ لینانہ ہنستی ہوئی آگے بڑھنے لگی تھی۔

●❀●
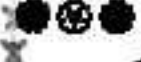
"کیا ہوا ہے تمہیں' یہ اس طرح کمرے میں اندھیرا کیے کیوں پڑے ہو' اور یہ اتنا حبس' ... لینانہ نے آگے بڑھ کر کھڑکیوں سے پردے سرکا کر شیشے کھول دیے تھے۔ "پورے تین ... سے غائب تھے تم۔ سیل بھی پاکستان واپس چلے گئے ہیں۔" وہ مڑی تھی۔ وہ کسمسا کر آنکھیں ... کھولتا ہوا اسے دیکھنے لگا تھا۔

"آپ ابھی بھی دادی آئی ہیں۔ تم تو سچ مچ ہی میری دادی کی طرح کرنے لگی ہو۔" وہ مسکرایا تھا' مگر انداز میں وہ تازگی نہیں تھی۔ چہرہ چپ رہا تھا۔ لینانہ کو تشویش ہوئی تھی' آگے بڑھی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے؟ اس طرح کیوں پڑے ہو؟" ہاتھ بڑھا کر اس کی پیشانی کو چھوا تھا جو ... طرح جل رہی تھی۔ تشویش سے اسے دیکھا تھا۔ "ہاں' تمہیں تو بہت تیز بخار ہے۔ کب سے ... بتایا کیوں نہیں؟"

اس نے کچھ دیر خاموشی سے لینانہ بیگ کو دیکھا تھا' پھر مسکرا دیا تھا۔

اس نے جلتی ہوئی پیشانی پہ ہاتھ دھرا
روح تک آ گئی تاثیر مسیحائی کی

"ہاں لڑکی' مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ میں جنت میں آ گیا ہوں؟ کہیں میں مر تو نہیں ... گیا؟" وہ حسب معمول غیر سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

"اس حالت میں بھی چین نہیں ہے تمہیں؟" لینانہ نے ڈپٹا تھا' مگر وہ مسکرا دیا تھا'

چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ اس کی حالت اچھی نہیں تھی۔
"کچھ کھایا پیا بھی ہے کہ نہیں؟ ڈاکٹر کو دکھایا؟"
"ہاں! ابھی ابھی دیکھ کر گیا ہے۔ ہمت نہیں تھی جانے کی۔ کال کر کے بلا لیا۔ کھانا ... نہیں ہے۔" وہ تکیے کے سہارے ٹیک لگا کر بیٹھا تھا۔
"کچھ بنا دوں تمہارے لئے؟ کیا کھاؤ گے؟ دلیہ یا......"
"نہیں! ایسا کچھ نہیں! کچھ اچھا سا بنا دو' اور اپنے ہاتھوں سے کھلا بھی دو۔" اس ... فطری برجستگی اب بھی ویسی تھی۔
"بیماری میں بھی فرق نہیں پڑا۔ لگتا ہے بخار سر کو چڑھ گیا ہے۔"
"ہاں ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ' لگ رہا ہے جیسے بخار سر کو چڑھ گیا ہے۔ آپ ... ہیں میرے لئے اپنے ہاتھوں سے؟"
"کیا کھائیں گے آپ۔ دلیہ تو آپ نے منع کر دیا' پھر کیا بریانی بنا دوں؟" ... بولی۔
"آہ نیکی اور پوچھ پوچھ۔ آپ تو زہر بھی کھلائیں گی تو شوق سے کھا لوں؟"
"دوائی ہے؟" فینانہ نے سائیڈ ٹیبل پر میڈیسن پڑی دیکھ کر دریافت کیا تھا۔
"ہاں زندہ جو رہنا ہے۔ اسی میں ہیں ساری میڈیسن' پلیز میرا ایک کام کر دو۔"
"کیا؟"
"ایک کپ کافی بنا دیجئے۔ بہت دل چاہ رہا ہے' مگر اٹھنے کی ہمت نہیں۔"
"آپ کے میٹس کہاں ہیں؟"
"کسی نے پوچھا نہیں؟"
"ویک اینڈ ہے۔ آپ تو جانتی ہیں' یہاں ویک اینڈ کا تصور بالکل مختلف ہے۔"
"ہاں میں جانتی ہوں۔" وہ بیگ رکھ کر اس کے لئے کافی بنانے کے لئے کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔
"کافی کے ساتھ کچھ لینا چاہو گے آپ؟" وہیں سے دریافت کیا تھا۔
"جو بھی دے دو گی' کھا لوں گا۔" سعادت مندی کی حد تھی۔ اس کی طرف سے ... مسکرا دی تھی۔
"کبھی کبھی آپ بالکل بچوں جیسی حرکتیں کرتے بالکل معصوم بچے سے لگتے ہیں۔"
"ہاں میری دادی بھی یہی کہتی ہے۔ بہت سی باتوں میں تم میری دادی کے جیسے ... اور محسوس کرتی ہو۔" وہ یقیناً پھر غیر سنجیدہ تھا۔

"اتنی ڈھیر ساری تو گرل فرینڈز ہیں تمہاری۔ ان میں سے کوئی نہیں آئی ادھر؟"
"تم آئی تو ہو۔"
"میں! ایکسکیوز می! میں تمہاری گرل فرینڈ نہیں ہوں۔"
"ہاں نہیں ہو' مگر لڑکی دوست تو ہو۔ ہو نا؟" وہ شرارت آنکھوں میں لئے مسکرا رہا تھا۔ وہ ... ہو چکی تھی' کیا کہتی' بس مسکرا دی تھی۔
"ہاں لڑکی ہوں' اور تمہاری دوست بھی ہوں۔"
"یہی بات تو میں کہہ رہا ہوں۔"
فینانہ نے اسنیکس نکال کر پلیٹ میں رکھے تھے' اور کافی کا کپ لے کر اس کی طرف آ گئی تھی۔
"تم یہ کھاؤ' جب تک میں تمہارے لئے کچھ اور بنا دیتی ہوں۔"
"ارے نہیں' یہ اتنا کچھ کافی ہے۔ بیمار بندہ کتنا کچھ کھائے گا اس بیماری میں۔ شرط صرف ... ہاتھ سے کھانا تھا' وہ پوری ہو گئی۔ آدھی باقی بچ گئی ہے۔ چاہو تو وہ بھی پوری کر دو۔ اس ... زان یو۔"
"کیا؟" وہ چونکی تھی۔
"اپنے ہاتھوں سے کھلا دو۔" انداز میں معصومیت بھی تھی' لجاجت بھی۔
"تم بھی نا......" وہ مسکرا دی تھی۔ وہ کافی کے سپ لینے لگا تھا۔
"منہ تو دھو لو۔"
"ابھی تھوڑی دیر پہلے ہاتھ منہ دھویا تھا۔ گندہ نہیں ہوں صرف بیمار ہوں۔" وہ نقاہت سے بولا' اور سینڈوچ کھانے لگا تھا۔
"میری اماں کہتی ہیں بیماری میں بندہ بالکل بچہ بن جاتا ہے۔ تمہیں دیکھ کر لگتا ہے وہ ٹھیک کہتی ہیں۔" فینانہ بولی تھی۔ وہ اونگھ رہا تھا' تبھی وہ بولنے لگی تھی۔ "میں پریشان ہو رہی تھی۔ کم از کم بتا تو دیا ہوتا' بیمار ہو' فون تک نہیں کیا۔ تین دن تک خبر تک نہیں دی۔ آج سوچا خود ہی خبر لے لوں۔"

"So You were missing me?"

وہ مسکرایا تھا۔ فینانہ مسکرا دی تھی پھر برملا وہ بولی تھی۔

"Of course, I missed you. why? why You are asking, what`s so amazing?"

"تھنگ؟" وہ کافی کا سپ لیتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"تمہیں بخار تیز ہے۔ تم آرام کرو۔ دو تین دن تک کالج بھی مت آنا۔" وہ ہدا[illegible]
رہی تھی۔

"اور تم مجھے مس بھی نہیں کرو گی۔" وہ بچوں جیسے شاکی انداز میں بولا تھا۔ سینڈوچ [illegible]
سے چھوٹ گیا تھا۔

"اوہ۔" فیانہ کو اندازا ہوا تھا۔ وہ واقعی اس وقت کمزوری اور نقاہت محسوس کر رہا تھا۔
اس نے اسے ہیلپ آؤٹ کرنے میں دیر نہیں کی تھی۔ اس کے ہاتھ سے سینڈوچ کی پلیٹ لی تھی
اور اپنے ہاتھوں سے اسے کھلانے لگی تھی۔

"تم نے مجھے میرے بچپن کی یاد دلا دی۔ میری دادی بھی مجھے بالکل ایسے ہی کھلایا [illegible]
تھیں۔" وہ مسکرا دیا۔

"ہاں بتا چکے ہو تم، کئی بار۔" وہ جیسے اکتائے ہوئے انداز میں بولی تھی۔
"اچھا مجھے یاد نہیں پڑتا۔" وہ خجالت مٹانے کو مسکرایا تھا۔
"تمہیں تو کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔" وہ بولی تھی۔ وہ جانے کیوں اسے بغور دیکھنے لگا [illegible]
وہ متواتر اسے کھلاتی رہی تھی۔

"ہاں مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔"
انداز کچھ بدلا تھا، لہجہ بھی..... فیانہ نے اسے بغور دیکھا تھا۔
"ہوش میں آؤ، کیا سوچ رہے ہو تم؟" باقاعدہ سے ڈپٹا تھا۔
"نہیں بتاؤں گا۔"
"کیوں؟"
"بتاؤں گا تو تم یہاں سے اٹھ کر چلی جاؤ گی۔"
"اچھا ایسا کیا سوچ رہے تھے تم؟ اتنا یاد رکھو، آئی کین ریڈ مائنڈ۔" وہ باور کراتی ہوئی
بولی تھی۔

"اچھا بتاؤ پھر میں کیا سوچ رہا تھا؟"
"کیوں بتاؤں، تم نے کبھی کچھ اچھا سوچا ہے، جواب سوچو گے۔"
"تم بچ رہی ہو فیانہ، وہاٹ آئی واز تھنکنگ؟ کم آن ٹیل می۔" وہ جیسے سب کچھ جان لینے
کے درپے تھے۔ "احمار، تم بھی نا..... بالکل اوٹ پٹانگ سوچتے ہو۔ کب تک بچوں کی طرح بنے
رہو گے؟"

"جب تک تم مجھے دادی کی طرح ٹریٹ کرتی رہو گی۔" وہ مسکرایا تھا۔ "آف کورس ناٹ
میں بچہ نہیں رہا یار، سمجھدار آدمی ہوں، لیکن جانے کیوں تمہارے سامنے بچہ بن جانے کو دل چاہتا

ہے۔"

"کیوں؟" اس کے اقرار پر فیانہ نے دریافت کیا تھا، مگر وہ کوئی جواب دیے بغیر
[illegible]ے اچکا کر مسکرا دیا تھا۔
"دادی کہتی ہیں، جس لڑکی کے سامنے ایک مرد خود کو بے بس اور بچہ محسوس کرے، اس
[illegible]ی میں کوئی خاص بات ہوتی ہے۔"
"اچھا کیا خاص بات؟" وہ پہلی بار محظوظ ہوتی ہوئی مسکرائی تھی۔
"یہ تو پتا نہیں، مگر کچھ خاص بات ہوتی ہے۔ دادی کہتی ہیں۔ وہ لڑکی سب کچھ کر سکتی
[illegible]ہے تو اس مرد کو جس بھی اینگل پر موڑ دے، کچھ بھی بنا دے..... سنوار دے یا بگاڑ دے،
[illegible]ر اس کے ہاتھوں میں جیسے کوئی جادو سا ہوتا ہے، اور اس کے سامنے وہ آدمی بالکل موم سا ہوتا
ہے۔"

پہلی بار وہ اسے متاثر کن لگا تھا، اپنی گفتگو کے باعث..... وہ مسکرا دی تھی۔
"تمہاری دادی ٹھیک کہتی ہیں؟"
"تمہیں کیا لگتا ہے؟"
"تمہیں کیا لگتا ہے؟ تم تو لڑکی ہو، تم تو جانتی ہو گی؟" اس نے دریافت کیا تھا، پھر خود
[illegible]نس دیا تھا اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا تھا۔ "تم کیسے جان سکتی ہو۔ تم نے تو آج تک کوئی
[illegible]ے فرینڈ بنایا ہی نہیں۔ کتنی بدھو لڑکی ہو تم۔ اپنے ان کو کیسے جانو گی؟ لڑکوں کو جاننے کے لیے
ان کے قریب رہنا ضروری ہے، اور تم انہی سے دور بھاگتی ہو۔ کوئی میرے جیسا نہ ملا تو مستقبل
میں کیا کرو گی؟" وہ فکرمند ہوا تھا۔
"تمہارے جیسا؟" وہ چونکی تھی۔
"مسٹر پرفیکٹ؟" وہ بولا تھا، اور مسکرا دیا تھا۔
"اوہ....." وہ بھی مسکرا دی تھی۔
"مگر مجھے تم جیسے مسٹر پرفیکٹ کی تلاش نہیں ہے۔"
"پھر کیسے بندے کی تلاش ہے؟ وہ جو ریموٹ کنٹرول سے چلتا ہو؟"
بیماری میں بھی اس بندے کا دماغ کتنا تیز چلتا تھا۔ وہ اسے نیا سینڈوچ کھلانے والی
تھی۔ جب اس نے اس کا ہاتھ روک دیا تھا۔ ہاتھ سے ہاتھ ٹکرایا تھا۔ بس ایک آہنگ سا جاگا گیا
تھا۔ وہ اسے بغور دیکھنے لگا تھا۔ نظروں کے تیور..... رنگ..... ایک پل میں بدلے تھے..... وہ چہرہ
[illegible] گیا تھا۔
"فیانہ، تھینکس۔"

"اٹس او کے، تھینکس ان فرینڈشپ، رائیٹ؟"
وہ اس نہج پر بالکل نہیں پہنچی تھی۔ نہ سوچا تھا۔ جس پر اس لمحے وہ تھا۔ اس کی طرف مکمل گریزاں تھا۔ متوجہ تک نہ تھا۔ دانستہ نہیں دیکھ رہا تھا۔
"کیا ہوا؟" لعیانہ چونکی تھی۔
"کچھ نہیں، اب آرام کروں گا۔ تھینکس فور یور کیئر، تھینکس فور یور کنسرن، تم نے ... لیے آج بہت کیا؟" وہ اس کی جانب دیکھے بغیر تکیہ ٹھیک کرنے لگا تھا۔
"اوہ کم آن! ایسا کیا کیا ہے میں نے تمہارے لیے۔ صرف ایک کپ کافی، اور ... وہ تمہاری بریانی کی فرمائش تو وہیں رہ گئی۔ بنا دوں اگر دل چاہ رہا ہو تو؟" وہ مسکرائی۔
"نہیں تم جاؤ۔"
"کیوں؟ کیا ہوا؟" وہ چونکی تھی۔
"کچھ نہیں، تم بس جاؤ یہاں سے۔"
"وہی تو پوچھ رہی ہوں۔ اچانک ایسا کیا ہوا ہے کہ تم مجھے دھکے دے کر نکال رہے ہو..." وہ مسکراتی ہوئی معمول کے مطابق پوچھ رہی تھی، مگر اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر ... میں ہلا دیا تھا۔ لعیانہ نے اسے بغور دیکھا تھا۔
"اشعار۔"
"ہاں۔"
"کیا ہوا؟ آر یو او کے؟"
"کچھ نہیں یار، ٹھیک ہوں میں۔"
"I am OK, Alright, perfect!" وہ زبردستی مسکرایا تھا۔
"کیا چھپا رہے ہو تم مجھ سے؟" وہ بغور جانچتی ہوئی بولی تھی۔
"کچھ نہیں، وہ بس۔" اس نے غالباً کسی الجھن میں جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔
"وہ بس کیا؟ کیا سوچ رہے ہو تم؟"
"جو سوچ رہا ہوں، تمہیں نہیں بتا سکتا۔"
"ایسی کیا بات ہے جو تم مجھے نہیں بتا سکتے۔" اس نے اصرار کیا تھا، وہ کچھ دیر تک چپ ... تھا پھر اسے دیکھنے لگا تھا۔
"تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا۔"
"میرے بارے میں؟" وہ چونکی تھی۔
"میرے بارے میں کیا؟" کچھ نہ پائی تھی تو وضاحت مانگی تھی، پھر یکدم سوچ ...

گھورا۔ اس جگہ پہنچے تھے تو اسے بھرپور غصے سے گھورا تھا۔ "اشعار تم......"
"کیا؟" وہ نارمل انداز میں بولا تھا۔
"تم میرے بارے میں......"
"تمہارے بارے میں کیا؟"
"تم میرے بارے میں ایسا سوچ رہے تھے؟ ہاؤ کڈ یو۔"
"اوہ کم آن، تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں ویسا کچھ نہیں سوچ رہا تھا۔ میں تو بس......"
"بس کیا؟" وہ اسی تفتیشی انداز سے پوچھتی ہوئی اسے دیکھنے لگی تھی۔
"یار یہ گھورنا تو بند کرو؟" وہ یکدم مسکرا دیا تھا۔ "آئی واز کڈنگ، تمہیں مجھ پر ٹرسٹ نہیں؟ تمہارے بارے میں کچھ غلط سوچ سکتا ہوں میں؟ تمہیں ایسا لگتا ہے؟ ایسا کر سکتا ہوں میں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔
"پھر کیا سوچ رہے تھے تم؟"
"کچھ غلط نہیں۔" وضاحت دی تھی۔
"پھر بھی۔" لعیانہ نے پھر جتانا ضروری خیال کیا تھا۔
"کچھ نہیں تم فی الحال جاؤ یہاں سے، پھر بات کریں گے۔ اس وقت میں تم سے بات نہیں کر سکتا۔ خود پر کنٹرول رکھنا دشوار ہو رہا ہے، میں بات نہیں کر پاؤں گا، اور تمہیں کبھی کھونا بھی نہیں چاہوں گا، سو تم......"
اشعار بیزار سا بولا تھا، اور وہ اسے حیرت سے تکتی رہ گئی تھی۔

●●●

"You......" فیانہ بیگ نے اپنے طور پر قیاس کر کے اسے بے یقینی سے دیکھا تھا۔ انداز میں ایک افسوس تھا۔ اعتبار پیرزادہ نے اس کی حد میں کھنچتے ہوئے فوراً اسے دیکھا تھا۔

"Hey! Don't think that. ایسا کچھ نہیں ہے' جیسا تم سمجھ رہی ہو۔" اس نے فوراً وضاحت دی تھی' مگر فیانہ اس کی طرف دیکھے بغیر ایک لمحے میں اٹھی تھی۔

"فیانہ......"

اعتبار نے پکارا تھا' مگر وہ سنی ان سنی کرتی بیگ شولڈر پر ڈالتی ہوئی آگے بڑھی تھی۔ اعتبار پیرزادہ نے ایک لمحے میں اٹھ کر اس کی سمت پیش قدمی کی تھی۔

"فینی میری بات سنو تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔"

مگر فینی نے سنی ان سنی کرتے ہوئے قدم آگے بڑھا دیے تھے۔ اعتبار پیرزادہ نے آگے بڑھ کر اس کا رستہ ایک لمحے میں روک لیا تھا' اور بے اختیاری میں اس کا ہاتھ ہاتھ میں لیا تھا' مگر فیانہ نے اسے جس خفگی سے دیکھا تھا اس پر احساس کرتے ہوئے اس نے دوسرے ہی پل اس کا ہاتھ اپنی گرفت سے آزاد کر دیا تھا' اور پر تحمل انداز میں گویا ہوا تھا۔

"آئی ایم سوری۔"

فینی کچھ نہیں بولی تھی۔ کچھ دیر تک وہ چپ رہا تھا۔ ساکت کھڑا اسے دیکھتا رہا تھا' پھر قدرے توقف سے ہمت کرتے ہوئے وضاحت دی تھی۔

"دیکھو تم...... فیانہ میرا ایسا کچھ مطلب نہیں تھا۔ میں تو......"

"اعتبار......؟ تم میرے بارے میں ایسا سوچتے ہو؟ کیا سمجھتے ہو تم؟ کیا سمجھ رکھا ہے تم نے لڑکی کو......؟ میں تمہیں اپنا اچھا دوست سمجھتی ہوں۔ ٹرسٹ کرتی ہوں تم پر۔ یہاں ملنے آ جاتی ہوں تمہیں' تمہارا خیال کرتی ہوں۔ پورے خلوص سے تمہارے بارے میں فکر کرتی ہوں' اور تم؟ صرف ایک بات سے آگے تمہاری سوچ......"

وہ روانی سے بول رہی تھی۔ جب یکدم ہی اعتبار پیرزادہ نے اس کے لبوں پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھ کر اسے مزید بولنے سے روک دیا تھا۔ ماحول میں اچانک ایک سکوت چھا گیا تھا۔

فیانہ بیگ اسے چپ چاپ دیکھ رہی تھی۔ ایک جلتے ہوئے ہاتھ کا لمس اس وقت اس کے چہرے پر تھا۔ اس کے لبوں پر تھا۔ ایسا نہیں سوچا تھا اس نے...... اعتبار پیرزادہ اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔ ان آنکھوں میں...... ان آنکھوں سے جھلکتی اس تپش میں کچھ تھا۔ وہ کچھ نہیں تھا جو کہ وہ اس سے جھگڑ رہی تھی۔ وہ بنا کچھ کہے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کا ہاتھ جوں کا توں اس کے چہرے پر تھا۔ فیانہ بیگ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس ہاتھ کو اپنے چہرے پر سے ہٹا سکتی' اور وہ جیسے اس لمحے مناسب لفظوں کی تلاش میں تھا...... جیسے اسے بھی کسی' اور شے کا احساس اس لمحے ہوا تھا' مگر جب ہوا تھا تو دوسرے ہی لمحے اس نے اپنا ہاتھ اس کے چہرے پر سے ہٹا لیا تھا' اور کسی شرمندہ ہوتے ہوئے نگاہ پھیر گیا تھا' جیسے اس سے کوئی سنگین غلطی سرزد ہوئی ہو۔

"آئی ایم سوری۔"

ایک مختصر جملے نے کمرے کے سکوت میں ایک ارتعاش کیا تھا۔ وہ دانستہ جیسے اس کی طرف دیکھنا نہیں چاہتا تھا' مگر وہ اس لمحے اس شخص پر سے اپنی نگاہ ہٹا ہی نہیں سکی تھی۔

"میرا ایسا کچھ ارادہ نہیں تھا۔ آئی واز ناٹ فیلنگ لائک دیٹ۔

"But I can't....rather whatever I was feeling...I can't..." مدھم لہجے میں ایک خاص آہنگ تھا۔ اس ایک لمحے میں کیا تھا۔ فیانہ بیگ سمجھ نہیں پائی تھی' مگر اسے وہ ایک لمحہ اپنے گرد ایک مضبوط حصار باندھتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ وہ شخص اس لمحہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کا رستہ روکے' اس سے نظر چرائے۔

ایسا کیا تھا اس کی نظروں میں...... جسے وہ چھپانا چاہتا تھا۔

ایسا کیا تھا اس کے دل میں......

اس کے دل کی دھڑکنوں میں اس ایک لمحے میں اتنا ارتعاش تھا کہ وہ ایسا کچھ سوچنے کے قابل بھی نہیں رہی تھی۔ سینے میں موجود دل کی دھڑکنوں کی آواز اس کی سماعتیں بخوبی سن رہی تھیں۔ اردگرد کا سناٹا جیسے اس آواز سے بے خبر نہ رہا تھا۔ وہ اپنی کیفیت پر آپ حیران رہ گئی تھی۔ ایک لمحے میں حرکت کی تھی' اور چلتی ہوئی وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔

اعتبار پیرزادہ نے خاموشی سے اسے جاتا ہوا دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک غبار سا تھا۔ یکدم مڑ کر اس نے ہاتھ کا مکا بنا کر دیوار پر مارا تھا۔ جیسے وہ اپنے اندر کے اس احساس پر بھرپور طور پر پشیمان ہو۔

اس کی خوشبو اب بھی یہیں تھی۔ وہ یہاں نہیں تھی' اور جانے کیوں اسے کچھ بھی اچھا نہ لگا تھا۔

●●●

"کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ اتنے دنوں سے تم مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہی ہو؟ میری طرف دیکھ کیوں نہیں رہی ہو؟ ایسا کیا کہہ دیا ہے میں نے؟ ایسا کیا کر دیا ہے؟ وائے آر یو بیونگ لائک دیٹ؟"

وہ لائبریری میں بیٹھی تھی جب وہ چلتا ہوا اس کے سامنے آن بیٹھا تھا۔ اردگرد کا ماحول اس گفتگو کے لئے مناسب نہ تھا۔ لیانہ کو خبر تھی ابھی کچھ دیر میں اس کے ردعمل کے طور لائبریرین نے اسے اٹھا کر بڑے آرام سے باہر پٹخ دینا تھا۔

"ایسے گھور کیا رہی ہو تم؟ چلو اچھا ہے کسی بہانے آپ نے مجھے دیکھنا گوارا تو کیا۔"

اس شخص کا اپنا ایک مزاج تھا۔ اپنا ایک رنگ تھا۔ اسے اردگرد کے ماحول سے پتہ ہی فرق نہیں پڑتا تھا۔ "مجھے پڑھنے دو اخفار! میں تم سے بعد میں بات کروں گی۔"

"بعد میں کیوں؟ ابھی کیوں نہیں؟ لیانہ آپ اگر یہ سمجھ رہی ہیں کہ میں آپ کے اس رویئے سے تنگ آ کر آپ کو چھوڑ دوں گا تو...... تو آپ غلط سوچ رہی ہیں۔"

ایک پل میں وہ اپنے فطری رنگ میں تھا۔ اس کے لبوں کی شوخ مسکراہٹ پہلے کی طرح اتنی ہی تروتازہ تھی۔ لیانہ اسے زیادہ دیر نہیں دیکھ سکی تھی۔ نگاہ جھکا کر دوبارہ کتاب پر مرکوز کی تھی۔

"نہیں میں ایسا کچھ نہیں سوچ رہی' اور مجھے ایسا کچھ سوچنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" اس نے لاتعلقی سے کہا تھا' اور کتاب کو بغور دیکھنے لگی تھی۔

"اگر میں نے آپ کو آفینڈ کیا ہے تو میں اس کے لئے سوری کہتا ہوں' لیکن آپ اس طرح مجھ سے لاتعلقی اختیار کریں گی تو ٹرسٹ می میں...... میں واقعی جوگ لے لوں گا۔" وہ شخص کبھی سنجیدہ نہیں ہو سکتا تھا۔

لیانہ بیگ نے اس کی طرف دیکھا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے آگے بڑھا دیا تھا۔

"فرینڈز اگین۔"

دوستانہ لہجے میں کسی شک کی گنجائش نہیں تھی۔ لیانہ نے اس کی طرف دیکھنے سے زیادہ بھر چشمے کے پیچھے سے گھورتی لائبریرین کو دیکھنا چاہا تھا۔ اخفار پیرزادہ نے اس کی آنکھوں کے تعاقب میں نگاہ موڑ کر لائبریرین کو دیکھا تھا پھر یکدم اس کا ہاتھ تھام کر اسے کھڑا کیا تھا۔

"اخفار......" کسی قدر خفگی سے دیکھتے ہوئے اپنی کتابیں سمیٹی تھیں' اور چلتے ہوئے اس کے ساتھ باہر آ گئی تھی۔

"ہم پھر سے دوست ہیں؟" وہ مسکراتے ہوئے دریافت کر رہا تھا۔ وہ اسے گھور کر رہ گئی

تھی۔

"عجیب شخص ہو تم' نہ پڑھتے ہو نہ پڑھنے دیتے ہو۔ تمہیں خود اپنی تو کوئی فکر نہیں ہے' مگر دوسروں کا تو کچھ خیال کرو۔"

"خیال۔" ایک لمحے میں بے ساختگی میں اس کا ہاتھ تھاما تھا پھر دوسرے ہی پل چھوڑتے ہوئے بات جاری رکھتے ہوئے بولا تھا۔ "خیال ہی تو ہے آپ کا۔ آپ کا خیال نہ ہوتا تو آپ کے پاس یوں آتا؟ پتا ہے مجھے کیا لگتا ہے۔ آپ کے سامنے سر پھوڑنے سے کہیں بہتر ہے میں اس موٹے عدسے والے چشموں والی لائبریرین جیلن کے پاس جا کر کوئی میٹھی سی واکلن کی دھن بجاؤں۔ کم از کم وہ مجھے مسکرا کر دیکھے گی تو سہی۔"

اس کا انداز ایسا تھا کہ لیانہ بیگ مسکرائے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔ اس کی نرمی دیکھتے ہی اس نے مسکراتے ہوئے اس کے سامنے اپنا چوڑا مضبوط ہاتھ پھیلا دیا تھا۔ یکدم ہی بوندا باندی شروع ہو گئی تھی۔

"فرینڈز!" اس شخص کی آنکھیں اتنی بے ریا تھیں' کہ وہ چند لمحے اس کی سمت دیکھتی رہی تھی اور اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"ویسے لائک اے گڈ گرل' ویسے آپ جب بھی مسکراتی ہیں نا......"

"تو تمہیں تمہاری دادی یاد آتی ہیں۔" وہ تیزی سے اس کی بات مکمل کرتی ہوئی بولی تھی' اور وہ کھلکھلا کر ہنس دیا تھا۔

"آپ کو کیسے پتا چلا؟"

"یہ بات تم پہلے بھی کئی بار کہہ چکے ہو۔"

"اچھا؟ مجھے یاد نہیں پڑتا' مگر اس وقت میں یہ کہنا نہیں چاہ رہا تھا۔ اس وقت میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ......" بوندا باندی کچھ بڑھی تھی۔ ان کے پاس کوئی چھتری نہیں تھی۔ لیانہ نے بھیگنے سے بچنے کے لئے ایک گھنے درخت کے پیچھے پناہ لی تھی۔ اخفار نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

"پہلے مجھے واقعی یہی لگتا تھا کہ آپ ہنستی ہیں تو میری دادی کی طرح لگتی ہیں' مگر اب مجھے لگتا ہے کہ آپ ہنستی ہیں تو...... ان سے بھی زیادہ اچھی لگتی ہیں۔"

اس کا انداز وہی بے فکر تھا۔ وہ مسکرائے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"میری دادی سنیں گی تو کلیم کر دیں گی۔" وہ شرارت سے بولا تھا' اور کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔ وہ اسے بغور دیکھنے لگا تھا۔

"آپ ہنستی ہیں تو بارش ہوتی ہے۔ جیسے اس وقت ہو رہی ہے۔"

"اخفار تم لفظوں کے ساتھ کم از کم میرے سامنے تو مت کھیلا کرو۔ تم جانتے ہو میں عام

لڑکیوں کی طرح بے وقوف نہیں ہوں۔" وہ اپنی دھڑکنوں کے ارتعاش پر قابو پاتی ہوئی نارمل انداز سے بولی تھی۔

"ہاں جانتا ہوں آپ دوسروں سے مختلف ہیں۔ تبھی تو ہم دونوں ساتھ ہیں۔ میں بھی دوسروں سے بہت مختلف ہوں۔ ہوں ناں؟" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ اسی انداز میں کہتا ہوا مسکرایا تھا۔

اس نے جانے کیوں اس گھڑی سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔ "مگر کبھی کبھی مجھے تم بالکل اچھے نہیں لگتے ہو۔"

"اور کبھی کبھی مجھے آپ بہت اچھی لگتی ہیں۔ بالکل اس بارش کے جیسی۔ شفاف تازہ ..... اور بے حد فریب .....۔"

وہ ایک لمحے میں پھر وہی تیر اچھال رہا تھا۔ وہ اس کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھی۔ تبھی برا مانے بغیر مسکرا دی تھی۔

"مجھے گھر جانا ہے اشعار اور یہ بارش۔"

"کیا کروں وہاں پارکنگ لاٹ تک آپ کو یونہی چل کر جانے کا رسک لینا ہوگا یا پھر کروں اگر آپ کہیں بازوؤں میں اٹھا کر لے جاؤں؟" وہ گھورنے لگی تھی مگر وہ اسی ڈھٹائی سے مسکرا رہا تھا۔ "اچھا نہیں ٹھیک ہے آپ کی مرضی، مگر اس سے زیادہ شاندار آفر میں آپ کو نہیں دے سکتا تھا۔ اب آپ بتا دیں آپ کیا چاہتی ہیں۔"

"میں کچھ نہیں چاہتی۔ صرف جلد از جلد گھر واپس پہنچنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں ٹھیک ہے پھر تم میرا ہاتھ پکڑ لو۔ ہم ساتھ ساتھ چل کر اس گاڑی کے پاس جا سکتے ہیں۔" وہ شرارت سے کہتا ہوا مسکرایا تھا۔

"چلنے کے لئے آپ کا ہاتھ ضروری نہیں ہے۔ چلنا مجھے ان قدموں پر ہے۔ اینڈ آئی کین ڈو دیٹ۔"

"آل رائیٹ تو چلیں پھر۔" وہ یوں اجازت دے رہا تھا۔ جیسے وہ اس کی اجازت کی ہی تو منتظر ہو۔ لبانہ بیگ نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

ایک تو بارش کی وجہ سے فضا میں خنکی یکدم ہی بڑھ گئی تھی۔ اس نے حفاظتی اقدامات کے طور پر کوئی گرم کپڑے بھی نہ پہنے تھے۔ اس لمحے بھی اس کا وجود کسی پتے کی طرح کانپ رہا تھا، مگر وہ اس پر قطعاً اپنی کوئی کمزوری ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی، سو بنا اس کی طرف دیکھے چل پڑی تھی۔

"لبانہ ..... لبانہ۔" اس نے اس کے ساتھ چلنے کے لئے لمبے لمبے قدم لئے تھے اور دوسرے ہی لمحے وہ اس کے ساتھ تھا۔ ایک لمحے میں اس نے اپنا جیکٹ اتارا تھا، اور اس کے

شانے پر ڈال دیا تھا۔ وہ رک گئی تھی، اور برستی بارش میں اسے حیرت سے تکنے لگی تھی، مگر وہ بے فکر سے انداز میں اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا تھا۔

"چلو لبنیٰ، تمہیں دیر ہو رہی ہے۔" کہنے کے ساتھ ہی اس نے قدم آگے بڑھا دیئے تھے۔ کیا مختلف انداز تھا اس کا ..... لمحہ بھر کا وہ تاثر بھولنے والا نہ تھا۔ وہ تحفظ کا احساس بہت گہرے رنگ چھوڑ گیا تھا۔ لبنیٰ کچھ لمحوں تک وہیں کھڑی اس کی چوڑی پشت کو دیکھتی رہی تھی۔ اشعار نے چلتے چلتے ایک بار مڑ کر اسے دیکھا تھا، اور مسکرا کر ہاتھ کے اشارے سے اسے آگے بڑھنے کی ترغیب دی تھی۔ اس نے جب میکانکی انداز میں قدم اٹھائے تھے، اور اس کے پیچھے چل پڑی تھی۔

کچھ تھا اس لمحے میں .....

کیا ..... ؟

وہ قطعاً نہیں سمجھ پائی تھی .....

مگر یکدم ہی ان سرد لمحوں میں اس کے اندر ایک پرحدت احساس نے سر اٹھایا تھا۔ جس کے باعث موسم کی خنکی نے یکدم ہی اپنے قدم سمیٹ لئے تھے۔

●●●

"تمہیں لگتا ہے تم نے کبھی محبت کی ہے؟"

"محبت؟" وہ چونکی تھی۔ موضوع اتنا نیا تھا کہ وہ حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔ اشعار داؤد نے اس سے قبل اس طرح اس انداز سے اس سے دریافت نہیں کیا تھا۔ "کیوں؟" اس نے الٹا جواب دینے کے بجائے سوال داغ دیا تھا۔

"یونہی کیوں کوئی پرابلم ہے؟" وہ مسکرا دیا تھا۔

"نہیں۔"

"پھر؟"

"اشعار ڈونٹ بی اسٹوپڈ اب کوئی الٹی سیدھی بات مت کرنا۔ میں بالکل بھی برداشت نہیں کروں گی۔" وہ دھمکی دینے والے انداز میں بولی تھی، مگر وہ ہنس پڑا تھا۔

"اب ہنس کیوں رہے ہو؟" وہ گھورتے ہوئے بولی تھی۔

"کچھ سوچ رہا تھا۔"

"کیا؟"

"اگر تمہاری، اور میری شادی ہو جاتی ہے تو تم تو مجھ پر بہت رعب جماؤ گی۔ دھمکیاں دے کر سارے 'ناٹھیک' بھی 'ٹھیک' کروا لیا کرو گی۔ ویسے شادی کے بعد کچھ 'ناٹھیک' 'ٹھیک' ہونے کا چانس رہتا نہیں ..... کیوں کہ شادی کے بعد سب 'ناٹھیک' برداشت کرنے کی اتنی عادت

پڑ جاتی ہے کہ پھر سب کچھ ٹھیک ٹھیک ہی لگتا ہے۔" وہ ہنسا تھا' اور وہ بھی ہنس دی تھی۔

"تم بہت اسٹوپڈ ہو اختیار' اگر تم میرے دوست نہ ہوتے تو میں تمہیں اٹھا کر باہر پھینک آتی۔" بغیر کوئی لگی لپٹی رکھے وہ بولی تھی' اور وہ سر ہلاتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"ہاں جانتا ہوں۔ تم سے کسی رعایت کی امید نہیں رکھی جا سکتی' لیکن تم نے کبھی محبت کے بارے میں کیا سوچتی ہو۔ تم نے کبھی محبت کی ہے؟"

"نہیں' اور میں کروں گی بھی نہیں۔"

"ارے ارے وہ کیوں؟"

"تمہیں کیوں بتاؤں۔ تم کون ہو میرے؟" وہ ٹھنک کر بولی تھی۔

"اچھا تو اپنے 'ان' کو بتاؤ گی؟" وہ قطعاً برا مانے بغیر ہنس دیا تھا۔ جیسے وہ اس کے تمام موسموں سے واقف ہو۔

"کل فلیکی کی برتھ ڈے ہے' اس نے تمہیں انوائٹ کیا یا نہیں؟" وہ جیسے اس سے ہٹنا چاہتی تھی' یا پھر سرے سے بات ہی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ہاں' مجھے کیون نے بتا دیا تھا۔ اسی کے لان میں وہ لوگ پارٹی کیو کر رہے ہیں۔ تمہیں اس کے متعلق سوچ کر اپنا خون جلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جو بات اہم ہے وہ فلیکی کی برتھ ڈے سے زیادہ اہم ہے۔"

"کیوں اہم ہے؟" وہ اسے گھورتے ہوئے دیکھنے لگی تھی۔

"تم گھورتی کیوں رہتی ہو ہر وقت۔ ایک بات تو طے ہے تمہارا ہزبینڈ اس دنیا کا مظلوم ترین شخص ہوگا۔ بے چارا...... تم اس کے لئے ایک ہٹلر وائف ثابت ہو گی اور......"

"ڈونٹ بی اسٹوپڈ اختیار! تمہیں اس فکر میں گھلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے ہزبینڈ سے کچھ بھی سلوک کروں از دیٹ ناٹ یور کنسرن۔" اس کا انداز اگرچہ سخت تھا مگر وہ ہنس دیا تھا۔

"میرا کنسرن ہو بھی تو سکتا ہے۔" وہ اسٹابری پائی بنا رہی تھی۔ اختیار پیچ میں سے اسے اٹھا کر منہ کے اندر رکھتا ہوا بڑبڑایا تھا۔

"کیا کہا تم نے؟"

"کچھ نہیں۔ تو تم ایسا ہزبینڈ چاہو گی' جو تمہارے اشاروں پر چلے۔"

"ارے یہ میں نے کب کہا؟' اور تم پاگل ہو گئے ہو۔ کیسی الٹی سیدھی باتیں کرتے ہو تم' تمہاری اس عادت سے بہت پریشان ہوں میں۔"

"کیوں آپ کیوں پریشان ہیں۔ آپ کو کون سا مجھے ایز ہزبینڈ تمام عمر جھیلنا ہے۔ ویسے

میں اپنی وائف کے لئے بہت اچھا ہزبینڈ ثابت ہوں گا۔ آئی ول نیور چیٹ ہر...... اسے بہت پیار دوں گا اور...... اس کے اشاروں پر چلوں گا بھی۔" دھواں دھار انداز میں بولتے ہوئے یکدم اینڈ میں وہ بات سمیٹتے ہوئے مسکرایا تھا' اور وہ بھی مسکرائے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"اختیار تم پاگل ہو۔"

"ہاں میری وائف مجھے محبت سے ایسے ہی کہا کرے گی۔" وہ آنکھوں میں شرارت لئے اسے دیکھ رہا تھا۔ لیانہ نے گھورتے ہوئے دیکھا تھا پھر ڈپٹ دیا تھا۔

"شٹ اپ اختیار۔" اسٹابری پائی پر کوٹنگ کر کے اسے اوون میں رکھتے ہوئے وہ اپنا رخ پھیر گئی تھی۔ وہ پلٹ کر فریج میں سے جوس کا کین نکال کر پینے لگا تھا۔

"لیانہ کبھی کبھی مجھے آپ کسی' اور دنیا کی مخلوق لگتی ہیں۔ اس زمانے میں آپ جیسی لڑکیاں نہیں ہوتیں۔ فلیکی کو دیکھا ہے آپ نے؟' اور وہ جینی اس بریجٹ کو ہی دیکھ لیں' کتنی موٹی ہے وہ' مگر اس کے باوجود اس کے کتنے بوائے فرینڈز ہیں۔ ہر ہفتے ایک نیا بوائے فرینڈ بدلتی ہے وہ۔" وہ بول رہا تھا' جب اس کی بات تیزی سے کاٹتی ہوئی وہ مڑی تھی۔

"میں ان جیسی نہیں ہوں اور میں ان جیسی بن بھی نہیں سکتی۔ تم مجھے ان سے کمپیئر کرنا بند کرو...۔ میں ایک دیسی لڑکی ہوں۔ مجھے تم ایسا ہی بد ھو رہنے دو۔" وہ پر اعتماد لہجے میں جتاتے ہوئے بولی تھی۔

"ہاں ٹھیک کہا آپ نے۔ آپ بتا چکی ہیں۔ ایک نہیں کئی بار' مگر محبت کرنے میں تو کوئی حرج نہیں۔"

"تمہارا پرابلم کیا ہے مسٹر اختیار پیرزادہ۔ یہ الٹے سیدھے سوال پوچھ کر آپ میرا ناک میں کیوں دم کر رہے ہیں؟ آپ کو کوئی' اور کوئی کام نہیں ہے؟"

اس نے فریزر کھول کر آئس کریم کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔ جب لیانہ بیگ نے دوسرے ہی پل آگے بڑھ کر وہ آئس کریم کا پیکٹ اس کے ہاتھ سے لے کر دوبارہ فریزر میں رکھ کر دروازہ بند کر دیا تھا۔

"کتنی کنجوس لڑکی ہو تم۔ ایک آئس کریم تک کھانے نہیں دیتی ہو۔ بائے دی وے یہ اتنی تیاری کس خوشی میں ہے؟ کہیں تمہیں کوئی لڑکا دیکھنے تو نہیں آ رہا؟" اس کے انداز میں ہی نہیں اس کی آنکھوں میں بھی شرارت تھی۔

"لڑکا؟" وہ بنا سمجھے بغیر بولی تھی۔ انداز چونکنے والا تھا۔

وہ مسکرا دیا' اور فریج کا دروازہ کھول کر سیب نکال کر کھانے لگا تھا۔

"شادی سے پہلے لڑکا لڑکی کو دیکھنے آتا ہے۔ کیا اتنی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی؟ خالہ

اسے بردکھوا کہتے ہیں۔"

"اشعار میرا دل چاہ رہا ہے کیا چاہ رہا ہے۔ تمہیں اٹھاؤں اور اٹھا کر باہر پٹخ آؤں" وہ دانت کچکچا کر غصے میں بولی تھی۔

"ہاں جانتا ہوں میں۔" اس کا اطمینان ہنوز برقرار تھا۔ "مجھے پتا ہے۔ تم میرے ... میں ایسا بہت سا سوچتی ہو' مگر میں نے ایسا کچھ غلط تو نہیں پوچھا۔ اتنی تیاری کس سلسلے میں ... داری بتاتی ہیں۔ لڑکی خوشی خوشی اتنے ڈھیر سارے کام تبھی کرتی ہے جب اسے کوئی ... ہے۔ آئی مین کوئی لڑکا دیکھنے آتا ہے۔"

"مگر مجھے دیکھنے کوئی نہیں آ رہا ہے۔ میں نے آج شام کے لئے فلیکس اور تمام ... الوائٹ کیا ہے۔ فلیکس کی برتھ ڈے کی سلیبریشن کے لئے' اور کچھ؟ آج میرے یہاں ... جون کے وہاں ہے اور......"

"اور تم نے مجھے بلایا نہیں؟"

"تمہیں...... تمہیں انوائیٹ کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ تم تو یہاں موجود ہو' اور میں ... تمہیں دو دن پہلے ہی بتا دیا تھا' مگر تم اتنی باتیں جہاں یاد رکھتے ہو وہاں شاید یہ بھول گئے ..."

"نہیں میں نہیں بھولا۔ آپ جو کہتی ہیں وہ مجھے ہمیشہ یاد رہتا ہے۔" وہ مسکرا ... بولا تھا۔ "وہ اسٹابری پائی کتنی دیر میں تیار ہو گا؟"

"کیوں؟"

"میں آپ کو ٹیسٹ کر کے بتا دوں کہ آپ اچھی کوکنگ کر بھی سکتی ہیں یا کہ نہیں۔"

"مجھے معلوم ہے میں کتنی اچھی کوکنگ کر سکتی ہوں' مجھے اس کے لئے تمہاری کسی رائے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اب جاؤ یہاں سے تاکہ میں خود بھی فریش ہو لوں۔" اس نے صاف ... سے اسے وہاں سے دفع ہو جانے کو کہا تھا' مگر وہ ڈھٹائی سے مسکرا دیا تھا۔

"تو اس کے لئے مجھے یہاں سے بھگانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" فیانہ نے غصے سے اسے گھورا تھا۔

"مطلب یہ کہ میں وہاں لاؤنج میں بیٹھا ٹی وی دیکھتا ہوں۔ آپ کو جو کرنا ہے ... آرام سے کر لیں۔" وہ کہتے ہوئے ٹی وی لاؤنج کی طرف بڑھا تھا۔

"اشعار!" انداز میں غصہ صاف نمایاں تھا۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی تھی' مگر اس کا اطمینان ہنوز برقرار رہا تھا۔ "تم جاؤ یہاں سے۔" سختی سے کہا تھا' پھر اندازہ ہونے پر نرمی سے گویا ہوئی تھی۔ "تم بھی جا کر فریش ہو کر آ جاؤ۔"

"رائٹ لیکن اگر میرے واپس آنے تک ساری اسٹابری پائی آپ نے کھا لیا تو؟" اس ...

... انداز میں شرارت صاف نمایاں تھی۔ صاف لگ رہا تھا وہ صرف اسے چھیڑ رہا تھا۔

"نہیں ہو گا۔ اب جاؤ تم یہاں سے۔" وہ غصہ دباتی ہوئی بولی' اور اسے باہر کی طرف ... دیا تھا۔

"عجیب شخص ہے۔"

اسے باہر چھوڑ کر وہ اندر آئی تھی۔ تبھی صوفے پر پڑی اس کی جیکٹ کی طرف دھیان گیا ... وہ آہستگی سے چلتی ہوئی آگے بڑھی تھی۔ جیکٹ کو ہاتھ میں لیا تھا۔ ایک مانوس سی خوشبو ناک ... نتھنوں سے ٹکرائی تھی۔ غیر اختیاری طور پر اس نے بہت آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر اسے ملائمت ... چھوا تھا۔ ایک عجیب سے احساس نے ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں اسے چھوا تھا۔

ایک ایسا احساس' جسے وہ خود سمجھ نہیں سکی تھی' مگر اپنی دھڑکنوں میں غیر معمولی ارتعاش کو اس نے محسوس ضرور کیا تھا' پھر اس جیکٹ کو وہیں ڈال کر وہ اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔

●●●

"آخر تم کس قسم کے انسان ہو؟ تمہیں ان سب سے یہ کہنے کی جرأت ہی کیسے ہوئی۔"

رات اشعار نے فلیکس' جون' بیتی اور کتنے لوگوں کے سامنے اچانک جو گپ چھوڑی تھی' وہ ... حیران رہ گئی تھی۔ حیران کیا' اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ اس وقت تو وہ اسے ... گھورنے کے سوا کچھ نہیں کر سکی تھی' مگر اب وہ اس کے سامنے کھڑی اس کی بھرپور خبر لے رہی تھی' مگر اس کا اطمینان ہنوز برقرار تھا' اور وہ بڑے دھڑلے سے مسکرا رہا تھا۔ ڈھٹائی کی حد تھی۔ فیانہ بیگ جتنا غصہ کرتی' کم تھا۔

"تم کیا غلط کیا؟ سب اپنے اپنے گرل فرینڈز بوائے فرینڈز کے ساتھ تھے۔ ان کا ذکر کر رہے تھے' ایسے میں تم......"

"تو میں کیا اشعار؟ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ یو کون میڈ؟ ہاؤ ڈیئر یو۔" اس کا بس نہیں چل رہا تھا' اسے کچا چبا جاتی ہے۔

"ریلیکس...... ریلیکس ہنی' بیٹھو تم یہاں۔" اس نے بازوؤں سے پکڑ کر اسے بٹھانا چاہا تھا' مگر اس نے اس کے ہاتھوں کو جھٹک دیا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔ "یار غلط کیا کیا ہے۔ کبھی نہ کبھی کہیں نہ کہیں' تمہیں کسی نہ کسی سے محبت تو ہو گی نا؟ تو کیا جھوٹ بولا میں نے؟"

"مگر تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی یہ کہنے کی۔"

"یار! میں نے یہ تو نہیں کہا کہ وہ میں ہوں۔ ناراض تو آپ جب ہوتیں جب میں یہ کہتا کہ آپ مجھ سے محبت کرتی ہیں۔ یا آپ کی زندگی میں وہ شخص میں ہوں۔ میں نے تو ایسا کچھ بھی نہیں کہا۔ وہ تو کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ ایکس...... وائے...... زیڈ...... کوئی بھی......

"Rather I can be too?"

شرارت سے وہ مسکرایا تھا۔ فیانہ نے کشن اٹھا کر اسے کھینچ مارا تھا، مگر وہ ...
مسکرا دیا تھا۔

"سچ بتاؤں، تمہاری اس لمحے کی خجالت مجھ سے دیکھی نہیں گئی۔ جب فلیکی تم ...
رہی تھی کہ تمہاری زندگی میں ابھی کوئی آیا ہی نہیں؟ کتنی حیرت تھی اس کی آنکھوں میں ...
ایسے کلس ہی نہ ہوں۔ تم نے خود کو اس لمحے نہیں دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا تھا۔ مجھے وہ ...
شرمندگی اچھی نہیں لگی تھی، سو میں نے کہہ دیا کہ تمہاری زندگی میں بھی کوئی آچکا ہے۔ ...
کہاں ہے؟ اب یہ بتانا تمہارا کام ہے۔ آخر کو وہ جو کوئی بھی ہے، آپ کی زندگی میں آیا ...
زندگی میں نہیں۔"

مسکراتے ہوئے شانے اچکا کر وہ مکمل طور پر بری الذمہ ہوتے ہوئے جوس ...
لینے لگا تھا۔ اس نے مکمل ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

"احمار، زندگی مذاق نہیں ہے، پلیز اس کو اتنا آسان مت لو۔"

"تو کیا کروں۔ سر پر اٹھالوں اس زندگی کو؟" وہ ہنسا تھا۔

"تم سر پر نہیں اٹھا سکتے تو مت اٹھاؤ، مگر اب مجھے بتاؤ میں کہاں سے لا کر ...
مسٹر ایکس وائے زیڈ کی Pics دکھاؤں۔ وہ سارے میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ناک میں ...
دم کر دیا ہے تم نے میرا۔ زندگی عذاب کر دی ہے۔" وہ جس انداز سے سلگتے ہوئے بولی تھی، وہ ...
دیا تھا۔

"تم ہنس رہے ہو؟ ہاؤ ڈیئر یو۔"

"ہنسوں نا...... کھاؤں نا...... پیوں نا...... کیا کیا کچھ نا پسند ہے تمہیں؟ کیا نہیں کرے ...
کرے گا، وہ شخص تمہارے ساتھ۔"

"وہ شخص میرے ساتھ کیسے بھی گزارا کرے، مگر تم......"

"سی وہاٹ؟ کیا آپ میرے ساتھ جینے کا ارادہ رکھتی ہیں؟"

"وہاٹ؟" وہ چیخ پڑی تھی، مگر اس لمحے اس کی آنکھوں کی شرارت کچھ اور بڑھ گئی تھی
اور وہ مسکراتے ہوئے اسے بغور دیکھنے لگا تھا۔

"وہاٹس رونگ ود دیٹ۔ اف آئی کڈ بی دی ون۔"

"شٹ اپ احمار۔"

"تو آپ چیخ کیوں رہی ہیں۔" وہ کھلکھلا کر ہنس دیا تھا۔ "یہ بات آپ آرام سے بھی ...
کہہ سکتی ہیں ناں۔ نہیں چاہتی ہیں تو نہ سہی، زبردستی تھوڑی ہے کوئی۔ دادی کہتی ہیں دل ...

... بڑے مختلف اور مشکل ہوتے ہیں۔ بات کبھی کبھی بہت آسانی سے بن جاتی ہے اور کبھی
... ساری زندگی بھی نہیں بنتی۔ جتنی چاہیں کوشش کرتے رہو۔"

"احمار، تمہاری الٹی سیدھی بکواس سننے کا بالکل کوئی موڈ نہیں ہے میرا۔ تم نہیں جانتے ہو،
... تم نے مجھے بہت بڑی مشکل میں پھنسا دیا ہے۔"

"مشکل کیسی؟ میں نے تو آپ کو مشکل سے نکال دیا ہے۔ مشکل میں تو آپ کل رات
... جب آپ فلیکی کے سامنے شرمندہ سی بیٹھی تھیں۔ مت پوچھیں کتنی ہونق لگ رہی تھیں
آپ۔"

... اس کے سامنے جس طرح مرضی بیٹھی ہوتی۔ جتنی چاہے ہونق دکھائی دے رہی
... تم سے مطلب؟ تم نے اتنا بڑا جھوٹ بول دیا؟ تمہارے مذاق نے مجھے کتنی مشکل میں ڈال
... اندازہ ہے کچھ۔ پریشان کر کے رکھ دیا ہے تم نے مجھے۔" وہ بھرپور خفگی سے اور غصے سے
... اپنے ہوئے چہرہ پھیر گئی تھی۔ تبھی وہ اس کی طرف بہت اطمینان سے دیکھتے ہوئے مسکرا دیا
تھا۔

"ایک آئیڈیا ہے۔ آپ میری تصویر دکھا دیں انہیں۔ قصہ ہی ختم ہو جائے گا۔"

"احمار...... شٹ اپ، ہر وقت مذاق کا نہیں ہوتا۔"

"تو کس نے کہا میں آپ سے مذاق کر رہا ہوں؟ سو ئیر آئی ایم سیریس۔ سخت پر سخت
... سیریس۔ سخت پر سخت سیریس۔ آپ میرا کہا مان کر تو دیکھیں۔ آپ شرط لگا لیں۔ آپ کی وہ
... پاگل ہو جائے گی۔ اتنا اچھا بوائے فرینڈ تو اس کے پاس بھی نہیں ہے۔ جیلس ہو جائے گی
وہ ایک لمحے میں۔"

وہ اپنی خو چھوڑنے کو تیار نہ تھا۔ وہی ہانکے جا رہا تھا۔ اس سے سر پھوڑنے کا کوئی فائدہ نہ
... ناگواری سے گھورتی ہوئی اٹھی تھی، تبھی اس نے ہاتھ تھام لیا تھا۔ فیانہ بیگ نے اس
حرکت پر اسے بھرپور غصے سے دیکھا تھا۔ جس پر اس نے ہاتھ تو فوراً ہی چھوڑ دیا تھا، مگر آنکھوں
کی شرارت اس کی پھر بھی کم نہیں ہوئی تھی۔ وہ اسی ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"رکیں، کچھ اچھی تصویریں تو لے لیں۔"

"کس کی؟" وہ چونکی تھی۔

"میری، اور کس کی؟" اس کی ڈھٹائی کی حد تھی۔ "جب تک کوئی اور انتظام نہیں ہو جاتا،
اسی سے کام چلا لیں، بعد میں واپس کر دیجئے گا۔ اب دوست ہونے کے ناتے میں آپ کی اتنی
مدد تو کر ہی سکتا ہوں۔" وہ جیسے حاتم طائی کی قبر پر لات مار رہا تھا۔ کیا مثال تھی دوستی کی۔ کیا
احسان عظیم تھا۔ فیانہ بیگ نے صوفے سے کشن اٹھایا تھا اور اسے کھینچ مارا تھا، مگر وہ کھلکھلا کر

ہنس دیا تھا۔ ساتھ ہی اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے سمجھانے والے انداز میں بولا تھا۔

"دادی کہتی ہیں دوست ہی دوست کے کام آتا ہے۔ وہ دوست دوست نہیں ہوتا جو اپنے دوست کی مشکل میں مدد نہ کرے۔" اس نے ہمیشہ کا رٹا رٹایا سبق دہرایا تھا۔

وہ لب بھینچ کر رہ گئی تھی۔ "احمار تم......"

"یار...... آئی نو بہت اچھا ہوں۔ بہت عظیم ہوں مگر کیا کروں میں ایسا ہی ہوں۔ اچھا اور بہت نائس میری دادی بھی یہی کہتی ہیں۔" وہ قطعاً بھی شرمندہ نہ تھا۔ "میری دادی کی نانا تو آپ سے سو فیصد اتفاق کریں گی۔"

"احمار تم کس طرح کے شخص ہو؟" وہ زچ ہو کر بولی تھی۔

"پتا نہیں مگر دادی کہتی ہیں کہ ایسے شخص کو جنتی کہا جاتا ہے جو دوسروں کی مدد کرتے ہوئے خود اپنے آپ کو بھی بھول جائے۔" وہ بہت سعادت مندی سے "بی بی" بچہ بنا مسکرا رہا تھا۔ وہ نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"احمار بہت برے شخص ہو تم۔"

"اوں...... ہوں...... دادی کہتی ہیں۔ بے وقت دوست سے دانا دشمن زیادہ بہتر ہے۔ اب اگر آپ مجھے اپنا دشمن مانتی بھی ہیں تو یہ بھی مان لیں کہ میں ایک دانا دشمن ہوں۔" وہ اسی سہولت سے مسکرا رہا تھا۔ "آپ کھڑی کیوں ہیں۔ بیٹھیں ناں کاؤنٹ ڈاؤن ریلیکس۔ بہت غصہ کرتی ہیں آپ صحت کے لئے بالکل بھی اچھا نہیں ہے۔" اس کا ہاتھ آرام سے پکڑ کر اسے بٹھایا تھا اور وہ بیٹھ بھی گئی تھی۔ "میں آپ کے لئے جوس لاتا ہوں۔ انرجی ویسٹ کر لی آپ نے خواہ مخواہ چیخ چیخ کر۔"

وہ اٹھا تھا مگر وہ سر جھکا کر رونے لگی تھی۔ آنسو بے آواز تھے...... وہ گھٹنوں پر کہنیاں ٹکائے بیٹھی تھی اور سر کو تھاما ہوا تھا۔ زندگی سے بڑا ہارا ہوا انداز تھا۔ وہ حیران ہوئے بغیر نہیں رہا تھا۔

"ارے آپ رو رہی ہیں؟"

مگر وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟" وہ دوبارہ اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

"ایسا کیا ہو گیا؟ جو آپ یوں رونے لگیں۔ کیا میں نے کچھ الٹا سیدھا کہہ دیا؟ ارے تو کس نے کہا کہ دل پہ لے لیں۔ میری تو عادت ہے ایسے ویسے کچھ بھی کہہ دینے کی۔ اگر برا لگ گیا تھا تو ڈانٹ دیا ہوتا جیسے کہ آپ ہمیشہ ڈانٹتی ہیں۔ میں نے بھلا آپ سے پہلے کبھی کچھ کہا۔ جواب کہا۔ چلیں آج سے اجازت ہے آپ کو۔ آپ کو جب بھی غصہ آئے آپ بڑے آرام

سے مجھ پر اتار سکتی ہیں۔ یہ جو چھ فٹ کا بندہ ہے ناں بالکل بھی برا نہیں منائے گا لیکن ہاں وہ آپ کے ان مسٹر بزرینڈ کا قطعاً نہیں ہونا چاہئے۔"

اس نے اس کے دونوں ہاتھ بڑے دوستانہ انداز میں ہاتھوں میں لئے تھے اور اسے دیکھتے ہوئے اجازت دیتا ہوا بولا تھا۔

"اگر وہ غصہ آپ کے کسی مسٹر چند بزرینڈ کا ہوا تو پھر مجھے ضرور اعتراض ہوگا۔"

لبنانہ نے سر اٹھا کر اسے گھورنا چاہا تھا مگر وہ جس معصومیت سے کان پکڑے مسکرا رہا تھا وہ اس پر مسکرا دی تھی۔

"ٹھیک گاڈ یہ خواتین کا دل جیتنا اور انہیں بہلانا کتنا مشکل کام ہے ناں۔" وہ ایک اطمینان کی گہری سانس خارج کرتے ہوئے مسکرایا تھا۔ "ٹھہریے اب میں آپ کے لئے جوس لاتا ہوں۔"

"نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ بیٹھے رہو تم تم مجھے بہت پریشان کرتے ہو۔"

"ہاں لیکن خوش بھی تو آپ میرے ہی باعث ہوتی ہیں۔ آئی مین ایک اچھے دوست کی یہی خوبی ہوتی ہے کہ وہ اپنے اچھے دوست کا پوری طرح خیال رکھے اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ کا خیال کیسے رکھنا ہے۔ اب جب بھی کبھی یا بیٹی آپ کو پریشان کرے یا کسی کے بارے میں پوچھے تو آپ صاف کہہ دیجئے گا کہ......"

"بھاڑ میں جائے وہ فلیکی اور وہ اس کے سارے اسٹوپڈ بوائے فرینڈز اور بھاڑ میں جائے وہ بندہ بھی...... مجھے کسی سے کوئی انٹرسٹ نہیں ہے نہ ہی کسی کی کوئی فکر...... تم جانتے ہو میں ایسی لڑکی نہیں ہوں اور مجھے اس کے لئے شرمندہ ہونے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سارے میرے اپنے "Limit ends" ہیں اگر میں چاہوں تو کیا میں وہ سب نہیں کر سکتی؟ مگر میں نہیں چاہتی یہ سب...... میں اپنے اس ایک تعلق کے ساتھ ہمیشہ ایماندار رہنا چاہتی ہوں جسے میں اپنی لوچ میں بناؤں گی۔ میں اپنا سب کچھ اس کے لئے سنبھال کر رکھنا چاہتی ہوں۔ بنا کسی ڈراٹ کے اسے سب کچھ سونپنا چاہتی ہوں۔ اپنا سارا پیار...... اپنی ساری محبت...... اپنی ساری Fidelity...... اپنی ساری عمر کی کمٹمنٹ...... میں اس میں کوئی ریاکاری نہیں چاہتی...... اور لوگ کرتے ہیں کیا نہیں کرتے میں نہیں جانتی مگر میں اس ایک تعلق کے لئے ایماندار رہنا چاہتی ہوں۔"

وہ اس کے تھمائے گئے رومال سے اپنی ناک پونچھتے ہوئے بولی تھی اور وہ جو اسے بغور دیکھ رہا تھا مسکرا دیا تھا۔

"بہت کڑی پابندیاں لگا رکھی ہیں آپ نے خود پر۔ مان لیں ایسا نہ ہو سکا تو پھر؟ مان

لیں آپ کو آج ہی یہاں کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو پھر؟ کیا رہ جائے گا ان شرائط میں اا
سب کچھ کھلے ہو گئے تو کیا کریں گے آپ؟"

جا کر وہ فریج سے اس کے لئے جوس کا کین نکال لایا تھا' کھول کر اسے تھما ا
مسکراتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

"ایسا نہیں ہوگا۔" اس نے اس کی سمت دیکھے بغیر مدھم لہجے میں کہا تھا۔

"رئیلی؟" افتخار پیرزادہ نے جیسے یقین چاہا تھا۔

"ہاں۔" وہ اب بھی اس کی طرف نہیں دیکھ پائی تھی۔

"میری طرف دیکھ کر کہیں یہ سب۔" وہ انتہائی سنجیدگی سے بولا تھا۔

فیناشہ بیگ کو ایسا کرنا بہت مشکل لگا تھا' مگر وہ اپنا اعتماد کھونا نہیں چاہتی تھی۔ وہ
کو اس کی طرف بہت آہستگی سے دیکھا تھا۔ وہ انتہائی شرارت سے اس کی طرف دیکھتا
تھا۔ وہ سنجیدگی کا عنصر جو لمحہ بھر پہلے غالب تھا۔ اڑن چھو تھا۔

فیناشہ بیگ نے خجل سی ہو کر ہاتھ کا مکا بنا کر اس کے چوڑے سے شانے پر مارا تھا'
اس کا اس پر مطلق اثر نہ ہوا تھا۔ اس کا طویل قہقہہ تادیر اس کے گرد گونجتا رہا تھا۔

وہ شرمندہ سی سر جھکائے ہوئے کین کو دیکھنے لگی تھی' اسی دم وہ بولا تھا۔

"اتنے بڑے بلند و بانگ دعوے انسان کو نہیں کرنے چاہئیں فیناشہ۔"

"ایسا تمہاری دادی کہتی ہیں؟"

وہ مسکراتی ہوئی اس کی طرف دیکھنے لگی تھی' مگر اس نے مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلا
تھا۔

"نہیں جی ایسا میں خود کہتا ہوں۔ میں کم از کم ایسے دعوے نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں جا
کہ کبھی بھی کہیں بھی کچھ بھی ہو سکتا ہے' اور ایسا سچ ہے۔ موت' اور محبت کے لئے کبھی پا
ہوتی۔ ایسا میری دادی ہی کہتی ہیں۔" وہ آہستگی سے مسکرایا تھا' مگر اس نے سر انکار میں ہلا
"مجھے نہیں پتا افتخار' ایسا ہوتا ہے یا نہیں' لیکن میں نے سوچ رکھا ہے۔ اپنی محبت ا
کو سونپوں گی' جس کے ساتھ میں اپنی ساری زندگی گزاروں گی۔ میرا رائٹ مین' جو بھی
نہیں ہو سکتا۔ میرا سب کچھ اس کے لئے ہوگا۔"

"از دیٹ اٹ فیناشہ۔" وہ حیرت سے مسکرایا تھا۔

"ہاں۔" اس نے بلا تردد کہا تھا۔

"اور وہ مسٹر رائٹ اس دنیا میں کہیں ہے بھی کہ نہیں؟ آپ سوچتی ہیں کہ کہیں کوئی
رائٹ اس دنیا میں ہوتا ہے؟ ہاں جہاں تک بات مس رامیش کی ہے تو وہ میں مانتا ہوں' مگر

ہاں ہاں۔" وہ عجب طربیہ انداز میں ہنسا تھا' مگر وہ اسے دیکھتی ہوئی اطمینان سے مسکرا دی تھی۔

"پتا نہیں افتخار' مگر میں سوچتی ہوں کہ میرا مسٹر رامیش ہوگا' اور وہ ہے یہیں کہیں' میرے

ہاں ہاں۔" وہ یونہی بولی تھی' مگر وہ شرارت سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگا تھا۔

"او رئیلی' کتنے پاس؟ دو اڑھائی گز کا فاصلہ چلے گا؟"

اس شخص کے متعلق قسم نہیں دی جا سکتی تھی کہ وہ کبھی سنجیدہ ہوگا۔ شاید وہ کبھی سنجیدہ ہو بھی
نہیں سکتا تھا' مگر اس بار فیناشہ بیگ نے اسے گھورا نہیں تھا۔ وہ دھیمے سے مسکرا دی تھی۔

"یعنی کہ آپ کو میرے ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہے؟ میں وہ مسٹر رامیش ہو سکتا
ہوں؟" وہ پھر اپنے مخصوص ٹریک پر تھا' مگر اس بار وہ برا منائے بغیر مسکرا دی تھی۔

"تم میرے بہت اچھے دوست ہو افتخار۔ اس اجنبی دیس میں۔ اجنبی لوگوں کے بیچ تم
مجھے بہت اپنے سے لگتے ہو۔ بالکل بھی نہیں لگتا میں کسی غیر جگہ پر' کسی انجان لوگوں کے بیچ میں
ہوں۔ تم بہت اپنے ہونے کا احساس دیتے ہو مجھے۔" اس نے صاف گوئی سے مسکراتے ہوئے
اس سے کہا تھا۔

افتخار پیرزادہ نے اسے بغور دیکھا تھا' اور مسکرا دیا تھا۔

"That mean...I be the one."

وہ مسکرا دی تھی۔ وہ اس لمحے اسے جھٹلانا نہیں چاہتی تھی۔

"افتخار تم نے کبھی سوچا ہے تمہاری "وہ" کیسی ہوگی؟"

"میری "کون" کیسی ہوگی؟" وہ پوچھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ انداز سوالیہ تھا۔ جیسے وہ
اس لمحے اپنی اس پکڑائی کے موڈ میں نہیں تھا' سو سہولت سے ٹال جانا چاہتا ہو' مگر فیناشہ بیگ
دوبارہ اسے ٹریک پہ لے آئی تھی۔

"تمہاری "وہ" مس رامیش" کبھی سوچا ہے تم نے...... وہ کیسی ہوگی؟ کہاں ہوگی؟ تمہیں
کس طرح چاہے گی؟ یا تم اسے کس طرح چاہو گے؟"

وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی جب وہ کھلکھلا کر ہنسا تھا' اور ہنستا چلا گیا تھا۔

"از دیٹ فنی افتخار؟" اس نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا' مگر اس نے ہنستے ہوئے ہاتھ
اٹھا کر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"نہیں ایسا میں نے نہیں کہا مگر...... میں ایسا نہیں سوچتا۔ اس زمانے میں اگر میں ایسا
سوچتا ہوں تو پھر مجھے اس دنیا کے بجائے کسی' اور سیارے کا رخ کرنا چاہئے کیونکہ اس طرح
سوچنے والے اب اس زمین پر زیادہ نہیں بچے ہیں۔"

"اوں ہوں۔" اس نے اسے جھٹلانا چاہا تھا' مگر وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا تھا۔

"میں نے کہا' زیادہ نہیں بچے...... مطلب' بہت تھوڑے لوگ ہیں' جو ایسا سوچتے [illegible] خوابوں' خیالوں کی باتیں ہیں۔ اس دنیا میں رہنے والوں کا اس سے کم از کم کوئی واسطہ نہیں۔" اسے بڑے آرام سے رد کرتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"تمہارا خیال ہے جو ایسی باتیں کرتے' اور سوچتے ہیں وہ احمقوں کی جنت میں [illegible] ہیں؟" اس نے کسی قدر برا مانتے ہوئے سوال داغ دیا تھا' مگر اعتبار پیرزادہ نے شانے اچکا [illegible] تھے۔

"میں نے ایسا نہیں کہا' مگر اس دنیا میں اگر میں کسی "مس راحیمہ" کی تلاش میں [illegible] ہوں تو لوگ مجھے مجنوں سمجھ کر پتھر مارنے لگیں گے' اور میرا ایسا فی الحال کوئی ارادہ نہیں [illegible] مسکرایا تھا۔ "یا پھر میں اس مس راحیمہ کے انتظار میں اگر بیٹھتا ہوں تو میرے سر کے سارے [illegible] جھڑ چکے ہوں گے۔ چاند تلاشنے کے چکر میں سر پر چاند نکل آیا ہوگا' مگر وہ کوئی محترمہ جو کوئی [illegible] ہوں گی' ان کا نشان پھر بھی دور دور تک کہیں نہیں ہوگا۔" اس کے انداز کی برجستگی پر وہ [illegible] تھی۔

"اعتبار تم کبھی سنجیدہ بھی ہوتے ہو۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ کئی بار ہوتا ہوں پھر سوچتا ہوں۔ وہاٹ دی ہیل آئی ایم ڈوئنگ بے وقوفی کر رہا ہوں میں' اور پھر اگلے ہی لمحے میں اپنی وہ عادت ترک کر دیتا ہوں۔ میرا [illegible] ہے اگر میں کبھی سنجیدہ ہوں تو شاید 40 یا 50 سال کا ہونے کے بعد ہوں گا...... وہ عمر [illegible] ہوتی ہے' جب بندے کی حس مزاح کچھ کم پڑ جاتی ہے۔ بیگم سارے ہوش ٹھکانے لگا چکی [illegible] ہے نا۔" وہ ہنسا تھا۔

"ایسا دادی نے تمہیں بتایا؟" وہ بھی ہنس دی تھی۔

"نہیں ایسا میں نے ابا کو دیکھ کر جانا۔" وہ برجستہ بولا تھا' اور پھر ہنس دیا تھا۔

وہ واقعی بہت کمال کا بندہ تھا۔ بہت سی باتیں اس کی سچی تھیں۔ کبھی کچھ مذاق نہیں تھا۔ [illegible] سنجیدہ بھی ہوتا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہیں آپ؟" اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ اسے پڑھتا ہوا بولا تھا۔ [illegible] نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"کچھ میرے بارے میں؟" انداز میں وہ شرارت پھر عود کر آئی تھی۔

"کم آن اعتبار' تمہیں اتنی خوش گمانی کیوں ستاتی ہے؟" وہ مسکرائی تھی۔ انداز بات [illegible] مذاق میں ٹالنے والا تھا' مگر وہ اس لمحے اسے سنجیدگی سے دیکھنے لگا تھا۔

"یہ خوش گمانی نہیں ہے لبنیٰ' آپ ہمیشہ ایک جیسا کیوں سوچتی ہیں؟"

"نہیں' میں ہمیشہ ایک جیسا نہیں سوچتی' مجھے الگ الگ طریقے سے سوچنا زیادہ اچھا لگتا [illegible]"

[illegible] وہ اسی انداز میں کہتے ہوئے مسکرائی تھی' مگر اب کے وہ نہیں مسکرایا تھا۔ نہ ہی اس کے [illegible] مزاج انداز پر زیادہ محظوظ ہوا تھا۔

"غلط سوچتی ہیں آپ لبنیٰ' غلط زاویے سے دیکھتی ہیں سب کچھ۔" وہ اسے رد کرتا ہوا [illegible] تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ چونک پڑی تھی۔

"آپ ہر شے کو اپنے زاویے سے دیکھتی ہیں' صرف اپنے نظریے سے۔"

"کہنا کیا چاہتے ہو تم؟"

"آپ ویسا کیوں نہیں سوچ رہیں جیسا میں سوچ رہا ہوں؟ آپ ویسا کیوں نہیں دیکھ [illegible] جیسا میں دیکھ رہا ہوں۔ ناممکن کیا ہے لبنیٰ' مشکل کیا ہے' یہ کیا فضول کے دائرے بنا رکھے [illegible] آپ نے اپنے اردگرد...... یہ کیا فضول کی دیواریں اٹھا رکھی ہیں آپ نے' اپنے چاروں [illegible]"

اس کے بولنے کا انداز اس گھڑی بہت مختلف تھا۔ وہ اس لمحے مکمل سنجیدہ تھا' اور اس کی یہ [illegible] اسے حیران کرنے کو کافی تھی۔ وہ اس کی باتیں بالکل نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ وہ ایسا کیوں [illegible] رہا تھا۔ کس لئے کہہ رہا تھا۔

"آپ اپنے اردگرد کی یہ دیواریں گرا کیوں نہیں دیتیں؟ یہ دائرے مٹا کیوں نہیں دیتیں؟ [illegible] آزادی کے ساتھ سانس لینے کی عادت نہیں رہی آپ کو؟ اتنا گھٹ گھٹ کر جینے سے کیا [illegible] ملے گا آپ کو؟ میری مانیں' ہوا سی بن جائیں' بہہ جانے دیں خود کو ان فضاؤں کے رخ [illegible] یہ زندگی اس سے زیادہ دلکش ہو سکتی ہے لبنیٰ...... آپ سوچتی کیوں نہیں؟"

● ◉ ●

"کیا؟ کیا نہیں سوچتی میں؟ کہنا کیا چاہتے ہو تم؟ اضمار ہر ایک کے زندگی گزار... طریقہ ہوتا ہے۔ میں نے تمہیں کبھی نہیں کہا کہ جو تم کر رہے ہو وہ غلط ہے۔ تم بھی ... میرے ڈھنگ سے جینے دو' صحیح اور غلط کا مطلب میں جانتی ہوں۔" لینانہ بولی تھی' اور ... ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔

اضمار چپ چاپ اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

●✪●

وہ جانتی تھی۔ جیسا تھا ویسا کچھ نہیں رہے گا۔ وقت کے ساتھ سب ٹھیک ہو جا... بدلتی ہوئی صورت حال اسے تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔

"کیا ہوا......؟ تم بورڈ میٹنگ میں اتنی چپ کیوں تھیں۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ... پروجیکٹ کو لے کر تم بہت ایکسائیٹڈ تھیں' پھر اچانک کیا ہوا لینانہ؟"

دانیال نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بھرپور توجہ سے اسے دیکھتے ... دریافت کیا تھا۔

وہ بہت پھیکے سے انداز میں جیسے اس لمحے زبردستی مسکرائی تھی۔

"نہیں' میں ٹھیک ہوں لیکن تمہیں کیا ہوا...... اس پروجیکٹ کو لے کر تم بھی خدشہ ... رہے ہو؟ کیا تم پریشان ہو؟"

"ہاں' میں پہلے تھا' مگر اب نہیں ہوں۔" دانیال نے اس کی طرف دیکھا تھا' اور ... تھا۔ "میں جانتا ہوں تم اسے بہت اچھی طرح سنبھال لو گی۔" دانیال کے لہجے میں اس ... بھرپور اعتماد تھا۔ "تھینکس دانیال' مجھے آپ کی سپورٹ کی بہت ضرورت ہے۔ پلیز بی ... می۔" اس نے نرم لہجے میں کہا تھا۔ دانیال نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"آئی ایم آل ویز دیئر فور یو۔ تمہیں جب بھی ضرورت پڑے۔ میں تمہارے ساتھ ... اور اس کے لئے تمہیں میرا تھینکس کہنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں تمہارا ہی ہوں۔"

لہجہ یقین دلاتا ہوا ایک سپردگی کا احساس سونپتا ہوا تھا۔ لینانہ مسکرائی تھی پھر اٹھ کر چہرہ پھیرتے ... بہت آہستگی سے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکال لیا تھا' اور بولی تھی۔

"چلتی ہوں اب' گھر میں سب انتظار کر رہے ہوں گے۔" وہ کھڑی ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ میں چھوڑ دیتا ہوں تمہیں' مگر اب زیادہ اسٹریس نہیں لینا ہے۔ اس ... پوائنٹ پر تم کچھ زیادہ ہی اسٹریس لے رہی ہو۔" دانیال نے صاف گوئی سے کہا تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔

"ہاں' آپ ٹھیک سمجھے ہیں' لیکن آپ نہیں جانتے یہ پروجیکٹ میرے لئے کیا معنی رکھتا ..." وہ اسے نہیں بتا سکتی تھی کہ کھوئی ساکھ کی بحالی کے لئے یہ سب کر رہی تھی۔ دانیال نے اس کے شانے پر آہستگی سے اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"گڈ لک لینانہ' مجھے یقین ہے تم اس پروجیکٹ میں بہت کامیاب رہو گی۔" دانیال اس کا حوصلہ بڑھانا چاہتا تھا۔

لینانہ نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا' مگر اس کی آنکھوں میں الجھنیں صاف جھلکتی دکھائی دی تھیں۔

●✪●

I could stay awake just to hear you breathing
watch you smile while you are sleeping
While you're far away and dreaming
I could spent my life in this sweet surrender....

اضمار ونڈ اسکرین پر نظریں جمائے سیاہ تارکول کی سڑک پر گاڑی بھگائے جا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں کوئی تاثر واضح نہ تھا' مگر جو کچھ بھی تھا' اس میں خوشی کا تاثر ناپید تھا۔ ایک اضطرابی کیفیت اس کے انداز سے چھلک رہی تھی۔ وہ اپنے ماحول کا حصہ ہوتے ہوئے بھی اس ماحول کا حصہ نہ تھا۔ کوئی تھا' جو اس کے ساتھ تھا...... لمحہ...... لمحہ...... پل پل......

جو اس کے ساتھ چل رہا تھا' اور اسے جینے نہیں دے رہا تھا۔

جسے وہ اپنے ساتھ ساتھ محسوس کر رہا تھا......

قریب...... بے حد قریب......' مگر ہاتھ بڑھاتا تو شاید وہ کہیں نہیں تھی......

Well, I just wanna be with you
Right here with you just like this
For all the rest of time

Don't wanna close my eyes

Don't wanna fall asleep

اعتبار پیرزادہ کے اندر کا غبار بڑھتا جا رہا تھا' جیسے وہ اپنے اوپر سرحدوں کی قدغن لگا
تھا...... پھر بے بس ہو رہا تھا......' اور ہار رہا تھا۔

اس کی آنکھیں اس لمحے دھواں ہی دھواں تھیں۔

●⊛●

فیبانہ بیگ کچن میں اپنے لئے کافی بنا رہی تھی۔ جب دروازے پر کھٹکا ہوا تھا۔ اماں
ماموں سبھی کہیں گئے ہوئے تھے۔ وہ گھر لوٹی تھی' تو خالی گھر نے اس کا استقبال کیا تھا۔ وہ
ہوئی تھی کہ اپنے کمرے تک گئی ہی نہیں وہیں بیگ ایک طرف ڈالا تھا۔ جوتے اتارے
کچن کی طرف آ گئی تھی۔

"یہ کون آ گیا؟"

اس نے چولہے کی آنچ کم کرتے ہوئے باہر کی طرف قدم بڑھا۔ دروازہ کھولا تھا
اپنے سامنے اعتبار پیرزادہ کو پا کر حیران رہ گئی تھی۔ اتنی حیران کہ کچھ بول تک نہ پائی تھی۔
سی اس کی طرف دیکھتی رہ گئی تھی۔

اعتبار نے ایک قدم آگے بڑھا کر اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے
کر اس کا چہرہ چھوا تھا۔ فیبانہ ایک عجیب ناگواری کے ساتھ چہرہ پھیر گئی تھی۔

"It's not easy!"

عجب ہارے ہوئے انداز میں اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے وہ بولا تھا' مگر فیبانہ نے اس
طرف دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ اس کے انداز میں ناگواری صاف واضح تھی۔

"کیوں آئے ہو تم یہاں؟" چہرے کا رخ پھیرے پھیرے اس نے دریافت کیا تھا

"نہیں رہ سکا' نہیں رہ سکا فیبانہ۔ میں اپنے آپ کو مزید نہیں روک سکتا۔" بہت
ہوئے ہارے ہوئے انداز میں وہ مدھم لہجے میں کہتا ہوا سر نفی میں ہلا رہا تھا۔

I can`t Live Like that! can`t....

I can`t bear that...~ its not easy....

I can`t bear that all! try in understand!

اس کی سرگوشیوں میں بے بسی ہی بے بسی تھی۔

"ایک کام کرو فیبانہ' بدل لو یہ کیفیت...... اپنی جگہ بدل لو مجھ سے! آئی ایم
کڈنگ...... کوئی مذاق نہیں ہے یہ۔ آئی ایم سیریس' تم اپنی جگہ بدل لو مجھ سے' اپنی جگہ مجھے

اور میری جگہ تم آ جاؤ۔ میں تمہیں کوئی سزا نہیں دینا چاہتا فیبانہ' تو...... نیورا میں صرف تمہیں یہ
چاہتا ہوں کہ میں کس کیفیت میں ہوں' اور تم کس کیفیت میں ہو۔" اعتبار نے ہاتھ بڑھا کر
اس کے ہاتھ کو تھاما تھا۔

وہ کوئی تعرض نہیں کر سکی تھی' مگر وہ اس کی طرف دیکھ بھی نہیں سکی تھی۔

"کیسے ہو تم اتنے سکون میں فیبانہ؟ کیسے جی رہی ہو تم؟" اس کی جنوں خیزی انتہا پر تھی۔

"چلے جاؤ تم یہاں سے اعتبار۔" اس نے مدھم لہجے میں بنا اس کی طرف دیکھے
درخواست کی تھی' مگر اعتبار نے ان سنی کر دیا تھا۔

"مجھے بتاؤ فیبانہ کیسے جیوں میں؟ مجھے تم اپنی یہ بے حسی دے دو پلیز۔"

اعتبار نے سرگوشی میں درخواست کرتے ہوئے شہادت کی انگلی سے اس کا چہرہ اپنی طرف
کیا تھا' مگر فیبانہ نے اس کی طرف دیکھنے سے مکمل گریز کیا تھا۔

"یہ سارا عذاب میرے حصے میں کیوں فیبانہ؟ یہ ساری اضطرابی یہ نگر نگر کا بھٹکنا...... یہ
...... سب میرے لئے...... کیوں فیبانہ! کیوں جھمیلوں میں یہ سب؟ کس کے لئے؟ کس
میں یہ کانٹوں پر سفر؟ جب مجھے پتا ہی نہیں ہے کہ سفر کے اختتام پر مجھے کچھ صلہ ملے گا
' اور مجھے تو ابھی سے اپنی ہار صاف دکھائی دے رہی ہے فیبانہ' تم میرے ساتھ نہیں
تم میرے ساتھ ہو بھی سکتی ہو۔ صرف اس ہاتھ کو میرے ہاتھ میں دے دو' اور ساری دنیا سے
ہو جاؤ۔ میں ہواؤں کے رخ موڑ دوں گا۔ سب کچھ اپنے بس میں کر لوں گا فیبانہ'
ایک بار......"

"اعتبار پلیز' جاؤ تم یہاں سے۔"

اس نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالا' اور پلٹی تھی۔ تبھی اعتبار پیرزادہ نے جنونی انداز
آگے بڑھ کر اسے تھاما تھا' اور دیوار کے ساتھ لگا کر اپنا بایاں بازو دیوار پر رکھتے ہوئے اس
کے سارے راستے مسدود کر دیئے تھے۔ اس کا انداز اتنا غیر متوقع' اور جارحانہ تھا کہ وہ
کچھ سوچ سمجھ نہیں سکی تھی۔ ساکت سی اس کی جانب تکتی چلی گئی تھی۔

اعتبار پیرزادہ چند لمحوں تک یونہی اسے دیکھتا رہا تھا۔ اندازہ نہیں تھا کہ کلائی پر گرفت کتنی
تھی۔ اس کی آنکھوں سے عجیب سی شعاعیں نکل رہی تھیں۔

فیبانہ کو اپنا چہرہ سلگتا ہوا سا محسوس ہوا تھا۔

فیبانہ کو صورتحال کے یکدم بدلنے پر تشویش ہوئی تھی۔

دھڑکنوں کا شور کانوں تک سنائی دیا تھا۔ وہ دم سادھے ساکت نظروں سے اس کی طرف
رہی تھی' مگر وہ یکدم ہی اس کی کلائی کو چھوڑ کر پلٹا تھا' اور باہر نکل گیا تھا۔ فیبانہ بت سی بنی

اس کی جانب تکتی رہ گئی تھی۔

کلائی پر ایک انگارہ سا سلگ اب بھی جل رہا تھا۔ اعمار کی انگلیوں کے نشان اس ... پر ثبت تھے۔ کچھ درد بھی تھا' مگر فی الحال اس کی شدت اسے محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

●●●

باہر بارش ہو رہی تھی۔ اسے اندازہ تک نہ تھا۔ اویان حاکم چغتائی کچھ ہی دیر پہلے ... تھا۔ اسے گمان گزرا تھا شاید وہ یہیں کہیں ہو۔ اسی لیے اس کی نظر اس کی طرف گئی تھی ... گاڑی میں تھا' اور منال احمد اس کی کھڑکی میں جھکی ہوئی تھی۔ قربت کچھ زیادہ تھی۔ دونوں ... نہ تھا۔ اسے ہوا تھا' اور وہ ان کی طرف زیادہ دیر نہیں دیکھ سکی تھی۔ چلتی ہوئی باہر آ گئی تھی ... کیب کے لیے نظریں دوڑانے لگی تھی۔

کتنا بے حس تھا وہ شخص۔

وہ کھلتا نہ سہی۔

مگر رشتہ تھا تو درمیان...... رہا سہی...... نہ سہی' میں اس رشتے کی کچھ تو حقیقت تھی ...

وہ اب اس کو کیا سمجھاتی' جو کچھ سمجھنے کو تیار ہی نہ تھا۔

جلنا کڑھنا اسے نہیں تھا۔ رونا بھی نہیں تھا۔ اس نے طے کر لیا تھا سو اب دل ... سے تھامے چلتی ہوئی وہاں سے نکل آئی تھی۔ بنا کوئی حق جتائے بنا کوئی شکوہ کیے...... گلہ ...

کچھ ہی دیر بعد اویان حاکم چغتائی کی گاڑی اس کے پاس سے گزرتی ہوئی یکدم ... کے لیے رکی تھی' یا صرف اس کے پاس رکی تھی۔ وہ سمجھ نہیں سکی تھی۔ بارش تیز تھی۔ وہ پوری ... سے بھیگ چکی تھی۔

اویان حاکم چغتائی بنا کچھ کہے' اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ غالباً یہ ایک اشارہ تھا ... چاہ رہا تھا کہ وہ اس کے کہے بغیر ہی اس کی گاڑی میں بیٹھ جائے۔ کیونکہ وہ ضرورت مند ... طالیہ جبران نے اپنے وجود کو کوئی حرکت نہیں دی تھی۔

اویان منتظر تھا...... کچھ کہے بنا...... کوئی خواہش ظاہر کیے بغیر۔

وہ چاہتی تو ایک لمحے میں گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ سکتی تھی' مگر وہ دوسرے ہی ... انداز کرتی ہوئی کیب کو اشارہ کرتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی۔

اویان حاکم چغتائی کے چہرے پر ناگواری کی کئی شکنیں ابھری تھیں' مگر وہاں ان ... کی پروا کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

●●●

"یہ تمہیں آج کل ہوتا کیا جا رہا ہے؟ اتنے الگ تھلگ سے کیوں رہنے لگے ہو؟"

غادیہ نے سب کے درمیان میں سے اچانک اسے باہر نکلتے دیکھا تھا' تو اس کے پیچھے ... آئی تھی۔ وہ ریلنگ کے پاس کھڑا چپ چاپ بوندا باندی میں بھیگ رہا تھا۔

"فریدوں میں تم سے بات کر رہی ہوں' تم ٹھیک تو ہو نا؟"

"ہاں' میں ٹھیک ہوں۔" فریدوں بہت مدھم لہجے میں بولا تھا۔ غادیہ نے اسے بغور دیکھا ...

"تم وہاں سے اٹھ کر کیوں چلے آئے۔ یہ تم رونقوں سے کب سے بھاگنے لگے ہو؟" ... نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"نہیں' ایسی بات نہیں ہے غادیہ' بس یونہی باہر کا موسم اچھا تھا' سو یہاں چلا آیا۔" آہن ... فریدوں نے مسکراتے ہوئے وضاحت دی تھی۔

"ہاں موسم تو واقعی اچھا ہے۔ کہتے ہیں ایسے موسم میں کوئی بے اختیار یاد آتا ہے تو بندہ ... تنہائی کے گوشے ڈھونڈتا ہے۔"

وہ مسکراتا ہوا اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"کیا واقعی ایسا ہوتا ہے غادیہ"

غادیہ نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"تو آپ کو اس وقت کوئی یاد آ رہا ہے؟" پوچھتے وقت آہن فریدوں کے چہرے کی ... رنگت کچھ حقیری سی تھی۔

"ہاں' آف کورس۔" غادیہ مسکرا دی تھی۔

"کون؟" آہن فریدوں نے جیسے جان بوجھ کر سوالیہ انداز اختیار کیا تھا۔ غادیہ اس کی ... بات کی مطلق پروا کیے بغیر ہوئے مسکرا دی تھی' پھر اپنا ہاتھ اپنے سامنے کرتے ہوئے تیسری انگلی ... میں پڑی اس رنگ کو دیکھا تھا۔ آہن فریدوں اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"غادیہ آپ خوش ہیں؟" اس نے جانے کیا سوچ کر دریافت کیا تھا۔ غادیہ خان پہلے ... ہنسی تھی' پھر مسکرا دی تھی۔

"آف کورس میں خوش ہوں۔ تمہیں کیا لگتا ہے؟"

"پتا نہیں' مگر مجھے لگتا ہے آپ کو خوش رہنا چاہیے۔ آپ اس دنیا کی سب سے اچھی لڑکی ہیں غادیہ۔ میں آپ کے ناخوش ہونے کی دعا بھی نہیں مانگ سکتا۔ آپ خوش رہیں' آپ کا دل ... رہے' میں بس اتنا چاہتا ہوں۔" وہ اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"تھینکس فریدوں' بالکل اسی طرح میں بھی چاہتی ہوں کہ تم خوش رہو۔"

"راحم کب آ رہے ہیں؟" فریدوں نے اس کا فیورٹ ٹاپک چھیڑ دیا تھا۔

"آج فون پر بات ہوئی تو تھی، مگر پھر اچانک لائن کٹ گئی۔ غالباً بڑی ... بات نہیں ہوئی، مگر بتا رہے تھے۔ اگلے دس دنوں میں وہ یہاں ہوں گے۔"

غادیہ مسکراتے ہوئے اسے بتا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر اس گھڑی ایک ... ہوا تھا۔ وہ زیادہ دیر دیکھ نہیں سکا تھا۔ نگاہ پھیر کر یکدم ہی دوسری طرف دیکھنے لگا تھا ... ہوئی آسمان کی طرف گئی تھی۔ تاریکی کچھ زیادہ تھی۔ بادل چھائے ہوئے تھے۔ چاند تارو ... تک سراغ نہ تھا۔

"کیا ڈھونڈ رہے ہو؟ آج آسمان پر چاند کہاں..... ڈھونڈتا ہے تو اچھا چاند ..."

غادیہ مسکراتے ہوئے اسے چھیڑ رہی تھی۔

"چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا غادیہ! آج اگر چاہنے سے کچھ ہوتا تو یہ ساری کائنات ... مٹھی میں ہوتی، اور میں آنکھیں بند کر کے ستاروں پر چل رہا ہوتا۔ بے فکر...... بے پروا ... خواہشیں چاند ہیں غادیہ! اور چاند کبھی مٹھی میں نہیں آتا۔" وہ مسکراتے ہوئے بہت گہری بات ... تھا۔

"یہ اتنی گہری باتیں کب سے کرنے لگے تم؟ دادی جیسی باتیں کرتے ہو، بزرگ ... جیسی بڑی بڑی کرنے لگے۔"

غادیہ اسے کسی طرح سے برا ماننے کو تیار نہیں تھی۔ شاید یہی سوچ کر وہ ہنس دیا تھا۔

"کیا ہوا؟ تم ہنس کیوں رہے ہو؟"

"نہیں، کچھ نہیں، بس صرف ایک بات سوچ رہا تھا۔"

"کیا؟"

"یہی کہ مجھے خواب دیکھنے کا سلسلہ بند کرنا چاہیے۔ دیر یا بدیر، کبھی کبھی خواب ٹوٹ ضرور جاتے ہیں۔" فریدون نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"تمہارے کیا خواب ہیں؟ مجھے بتاؤ؟"

"آپ پورا کر دیں گی؟" وہ مسکرایا تھا۔

"کر سکی تو ضرور کر دوں گی۔ کیا چاہیے نئی گاڑی یا پھر......؟"

"غادیہ خواہشیں صرف یہی ہوتی ہیں کیا؟ میں اپنی گاڑی سے اتنا خوش نہیں ہوں ... جب ہوا تو آپ کو بتا دوں گا۔" وہ بات کو مذاق میں ٹالتا ہوا مڑا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو تم؟" غادیہ نے اسے پیچھے سے پکارا تھا۔ مدھم روشنی میں کھڑی ... باندی میں بھیگتی وہ کچھ بھلی سی لگی تھی۔ فریدون مسکرا دیا تھا۔

"آپ کی شادی کی تیاریوں میں ہاتھ بٹانا باقی ہے ابھی کئی کام پڑے ہیں۔ ابھی ...

اماں بالیس کی آواز دے کر، اس سے پہلے میں خود ان کے پاس چلا جاتا ہوں۔" وہ مڑا تھا اور اندر کی طرف بڑھ گیا تھا۔

غادیہ کچھ دیر تک وہیں کھڑی اس طرف دیکھتی رہی تھی، پھر نگاہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے لگی تھی جہاں کوئی تارا تھا نہ چاند۔

"یہ فریدون کی خواہشیں کیا ہیں؟" اس نے پہلی بار اس نہج پر سوچا تھا، مگر فوری طور پر اسے کوئی جواب نہیں ملا تھا، تبھی وہ چلتی ہوئی اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔

●☺●
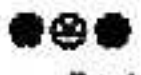
"یہ اچانک کہاں جا رہے ہو؟ پہلے تو تم نے ایسا کچھ نہیں بتایا تھا، پھر یہ اچانک پروگرام کیسے بنا؟ کہیں شادی وادی تو کرنے نہیں جا رہے؟"

طالیہ جبران نے بیگ کو پیکنگ کرتے دیکھ کر کہا تھا۔ اسے جتنی تشویش تھی، وہ جواباً اتنے ہی اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔

"کاش کہ ایسا ہو سکتا، مگر ایسا نہیں ہے طالیہ۔ میری زندگی میں کوئی لڑکی نہیں ہے۔ میں ابھی تک اکیلا ہوں۔ جب تک تمہارے جیسی کوئی لڑکی نہیں مل جاتی، یہ دل تنہا ہے اور تنہا رہے گا۔ تمہیں نہیں پتا طالیہ، مگر تم نے اس دل کو بہت بڑا گھونسہ مارا ہے۔" وہ قطعاً غیر سنجیدگی سے کہتا ہوا مسکرایا تھا۔ انداز ایسا تھا کہ وہ مسکرا دی تھی۔

"ایک گھونسا ہی کیا، میں کئی اور لاتیں بھی ماروں گی، اگر تم نے مجھے نہ بتایا کہ تم اتنی اچانک کیوں بھاگ رہے ہو؟"

وہ پلٹ کر الماری سے اپنے کپڑے نکالنے لگا تھا۔ ساتھ ہی بولا تھا۔

"جب تک تم جیسی کوئی لڑکی دوسری لڑکی نہیں مل جاتی۔ شادی نہیں کروں گا۔ یہ لکھ کر رکھ لو، اور میری شادی ہو، اس کا مجھے کوئی یقین نہیں۔ کیونکہ طالیہ جبران اس دنیا میں صرف ایک ہی اچھی لڑکی ہے، اور میری بدقسمتی یہ ہے کہ وہ مجھے نہیں ملی۔ مجھ سے ملنے سے پہلے ہی وہ کسی اور کی ہو گئی۔"

وہ اپنی دھن میں تھا، جب طالیہ جبران نے اسے گھورا تھا، پھر اس کے ساتھ کپڑے تہہ کرنے لگی تھی۔

"تمہیں ایک دن بہت اچھی سی لڑکی ملے گی، مجھ سے بھی بہت زیادہ اچھی لڑکی، جو تمہیں بہت سا پیار دے گی، اور تمہاری زندگی کو رنگوں سے، اور اپنی محبت سے بھر دے گی۔ ایسا ہو گا، اور بہت جلد ہو گا۔" طالیہ جبران کا لہجہ پر یقین تھا، مگر تبھی وہ مسکراتے ہوئے اس کے سارے سکون کو حرز... کر گیا تھا۔

"کیوں؟ تم ادیان حاکم چغتائی کو خیرباد کہہ رہی ہو کیا؟ یہ خوشگوار واقعہ کب ہ...
ہے۔"

"شٹ اپ، بچ۔" وہ بے چینی سے اسے دیکھتی ہوئی بولی تھی، مگر وہ قطعاً برا مانے...
دیا تھا۔

"کڈنگ یار! مجھے پتا ہے اتنا کچھ میں اس زندگی میں تو ہو نہیں سکتا۔" دوسرے ہی...
معمول پر تھا۔ طالیہ اپنے لہجے کا احساس کرتی ہوئی دوسرے ہی پل مسکرا دی تھی۔

"طالیہ جبران کچھ نہیں ہے بچ؟ تم اتنے اچھے ہو کہ تمہیں طالیہ جبران سے بھی اچھی ملنی چاہیے، اور وہ تمہیں ملے گی بھی۔"

"ہاں، شاید۔ تھینکس۔"

"فور وہاٹ؟"

"میرے ساتھ پیکنگ کروانے کے لیے۔" وہ بولا تھا، اور وہ ہنس دی تھی، تبھی بچ کا...
فون بجا تھا۔ بچ نے اسے ہاتھ کے اشارے سے پیکنگ کرتے رہنے کا اشارہ کیا تھا، اور خود...
کان سے لگاتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

"عجیب ہے یہ بندہ بھی، بتایا تک نہیں کہ جا کس لیے رہا ہے۔ کہیں واقعی یہ شادی کے لیے تو نہیں جا رہا؟"

اس نے مسکراتے ہوئے سوچا تھا، تبھی اس کا پاسپورٹ اس کے ہاتھ سے ٹکرایا تھا۔

"بچ کا پاسپورٹ۔" اس نے یونہی کھول کر دیکھا تھا۔ وہاں اس کی تصویر کے ساتھ بہ...
واضح انداز میں اس کا نام درج تھا۔

"پرشانت راج بچ دیو۔"

طالیہ جبران لمحہ بھر کو حیران رہ گئی تھی۔

"پرشانت راج بچ دیو۔" اس کا نام زیر لب دہرایا تھا۔ بچ کا نام یہ تھا تو اس نے ا...
کبھی بتایا کیوں نہیں...... اس کا مطلب ہے......"

وہ اس کا پاسپورٹ ہاتھ میں لیے اسی طرح ساکت سی کھڑی تھی، جب وہ مسکراتا ہوا واپس پلٹا تھا۔

"کیا ہوا؟ ہوگئی پیکنگ؟"

طالیہ نے نگاہ اٹھا کر صرف خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔

"یہ میرا پاسپورٹ تمہارے ہاتھ میں کیا کر رہا ہے؟ اوہ اچھا، میری غیر موجودگی میں میری انویسٹی گیشن کی جا رہی ہے؟"

وہ مسکراتے ہوئے سرسری انداز میں کہہ رہا تھا، پھر موبائل فون ایک طرف رکھ کر دوسرے ...وہ اس کا جائزہ لینے لگا، تبھی ایک لمحے میں اس کے ساکت کھڑے ہونے کا گمان گزرا تھا تو وہ پایا تھا۔

"کیا ہوا؟ یہ تم ایسی بت سی کیوں بن گئی ہو؟ کام میں میری ہیلپ کرو بھئی۔" وہ مسکرایا تھا۔ غالباً اس کے انداز میں کوئی ایسی بات تھی ہی نہیں، مگر وہ اسی طرح کھڑی تھی۔

"یہ میرا پاسپورٹ وہاں رکھ دو۔ سائیڈ ٹیبل پر، کہیں نہیں بھاگے گا یہ، اور یہاں آؤ، ذرا پیکنگ میں مجھے ہیلپ کر دو۔"

"تمہارا نام پرشانت راج بچ دیو ہے؟" اس نے بے یقین لہجے میں اس سے دریافت کیا تھا۔

وہ اس کے انداز پر چونکا تھا، مگر وہ فوری طور پر کچھ کہہ نہیں سکی تھی۔

"اگر میں انڈین ہوں یا سکھ ہوں تو اس سے تمہیں کوئی پرابلم ہے؟ یا ہماری دوستی کے لیے کوئی پریشانی ہے اس بات سے؟" وہ روانی سے بولا تھا، مگر اس نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"نہیں ایسی بات نہیں۔ ہم اچھے دوست ہیں۔"

"تو پھر کیا بات تھی؟ تم بت بنی کیوں کھڑی ہو؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے میں تو بس؟" طالیہ نے وضاحت دینا چاہی تھی۔

"تم شاکڈ تھیں طالیہ، اور یہ بات تم چھپا نہیں سکتی ہو۔ میں صرف یہی جاننا چاہتا ہوں کہ اس میں پرابلم کیا ہے؟"

"کوئی پرابلم نہیں ہے، مگر تم نے مجھے پہلے کبھی کیوں نہیں بتایا؟"

"پہلے تم نے مجھے وقت، اور موقع ہی کب دیا طالیہ، مجھے نہیں یاد پڑتا طالیہ ہم دونوں ساتھ بیٹھے ہوں تو تم سے میری کوئی بات میرے متعلق ہوئی ہو، یا تم نے مجھ سے میرے متعلق کچھ پوچھا ہو۔"

وہ اگر الزام اس کے سر دے رہا تھا تو کچھ غلط بھی نہ تھا۔ چھپایا اس نے کچھ نہیں تھا۔ اگر وہ اس کے متعلق جان نہیں پائی تھی تو اس میں اس کا اپنا قصور تھا۔

"ہاں، میں نے تم سے تمہارے بارے میں کبھی کچھ نہیں پوچھا، بس ہمیشہ اپنے بارے میں بتایا۔ مجھے کبھی تمہارے بارے میں جاننا ضروری لگا ہی نہیں۔ میں اپنے ہی جھمیلوں میں اتنی الجھی رہی کہ، مگر بچ، تم مجھے اجنبی کبھی لگے ہی نہیں، غیر کبھی لگے ہی نہیں کہ میں تمہارے پیچھے تمہاری کھوج میں آتی۔ مجھے ہمیشہ تم بہت اچھے، اور بہت زیادہ اپنے لگتے رہے ہو، اور اب بھی...... بچ...... ! مجھے تم پرائے کبھی نہیں لگے۔ ہمیشہ بہت اپنے لگے ہو۔ اتنے اپنے کہ میں نے تم

سے اپنا ہر سکھ اپنا ہر دکھ بانٹا' سب آنسو بانٹے' تم میرے لئے پرائے کیسے ہو سکتے ہو۔" طالیہ کا لہجہ نم تھا۔

یچ مسکرا دیا تھا' پھر آگے بڑھ کر اس کے سامنے جا رکا تھا' اور اسے بغور دیکھتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اس کے رخساروں پر پھیلتے آنسو کو چنا تھا۔

"اے ایڈیٹ اس میں رونے والی بات کون سی ہے۔ ہوں نا میں تمہارا اپنا۔ اپنا..... تو کیا ہوا رشتے کا کوئی نام نہیں ہے۔ ہم ایک سمت سے نہیں چلے ..... ایک سمت پر نہیں رکے..... ایک راہ کے نہیں ..... مگر ہم ایک دوسرے کے ساتھ تو ہیں۔"

طالیہ جبران نے آنسوؤں کے درمیان اس کا چہرہ دیکھا تھا۔

"سب کچھ ٹھیک ہے طالیہ' سب کچھ اپنی جگہ ہے۔ بس خود کو بدل دو۔ تم کمزور مت بنو۔ مجھے تمہاری آنکھوں میں آنسو بالکل اچھے نہیں لگتے طالیہ۔ کیا ہے ایڈیٹ..... اب ہاتھ تو ہٹاؤ اور یہ اپنے آنسو بہانے بند کرو یار مجھے جانا ہے' ساری پیکنگ ویسی ہی ساری پڑی ہے۔ فلائٹ کا ٹائم ہو رہا ہے۔ Let's move!" وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا' تو وہ بھی مسکرا دی تھی۔

"واپس کب آؤ گے؟"

"ایک ہفتے بعد۔" یچ نے جواب دیا تھا۔

"وہاں سب تمہیں یچ ہی کہتے ہیں؟"

"کہاں.....؟"

"تمہارے گھر میں۔"

"ہاں' سوائے دادا کے۔ وہ مجھے یچل کہتے ہیں۔ انہیں پہیلی سے بہت لگاؤ تھا۔ کوئی شاعر گزرے ہیں میرے نام کے۔ سنا ہے میں نے' دادا مجھے انہی کے نام سے بلاتے ہیں۔"

"وہ میں بھی تھی' تمہارا نام ہی ہوگا۔" اسے لگا تھا۔ وہ بے معنی سی فضول باتیں کر رہی ہے۔ تبھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ "تم فریش ہو کر تیار ہو جاؤ۔ اس پیکنگ کی فکر مت کرو۔ یہ میں کمپلیٹ کر دوں گی۔" اس نے کہا تو وہ سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

کچھ بھی تھا' یچ واقعی اس کا سب سے اچھا دوست تھا۔ اس سے کیا فرق پڑتا تھا کہ وہ کون تھا؟ کس جگہ سے تعلق رکھتا تھا؟ کس مذہب سے تعلق رکھتا تھا؟ خاص بات تو یہ تھی کہ وہ بہت اچھا انسان تھا۔ اس سے وہ انکار نہیں کر سکتی تھی' کہ اس نے اس کے ہر اچھے برے وقت میں اس کی مدد کی تھی' پھر اب وہ اس سے اچانک دور کیسے ہو سکتی تھی۔ وہ بھی صرف اس لئے کہ۔

"او اسٹوپڈ آر طالیہ جبران' اتنی چھوٹی سی بات لے کر اس سے پوچھ کچھ کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ اس نے خود کو ڈپٹا تھا' اور پھر اپنی بے وقوفی پر شرمندہ ہوتی ہوئی سر جھکا کر تیزی

سے اس کی پیکنگ کرنے لگی تھی۔

●●●
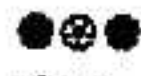
"کیا ہوا.....؟ یوں تم اس طرح سر جھکائے کیا سوچ رہی ہو۔" عمران ماموں نے بینچ پر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اسے کافی کا کپ تھمایا تھا۔ وہ چونکی تھی' پھر مسکرا دی تھی۔

"کچھ نہیں ماموں' بس ذرا تھک گئی ہوں۔"

"اس نئے پروجیکٹ کو لے کر تم کچھ زیادہ ہی پریشان ہو رہی ہو۔ لڑکی اتنی محنت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ چہرے کی ساری رونق غارت کر لی ہے۔ یہ اتنا سا منہ رہ گیا ہے میرے بچے کا۔" ماموں نے محبت سے اس کے گرد اپنا بازو پھیلایا تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔

"محنت کی ضرورت ہے ماموں' محنت نہیں کروں گی تو کامیابی کیسے ملے گی؟"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے' مگر اپنا خیال رکھنا بھی ضروری ہے بچے' اس گھر کی فکر کرنا اب تمہارا درد سر نہیں رہا۔ انگیجمنٹ ڈیٹ طے ہو گئی ہے۔ کل کو شادی بھی ہو جائے گی۔ آپا ہیں' میں ہوں' پھر تم خواہ مخواہ اتنی ٹینشن کیوں لیتی ہو؟"

"یہ ٹینشن خواہ مخواہ کی نہیں ہے ماموں' اور پھر کیا میں اس گھر کی بیٹی نہیں؟ شادی ہو جانے سے رشتے..... اس گھر سے تعلق ختم ہو جائے گا؟"

"نہیں بچے ایسا نہیں ہوگا' مگر میں تمہارے شانوں پر دھرا یہ خواہ مخواہ کا بوجھ کم کرنا چاہتا ہوں۔ یہ صرف تمہاری ذمہ داری نہیں ہے۔ ہم سب یہاں ہیں۔ تم اکیلے اپنی جنگ لڑنا بند کرو۔"

"ایسا نہیں ہے ماموں۔"

فیانہ نے بولنا چاہا تھا' مگر ماموں نے اسے ہاتھ اٹھا کر بولنے سے منع کر دیا تھا' اور وہ خود سے بولے تھے۔

"بچے بہت زیادہ کی خواہش میں اپنے اچھے لمحوں کو گنوانا بند کر دو بچے' جو تمہارے پاس ہے وہ تھوڑا ضرور ہے' مگر وہ تمہارا ہے۔ اسے سنبھالنا سیکھو۔ خوشیاں قلیل لمحوں کی مہمان ہوتی ہیں' انہیں ہاتھ بڑھا کر مٹھی میں قید کرنا پڑتا ہے' اور پھر کفایت شعار خواتین کی طرح پلو میں باندھ کر تھوڑا تھوڑا خرچ کرنا ہوتا ہے۔ اس سے خوشیاں دیرپا بھی رہتی ہیں' اور طویل عرصے تک پلو میں بندھی بھی رہتی ہیں۔ اطمینان رہتا ہے کہ ہم خالی نہیں ہیں۔"

"خوشیوں کے صرف پلے میں بندھے ہونے سے یہ اطمینان کافی نہیں ہوتا ماموں' زیادہ سے میں عمر نہیں گزرتی۔ خوشیوں کو دیکھنا ہی ضروری نہیں' انہیں محسوس کرنا ضروری ہے' اور محسوس دل سے کیا جاتا ہے ماموں' اور دل "

وہ کافی کے کپ کے کناروں پر انگلی پھیرتی ہوئی چپ ہوگئی تھی۔ عمران نے اس ... چہرے کو بغور دیکھا تھا۔ "لیناؔنہ! ایک بات بتاؤ۔"

"جی ماموں۔"

"میں نے کئی بار محسوس کیا ہے۔ کئی بار پہلے بھی پوچھ چکا ہوں۔ بچے تم اس ... خوش نہیں ہو یا......؟"

"نہیں ماموں! ایسی بات نہیں ہے۔" لیناؔنہ نے وضاحت دینا چاہی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے لیناؔنہ! تو تم ہمیں خوش دکھائی کیوں نہیں دے رہیں؟ اس ... اگر تمہاری مرضی شامل ہے تو پھر ایک اطمینان تمہارے لہجے میں سنائی کیوں نہیں ... آنکھوں میں دکھائی کیوں نہیں دیتا؟ اگر ایسی بات ہے تو ہم اس شادی کو رکوا دیتے ہیں ..."

"نہیں ماموں! میں یہ منگنی کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے تیزی سے ان کی ... اور اٹھ کر چلتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔

میرے راستوں میں
دور تک
پھیلی ہوئی محبت تھی
نیلے گہرے پانیوں سے زیادہ گہری محبت
نیلگوں آسماں کی حدوں تک جاتی
وحی کی صورت دلوں تک کئی
پیغام لاتی محبت
جس کے سارے سچ اور سارے جھوٹ
اک نگاہ سے صاف پڑھے جا سکتے تھے
نیلے گہرے پانیوں سے گہری محبت
مگر اس محبت کے رنگ
بہت پھیکے تھے (بہت کچے تھے)

●✿●

"اعتبار! یہ کیا ہوتا جا رہا ہے تمہیں؟ گھر میں تقریب ہے خوشیاں ہیں مگر تمہاری ... نام کی نہیں ہے؟" رِدا نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں! ایسی بات نہیں ہے' بس کام کچھ بڑھ گیا ہے۔ تم تو دیکھ رہی ہو' اس ... کے ساتھ میری رسپانسبلٹیز بھی بڑھ گئی ہیں۔ چاچو کو' پاپا کو' مجھ سے جو بھی توقعات ہیں' میں ..."

... گزارنا چاہتا ہوں۔" اس نے رٹی رٹائی بات کہہ دی تھی۔

"وہ سب اپنی جگہ اعتبار' مگر تم تو اتنے کھوئے کھوئے بھی ہو کہ کہیں تمہیں واقعی محبت تو نہیں ہو گئی؟ مگر یہ محبت کی وہ اول اول کی کیفیت تو نہیں لگتی؟ اول اول کی کیفیت میں تو بندہ مسرور ہوتا ہے' پُرکیف ہوتا ہے' مگر تم تو...... اتنا ان رومینٹک ساؤنڈ کر رہے ہو کہ مجھے تم پر شبہ گزر رہا ہے کہ کہیں تم۔" رِدا نے قیاس کرتے ہوئے تشویش سے اسے دیکھا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"کیا تمہارے پاس قیاس کرنے کو کوئی اچھی بات نہیں ہے؟ ابھی میری رومینٹک لائف شروع بھی نہیں ہوئی' اور تم اسے ایک جھٹکے سے ختم کر رہی ہو۔ یار کوئی اچھی بات کرو' دادی سے ... کہیں کی مت' اچھا نہ ہو تو بات ہی اچھی کر دینی چاہیے۔" اس نے دادی کی بات جوں کی توں دہرائی تھی' رِدا ہنس دی تھی۔

"جو بھی ہے' مگر ہمارے اعتبار پیرزادہ آج کل گم شدہ ہیں۔ ایم آئی رائٹ؟" اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس نے دریافت کیا تھا۔

رِدا کی آنکھوں میں شرارت تھی' مگر وہ مسکرا کر سر نفی میں ہلانے لگا تھا۔

"کیا تم میری کچھ مدد کرو گی؟"

"کیسی مدد؟"

"میری پیکنگ کر دو' مجھے اسلام آباد جانا ہے۔"

"کب؟"

"کل صبح۔"

"اکیلے جا رہے ہو؟"

"نہیں۔"

"پھر؟" رِدا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"اسی پروجیکٹ کے سلسلے میں کچھ میٹنگز اور کچھ اہم پیپرز سائن کرنے ہیں۔ اٹس اے ٹوٹل بزنس ٹرپ۔"

"لیناؔنہ بھی ساتھ جا رہی ہیں؟" رِدا نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"ہاں' اب یہ مت پوچھنا کہ چاچو بھی؟ نہیں' چاچو ہمارے ساتھ نہیں جا رہے۔ وہ اس پروجیکٹ کو مجھے سونپ کر بہت بے فکر ہو گئے ہیں۔"

"انہیں بہت بھروسا ہے نا تم پر۔" رِدا نے ملائمت سے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ اعتبار چونکا تھا' پھر سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"دانیال چاچو کو مجھ پر بھروسہ ہے' اور میں اس بھروسے کو ٹوٹنے نہیں دوں گا۔"

"اوہ ریئلی' وِش گریٹ' ہمیں یوں بھی چیزوں کو توڑنے سے زیادہ جوڑنے پر توجہ دینی چاہیے رائیٹ۔" وہ مسکرائی تھی۔

"رائیٹ۔" اعشار مسکرا دیا تھا۔

"میری پیکنگ؟" وہ جانے کو مڑی تھی' جب اعشار فون پر بات کرتا ہوا مڑا تھا۔

"اوہ ہاں' وہی کرنے جا رہی ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے پلٹ گئی تھی۔

اعشار نے کال ختم کرنے کے بعد قدرے توقف سے ایک مانوس نمبر ملایا تھا ایک...... دو...... تین...... بیلز گئی تھیں' اور پھر کال ریسیو کر لی گئی تھی۔ "ہیلو......"

دوسری طرف وہ آواز تھی' جو دل کی تمام کیفیات کو اپنی مٹھی میں باندھ سکتی تھی' جس کے اختیار میں زمانے بھی تھے' اور دل بھی' مگر اس لمحے وہ لہجہ بہت اجنبی سا تھا۔

"ہیلو' اعشار بات کر رہا ہوں' کل صبح ہم اسلام آباد جا رہے ہیں۔" اس نے ادھر ادھر کی بات کئے بنا ڈائریکٹ مدعا بیان کیا تھا۔ وہ چونک گئی تھی۔

"کل صبح اسلام آباد؟ فور وہاٹ؟"

"آپ نے غالباً فائل اسٹڈی نہیں کی' ورنہ یہ بات آپ مجھ سے نہیں پوچھتیں۔ کل اہم میٹنگز ہیں' اور کچھ پیپرز سائن کرنے ہیں۔ میں آپ کا اسسٹنٹ نہیں ہوں' مگر میں آپ کو بتا رہا ہوں۔" وہ مکمل پروفیشنل انداز میں بات کر رہا تھا۔ لہجہ سپاٹ تھا۔

لینانہ کو اپنی غلطی کا بھرپور احساس ہوا تھا۔

"آئی ایم سوری' میں نے واقعی فائل اسٹڈی نہیں کی۔ اینی ہاؤ...... کب جانا ہے۔ اچھا کل صبح...... ٹھیک ہے' لیکن یہ بات آپ کو مجھے پہلے بتانا چاہیے تھی۔ بے شک آپ میرے اسسٹنٹ نہیں ہیں' مگر اب کچھ اہم میٹنگز کو مجھے یہاں پوسٹ پون کرنا پڑے گا۔" اس کا انداز بھی وہی تھا۔ خالصتاً پروفیشنل' جیسے ان کا اس سے قبل کوئی ربط نہیں رہا ہی نہ ہو۔

پھر وہ جلن
پھر وہی آگ
کب تک رہے گی
من کی یہ پیاس
یہ دھڑکنیں
کب تک جلیں
جلتی رہے گی' جب تک یہ آگ
لے کر پیار آنکھوں میں

تم ایک بار آؤ نا
خواہشیں پھر سے ستانے لگی تھیں...... محبت اس کے گرد پھر محاصرہ کرنے لگی تھی...... وہ بکھرنے کو تھا......

"لینانہ!" ایک لمحے میں اس کا نام بے خودی سے زبان سے پھسلا تھا۔

دوسری طرف لینانہ چونک گئی تھی۔ وہ اس کے لئے پھر کوئی مشکل لمحہ لانے والا تھا' پھر اس کٹھن گھڑی کا آغاز کرنے والا تھا۔

"کہو؟ کوئی ضروری بات ہے؟" ہمت کر کے وہ پُر اعتماد انداز سے بولی تھی۔

وہ کچھ لمحوں کو چپ ہوا تھا۔

I can`t Live without you.

اندر باہر ایک آواز گونجنے لگی تھی' مگر اس آواز کو اعشار پیرزادہ نے اس بار کوئی زبان نہیں دی تھی۔

You there اعشار پیرزادہ نے چونک کر مدھم لہجے میں کہا تھا۔

"تم کچھ کہہ رہے تھے؟ شاید کوئی ضروری بات؟"

"نہیں' کچھ نہیں۔"

اعشار کو ایک پل میں سب کچھ بے معنی لگا تھا۔ اپنی وہ لگن...... وہ جلن...... دوسری طرف ایک سرد ماحول تھا...... اور......!

"اوکے' باقی کی بات ہم بعد میں کریں گے۔" اعشار نے کہہ کر فون کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا' مگر کئی لمحوں تک وہ اس آواز کے حصار سے نکل نہیں آیا تھا۔ اس کی آواز اس کے گرد نہ نکلنے والے دائرے بنا گئی تھی' اور وہ ان دائروں میں سر پٹخ رہا تھا۔

There's no love, there's no hate
I left them there for you to takl
But know that every word was a piece of my heart
Have i said too much?
Maybe I haven`t said enough
But know that every word was A piece of my heart!

"تم نے اس روز مجھے یہ نظم نذر کیوں کر دیا تھا؟"

www.paksociety.com

www.paksociety.com

ادیان حاکم چغتائی اس کے سامنے کھڑا پوچھ رہا تھا' اور وہ حیرت سے اسے
خود وہ کئی مرتبہ کس کس طریقے سے اسے نظر انداز کر چکا تھا۔ بے عزت کر چکا تھا
اس کی تذلیل کر چکا تھا' اور آج اسے اپنا صرف ذرا سا نظر انداز کیا جانا برا لگ گیا تھا
وہ جانے کیوں مسکرائے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔ "تو آپ کو میری توجہ درکار تھی؟"

"شٹ اپ مجھے ایسا کچھ نہیں چاہئے تھا۔"

"تو پھر آپ اتنا غصہ کس بات پر دکھا رہے ہیں؟"

"میں نے تمہیں بارش میں بھیگتے دیکھا تو تمہاری مدد کرنے کی کوشش کی۔"
احسان جتانا ضروری سمجھا تھا۔ وہ اطمینان سے مسکرا دی تھی۔

"تھینکس' مجھے آپ کی مدد کی ضرورت نہیں تھی۔"

"اوہ راعیف' آئی فور گوٹ دیٹ کہ اب آپ ایک انڈیپنڈنٹ بزنس وومن ہو۔" وہ جل کر بولا تھا۔

"عورت کچھ بھی بن جائے' کچھ بھی کر لے وہ اندر سے اتنی ہی ڈری ہوئی ہے۔ اسے تحفظ کے لئے ہمیشہ ایک مرد کی طرف دیکھنا پڑتا ہے' اور ایسا کر کے اسے خوشی ہوتی ہے وہ دل سے چاہتی ہے کہ اس کی زندگی میں آنے والا شخص اسے محبت بھی دے اور تحفظ بھی۔

A woman just wants Love and protection.

"مگر تم یہ بات کبھی نہیں جان پاؤ گے ادیان' اگر جان پاتے تو آج میں تنہا نہیں ہوتی۔ مجھے تمہاری توجہ' بھیک یا ترس میں نہیں چاہئے ادیان' اسے میں اپنا حق سمجھ کر وصولنا چاہتی ہوں یہی تمہاری زندگی کا بھی سچ ہے' اور میری زندگی کا بھی...... میں جو چاہتی ہوں' اور میں جانتی ہوں ہے۔ اینڈ آئی وانٹ دیٹ آل۔" اس نے مضبوط لہجے میں کہا تھا۔ سوچ میں ڈال دیا تھا۔ انداز کچھ استہزائیہ تھا۔

"تم خواب دیکھنے بند نہیں کرو گی طالیہ؟ کیا طے کر لیا ہے تم نے؟"

"یہ خواب نہیں ہیں ادیان' یہی میری' اور تمہاری زندگی کی سچائی ہے' اور اپنے سچ سے بھاگ رہے ہو نا کہ میں...... میں اس سچ کے ساتھ کھڑی ہوں۔ مضبوطی سے قدم جمائے تمہارے سامنے ہوں۔ خوفزدہ ہو کر بھاگنا تم چاہتے ہو' میں نہیں۔"

"اوہ کم آن' تم اس طرح کی بھونڈی وضاحتیں دے کر' اور جواز پیش کر کے مجھے قائل نہیں کر سکتیں۔ تم جو بھی کہتی ہو' وہ میں ایک کان سے سنتا ہوں' اور دوسرے سے نکال دیتا ہوں اور مجھے پہلی بار تب پتا چلتا ہے کہ خدا نے انسان کو یہ دو کان کس لئے دیے ہیں۔"

مسکراتے ہوئے اس کی بات مذاق میں اڑا گیا تھا۔
وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اس کے لئے' اس کی زندگی میں طالیہ جبران کی واقعی کوئی جگہ تھی نا...

احساس بہت دل جلانے والا تھا۔ انتہا پر اعتماد نظر آنے کی کوشش کے باوجود اس کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئی تھیں۔

ادیان نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا' پھر کچھ جھک کر ہاتھ بڑھایا تھا' اور بہت آہستگی سے اس کی آنکھ کے کنارے سے وہ نمی چن لی تھی' اور اس کے اس آنسو کو بغور دیکھنے لگا تھا۔
دیا تھا۔

"یہ سارے تیر بہت اچھے ہیں طالیہ جبران' تمہاری میان میں کوئی تیر بھی بے کار کا نہیں۔ غلطی تمہاری یہ ہے کہ تم ان کا استعمال غلط جگہ پر کر رہی ہو۔ دیئر از نو لوڈ دیئر از نو ہیٹ۔" وہ افسوس کرتا ہوا تھا۔ "یہاں تمہارے لئے کہیں کچھ نہیں ہے طالیہ۔"
وہ سرور سے انداز میں کہہ رہا تھا۔ ایک لمحے میں طالیہ جبران کو اپنی حد درجہ تذلیل محسوس ہوئی۔

تم بھول سکتے ہو' مگر میں تمہیں یاد دلانے کو پل پل تمہارے سامنے موجود ہوں کہ میں وہی ہوں۔ میں تمہاری میز پر دھری کوئی چیز نہیں ہوں۔ رشتوں کو امپورٹنس دینا...... سب اتنی ریسپیکٹ جتنی یہ ڈیزرو کرتے ہیں' ورنہ تم کہیں کے نہیں رہو گے۔ تم میری انسلٹ کر کے اگر کوئی تسکین حاصل کرنا چاہتے ہو تو یہ صرف وقتی ہے۔ یہ بات تم بھی جانتے ہو کہ میں تمہاری زندگی میں کہاں پر ہوں۔ تمہاری یہ ضد...... یہ جھنجلاہٹ...... یہ سر پٹختا...... پاؤں رگڑنا سب بے کار ہے ادیان۔
تم اندر سے جانتے ہو' تم ہار جاؤ گے۔
خوفزدہ ہو تم مجھ سے۔
خوفزدہ ہو اس رشتے سے...... اس رشتے کی سچائی سے۔
تم جانتے ہو ادیان' تم ہار رہے ہو۔
تم ہار جاؤ گے!
وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پُر اعتماد لہجے میں کہہ رہی تھی' اور ادیان حاکم چغتائی چپ چاپ دیکھ رہا تھا۔

●✿●

ادیان حاکم چغتائی مسکرا دیا تھا۔ انداز میں اطمینان ہنوز برقرار تھا۔

طالیہ جبران کو لگا تھا وہ ٹاہ اس کا مذاق اڑا رہی ہو اور ایسا پہلی بار [illegible]

کہا' اس طرح بولنا دیوانے کا خواب ہی تو تھا۔ وہ غلط نہیں تھی' وہ جانتی تھی۔ درحقیقت [illegible]

نہیں تھا' وہ خود تھی۔

خالی ہاتھ وہ نہیں تھا' وہ خود تھی۔

شکستہ وہ نہیں تھا' وہ خود تھی۔

خود کو دینے والے بہلاوے بہت غلط ثابت ہوئے تھے۔ [illegible]

تھا۔ ایک پل میں اس نے سچ کو سمجھا تھا۔ بچا یا تھا' اور آنکھیں پانیوں سے بھرتی [illegible]

ادیان حاکم چغتائی نے اس پل میں رنگ بدلتے منظر کو دیکھا تھا۔ [illegible]

حد درجہ پر اعتماد تھی' اور اب...... ایک لمحے میں وہ کمزور ترین ہو گئی تھی۔ [illegible]

کس قدر حیرت ضرور ہوئی تھی' مگر وہ اچانک ہی مڑی تھی' اور وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔

کیسی عجیب تھی وہ لڑکی......!

پل میں حیران کر دینے والی پر اعتماد...... با اختیار...... اور پل میں کمزور ترین۔

وہ قطعاً سمجھ نہیں سکا تھا کہ اگر وہ خود کو اتنا مضبوط سمجھ رہی تھی' تو پھر اس طرح [illegible]

رہی تھی۔

●●●

وقت عجیب موڑ پر لا کر اسے کھڑا کر چکا تھا۔ وہ اس سے جتنا بھاگ رہی تھی' جتنا [illegible]

چاہتی تھی۔ وقت اسے اتنا ہی کھینچ کر اس کے قریب لا رہا تھا۔ وہ قدم بقدم اس کے ساتھ [illegible]

تھی۔ پی سی میں میٹنگ کے لئے جاتے ہوئے وہ اس کے ساتھ ساتھ تھا۔

"آپ نے فائل دیکھ لی تھی؟" اختیار نے اس سے دریافت کیا تھا۔

لبنانہ نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"آپ نے فائل دیکھ لی تھی؟" اختیار نے اس سے دریافت کیا تھا۔

لبنانہ نے کچھ نہیں کہا تھا۔ میٹنگ کے دوران بھی وہ زیادہ نہیں بولی تھی۔

"آپ کی وائف کی طبیعت ٹھیک نہیں لگتی۔ آپ انہیں ریسٹ کرنے دیتے تو زیادہ اچھا ہوتا۔" اور اس کا انٹرسٹ نہ دیکھ کر' میٹنگ ختم ہونے کے بعد مسٹر ہاشمی نرمی سے مسکراتے ہوئے بولے تھے۔

وہ بے طرح چونک پڑی تھی۔ پہلی فرصت میں نگاہ اس شخص کی طرف گئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی وہ کوئی انداز بلاتسلی بخش تھا۔ وہ حیران رہ گئی تھی۔ غالباً وہ بہت زیادہ محظوظ ہوا تھا۔

"آپ نے اس وقت انہیں کوئی جواب کیوں نہیں دیا؟"

گاڑی میں بیٹھ کر وہ بولی تھی۔ انداز جلا کٹا سا تھا' مگر وہ بہت اطمینان سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"میں نہیں جانتا آپ کب سے بزنس میں ہیں' مگر بزنس ایسے نہیں ہوتا۔ ہم انہیں فوری طور پر کچھ نہیں بتا سکتے۔ ہماری بھی کچھ ٹرمز اینڈ کنڈیشنز ہیں۔ کوئی فیصلہ یونہی نہیں کیا جا سکتا۔"

"میں بزنس کی بات نہیں کر رہی۔"

"پھر؟" وہ اپنا اطمینان ہنوز برقرار رکھے ہوئے تھا۔

"میں اس بات کی بات کر رہی ہوں۔"

"اس بات کی بات؟ کون سی بات؟"

"وہ بات...... جو وہ مسٹر ہاشمی کہہ رہے تھے۔"

"وہی بات تو کہہ رہا ہوں کہ ہم اتنی جلدی انہیں جواب نہیں دے سکتے۔ یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"

"ہاں......" لبنانہ زچ ہو گئی تھی۔ شاید وہ اسے جان بوجھ کر زچ کر رہا تھا۔ "میں اس بارے میں بات نہیں کر رہی۔"

"پھر؟"

"میں اس بات کے بارے میں بات کر رہی ہوں۔" وہ چڑ کر بولی تھی۔

"کون سی بات؟" وہ بکسر لاعلم تھا۔

"وہی۔"

"وہی کون سی؟"

"اف......" وہ زچ ہو گئی تھی۔ غصے سے چہرہ کسی قدر سرخ تھا۔

اختیار اس کا چہرہ بغور دیکھنے لگا تھا۔ اگر اس کی کیفیت اسے سکون دے سکتی تھی' تو وہ اس

وقت خوش تھا۔ اس کی چڑچڑاہٹ...... اکتاہٹ...... اس کا لڑنا جھگڑنا...... کچھ تو اپنائیت تھی اس میں...... کچھ برا نہیں لگا تھا...... ہاں کچھ اچھا ضرور لگا تھا...... ایک طویل چپ ٹوٹی تھی۔ وہ اس سے اس طرح بات کر رہی تھی۔ اچھا کیسے نہ لگتا......

"اور وہ بات کیا اتنی بری تھی؟" وہ بہت آہستگی سے بولا تھا۔

وہ اپنی جگہ پتھر ہو گئی تھی۔

"کیا برا کیا اس مسٹر ہاشمی نے؟ تمہیں میری وائف کہا' کیا عجب ہے ایسا ہو بھی تو ہے۔" وہ لایعنی باتیں کر رہا تھا۔

"اعظار......" وہ دنگ رہ گئی تھی۔ "ہاؤ ڈیئر یو۔" اس نے اپنا غصہ ظاہر کرنا چاہا تھا' مگر شخص پر کوئی اثر دکھائی نہیں دیا تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

"کیا برا ہے یہ؟ شادی تو تمہیں کرنا ہے پھر؟"

"پھر سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ یو گون میڈ؟" وہ غصے سے دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

"نہیں۔" وہ اطمینان سے کہہ کر چہرہ پھیر گیا تھا۔ "تھنگ از امپاسبل۔" اس کا لہجہ رسانیت بھرا تھا۔ "دنیا میں سب کچھ ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ ناگواری سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ "اسی لیے میں تمہارے ساتھ آنے کو تیار نہیں تھی۔" اس نے صاف گوئی سے کہا تھا' مگر وہ اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔

"مجھ سے اتنی خوفزدہ ہیں؟"

"خوفزدہ ہوتی تو اس وقت آپ کے ساتھ نہ ہوتی۔" وہ کہہ کر چہرہ پھیر گئی تھی۔

"مسٹر ہاشمی نے کچھ غلط تو نہیں کہا۔ ہم دیکھنے میں اتنا پرفیکٹ کپل ہیں کہ...... آپ کو لگتا ہے؟"

"شٹ اپ......"

"تو......" وہ قلقلا پر اٹھانے بغیر چہرہ پھیر کر مسکرا دیا تھا۔

فیانہ اسے گھورے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔ "ہاؤ چیپ۔"

"واٹس چیپ! اِٹس ناٹ اے چیپ تھنگ۔"

"شٹ اپ......! خود کو ڈی فنڈ کرنے کی کوشش مت کرو۔ نہ یہ محبت ہے' اور نہ تم......"

"نہ تم کیا؟" وہ اس کی کسی بات کا کچھ برا نہیں مان رہا تھا۔ "Come on, let's complete the line!"

"نہ تم کیا؟" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"میں تم سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی۔" وہ انتہائی غصے سے چہرہ دوسری طرف موڑ گئی تھی۔

"کیا تم یہ سننا چاہتی ہو کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں...... یا یہ سننا چاہتی ہو کہ میں کتنی محبت کرتا ہوں؟"

وہ جلتی پر جیسے تیل ڈال رہا تھا۔ اس طرح گاڑی میں...... ڈرائیور کی موجودگی میں ایسی باتیں کرنا۔ صاف ظاہر کر رہا تھا کہ اس شخص کو کسی بات کی کوئی پروا نہیں' مگر اسے تھی...... وہ ایسی باتیں نہیں سن سکتی تھی' تبھی اسے گھورنے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے وہ کھڑکی کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ تبھی ایک سرگوشی اس کے اردگرد پھیلی تھی۔

"I Love You"

اس کے سر پر ایک لمحے میں آسمان آن گرا تھا۔

"وہاٹ ڈِڈ یو سے؟ آر یو نائنگ؟ کیا بکواس ہے یہ؟" وہ اپنے غصے پر قابو پائے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"تم نے غور کیا؟ تم مجھ سے کتنی اپنائیت سے بات کر رہی ہو؟ بالکل وہی انداز...... وہی لیجے...... مجھے اچھا لگ رہا ہے سب کچھ...... کچھ بھی ہے۔ تمہاری وہ سرد سی چپ ٹوٹ رہی ہے' اور یہ کچھ برا نہیں ہے۔ مجھے بالکل بھی برا نہیں لگ رہا کہ تم مجھ پر چیخ رہی ہو' غصہ کر رہی ہو۔" وہ مسرور تھا۔

فیانہ کو اس سے بات کرنا بالکل فضول لگا تھا۔ وہ صورتحال کو سمجھ رہا تھا نہ حالات کو۔ پاگل تھا بالکل۔

"فیانی' جو تم سوچ رہی ہو' وہ بھی غلط نہیں ہے' مگر اب میں خود کو ان اسٹوپڈ حالات کے حوالے کر سکتا ہوں نہ اس وقت کے...... میرے پاس اب گنوانے کو کچھ باقی نہیں بچا ہے' اور زندگی میں ایسا کوئی شخص نہیں ہو گا' جو اپنے اس گنوائے ہوئے سے سبق نہ سیکھے۔ میں نے جو کچھ گنوایا اس میں غلطی میری اپنی تھی فیانہ' سراسر میری غلطی' اور اب میں اپنی وہ غلطی دوبارہ قطعاً نہیں دہراؤں گا۔" وہ ایک عزم سے کہہ رہا تھا۔ لہجے میں بھرپور اعتماد تھا۔

وہ حیران نہ ہوتی تو عجب ہوتا۔ وہ حیران ہوئی تھی۔ اس کی طرف دیکھا تھا' مگر وہ اسی بے فکری سے دوبارہ مسکرا دیا تھا۔ اپنی ایک آنکھ بہت ہولے سے شرارت سے دبا دی تھی۔

"میں اب وقت کو خود سے آگے بھاگنے نہیں دوں گا فیانہ' بالکل بھی نہیں۔ اب وقت کو میرے ساتھ چلنا ہو گا۔ قدم بہ قدم' ساتھ ساتھ۔" وہ بہت مدھم لہجے میں اس کی طرف دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا۔ اس کے لہجے میں اس لمحے ایک بھرپور اعتماد تھا۔

اور فینانشہ بیگ ساکت تھی۔ آنکھیں حیران تھیں' اور ہونٹ جامد! وہ صرف ... اسے دیکھ رہی تھی۔

●✿●

"منال! تم جو بھی سوچ رہی ہو' سب غلط ہے۔ میں یہاں ہوں۔ تمہارے تمہارے پاس...... تم جانتی ہو' پھر فضول میں بچوں جیسی باتیں مت کرو۔"

"بچوں جیسی باتیں میں نہیں کر رہی' تم کر رہے ہو ادیان! مجھے تو یہاں تک لگ ... کہ تم......" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

"تم واٹ......" ادیان نے کسی قدر ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

"تم اس لیے اسے ڈی فنڈ کر رہے ہو ادیان۔ یہ ایک بات نوٹ کی ہے تم نے؟... اسٹرونگ ہو گئی ہے کہ اب تم پر...... ہاں میں ہرگز اس بارے میں سوچنا نہیں چاہتی' لیکن ... ہے۔" وہ نمی سے بھرپور آنکھوں کے ساتھ چہرہ دوسری طرف موڑتے ہوئے بولی تھی۔

ادیان کی پیشانی پر کئی شکنیں ایک ساتھ دکھائی دی تھیں۔

"کیا سچ ہے؟ تم کس بارے میں کہہ رہی ہو؟ منال تمہارا صرف دماغ خراب ہے۔ خوفزدہ اس سے تم ہو' اور بتا مجھے رہی ہو' اور میں یہاں تمہارے پاس یہ سب فضول کی باتیں سننے نہیں آتا ہوں۔ کچھ لمحے سکون کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں' مگر تم...... تم ایسا ممکن نہیں ہونے دے رہی ہو۔ تم مجھے خود اس کے قریب دھکیل رہی ہو۔ اگر یہی سب رہا تو......" ادیان نے اپنے غصے کو دباتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

"وہاں ڈو یو مین' اگر یہی سب رہا تو؟" وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"دیکھو منال' تم صرف خوف زدہ ہو۔" اسے باور کرایا تھا۔

"ہرگز نہیں۔" وہ چیخ پڑی تھی۔ "میں خوفزدہ نہیں ہوں۔ تم ادیان' تم مجھے خوفزدہ کر رہے ہو۔ تمہارا یہ رویہ' یہ انداز...... ہاں تم نے اس سے پہلے مجھ سے کبھی اس طرح بات نہیں کی۔ آج سے پہلے کبھی نہیں' اور آج......" آنکھوں میں ٹھہرا سارا نمکین پانی ایک پل میں باہر چھلک آیا تھا۔

ادیان بے بسی سے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ "منال' ڈونٹ بی اسٹوپڈ' میں یہیں ہوں تمہارے ساتھ ہوں۔"

قدرے توقف سے وہ اسے شانوں سے تھامے کہہ رہا تھا' مگر منال اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

"منال' کیا تم نہیں جانتیں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں؟"

"میں واقعی نہیں جانتی کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو یا نہیں؟"

ایک لمحے میں اس نے ایک بے یقینی کی بہت بڑی بات کہی تھی۔ ادیان حیران رہ گیا اور کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔ پھر غصے سے اسے ایک جھٹکے سے چھوڑ دیا تھا۔

"تم پاگل ہو رہی ہو منال احمد' تمہارے سر پر صرف طالیہ جبران کا بھوت سوار ہے۔"

"اور تمہارے حواس پر طالیہ جبران سوار ہے۔"

"منال......" ادیان نے غصے کا برملا اظہار کیا تھا۔ "یو جسٹ گون میڈ۔"

"Yeah I am mad! I am mad.....but only just about you. I can't share you" منال بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

"میں تمہیں کسی کے ساتھ بانٹ نہیں سکتی ادیان۔ کسی کے ساتھ بھی نہیں...... محبت کرتی ہوں میں تم سے۔ پھر یہ بیچ میں...... کہاں سے آ گئی یہ؟ ادیان اگر تم نے مجھے پہلے کبھی بتایا ہوتا کہ تمہاری زندگی میں ایسا کوئی رشتہ موجود ہے' یا تم اس طرح کسی کے ساتھ ہو تو...... تو میں تمہاری زندگی میں کبھی نہیں آتی۔" منال فیصلہ کن انداز سے کہہ رہی تھی۔

"کیا؟ کیا بچوں جیسی باتیں ہیں یہ؟ میں خود کہاں جانتا تھا۔ ایسا کچھ ہے بھی۔ ایک ادھورا سا رشتہ تھا یہ...... اور وہ یہاں آ گئی۔ وقت کی ساری گرد جھاڑنے۔ پاگل ہے وہ۔ پاگل۔ ایک بچپن میں ستانے والی لڑکی۔"

ایک لمحے میں اس کا بھیگتا چہرہ آنکھوں کے سامنے آیا تھا۔ وہ پل میں مضبوط...... اور پل میں کمزور...... بکھری بکھری سی لڑکی۔ درحقیقت کیا تھی۔ وہ اسے اب تک جان نہیں پایا تھا۔

وہ جانے کیوں اس کے متعلق سوچنے لگا تھا۔ منال احمد جو اس لمحے اس کے سامنے کھڑی تھی اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"تم اس وقت اسے کیوں سوچ رہے ہو ادیان؟"

"If she is mad, why are you thinking about her?"

"اس لیے کہ میں اس سے خوف زدہ نہیں ہوں۔ میرے دماغ پر اس کا کوئی بھوت سوار نہیں ہے۔ میں اس سے روبرو بات بھی کر سکتا ہوں' اور اسے ڈانٹ بھی سکتا ہوں۔ میں اس سے خوفزدہ بالکل بھی نہیں ہوں' تمہاری سمجھ میں آئی یہ بات؟"

وہ اسے ڈپٹتے ہوئے بولا تھا۔ منال اسے جواباً کچھ نہیں کہہ سکی تھی' اور وہ چلتا ہوا وہاں سے نکل گیا تھا۔

●✿●

"کیا بات ہوئی؟ سارا زمانہ اتنا خوش ہے' اور تم اتنے اداس دکھائی دے رہے ہو؟"

معاملہ کیا ہے؟" غادیہ نے دریافت کیا تھا۔

فریدوں فوری طور پر کوئی جواب دے نہیں پایا تھا' مگر وہ اس کی طرف متواتر ... [illegible]
سکا تھا۔

"کیا ہوا تم اس طرح چپ کیوں ہو؟"

آہن فریدوں کی نظریں برستی ہوئی بارش کو دیکھ رہی تھیں' جب غادیہ نے در[illegible]
تھا۔

"نہیں' میں صرف موسم کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔" وہ بات کا [illegible]
طرف پھیرتے ہوئے مسکرایا تھا۔

غادیہ نے اسے کسی قدر حیرت سے دیکھا تھا۔ "میں تم سے اتنی اہم بات کر رہی تھی او
تم......"

"میں سن رہا تھا آپ کو۔"

"کیا سن رہے تھے؟ تم تو مسلسل اس بارش کی طرف دیکھ رہے ہو۔" غادیہ نے [illegible]
وہ مسکرا رہا تھا۔

"غادیہ! آپ جانتی ہیں، میں آپ کی کوئی بات نظرانداز کر سکتا ہوں نہ ہی آپ کو [illegible]
ہوں۔ آپ کی بے معنی باتوں کو بھی میں بہت توجہ سے سنتا ہوں۔"

غادیہ نے اسے مصنوعی خفگی سے گھورا۔

"آپ کے فیانسی کیسے ہیں؟" وہ مسکرا دیا تھا۔

"ٹھیک ہیں' کل صبح بات ہوئی تھی' کہہ رہے تھے' آج فون کریں گے' مگر ابھی تک کال
نہیں آئی۔"

"آپ خوش ہیں۔" آہن فریدوں پتا نہیں کیا جاننا چاہتا تھا۔

غادیہ پہلے چونکی تھی، پھر مسکرا دی تھی۔

"آف کورس، میں خوش ہوں۔"

آہن فریدوں نے دیکھا۔ غادیہ خان کی آنکھوں میں ایک چمک سی تھی۔ بہت سے [illegible]
صاف چمکتے دکھائی دیتے تھے۔ وہ خوش تھی۔ یقیناً بہت خوش...... وہ جھوٹ نہیں کہہ رہی تھی۔ غادیہ
واقعی خوش تھی۔

"تم خوش نہیں ہو؟" وہ بغور اس چہرے کو دیکھ رہا تھا' جب غادیہ نے دریافت کیا تھا۔

وہ اس کی طرف سے نگاہ پھیر گیا تھا۔ فوری طور پر جواب نہیں دیا' پھر بارش کی بوندوں ک

[illegible] لیتے ہوئے بہت آہستگی سے بولا تھا۔

"ہاں' میں خوش ہوں۔ آپ خوش ہیں تو میں بھی بہت خوش ہوں۔"

مدھم لہجے میں ایک رضا کی رضا تھی۔ غادیہ شاید اس بات کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکی تھی'
[illegible] مسکرا دی تھی۔

"میں چلی جاؤں گی' تو تم مجھے مس کرو گے؟"

"آف کورس' آئی ڈو۔" وہ بلاتردد بولا تھا۔

"کتنا؟ باؤ مچ؟"

"بہت زیادہ......"

آہن فریدوں کی آنکھوں میں اضطرابی صاف چھلک رہی تھی۔ اس کے لئے جیسے اس
گھڑی وہاں ٹھہرنا محال تھا' مگر وہ وہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ صرف اس کے باعث...... فوری طور پر اسے
اس طرح چھوڑ کر جانا ممکن نہیں تھا' اور وہ یہ بات اسے بتا نہیں سکتا تھا۔

"ہاں' دکھائی دے رہا ہے تم مجھے کتنا مس کرو گے۔ تمہارے چہرے سے صاف لگ رہا
[illegible]" غادیہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا؟" آہن فریدوں نے چونکتے ہوئے دریافت کیا تھا۔

"فریدوں اس گھر میں سب تمہارے اپنے ہیں۔ بہت اپنے۔ میں یہاں سے چلی بھی
جاؤں تو یہاں تم غیر کسی کے لئے نہیں ہو۔ تم یہاں اتنے سالوں سے ہو۔ تمہیں لگا کہ تم یہاں
اجنبی ہو؟ یا کسی کا رویہ تمہارے ساتھ اچھا نہیں ہے؟"

غادیہ بالکل نہیں سمجھ پا رہی تھی۔ اس کی کیفیت پر قطعاً اس کی نگاہ نہیں تھی۔ اس کی
اضطراری...... اس کی بے چینی...... اس کے لئے جاننا جیسے ناممکن تھا۔ وہ اس نہج پر نہیں تھی۔

آہن فریدوں بہت آہستگی سے مسکرا دیا تھا۔

"میں ایسا نہیں سوچتا غادیہ' میں ایسا بالکل بھی نہیں سوچتا۔ یہاں سب میرے لئے اپنے
ہیں' بہت اپنے ہیں۔ ایسا کہہ کر آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔"

"میں ایسا نہیں چاہتی' میں ایسا بالکل بھی نہیں چاہتی۔ میرا مقصد تمہیں صرف یہ بتانا ہے
کہ تم اس گھر میں اجنبی نہیں ہو۔ میرے بعد بھی نہیں۔"

"میں جانتا ہوں غادیہ۔"

"جانتے ہو تو پھر اس طرح اداس کیوں ہو؟" غادیہ مسکرائی تھی۔

"بس......" وہ کچھ بول نہیں سکا تھا۔ انداز میں ایک بے بسی تھی۔

"بس کیا؟" غادیہ بات کی تہہ کو بالکل نہیں جانتی تھی۔

"آپ بہت یاد آئیں گی۔" وہ اس کی طرف دیکھے بغیر مدھم لہجے میں بولا تھا۔

"دیٹس اے تھمنٹ! تم بھی مجھے بہت یاد آؤ گے۔"

"Yeah but I will be missing you a Lot."

"ہاں! میں جانتی ہوں! میں بھی تم سب کو بہت مس کروں گی۔" غادیہ کی آنکھوں میں اس لمحے میں نمی آن ٹھہری تھی۔

فریدون بہت کچھ کہنا چاہتا تھا' مگر ان آنسوؤں کو دیکھ کر کچھ بھی مزید کہنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔

"نہیں غادیہ.....! پلیز۔" اشارہ اس کی آنکھوں کی نمی کی طرف تھا۔ وہ اسے روتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

غادیہ نے اپنی آنکھوں کے کناروں کو ہلکے سے پونچھا تھا' اور پھر اس کی طرف دیکھ کر بولی تھی۔

"تم سب کی یاد واقعی بہت آئے گی فریدون! ایک لڑکی کے لیے یہ سب آسان نہیں ہوتا۔ اپنا آپ چھوڑ دینا' گھر بار چھوڑ دینا' ایک انجان سے شخص کے لیے..... جس کے ساتھ اس کی پہچان دو دن کی ہو۔ اپنے سارے رشتے چھوڑ دینا' جو برسوں کے ہیں' یہ بالکل بھی آسان نہیں ہے۔" غادیہ کا لہجہ اداس تھا۔

"ہاں' میں جانتا ہوں' مگر ایسا سب لڑکیاں کرتی ہیں' اور سب لڑکیاں ہم مردوں سے زیادہ بہادر ہوتی ہیں۔ اینڈ یو آر بریو۔" وہ اسے مسکراتا دیکھنا چاہتا تھا۔ سو بولا تھا' غادیہ مسکرا دی تھی۔

"ہاں میں بریو ہوں' مگر اب تم بھی بریو ہو جاؤ۔ مجھے روتا دیکھنا نہیں چاہتے ہو' اور خود لال آنکھیں دیکھی ہیں' پانیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ بے وقوف۔" غادیہ نے اس کے شانے پر ایک مکا محبت سے مارا تھا۔

فریدون مسکرا دیا تھا۔

●☺●
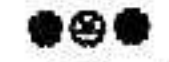
وہ سو رہی تھی جب اس کا سیل فون چیخا تھا۔ طالیہ نے آنکھیں بند کیے کیے فون ٹٹول کر کان سے لگایا تھا۔

"ہیلو....."

"یو لیزی گرل! تم ابھی تک سو رہی ہو؟" دوسری طرف نج نے کہا تھا۔

"نج تم! اتنی صبح صبح کیوں ڈسٹرب کر دیا' کیا بات ہے؟"

"جاگ جاؤ' میں جانتا ہوں' انگلینڈ کی گھڑیوں میں اس وقت صبح کے نو بج چکے ہیں۔ پورا انگلینڈ جاگ چکا ہو گا۔ تم اب تک کیا کر رہی ہو؟ رات کو کیا کر رہی تھیں۔ جلدی نہیں سوئی تھیں کیا؟" نج نے جوس کے سپ لیتے ہوئے دریافت کیا تھا۔

"ہاں' رات دیر سے سوئی۔ اٹھنے کا بالکل بھی دل نہیں کر رہا ہے۔ نج مجھے سونے دو۔ بہت تھکی ہوئی ہوں۔"

"بالکل نہیں' جاگو ورنہ سب کچھ کھو جائے گا۔"

"کھو جائے' آئی ڈونٹ کیئر' اب بھی کچھ میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔" اس نے لاپروا لہجے میں کہتے ہوئے آنکھیں کھولی تھیں اور سائیڈ ٹیبل سے گھڑی اٹھا کر وقت دیکھا تھا۔

"ابھی نو بجنے میں چودہ منٹ باقی ہیں' نج تم بھی نا۔" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔ انداز ڈپٹنے والا تھا' مگر نج مسکرا دیا تھا۔

"تمہیں وقت کو ہرانا ہے طالیہ! اگر وقت کو ہرانا ہے تو تمہیں اس سے آگے چلنا ہو گا جو جو تمہارا ہے اور تمہارے پاس نہیں ہے اسے مٹھی میں لینے کا بہت بڑا گر ہے یہ..... اپنے پلو میں باندھ لو۔" نج نے دوسری طرف مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

وہ کمبل ہٹا کر اٹھ بیٹھی تھی۔

"نج! تمہیں اتنی دور وہاں انڈیا میں بیٹھ کر بھی میری اتنی فکر ہے؟"

"ہاں....." نج نے برملا کہا تھا۔

"تو پھر اسے کیوں نہیں' جس کے لیے میں یہاں ہوں؟"

طالیہ جبران کا لہجہ بجھ سا گیا تھا۔ نج اگلے چند لمحوں تک کچھ نہیں بول سکا تھا۔

"نج وہاں کی صبح کیسی ہے؟"

"روشن ہے مگر....."

"مگر کیا؟"

"جہاں تم ہو' وہاں کا سویرا زیادہ روشن ہو گا۔" وہ بولے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

طالیہ جبران کو پتا تھا اس کی رو دینے میں دیر نہیں لگتی۔

"نج مذاق کرنا بند کرو۔ اگر میری وجہ سے سویرا روشن ہو سکتا تو ..... آج میری زندگی میں اندھیرا اتنا زیادہ نہیں ہوتا۔" لہجے میں نا چاہتے ہوئے بھی ایک اداسی چھلک آئی تھی۔

"ڈونٹ بی اسٹوپڈ! تم اس دنیا کی سب سے اچھی لڑکی ہو طالیہ۔ تم اگر مٹی کو بھی چھو لو گی تو وہ چاند تارہ بن جائے گا۔ تمہیں اس بات کا یقین کیوں نہیں ہے۔" بچے نے اسے یقین دلایا تھا۔

"صبح صبح اتنی بھاری باتیں مت کرو بچے' میرے لئے یہ ہضم کرنا بہت مشکل ہے۔ میں اتنی اچھی ہوتی تو...... اینی وے' تم ٹھیک ہو وہاں؟ ممی بہت خوش ہوں گی تمہاری؟"

"ہاں' بہت خوش ہیں' مگر میں خوش نہیں ہوں۔" وہ مدھم لہجے میں بولا تھا۔ انداز بجھا بجھا سا تھا۔

"کیوں کیا ہوا' تم خوش کیوں نہیں ہو؟" طالیہ نے دریافت کیا تھا۔

"تم پاس نہیں ہونا۔" وہ آہستگی سے بولا تھا۔

طالیہ جبران کئی لمحوں تک کچھ بول نہیں سکی تھی۔ "ممی سے میری بات نہیں کراؤ گے؟" کچھ توقف سے اس نے کہا تھا۔

"کراؤں گا' مگر ابھی نہیں۔ فی الحال میں خود بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت کوئی اور تم سے بات کرے گا تو میں جیلس ہو جاؤں گا۔"

وہ یقیناً اب سنجیدہ نہیں تھا۔ لہجے سے صاف لگ رہا تھا۔ وہ دوسری طرف مسکرا رہا تھا۔ طالیہ جبران اب اتنا تو اس کے مزاج کو سمجھنے لگی تھی۔

"گڈ ڈے۔" وہ شرارت سے مسکرا دی تھی۔

"گڈ ڈے؟ تو کیا تم فون بند کر رہی ہو؟"

"ہاں' تم نے خود ہی تو کہا کہ مجھے وقت کو اپنی مٹھی میں لینے کیلئے وقت سے آگے بھاگنا ہو گا۔" وہ اسے اس کی بات یاد دلاتے ہوئے مسکرائی تھی۔

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے' ٹیک کیئر' گڈ ڈے۔"

"یو ٹو......" طالیہ مسکرائی تھی۔

"آئی ایم مسنگ یو۔"

وہ فون کا سلسلہ منقطع کرنے والی تھی۔ جب اس کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی بات تو کچھ خاص نہ تھی۔ کوئی بھی دوست' دوسرے دوست کو یہ بات بڑے آرام سے کہہ سکتا تھا مگر پرشانت راج بچے دیو کے لہجے میں اس وقت کوئی خاص بات تھی۔ وہ مدھم لہجہ کوئی خاص کہانی سنا رہا تھا۔

"آئی ایم مسنگ یو طالیہ۔"

دوسری طرف وہ مدھم لہجہ دوبارہ ابھرا تھا۔ طالیہ جبران نے خود کو معمول پر رکھتے ہوئے مسکرا کر گڈ بائے کہا تھا' اور سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

کیا تھا یہ سب...... ایک شخص جس کی وہ کچھ بھی نہیں تھی...... اس کے لئے وہ اہم تھی' بے حد اہم...... وہ اس کے مزاج کے تیوروں کو سمجھتا تھا۔ بنا کہے اس کے دل کی بات جانتا تھا۔ پڑھ لیتا تھا۔ میلوں کے' صدیوں کے فاصلوں پر بیٹھ کر وہ اسے پڑھ سکتا تھا۔ اسے جان سکتا تھا اور......

جس کی وہ سب کچھ تھی' جس سے سب کچھ چاہتی تھی' وہ اسے ایک لفظ بھی نہیں' ایک نگاہ بھی نہیں۔

اس نے بے دلی کے ساتھ پردے ہٹائے تھے۔ سورج کی بہت سی روشنی اس کے چہرے پر پڑی' نگاہ تبھی اس شخص پر پڑی تھی۔ وہ گارڈن میں ایکسرسائز کرنے کے بعد بیٹھا جوس پی رہا تھا۔ یقیناً وہ جم سے ہو کر آیا تھا۔ اس کا مضبوط کسرتی جسم نمایاں تھا۔

وہ جانے کیوں نگاہ نہیں ہٹا سکی تھی۔ اسے اندازہ نہیں ہوا تھا کہ وہ بھی نگاہ اٹھا کر اسے دیکھے گا' مگر ایسا ہوا تھا۔ اذہان حاکم چغتائی نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

وہ کچھ پل کی ہو گئی تھی۔ اتفاق بھر پور تھا' مگر اس لمحے جانے کیوں وہ بہت شرمندہ سی ہو گئی تھی' تبھی فوراً پیچھے ہٹی تھی' اور چلتی ہوئی واش روم میں گھس گئی تھی۔

دھڑکنوں کی رفتار معمول سے بہت زیادہ محسوس ہوئی تھی۔

●●●

گاڑی معمول کی رفتار سے چل رہی تھی۔ باہر بارش ہو رہی تھی۔ موسم اچھا نہیں تھا۔ کل رات بھی بہت زوروں کی بارش ہوئی تھی۔ وہ اسے منع کرنا چاہتی تھی کہ اس موسم میں ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر آسان نہیں' مگر وہ اسے کچھ بھی نہیں کہہ سکی تھی۔ ایک بار سرسری انداز میں کہا تھا' مگر اس نے ٹال دیا تھا۔ وہ جانتی تھی۔ وہ بلا کا ضدی تھا۔ منوانا ہمیشہ اپنی ہی تھا' سو طانہ نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا' اور گاڑی میں آن بیٹھی تھی' مگر اب اسے اتنی تیز بارش دیکھ کر جانے کیوں ڈر لگ رہا تھا۔ آج پتا نہیں اسے کیا سوجھی تھی کہ ڈرائیور کو پیچھے کی سیٹ پر بٹھا کر ڈرائیونگ بھی خود سنبھال لی تھی' تب اسے بھی مجبوراً اس کے ساتھ آگے فرنٹ سیٹ پر آ کر بیٹھنا پڑا تھا' مگر اس کے باوجود گاڑی میں بہت خاموشی تھی۔ وہ کھڑکی کی طرف رخ پھیرے باہر کا منظر دیکھنے میں محو تھی' اور دوسری طرف وہ ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔

کتنے عرصے بعد ایسے لمحے ملے تھے' جب وہ ساتھ ساتھ تھے...... اتنے قریب تھے......

کتنے قیمتی تھے وہ لمحے...... شاید اعتبار سے زیادہ ان لمحوں کی حقیقت کوئی اور سمجھ نہیں سکتا تھا
وہ چپ تھی' اعتبار بھی خاموش تھا۔ فیبانہ نے جانے کیوں اس لمحے کن انکھیوں سے اس کی
طرف دیکھا تھا۔ جانے کیوں لگا تھا کہ وہ بہت کچھ کہنے کی لگن میں مگن ہے' مگر ایک لفظ بھی کہہ
نہیں پا رہا ہے۔ وہ بھی اسے بولنے پر مائل کرنا نہیں چاہتی تھی۔ ایک لفظ بھی اس کی طرف سے
سننے کی متمنی نہیں تھی۔ اچھا تھا وہ چپ تھا...... مگر......

And you come to me on a summer breeze

Keep me warm in your Love

Then you softly leave

And it`s me, you need to show

How deep is your Love?

How deep is your Love?

وہ جانے کیوں اس کی طرف متواتر دیکھتی گئی تھی۔ اعتبار کو شاید اس کے اس طور کا
اندازہ تھا' تبھی اس کی جانب اک نگاہ کی تھی۔ وہ خجل سی ہو کر نگاہ پھیرنے کے ساتھ چہرہ
بھی پھیر گئی تھی۔
"مو...... موسم اچھا نہیں ہے۔ صبح نکلتے وقت بھی کہا تھا مگر......"
وہ خفگی سے بولی تھی' مگر اعتبار نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔
پھر پتا نہیں کیا ہوا تھا' اعتبار نے گاڑی کی رفتار یکدم ہی بڑھا دی تھی۔ اتنی تیز بارش میں
اس طرح ڈرائیونگ کرنا خطرے سے خالی نہیں تھا' مگر یہ بات وہ کیوں نہیں سمجھ رہا تھا؟
بارش اس قدر شدید تھی کہ ونڈ اسکرین سے اس پار کا منظر بالکل بھی دکھائی نہیں دے رہا
تھا۔ آگے جاتی کسی گاڑی کی بیک لائٹس دکھائی دیتی تھیں تو سفر کچھ غنیمت لگتا تھا' مگر
پیرزادہ...... فیبانہ کا دل بری طرح دہل رہا تھا' مگر اسے جیسے پروا تک نہیں تھی۔
پتا نہیں وہ ایسا کیوں کر رہا تھا' ایسا کیوں چاہ رہا تھا؟
"اعتبار' موسم ٹھیک نہیں ہے' گاڑی آہستہ چلاؤ۔" وہ کہے بغیر رہ نہیں سکی تھی' مگر اعتبار
کوئی اثر ہوتا دکھائی نہیں دیا تھا۔ وہ اس لمحے مکمل لاتعلق تھا۔
فیبانہ کو حد درجہ خوف محسوس ہو رہا تھا۔ دل بے طرح دہل رہا تھا۔ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔
"اعتبار' ونڈ اسکرین سے آگے آدھ فٹ کا راستہ بھی صاف دکھائی نہیں دے رہا' اور
تم...... یہ کون میڈ؟" وہ اسے ڈپٹتی ہوئی بولی تھی' مگر وہ تب بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا

اس کا چہرہ پرسکون تھا۔
"اعتبار......" فیبانہ نے اسے دوبارہ پکارا تھا' مگر اس کی طرف سے کوئی رسپانس نہیں آیا
تھا۔

How deep is your Love?

How deep is your Love?

بی جیز مسلسل چیخ رہے تھے۔ فیبانہ نے ہاتھ بڑھا کر سی ڈی پلیئر آف کر دیا تھا۔
"آئی سیڈ اسٹاپ دی کار۔ کسی طرف سائیڈ پر لگاؤ' مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ تم موسم دیکھ
رہے ہو؟" وہ سخت لہجے میں بولی تھی' مگر وہ تب بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔
"اعتبار......" فیبانہ نے اس کی آستین پکڑی تھی' تبھی وہ لمحہ بھر کو اس کی طرف متوجہ ہوا
تھا۔ اسے دیکھا تھا' اور نگاہ دوبارہ پھیر لی تھی۔
"مجھے اپنی طرف دیکھنے پر مائل مت کرو فیبی! مجھے خود پر اختیار نہیں رہے گا اور...... شاید
میں ڈرائیو بھی نہ کر سکوں۔"
پتا نہیں' وہ شخص سنجیدہ تھا کہ نہیں' مگر اس کا یہ انداز قطعاً نہیں ظاہر کر رہا تھا کہ وہ ایک
فیصد بھی سنجیدہ ہے۔
عجیب بندہ تھا وہ...... کچھ خبر ہی نہیں ہوتی تھی۔ وہ کب کیا کر رہا ہے' کیا سوچ رہا ہے۔
کب سنجیدہ ہے' اور کب......
"مجھے ڈر لگ رہا ہے اعتبار' یہ مذاق نہیں ہے۔ اٹس ناٹ اے جوک۔" وہ تلملا کر بولی
تھی۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ تھا' مگر وہ اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔
"خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے' میں تمہارے ساتھ ہوں۔ کیا تمہیں مجھ پر اعتبار
نہیں ہے؟" وہ الٹا اس پر توقعات باندھ رہا تھا۔ وہ زچ ہو گئی تھی۔
"مجھے تم پر اعتبار ہے کہ نہیں' میں تم پر اعتبار کرتی ہوں یا نہیں' یہاں معاملہ یہ نہیں ہے۔
اعتبار' موسم ٹھیک نہیں ہے' اور یہ وقت مذاق کا یا لڑنے جھگڑنے کا قطعاً نہیں ہے۔ جسٹ اسٹاپ
دی کار۔" اس نے اپنے طور پر حکم دیا تھا' مگر وہ اسی طور ڈرائیونگ کرتا رہا تھا۔
"تم چاہتی ہو' میں یہاں بیچ سڑک پر گاڑی روک دوں۔ تاکہ پیچھے سے آتی ہوئی گاڑی
مجھے بڑے آرام سے hit کر لے۔ ایسی بے وقوفی کی باتیں تم کر سکتی ہو' میں نہیں۔"
"زندگی مذاق نہیں ہے اعتبار' یہ کوئی ایڈونچر کا لمحہ نہیں ہے' بی آ گیور گائے۔ گاڑی کی
اسپیڈ کم کرو۔" وہ غصے سے بولی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے یہ موسم ایسا کرنے سے ٹھیک ہو جائے گا؟ جس طرح کی بارش ہو رہی ہے یہ اگلے دن تک بھی رکنے والی نہیں ہے۔ یہ موسم مزید خراب ہوگا ٹھیک نہیں ہے۔"

"میں تمہاری کسی بات پر اعتبار نہیں کرتی ہوں اور......"

"جی نہ سکے ساتھ تو کیا ہوا' ہم ساتھ ساتھ مر تو سکتے ہیں' محبت کرنے والوں کیلئے ایک سنہری لمحہ ہے یہ۔" وہ مسکرایا تھا۔

"واٹ......" وہ چیخ پڑی تھی۔

کیا چاہ رہا تھا وہ...... کیا کر رہا تھا' کیوں کر رہا تھا؟ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا فیبانہ نے اس کی طرف دیکھا تھا' وہ شخص مسرور تھا۔ مکمل پرسکون......

"اعشار......"

"شش...... محبت کرنے والوں کیلئے ایسے لمحات غنیمت ہوتے ہیں۔"

◆◆◆
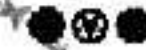
"ساتھ جینا نہیں تو ساتھ مرنا تو ممکن ہے نا!" اعشار کہہ رہا تھا' اور فیبانہ بیگ نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

"شٹ اپ......" وہ چیخی تھی' مگر وہ مسکرا دیا تھا۔

"مجھ سے اتنا پیار کرتی ہو کہ مجھے مرتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکتیں۔"

یہ مذاق کا وقت نہیں تھا' اور وہ شخص...... ایسے موسم میں کوئی ایسی بات مذاق میں بھی نہیں کرتا تھا' مگر اعشار پیرزادہ کی کوئی کل سیدھی نہ تھی۔ فیبانہ کو اس پر جی بھر کر غصہ آیا تھا۔

"مجھے کسی کے جینے یا مرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا' سمجھے آپ۔" اس نے بھرپور غصے سے جتایا تھا' مگر وہ لاپروا کے مسکرا دیا تھا۔

"آپ جھوٹ بولتی ہوئی بالکل بھی اچھی نہیں لگتیں۔"

"آپ مجھے زچ نہیں کر سکتے۔" فیبانہ نے اپنا بھرپور دفاع کیا تھا۔

"کیوں نہیں کر سکتا؟ کر سکتا ہوں۔" عجب دھونس جما رہا تھا وہ۔

"آپ گاڑی روک رہے ہیں یا نہیں؟"

"آپ اتنا ڈرتی کیوں ہیں؟ خطرات سے کھیلنا کیوں اچھا نہیں لگتا آپ کو؟"

"نارزن نہیں ہوں میں' اور آپ بھی بننے کی کوشش مت کریں۔" جواب اتنے غصے کے ساتھ تھا' مگر وہ ہنس دیا تھا۔

"آپ کا سینس آف ہیومر اچھا ہو گیا ہے۔ کافی بدل گئی ہیں آپ۔ اٹس اے گڈ چینج۔" وہ اب بھی سنجیدہ نہ ہوا تھا۔ وہ زچ ہو کر چہرہ پھیر گئی تھی' تبھی اسی لمحے اعشار نے گاڑی ایک طرف روک دی تھی۔

"اب کہیے' کوئی' اور حکم؟" انتہائی سعادت مندی سے کہا تھا۔

فیبانہ بیگ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی' پھر یکدم دھیان بھرا تھا' اور گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی تھی۔ بنا تیز بارش کی پروا کیے...... اعشار کچھ دیر تک اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھے اسے اسی

طرح دیکھتا رہا پھر گاڑی کا دروازہ کھولا تھا' اور باہر نکل آیا تھا۔

اس سے رخ پھیرے وہ بارش میں کھڑی بھیگ رہی تھی۔ اشعار نے اس کی [illegible]
سے دیکھا تھا۔ لبنانہ کو اندازہ تھا' وہ اس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ گردن کا رخ موڑ کر [illegible]
پھر سر دوبارہ اس پوزیشن پر واپس موڑ لیا تھا۔ اشعار پیرزادہ چلتا ہوا اس کے پاس آن [illegible]

"تمہیں بارش اب بھی اچھی لگتی ہے؟" آہستگی سے دریافت کیا تھا۔ لبنانہ [illegible]
اسے خاموشی سے دیکھا تھا' بولی کچھ نہیں تھی۔

"تم اب بھی نہیں بدلی ہو لبنی' بالکل ویسی ہی ہو۔ بالکل اس بارش جیسی۔"
بغور اسے دیکھتے ہوئے مدہم لہجے میں کہا تھا' مگر لبنانہ نے سر انکار میں ہلا دیا تھا [illegible]
کی طرف دیکھے بغیر بولی تھی۔

"مجھے بارش کبھی پسند نہیں رہی' کبھی بھی نہیں۔" اس نے اسے بھرپور طور پر [illegible]
مسکرا دیا تھا۔

"ہاں' اور میں نے تمہیں کہا تھا' تمہیں بارشوں میں بھیگنا چاہیے۔"

"بارشوں میں بھیگنے سے کیا ہوتا ہے' کوئی فرق پڑتا ہے کیا؟" وہ اس کی طرف [illegible]
بولی تھی۔

"فرق نہ پڑ رہا ہوتا تو کیا اب آپ اس طرح بارش میں کھڑی بھیگ رہی ہوتیں؟" [illegible]
نے اسے ایک طرح سے لاجواب کر دیا تھا۔

لبنانہ نے دیکھا تھا' بولی کچھ نہیں تھی۔

"کتنی صدیوں بعد ہم اس طرح ساتھ ساتھ بھیگ رہے ہیں نا......" اشعار پیرزادہ [illegible]
بہت آہستگی سے کہا تھا۔ "کبھی دل تو چاہا ہوگا...... سوچا تو ہوگا...... اندر کہیں نہ کہیں [illegible]
خواہش ابھری تو ہوگی...... ہے نا۔" وہ اس سے اقرار لینے میں بضد تھا۔

"میں' تم' اور بارش......
ساتھ ساتھ اٹھتے قدم......
خاموشی...... اور نہ کچھ کہنے کی ضرورت......
لفظوں سے پہلے باتوں کے معنی معلوم...... اور......"

لبنانہ ایک دم مڑی تھی' اور گاڑی کے اندر جا بیٹھی تھی۔

اشعار پیرزادہ نے خاموشی سے اسے دیکھا تھا' پھر چہرہ پھیر کر خالی خالی منظر کو دیکھنے [illegible]
جس میں صرف وہ تھا...... کوئی' اور نہ تھا۔ صرف بارش تھی' اور بارش کا شور......!

●✿●
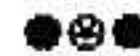
"فلیکی کا برا حال ہے۔" اس نے قریب بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

چاکلیٹ کی بائٹ لیتے ہوئے وہ چونکی تھی۔

"اسے کیا ہوا؟ ابھی تھوڑی دیر پہلے تک تو وہ بالکل ٹھیک تھی۔ ابھی سیمینار میں چھوڑ کر آئی [illegible] ہے۔"

"ہاں' مگر اب اچانک اس کی کیفیت بگڑ گئی ہے۔"

"کیوں؟ ایسا کیا ہو گیا اچانک......؟"

"اس کے بوائے فرینڈ کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔"

"کیسے......؟ وہ بھی ٹھیک تھا نا' کل رات ہی تو آیا تھا فلیکی سے ملنے۔" اس نے چونکتے [illegible] کہا تھا۔ "اور اب پلیز' تم مجھے پہیلیاں مت بجھواؤ' سیدھے سے بتاؤ' کہاں ہے وہ؟"

"کون فلیکی کا بوائے فرینڈ؟ وہ تو ہاسپٹل میں ہے غالباً۔" وہ پورے اطمینان سے کہہ رہا [illegible]

"اس کے بوائے فرینڈ کی نہیں' فلیکی کی بات کر رہی ہوں' فلیکی کہاں ہے؟ کیا وہ بھی [illegible] گئی؟ بے چاری کتنے درد میں ہوگی نا' فلیکی کتنا پیار کرتی ہے اسے......' مگر وہ بھی تو کتنی [illegible] چلاتا ہے۔ ہمیشہ فلیکی منع کرتی تھی اسے اور......"

"اور فلیکی نے اس کی ٹانگ توڑ دی ہے۔"

وہ روانی سے کہہ رہی تھی' جب وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے مکمل اطمینان سے بولا تھا۔ وہ [illegible] سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی' اور وہ اسی اطمینان سے مسکراتا ہوا بولا تھا۔

"فلیکی کے بوائے فرینڈ کی ٹانگ کسی بائیک ایکسیڈنٹ سے نہیں ٹوٹی' خود فلیکی نے [illegible] ان عورتوں کا بھی کچھ اعتبار نہیں۔ کبھی محبت میں جاں نثار کرتی ہیں تو کبھی جاں کی [illegible] ہو جاتی ہیں۔" پر افسوس انداز میں مردوں کی بھرپور انداز میں' مردوں کی بھرپور سائیڈ لی [illegible] لبنانہ اسے گھورے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"فلیکی کا دماغ خراب نہیں ہے۔ ضرور اس نے کچھ کیا ہوگا۔ یہ مرد اتنے معصوم بھی نہیں [illegible] جتنا تم ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔" لبنانہ نے کہا تھا۔

"ارے کیا بات کرتی ہو' اب اگر میں کچھ کروں گا' تو تم میری ٹانگ توڑ دو گی؟"

"ہاں توڑ دوں گی' اور ایک بھی نہیں' دونوں ایک ساتھ' تاکہ آپ نہ اٹھ سکیں نہ کسی' اور [illegible] طرف دیکھ سکیں۔"

"ارے کیسی خطرناک باتیں کر رہی ہیں آپ...... مجھے نہیں ٹانگیں تڑوانا آپ سے' نا ہی [illegible] سے شادی کرنا ہے۔ آپ تو پکی پکی جلادوں والی باتیں کر رہی ہیں۔ ایک کی تو بات پھر بھی

ٹھیک ہے' ایک ساتھ دونوں ٹانگیں...... اوں...... ہوں...... ہو ہی نہیں سکتا۔ میں آپ نہیں کر رہا۔ آپ یہ بات نوٹ کرلیں۔" اخعار نے مطلع کیا تھا۔

"تمہیں کس نے کہا کہ میں تم سے شادی کر رہی ہوں؟" فیانانہ نے چونک کر [illegible] تھا۔ "ایکسکیوزمی' آپ اس دنیا میں آخری آدمی بھی بچے' تب بھی میں آپ سے شادی [illegible] کروں گی۔ آپ تو فضول میں کچھ بھی بولتے رہتے ہیں۔"

"فضول میں کیا بولتے رہتے ہو؟ آپ نے ہی تو کہا کہ آپ شادی کریں گی' مجھ [illegible]

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا کہ میں آپ سے شادی کروں گی' اور کیوں کروں گی [illegible] سے شادی؟"

"اور کیوں نہیں کریں گی' کیا کمی ہے مجھ میں؟ آپ کو تو شکر کرنا چاہیے' ایک اتنا [illegible] ہینڈسم لڑکا آپ کو آرام سے مل رہا ہے۔"

"مجھے تم آرام سے نہیں چاہیے ہو' مجھے......"

"کیا مطلب......؟ یعنی آپ مجھے حاصل کرنے کیلئے تگ و دو کرنا چاہتی ہیں؟ [illegible] واپڑ بیلنا چاہتی ہیں؟" مسکراتے ہوئے اسے زچ کردیا تھا۔

"ہاہ......"

"ہاہ وہاٹ......؟ عجیب لڑکی ہو تم......! خود ہی سب کچھ کہتی ہو' اور پھر بڑے آرام [illegible] مکر بھی جاتی ہو۔" وہ شخص ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ چکا تھا۔ فیانانہ اسے گھورے بغیر نہ [illegible] تھی۔

"تم خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بنا رہے ہو۔"

"میں بات کا بتنگڑ نہیں بنا رہا' زندگی کی بات بنانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ظاہر ہے' اگر مجھے کوئی لڑکی پروپوز کرے گی تو......"

"پروپوز......؟ ایکسکیوزمی' آئی ڈونٹ پروپوز یو......" وہ تپ کر بولی تھی۔ وہ ہنس [illegible]

"ایک بات میں نے تمہیں نہیں بتائی' مگر تم مجھ سے بیویوں کی طرح لڑتی ہو [illegible] تیاری ابھی سے شروع ہے۔" آنکھوں میں شرارت تھی۔

"شٹ اپ......" وہ تپ گئی تھی۔

"شٹ اپ وہاٹ......؟ یار' ہونے کو تو کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ وہاں آسمان پر کیا لکھا [illegible] تم جانو' نہ ہم۔ کیا پتا' جنت میں جو جوڑی بنی ہو' اس میں میرے نام کے ساتھ تمہارا نام ہی ہو۔" مسکراتے ہوئے اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

فیانانہ بدستور اسے گھور رہی تھی۔ منہ کی طرف جاتا ہوا ہاتھ اب بھی ایک بات [illegible]

[illegible] کیا تھا۔ اخعار نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اس جالکیٹ کو دیکھا تھا' پھر ہاتھ آگے بڑھا کر [illegible] لے لی تھی۔ فیانانہ نے اسے غصے سے گھورا تھا' مگر وہ ایک آنکھ دبا کر مسکرا دیا تھا۔

"ایک بات ہے' اگر میرا لفوچ تمہارے ساتھ ہے تو بہت برا ہے۔ تم بہت سخت گیر وائف [illegible] جسٹ لائیک سخت گیر مام......! ہر روز تیار کرکے مجھے بی یا بچہ بنا کر اس طرح آفس بھیجا کرو گی' جس طرح مائیں اپنے بچوں کو تیار کرکے اسکول بھیجتی ہیں۔" وہ مستقبل کا نقشہ کھینچ رہا تھا۔

"اخعار......! شٹ یور ماؤتھ......" وہ غصے پر ضبط کرتی ہوئی منہ پھیر گئی تھی۔ اخعار مسکرا دیا [illegible]

"ایک بات فرض کرلیں' سوچیں تو سہی' اگر آپ' اور میں مستقبل میں ساتھ ہو گئے [illegible]......" وہ بضد تھا۔

"مجھے نہیں کرنا فرض...... اور پلیز' تم بھی مت کرو۔" اس نے فوراً جان بچائی تھی۔

"ارے' ایسے کیسے...... محبت پر زور ہے کوئی؟ آپ تالا لگا کر رکھ سکتی ہیں تو رکھ لیں' لگا [illegible] تالے مجھے نہیں لگانے۔"

"کیوں نہیں لگانے؟" فیانانہ نے گھورا تھا۔

"تو کیوں لگاؤں؟ اچھی زبردستی ہے۔ میرا دل ہے' تالے لگاؤں یا جو مرضی کروں' اٹس [illegible] مائی ہارٹ' تمہیں کیا ہے؟"

دونوں کو بے معنی باتیں کرنے میں جیسے لطف آ رہا تھا۔ اگر دونوں کو نہیں تو اخعار کو تو ضرور [illegible] آ رہا تھا۔

"تم فضول کی باتیں کیوں کر رہے ہو؟" فیانانہ نے خفگی سے کہا تھا۔

"محبت فضول ترین شے ہے تمہارے لئے؟"

"محبت' کیسی محبت؟"

"تمہارے میرے درمیان کی محبت......" وہ مسکرایا تھا۔

"ایکسکیوزمی' میں تم سے محبت نہیں کرتی۔ مجھے تم سے کوئی محبت وحبت نہیں ہے۔"

"ہاں' تو نہیں ہے' مگر کب ہو جائے' کس کو پتا؟ کبھی بھی' کہیں بھی' ہو بھی تو سکتی ہے۔ محبت کبھی کبھی پلاننگ سے ہوتی ہے۔" وہ دور کی کوڑی لایا تھا۔

فیانانہ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟" وہ مسکرایا تھا۔

"کتنے خوش فہم ہو تم......"

"خوش فہم نہیں' دور اندیش کہو۔" وہ مسکرا دیا تھا۔

"وہ کہیں تمہیں محبت تو نہیں ہو گئی؟" کیانہ نے اسے بغور دیکھا تھا۔
اس کے پوچھنے پر وہ ہنس دیا تھا۔ "یہ سوال تمہیں نہیں، مجھے پوچھنا چاہیے تھا۔" اس کی
آنکھوں میں شرارت تھی۔
"کیوں میں کیوں نہیں پوچھ سکتی؟"
"تم اتنا جھگڑتی کیوں ہو؟" وہ ہنس دیا تھا یکدم۔ وہ اٹھ کر چلنے لگی تھی۔ اشعار نے
ہی ہاتھ تھام لیا تھا۔ وہ چونک کر مڑی تھی۔
"روٹھ کر جا رہی ہیں آپ؟" وہ مسکرا رہا تھا۔
جانے کس مٹی سے بنا تھا وہ شخص۔ کیانہ اس سے اچھی طرح واقف تھی، تبھی سر نفی میں
دیا تھا۔
"نہیں....."
"تو پھر اکیلی کیوں جا رہی ہیں؟"
"تو کیا کروں؟"
"مجھے آپ کہیں بھول رہی ہیں۔" مسکراتے ہوئے مطلع کیا تھا اور پھر اٹھ کر
کیانہ مسکرا دی تھی پھر ہاتھ کا ایک مکا بنا کر کھینچ مارا تھا۔
"تم بھی نا....."
"میں بھی کیا؟" وہ اپنا شانہ سہلاتے ہوئے اسے گھورتا تھا۔ "یار کتنا بھاری ہاتھ
تمہارا۔"

•••

"کبھی کبھی میں ایک بات سوچتا ہوں۔" آئس کریم سے مکمل طور پر لطف اندوز
ہوتے وہ بولا تھا۔
"کیا.....؟" اس نے بے تاثر انداز میں پوچھا تھا۔
"تم نے بہت عادی بنا لیا ہے اپنا۔ کل کو میرا گزارہ کیسے ہوگا؟"
"کیا مطلب، کیسے ہوگا؟" وہ چونک کر بولی تھی۔
"بے وقوف لڑکی! تم ہمیشہ تو نہیں رہنے والی نا میری زندگی میں۔ کل کو اگر میری وائف
گئی تو.....؟" اس نے اپنی دانست میں بڑا جواز دیا تھا۔
"تو.....؟" وہ اسی قدر سکون سے بولی تھی۔
"تو کیا مطلب یار! اسے اچھا تو نہیں لگے گا نا....."
"کیا اچھا نہیں لگے گا؟"

"یہی کہ میں کسی اور خوبصورت لڑکی سے ملوں، بات کروں، اس سے ملنے جاؤں، اس کا
یاد رکھوں، اسے مس کروں، وغیرہ وغیرہ۔" بڑے اطمینان سے وہ بولا تھا۔
توجیہ عجیب تھی۔ کیانہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ اسی اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔
"لگے گا کیوں نہیں، لگنا بھی چاہیے۔ آخری بیوی ہوگی نا۔ اور یہ تمہارے منہ سے یہ کیوں
لگ رہا ہے کہ جلن تمہیں بھی ہو رہی ہے۔"
"کیا.....! مجھے کیوں ہوگی جلن؟ اور تمہیں کیا ضرورت پڑی ہے یاد رکھنے کی، مس
مجھے؟" اس نے اچھا خاصا پرزور احتجاج کیا تھا۔
"بالکل کٹ کھنی بلی کی طرح ٹوٹ پڑتی ہو۔" وہ ہنس دیا تھا۔
"کیوں کرو گے مجھے مس؟"
"دوست ہو میری، لیکن یہ بات میری وہ وائف تو نہیں سمجھے گی نا۔"
"اسے سمجھا دینا۔" اس نے سرسری انداز میں کہا تھا۔
"میری آج تک تم سمجھی ہو جو وہ سمجھے گی؟"
"مجھے اپنی وائف سے کمپیئر مت کرو۔ اس جیسی نہیں ہوں میں۔"
"پھر کس جیسی ہیں آپ؟"
معمول کی بحث کا آغاز ہو چکا تھا۔ وہ اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔ وہ کچھ بولے بغیر دیکھ کر
گئی تھی۔
"تم جیلس ہو رہی ہو نا۔"
"میں.....؟ میں جیلس کیوں ہوں گی؟"
"اچھا ایک بات بتاؤ۔" ایک لمحے میں وہ بات بدلتا ہوا بولا تھا۔
"نہیں، تم وہی بات کرو جو تم کر رہے تھے۔"
"ارے تم تو بیویوں کی طرح لڑتی ہو۔ اس طرح رعب مت جماؤ، آئی ایم ناٹ یور
بہت بہادر ہوں میں۔" وہ کہہ کر ہنس دیا تھا، مگر وہ گھورتی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی
تھی۔
اشعار نے اسے دیکھتے ہوئے ایک گہری سانس خارج کی تھی پھر کسی قدر اطمینان سے
مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا اور بولا تھا۔
"اب مان جائیے کہ آپ واقعی جیلسی فیل کرتی ہیں۔ آپ کا چہرہ..... آپ کی
آنکھیں..... صاف کہہ رہے ہیں کہ ہمیں کچھ ناگوار گزر رہا ہے۔ کیا پتہ تو آپ ہی جانتی ہیں۔"
"آپ کو خواہ مخواہ خوش فہم ہونے کا بھی شوق ہے اور بے تکی باتیں کرنے کا بھی۔" وہ کسی

قدرنا گواری سے بولی تھی۔

"اس طرف دیکھیے۔" اس کی نظریں پھیرنے پر وہ بولا تھا۔

"کیا ہے......؟" لیانہ نے جیسے مجبوراً نگاہ اس کی طرف کی تھی۔

"یہ تم نظریں میری طرف کیوں نہیں کر رہیں؟" اسے یکدم اعتراض ہوا تھا۔

"کر تو رہی ہوں' تکلیف کیا ہے؟" وہ جل کر بولی تھی۔

"چور ہے تمہارے دل میں۔" اس نے اچانک کہہ دیا تھا۔

"ارے......" وہ چونک پڑی تھی۔ "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔" لیننی نے ا[illegible] میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔

"چور کون......؟"

"تم' اور کون......"

"میں نے کیا کہا ہے؟ محبت آپ مجھ سے کرتی ہیں' تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

"کیا......" وہ حیرت سے چیخ پڑی تھی۔

"ہاں......" اس نے مسکراتے ہوئے جتایا تھا۔

"میں' اور تم سے محبت...... منہ دھو رکھو۔"

"دھویا ہوا ہے' ہر روز دھوتا ہوں۔" وہ اطمینان سے ہنسا تھا۔

"دھویا ہے تو پھر فضول کی باتیں بھی بند کرو۔" لیانہ نے ڈپٹا تھا۔

"ارے فضول بات کہاں کی ہے؟" وہ مسکرایا تھا۔

"تم...... تمہاری ہر بات فضول ہے۔"

"اچھا......؟ تو پھر بات بھی کیوں کرتی ہو؟"

"پاگل ہوں......؟"

"یہ بولو نا کہ محبت میں یوں بھی بندہ اندھا ہو جاتا ہے۔" وہ باز اب بھی نہ آیا تھا۔

"شٹ اپ...... میں' اور تم سے محبت...... دنیا میں آخری بندے بھی بچ گئے تو بھی تم سے محبت قطعاً نہیں کروں گی' انڈر اسٹینڈ۔"

وہ مسکرا دیا تھا' پھر سر جھکا کر اس کی آنکھوں میں بغور دیکھنے لگا تھا۔ وہ اس کے اند[illegible] کچھ حیران ہوئی تھی کہ پل بھر کو ساکت رہ گئی تھی۔ وہ اس کی آنکھوں میں بدستور دیکھ رہا تھا' [illegible] ایک لمحے میں لیانہ نے اسے ہاتھ سے دھکا دے کر پیچھے ہٹا دیا تھا۔ وہ ہنس دیا تھا۔

وہ خفا ہو کر یکدم اٹھی تھی' اور جانے لگی تھی۔ اعتبار نے یکدم ہی ہاتھ تھام لیا تھا۔ "ا[illegible] یار' تم بھی نا...... آئی واز جسٹ کڈنگ۔" لیانہ نے پلٹ کر اسے گھورا تھا۔

"یوں بھی آپ میری ٹائپ کی نہیں ہیں۔ مجھے اتنی ٹریڈیشنل' اور دیسی قسم کی لڑکی نہیں [illegible] مجھے تو کوئی ڈیفرنٹ سی لڑکی چاہیے' تھوڑی ماڈرن سی۔" وہ شرارت سے مسکرا رہا تھا۔

"تو ڈھونڈ لو جا کر۔"

"ڈھونڈ لوں گا' مگر ابھی اتنی جلدی نہیں ہے۔" وہ اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔

"ہاتھ چھوڑو۔"

"ابھی تک ناراض ہیں آپ؟ کہا تو ہے' مذاق تھا سب۔ آپ تو چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی [illegible]ان جاتی ہیں۔"

وہ ہاتھ چھڑا کر چل پڑی تھی۔ وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا۔

"تمہاری ایک بات مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔ تم دل کی بہت اچھی ہو۔ تمہیں جتنا بھی [illegible]ا رہا ہو' مگر تم مجھ سے اتنے ہی پیار سے بات کرتی ہو۔ روٹھنا تو تمہیں آتا ہی نہیں۔" وہ بے [illegible] بولتا جا رہا تھا۔

"تم بھی نا' ہمیشہ مسکراتی رہتی ہو۔ جب مسکراتی ہو تو سارا منظر...... روشنی سے بھر جاتا [illegible] اچھے کام ہو جاتے ہیں۔ پتا نہیں' اور کیا کیا...... جو یاد نہیں آ رہا' وہ بھی۔"

وہ جیسے اس کے لبوں پر ہنسی لانا چاہتا تھا' مگر وہ اگلے دو لمحوں تک اسے اسی طرح گھورتی رہی تھی۔ اس نے جھل سا ہو کر اپنے سر پہ ہاتھ مارا تھا' تبھی وہ ہنس دی تھی۔

"تم بہت ہی اسٹوپڈ ہو۔"

"ہاں' ہوں تو......" وہ مسکرا دیا تھا۔

"دوست نہ ہوتے تو کب کا چھوڑ چکی ہوتی' لیکن تم بہت اچھے ہو۔" اس نے صاف [illegible]دل سے کہا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"شکر ہے' تم نے میری کوئی اچھائی مانی تو۔"

وہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھتی رہی تھی' پھر بولی تھی۔ "اعتبار' ہم اچھے دوست ہیں' ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارتے ہیں' ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں' یہ سب بہت اچھا ہے اعتبار' مگر کبھی کبھی تم......"

"ایک بات بتاؤ۔" لیانہ نے بات ادھوری ختم کی تھی' تو وہ اطمینان سے مسکراتا ہوا بولا تھا۔ وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"کیا......؟"

"یہاں سے پڑھائی ختم کرنے کے بعد کیا کرو گی؟"

لیانہ نے کچھ دیر کو سوچا تھا' پھر شانے اچکا دیے تھے۔ "پتا نہیں......"

"پتا نہیں......؟ یعنی تم نے کچھ سوچا ہی نہیں؟ میں بتاؤں تم کیا کرو گی؟" اشعار بولا تھا
لبنی نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا تبھی وہ بولا تھا۔ "مجھے لگتا ہے' تم شادی کرو گی۔"

"اشعار......! تم ہمیشہ ٹیپیکل کیوں سوچتے ہو؟"

"یہ......شادی تمہارے نزدیک ٹیپیکل سوچ ہے؟ تم جو ایک ٹپیکل ٹریڈیشنل لڑکی ہو۔" اشعار نے کسی قدر حیرت کا اظہار کیا تھا۔

"میں ہوں' اور شادی میرے لئے ٹپیکل سوچ نہیں ہے۔ میں شادی کروں گی' مجھے پابندیاں بری نہیں لگتیں کیونکہ میں سوچتی ہوں' یہ زندگی کے لئے ضروری ہیں۔"

"تم نے کبھی سوچا ہے' تمہارا شوہر کیسا ہوگا؟" وہ مسکرایا تھا۔

"نہیں' یہ بات میں نے کبھی نہیں سوچی۔" لبنانہ نے اطمینان سے بتایا تھا۔

"رئیلی......" وہ حیران ہو کر مسکرا دیا تھا۔

"ہاں، مجھے واقعی آنے والے وقت کے بارے میں کوئی curiosity نہیں ہے۔"

"اور اگر وہ میرے جیسا نہ ہوا تو؟" اس کے بے تاثر' اور بے فکر انداز میں بولنے پر وہ مسکرایا تھا۔ لبنانہ لمحہ بھر کو خاموشی سے اسے دیکھتی رہی تھی پھر نرمی سے مسکرا دی تھی۔

"میں حقیقت میں رہنے والی لڑکی ہوں اشعار......! مجھے زندگی سے بہت زیادہ چاہئے' مگر جو چاہئے دل کے مکمل سکون کے ساتھ چاہئے دل کی پوری خوشی کے ساتھ۔" اس نے مدھم لہجے میں واضح کیا تھا۔

"تم بہت سیانی ہو۔ نا مانگتے مانگتے بھی سب کچھ مانگ گئیں۔ ویسے مجھے لگا تھا' تم بڑا نام بھی لوگی کہ مجھے یہ بھی چاہئے' مگر تم......" اس شخص کی آنکھوں میں پھر وہی شرارت تھی۔

وہ بجائے برا ماننے کے' مکمل سکون سے مسکرا دی تھی۔

"بہت خوش فہم ہو تم' مگر میں ایسا بالکل بھی نہیں سوچتی۔"

"رئیلی......" مقابل نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

"ہاں......" وہ پرسکون انداز میں مسکرائی تھی۔

"اور اگر تمہیں محبت ہو گئی تو؟" اشعار اس سے اگلوا لینے کے درپے تھا۔

"ہو گئی تو......میں اس دنیا کی پہلی لڑکی قطعاً نہیں ہوں گی۔" اس نے اس کا جملہ مکمل کر دیا تھا۔ "میری زندگی کا وہ لمحہ سب سے قیمتی ہوگا' محبت چنے گئے دلوں میں گھر کرتی ہے۔ اگر میں محبت کے لئے چن لی گئی ہوں تو میں اس کا سوگ نہیں مناؤں گی۔"

"تو اتنی محبت کرتی ہو تم مجھ سے؟ اتنی پاگل ہو' کبھی بتایا ہی نہیں۔ بتاؤ گی نہیں تو پتا کیسے چلے گا؟ کبھی یہ بھی تو سوچا کرو پاگل لڑکی۔"

وہ اسی نکتے پر تھا۔ اب کی بار وہ بجائے غصہ کرنے کے' مسکرا دی تھی۔ "میں جھوٹ بول رہی ہوں کیا اشعار یزدانی......! اور میرے لئے تمہارا دل توڑنا اتنا آسان بھی نہیں۔"

"تو تم میرا دل توڑنا نہیں چاہتیں تو پھر بول دو کہ کتنی محبت ہے؟" وہ آنکھوں میں شرارت لئے مسکرا رہا تھا۔

"پاگل ہو تم......" وہ اس کے شانے پر مکا مارتی ہوئی مسکرائی تھی۔

"ہاں' جانتا ہوں' کچھ پاگل ہوں میں' مگر میں نے ایک بات سوچی ہے جو شاید تم نے ابھی نہ سوچی ہو۔ ٹھیک ہے' ہمیں ایک دوسرے سے محبت نہیں بھی ہے' اور نہیں بھی کرتے کبھی جو کہیں محبت ہو گئی ہو تو......؟"

وہ اپنا خدشہ بیان کر رہا تھا' مگر اس نے ایک لمحے میں اس کے خدشات کا گلا گھونٹ دیا تھا۔ "تم بے فکر رہو' محبت نہیں ہوگی۔"

"پتھر دل ہو تم......" اشعار نے اسے جانچتی ہوئی نظروں سے دیکھا تھا۔

"نہیں' دل پر کنٹرول ہے بس۔ تم بھی اپنے دل پر تالا لگا لو۔" آرام سے مشورہ دیا تھا۔

"دل پر بھی کبھی تالے لگتے ہیں پگلی......" اشعار مسکرا دیا تھا۔

"لگ جاتے ہیں' اور اب جلدی سے مجھے گھر چھوڑ دو۔"

"اگر کہیں اور شفٹ جانے کے بعد ہمیں ایک دوسرے سے محبت ہو گئی تو۔"

اشعار نے اچانک ایک پوائنٹ اٹھایا تھا۔ وہ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں آپ؟"

"دل میں کیا ہے تمہارے؟" بغور دیکھتے ہوئے دریافت کیا تھا۔

"دل میں جو ہے' وہ اگر آپ نہیں جان سکتیں تو پھر اس کا کچھ پوچھنا بھی فضول ہے۔"

لبنانہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی تھی' اس کی آنکھوں میں کچھ تھا۔

"چلو تمہیں چھوڑ دوں۔"

"اشعار......! یو آر فلرٹ' آئی نو...... بٹ ڈونٹ ٹرائے ٹو فلرٹ ود می ایور...... آئی ول کل یو۔"

اس نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے دھمکی دی تھی' مگر وہ ہنس دیا تھا۔

"دماغ خراب نہیں ہے میرا۔ تم جیسی لڑکی سے تو فلرٹ کرنا بھی فضول رہے گا۔"

●☺●
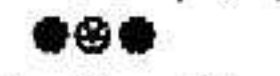
"اتنے دنوں سے کہاں ہو؟" لبنانہ نے فون کے اس طرف سے پوچھا تھا۔

"مصروف تھا" دوسری طرف سے جواب مطمئن انداز میں آیا تھا۔

"کہاں بزی ہو؟"

"دادی اماں! آپ ہر بات کی خبر گیری کرنے پہنچ جاتی ہیں۔"

"ہاں پہنچ جاتی ہوں پھر کہیں حرج کر رہے ہو؟" اس نے بازپرس کی تھی۔

"حرج......! آہ......! جب تک تم سر پر سوار ہو کوئی حرج کر سکتا ہے کیا؟ تم تو ہر جگہ پہنچ جاتی ہو خدائی فوجدار بن کر۔"

"ہو کہاں؟" لیانہ نے اس کی دہائی کی کوئی پروا کیے بغیر دریافت کیا تھا۔

"اس وقت تو گھر پر ہوں۔"

"کس کے ساتھ ہو؟"

"کسی کے ساتھ نہیں ہوں دادی اماں......"

"اچھا......! میں بھی ویک اینڈ ہے تو......"

"ہاں آپ تو ہر بات الٹی ہی سوچتی ہیں۔"

"تم الٹا کرتے بھی تو ہو۔ اب بتاتے پچھلے پانچ روز سے غائب ہو۔"

"ہاں سانحہ ہو گیا ہے ایک۔"

"کیسا سانحہ؟"

"محبت ہو گئی ہے۔"

"کسے؟" وہ چونکی تھی۔

"کسے......؟ مجھے یار......!"

"رئیلی......" لیانہ کو یقین نہ ہوا تھا۔

"ہاں یار......!" اعتبار نے اقرار کیا تھا۔

"کس کے ساتھ؟" لیانہ نے دریافت کیا تھا۔

"لڑکی کے ساتھ...... شی از گورجیس۔"

"اچھا......! چلو اچھا ہوا تم ٹھکانے تو لگے۔"

"ہاں......! وہ اتنی اچھی ہے لیانی کہ...... اس کے لیے مرنے کے لیے دل چاہتا ہے۔"

"اچھا......" اسے حیرت ہوئی تھی۔

"بس اچانک ملی اور سب کچھ لے گئی۔ تم یقین کرو گی کہ چار راتوں سے میں تو ڈھنگ سے سو بھی نہیں پایا ہوں۔" اعتبار نے کہا تھا۔ وہ حیران رہ گئی تھی۔

"رئیلی......"

"ہاں......! میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں لیانی......! شاید دوسرے فون پر اس کی کال آ رہی ہے۔ اوکے بائے......"

فون کھٹاک سے بند ہوا تھا' بنا اس کی طرف سے بات سنے۔

لیانہ فون ہاتھ میں لیے ساکت سی کھڑی رہ گئی تھی۔ "یہ شخص بھی نا......" اسے کوستے ہوئے فون رکھا تھا' اور معمول کے کاموں میں مصروف ہو گئی تھی۔

●۞●
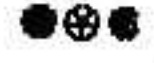
سمسٹر ختم ہوا تو چھٹیاں بھی ہو گئیں۔

وہ شخص...... ایک دو بار نظر آیا بھی تو ڈھنگ سے بات تک نہ ہو سکی۔ شاید وہ کچھ زیادہ ہی مصروف تھا۔ لیانہ نے بھی اسے ڈسٹرب کرنا ضروری نہیں جانا تھا۔ بس ہیلو ہائے......! اور بات ختم۔ اس نے پانچ چھ دنوں میں اسے غیر ضروری فون کال کر کے دوسری دانست میں "تنگ" کرنا بھی بند کر دیا تھا۔ اس کے حسین ترین لمحوں میں وہ اسے ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اتنے دنوں تو اسے آئے تھے۔

پھر دسویں روز اس کا خود ہی فون آ گیا تھا۔

"کون......؟ اعتبار......! تم؟ کیسے ہو؟"

اس کی آواز فون پر سن کر وہ کچھ زیادہ حیران نہیں ہوئی تھی۔

"ہاسپٹل میں تھا۔ عجیب دوست ہو پلٹ کر پوچھا بھی نہیں؟" وہ شکوہ کرتا ہوا بولا تھا۔

"ہوا کیا تھا؟" لیانہ نے دریافت کیا تھا۔

"ایکسیڈنٹ......" اعتبار نے بتایا تھا۔

"ارے......! اور تم نے مجھے بتایا تک نہیں؟"

"تم نے فون بھی نہیں کیا؟" شکوہ کیا تھا۔

"ہاں......! میں تمہیں ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتی تھی۔"

وہ جواباً کچھ نہیں بولا تھا۔

"اور یہ ایکسیڈنٹ بھی اسی کی وجہ سے ہوا؟"

"ہاں......! سوچوں میں گم تھا' دھیان بھی نہیں رہا' اب ایک سال تک ڈرائیو نہیں کر سکتا۔"

"اوہ' یہ تو برا ہوا۔ چوٹیں تو زیادہ نہیں آئیں؟"

"گئی ہیں' مگر چند دنوں میں ٹھیک ہو جائیں گی۔"

"ہاں......اپنا خیال رکھنا۔"

"تم ملنے بھی نہیں آؤ گی؟" وہ پوچھنے لگا تھا۔

"نہیں' آج تو نہیں' شاپنگ کے لئے جانا ہے' کل آؤں گی' ٹھیک؟"

بے تاثر انداز میں کہتے ہوئے بولی تھی' مگر دوسری طرف سے اس کا کوئی جواب نہیں آیا تھا بس فون رکھ دیا گیا تھا' شاید وہ بزی تھا۔

●❁●

وہ فلیکی کی طرف سے لوٹی تھی' جب اچانک اسے فون کرنے کو دل چاہا تھا۔ اس نے بیگ وہیں ٹیبل پر ڈالا' اور سیل پر اس کا نمبر ملاتی ہوئی کاؤچ پر آن بیٹھی تھی۔

"کیسے ہو؟" اس کی آواز سن کر دریافت کیا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔"

"سوری' میں تم سے اس روز ملنے بھی نہیں آسکی۔ ایکچوئلی' گھر سے فون آگیا تھا۔ کال پرابلم ہوگئی تھی۔ میں کچھ اپ سٹ ہوگئی تھی' اور تم......؟" اس کی طرف سے کوئی بھی جواب بغیر وہ بولی تھی۔ "تم کیسے ہو اب' چوٹیں کیسی ہیں' کہیں شادی تو نہیں کرلی؟"

"شادی؟ کس نے؟"

"تم نے۔"

"کہاں کی شادی یار' وہ لڑکی بلاشبہ اچھی تھی' مگر اس کا ایک بیٹا تھا' اور شاید کسی بابا کے ساتھ اس کے ریلیشن بھی تھے۔"

"اوہ ویری سیڈ' تو پھر کیا؟ محبت ختم؟"

"ختم یار' باقی بچا کیا ہے یاد رکھنے کو۔"

"تم تو اس روز بہت لمبی لمبی چھوڑ رہے تھے۔" وہ بے اختیار ہنسی تھی۔ "اس کے لئے ایکسیڈنٹ تک کروالیا۔"

"ہاں سچ ہے' آئی واز سیریس' مگر وہ لڑکی......ویل آئی کانٹ بی آ ڈیڈی۔" وہ چپ کر بولا تھا۔ وہ ہنستی چلی گئی تھی۔

"حت حت بہت برا ہوا۔ دل کے ارمان آنسوؤں میں بہہ گئے......میں تمہارے غم میں برابر کی شریک ہوں۔" وہ اب بھی ہنس رہی تھی۔

"تھینکس۔" وہ چپ کر بولا تھا۔

"بہت برا ہوا۔ اتنا زوردار عشق' اور ایسا انجام۔ حت حت......اے محبت......تیرے انجام پہ رونا آیا۔" اس کی ہنسی رک نہیں رہی تھی۔ بات بات پر کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔

"بس یار ویسے لڑکی اچھی تھی' بری نہیں تھی۔ وہ تین بار ڈیٹس پر بھی چلا گیا تھا۔ شی واز ریلی گورجیس۔ دل کی بھی اچھی تھی۔ میں نے تو اس کے لئے رنگ تک لے لی تھی ڈائمنڈ کی۔" اس نے اطلاع دی تھی' اور وہ حیران رہ گئی تھی۔

"ریلی؟ ڈائمنڈ رنگ؟ تم اس کے لئے اتنے سنجیدہ تھے؟" بے یقین لہجے میں دریافت کیا تھا۔

"ہاں تھوڑا بہت تو تھا۔ فائیو اسٹار ہوٹل میں ٹیبل تک بک کروالی تھی۔ بس سوچ لیا تھا۔ اسی دن تو پروپوز کردوں گا' مگر اس سے پہلے ہی باتوں باتوں میں حقیقت کھل گئی۔ سب پتا چل گیا۔ بس پھر میں نے بھی فیصلہ بدل لیا۔ اب' اور کیا کروں؟ قربانی کا بکرا تو نہیں بن سکتا تھا نا۔ اس ہمدردی' اور محبت میں کچھ تو فرق ہوتا ہے۔" وہ بتا رہا تھا۔

"اور تمہیں تو محبت تھی۔" اس نے جتایا تھا' مگر وہ کچھ نہیں بولا تھا۔

"سو محبت دی اینڈ' ناٹ اے ہیپی اینڈنگ۔" وہ ہنسی تھی۔ "کافی دردناک اینڈ رہا آپ کی لو اسٹوری کا۔ چلیں کوئی بات نہیں۔ کیپ دی فیتھ۔ آپ کو جلد ہی پھر محبت ہو جائے گی۔ دل کافی ورسٹائل شے ہے۔" وہ ہنسی تھی۔

"پتا نہیں یار' ویسے اب نہیں ہوگی۔ تم آ رہی نہیں؟"

"آؤں گی۔ تم اپنے زخمی دل کا خیال رکھنا۔ میں تمہارے غم میں برابر کی شریک ہوں۔"

"تھینکس۔ بس بددعا لگ گئی کسی کی۔" دکھ بیان کیا تھا۔

"ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے۔ اب کی بار نظر اتروا کر محبت کرنا۔" وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

"ٹھیک۔" اس نے نادر و نایاب مشورے پر سر تسلیم خم کیا تھا۔

"اس رنگ کا کیا کیا؟ کسی' اور کو دے دی۔ یا سنبھال کر رکھ دی؟" اچانک یاد آنے پر دریافت کیا تھا۔

"سنبھال کر رکھی ہوئی ہے یار! اس کا اب کیا کام۔"

"ہاں ٹھیک بات ہے۔ جب دل ہی نہیں رہا تو۔" وہ پھر ہنس پڑی تھی۔

"کیا بات ہے آپ بہت خوش ہو رہی ہیں؟"

"میں تو ہمیشہ ہی خوش رہتی ہوں۔" فیلانہ نے جتایا تھا۔

"اچھی بات ہے خوش رہیے۔" نرم لہجے میں کہا تھا۔

"کیوں میرا خوش ہونا۔ آپ کو اچھا نہیں لگ رہا؟" فیناشہ نے دریافت کیا تھا۔
"نہیں بہت اچھا لگ رہا ہے۔ کم از کم یہ تو پتا چلا کہ جب کوئی لڑکی جیلسی فیل [illegible] تو کیا کرتی ہے۔"
"جیلسی؟ میں نے کس سے جیلسی فیل کی؟"
"کر رہی تھیں۔ تبھی تو بددعا بھی دے دی' اور وہ لگ بھی گئی۔" اس نے جل [illegible] پھپھولے پھوڑے تھے' مگر وہ ہنس دی تھی۔
"میں نے کوئی بددعا نہیں دی تھی' اور کیوں دیتی۔"
"ہاں نہیں دی تھی۔ تبھی تو سب کرشماتی طور پر درمیان میں ہی رہ گیا۔" اس [illegible] وہ خاموش ہو کر لب بھینچ گئی تھی۔
"آج شام میں تمہاری طرف آؤں گی۔ کیا بنا کر لاؤں؟"
"کچھ مت لانا' کھانے کا بالکل بھی موڈ نہیں ہے۔"
"کیوں اب تک سوگ منا رہے ہو کیا؟"
"یہی سمجھ لو۔"
"ٹھیک ہے۔ میں شام کو خالی ہاتھ آ جاؤں گی۔"
"سنو بریانی اچھی بناتی ہو تم' لے آنا۔" وہ فون رکھنے ہی والی تھی' جب اس نے کہا تھا [illegible] فیناشہ مسکرا دی تھی۔
وہ شخص عجیب و غریب تھا۔ اپنی نوعیت کا شاید ایک۔

●●●

"جان اپنے گھر پارٹی دے رہا ہے۔ نیو ایئر کی' تم آؤ گی؟"
"میں؟ پتا نہیں۔" اس نے بے نیازی سے کہا تھا۔
"پتا نہیں کیا مطلب؟ تم نہیں آؤ گی یعنی۔"
"ابھی پتا نہیں' نیو ایئر میں ابھی ویسے بھی کئی دن ہیں۔"
"کئی نہیں' کچھ دن۔" اشعار نے تصحیح کی تھی۔
"کچھ نہیں پورے بیس دن' اور ان بیس دنوں میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" وہ مسکرائی تھی۔
"کیا مطلب کچھ بھی؟" وہ چونکا تھا۔
"ہو سکتا ہے میں یہاں نہ ہوں۔ اماں کہہ رہی ہیں کچھ دنوں کے لئے پاکستان آ جاؤ۔" فیناشہ نے اطلاع دی تھی۔

"اوہ تو پاکستان جا رہی ہو تم۔"
"ابھی کچھ پتا نہیں۔"
"کہیں تمہاری اماں شادی کے لئے تو نہیں بلا رہیں؟" اس نے اچانک خدشہ سامنے رکھا تھا۔
"تمہیں کیسے لگا کہ ایسا کچھ ہے۔" وہ چونکی تھی۔ "میری شادی کی مجھ سے زیادہ فکر تمہیں ہے۔" وہ کسی قدر سلگ کر بولی تھی۔ وہ جواباً کچھ نہیں بولا تھا۔
"کل تم فلنگی کے گھر آ رہے ہو؟" اسے چپ دیکھ کر وہ بولی تھی۔
"وہاں کیا ہے؟" اشعار نے دریافت کیا تھا۔
"اس کے پیرنٹس کی ویڈنگ اینورسری ہے شاید۔" فیناشہ نے آگاہ کیا تھا۔
"اچھا دیکھوں گا۔ اگر وقت ملا تو۔"
"کیا ہوا؟ آج کل پھر سے بزی ہو گئے؟" فیناشہ نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
وہ چونکا تھا۔ مسکرایا تھا۔ پھر ہنس دیا تھا۔
"کتنا بیویوں والا شک کرتی ہو تم۔"
"ایکسکیوزمی۔" وہ جل کر بولی تھی' مگر وہ ہنس دیا تھا۔
"ویسے اچھی لگتی ہو۔ اس طرح پوچھتی ہوئی۔ تم دنیا میں وہ پہلی لڑکی ہو' جو مجھ سے ایسی ویسی چیزوں کی باز پرس کر سکتی ہو' اور مجھے اس کا کچھ برا بھی نہیں لگتا۔ آئی مین تم دوسری لڑکی ہو۔" وہ مسکراتے ہوئے اسے بتا رہا تھا۔
"پہلی کون تھی یا دوسری کون ہو گی؟ آئی مین دوسری کون ہے۔" عجب بوکھلاہٹ کے ساتھ دریافت کیا تھا۔
"میری دادی' شی واز دی فرسٹ لیڈی' اینڈ لاسٹ ون ول بی مائے وائف۔" وہ شرارت آنکھوں میں لئے۔ مسکراتا ہوا بولا تھا۔
"ویئر آئی ایم؟ ان سب میں' میں کہاں ہوں؟" اس نے اپنی پوزیشن نہ پا کر دریافت کیا تھا۔ وہ اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔
"بتایا تو تھا تمہیں۔ بھول گئیں؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ "یو آر دی ون' ہو کین اسٹاپ می ٹو ڈو اینی تھنگ۔"
وہ کچھ بھی کہے بغیر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا ناراض ہو گئیں؟"

"نہیں۔" اس کے چہرے کی طرف دیکھے بغیر وہ بولی تھی۔

"پھر؟"

"پتا نہیں، میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔ او کے سی یو۔"

وہ ہاتھ چھڑا کر فوری طور پر نکل گئی تھی۔ اشعار پیرزادہ کھڑا اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

●❀●

"کل فلیکی کی پارٹی میں کیوں نہیں آئی تھیں تم؟"

"بس دل نہیں چاہا تھا۔" وہ اس کا چہرہ دیکھے بغیر بولی تھی۔

"دل کچھ زیادہ ہی ضدی نہیں ہو گیا تمہارا؟" وہ جانچتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"ہاں شاید میں دل کی مان کر چلتی ہوں۔"

"ہمیشہ؟" اشعار نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

"ہاں۔" وہ باور کراتے ہوئے بولی تھی۔

"غلط۔" اشعار نے اسے دہرایا تھا۔

"کیسے؟" وہ پکڑے جانے پر کچھ حیران ہوئی تھی۔

"اپنی آنکھوں سے پوچھو۔" اشعار نے مدھم لہجے میں جتایا تھا۔

"آنکھوں سے؟" اس کے لہجے میں حیرت واضح تھی۔ "آنکھوں سے کیا پوچھوں؟"

"یہی کہ وہ جھوٹ بولتی کیسی لگتی ہیں۔"

"کیسی لگتی ہیں؟" لینانہ نے گم صم سے انداز میں سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"بالکل جھوٹی آنکھیں۔" اشعار نے بغور اس کی آنکھوں میں تکتے ہوئے بتایا تھا۔ یکدم نگاہ پھیر گئی تھی۔

"میری آنکھیں جھوٹی نہیں ہیں۔" جھٹلایا تھا۔

"اس بارے میں تمہیں کیا پتا۔" اشعار نے اسے رد کیا تھا۔

"مجھے پتا ہے۔ آنکھیں میری ہیں۔ میں جانتی ہوں۔" اس نے اپنا دفاع کیا تھا۔

"ہاں لیکن پڑھ تو میں رہا ہوں۔" اشعار مسلسل رد کر رہا تھا اسے۔

"کیا پڑھ رہے ہو؟" وہ چونکی تھی۔

"وہی جو آنکھیں کہہ رہی ہیں۔" اشعار کے لہجے کا اطمینان ہنوز برقرار تھا۔

"کیا کہہ رہی ہیں آنکھیں؟" وہ سہمے سے انداز میں بولی تھی۔

سانس لمحہ بھر کو رک گیا تھا۔

آنکھوں میں جنبش نہ ہوئی تھی۔

وہ لمحہ جیسے ساکت تھا۔

اشعار پیرزادہ اسے بغور دیکھ رہا تھا...... وہ جیسے واقعی اس چہرے کو سطر سطر پڑھ رہا تھا۔

وہ چہرہ کتاب تھا کوئی...... جس پر اس کی بھرپور نگاہ جمی تھی' اور اس کی کتاب کی زبان پڑھ رہی تھی...... نہ کوئی الجھن تھی...... نہ کوئی پریشانی۔

وہ سطر با سطر اسے بڑے آرام سے پڑھ رہا تھا۔

لینانہ بیگ کو ایک لمحے کو اپنا آپ بے حد' اور بے طرح بے وقوف لگا تھا۔ دوسرے ہی پل نگاہ ہٹا گئی تھی۔

●❀●

"کیا ہوا یار"

"تمہیں"

"

وہ یکدم ہی ہنس دیا تھا۔

"ایسے کیوں ہنس رہے ہو؟" فیانانہ نے اسے گھورا تھا۔

"کتنی بھولی ہو نا تم؟" وہ مسکرا رہا تھا۔ "تمہیں دنیا کی اب بھی کوئی خبر نہیں۔"

"ہاں نہیں ہے تو.....؟" وہ خجل سی ہو کر بولی تھی۔

"ہاں بالکل بھی نہیں ہے۔ دل چاہتا ہے تمہیں ایک ایک شے کے بارے میں ا... کرتاؤں۔"

وہ سنجیدہ تھا یا نہیں یہ وہ نہیں جانتی تھی مگر وہ بدستور مسکرا رہا تھا۔

"مس فیانانہ بالکل بچوں جیسی ہیں آپ؟"

فیانانہ نے اسے دیکھا تھا۔ پھر بولی تھی۔ "میں نہیں جانتی میں بچوں جیسی ہوں ... مجھے دنیا کا اتنا پتا ہے جتنا ہونا چاہیے۔ مجھے سیف رکھنے کو میرے لسٹ اینڈز کافی ہیں۔ ... بات سے ڈر بھی نہیں لگتا۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی تھی۔

"تو خاصی بہادر ہیں آپ۔" وہ مسکرا دیا تھا۔

"ہاں ہوں۔"

"ٹھیک چلو مان رہا۔ اگر دس برسوں تک میرا کسی بھولی سی لڑکی سے شادی کا پلان ... میں آپ کا نمبر تھما دوں گا۔ گھر کا نمبر دے دیجیے گا۔"

وہ قطعاً بھی سنجیدہ نہ تھا۔ فیانانہ مسکرا دی تھی۔

●❂●

"یہ تم سب لڑکیوں کے دماغ آسمانوں پر کیوں ہوتے ہیں؟" اس کے ساتھ ... سے نکلتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"اب کیا ہو گیا؟" وہ اکتا کر بولی تھی۔

"نہیں ہوا تو کچھ نہیں مگر کل شام فیلیکی کی کسی دوست سے بات ہوئی تھی۔ ...

تم۔"

"کیا بات ہوئی تھی؟" اس نے پوچھا تھا۔

"کچھ خاص نہیں یار تو تم نیو ایئر کی پارٹی میں آ رہی ہو نا۔"

"نیو ایئر ابھی بہت دور ہے اعتزاز اس سے پہلے مجھے پاکستان جانا ہے۔"

"کیوں شادی کرنی ہے۔ یار تمہیں شادی کی اتنی جلدی کیوں ہے؟ ہر وقت شادی شادی۔"

"ہاں شادی کرنے نہیں جا رہی اماں سے ملنے جا رہی ہوں۔ بابا کا کل بھی فون آیا تھا۔ بتا رہے تھے بہت مس کر رہی ہیں وہ۔ اچھا یاد دلایا تم نے۔ کل گھر جا کر فون بھی کرنا ہے اماں کو۔" وہ ... ہوئی بولی تھی۔ وہ اس کی طرف دیکھتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا ہوا؟ بہت اسٹوپڈ اور بیوقوف لگ رہی ہوں تمہیں۔ او کے میں ایسی ہی ہوں۔" اس نے شانے اچکاتے ہوئے پہلی بار چڑے بغیر بے فکری سے کہا تھا۔

وہ ہنس دیا تھا۔

"نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں صرف یہ دیکھ رہا تھا کہ تم...... سنو تم بہت اچھی ماں ہو گی اپنے بچوں کی....."

"یہ کیا بات ہوئی؟" فیانانہ نے اسے گھورا تھا۔

"Yeah, I am not kidding yaar!"

"تم ایک اچھی ڈاٹر ہو اے کیئرنگ لوونگ ڈاٹر کین بی آ گڈ کیئرنگ لوونگ مام۔"

اس کی چیٹین گوئی پر وہ اسے صرف دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"سو فیانی....."

"ہاں اب کیا ہے؟"

"اگر تمہارے پیرنٹس نے تمہارے لئے کوئی لڑکا وہاں دیکھ کر رکھا ہوا ہو تو؟"

"تو؟" وہ چونکی تھی۔

"آئی مین اگر انہوں نے تمہاری شادی طے کر دی تو؟"

"تو؟" وہ بے فکری سے بولی تھی۔

"تو کیا؟" اعتزاز نے شانے اچکائے تھے۔

"تو کیا؟ اعتزاز تم اتنے پاگل کیوں ہو رہے ہو؟ اسے کہتے ہیں پرائی شادی میں عبداللہ دیوانہ۔ شادی میری ہو گی اور فکر تمہیں پڑی ہے۔"

"نہیں مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"پیٹ میں مروڑ تو اٹھ رہے ہیں تمہارے۔" فیانہ نے جتایا تھا۔

"نہیں۔" اس نے جھٹلایا تھا' پھر ہنس دیا تھا۔ "بالکل نہیں۔" سر نفی میں ہلایا تھا' [illegible] چپ ہوا تھا' پھر سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔ "ہاں اٹھ تو رہے ہیں۔ کیوں' یہ میں نہیں جا[illegible]" [illegible] معصومیت سے وہ بولا تھا۔

فینی نے اسے تنقیدی نظروں سے دیکھا تھا۔

"کیا ہے اب ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

"احمد! اپنے دماغ کا علاج کراؤ۔ پتا نہیں کیا کیا اول فول سوچتے رہتے ہو؟"

"اب کیا سوچا میں نے؟"

"اب نہیں' تم ہمیشہ سوچتے رہتے ہو۔"

"ہاں' تو یہ تو Healthy activity ہے۔ اس کا مطلب ہے۔ I got a brilliant mind جو سوچتا بھی ہے' اور کام بھی کرتا ہے۔"

حسب معمول اس نے بات کو مزاح میں اڑا دیا تھا۔ فینی نے اسے دیکھا تھا۔

"اب کیا ہوا؟ یار' تم کبھی خوش بھی ہوتی ہو۔ ہمیشہ منہ پر بارہ بجائے رکھتی ہو۔"

"تم ہمیشہ میری فکر میں کیوں گھلتے رہتے ہو' اور کوئی کام نہیں ہے تمہیں؟" وہ اکتا[illegible] تھی۔

"نہیں ہے۔" وہ ہنس دیا تھا۔

"اگر میری شادی ہوئی تو آؤ گے؟" اب کے فیانہ اسی کے انداز میں بولی تھی۔

"نہیں۔" وہ بنا سوچے سمجھے قطعی انداز میں بولا تھا۔

"کیوں نہیں؟" فینی نے جواز چاہا تھا۔

"بس نہیں۔"

"کیوں نہیں' Coward ہو نا۔"

"نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے سر انکار میں ہلایا تھا۔

"حوصلہ نہیں تم میں۔"

"کس بات کا؟" وہ یکدم ہنس دیا تھا۔

فینی نے اسے لمحہ بھر کو دیکھا تھا' پھر بولی تھی۔

"بہت عجیب آدمی ہو تم۔" کہہ کر چہرہ پھیر لیا تھا۔

"کیوں سر پر سینگ ہیں میرے؟"

"صرف سر پر سینگ ہونے سے کوئی ڈفرنٹ نہیں ہوتا۔"

"اچھا تمہارا خیال ہے' میں ڈفرنٹ ہوں۔ دیٹس مین' مجھ میں بہت سی خوبیاں ہیں۔" وہ ڈھٹائی سے مسکرایا تھا۔ وہ خاموشی سے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"ایک بات بتاؤ؟ تمہیں کبھی میری باتوں پر مسکرانے کو دل نہیں چاہا۔ کیا واقعی بہت غصہ آتا ہے؟"

"ہاں' آتا ہے۔ بہت الٹا سیدھا بولتے ہو تم۔"

"لیکن کچھ ایسا بھی تو لگتا ہوں۔"

"کیوں لگتے ہو؟ آئی مین کیوں اچھے لگو گے تم مجھے؟" جل کر بولی تھی۔

"کیوں اچھا نہیں لگوں گا' دوست ہوں تمہارا۔" اس نے مسکرا کر جتایا تھا۔

"ہاں۔" وہ اکتا کر سر جھکا گئی تھی۔

"لڑکی' کبھی ہنسا بولا کرو۔ خدا نے اچھا خاصا بنایا ہے۔ غصہ کر کے اچھی خاصی شکل بگاڑ لی ہو۔" بڑی بوڑھیوں کی طرح کہا تھا۔ فینی نے اس کی طرف دیکھا تھا' پھر مسکرا دی تھی۔

"تم واقعی عجیب آدمی ہو۔ اتنا بولتے ہو' تھکتے نہیں ہو؟"

"اچھا' زیادہ بولتا ہوں' مجھے نہیں لگتا۔ اگر تمہیں مجھے ساری عمر سننا پڑ گیا تو کیا کرو گی؟" [illegible] آنکھوں میں ایک بار پھر شرارت تھی۔

"وہاٹ ڈو یو مین؟" وہ چونکی تھی۔

"کیوں' تم مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ گی۔"

"پتا نہیں' لیکن ایک دن جب شادی ہو جائے گی تو......' اور یوں بھی کل کا کسے پتا جانے کیا ہو گا۔" فیانہ نے دھیمے لہجے میں کہا تھا۔

"ہاں سچ ہے' مگر ایک صورت ہے' ہمیشہ ساتھ رہنے کی۔" وہ مسکرایا تھا۔

"کیا؟" وہ چونکی تھی۔

"اگر تم کسی اسٹوپڈ سے آدمی سے شادی نہ کرو' اور میرا انتظار کر لو۔ زیادہ نہیں' شاید دس بارہ سال۔ یو نو اٹس ڈی پنڈ آن موڈ کہ میرا دل کب شادی کو کرتا ہے۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"دس بارہ سال؟"

"ہاں۔"

"تمہارے لئے۔"

"ہاں۔"

"مائی فٹ' تم اگر دس ماہ بھی اپنے لئے انتظار کرنے کو کہو تو میں نہ کروں۔"

"کیوں' ایسی کیا برائی ہے مجھ میں......؟ ہینڈسم ہوں' ڈیشنگ ہوں۔"

"ہاں ہو تو۔"

"تو؟ تمہیں اور کیا چاہیے اپنے مسٹر رائٹ میں؟"

"کچھ بھی بٹ یو کانٹ بی مائے مسٹر رائٹ۔ تم کبھی بھی نہیں ہو سکتے۔"

"اچھا کوئی ایک برائی تو بتا دو۔"

"اچھے آدمی نہیں ہو تم۔"

"اچھا آدمی نہیں ہوں میں' مطلب؟" وہ ہنس دیا تھا۔ "کم آن یار لڑکیاں اب پیچھے آتی ہیں تو میں کیا کروں؟ اوہ' اچھا' تو تم جلتی ہو۔ جلن فیل ہوتی ہے تمہیں؟ ہے ناں؟"

"مجھے کیوں ہونے لگی جلن۔ پاگل ہو گئے ہو تم۔ دماغ خراب نہیں ہے میرا۔" فی... تھی' اور ساتھ ہی کھڑی ہوئی تھی۔ "چلتی ہوں۔ سی یو......"

"سی یو......" اشعار نے بہت مدھم آواز میں کہا تھا۔

لینانہ چلتی ہوئی دور نکلنے لگی تھی۔ اشعار بہت دیر تک اس کی طرف تکتا رہا تھا۔

● ● ●

"ہا......ہا......ہا...... مجھے پتا تھا' تم نہیں جا پاؤ گی۔"

"میں چلی جاتی' مگر فلیکی کی وجہ سے رک رہی ہوں۔ وہ شادی کر رہا ہے اور اس نے بتا دیا ہے اس کی یہ پہلی' اور آخری شادی ہے سو میں شرکت ضرور کروں کیونکہ میں اس کی ... میٹ ہوں۔"

"فلیکی کو کیسے پتا چلا کہ یہ اس کی پہلی' اور آخری شادی ہے؟" وہ شرارت سے بولا تھا۔ لینانہ نے گھورا تھا۔

"آئی مین' پہلی تو ہو سکتی ہے' مگر آخری ہو گی' اس کے بارے میں تو کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جون کو اچھی طرح سے جانتا ہوں میں۔"

"کسی کے بارے میں ایسے نہیں کہتے۔ انہوں نے اگر شادی کا فیصلہ کر لیا ہے تو وہ نبھانا بھی جانتے ہوں گے۔ At least وہ شادی کر تو رہے ہیں۔ اتنی بڑی ذمے داری کوئی یونہی نہیں لیتا' اور نہ کوئی اتنی بڑی کمٹ منٹ کرتا ہے۔ تمہاری' اور جون کی ایک ہی عمر ہے' مگر تم ابھی اس جیسا سوچنے تک نہیں ہو۔ میری نظر میں جون زندگی کو بہت سنجیدگی سے لے رہا ہے۔" لینانہ نے برملا کہا تھا۔

اشعار اس کی طرف چپ چاپ دیکھتا رہا تھا' پھر ہنس دیا تھا۔

"اپنے دوست کو برا کہہ رہی ہو؟"

"تم ہو۔"

"اور جون اچھا ہے کیونکہ وہ فلیکی سے جلدی شادی کر رہا ہے۔ یو مین اگر میں شادی کر لوں تو میں بھی اچھا بن جاؤں گا۔ یہ کم عمری کی شادیاں زیادہ دیر نہیں چلتیں' یو ول سی۔"

"ہاں اشعار! ابھی ان بیچاروں کی شادی ہوئی نہیں' اور تم...... کتنے اسٹوپڈ ہو تم۔ تم خود کوئی اور نیک کام نہیں کر سکتے ہو' مگر جو کر رہے ہیں یا کرنے جا رہے ہیں۔ کم از کم انہیں تو اپریشی ایٹ کرو۔"

"آئی ول ڈو آن دیئر ویڈنگ ڈے' ڈونٹ وری' بٹ آئی ایم ہیپی کہ تم نہیں جا رہی ہو۔" وہ مسکرا دیا تھا۔

اس کے نہ جانے سے اس کا کون سا فائدہ ہو رہا تھا۔ یہ وہ نہیں پوچھ سکی تھی' اور پوچھتا چاہتی بھی نہیں تھی وہ کوئی اول فول بک دیتا۔ جیسی کہ اس کی عادت تھی۔

لینانہ کو اس کی باتیں عجیب لگتی بھی تھیں' اور نہیں بھی۔ کبھی وہ حیران ہوتی بھی تھی تو کبھی اسے ہنسی آ جاتا تھا' اور کبھی واقعی ہنسی...... کچھ بھی تھا' یہ بات ماننے والی تھی کہ وہ اس کا دوست تھا' اور اس کا ارادہ صرف اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ لانا تھا۔ اس کا اپنا کہنا یہ تھا' یہ سچ تھا یا نہیں' مگر وہ کہتا بھی تھا۔ لینانہ جانتی تھی۔ سو اگر وہ ایسا ویسا بول بھی جاتا تو وہ نظر انداز کر جاتی تھی' پھر کبھی کبھی ڈپٹ بھی دیتی تھی۔ کچھ بھی تھا۔ اسے اس پر ایک بھروسہ تھا۔ ایک اعتبار تھا۔ اور یہ بات اشعار بھی جانتا تھا۔

"ایک بات بتاؤ' جب میں اتنا برا ہوں تو تم مجھ پر بھروسہ کیسے کر لیتی ہو؟"

لینانہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

"بس کر لیتی ہوں۔"

"کیوں؟ کیسے کر لیتی ہو؟"

"دل کہتا ہے۔"

"دل کہتا ہے؟ ویٹس مین تمہارا دل میرے بارے میں سوچتا ہے۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"شٹ اپ اشعار! میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تم ایک اچھے لڑکے ہو' اور بس......" وہ بڑے یقین سے بولی تھی۔

اشعار پیرزادہ اس کے یقین پر اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ پھر کچھ کہے بغیر گٹار اٹھا لیا تھا' اور بجانے لگا تھا۔ بہت مگن سا تھا۔ لینانہ اسے دلچسپی سے دیکھنے لگی تھی۔ اشعار نے دفعتاً سر پھیرتے ہوئے اس کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا تھا' پھر گانے لگا تھا۔

"I can see hills touch the sky,

Heaven and earth, you and I

A world we will always be"

وہ آنکھیں بند کیے مگن سا گا رہا تھا۔ فیانانہ اسے مبہوت سی سن رہی تھی۔

Flowers will die

Stories may end as time passes by

You and I will always be

With every word that I hear

Whenever whispers are near

I can believe in fate

Promises made, only one

Yesterday fade from the Sun

And rivers run dry

Here in a moment of time passing by

You and I will always be......"

اعتبار نے سانگ ختم کیا تھا۔ فیانانہ نے اس کیلئے تالیاں بجائی تھیں۔

"تھینکس۔" وہ مسکرا دیا تھا۔

"اچھا گاتے ہو کوئی بینڈ وینڈ بنانے کا ارادہ ہے؟" وہ مسکرائی تھی۔

"بینڈ بنانے کا ارادہ ہے نہیں پاگل بینڈ ہے۔ کل رات ہمارا کنسرٹ بھی تھا۔"

"واؤ......" وہ حیران رہ گئی تھی۔ "تو مجھے کیوں نہیں بتایا بھی؟"

"اس لئے کہ تم مجھے ایک فضول سا لڑکا سمجھتی تھیں' اور میں چاہتا تھا تم ایسا سمجھتی رہو۔" وہ مسکرایا تھا۔

"وہ تو تم اب بھی ہو۔" وہ ہنس دی تھی۔

"ہاں ہوں' اور تمہاری نظر میں ہمیشہ رہوں گا۔"

"ہاں رہو گے ہمیشہ میری نظر میں کیونکہ دوست جو ہو میرے۔" وہ مسکرا دی تھی۔

"بائے دی وے یہ سانگ آپ کیلئے تھا۔"

"رئیلی۔" وہ حیران ہو کر مسکرائی تھی۔ "سو سویٹ یو آر۔" فیانانہ بولی تھی' اور وہ مسکرا دیا تھا۔

وقت ان کے درمیان فی الحال ساکت کھڑا تھا۔ کوئی آواز نہیں تھی وقت کے لبوں پر۔

●✪●

جون کے گھر کرسمس پارٹی تھی۔ وہ جانا نہیں چاہ رہی تھی۔ صبح سے سر میں درد تھا' مگر فلیکی کا فون آ گیا کہ ضرور آؤ' پھر اعتبار نے بھی فون بجا دیا۔ سو اسے مجبوراً جانا پڑا۔

پرہجوم ماحول میں وہ ایک کونے میں بیٹھی رہی تھی۔ فلیکی کو معلوم تھا اس لئے اس نے بھی اسے ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔ سب ہلہ گلہ کر رہے تھے' اور وہ بیٹھی مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہی تھی۔ حالانکہ دل چاہ رہا تھا واپس گھر چلی جائے' مگر مروت نبھانا پڑ رہی تھی۔ دوستوں کیلئے اتنا تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ وہ جانتی تھی۔ سو وہاں موجود تھی۔

فلیکی آئی تھی' اور اس کے منہ میں کیک کا ایک بہت بڑا پیس ڈال گئی تھی۔ جون آیا تھا۔ اسے سوفٹ ڈرنک تھما گیا تھا۔ اعتبار آیا تھا تو شکوہ کر رہا تھا۔

"یار عجب لڑکی ہو تم۔ یہاں کونے میں دبکی بیٹھی ہو' وہاں آؤ۔ کبھی تو اپنی عمر والے کام کر لیا کرو۔" وہ ڈرنک تھا۔ اس کے منہ سے بدبو بھی آ رہی تھی' مگر موقع ایسا تھا کہ سب جوش میں تھے' اور خوش بھی۔ وہ جانتی تھی وہ ہمیشہ نہیں پیتا تھا' سو کچھ نہیں بولی تھی۔

"زیادہ طبیعت خراب ہے تو گھر تک چھوڑ دوں؟" اعتبار نے آفر دی تھی۔ وہ نشے میں بھی اتنا ہی مخلص تھا' اور اس کا انداز اتنا ہی دوستانہ تھا۔ اس کا مطلب کہ وہ نشے میں نہیں تھا۔

"کیا ہوا ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟"

"کچھ نہیں۔" اس نے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"چلو آؤ تمہیں چھوڑ دوں۔"

"نہیں فلیکی' اور جون برا مان جائیں گے۔"

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو کیا ایسے ہی بیٹھی رہو گی؟ یہ انجوائے منٹ نہیں' سزا ہو گی۔"

"ہاں' مگر اب آ گئی ہوں تو کیا کروں۔ کبھی کبھی کسی کا دل بھی رکھنا پڑتا ہے۔" اس نے جواز دیا تھا۔

"نہیں رکھنا پڑتا۔ ایسا کوئی اصول نہیں ہے کہ کسی کی خوشی کیلئے خود کو تکلیف دو۔ چلو اٹھو میں تمہیں گھر چھوڑ دیتا ہوں۔"

اعتبار نے زبردستی اسے اٹھایا تھا۔ ڈرنک کا گلاس ایک طرف رکھا تھا' اور پھر جون سے معذرت کر کے اسے لے کر باہر نکل آیا تھا۔

گاڑی میں بیٹھ کر وہ سکون سے آنکھیں موند گئی تھی۔ اسے بالکل ڈر نہیں لگ رہا تھا کہ وہ تنہا ہے' اور اعتبار ڈرنک ہے۔ وہ معمول کے مطابق باتیں بھی کر رہا تھا' اور ڈرائیو بھی۔ فیانانہ آنکھیں بند کیے ہوئے متواتر اسے سن رہی تھی یعنی اس کے مکمل ہوش و حواس بحال تھے۔

"چلو اترو۔" اس کا گھر آنے پر وہ بولا تھا۔

اس نے اٹھنے کی کوشش کی' مگر چکراتے آرہے تھے کہ ایک دم سے لڑکھڑا گئی تھی۔

"ایک تو تم بھی نا......" اعتبار نے اسے ڈپٹا تھا۔ پھر جھک کر اسے بازوؤں میں ... تھا۔ "طبیعت اتنی زیادہ خراب تھی تو جانے کی ضرورت کیا تھی؟" وہ پھر ڈپٹ رہا تھا۔

وہ کچھ نہیں بولی تھی۔ اسے اسی طرح اٹھائے اٹھائے اس کے گھر کا لاک کھول ... اسے لے کر اس کے کمرے میں آ گیا تھا۔ بیڈ پر لٹایا تھا۔ وہ آنکھیں موندے ہوئے تھی ... اسے سکون مل رہا تھا آنکھیں موند کر۔

اعتبار اسے بیڈ پر لٹانے کیلئے جھکا تھا' مگر نگاہ اس کے چہرے سے ایک پل میں الجھ گئی تھی۔ وہ اس کے چہرے سے نگاہ ہٹا نہیں پایا تھا۔ بلا ارادہ اس کے چہرے کو ہاتھ بڑھا کر ... تھا۔ چہرے پر آئی لٹ پیچھے ہٹائی تھی۔

فیمانہ کی آنکھ کھل گئی تھی۔

اس لمس میں کچھ تھا......

وہ ایک دوست کے ہاتھ کا لمس نہیں تھا......

فیمانہ کی نظروں نے اسے دیکھا تھا۔ اس کا چہرہ اس کے چہرے کے قریب تھا۔

وہ ایک لمحے میں اس کے ہاتھ کو جھٹکتی ہوئی اٹھ بیٹھی تھی۔

"جاؤ یہاں سے' گو اوے اعتبار......"

اس نے ناگواری سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا' مگر اس نے سنی ان سنی کر دی تھی' اور اس کے چہرے پر جھک آیا تھا۔ فیمانہ اس بات کیلئے قطعاً تیار نہیں تھی۔ اس نے تو ایسا کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ اس نے بمشکل خود کو اس سے چھڑایا تھا' اور ایک تھپڑ لگا دیا تھا۔

"کیا کر رہے ہو تم یہ۔ میں دوست ہوں تمہاری...... ابھی میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی...... نشے میں ہو تم' سو پلیز گیٹ لاسٹ۔"

وہ بھرپور غصے سے بولی تھی' مگر اعتبار پر کچھ اثر نہیں ہوا تھا۔

"لک' آئی ایم ڈرنک' بٹ آئی نو کہ تم کون ہو...... اور میں کیا کر رہا ہوں۔ ایک معمولی سی بات پر کیا فساد کھڑا کر رہی ہو تم۔ سمجھتی کیا ہو تم خود کو؟ فرشتہ ہو تم؟ دنیا کو اپنی راہ پر لگانے چلی ہو...... سب کو اپنا سبق پڑھاتی ہو...... سب کو اپنی راہ پر چلتے دیکھنا چاہتی ہو......' مگر اصل میں ہو کون تم...... ایک اسٹوپڈ سی سوچ رکھنے والی...... ایک اسٹوپڈ سی لڑکی...... جسے زندگی نہ جینا آتی ہے نہ کبھی وہ جی سکے گی۔

Whatever I am feeling. Its a natural desire.

تم انکار کر سکتی ہو گی اس سے' میں نہیں...... میں نے جو بھی کیا' وہ اس لئے نہیں تھا کہ میں ... تھا' مجھے اب بھی پورا ہوش ہے۔ میرے دل میں اگر کوئی تمنا ہے تو یہ فطری سی بات ہے۔ ... اس سے فرق کیا پڑے گا' اور کسے پتا چلے گا؟ سات سمندر پار بیٹھی ہو تم......' اور یہاں یہ ... نہیں ہے۔ یہ بات تم بھی جانتی ہو۔ یہ تمہاری اپنی دیواریں ہیں' جو تم نے اپنے اردگرد اٹھا ... ہیں۔ تم جیسا یہاں کوئی نہیں سوچتا۔ یہ ڈیڑھ انچ کی مسجد صرف تم نے بنائی ہوئی ہے۔ خواہ مخواہ ... ایڈز رہا رکھی ہیں۔ ٹیل می' وہاٹ رانگ؟ تم تو اتنے گھٹے ہوئے ماحول میں جی رہی ہو ... تک نہیں جانتی زندگی کیا ہے...... تمہارے اصول' تمہارے خیالات...... شٹ......" وہ بے ... بول رہا تھا۔

فیمانہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ آنکھیں نمی سے بھری تھیں' اور چپ چاپ چھلک ... گئی تھیں۔ وہ اگر واقعی نشے میں ہوتا تو وہ اسے معاف کر سکتی تھی۔ یہ سب بھلا بھی سکتی تھی ...... وہ نشے میں نہیں تھا۔ جو بھی بول رہا تھا' پورے ہوش و حواس سے بول رہا تھا۔ مگر وہ اب ... اسی حیرت' اور بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"سو ٹیل می' مجھے بتاؤ تم کیا سوچ رہی ہو؟ کیا کہو گی تم اب؟ میں تمہارے جواب کا منتظر ... ہوں۔" اعتبار یزدانی اس سے ڈھٹائی سے پوچھ رہا تھا۔

کتنے آنسو رخساروں پر لڑھک آئے تھے

بھروسہ...... اعتبار...... دوستی......

سب بہہ گیا تھا......

ایک لمحے میں سب ختم تھا......

اس نے نفی میں سر ہلایا تھا......

"... گیٹ لاسٹ۔" اور ناگوار لہجے میں بولی تھی۔

اعتبار یزدانی نے اسے چند لمحوں تک خاموشی سے دیکھا تھا' پھر ایک لمحے میں اسے اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔

وہ حواس بحال نہیں رکھ سکی تھی۔ حملہ تھا ہی اتنا اچانک' وہ سمجھی تھی۔ اس میں اتنی اچھائی ابھی باقی ہو گی۔ وہ اس کا بہترین دوست تھا...... پلٹے گا' اور فوراً چلا جائے گا۔ اس سے اگلی صبح شرمندہ بھی ہو گا۔ اسے سوری بھی کہے گا۔

مگر کچھ بھی ویسا نہیں ہوا تھا' جیسا اس نے سوچا تھا۔ اس کا انداز وحشیانہ تھا۔

"اسٹاپ اٹ اعتبار' پلیز اسٹاپ اٹ۔" وہ چیخی تھی' مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

"آئی سیڈ' اسٹاپ اٹ۔" اس نے بمشکل خود کو چھڑاتے ہوئے ایک تھپڑ پھر اس کے

چہرے پر جڑ دیا تھا۔ وہ تھم گیا تھا۔

"فیبی! تم خوامخواہ۔"

"شٹ اپ اینڈ گیٹ لاسٹ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔"

"میری بات سنو فیبی......" اس نے ہاتھ اٹھا کر وضاحت دینے کی کوشش کی تھی۔

"آئی سیڈ شٹ اپ اینڈ گیٹ آؤٹ......" اس کا انداز غصے سے بھرپور تھا۔

اشعار پیرزادہ نے اسے چند لمحوں تک خاموشی سے دیکھا تھا۔ پھر پلٹا تھا' اور باہر نکل گیا تھا۔

وہ کتنی دیر تک اسی طرح ساکت سی کھڑی رہی تھی' پھر وہیں زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ ابھی تک جیسے وہ ایک حیرت سے باہر نکل نہیں پائی تھی۔ ابھی تک اس کے حواس بحال نہیں تھے۔ پھر یکدم اس نے گھٹنوں پر سر رکھا تھا' اور دھواں دھار رو پڑی تھی۔

سب ٹوٹ گیا تھا......

سب کچھ بکھر گیا تھا......

وہ اعتبار...... وہ بھروسہ...... وہ دوستی......

اسے امید تک نہیں تھی......

کبھی سوچا تک نہیں تھا......

وہ اتنا کر سکتا ہے...... ایسا کچھ کر سکتا ہے......

وہ جس کے ساتھ ہمیشہ اس نے خود کو محفوظ محسوس کیا تھا...... جس کے ساتھ دنیا جہان کی باتیں کی تھیں...... وہ شخص' اس نے اس کے ساتھ......

"اوہ نو......" کتنے لمحے وہ اسی بے یقینی میں روتی رہی تھی۔

کوئی' اور ایسا کرتا' وہ مان لیتی' مگر اشعار پیرزادہ...... وہ اب تک یقین نہیں کر پا رہی تھی۔

●✿●

گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔

فیبانہ کی آنکھ کھل گئی تھی۔ بارش اب بھی ہو رہی تھی۔ گاڑی میں اگرچہ ہیٹر چل رہا تھا مگر اس کے باوجود اشعار نے اس پر کمبل ڈال دیا تھا۔ شام ڈھل کر گہری ہو چکی تھی۔ چاروں اطراف اندھیرا پھیل چکا تھا۔

اس نے چاروں اطراف کا جائزہ لے کر اشعار کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اس کی جانب دیکھے بغیر غالباً اس کے اٹھنے' اور گاڑی سے باہر نکلنے کا منتظر تھا۔

"کیا ہوا' کہاں ہیں ہم؟"

"بارش کی وجہ سے آگے سارے راستے بند ہیں۔ ہمیں یہاں ہوٹل میں رکنا پڑے گا۔ پھر دیکھنا ہوگا کہ آگے کیا کرنا ہے۔ آپ گاڑی سے اتریں گی اب؟" اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بول رہا تھا۔

فیبانہ نے اسے دیکھا تھا۔ ایک بار پھر وہ اس کے ساتھ تھی۔ اس کے رحم و کرم پر تھی۔ مگر اب وہ' وہ کمزور سی فیبانہ بیگ نہیں تھی' بہت بدل چکی تھی وہ...... اب بھی اتنی ہی دوریاں تھیں اس کے گرد...... اتنی ہی حدیں بنا رکھی تھیں اس نے اپنے گرد...... مگر اب وہ مضبوط ہو چکی تھی۔ وہ دوستی کب کی قصہ پارینہ داستاں ہو چکی تھی۔

"آپ اتریں گی یا میں کوئی ہیلپ کروں؟" اسے اپنی جگہ بیٹھا دیکھ کر وہ بولا تھا۔

فیبانہ بیگ کمبل ہٹاتی ہوئی ایک لمحے میں سیدھی ہوئی تھی' اور گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی تھی۔ اشعار اسے خاموشی سے ہوٹل کی طرف جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا۔

وقت ان دونوں کے درمیان بہت بدل چکا تھا۔ کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا تھا۔

وہ دوستی تو کب' اب قصہ پارینہ داستاں ہوئی

وہ چھوٹی چھوٹی رنجشوں کا لطف بھی چلا گیا

وقت نے بہت کچھ پہلے جیسا نہیں چھوڑا تھا...... جانے اب وقت نے کیا کرنا تھا۔ اشعار پیرزادہ نے گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے سوچا تھا۔

●✿●
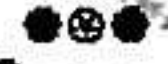
"کیا کر رہے ہو تم فریدون؟ اماں بلا رہی ہیں تمہیں' شاید جیولر کے پاس جانا ہے۔" وہ کہہ کر پلٹنے لگی تھی۔ جب اسے ساکت کھڑے دیکھ کر دوبارہ پلٹی تھی' اور اس کے پاس آ گئی تھی۔

"فریدون کیا ہوا؟ ایسے کیوں کھڑے ہو؟" غادیہ نے قریب آتے پوچھا تو آہن فریدون نے اس کی طرف خاموشی سے دیکھا تھا۔

"کیا ہوا؟ کسی الجھن میں ہو تم؟ شام کی تقریب کی ساری تیاریاں ادھوری پڑی ہیں۔ تم بھی نا فریدون' چھوٹی چھوٹی باتوں پر ٹینشن لینا شروع کر دیتے ہو۔ اچھا سنو' میں اپنے روم میں جا رہی ہوں۔ آدھے گھنٹے میں' میں بیوٹی سیلون چلی جاؤں گی۔ تم اماں کے ساتھ جا کر جیولری لے آنا۔"

وہ کہہ کر ایک لمحے میں پلٹی تھی' مگر دوسرے ہی لمحے چونک جانا پڑا تھا۔ اس کا ہاتھ کسی کے ہاتھ میں رہ گیا تھا۔ کسی قدر چونک کر وہ پلٹی تھی۔ جب دیکھا تھا کہ آہن فریدون خان اسے معمول سے ہٹ کر دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" وہ نرمی سے مسکرائی تھی۔ "تم پریشان لگ رہے ہو۔ کیا پریشانی ہے؟" دھیمے لہجے میں بولی تھی۔

"میں......وہ......" آہن فریدوں بہت الجھن میں دکھائی دیا تھا۔

"ہاں بولو' کسی شے کی ضرورت ہے؟" غادیہ نے ملائمت سے پوچھا تھا۔

"نہیں۔" اس نے الجھن میں سر نفی میں ہلایا تھا۔

"تو پھر؟" اس نے سوالیہ نظروں سے آہن فریدوں کو دیکھا تھا۔

"آئی......" آہن فریدوں نے کچھ بولنے کی کوشش کی تھی' مگر بول نہیں سکا تھا۔

"آئی وہاٹ؟ اگر تم یہ کام نہیں کرنا چاہ رہے تو کوئی بات نہیں۔ تم آرام کرو' میں کسی سے کہہ دیتی ہوں' ٹھیک۔" اس کی بات سنے بغیر وہ ملائمت سے مسکراتی ہوئی بولی تھی۔

"نہیں' ایسی بات نہیں ہے۔" آہن فریدوں نے الجھن سے کہا تھا۔

"تو پھر؟ کیا بات ہے' کسی الجھن میں ہو؟"

"کوئی الجھن نہیں ہے۔" آہن فریدوں نے سر انکار میں ہلایا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے' تم آرام کرو۔ میں کسی' اور سے کہہ دیتی ہوں۔ شام میں بات کریں گے۔" وہ کہہ کر پلٹنے والی تھی۔

"غادیہ......" آہن فریدوں نے فوراً ہی پکارا تھا۔

وہ پھر پلٹ کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

"غادیہ میں...... میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں...... کہ...... آئی لو یو غادیہ

وہ روانی سے بول گیا تھا ایک لمحے میں......

اور غادیہ اسے حیرت سے دیکھتی رہ گئی تھی۔

Yeah, Ghadia! I really love you. I dont know why? but I do!

یہ وہ ایک بات تھی' جو میں آپ کو اتنے عرصے سے بتانا چاہ رہا تھا' مگر کبھی بتا نہیں پایا ویٹس دی لٹل تھنگ' اے لٹل اسٹوری...... پتا نہیں کب سے' مگر میں' میں محبت کر رہا ہوں اور......"

"غادیہ' سیلون نہیں جانا کیا؟" باہر سے اماں کی آواز آئی تھی۔

"غادیہ' آئی رئیلی ڈونٹ نو کہ مجھے یہ سب آپ سے کہنا چاہیے بھی تھا کہ نہیں' مگر میں یہ سب کچھ کہے بغیر رہ نہیں سکتا تھا۔ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ ان فیکٹ میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے اور......"

"ول یو شٹ اپ فریدوں؟" اسے غصے سے دیکھتے ہوئی وہ بولی تھی۔ پورا وجود کسی پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔

"غادیہ' بچے سیلون نہیں جانا' دیر ہو رہی ہے۔" اماں کی آواز پھر آئی تھی۔

"وہاٹ ڈو یو تھنک؟ آر یو مینٹل؟" ناگواری سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بولی تھی۔ جواب میں آہن فریدوں سر جھکائے کھڑا رہا تھا۔ "I will talk to you later."

وہ کہہ کر دوسرے ہی پل باہر نکل گئی تھی۔

"شٹ......" آہن فریدوں نے غادیہ کے جانے کے بعد دیوار پر ہاتھ مار کر اپنے اندر اس احساس کو دبایا تھا۔ انداز میں ایک شرمندگی سی تھی۔

اب بھی نہ کہتا تو کیا بگڑ جاتا......

ایک بات جو اتنے عرصے سے دل میں سنبھال کر رکھی تھی......

وہ ہمیشہ ایک رائٹ ٹائم کے انتظار میں رہا تھا اور......

●✿●
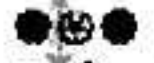
"ادیان' یہ سچویشن کبھی تبدیل نہیں ہوگی۔ تم اس معاملے کو جتنا لائٹ لے رہے ہو' اتنا آسان نہیں ہے۔" منال احمد ایک الجھن سے بولی تھی۔

ادیان حاکم چغتائی اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

"منال' کیا ہو گیا ہے تمہیں......؟ میں تمہارے پاس آتا ہوں اچھے لمحے گزارنے کیلئے' تاکہ تم خوش رہ سکو تاکہ میں خوش رہ سکوں' مگر تم...... تم سارا وقت فضول کی باتیں کر کے نکال دیتی ہو۔ طالیہ جبران تمہارے دماغ پر سوار ہے۔ تمہیں سائیکی بنا رہی ہے۔" ادیان حاکم چغتائی نے ناگواری سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"تم خوفزدہ نہیں ہو؟ وہ تمہارے گھر میں رہ رہی ہے۔ تمہارے سارے بزنس پر قبضہ جما رہی ہے۔ آہستہ آہستہ اپنے قدم جما رہی ہے بلکہ جما چکی ہے۔ اب' اور مضبوط کر رہی ہے۔ تمہارے بابا کا رائٹ ہینڈ بن چکی ہے وہ...... فل سپورٹ ہے انہیں ان کی طرف سے...... تمہیں یہ سب دکھائی نہیں دے رہا؟

وہ ایک غیر اہم لڑکی' جس نے کبھی گھر کی چار دیواری سے باہر کی دنیا نہیں دیکھی تھی' کبھی کھلا آسمان نہیں دیکھا تھا' وہ تمہاری کمپنی کے اتنے بڑے بڑے ڈی سی ژن لے رہی ہے۔" منال احمد سر پہ ہاتھ رکھتی ہوئی بولی تھی۔

ادیان حاکم چغتائی نے اسے دیکھا تھا۔

"تمہیں اعتراض کس بات پر ہے منال احمد؟ اس کے میرے گھر میں رہنے پر...... میری

منکوحہ ہونے پر..... یا کمپنی میں کام کرنے پر..... یا پھر کمپنی کے سارے بڑے فیصلوں میں پیش پیش ہونے پر؟"

وہ بولا تھا' اور منال احمد نے اسے کسی قدر حیرت سے دیکھا تھا۔

"تم اس کی طرفداری کر رہے ہو ادیان۔"

"میں؟ کبھی نہیں..... میں اس کے ساتھ ہوتا تو اس وقت تمہارے ساتھ نہیں ہوتا' مگر یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ بار بار بتانے کے باوجود بھی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ اس کے کمپنی میں ہونے سے تمہیں کیا پرابلم ہے؟ اس کے کام اگر کمپنی کو فائدہ دے رہے ہیں تو تمہارا کیا نقصان ہے؟"

"دیکھو' میں ایک بات تمہیں دس بار بتا چکا ہوں کہ شی از نتھنگ فور می..... میرے گھر میں رہنے سے یا میری کمپنی میں کام کرنے سے وہ میرے لئے کوئی خطرہ نہیں کری ایٹ کر سکتی' اس سے کوئی ڈر نہیں ہے۔"

"ڈر نہیں ہے تو پھر رہو اس کے ساتھ۔" منال ایک لمحے میں فیصلہ لیتی ہوئی بولی تھی۔

"شٹ اپ منال۔" ادیان نے اپنے غصے کو دبانے کی حتی الامکان کوشش کی تھی۔

"اگر وہ تمہیں ناپسند ہے تو نکال باہر کیوں نہیں کرتے؟"

"کروں گا' کر دوں گا ایک دن۔"

"وہ ایک دن کب آئے گا؟" منال کی آنکھوں میں نمی تھی۔

"بہت جلد' ٹرسٹ می۔ سائل ناؤ۔" اس کے شولڈر پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ بولا تھا۔

مگر منال مسکرا نہیں سکی تھی۔

●⊛●

ہاہاہاہا' "تم بھی نا' ایسے ایسے چٹکلے چھوڑتے ہو کہ لیکن یہ کیا تُک ہوئی۔ اگر تمہارے ابو نے تمہاری شادی طے کر دی تھی تو وہاں سے بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔ کتنا برا لگا ہوگا نا انہیں' تمہیں نہیں لگتا' اس طرح وہاں سے آ کر تم نے ان کا دل دکھایا ہے۔" کافی کے کپ کو ایک طرف رکھتے ہوئے طالیہ جبران بولی تھی۔

"نہیں ان کو ایسا کچھ نہیں لگا۔ انہیں پتا ہے۔ میں شروع سے ہی بھگوڑا ہوں۔ جب بھی وہ شادی کا نام لیتی ہیں' میں یونہی غائب ہو جاتا ہوں۔ یہ پہلی بار نہیں تھا۔ اس سے پہلے بھی کئی بار....." وہ ہنس دیا تھا۔

"پھر بھی یار' تمہیں اس طرح نہیں کرنا چاہیے۔"

"کیا نہیں کرنا چاہیے۔ یار میری بھی کوئی مرضی ہے' اور پھر ابھی میں ان بندھنوں میں

بندھنے کیلئے بالکل تیار نہیں۔ اتنی سواری۔ ان باتوں کا وقت ابھی میری زندگی میں نہیں آیا۔"

"کم آن یار' یو گونگ ٹو بی ٹوئنٹی ایٹ نیکسٹ منتھ' اور اب بھی کہتے ہو وقت نہیں آیا۔"

اس نے بتایا تھا تو وہ بھرپور حیرت سے طالیہ کو دیکھنے لگا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں ٹوئنٹی ایٹ کا ہونے والا ہوں؟"

"وہ اس روز تمہارا پاسپورٹ دیکھا تھا نا۔" وہ مسکرا دی تھی۔

"اتنی خبر رکھنے لگی ہو تم۔" وہ مسکرا دیا تھا۔

"نہیں دیکھا تھا بس یاد رہ گیا۔" طالیہ نے وضاحت دی تھی۔

"عمر سے کچھ نہیں ہوتا۔ طالیہ آئی نو آئی ایم میچور' اور میں کسی بھی قسم کی ذمہ داریاں بھی اٹھا سکتا ہوں لیکن..... مجھے لگتا ہے..... سم تھنگ از اسٹل مسنگ۔"

"مسنگ؟ وہاٹ؟" طالیہ نے وضاحت چاہی تھی۔

"اے نائس گرل۔" وہ مسکرا دیا تھا۔ "شادی کیلئے جس طرح کی لڑکی کی ضرورت ہے اگر مل جائے تو آج' اور ابھی ہاں کر دوں گا' مگر ممی یہ بات نہیں سمجھ رہی۔ پتا نہیں کہاں کہاں سے اٹھا کر لا کر میرے سامنے کھڑا کر دیتی ہیں۔ میں مانتا ہوں' وہ ساری بہت اچھی بھی ہوتی ہیں..... شاید میں ہی ان کے قابل نہیں ہوں۔ کمی ان لڑکیوں میں نہیں' مجھ میں ہی کہیں ہے۔ اسے تسلیم کرتا ہوں۔" وہ فراخدلی سے تسلیم کرتا ہوا مسکرایا تھا۔

"تم اپنی پسند ممی کو بتا کیوں نہیں دیتے۔ اتنا تنگ کرنے سے تو بہتر ہے تم انہیں بتا دو کہ تمہیں کس طرح کی لڑکی کی ضرورت ہے۔"

"ہاں اب تمہاری ایک تصویر بھجوا دوں گا۔" وہ بے فکری سے کہتا ہوا ریموٹ اٹھا کر سی ڈی پلیئر آن کرنے لگا تھا۔

"کیا؟" طالیہ جبران بے طرح چونک اٹھی تھی۔

مگر وہ اس کی طرف دیکھے بغیر اسی مگن انداز میں بولا تھا۔

"چونکنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے جس طرح کی لڑکی کی ضرورت ہے وہ تم ہی تو ہو۔" اس کے انداز رسانیت بھرا تھا۔

طالیہ جبران حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

●⊛●

"سچ......! کیا کہہ رہے ہو تم؟ تم ہوش میں تو ہو؟" طالیہ نے اسے [illegible]
"کیا غلط کہا میں نے؟" وہ پلٹ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔ "طالیہ [illegible]
اے پرفیکٹ گرل! جھوٹ نہیں بول رہا میں۔" وہ صاف گوئی سے بولتا ہوا مسکرایا تھا۔
"شٹ اپ سچ......" وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھتی ہوئی بولی تھی۔
"شٹ اپ وہاٹ؟ یار، یہ سچ ہے۔ اچھی لڑکی کو کون کھونا چاہے گا؟ ہر کوئی [illegible]
چغتائی کی طرح بند عقل کا تو نہیں ہوتا۔ یو آر اے نائس گرل!
The girl that I want in my life forever!"......
سچ بہت جذباتی دکھائی دیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔
"ڈونٹ بی اسٹوپڈ سچ......! دنیا میں بہت سی اچھی لڑکیاں ہیں......' اور تم اپنی [illegible]
لڑکی بہت جلد ڈھونڈ لو گے۔ اس کیلئے تمہیں میرے بزنس سے جلنے کی کوئی ضرورت نہیں [illegible]
سچ کی بات کو سنجیدہ نہ لیتے ہوئے طالیہ بولی تھی۔
"ہونے کو کچھ بھی ہو سکتا ہے طالیہ۔" وہ مسکرا دیا تھا۔ "کون جانتا ہے، کس کے نام [illegible]
کیا لکھا ہے؟" وہ مکمل طور پر مطمئن تھا۔ طالیہ کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔ "کیا پتا مجھے واقعی کل تم
بہت اچھی لڑکی مل جائے۔" وہ بات مکمل کرتے ہوئے بولا تھا۔ لبوں پر مسکراہٹ تھی [illegible]
سنجیدہ نہ تھا۔
طالیہ مسکرا دی تھی۔
"مگر ایک بات جو میں جانتا ہوں، شاید تم نہیں جانتی ہو۔ اس دنیا میں تم سے اچھی [illegible]
کوئی نہیں ہے۔" وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی، انداز وہی مطمئن تھا۔
طالیہ حیران کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔

●●●

وقت جیسے صدیوں پر محیط ہو گیا تھا۔ وہ گھر پہنچنا چاہ رہی تھی۔ جلد سے جلد یہاں [illegible]

[illegible] تھی، مگر لمحے جیسے صدیاں، سال ہو گئے تھے۔ اس نے کھڑکی کے پردے ہٹا کر باہر کا موسم
[illegible] تھا۔ بارش اب نہیں تھی، مگر بادل اب بھی بہت گہرے تھے۔
"پتا نہیں گھر پہنچوں گی؟" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تھی۔ رات بھر وہ سو نہیں سکی تھی۔
[illegible] یہاں نہیں تھا۔ شاید ہوٹل کے دوسرے کمرے میں آرام کر رہا تھا۔ نیند تو اس کی بھی پوری
[illegible] ہوئی تھی پھر وہ تو ڈرائیونگ بھی کر رہا تھا، مگر اس لانگ ڈرائیو کا قصوروار بھی تو وہی تھا۔
[illegible] بھی تو اس نے لیا تھا۔ اس خطرناک موسم میں ہائی روڈ سفر کرنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔
[illegible] نے سوچا بھی تو ایک پل کو رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔
تبھی اس کا سیل بجا تھا۔ گھر سے فون تھا۔ اس نے فوراً پک کیا تھا۔ دوسری طرف ماہم
[illegible] تھی۔
"کہاں ہو آپ لوگ؟ نیوز میں دیکھا تھا، بہت طوفانی بارش ہوئی ہے۔ آپ ٹھیک تو
[illegible] آپ سے ٹرائی کر رہے تھے، کل سے کئی بار آپ کا نمبر ملایا، مگر شاید بارش کی وجہ سے لائنز
[illegible] تھیں، آپ کا نمبر ریسپانس نہیں کر رہا تھا۔"
ماہم نے اس کی ہیلو سنتے ہی کہا تھا۔
"فکر مت کرو ماہم، میں ٹھیک ہوں۔ ہم بارش میں پھنس گئے تھے، مگر ٹھیک ٹھاک وی آر
[illegible]۔"
"اماں بھی بہت پریشان ہیں۔"
"تم اماں سے کہو فکر نہ کریں، سب ٹھیک ہے اب۔ میں ٹرائی کرتی ہوں۔ اگر شام تک
[illegible] کوئی فلائٹ ملتی ہے تو آئی ول بی بیک ٹو ہوم۔"
"پریشان تو ہم تھے، مگر اب تمہاری آواز سن لی سو بہتر ہے۔ رات کو اماں تو بہت ہی
پریشان تھیں۔ پھر تم لوگ جیسے ہی ہوٹل پہنچے، اعصار کا فون آ گیا تھا۔ اس نے اماں سے بات کی اور
بتایا کہ سب ٹھیک ہے، اور غالباً تم آرام کر رہی ہو۔"
ماہم نے اسے بتایا تو وہ چونکے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔
"اعصار نے فون کیا تھا؟"
"ہاں، تبھی تو اماں کی جان میں جان آئی۔ آپ اماں سے بات کریں۔"
"ٹھیک......"
[illegible] اماں سے بات کرنے کے بعد پلٹی تھی۔ جب اعصار پیرزادہ کو اپنے پیچھے کھڑا دیکھ کر
[illegible] ٹھٹک پڑی تھی۔
"اگر جاگ گئی ہیں آپ تو تیار ہو جائیے۔ پانچ بجے میٹنگ کا ٹائم ہے۔ وین ڈی ول گو

بیک ٹو کراچی۔" اعمار بولا تھا۔ فیمانہ نے سر ہلا دیا تھا۔
"آپ نے گھر فون کیا تھا؟" وہ پلٹنے لگا تھا جب فیمانہ نے پوچھا تھا۔
وہ پلٹا' اور فیمانہ کی طرف بغور دیکھا تھا۔
"آپ حیران ہیں یا پریشان؟" انداز مطمئن تھا۔
"کیا مطلب؟" فیمانہ سمجھ نہیں سکی تھی۔
"ہاں' میں نے ہی فون کر کے بتایا تھا۔ وہاٹس رونگ؟" اس شخص نے تہیہ کر [illegible]
بات کا جواب الٹا دے گا۔
فیمانہ نے کچھ کہے بغیر سر ہلا دیا تھا۔ اس سے بات کرنا فضول ہے۔
"اوکے فائن! تھینکس۔" اسے گھورا دیکھ کر وہ بولی تھی۔ تبھی اس کا فون بجا تھا۔
اسکرین پر دانیال کا نام دیکھ کر اس نے فوراً کال پک کی تھی۔
"دانیال......! کیسے ہیں آپ؟"
"ہاں' وہ کل نیٹ ورک بہت ڈسٹرب تھا۔ اس وجہ سے کال نہیں مل ہو گی۔ او [illegible]
کو بھی کال آ گئی تھی۔"
"گریٹ۔" وہ دانستہ رخ پھیر گئی تھی۔
اعمار نے اس کی پشت کی طرف دیکھا تھا پھر چلتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

● ● ●

غادیہ خان ابھی تک ان لمحوں کے حصار سے نکل نہیں پائی تھی۔ ابھی تک حیرت [illegible]
تھی۔
"کیسے ہوا تھا یہ......؟ کیسے......؟"
اس نے تو اس بارے میں کبھی ایسا سوچا ہی نہیں تھا......
اس نہج تک کبھی وہ آئی نہیں تھی......
سوچ کبھی اس نقطے پر آئی ہی نہیں تھی......
پھر کیسے ہو گیا تھا یہ سب......؟
کیسے ہو گئی تھی آہن فریدوں کو محبت......؟
وہ بھی اس سے......؟
اٹھارہ برس کی تھی' جب وہ اسے اس گھر میں لائی تھی۔ دس بارہ برس کا تو تھا وہ...... ایک
چھوٹا سا لڑکا...... اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں پھول اٹھائے ہوئے۔ اس کی گاڑی کے شیشے
کو اپنی انگلی سے بجاتا ہوا۔

"بی بی صاحب' پھول لے لو۔"
آج بھی ایک گونج اس کے کانوں میں تھی۔
وہ بچہ اتنا بڑا کیسے ہوا......؟ وہ آج حیران تھی۔
اس نے تو ہمیشہ اسے وہی چھوٹا سا فریدوں سمجھا تھا۔ اس سے بات کرتے ہوئے......
اسے دیکھتے ہوئے...... غادیہ کو ایک بار بھی نہیں لگا تھا کہ وہ بچہ بڑا ہو چکا ہے پھر اس بچے نے ایسا
کیسے کہہ دیا تھا...... وہ حیران تھی۔
کبھی جس چیز کے بارے میں سوچا ہی نہ ہو...... وہ ہو جائے تو عجیب ہی لگتا ہے۔
فریدوں اب کیا سوچ رہا تھا۔ شرمندہ تھا بھی یا نہیں؟ وہ نہیں جانتی تھی' مگر وہ اتنا جانتی
تھی۔ اگر وہ شرمندہ ہوتا تو اس قدر کھل کر کبھی بھی اس سے نہ کہہ پاتا' اس کیلئے یقیناً اس بات کو
چھپانا' اور چھپا کر رکھنا محال رہا ہو گا' تبھی اس سے کہہ گیا۔
مگر اس موقع پر...... جب اس کی زندگی ایک نئے رنگ میں رنگنے جا رہی تھی۔
جب وہ ایک ایسے موڑ پر کھڑی تھی' جہاں سے اس کی زندگی کے نئے دروازے کھلتے
[illegible]
وہ چھوٹا سا لڑکا...... کل تک جو اس کے ہاتھ کی انگلی پکڑ کر چلتا تھا۔ وہ آج......
وہ ہزاروں بار سوچ چکی تھی اس بارے میں......' اور ہر بار پہلے سے زیادہ حیرت ہی
ہوتی تھی۔ اس سے بات کرتے کرتے اسے کبھی نہیں لگا تھا۔ اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔ وہ
ایک دن اچانک اس سے کوئی ایسی بات کر دے گا۔
وہ کبھی تھی' وہ کسی' اور کو پسند کرتا ہے۔ بارہا اس سے پوچھا بھی تھا' مگر اس نے نہیں بتایا
تھا' اور آج......
"کیا ہوا؟ خوشی کے اس موقع پر تمہارے چہرے پر کوئی خوشی نہیں؟" راحم نے اس کا چہرہ
دیکھ کر کہا تھا' اور وہ فوری طور پر مسکرا نہیں سکی تھی۔
"تم خوش نہیں ہو غادیہ؟" راحم کو حیرت ہوئی تھی۔
تب وہ اس لمحے جیسے زبردستی مسکرائی تھی۔
"آف کورس' میں خوش ہوں' بہت خوش ہوں۔ میں کب سے ان لمحوں کے انتظار میں
تھی۔"
"میں بھی......! مگر مجھے لگتا ہے کوئی بات ہے جو آپ کو پریشان کر رہی ہے؟"
"نہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ میرے' میرے سر میں کچھ درد ہے۔"
بروقت ایک بہانہ گھڑا تھا۔ وہ راحم کو وہ سب نہیں بتا سکتی تھی' جو وہ سوچ رہی تھی۔

"شعور؟" راحم نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔
"ہوں......" غادیہ نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

●●●

زندگی معمول پر تو نہیں آئی تھی۔
مگر اب وہ کسی قدر عادی ہو گئی تھی۔ تبدیلی آئی تھی یا نہیں یا پھر آئی بھی تھی یا نہیں وہ نہیں جانتی تھی، مگر اب وہ سوچ کر الجھنا بھی نہیں چاہتی تھی۔
"آپ نے بلایا؟ کوئی کام تھا؟"
ادیان حاکم چغتائی نے اسے اپنے روم میں بلایا تھا، جبھی اس نے کسی قدر حیرت سے پوچھا تھا۔
ادیان نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، اور ٹیبل پر اپنے سامنے کھلی فائل بند کر دی تھی۔
"طالیہ......! بیٹھو......" بہت رسانیت سے کہا گیا تھا۔
وہ حیران ہوئے بغیر بیٹھ گئی تھی۔
"جیتی بتا رہی تھی، آپ کو کچھ ڈسکس کرنا تھا مجھ سے۔" وہ بولی تھی۔
"آپ کمپنی میں اتنی اہمیت اختیار کرتی جا رہی ہیں کہ اب کچھ بھی کرنے سے پہلے آپ سے ڈسکس کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اپنے حاکم انکل کا دل جیت کر آپ نے بہت کچھ جیت لیا ہے۔"
وہ غالباً طنز ہی کر رہا تھا۔ اب اتنی بچی نہیں تھی وہ کہ نہ سمجھتی۔
"آپ بتائیے آپ کو کیا ڈسکس کرنا ہے؟" وہ سکون سے بولی تھی۔
"طالیہ......! تمہیں کیا لگتا ہے؟ تم جیت رہی ہو؟"
"اکاؤنٹ کے کچھ پوائنٹس ڈسکس کرنا تھے مجھے آپ سے۔" وہ بولی تھی۔
"طالیہ......! اٹس ناٹ فیئر۔ صرف یہی حاصل کرنا چاہتی تھیں تم؟ یہی اسٹیٹس، یہی پوزیشن، یہی پیسہ؟" وہ بہت پرسکون لہجے میں پوچھ رہا تھا۔
کوئی نئی بات نہیں تھی۔
وہی الزام تھے...... وہی سوال تھے اور وہی شک......
یقین کہیں نہیں تھا۔
جو یقین وہ اس شخص کی طرف سے چاہتی تھی، وہ کہیں نہیں تھا۔
وہ عنایت کہیں نہیں تھی...... صرف شکایت تھی......
"میرا خیال ہے، مسٹر گپتا کو بھی بلا لیا جائے۔ ان کی رائے بھی ضروری ہے۔" وہ سر جھکا کر اطمینان سے بولی تھی۔

ادیان حاکم چغتائی نے بہت زور سے ٹیبل پر ہاتھ مارا تھا۔
طالیہ جبران ایک لمحے کو کانپ گئی تھی۔ یقیناً وہ غصے میں تھا، اور اس سے پہلے اس نے اتنے غصے میں اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ سہم گئی تھی۔
تبھی وہ اپنی غلطی کا اندازہ کرتے ہوئے بہت آہستگی سے بولا تھا۔ "سوری......"
وہ آنکھیں بھینچ گئی تھی۔ ایک پل کو سب جھیلنا بہت مشکل لگا تھا۔
"کاش، آپ کو اندازہ ہو سکے کہ آپ...... آپ کہاں کہاں، کس طرح چوٹ پہنچاتے ہیں، کس طرح offend کرتے ہیں؟" وہ بہت مدھم لہجے میں جتا گئی تھی۔
"طالیہ، مجھے بھی تمہیں بار بار کہنا اچھا نہیں لگتا، مگر تم......" ایک گہری سانس خارج کر کے وہ اس کی طرف آن رکا تھا۔ "طالیہ، یہ ٹھیک نہیں ہے، تم مان لو کہ تمہاری زندگی، تمہاری دنیا...... میری زندگی، میری دنیا سے بہت مختلف ہے۔ تم میرے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کے قابل نہیں ہو اور......"
اسے غالباً اندازہ تھا، اس کے الفاظ پرسکون انداز میں کہے گئے ہیں، مگر برچھیوں کے جیسے تھے۔ جبھی بولا تھا۔
"سوری ٹو سے دیٹ بٹ یو ڈونٹ ریلائز آل دیٹ۔ ایک تم ہو جو ریلائز نہیں کر رہی ہو، اور دوسرے پاپا...... طالیہ، زبردستی کچھ نہیں بنتا، پھر تم کوئی رشتہ کیسے بنا سکتی ہو؟ صرف اپنی مرضی سے؟ کیسے کرو گی یہ سب؟" وہ پوچھ رہا تھا۔
"صرف یہی کہنے کیلئے آپ نے مجھے یہاں بلایا تھا؟" وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولی تھی۔
کتنی برچھیاں چلی تھیں دل پر۔ وہ سر تک نہیں اٹھا سکی تھی۔ آنکھوں میں کتنا پانی جمع تھا، اور وہ اپنی کمزوریوں کا پتا اس شخص کو دینا نہیں چاہتی تھی۔
"طالیہ، میں جانتا ہوں، تمہیں دکھ ہوتا ہوگا، مگر مجھے اپنی چیزیں کسی کے ساتھ شیئر کرنا پسند نہیں ہے، اور یہاں تمہارے حاکم انکل نے پوری لائف شیئر کرنے کیلئے تمہیں میرے سر پر کھڑا کر دیا ہے۔"
جو باتیں وہ باپ سے نہیں کہہ پاتا تھا، اس کی شکایت بھی اس سے کرتا تھا۔
"سوری، میں تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا لیکن یہی سچ ہے، تم وہ نہیں ہو جس کے ساتھ مجھے اپنی ساری زندگی گزارنا ہے۔ تم کس قابل ہو، یہ بات میں ڈسکس کرنا نہیں چاہتا، مگر یو آر ناٹ دی ون۔ یہ تو تمہارے ڈیئر حاکم انکل نے اب کیا کیا ہے؟ انہوں نے نادرے کے نور کیلئے

تمہارا نام تجویز کیا ہے۔"

تو معاملہ یہ تھا...... اصل بات یہ تھی۔ وہ یقیناً منال کو لے جانا چاہ رہا ہوگا' اور ماما نے...... 'مگر حاکم انکل کو بھی ایسا کچھ کرنے سے پہلے اس سے پوچھ لینا چاہیے تھا۔

"جو بھی ہوا' اس کے بارے میں مجھے کچھ پتا نہیں ہے اویان! بٹ آئی ول ٹاک ٹو ماما' انکل۔ انہیں مجھ سے پوچھے بغیر ایسا کوئی فیصلہ نہیں لینا چاہیے تھا۔ اس بزنس ٹور کیلئے میں خود کو موزوں نہیں سمجھتی۔ میں حاکم انکل سے بات کروں گی۔"

اپنا ناپسندیدہ قرار دیا جانا نہیں تھا' مگر بار بار ایک ہی بات کی تکرار بھی دکھ دیتی تھی۔ وہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"طالیہ...... ! ایک بات بتانا چاہتا ہوں تمہیں' بہت بار کی کہی ہوئی بات ہے' سن سن کر تمہارے بھی کان پک چکے ہوں گے۔ بٹ ناؤ آئی کانٹ ویٹ' جتنی برداشت تھی میری' میں نے آزما لی۔ میں کوئی بچہ نہیں ہوں کہ میری زندگی کے فیصلے کوئی اور کرے۔ مجھے پتا ہے مجھے کس کی ضرورت ہے' اور کیا شے میرے لئے بہتر ہے۔ بٹ آپ میری ترجیحات میں کبھی شامل نہیں رہیں۔ آپ میری وائف نہیں ہو سکتیں۔ نہ ہی اس بزنس ٹور کیلئے مجھے آپ قبول ہیں۔ پلیز! اچھے طریقے سے اپنے ڈیئر حاکم انکل کو سمجھا دیجئے' تھینکس۔"

کس قدر ظالم تھا وہ شخص...... شاید اس بات کا اندازہ اسے خود بھی نہیں تھا۔

طالیہ حیران باہر نکل آئی تھی۔ حاکم انکل کیا کر رہے تھے' کیوں کر رہے تھے...... اس کی بزنس لائف میں اسے اتنا کیوں دھکیل رہے تھے وہ نہیں جانتی تھی...... 'مگر یہ اسے کچھ بھی مناسب نہیں لگا تھا۔ اس نے ٹھان لی تھی۔ حاکم انکل سے بات ضرور کرے گی۔

●✿●

"اچھا ہوا' تمہارے ساتھ احتشام تھا' اور تم خیریت سے پہنچ گئیں ورنہ میرا دل تو واقعی ہول گیا تھا۔" اماں نے اسے ساتھ لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"اماں! آپ بھی نا۔" وہ مسکرا دی تھی۔ "چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہو جاتی ہیں آپ کو سمجھ لینا چاہیے کہ آپ کی بیٹی بہت بہادر ہے' اور اب تو وہ بڑی بھی ہو چکی ہے۔"

"بیٹیاں بڑی ہوتی ہیں تو ماں باپ کی فکریں بھی بڑی ہو جاتی ہیں بچے! سو میری فکریں کیسے کم ہو سکتی ہیں؟" اماں نے جتایا تھا۔ وہ جان گئی تھی' اس سے آگے کا ٹاپک کیا ہوگا۔

"تم لوگوں نے بائی روڈ سفر کرنے کی کیوں ٹھانی؟ وہ بھی اتنی تیز بارش میں؟ اگر کچھ ہو جاتا تو......؟" ماہم نے بروقت بچا لیا تھا۔

"ہاں' ڈر تو مجھے بھی لگا تھا' مگر جب سفر شروع کیا تھا تو پتا نہیں تھا کہ موسم اتنا بگڑ جائے

گا اور اتنی تیز بارش ہو جائے گی' مگر ایک ایڈونچر رہا۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی تھی۔

"دانیال بیچارہ بھی بہت پریشان ہو رہا تھا۔" اماں نے بتایا تھا۔

"ہاں' ان کا فون بھی آیا تھا' بات ہو گئی تھی۔" لیانہ نے دھیمے لہجے میں مطلع کیا تھا۔ "یہ احتشام دکھائی نہیں دے رہے؟"

"کچھ دن کیلئے لندن گیا ہے۔ تیری منگنی سے پہلے آ جائے گا۔"

"اچھا۔" وہ مدہم لہجے میں بولی تھی۔

"تیری سسرال سے فون آیا تھا' ڈیٹ فکس کرنے کیلئے آنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہہ دیا ہے' آ جائیں' کل بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں۔"

"ٹھیک...... " لیانہ نے سر ہلا دیا تھا۔ "آپ کو جو مناسب لگے' نانا جی' آپ جی' فیصلہ کر سکتے ہیں۔" وہ سرسری سے انداز میں کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ "میں ہاتھ لے لوں' ماہم! ایک کپ کافی کا مل سکتا ہے؟" جاتے جاتے پلٹ کر پوچھا تھا۔

ماہم نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"آپ جا کر شاور لیں' میں کافی تیار کر کے لاتی ہوں۔" ماہم نے کہا تھا' اور لیانہ چلتی ہوئی کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"مجھے یہ لڑکی مطمئن لگنے لگی ہے' خوش بھی نہیں لگتی۔" اماں نے اس کے چہرے کو پڑھا تھا۔ ماں تھیں' کیسے نہ سمجھتیں۔

"آپ کا وہم ہے اماں! وہ خوش ہے۔" ماہم جانتی تھی' مگر ماں کو پریشان نہ کرنے کی غرض سے مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"ماہم! میں ماں ہوں بچے! میری نظریں وہ دیکھ سکتی ہیں جو کسی' اور کی نظریں نہیں دیکھ سکتیں' اور میں دیکھ رہی ہوں کہ لیانہ خوش نہیں ہے۔ اس کا فیصلہ جبری نہیں ہے' مگر اس نے یہ فیصلہ دل سے بھی نہیں لیا۔ دانیال یوں تو اچھا لڑکا ہے۔ لیانہ کے ساتھ سوٹ بھی کرتا ہے' اسے پسند بھی کرتا ہے' بہت خیال بھی رکھتا ہے' مگر جب لیانہ خوش نہیں تو سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ یہ فیصلہ بھی کیوں لے رہی ہے؟" اماں ہر طرف سے سوچ رہی تھیں۔

ماہم کوئی جواب نہیں دے سکتی تھی' خاموشی سے اٹھی تھی' اور چلتی ہوئی کچن کی طرف آ گئی تھی۔

"کہتی تو آپ ٹھیک ہیں اماں! مگر لیانہ کیا چاہتی ہے' یہ کوئی نہیں جانتا۔ شاید لیانہ خود بھی نہیں۔ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟ شاید وہ خود بھی نہیں جانتی......"

ماہم بھی اپنی بہن کیلئے پریشان تھی۔

●۞●

I can see hills touch the sky

Heaven and earth, You and I

A world we will always be

Here in the silence we lie

Shadows we cast, You and I

Speak for eternity

اعتبار پیرزادہ بیڈ پر آ کر ترچھا سا لیٹا تھا۔ آنکھیں بند تھیں' ذہن سوچوں سے خالی نہیں تھا۔

وقت ہاتھ میں نہ رہے تو یادیں ستانے آ جاتی ہیں۔

اعتبار کی حالت بھی وہی تھی۔ سب کچھ ہار چکا تھا......

بالکل خالی ہاتھ کھڑا تھا......

آنکھوں میں صرف کل کے وہ کچھ لمحے تھے...... اور بہت سی جلن......

وہ اسی طرح لیٹا تھا' جب ردا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تھی۔ ہاتھ میں کافی کا مگ تھا۔

"اعتبار......" اسے آنکھیں موندے دیکھ کر پکارا تھا۔

اعتبار نے آنکھیں کھول دیں۔ کسی قدر بکھرا دکھائی دیا تھا۔

"کافی لے لو......" ردا نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

وہ اٹھ بیٹھا تھا۔

"کیا ہوا؟" ردا اسے کافی تھماتے ہوئے اس کے پاس بیٹھ گئی تھی۔

"کچھ نہیں......" اعتبار نے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔ "بس کچھ تھک گیا تھا۔" مدھم لہجہ میں ایک سکوت تھا۔

ردا نے صرف اسے خاموش دیکھا تھا۔ کچھ بول نہیں سکی تھی۔

"کچھ پریشان لگ رہے ہو؟" قدرے توقف سے پوچھا تھا۔

اعتبار نے اس کی طرف دیکھے بغیر سر انکار میں ہلا دیا تھا' پھر بولا تھا۔

"سب کچھ بہت تھکا دینے والا تھا' جو گزر گیا' آسان نہیں تھا۔ میں سونا چاہتا تھا' مگر سو نہیں سکا' سر میں درد تھا کچھ۔"

ردا کو وہ اعتبار پیرزادہ ہمیشہ سے زیادہ مختلف لگا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ ٹھیک ہو جاؤ' گھر میں اتنی چہل پہل ہے' سب دانیال چاچو کی شادی میں اتنے ایکسائٹڈ ہو رہے ہیں' اور ایک تم ہو' یہاں ایک کونے میں پڑے ہو۔ تھکن ہی تو ہے' وقت کے ساتھ خود ہی اتر جائے گی۔" وہ اسے ریلیکس کرنے کو بولتی ہوئی مسکرائی تھی۔

"کب ہے دانیال چاچو کی منگنی؟" مدھم لہجے میں پوچھا تھا۔

"کل سب گھر والے ان کے یہاں جا رہے ہیں ڈیٹ فکس کرنے۔ تم دانیال چاچو کے کاموں میں تو ان کا ہاتھ بٹا رہے ہو' مگر ان کی خوشیوں میں تم کہیں شامل نہیں ہو؟" ردا نے جتایا تھا۔

"نہیں' ایسا نہیں ہے' میں یہیں ہوں۔" وہ خود کو معمول پر ظاہر کرنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔

"یہیں ہو تو اتنے گم صم سے کیوں ہو؟ کم آن اعتبار' تم ایسے تو کبھی نہیں رہے تھے۔ کتنے زندہ دل تھے تم۔ چلو مان لیا' وقت کے ساتھ بندہ کچھ میچور ہو جاتا ہے' مگر تم تو بالکل ہی چپ ہو گئے ہو؟"

ردا یا پھر سارے گھر والے اس کے اندر کے چور کو پکڑنے کے درپے تھے...... اور یہ کوئی اچھی علامت نہیں ہے...... تبھی وہ مسکرا دیا تھا۔

"نہیں ہوں یار' اور خوش بھی اور زیادہ خوش تب ہوں گا جب تمہاری شادی ہو گی۔"

"پھر تو تم کبھی خوش نہیں ہو گے۔" ردا مسکرا دی تھی۔ "کیونکہ میری شادی کا کچھ پتا نہیں۔ اینی ہاؤ' تم فی الحال اٹھ جاؤ' نیچے سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ فریش ہو کر آ جاؤ۔" ردا کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اعتبار نے سوچوں سے بھرے ذہن کے ساتھ اس خالی خالی کمرے کو دیکھا تھا' پھر کافی کا کپ رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

●۞●
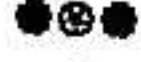
راہداری میں اچانک اس کا سامنا ہوا تھا۔ اس دن کے بعد سے تو وہ غالباً دانستہ اس کے سامنے نہیں آیا تھا۔ اب بھی نظر آیا تھا تو غالباً اس کا ارادہ بات کیے بنا ہی نکل جانے کا تھا' مگر غادیہ نے پکار لیا تھا۔

"فریدوں......"

وہ رک گیا تھا' مگر مڑ کر اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

غادیہ چلتی ہوئی قریب پہنچ گئی تھی' اور اب اس کے سامنے کھڑی تھی۔

وہ اس کی طرف سے دانستہ نظریں چرائے کھڑا تھا۔

"تم مجھ سے ملے بغیر نکل جانا چاہتے تھے؟" غادیہ نے پوچھا تھا۔
آہن فریدوں نے اس کی طرف دیکھے بغیر سر نفی میں ہلا دیا تھا۔
"پھر......؟" غادیہ نے جواز چاہا تھا۔
وہ کچھ نہیں بولا تھا۔
"آؤ' میرے ساتھ آؤ۔"
غادیہ نے اس کا ہاتھ بالکل اسی طرح تھاما تھا' جس طرح اس کے بچپن میں تھامتی تھی اور اسے لے کر چلتی ہوئی باہر آ گئی تھی۔
"بیٹھو یہاں۔" بالکل ویسا ہی انداز تھا' ویسا ہی آرڈر جیسا وہ اسے بچپن میں دیتی تھی۔ غادیہ کیلئے جیسے وہ آج بھی ایک بچہ تھا۔
وہ اونچا لمبا جوان...... چپ چاپ بنچ پر بیٹھ گیا تھا جیسے یہ آرڈر اس کیلئے دنیا کا سب سے بڑا آرڈر ہو۔
غادیہ اس کے برابر بیٹھ گئی تھی۔ وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔
"تمہیں اندازہ ہے' تم نے کیا کہا' اور کس سے کہا؟" کسی قدر غصے سے پوچھا تھا۔
آہن فریدوں نے اس کی طرف دیکھے بغیر سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔
"پھر......؟" غادیہ نے ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے کسی قدر پرسکون انداز اختیار کرتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔
"اب کچھ شرمندہ ہو؟ جو کیا' اس پر پشیمان ہو؟"
وہ کچھ شرمندگی اس کے چہرے پر دیکھنا چاہتی تھی۔ اس سے غلطی ہوئی' ایسا سننا چاہتی تھی' مگر آہن فریدوں کے چہرے پر ایسا کوئی تاثر نہیں تھا۔
"نہیں......"
وہ بولا تو غادیہ حیران رہ گئی تھی۔
"مطلب تمہیں کوئی پچھتاوا نہیں' کوئی شرمندگی نہیں کہ تم نے کس سے کیا کہا؟" غادیہ اسے اس کا گناہ جیسے جتاتی ہوئے بولی تھی۔
تبھی آہن فریدوں نے مکمل پرسکون انداز سے اس کی طرف دیکھا تھا' اور اسی قدر رسانیت سے بولا تھا۔
"غادیہ......! میں نے جو بھی کہا' وہ سچ تھا۔ میں شرمندہ نہیں ہوں۔ میں نے ایسا کوئی جرم نہیں کیا۔ میں آپ کی آج بھی اتنی ہی ریسپیکٹ کرتا ہوں' جتنی میں پہلے کرتا تھا۔ اس سب کے کہنے میں کہیں بھی آپ کی انسلٹ کرنا یا آپ کو پریشان کرنا نہیں تھا۔ اگر آپ ایسا فیل کرتی

"I adore you! آئی ایم سوری' لیکن یہ سچ ہے۔
بجائے شرمندہ ہونے کے یا کسی طرح کی شرمندگی محسوس کرنے کے' وہ اب بھی اپنی بات پر قائم تھا' اور مکمل پراعتماد انداز تھا اس کا۔
غادیہ حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔ وہی بات جو کل اس نے کہی تھی' آج بھی اتنے ہی یقین سے کہہ رہا تھا۔
"شٹ اپ فریدوں......! تم جانتے ہو میں......"
"میں آپ سے کچھ نہیں چاہ رہا غادیہ! آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ میں آپ سے کچھ مانگ نہیں رہا۔ آپ نے دس برس کی عمر سے لے کر اب تک جو مجھے دیا' یہ بہت زیادہ ہے۔ اگر میں چاہوں بھی تو اس کا ریٹرن آپ کو نہیں دے سکتا' مگر میں جو آپ کو دینا چاہتا ہوں یا جو دے رہا ہوں میں اس کا بھی کوئی ریٹرن نہیں مانگ رہا۔
Ghadiyal I did'nt ask for your love.
اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ بھی مجھ سے محبت کریں۔ میں ایسا کچھ نہیں کہہ رہا آپ سے۔ محبت لینا دینا نہیں غادیہ! یہ صرف دینا جاتی ہے۔ آپ نے مجھے اتنا کچھ دیا' اس کے جواب میں بدلہ نہیں مانگا۔ یہ محبت ایسی نہیں ہے' جیسی آپ سمجھ رہی ہیں۔ Simply, I adore you.
اس پر میں شرمندہ نہیں ہوں۔ میں شاید آپ کو یہ بات کبھی نہ کہہ پاتا' مگر نہیں رہ سکا۔ میں اندر سے ٹوٹ رہا تھا' ہار رہا تھا......' اور ہار گیا۔
میں اتنے سالوں تک صرف یہ بات سوچتا رہا کہ آپ کو ایک دن' کسی ایک دن یہ سب کہہ سکوں۔ آپ نہیں جانتیں' کتنی اذیتیں میں نے جھیلی ہیں' میں نہیں رہ سکا غادیہ!
and I can't stop myself to keep loving you."
"شٹ اپ فریدوں' تمہیں کچھ اندازہ نہیں ہے تم کیا کہہ رہے ہو؟' اور کس سے کہہ رہے ہو؟ اپنی' اور میری عمروں کے فرق کو جانتے ہو؟ کتنی بڑی ہوں میں تم سے' اور پھر میں' میری شادی ہونے جا رہی ہے فریدوں' وہ رام...... اسے خود چنا ہے میں نے اپنے لئے......' اور اگر تم کوئی ریٹرن نہیں چاہتے ہو تو تمہیں مجھ سے یہ سب کہنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔
فریدوں' میرے لئے تم ایک بچے ہو۔ میں تمہیں اب بھی اسی نظر سے دیکھتی ہوں۔ وہی ہونے سے بچے...... میں نے تمہیں وہاں اس سڑک سے اٹھا کر کوئی احسان نہیں کیا تم پر...... تمہیں ایک نئی' کا آغاز زندگی دینے میں میرا کوئی احسان نہیں ہے۔ تم یہ ساری باتیں کر کے مجھے

کرتے ہوئے کہا تھا۔

حاکم انکل بہت پرسکون انداز میں مسکرا دیے تھے۔

"بیٹا! میں بہتر جانتا ہوں کہ کون کس کام کیلئے زیادہ بہتر ہے۔ اس بات کا فیصلہ میں نے سوچ کر کیا ہے۔ آپ کو اس بارے میں ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"لیکن انکل! آپ ایسا کر کے ٹھیک نہیں کر رہے۔ ادیان سمجھتا ہے......"

"وہ جو سمجھتا ہے اسے ویسا سمجھنے دو۔ مجھے معلوم ہے مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ تم ریلیکس رہو اور جانے کی تیاری کرو۔ ناروے ٹور پر ادیان کے ساتھ آپ ہی جائیں گی ان کی معاون بن کر۔ اب یہ آپ کو سوچنا ہے کہ آپ اپنی صلاحیتوں سے ان کی مددگار کیسے بن سکتی ہیں۔"

حاکم انکل بات ختم کرتے ہوئے بولے تھے۔

وہ مزید کچھ کہنے کی آرزو رکھتے ہوئے بھی کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ اٹھی تھی اور چلتی ہوئی باہر نکل آئی تھی۔

اب ادیان کو کیا سمجھائے گی وہ...... کس طرح بتائے گی کہ اس نے کوشش کی تھی...... اور یقین کب کرے گا کہ اس نے ایسی کوئی کوشش کی بھی تھی......

وہ تو یہی سمجھے گا کہ وہ ایسا ہی کرنا چاہتی تھی...... یہی موقع ڈھونڈ رہی تھی اور یہ اسے مل گیا۔ سو وہ اسے ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہتی۔

وہ ٹیرس پر یہی سوچ رہی تھی جب حاکم انکل کو پورچ سے گاڑی نکال کر باہر جاتے دیکھا تھا۔ کتنے پراطمینان دکھائی دے رہے تھے وہ اس فیصلے کے ساتھ اور اس کی جان کس قدر عذاب میں پڑ گئی تھی...... نہ وہ یہ بات جانتے تھے نہ ادیان......!

شاید ادیان بھی اپنی جگہ ٹھیک تھا۔ وہ اس کے ساتھ "مس فٹ" ہی تو تھی۔ وہ جس کی زندگی میں روانی ہی روانی تھی اور وہ ٹھہری زندگی گزارنے والی لڑکی...... اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کے قابل بھی نہیں تھی۔

اس نے سوچا تھا تو ایک سچ کا آئینہ اسے دکھائی دیا تھا۔

ادیان ٹھیک کہتا تھا' اس کی دنیا' اور تھی' اور اس کی دنیا اور......

یہ بات اب...... یا آج نہیں' بہت عرصہ پہلے ہی اس نے تسلیم کر لی تھی' مگر تب حاکم انکل نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے واپس جانے سے روک دیا تھا' ورنہ وہ تو اسی دن واپس چلی گئی ہوتی۔

کتنا ڈسٹرب کر چکے ہو' تم اس بات کے بارے میں نہیں جانتے۔"

"آئی ایم سوری فادیہ......" آہن فریدوں مدھم لہجے میں بولا تھا۔

"سوری کافی نہیں ہے فریدوں! میں ایک نئی زندگی شروع کرنے جا رہی ہوں ا..."

"فادیہ! آپ کو لگتا ہے اگر میں نے کچھ غلط کیا ہے تو میں نے کیا ہے' اپنی ... مگر......"

"تمہاری غلطی ماننے سے کیا ہوتا ہے۔ تمہیں یہ سب کہنے کی ہمت ہی ... تمہیں ایک بار بھی خیال نہیں آیا؟ میں تمہیں ایک چھوٹا سا بچہ سمجھتی رہی' اور تم...... تم ... اس طرح سوچتے رہے......؟ میری ریسپیکٹ' میری پوزیشن' میری عزت' ڈیم یو آہن ... تمہیں ایک بار بھی یہ خیال نہیں آیا کہ میں تم سے کتنی بڑی ہوں؟"

"فادیہ آپ......" آہن نے کچھ بولنے کی کوشش کی تھی۔

"شٹ اپ فریدوں! ناؤ کیپ کوائٹ اینڈ لسن ٹو می......! فورگیٹ ایوری تھنگ ... تمہارے لئے لڑکی دیکھ رہی ہیں۔ آرام سے شادی کرو' اور اپنی زندگی گزارو۔ میں ... ٹاپک پر کوئی بات سننا نہیں چاہتی۔"

فادیہ اٹھی تھی' اور چلتی ہوئی اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔

فریدوں وہیں بیٹھا دیکھتا رہ گیا تھا۔

● ● ●
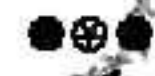
"آؤ بیٹا! آپ کو بات کرنا تھی؟" حاکم نے طالیہ جبران کو اندر آتا دیکھ کر اپنے ... پھیلا ہوا نیوز پیپر اٹھا کر سائیڈ پر رکھا تھا۔

"جی انکل! میں نے ڈسٹرب تو نہیں کیا؟" طالیہ بولی تھی۔

"نہیں' ایسی کوئی بات نہیں بیٹا! آؤ بیٹھو۔" حاکم انکل نرمی سے بولے تھے۔

وہ ان کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

"انکل! مجھے وہ بزنس ٹور کے بارے میں ڈسکس کرنا تھا۔"

"بزنس ٹور؟ اس کے بارے میں کیا ڈسکس کرنا تھا؟ بزنس ٹور میں کیا پرابلم ہے؟" حاکم انکل اطمینان سے بولے تھے۔

"انکل! آپ نے میرا نام تجویز کیا ہے ادیان کے ساتھ ناروے جانے کیلئے۔ انکل! ... سمپل مس فٹ۔ وہ بزنس کے ہر پوائنٹ سے واقف ہے' اور میں' میں تو کچھ جانتی ہی نہیں ... پلیز' منال احمد کا نام اوکے کر دیں۔ میں جانا نہیں چاہتی۔" طالیہ جبران نے اپنے طور ...

حاکم انکل پتا نہیں کیا سوچ رہے تھے؟ وہ نہیں جانتی تھی۔ ان کی اسٹرینتھ ...
نہیں تھا' مگر وہ خود اپنے' اور ادیان کے تعلق کے بارے میں سوچتی بھی تھی تو بہت ...
کرتی تھی۔

اپنی نسوانی انا...... اپنا وقار...... سب ختم ہوتا دکھائی دیتا تھا۔

وہ زبردستی سوار تھی اس کے سر پر...... وہ بار بار اسے یہ بات جتا رہا تھا' مگر وہ

"مجھی......" ایک پل کو سوچا تو خود سے ایک گھن سی محسوس ہوئی تھی۔

جب ایک لمحے میں پتا نہیں کیا سوچ کر اس نے فیصلہ کیا تھا' اور چلتی ہوئی ... میں آ گئی تھی پھر سیل فون اٹھایا' اور رچ کا نمبر ملایا تھا۔

"رچ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔"

"فیصلہ؟ کس بات کا فیصلہ؟" رچ چونکا تھا۔

"اٹس miserable رچ! کسی کے سر پر سوار رہنا کوئی زندگی نہیں ہے۔ ... سیلف رسپیکٹ کے بارے میں خیال ہونا چاہیے' اور میں' میں مسلسل وہی گنوا رہی ... نے مان لیا ہے رچ رشتے ایسے نہیں بنتے۔ تسلیم کر چکی ہوں میں سو آئی ڈی سائیڈ ... بیک ٹو پاکستان......" وہ مکمل پرسکون انداز میں بولی تھی۔

رچ کو بہت حیرانی ہوئی تھی۔

"پاگل ہو گئی ہو تم طالیہ؟ اتنا کچھ کرنے کے بعد...... تم یہ سب چھوڑنا چاہتی ... آگے آنے کے بعد...... اب ہمت ہار رہی ہو؟"

"ہاں' ہار رہی ہوں۔ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔ سو آئی ... گیواپ......" طالیہ کی آواز میں سکوت تھا۔

"طالیہ' یہ محض حماقت ہے' اور کچھ نہیں۔" رچ نے باقاعدہ ڈپٹا تھا۔

"Many of life's failures are people who did not realize how close they were to success when they gave up."

ایسا میں نہیں طالیہ' Thomas Alva Edison بولتا ہے۔"

"بھاڑ میں گیا تمہارا تھامس ایڈیسن' اور تم......" طالیہ جل کر بولی تھی۔

"مجھے پتا ہے تم بھاڑ میں جھونک دو' میں تمہارا دوست ہوں' مگر اپنی زندگی کو بھاڑ ... مت جھونکو۔ اب جب تم اتنی آگے آ گئی ہو تو پیچھے واپس پلٹنے کی کیا تک ہے؟ تمہارا یہ فیصلہ ...

پاگل پن کے' اور کچھ نہیں۔" رچ نے جتایا تھا۔

"اگر یہ پاگل پن ہے تو یونہی سہی' تم اب بات کرنا بند کرو تو میں اپنا جانے کا ٹکٹ کنفرم کراؤں۔" طالیہ جھنجھلا چکی تھی۔

"میں تم سے بات کرنا بند نہیں کروں گا' اور تم کہیں نہیں جاؤ گی۔ اگر ادیان کے گھر میں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے تو میرا گھر ہے' تم یہاں آ کر رہو' اور اپنے حق کیلئے لڑو۔ آئی ول سپورٹ یو طالیہ' میں ہر طرح سے تمہاری ہیلپ کروں گا' مگر اپنی یہ جگہ مت چھوڑو۔" رچ نے ... درخواست کی تھی۔

"کون سی جگہ رچ! میری یہاں کوئی جگہ تھی ہی نہیں' پہلے دن سے نہیں تھی۔ میں بس پاگل پن کرتی رہی۔ رچ ہی تو کہتا ہے ادیان غلط نہیں ہے وہ...... مجھے اپنی زندگی اس کے ساتھ گزارنی ہے' اور وہی...... وہی مجھے ایکسیپٹ کرنے کو تیار نہیں ہے تو......"

اس نے الماری کے اوپر سے سوٹ کیس اتارا تھا' اور بات کرتے کرتے الماری کا دروازہ کھولا تھا۔

"میں تم سے بعد میں بات کروں گی رچ' فی الحال مجھے بہت سے دوسرے اہم کام نمٹانے ہیں۔ جانے سے پہلے تم سے مل کر جاؤں گی اٹس ڈن......"

وہ الماری میں سے اپنا سامان نکال کر سوٹ کیس میں بھرتی ہوئی بولی تھی۔

"پاگل پن مت کرو طالیہ! ہوش سے کام لو۔ فوری طور پر تمہیں واپس جانے کیلئے کوئی سیٹ نہیں ملے گی۔ اتنی جلدی سیٹ کنفرم نہیں ہوتی۔" اس نے جتایا تھا۔

"نہ ہو' میں ہوٹل میں رہ لوں گی' کہیں بھی رہ لوں گی' مگر یہاں نہیں۔ آئی ول ٹاک ٹو یو لیٹر رچ! بائی......"

طالیہ نے کہہ کر دوسرے ہی پل میں سیل سوئچ آف کر دیا تھا' اور تیزی کے ساتھ الماری سے اپنے کپڑے نکال کر سوٹ کیس میں ڈالنے لگی تھی۔

اسے احساس ہوا تھا...... جو کام اسے بہت دن پہلے کر لینا چاہیے تھا' وہ کام وہ آج کر رہی تھی۔ خوامخواہ اسنے دنوں تک اتنی اسٹریس لی...... اتنی اسٹریس دی...... لمحہ بھر کو ادیان حاکم چغتائی کا اونچا لمبا سراپا ذہن میں آیا تھا۔

بیچارہ......! کتنا صبر کیا تھا اس نے' اس کی بیوقوفی کے باعث۔

کیسا bear (برداشت) کیا تھا اسے......

کتنی برداشت تھی اس کی......

کتنی اسٹریس جھیلی تھی اس نے......

آج وہ پہلی بار اپنے آپ کو کسی اور کی جگہ پر رکھ کر سوچ رہی تھی۔

پہلی بار آج اس نے اودیان حاکم چغتائی کی نظر سے سارے منظرنامے کو دیکھا تھا۔ پہلی بار خود کو اس کی جگہ پر کھڑا کر کے سارے معاملے کو دیکھا تھا......' اور ہر شے ابھی ہی کی

اس نے آج تک جو بھی جھیلا تھا......

اسے جتنا بھی bear کیا تھا...... سمجھ میں آ گیا تھا۔

وہ کتنی غلط تھی...... ایک لمحے میں سمجھ میں گیا تھا۔

یہ تعلق......

اس کی حقیقت کیا تھی......

وہ جان گئی تھی......

●●●

ایسے رشتے واقعی نہیں جڑتے تھے......

نہیں جڑ سکتے تھے......

ساری یک طرفہ کوششیں تھیں یہ...... اور......

سب فضول رہا تھا۔

آج اگر وہ خالی ہاتھ تھی تو کسی اور سے زیادہ قصور اس کا اپنا تھا۔

آج اگر اس کی آنکھوں میں نمی تھی تو اس کیلئے قصوروار وہ خود تھی۔

وہ اسی طرح سر جھکائے سوٹ کیس میں کپڑے ٹھونس رہی تھی۔ جب اپنے پیچھے کسی کے ہونے کا احساس ہوا تھا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تھا۔

اودیان حاکم چغتائی کھڑا تھا۔

اس نے لمحہ بھر کو اس شخص کی سمت دیکھا تھا۔ وہ وہاں کیوں آیا تھا' وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔ اس کے چہرے سے بھی کسی بات کا کچھ پتا نہیں چلا تھا۔ عجب سپاٹ شخص تھا وہ...... روکنے کو نہیں آیا تھا وہ...... ایسی کوئی خوش فہمی اسے نہیں تھی۔ سو ایک سرسری نگاہ ڈال کر وہ چہرہ موڑ گئی تھی۔

"What are you doing?".

اودیان حاکم چغتائی نے جواز چاہا تھا۔

"دیکھ تو رہے ہیں آپ۔" وہ ہاتھ روکے بنا بولی تھی۔

"ہاں دیکھ تو رہا ہوں۔ میرے کہنے کے باوجود بھی تم میرے ساتھ بزنس ٹرپ پر نہیں جاؤ گی۔ تم یہ تیاری پکڑ رہی ہو؟" برہم لہجے میں اس کیلئے صرف ناپسندیدگی تھی۔

وہ حیران سی ہو کر واپس مڑی تھی۔

"آپ......"

کچھ کہنے کیلئے منہ کھولا تھا' مگر اودیان حاکم چغتائی نے جارحانہ انداز میں آگے بڑھ کر اس کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"You have to go back now. I can't bear you anymore."

درشت لہجے میں وہ بولا تھا' اور اسے کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا یا بولنے کا موقع دیے بغیر اسے بیڈ پر جیسے پھینک دیا تھا۔

عالیہ نے ہزار کوشش کی تھی' مگر کوئی کوشش کارگر نہیں ہوئی تھی۔ وہ شخص عجب زدل [illegible] تھا۔

●●●

"کیا ہوا' کیا سوچ رہی ہو تم؟"

نادیہ اس کے ساتھ ہو کر بھی گم صم سی تھی۔ رام نے پوچھا تھا' اور اس نے یکدم چونکتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"کچھ نہیں۔" وہ مسکرا دی تھی۔

"کچھ تو ہے۔ میرے ساتھ ہو کر بھی تم میرے ساتھ نہیں ہو۔" رام بیگ نے [illegible] دیکھا۔

"کم آن رام۔ ڈونٹ بی اسٹوپڈ۔" وہ ہنس دی تھی۔

"تمہاری یہ مسکراہٹ ہر بات بھلانے کیلئے کافی ہے۔"

"کیا مطلب؟" اس نے ایک دم ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

"مطلب یہ کہ جب آپ مسکراتی ہیں تو۔ دنیا واقعی میں بھولنے لگتی ہے۔ آپ اتنی اچھی ہیں۔" رام نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے مدھم لہجے میں کہا تھا۔

"میں بھی آپ کو ایک بات بتانا چاہتی ہوں۔" وہ مسکرا دی تھی۔

"کیا؟" اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ بولا تھا۔

نادیہ قدرے توقف کو رکی تھی' اور بولی تھی۔

"جب میں آپ کے ساتھ نہیں بھی ہوتی' تو صرف آپ کے ساتھ ہوتی ہوں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ جب میں آپ کے ساتھ ہوں تو آپ کے ساتھ نہ ہوں؟" وہ وضاحت کرتی ہوئی بولی تھی۔

"نادیہ' آپ کی ایک بات مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔" رام بیگ مسکرا دیا تھا۔

"ایک نہیں دوسری بات۔" وہ بولی تھی۔

"ہاں' دوسری' پہلی تو ان تھینکس مسکرانے والی تھی۔" وہ ہنس دیا تھا۔

"ہاں۔" نادیہ نے سر ہلایا تھا۔

"ٹھیک' دوسری بات یہ ہے کہ آپ...... آپ...... باتیں بہت اچھی کرتی ہیں۔ دل چاہتا ہے آپ کو سنتا چلا جاؤں۔"

اس کے کہنے پر وہ مسکرا دی تھی۔ فکروں سے الجھے ذہن کو طمانیت ملی تھی' مگر وہ اس الجھن سے پھر بھی نکل نہیں پائی تھی۔

"رام......"

"یس جی......"

وہ رک گئی تھی' کچھ کہہ نہیں سکی تھی۔

"کیا کہنا چاہتی ہو تم؟" اس کی الجھن کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہوا وہ بولا تھا۔

"ڈو یو لو می؟" بہت مدھم لہجے میں نادیہ نے دریافت کیا تھا۔

"نادیہ' محبت invisible ہوتی ہے' لیکن ہم اسے محسوس کرتے ہیں۔ محسوس کراتے ہیں' مگر دل سے۔" اس کا ہاتھ نرمی سے تھام کر اپنے سینے پر رکھا تھا۔

"تم بھی محبت کو جان سکتی ہو' مگر یہاں سے۔ میرے دل میں تمہارے لئے کیا ہے' اسے جاننے کیلئے تمہیں مجھے یہاں سے سمجھنا ہوگا' یہاں تک آنا ہوگا۔ اگر تم یہاں تک آ گئیں تو سمجھو محبت کو پا گئیں۔ سیم ہیئر' یہی بات میرے ساتھ بھی ہے۔ میں بھی تمہارے دل تک آنا چاہتا ہوں۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جھانکتا ہوا بولا تھا۔

"ایک بزنس ٹائیکون' اور اتنی رومانٹک باتیں! یقین نہیں ہوتا۔" وہ مسکرا دی تھی۔

"کیوں' ایک بزنس ٹائیکون انسان نہیں ہوتا کیا؟" رام بیگ مسکرایا تھا۔ "اس کے سینے میں دل نہیں ہوتا کیا؟"

"ہوتا ہے۔"

"پھر؟ ڈونٹ یو بلیو دیٹ؟" وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

نادیہ نے اس کی طرف دیکھا تھا۔ ان آنکھوں میں سب کچھ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ مسکرا دی تھی' اور سر بہت آہستگی سے اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"تھینکس' دل چاہتا ہے۔ آپ کو چرا کر اس بار اپنے ساتھ لے جاؤں۔"

"اتنی جلدی تھی تو آپ منگنی کی جگہ شادی بھی کر سکتے تھے۔" شکوہ کیا تھا۔

تبھی وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

"نادیہ' شادی تو مجھے کرنا ہی ہے۔ یہ بات تو طے ہے لیکن اپنے ساتھ تمہاری زندگی کو ملانے کیلئے آئی نیڈ آ ٹائم۔ میں تم کو پورا' اور مکمل وقت دینا چاہتا ہوں۔ اس طرح افراتفری میں شادی کر کے میں تمہیں بھی پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ تمہیں وہ توجہ' وہ وقت نہیں دے پاؤں گا تو

مجھے خود بھی افسوس ہوگا۔"

وہ صاف گوئی سے بولا تھا' اور وہ کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔

●۞●

"فیغانہ بچے تمہاری سسرال سے فون آیا تھا۔ ڈریس لینے کیلئے جانا ہے' تمہیں بھی چھوڑ کرنا ہے۔ آج شام میں تم وقت نکال کر وہاں ہو آنا۔" اماں نے ناشتے کی ٹیبل پر اس کا کپ میں چائے انڈیلتا ہاتھ لمحہ بھر کو کانپا تھا۔ گرم چائے دوسرے ہاتھ پر گری تھی۔ ایک جلن سی محسوس ہوئی تھی۔ "سی......"

اماں فوراً اٹھی تھیں۔

"کیا کر لیا' تم بھی نا۔ دیکھ کر نہیں کر سکتیں۔ صبح صبح اتنی جلدی' تمہارا کہیں بھاگا جا رہا۔" اماں نے اس کے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے ڈپٹا تھا۔

"کوئی بات نہیں آپا' جب اتنی ذمہ داریاں ہوں تو ایسا ہو جاتا ہے۔" عمران ماموں بولے تھے۔

"ماہم مرہم لے کر آؤ۔" اماں نے اس کے ہاتھ کی سرخی دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"جی اماں۔" ماہم کہہ کر فوراً اٹھ گئی تھی۔

"اماں آپ بھی نا۔" فیغانہ مسکرا دی تھی۔ "چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہو جاتی ہیں۔ اتنا نہیں جلا۔ ٹھیک ہوں میں۔" فیغانہ نے کہا تھا' مگر اماں نے اسے خفگی سے دیکھا تھا۔

"بھاگنا دوڑنا بند کرو اب' شادی ہونے جا رہی ہے تمہاری' مذاق نہیں ہے۔ نہیں آئے گا۔ آج آفس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ماہم سے کہہ کر کسی اچھے سیلون میں اپائنٹمنٹ' اور ٹریٹمنٹ لو۔" اماں نے محبت سے ڈپٹا تھا۔

وہ مسکرا دی تھی۔ عمران ماموں بھی مسکرا دیے تھے۔

"اماں کس بات کی ٹریٹمنٹ۔ ٹھیک تو ہوں میں' آپ بھی نا...... منگنی کوئی اتنا بڑا معاملہ بھی نہیں کہ میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ جاؤں۔ اٹس اے پارٹ آف لائف' ناٹ اے ... آف لائف۔" مدلل انداز میں بولی تھی۔

"یس شی از رائٹ آپا۔ فیقی ٹھیک کہہ رہی ہے۔ ہماری فیقی دی جینئس گرل ہے۔ اسے ان باتوں سے فرق نہیں پڑتا۔"

"اسے نہیں پڑتا' مگر لوگوں کو پڑتا ہے...... اور فیقی کو یہ سب سیکھنا ہوگا۔" اماں نے اس کے ہاتھ پر مرہم لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں ماموں! آپ فیقی کا ساتھ مت دیں۔ اماں کا ساتھ دیں۔"

ماہم نے چیزیں سنبھالتے ہوئے کہا تھا۔

"میرے ماموں میرا ساتھ دیں گے......' اور تمہیں جلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلی۔"

"میں؟ میں کیوں جلنے لگی۔ اگر آپ جینئس ہیں تو میں بھی تو آپ کی ہی چھوٹی بہن ہوں۔ سو آئی ایم آلسو جینئس۔" ماہم کہہ کر ہنس دی تھی۔ "کیوں ماموں؟"

"ہاں' ماہم ٹھیک کہہ رہی ہے۔ فیقی' اب کے میں ماہم کا ساتھ دوں گا۔"

"دے لیجئے' مجھے کوئی اعتراض نہیں کیونکہ آئی ایگری۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی تھی' اور اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"اب ایسے بغیر ناشتے کے کہاں جا رہی ہے۔ بیٹھ' ناشتا تو کر لو۔" اماں نے اسے اٹھتے دیکھ کر ٹوکا تھا۔

"آفس میں کر لوں گی اماں' آپ پریشان مت ہوں۔" کہہ کر اس نے بیگ اٹھایا تھا' اور خدا حافظ کہہ کر عجلت سے باہر نکل گئی تھی۔

"یہ لڑکی بھی نا۔"

"کرنے دیں اسے آپ' جو وہ کرنا چاہتی ہے۔"

"ہاں میں روکتی نہیں' مگر آئی ڈونٹ لائک اٹ ہر۔ میری بیٹی ہے وہ۔ تم دیکھ رہے ہو۔ کام میں الجھ کر وہ یہ تک بھول گئی ہے کہ وہ ایک لڑکی ہے۔ خود کو بھول رہی ہے وہ۔ اٹس ناٹ اے گڈ سائن۔"

"میں جانتا ہوں۔ یہ اچھی بات نہیں ہے لیکن...... اسے کرنے دیں' جو وہ کرنا چاہتی ہے۔ اگر ایسے کر کے اسے کوئی خوشی ملتی ہے تو اسے کرنے دیں۔" ماموں نے کہا تھا۔

"ہاں' میں بھی تو اس کی خوشی ہی چاہتی ہوں عمران' مگر وہ خوش ہو بھی تو...... جانے کیوں یہ سب کرنے کے باوجود بھی مجھے وہ خوش نہیں لگتی حالانکہ یہ سب ہی وہ کرنا چاہتی ہے' مگر مجھے لگتا ہے یہ اس کے دل کی منشا نہیں ہے۔ وہ کوئی بات مجھے نہیں بتاتی' مگر میں ماں ہوں۔ اس کا چہرہ دیکھ کر جان سکتی ہوں۔ اس طرح کام میں خود کو ڈال کر وہ خوش نہیں ہے۔ یہ ذمہ داری اسے وقت کے ہاتھوں سے کھینچ لے جا رہی ہیں۔ وہ اپنے وقت کو جی نہیں پا رہی ہے۔"

اماں وہ بول رہی تھیں جو وہ محسوس کر رہی تھیں' اور عمران بھی تو یہی محسوس کر رہے تھے' مگر وہ ایسا کہہ نہیں سکے تھے۔

"آپ فکر مند مت ہوں آپا' وہ ایک بہادر لڑکی ہے۔ کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے وہ' اسے اپنا خیال رکھنا آتا ہے۔"

"ہاں' جانتی ہوں' بس جلدی سے اس کی شادی ہو جائے' اور وہ اپنے گھر کی ہو جائے۔"

بھی چاہتی ہوں میں...... میں اس گھر کی ذمہ داریوں کا بوجھ اس کے کاندھوں پر ڈالنا نہیں چاہتی۔"

"ہاں آپا! ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔" عمران نے سر ہلایا تھا۔
اماں بہت متفکر دکھائی دی تھیں۔

● ● ●

کمرے کے سناٹے میں طالیہ کی سسکیوں کی آواز گونج رہی تھی۔ اذیان حاکم کا جنون سرد پڑ چکا تھا' مگر وہ کسی بات پر قطعاً شرمندہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"آئی ڈونٹ وانٹ یو ان مائے لائف۔ تمہارے ساتھ جو بھی کیا' میں یہی چاہتا تھا۔ تم یا تمہاری قربت کبھی بھی میری خواہشوں میں شامل نہیں رہی...... اور میرا نفس بھی کمزور بھی نہیں ہے لیکن یہ سب کچھ ضروری تھا۔ میں اس چیپٹر کو کلوز کرنا چاہتا ہوں۔ بس گیا۔ میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل نہیں کرنا چاہتا۔ نہیں دیکھنا چاہتا۔"

لہجے میں زہر نہیں تھا' طمانیت تھی......

وہ شرمندہ نہیں تھا' مگر وہ نگاہ بھی اٹھا نہیں پا رہی تھی......

اسے یہاں سے نکالنے کی آخری کوشش تھی یہ...... وہ آخری ضرب لگا چکا تھا۔

"میرے تم پر یا تمہارا مجھ پر کوئی حق نہیں ہے۔ نہ ہی تم سے میرا اور میرا تم سے کوئی ہے۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں کہنا۔"

اتنی بیدردی سے کہہ کر وہ چلتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

طالیہ جو ہمیشہ بہت پرامید نظر آئی تھی......

ڈٹ کر ہواؤں کے رخ پر کھڑی رہی تھی......

اس لمحے بہت ٹوٹی پھوٹی' اور بکھری بکھری سی تھی......

ایک لمحے میں ایک طوفان نے اس کے سارے غرور کو تہس نہس کر دیا تھا' اور وہ اس پر کوئی احتجاج بھی نہیں کر پائی تھی......

وہ اس لمحے بہت شکستہ دکھائی دی تھی......

اس نے جو سوچا بھی نہیں تھا وہ ہو گیا تھا......

ایک لمحے میں سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔ کچھ باقی نہیں رہا تھا......

حق' اور زبردستی میں بہت فرق تھا۔ اگر وہ شخص اپنا حق سمجھ کر کچھ وصول کرتا تو بات دوسری تھی مگر...... وہ اس پر اپنا کوئی حق بھی نہیں جتا رہا تھا۔ یہ اقدام صرف ایک سزا تھا۔ ایک انتہائی قدم تھا...... صرف اسے اپنی زندگی سے باہر کرنے کیلئے وہ اتنی انتہا تک جائے گا' اتنا گر

یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔

سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں خود پر نگاہ گئی تھی۔ اس نے بھیگی آنکھوں سے گردن موڑ کر سائیڈ ٹیبل پر دھرے گلدان کو اٹھایا' اور سامنے لگے آئینے کو چکنا چور کر دیا تھا......

بالکل اس طرح...... جس طرح اس کا غرور چکنا چور ہوا تھا۔

اس کا نسوانی وقار روندا گیا تھا۔

چھناکے کی صدا کمرے کے سناٹے میں پھیلی تھی۔

شیشہ پل میں ٹوٹ کر بکھرتا چلا گیا تھا۔ وہ جو کبھی نہیں ہاری تھی' پل میں ہار گئی تھی۔

● ● ●

لبنانہ اماں کی ہدایت کے عین مطابق سرشام اپنی سسرال میں تھی۔ گھر کی بڑی بوڑھیاں کل طرح کی جیولری باکس اس کے سامنے کھولے اس کی رائے جاننے کی منتظر تھیں' مگر وہ کچھ زیادہ مستعد دکھائی نہیں دی تھی۔

"ردا' چاچو کو فون کرو' لبنانہ کو ڈریس ڈیزائنر کے پاس لے جانا ہے۔ دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔ ایک تو یہ لڑکا بھی نا۔" بڑی اماں کچھ متفکر دکھائی دی تھیں۔

"جی بہتر دادی اماں۔" ردا نے کہتے ہی سیل پر دانیال کا نمبر ٹرائی کیا تھا۔

لبنانہ کو یہ سب ایک مشکل ٹاسک لگا تھا' مگر سب کی خوشی کیلئے' اور بالخصوص اماں کی خوشی کیلئے یہ ضروری تھا' اور یہی سوچ کر وہ یہاں تھی۔

"دادی اماں! چاچو کا فون رسپانس نہیں کر رہا' شاید وہ میٹنگ میں ہیں۔"

"ایک تو اس لڑکے کو کام کے سوا کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ لڑکی کو بلا لیا کہ لے کر جانا ہے اور۔" دادی اماں متفکر دکھائی دی تھیں۔

"اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے اماں! کام بھی تو ضروری ہے نا۔ دیکھو ردا' اندر اگر کوئی' اور لڑکا ہو تو اسے دیکھو۔ لبنانہ کو ساتھ لے جائے۔" تائی جان نے کہا تھا۔

ردا اندر چلی گئی تھی۔

"یہ دانیال بھی بس' کام ضروری ہیں اور......" دادی اماں خفا دکھائی دی تھیں۔

"چلیں کوئی بات نہیں اماں! میں کسی کے ساتھ بھی چلی جاتی ہوں۔ دانیال کو ڈسٹرب کرنا ضروری تو نہیں۔ ایک سوٹ ہی تو سلیکٹ کرنا ہے۔" لبنانہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ تبھی نگاہ سامنے اسٹیئرز کی طرف گئی تھی۔

ردا کے ساتھ اعمار کو آتا دیکھ کر لمحہ بھر کو نگاہ ٹھٹکی تھی۔ دل بھی کچھ دھڑکا تھا' مگر اس کے اگلے ہی پل وہ نارمل دکھائی دینے کی مکمل کوشش میں جت گئی تھی۔

"چلو شکر ہے اعتبار تو گھر پہ ہے۔" بڑی اماں اسے آتا دیکھ کر مسکرائی تھیں۔
"جی دادی اماں! کوئی کام تھا؟"
وہ مؤدب انداز میں آن رکا تھا۔ ایک نگاہ فینانہ کی طرف گئی تھی' مگر بہت
تھی۔
"ہاں بیٹا! فینی کو ڈیزائنر کے پاس جانا ہے۔ ڈریس سلیکٹ کرنا ہے۔ تم
دانیال تو بزی ہے شاید دیر تک جائے' اور یہ کام آج ہی ضروری ہے۔"
فینانہ جن لمحوں سے بچتی تھی بھاگتی تھی......
اتنے ہی لمحے اسے گھیرتے تھے......
اب بھی وہ شخص اس کے سامنے کھڑا تھا' اور اس کا اس کے ساتھ جانا ناگزیر تھا
چاہتے ہوئے بھی انکار نہیں کر سکتی تھی۔
"اتنی چپ چاپ سی کیوں ہیں آپ؟"
کچھ دیر بعد وہ گاڑی میں اس کے ساتھ تھی' اور وہ اس وقت پر مکمل طور پر اپنا
تھا۔
"میرا بولنا اتنا ضروری بھی نہیں ہے۔" وہ ناگواری سے اس کی طرف نگاہ
بولی تھی۔
وہ بہت محظوظ ہونے والے انداز میں مسکرا دیا تھا۔
آپ کو نہیں لگتا' آپ اپنے لئے وقت کو' اور بھی مشکل کر رہی ہیں؟"
"کیا مطلب؟" وہ چونکی تھی۔
"مطلب یہ کہ اگر آپ مجھ سے اتنی خائف ہیں تو پھر پوری زندگی کیسے گزرے گی؟"
اس کا سوال حیران کن تھا۔ اس کے لہجے کا اطمینان اس کیلئے چونکنے کا باعث بنا
"کیا مطلب؟ واٹ ڈو یو آر ٹاکنگ اباؤٹ؟ مجھے اپنی ساری زندگی
پیرزادہ کے ساتھ گزارنی ہے' تمہارے ساتھ نہیں۔ تم نے یہ کہا بھی کیسے؟ کچھ بھی بول
بغیر سوچے سمجھے
زندگی مذاق ہے تمہارے لئے۔ جب چاہا' کچھ بھی بنا دیا۔ جب چاہا'
دیا...... مگر...... میرے لئے زندگی مذاق نہیں ہے۔ میں اپنی زندگی کیلئے بہت سیریس ہوں
بھی مذاق برداشت نہیں کر سکتی۔" ایک پل میں وہ اپنا سارا غصہ اس پر نکالتی ہوئی فینانہ
مگر وہ قطعاً برا مانے بغیر اسی اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔ ڈرائیونگ پر اپنی
مبذول رکھی تھی۔

"فرض کرو......"
"کیا فرض کروں؟"
"چلو محبت فرض کرتے ہیں۔"
"پلیز اعتبار پیرزادہ۔"
"اوں ہوں' جسٹ سپوز' تم مجھ سے پیار کرتی ہو' اور میرے لئے پاگل ہو۔"
"کیا بکواس ہے یہ؟" وہ غرائی تھی۔
"میں نے کہا نا' صرف فرض کرو' یہ کوئی حقیقت تو نہیں ہے۔ فرض کرتے ہیں' محبت ہو گئی
تمہیں' اور میں بھی ویسا چاہتا ہوں۔ بالکل اس طرح چاہتا ہوں' جس طرح تم چاہتی ہو تو
کیا...... ہم ساتھ رہ پائیں گے؟" وہ اطمینان سے مسکراتا ہوا پوچھ رہا تھا۔
وہ اسے انتہائی ناگواری سے دیکھ رہی تھی۔
"اعتبار پیرزادہ' میں تمہاری طرح احمقوں کی جنت میں نہیں رہتی۔ حقیقت میں جیتی ہوں'
اور میں جانتی ہوں' مجھے کون سی زندگی جینا ہے' اور کس کے ساتھ جینا ہے۔"
"اس کا مطلب ہے' تم محبت فرض بھی نہیں کر سکتیں؟"
"محبت فرض نہیں ہوتی اعتبار پیرزادہ' محبت ہوتی ہے اور......"
"رک کیوں گئیں' بولو نا اور......؟"
"اعتبار! میں تم سے کسی طرح کی کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ پلیز۔"
وہ درخواست کرتی ہوئی بولی تھی' مگر اعتبار پیرزادہ اسی اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔
"فینانہ' تمہارا مسئلہ میرے مسئلے سے مختلف نہیں ہے۔ ہم برابر کے شریک ہیں ایک
دوسرے کے مسائل میں...... ہمارا مسئلہ مشترک ہے' اور معاملہ بھی......" اعتبار نے جتایا تھا۔
"اپنے معاملات کو مجھ سے خوامخواہ جوڑنے کی کوشش مت کرو۔ میرا تم سے کہیں بھی' کسی
بھی طرح کا کوئی ناتا نہیں۔ تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو پھر کیوں بار بار ایک ہی بات دہراتے
ہو؟"
"کیسے گزارو گی ساری زندگی میرے ساتھ؟ تم تو ایک پل بھی مجھے جھیلنے کو تیار نہیں' اور
وقت ہے کہ تمہیں کھینچ کھینچ کر مجھ سے باندھ رہا ہے۔"
وہ شاید طے کر کے آیا تھا کہ اس کا تمام اطمینان چھین لے گا' اور وہ ایسا کر رہا تھا'
کامیاب بھی تھا۔ فینانہ اس کی باتوں سے الجھن میں تھی' مگر یہ سفر یہ راستہ جیسے اس کی مجبوری تھا۔
"میں اپنی زندگی جس کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں' اور گزاروں گی' وہ تم نہیں ہو
اعتبار......! تم اتنے خوش فہم کس چکر میں ہو رہے ہو؟ واٹس یور پرابلم' ہاں؟" وہ جل کر بولی تھی۔

"میرا پرابلم تم ہو فینانہ۔"

وہ اپنے لہجے کا اطمینان ہنوز برقرار رکھے ہوئے تھا اور فینانہ کی ایک لمحے میں جان ... آئی تھی۔

"لسن' میری زندگی کا کوئی راستہ بھولے سے بھی تمہاری طرف نہیں جاتا۔ اس ... یقین مجھے تو ہے' بہتر ہے کہ تم بھی کر لو تم کہیں بھی' کسی بھی لمحے میں میرے ساتھ نہیں ... بات میں تمہیں باور کرا دینا چاہتی ہوں' انڈر اسٹینڈ۔"

"ہاہاہاہا......" وہ دل کھول کر ہنسا تھا اس پر۔

"فینانہ......فینانہ...... او ڈیئر فینانہ......! بھولی ہو تا تم' باور کرانا......' تم مجھے ... کرنا چاہتی ہو' مِس زبردستی مجھے ایک بات جتانا چاہتی ہو' منوانا چاہتی ہو' حالانکہ تم جانتی ہو ... میری زندگی کا ہر راستہ صرف' اور صرف تمہاری طرف ہی آتا ہے' اور تمہی پر ختم ہو ... یو نو دیٹ۔ میرا معاملہ تمہارے معاملے سے جدا نہیں ہے......

تمہاری باتوں میں سچائی نہیں ہے۔ تمہارے کہنے کے مطابق تمہاری زندگی میں کہیں ... تم میرے ساتھ نہیں ہو۔ کسی راستے' کسی موڑ پر نہیں...... اور...... میری نظر سے دیکھو تو تم ہر ... راستے پر میرے ساتھ ہو۔ اس بات کا یقین ہے مجھے...... اور میں خوابوں میں زندگی ... والا شخص نہیں ہوں فینانہ بیگ! تم یہ بات جانتی ہو۔" وہ اسے باور کرا رہا تھا۔

"نہیں جانتی' نہیں جانتی میں تمہیں' اور نہیں جانتی تمہاری کوئی بھی بات فار گاڈ سیک! مجھے اس طرح ڈسٹرب کرنا بند کر دو۔"

"تم اپنے لئے خطرات خود آپ مول لے رہی ہو فینانہ' میرا اس میں کوئی قصور نہیں ... اعتبار خان جیسا تھا شاید اسے سکون نہیں لینے دے گا۔

"شٹ اپ اعتبار......" وہ ضبط کھونے لگی تھی۔

"ساری عمر......! کیسے گزارو گی میرے ساتھ......؟" وہ مدہم لہجے میں پھر وہی ... تھا۔

"دانیال سے شادی کر رہی ہوں میں۔ شیم آن یو! چاچا ہے وہ تمہارا۔ اس رشتے ... گی میں تمہاری؟ وقت تمہیں شکست دے رہا ہے اعتبار یزدانی! تم ہار رہے ہو' مان لو میری بات ..."

وہ اپنی ہمتوں کو سمیٹتی ہوئی بولی تھی۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"میں نہیں ہار رہا فینانہ بیگ' میرے لئے ہار' اور جیت کے پیمانے مختلف ہیں۔ تم یاد ... میرے گھر آ رہی ہو یزدانی ولا میں۔ اٹس نات مائے ہار۔"

وہ اس کی یقین سے کہی گئی باتوں کو قطعاً نہیں سمجھ پائی تھی۔

"یہ...... کیا بک رہے ہو تم؟" وہ اپنے غصے کو نہیں دبا پائی تھی۔

"تمہیں یقین ہے فینانہ' یہ شادی ہو جائے گی؟"

"شٹ اپ اعتبار' مجھے اس طرح فضول کی باتوں میں مت الجھاؤ۔ میں تمہاری بکواس ... کے موڈ میں نہیں ہوں۔ پلیز' یہ سب کہنا بند کرو۔"

بہت متانت بھرے انداز میں اسے درخواست کرتی ہوئی وہ چہرہ پھیر گئی تھی' تبھی اعتبار ... کی آواز اس کے کانوں میں پڑی تھی۔

"کیا فرق پڑتا ہے فینانہ! تمہاری شادی کسی سے بھی ہو' بے نام کے رشتوں سے کیا فرق تمہیں پڑتا ہے؟ مجھے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرا تم سے یہ رشتہ اسی طرح برقرار رہے گا ... شاید کچھ' اور بھی گہرا ہو جائے گا۔ تمہیں کیا لگتا ہے؟"

اس کی بات اس کے رہے سہے اطمینان کو بھگانے کیلئے کافی تھی۔ وہ ساکت سی اس کی طرف تکتی رہ گئی تھی۔

"ہاؤ......؟ ہاؤ ڈیئر یو......؟ تمہیں جرأت کیسے ہوئی یہ سب کہنے کی؟"

وہ اپنی بات کہہ کر مکمل اطمینان میں تھا' مگر فینانہ سکون میں نہیں رہی تھی۔ ایک فشار سا اس کے اندر تھا۔

"اعتبار......! میری آج کی زندگی میری اپنی ہے۔ اگر میں اس زندگی کا کوئی لمحہ تمہیں نہیں دے رہی تو تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میری وہ زندگی جو کسی' اور کیلئے ہوگی' میں اس کا کوئی لمحہ تمہیں دوں گی؟ اگر آج میں کوئی خیانت نہیں کر رہی تو کل کیسے کروں گی؟ میں اپنی حدود جانتی ہوں اس کی میری زندگی میں جگہ بھی ہے' اور امپورٹنس بھی...... تمہاری زندگی میں نہیں ہے' اور تم رشتوں کا احترام کرنا بھی نہیں جانتے ہو۔ سوری ٹو سے دیٹ بٹ' تم آج بھی اتنے ہی وائلڈ اینڈ سیویج ہو۔"

وہ اسے جتاتی ہوئی بولی تھی' مگر وہ اس کی طرف نگاہ کرتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"مائے او مائے فینانہ' پرانے زمانوں سے نکل آؤ' ہمیں زندگی گزارنے کے کچھ طور طریقے بدل چکے ہیں۔ تم آج بھی عجائب گھر میں رکھی جانے والی موم کی گڑیا لگتی ہو' مگر اپنی دے' یہ سب تو بعد کی باتیں ہیں۔ ان باتوں کو ڈسکس کرنے کی ضرورت فی الحال نہیں ہے کیونکہ ان باتوں سے بھی کئی ضروری باتیں ہیں' جو ہمیں ڈسکس کرنا ہیں' اور جو ضروری بھی ہیں۔ یہ باتیں تو جب ہوں گی جب تمہاری شادی ہوگی۔"

"واٹ دی ہیل آر یو ٹاکنگ اعتبار؟ اسٹاپ دی کار' کہیں نہیں جانا مجھے تمہارے ساتھ۔ میں تمہارے ساتھ سفر نہیں کر سکتی۔"

اضمار نے سنی ان سنی کر دی تھی۔

"تمہیں شادی کا اتنا شوق کیوں ہے لینانہ؟" وہ مسکرایا تھا۔

"شٹ اپ اضمار"

"شادی اتنی ضروری تو نہیں' اور ضروری تو نہیں کہ تمہاری شادی بھی ہو [illegible]

کچھ نہیں ہوتا۔ زمن کی گنتی باتیں نہیں بھی تو ہوتیں۔ سوچے گئے کئی معاملات طے پا [illegible]

باوجود مکمل نہیں ہوتے۔"

وہ پتہ نہیں کیا سوچ بیٹھا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پائی تھی' مگر زندگی اس طرح آسان نہیں تھی

شاید وہ ٹھیک کہہ رہا تھا کہ وہ اپنی پر اطمو' اور بڑھا رہی تھی۔ دانیال سے شادی کرنے کا [illegible]

اس شخص کو تمام عمر کیلئے جھیلنا اور...... یہی تو وہ نہیں چاہتی تھی۔

وہ جو سوچ بیٹھی تھی کہ اس طرح کر کے وہ کوئی معرکہ مارنے چلی ہے تو غلط تھا [illegible]

سے ہی ہاری ہوئی تھی۔ ابھی سے خود کو شکست خوردہ دیکھ رہی تھی۔

اضمار پیرزادہ نے ہاتھ بڑھا کر سی ڈی پلیئر آن کیا تھا' اور ساتھ ساتھ گنگنانے لگا تھا

Saying "I love you."

Its not the words I want to hear from you

Its not that I want

Not to say, but if you only knew

How easy it would be to show me

How you feel

More than words is all you have to do to make it

real

وہ مسرور دکھائی دے رہا تھا' اور لینانہ بیگ اسے چپ چاپ دیکھ رہی تھی۔ وہ شخص [illegible]

پاگل ہو رہا تھا یا اسے پاگل کرنے کے درپے تھا۔

●۞●

Then you couldn't make things new

Just by saying, "I love you."

More than words

بچ اپنے لئے کافی بنا رہا تھا' مگر طالیہ کا چہرہ جانے کہاں سے سوچوں میں آ گیا تھا [illegible]

کافی کا کپ لے کر لاؤنج کی طرف آیا تھا تبھی ڈور بیل ہوئی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر [illegible]

کھڑا تھا۔

سامنے طالیہ جبران کھڑی تھی۔

جو سوچوں میں تھی' خیالوں میں تھی' اسے سامنے دیکھ کر وہ حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکا

تھا۔

Now I've tried to talk to

You and make you understand

All you have to do is

Close your eyes

وہ اسی طرح ساکت کھڑا تھا' جب طالیہ جبران نے آگے بڑھ کر اس کے سینے پر اپنا سر

رکھ دیا تھا' اور وہ ایک پل میں ساکت رہ گیا تھا۔

طالیہ جبران کے کتنے آنسو چپ چاپ اس کے سینے میں جذب ہو رہے تھے' اور وہ اسی

طرح چپ چاپ کھڑا تھا۔

محبت ایک بار پھر اس سے محبت مانگنے آئی تھی' اس سے اپنا درد بانٹنے آئی تھی' اور اس

نے اپنا شانہ اسے دے دیا تھا......

محبت کا درد اس سے انجانا نہیں تھا......

وہ واقف تھا......

سو کچھ نہیں پوچھا تھا......

طالیہ کتنی ہی دیر اس سے چپ چاپ اپنا درد بانٹتی رہی تھی' اور وہ اس کے بہلنے کا منتظر رہا

تھا۔

●۞●

راحم نے اسے گھر کے دروازے کے سامنے چھوڑا تھا' اور وہ چلتی ہوئی اندر کی جانب

جا رہی تھی' جب اچانک نگاہ اس پر پڑی تھی۔ وہ لان کے ایک کونے میں بیٹھا چپ چاپ

دھوئیں کے مرغولے بنا رہا تھا۔ غادیہ نے رک کر اسے دیکھا' پھر چلتی ہوئی اس کی طرف آ گئی تھی'

اور کچھ کہے بنا اس کے ہاتھ سے سگریٹ لے کر دور اچھال دی تھی۔

وہ چونک پڑا تھا۔ غادیہ کی طرف دیکھا تھا۔

"یہ کیا احمقانہ حرکت ہے؟" غادیہ نے اسے ڈانٹا۔

وہ اس کی طرف خاموشی سے دیکھتا ہوا چہرہ پھیر گیا تھا۔

غادیہ کا دل نرم تھا۔ وہ چاہتے ہوئے بھی اتنی سخت دل نہیں رہ پائی تھی' اس سے خفا نہیں

رہ پائی تھی۔ آہستگی سے اس کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے یہ؟" ہر طرح کی خفگی ایک طرف رکھ کر دریافت کیا تھا۔

"کیا؟" وہ بنا سمجھے نہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولا تھا۔

غادیہ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی پھر ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"یہ سب کیا ہے فریدوں؟ تم بچے تو نہیں ہو' پھر کیا کر رہے ہو؟"

غادیہ کے انداز میں کچھ خفگی بھی تھی۔ فریدوں اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں غادیہ! ان فیکٹ سب کچھ ٹھیک ہے۔ آپ خوامخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔" وہ نظر پھیرتے ہوئے بولا تھا۔

"میں خوامخواہ پریشان نہیں ہو رہی ہوں فریدوں! ہم غلطی کرتے ہیں تو اس پر شرمندہ ہوتے ہیں' اس طرح نہیں......"

"غادیہ......! مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ میں نے جو بھی کہا' وہ سوچ سمجھ کر کہا۔" اس کی بات کاٹ کر وہ تیزی سے بولا تھا۔

"اور کیا؟ تم رک کیوں گئے؟ کہہ دو جو بھی غبار تمہارے دل میں ہے؟"

"غبار نہیں ہے یہ غادیہ! میں بچہ نہیں ہوں۔ آپ کیوں آج بھی مجھے بچہ بنانے تلی ہیں۔ آپ آج بھی یہ کیوں سوچتی ہیں کہ میرے اچھے برے کا فیصلہ آپ کو کرنا ہے' اور ابھی بھی ہر فیصلے کا اختیار آپ کے پاس ہے......

میں بچہ نہیں ہوں غادیہ! نہیں ہوں میں بچہ...... پلیز' مجھے' اور میرے معاملات کو مجھ پر اور میرے حال پر چھوڑ دیجیے۔ میں آپ کی بہت ریسپیکٹ کرتا ہوں' مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ہم ایک دوسرے کی پرسنل لائف میں انٹرفیئر کریں۔ بچہ نہیں ہوں میں اب۔ نہیں ہوں بچہ......" وہ اپنے اندر کا تمام تر غبار نکالتا ہوا بولا تھا۔

غادیہ اسے چپ چاپ دیکھتی رہ گئی تھی۔

آہن فریدوں اٹھا تھا' اور اس کے قریب سے نکل کر چلتا ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا

اور وہ چپ چاپ اسے جاتا دیکھتی رہ گئی تھی۔

اس لڑکے کے اندر بہت سارا انتشار تھا......

آج پہلی بار اس نے اس سے کوئی اختلاف کیا تھا......

آج پہلی بار وہ اس سے اس طرح بات کر پایا تھا......

آج پہلی بار اسے لگا تھا کہ اس کی کوئی پرسنل لائف بھی ہو سکتی ہے......

آہن نے اس کی آنکھیں ایک لمحے میں کھول دی تھیں......

وہ جو اس کیلئے متواتر پریشان تھی......

اب حیران تھی......

وقت یہ اسے کس موڑ پہ لے آیا تھا'

جس پر وہ صرف حیران کھڑی تھی......

اور اس حیرت کا کوئی جواب اس وقت کے پاس نہیں تھا۔

جو ہو رہا تھا' وہ اس کی سمجھ سے باہر تھا......

حالات اختیار سے باہر ہو رہے تھے......

اور وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی......

●✿●

...سہ پائی تھی۔ آہستگی

"مگر"

کچھ پوچھنے یا جاننے کی ضرورت نہیں تھی۔ طالیہ جبران کے چہرے سے دیکھ... جان گیا تھا کہ صورتحال کیا رہی ہوگی۔

طالیہ اس کے شانے پر سر رکھے خاموشی سے آنسو بہا رہی تھی' اور وہ اسے تسلی... بھی نہیں کہہ پایا تھا۔ وقت جیسے سارے منظر ساکت چھوڑ گیا تھا۔

●●●

"There's no love, there's no hate
I left them for you to take
But know that every word was
A piece of my heart"

فینانہ کچھ الجھی ہوئی سی دکھائی دے رہی تھی' مگر وہ اپنا موڈ بحال رکھنا چاہتی تھی... کیلئے دانیال کے ساتھ تھی' مگر اس کا اندر بہت تاریک تھا۔ خوشی نام کی کوئی شے کہیں نہیں تھی... رمق نہیں تھی کہیں۔

دانیال اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا' اور وہ مروتاً مسکرا دی تھی۔

"اچھی لگتی ہو۔"

دانیال بولا تھا' اور وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"میرا مطلب ہے جب مسکراتی ہو تو اچھی لگتی ہو۔" دانیال نے مسکراتے ہوئے کہا تھا... فینانہ کیلئے مسکرانا جیسے ضروری ہو گیا تھا۔

"یور اسمائل از اے بیوٹی فل تھنگ ان دس ورلڈ۔"

"تھینکس......" فینانہ مسکرا دی تھی۔

"تم نے منگنی کا سوٹ چوز کر لیا؟"

"چوز نہیں کرنا تھا' وہ تو پہلے ہی ڈیزائن ہو چکا تھا' بس چیک کرنا تھا۔" فینانہ نے...

"وہاٹ ایور......" دانیال مسکرا دیا تھا۔ "بٹ اٹس کوائیٹ ایکسائٹنگ۔ میں جانتا ہوں تم... الوں ہو گی فینانہ' اتنی بھاگتی دوڑتی زندگی میں' کبھی اپنے لئے وقت ہی نہیں ملا' مگر اب سب... بہت اچھا لگ رہا ہے' مگر میں پھر بھی تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم خوش ہو فینانہ؟ کل... درمیان ایک نیا رشتہ جڑنے جا رہا ہے۔ ہم ایک نیا بندھن باندھنے جا رہے ہیں۔ سچ پوچھو... میں نے کبھی اس طرف سوچا ہی نہیں تھا۔ بزنس' گھر...... ریسپانسبلیٹیز اتنی زیادہ تھیں کہ وقت ہی... ملا۔ کبھی رک کر اپنی طرف دیکھوں' اور سوچوں۔ آئی واز اونلی ایٹین جب بڑے بھائی کی... ہو گئی۔ بابا پہلے ہی بیمار رہتے تھے۔ چھوٹے بھائی' اور منجھلے بھائی کو اس فیملی بزنس سے کوئی... ٹ نہ تھا۔ چھوٹے بھائی ڈاکٹر تھے' اور منجھلے بھائی اپنا الگ سے بزنس کر رہے تھے۔ میں سب... چھوٹا تھا' مگر ان تمام ریسپانسبلیٹیز کو مجھے سنبھالنا پڑا۔ پہلے کچھ مشکل ہوئی' مگر پھر سب ٹھیک ہو... گیا۔ میں نے اپنی بزنس ڈگری بھی کمپلیٹ کی' اور اس بزنس کو بھی دیکھا۔ اس سب کچھ میں اگر... کوئی چیز نظر انداز ہوئی تو بس وہ میرا اپنا آپ تھا' لیکن جب میں نے تم کو دیکھا تو میری دنیا ہی... بدل گئی۔

تم نے پھر سے بدل دی فینانہ! مجھے یقین ہی نہیں تھا' کوئی لڑکی اس طرح سب کچھ بدل... دے گی لیکن تم واقعی حیرت انگیز ہو۔" وہ اس کی طرف بھرپور توجہ سے دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا۔

فینانہ نے ایسا کچھ پہلے اس کی زبان سے نہیں سنا تھا۔

سب کچھ نیا تو تھا' مگر اندر کہیں کوئی رمق نہیں جاگ رہی تھی۔

سب کچھ سب خاموش سا تھا۔ اک سکوت سا تھا۔

"تم ایسی لڑکی ہو' جو کسی کی بھی لائف کو کمپلیٹ کر سکتی ہے۔ میری زندگی میں بھی مجھے... کوئی کمی دکھائی نہیں دیتی۔" دانیال نے اس کا ہاتھ بہت آہستگی سے اپنے ہاتھ میں لیا تھا' مگر وہ سوائے خاموشی سے دیکھتے رہنے کے' اور کچھ نہیں کر سکی تھی۔

"میں نے اس سے پہلے صرف بزنس پلاننگ کی تھی فینانہ...... مگر تم نے مجھے لائف... پلان کرنا سکھایا ہے۔ یہ تم ہو' جسے دیکھ کر میں اب اپنی زندگی کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ میں نے کبھی تمہارے جیسی لڑکی کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ ہاں' سوچا تھا کوئی ہوگی...... مگر تم جیسی... ہی ہوگی' مجھے اندازہ نہیں تھا۔"

دانیال پتا نہیں کب سے یہ سب کہنا چاہ رہا تھا' اور کہہ نہیں پایا تھا...... وہ نہیں جانتی تھی' مگر وہ خود کو اس سب کو سننے کیلئے تیار نہیں پا رہی تھی۔ اس فائیو اسٹار ہوٹل کے ماحول میں اسے... گھٹن کا احساس ہوا تھا۔

تبھی دانیال کا اچانک دانیال کا فون بجا تھا۔

"ایکسکیوز می......" وہ کہتا ہوا اٹھا تھا' اور چلتا ہوا دور نکل گیا تھا۔ وہ سر جھکا۔۔۔

ہوئی صورتحال کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔

"آپ اس طرح سر جھکائے کیا سوچ رہی ہیں اس وقت؟"

ایک جانی پہچانی آواز ابھری تھی' اور فینانہ نے پل میں چونک کر دیکھا تھا۔ سا۔۔۔

پیرزادہ کو بیٹھے دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی۔

پل بھر کو تو خواب ہی لگا تھا...... اس کا اپنا وہم......

وہ بے تاثر بن کر تکتی چلی گئی تھی' اور اس طرف دیکھنے لگی تھی' جس طرف دانیال گیا۔۔۔

"آپ انتظار کر رہی ہیں؟ مگر میں تو آپ کے سامنے ہوں۔"

اعتبار مسکرا رہا تھا۔ فینانہ کو ماننا پڑا تھا' یہ صرف اس کا وہم یا خیال نہیں تھا۔ وہ وا۔۔۔

واقعی موجود تھا' مگر وہ ایک حیرت سے صرف اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جانے کیوں یقین نہ۔۔۔

پا رہی تھی۔

"یہ ایسے کیا دیکھ رہی ہیں آپ' جیسے میں کوئی خواب ہوں' اور آپ نیند میں ہیں۔۔۔

چھوڑیے لائیے دیکھیے اپنا ہاتھ۔"

کہنے کے ساتھ ہی اعتبار نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا' اور اس سے پہلے۔۔۔

کوئی بات کہتی' اعتبار نے سرعت کے ساتھ اس کے ہاتھ کی تیسری انگلی میں رنگ پہنا دی تھی۔

فینانہ حیران رہ گئی تھی' مگر اعتبار نے اپنا کام مکمل کرنے کے بعد ہاتھ کو لبوں تک۔۔۔

کر بہت احترام سے چھوا تھا' اور مسکرا دیا تھا۔

"دیٹ واز اے ڈریم۔ میں تمہارے ہاتھ کی اس انگلی میں اپنے نام کی رنگ۔۔۔

دیکھوں...... تمہاری زندگی میں...... آنے والا پہلا شخص میں ہوں......' اور میں اعتبار۔۔۔ تم۔۔۔

فینانہ' میں نے تمہیں کسی خواب موسم میں تنہا نہیں چھوڑا۔ تھوڑی اسٹوپڈ ہو' مگر بہت اچھی لگ۔۔۔

اینڈ یو آر دی ون ان دس ورلڈ۔ آئی کین ڈو ایوری تھنگ فار یو۔"

یہ کیا ہو رہا تھا' کیوں ہو رہا تھا فینانہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔

وہ پاگل تھا...... دیوانہ تھا...... وہ اتنا تو جانتی تھی' مگر وہ ایسی کوئی حرکت کرے گا' وہ۔۔۔

جانتی تھی۔

دانیال فون سن کر پلٹ رہا تھا۔ فینانہ نے ایک لمحے میں اپنا ہاتھ اعتبار کے ہاتھ۔۔۔

تھا۔

"کچھ حاسد ہوں فینانہ' تم نہ مانو...... مگر میں کسی اور کے نام کی رنگ تمہارے ہاتھ۔۔۔

نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے تو اس ہوا پر بھی غصہ آتا ہے' جو تمہیں چھوتی ہے' پھر کیا کروں؟"

اعتبار کو جیسے کسی بات کی پروا نہیں رہی تھی۔ عجب جنونی ہو رہا تھا وہ......

دانیال سر پر پہنچ چکا تھا۔

فینانہ جیسے کبوتر بن کر سر جھکا گئی تھی۔ پل بھر کو آنکھیں بھی میچ لی تھیں۔

"اوہ اعتبار' تم یہاں...... وہاٹ اے پلیزنٹ سرپرائز۔"

دانیال کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔ اس نے اپنا رنگ والا ہاتھ یکدم ہی چھپا

لیا تھا۔ وقت ایسا تھا کہ وہ رنگ اتارنے کا یا اعتبار سے کچھ کہنے کا رسک نہیں لے سکتی تھی۔

"میں یہاں ایک کام سے آیا تھا۔ فینانہ کو تنہا بیٹھے دیکھا تو چلا آیا۔ انہوں نے بتایا'

آپ بھی یہیں ہیں' ایسا چانچ کیا ہے چاچو! اتنی رومینٹک ڈیٹ پر بھی آپ بزنس کالز ریسیو کر رہے

ہیں؟ اپنی لائف پارٹنر' اور رومینٹک لائف کا کچھ خیال کیجیے۔ پلک جھپکتے ہی لمحے گزر جاتے ہیں

چاچو۔" وہ بہت پرسکون انداز میں مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ دانیال مسکرا دیا تھا۔

"تمہارا مطلب ہے میں ہر وقت اپنی آنکھیں کھلی رکھوں۔ بات ویسے غلط نہیں ہے' مگر

ان دنوں میں اپنی آنکھوں کو بند رکھنا چاہتا ہوں۔ کبھی کبھی خواب بہت مزہ دیتے ہیں یار۔"

"ہاں جانتا ہوں میں' ایسی کنڈیشن آتی ہے لائف میں' اینی ہاؤ' انجوائے یور ڈنر۔ چلتا

ہوں۔" اعتبار اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"بیٹھو نا یار' آج ڈنر ساتھ میں کرتے ہیں۔" دانیال نے آفر دی تھی۔

"نہیں' آپ اپنی ڈیٹ انجوائے کریں۔ ہم فیملی ڈنر کبھی بعد میں کر لیں گے۔"

اعتبار نے فینانہ کی طرف ایک نگاہ دیکھا تھا' پلٹا تھا' اور چلتا ہوا' ہوا ہو گیا تھا۔

"آپ کو کیا ہوا؟" دانیال نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔

دانیال کی آواز سے چونکا گئی تھی۔ اس کا چہرہ اس وقت دھلے لٹھے کی طرح سفید تھا۔

کوئی جرم نہ کر کے بھی وہ اس گھڑی' جیسے جرم کے کٹہرے میں کھڑی تھی۔

اس لمحے سوائے خالی خالی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکی تھی۔

"ڈنر شروع کریں۔"

"میری...... طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے دانیال! میں...... میں گھر جانا چاہتی ہوں۔" اس

نے بمشکل کہا تھا۔

دانیال نے اس کے چہرے سے اس کی کیفیت جانی تھی' اور کوئی اصرار نہیں کیا تھا۔ تب

وہ اٹھی تھی' اور چلتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔ باہر گاڑی میں ڈرائیور اس کا منتظر تھا۔ اس نے

سیٹ کی پشت سے سر لگا کر ایک گہری سانس خارج کی تھی۔ گاڑی چل پڑی تھی۔ دھیان تبھی اپنی

اس انگلی کی طرف کیا تھا۔

اس نے ایک لمحے میں اس ہاتھ کو دیکھا تھا۔

تیسری انگلی میں وہ رنگ چمک رہی تھی۔

طمانہ نے وہ رنگ ہاتھ سے نکالی تھی' اور پرس میں ڈال دی تھی۔ آنکھیں بار بار بھیگنے لگی تھیں۔

●●●

سچ نے کافی بنائی تھی' اور کپ لے کر چلتا ہوا اس کی طرف آ گیا تھا۔ وہ سر جھکائے خاموشی سے بیٹھی تھی۔ سچ نے کپ اس کی طرف بڑھایا تھا۔

طالیہ نے اس کی طرف دیکھے بغیر کافی کا کپ تھاما تھا۔ سچ اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا

"تم کافی لے کر فریش ہو جاؤ' تب تک میں ڈنر تیار کرتا ہوں۔ شاید تم جانتی نہیں ہو میں بہت اچھا شیف ہوں۔ اٹالین' چائنیز' کچھ بھی کہو' بندہ حاضر کر دے گا۔ تمہارا کریہ سب کرنا آتا ہے ورنہ وہاں جب انڈیا میں مام کے ساتھ تھا تو مجھے ایک انڈا تک بوائل کرنا نہیں آتا تھا۔"

وہ غالباً اس ثقیل صورتحال کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا تھا' مگر طالیہ پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا تھا۔

"مجھے واپس جانا ہے سچ! آئی ڈی سائیڈڈ۔" وہ کافی کا سپ لے کر بہت اطمینان سے بولی تھی۔

سچ کا دل ایک لمحے میں جیسے مٹھی میں آ گیا تھا۔ کچھ لمحوں تک وہ بالکل نہیں بول سکا تھا پھر مسکرا دیا تھا۔

"طالیہ' آئی ایم ہیئر۔ تمہیں کوئی شے چاہیے' کسی بھی طرح کی مدد کی ضرورت ہے تو تم تنہا نہیں ہو۔"

پتا نہیں اس نے اپنی دانست میں کیا جتانے کی کوشش کی تھی' مگر طالیہ کچھ نہیں بولی تھی وہ اس لمحے اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی' مگر اس کی آنکھوں میں تیرتی نمی وہ بغور دیکھ رہا تھا۔

"طالیہ' میں جانتا ہوں جب کچھ ٹوٹتا ہے تو دکھ ہوتا ہے' مگر ہمیں یہ درد برداشت کرنے کی عادت ڈال لینی چاہیے اگر ہم کامیابی سے جینا چاہتے ہیں' اور آگے بڑھنا چاہتے ہیں تو کچھ مشکل ہے یہ...... مگر ناممکن نہیں ہے۔"

"مجھے کہیں آگے نہیں بڑھنا ہے سچ! مجھے واپس جانا ہے۔"

طالیہ نے آنکھوں کو رگڑ کر ہاتھ کی پشت سے صاف کیا تھا۔ اس کیلئے غالباً بہلنا آسان نہیں تھا۔

"طالیہ' تمہیں سوچ سمجھ کر فیصلہ لینے کی ضرورت ہے۔"

"پرشانت راج سچ دیو۔ سوچتے وہ ہیں' جن کے پاس سوچنے کے آپشن بچے ہوں' اور میرے پاس کچھ باقی نہیں رہا۔ مجھے اماں کی بہت یاد آ رہی ہے سچ! مجھے واپس جانا ہے...... بیوقوف تھی میں...... زندگی کو اپنے رخ پر موڑنا چاہتی تھی۔ اپنے اشاروں پر چلانا چاہتی تھی' مگر ایسا نہیں ہوتا۔"

طالیہ بہت شکستہ سی تھی' مگر سچ جانے کیوں اسے یہ نہیں بتا پایا تھا کہ وہ یہاں سے نہیں جائے کیونکہ وہ ایسا نہیں چاہتا۔

"تم نے سوچا ہے' تم واپس جا کر کیا کرو گی؟" سچ نے اس سے دریافت کیا تھا۔

"اب سوچنے کو باقی کیا بچا ہے سچ؟ ایک زندگی تھی' سو وہ تمام ہوئی۔ اب مجھے وہ خسارے کی پروا نہیں ہے۔ میں زندگی کے جس موڑ پر کھڑی ہوں' وہاں میں خالی ہاتھ ہوں۔"

طالیہ کا لہجہ مدہم تھا۔

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو طالیہ۔" سچ نے اسے ڈپٹا تھا۔

"میں بیوقوفی کی کوئی بات نہیں کر رہی سچ! تم میرے اچھے دوست ہو' میں نے آج تک ہر بات مانی ہے تمہاری پلیز' اب مزید کسی بات کیلئے انسسٹ مت کرو۔ میں اپنی عقل کیخلاف جانا نہیں چاہتی۔" طالیہ کا لہجہ قطعی تھا۔

سچ ہزار چاہنے کے باوجود کچھ نہیں کہہ پایا تھا۔

"میں یہاں جس مقصد کیلئے آئی تھی' وہ ختم ہو گیا ہے سچ!' اور اب کچھ باقی نہیں رہا۔ میری سمجھ میں یہ بات آ گئی ہے۔ زبردستی کچھ نہیں ہوگا۔ اگر میں آج شکستہ ہوں تو اس میں قصور کسی کا نہیں' میرا خود کا ہے۔ میں پاگل تھی' ریت کے گل بناتی رہی۔"

طالیہ سخت پرملال تھی۔

سچ اٹھا تھا' اور چلتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

●●●

"اذیان' طالیہ کہاں ہے؟" حاکم چغتائی اس کے سامنے کھڑے دریافت کر رہے تھے' اور اس نے شانے اچکا دیے تھے۔

"مجھے نہیں پتا ڈیڈ۔" وہ بے فکر دکھائی دیا تھا۔

حاکم چغتائی اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔

"اذیان بیٹا! وہ گھر میں نہیں ہے' اور کسی کو بھی اس کے بارے میں کچھ پتا نہیں ہے۔ میں پورا گھر دیکھ آیا ہوں۔" حاکم چغتائی پریشانی سے گویا تھا۔

"نہیں کہیں نہیں گئی ڈیڈ! آپ اتنا پریشان کیوں ہو رہے ہیں؟"

"پریشانی کی بات ہے بیٹا! تمہارے لئے نہیں' مگر میرے لئے مجھے اس بات کا جوابدہ ہونا ہے۔ میں نے اس کا خیال نہیں رکھا' کتنی آس لے کر آئی تھی وہ یہاں مگر......"

"آپ نے زبردستی رشتے جوڑنے کی کوشش کی ڈیڈ......! اور زبردستی رشتے نہیں۔ بہرحال اس کے جانے کا مجھے بھی ملال ہے' مگر اگر وہ چلی گئی ہے تو یہی اس کے حق میں بہتر ہے۔ اس کیلئے اس سے بہتر کوئی حل نہیں تھا۔

ادیان حاکم چغتائی مطمئن دکھائی دیا تھا۔ حاکم چغتائی اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔

"غلطی تمہاری نہیں ہے ادیان' کبھی کبھی انسان ہیرے کی پہچان نہیں کر پاتا۔ عقل پر ایسے پتھر پڑے ہوتے ہیں کہ کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ تمہیں آج اپنی غلطی کا احساس نہیں ہے' لیکن ایک دن ضرور ہوگا۔ طالیہ نے اگر یہ گھر چھوڑا ہے تو اس میں اس کی اپنی مرضی کہیں شامل نہیں رہی ہوگی۔ اس کے پیچھے ضرور کوئی وجہ رہی ہوگی۔ میں اس بات کو ضرور کھوجنا چاہوں گا' مگر اگر اس کی وجہ تم ہو تو تمہیں اس کا خمیازہ ضرور بھگتنا ہوگا بیٹے' میں ہر شے برداشت کر سکتا ہوں' مگر اس بچی کے ساتھ کوئی ناانصافی برداشت نہیں کر سکتا۔

اسے اس رشتے میں' میں نے باندھا تھا۔ اب اس کی خوشیوں کی فکر کرنا بھی میری ذمہ داری ہے۔ وہ میری بیٹی ہے ادیان' میں تمہارے معاملے میں کوتاہی برت سکتا ہوں لیکن اس کے معاملے میں کوتاہی برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر اگلے چوبیس گھنٹوں میں اس کا کوئی سراغ نہیں ملا تو میں تمہیں ڈس اون کر دوں گا۔ آج میرے بزنس کے وارث تم ہو مگر...... اگر چوبیس گھنٹوں میں وہ اس گھر میں واپس نہیں آئی...... تو تم اس سب سے محروم ہو جاؤ گے۔ مجھے طالیہ جبران اس گھر میں چاہیے۔ اس گھر کی بہو اور بیٹی کے روپ میں۔ دیٹس آل......" حاکم چغتائی نے کہا تھا' اور چلتے ہوئے باہر نکل گئے تھے۔

ادیان حاکم چغتائی ساکت کھڑا رہ گیا تھا۔

●☺●
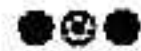
I'm not quite sure what's goin' on
But all through and all night long
I've been thinking about you
The looking your eyes when you smile that way
The sound of your voice sayin' my name
I've been thinking about you

Just keep thinking about you

"فریدوں۔"

وہ چلتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب غادیہ نے اسے پکارا تھا۔ وہ رک گیا تھا اور مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"اتنی رات تک کہاں تھے تم؟" اس کی طرف بڑھتے ہوئے تشویش سے پوچھا تھا۔

"کچھ ضروری تھا' کام تھا۔ آپ سوئی نہیں اب تک؟" فریدوں اپنی فطری نرمی سے گویا تھا۔

غادیہ نے سر انکار میں ہلا دیا' پھر بولی تھی۔

"فریدوں کچھ اندازہ ہے تمہیں۔ کیا وقت ہوا ہے۔ اس طرح سے باہر رہنا۔ وہ بھی اتنی رات گئے۔ کوئی اچھی بات ہے کیا؟" غادیہ نے ڈپٹا تھا۔

وہ جواباً کچھ نہیں بولا تھا۔ بس سر جھکائے بچوں کی طرح کھڑا تھا۔ عجب سعادت مندی تھی۔

"کھانا کھایا ہے تم نے؟" غادیہ کو کچھ نرمی برتنا پڑی تھی۔

"نہیں بھوک نہیں غادیہ۔ آپ نے کھانا کھایا؟" اسے خود سے زیادہ اس کا خیال تھا۔

"ہاں کھا لیا تھا' سب ڈنر پر تمہارا انتظار کر رہے تھے۔ اماں پوچھ رہی تھیں۔ کہاں غائب رہتے ہو آج کل' سب تمہیں لے کر فکر مند ہو رہے ہیں' مگر تم......"

"میں ٹھیک ہوں غادیہ' آپ خوامخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔"

"تم بہت بدل رہے ہو فریدوں' یہ بالکل بھی ٹھیک نہیں ہے۔"

"کہاں بدلا ہوں میں۔" وہ مسکرا دیا تھا۔ "میں تو آج بھی...... چھوڑیئے جانے دیجیے۔ آپ ڈنر پہ جانے والی تھیں نا؟"

"جانے والی تھی۔ رامم گھر آ رہے تھے ڈنر پہ۔"

"اوہ آئی سی۔" اس نے ہونٹ سکوڑے تھے۔

"کیا ہوا؟" غادیہ نے اسے دیکھا تھا۔

"کچھ نہیں۔ آپ جا کر سو جائیے۔ رات بہت ہو گئی ہے۔ میں بھی سونا چاہتا ہوں۔ گڈ نائٹ۔" وہ کہہ کر یکدم ہی چلتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

غادیہ دیکھتی رہ گئی تھی۔

●☺●

بہت الجھے ہوئے دماغ کے ساتھ وہ کچھ دیر تک یونہی ٹہلتی رہی تھی' پھر تھک کر بیٹھی تھی' تبھی دھیان پرس کی طرف گیا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر پرس اٹھایا تھا' اور بہت آہستگی سے اس

میں سے وہ رنگ برآمد کی تھی۔

تبھی ماضی اس کی آنکھوں میں در آیا تھا۔ جہاں وہ تھی...... اور اشعار تھا۔

"تم نہ مانو' مگر میں واقعی حاسد ہوں۔"

"شٹ اپ اشعار۔" وہ مسکرائی تھی۔

"قسم سے...... سچ میں مجھے لگتا ہے اگر کوئی تمہارا ہمارے فرینڈ یا فیانسی یا [illegible]

میں اسے برداشت نہیں کر پاؤں گا۔ اس اسے ٹرو تھو۔ یہ وہ جیلسی ہے' جو میں اپنے اندر اس [illegible]

دیکھے بندے کیلئے محسوس کرتا ہوں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا' اور وہ کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔

"تم اس بندے سے جلتے ہو جو دنیا میں پتہ نہیں کس جگہ چھپا بیٹھا ہے۔ [illegible]

میری لائف ہے' مگر مجھے اس بندے کو لے کر کوئی خاص تجسس نہیں ہے' مگر تم......"

"تمہیں کیوں تجسس ہونے لگا۔ تمہیں تو اطمینان ہے' مگر تم لکھ کر رکھ لو۔ تمہاری [illegible]

میں میرے علاوہ...... کہیں کوئی نہیں ہے۔" وہ مکمل پر یقین لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"اوہ رئیلی؟" وہ مسکرا دی تھی۔

تبھی اشعار نے اس کا ہاتھ تھاما تھا' اور مکمل سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھ [illegible]

بولا تھا۔

"سنو مجھے نہیں پتا' وقت کیا کہانی لکھتا ہے' مگر میں تمہیں وہ بتا رہا ہوں جو میں محسوس کر

رہا ہوں۔ مجھے لگتا ہے لبنانہ' تمہارے ان ہاتھ کی لکیروں میں میرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ یہ ہاتھ

صرف میرے نام کی رنگ پہننے کیلئے رہتا ہے' اور اس ہاتھ میں ایک دن بہت چپکے سے میں [illegible]

نام کی رنگ پہنا دوں گا۔ تم صرف حیران نظروں سے مجھے دیکھتی رہ جاؤ گی۔ کچھ بول بھی نہیں [illegible]

گی۔ ایک ہلکا سا انکار بھی نہیں ہوگا تمہارے لبوں پر...... ہاں صرف طلب ہوگی۔ ان آنکھوں میں

میرا ہو جانے کی۔"

اس کے مدھم لہجے میں جانے کیا سحر تھا کہ وہ ساکت سی اس کی طرف دیکھتی رہ گئی تھی'

مگر وہ اسی لمحے یکدم اس کا ہاتھ چھوڑ کر ہنس دیا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ پاگل ہو بالکل۔" وہ جیسے ایک گہرے خواب سے جاگی تھی۔

وہ جب چاہتا' جو چاہتا کر سکتا تھا۔

ماحول کو اپنے سنگ باندھ سکتا تھا۔

لبنانہ نے ہاتھ کا ایک مکا بنا کر اسے کھینچ مارا تھا۔

مگر وہ ہنس دیا تھا۔

"تم سچ میں کھو گئی تھیں ناں۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا تھا۔

لبنانہ نے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"نہیں' بالکل نہیں۔"

"جھوٹ مت بولو لبنانہ' ایک پل کو تو تم بالکل کھو ہی گئی تھیں۔ آئی ایم ناٹ رونگ۔"

"ہاں کھو گئی تھی۔ لڑکی ہوں میں اشعار۔ خواب میں بھی دیکھتی ہوں' مگر مجھے وہ خواب

دیکھنا اچھا لگتا ہے جن کی کوئی تعبیر بھی ہو۔"

"میں تمہیں خواب نہیں' یقین دے رہا تھا۔ پاگل۔ ایسا ہو بھی سکتا ہے ایک دن۔"

"ہو بھی سکتا ہے......' اور ہونے میں یا ہوگا میں فرق ہے اشعار' میں تمہیں یہی بات بتانا

چاہ رہی تھی۔"

"اور میں بھی تمہیں بتا رہا تھا کہ دراصل کیا ہوگا۔ سنو لبنیٰ' آپ کوئی ایسی مس ورلڈ نہیں

ہیں۔ بیٹھی رہیے آپ' انتظار کیجیے اپنے اس گنجے موٹے توند والے رائٹ مین کا جس کے آنے

کا کہیں دور دور تک کچھ پتا نہیں ہے۔ میں تو دوست ہونے کے ناتے ایک اچھی آفر دے رہا تھا۔

[illegible] چاہتا ہوں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی آنکھوں میں کوئی خواب چھوڑ کر وہ لاابالی لڑکا چلا

گیا تھا۔

اور آج وہ ایسا کر گیا تھا۔

کیا تھا یہ۔

کیوں کر رہا تھا وہ ایسا۔

جبکہ جانتا تھا کہ سب ناممکن ہے اب پھر۔

وہ ہتھیلی پر رنگ لئے بغور اسے دیکھ رہی تھی' جب سیل فون بجا تھا۔ لبنانہ نے فون اٹھا لیا

تھا۔

"سوئی نہیں اب تک؟" دوسری طرف ایک مانوس آواز تھی۔ وہی آواز' جس کے بارے

میں وہ سوچ رہی تھی۔ وہی آواز اس کی سماعتوں میں تھی۔

"مجھے سوچ رہی ہو نا؟" دوسری طرف لہجے میں ایک یقین تھا' اور وہ حیران بالکل نہیں

ہوئی تھی۔

"لبنانہ' تمہیں آج بھی میری باتوں پر یقین نہیں ہے نا؟" اس طرف سے کوئی جواب

نہیں گیا تھا' مگر دوسری طرف جیسے اسے خود کلامی کی عادت پڑ چکی تھی۔

"اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھی اس رنگ کو دیکھو لبنیٰ۔ تمہارا دل کیا کہتا ہے۔ تمہیں اب بھی

لگتا ہے کہ میں غلط ہوں؟"

"ہاں۔" فینا نے رسانیت سے بولی تھی۔

"تم غلط ہو اعتبار! تم کل بھی غلط تھے' مفروضوں پر باتیں کرتے تھے' اور آج بھی بھی غلط ہو۔ تم صرف خیالی' ہوائی باتیں کر سکتے ہو' اور کچھ نہیں۔ تمہیں لوگوں کو ان کا ہاتھ پکڑ کر خوابوں میں لے جانا اچھا لگتا ہے' مگر تم بھول جاتے ہو کہ حقیقت کا بھی کوئی وجود ہے۔ اب بھی تم اپنی آنکھیں بند کئے کھڑے ہو' مگر تمہارے سامنے حقیقت تمہارا منہ چڑا رہی ہے۔ اپنی آنکھوں کو کھولو اعتبار' حقیقت کیا ہے تم خود جان جاؤ گے۔ کل دانیال پیرزادہ کے ساتھ میری منگنی ہو جا رہی ہے' اور ان کے نام کی رنگ میرے ہاتھ میں ہوگی۔" وہ اسے بیدار کرنے کو بولی تھی' مگر دوسری طرف اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔

"تمہارے ہاتھ میں میرے نام کی رنگ ہے فینی' اور تم اب بھی یہ کہہ رہی ہو۔ ضرورت مجھے نہیں تمہیں آنکھیں کھولنے کی ہے۔ پاگل ہو آج بھی' کچھ سمجھ میں نہیں آتا تمہاری۔"

"اعتبار' تم بھول رہے ہو۔ جن لمحوں کا کوئی گواہ نہ ہو' ان کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ تم نے چور لمحوں میں چوروں کی طرح ایک اقدام کیا۔ اس کا گواہ تمہارے سوا کوئی اور نہیں ہے' مگر کل منگنی ہو گی' اسے دنیا دیکھے گی۔ تنہائی میں' چوروں کی طرح تو کوئی بھی' کچھ بھی کر سکتا ہے۔ دنیا کے سامنے تو اقدام کرنے والے کو دنیا بہادر کہتی ہے۔ اینڈ یو آر کاورڈ۔" اس نے انتہائی زہریلے لہجے میں کہا تھا' مگر وہ مسکرا دیا تھا۔

"فینی' اگر تمہاری شرط دنیا کے سامنے ایکسپٹ کرنے کی ہے تو میرے لئے وہ بھی بڑا مشکل نہیں ہے۔ مجھے چیلنج قبول کرنا اچھا لگتا ہے۔ زندگی میں کچھ تھرل تو یوں بھی ہونا ہی چاہئے۔ آئی ایم ریڈی فور دس چیلنج۔" اعتبار کا لہجہ پرعزم تھا۔

"گڈ نائٹ سویٹی' سویٹ ڈریمز' سلیپ ویل۔ ہم کل بات کریں گے۔ رات بہت ہو گئی ہے۔ اب تم سو جاؤ۔" اعتبار نے محبت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے شہد آگیں لہجے میں کہا تھا' اور فون بند کر دیا تھا' اور اس کی رہی سہی نیند بھی اڑ گئی تھی۔

●◎●
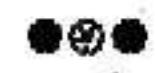
"اٹس ڈن' کل شام کی آپ کی سیٹ کنفرم ہے۔ اب آپ بتا دیجئے۔ کل شام تک آپ کہاں قیام کرنا چاہیں گی۔ یہیں اسی گھر میں یا پھر......؟" اس کی خواہشوں کا مکمل احترام کرتے ہوئے وہ اس وقت ایک سعادت مند انسان بنا کھڑا تھا۔ طالیہ جبران فوری طور پر کچھ نہیں بولی تھی۔

ہاں اس کی آنکھوں کے کنارے ایک بار پھر بھیگنے لگے تھے۔

"طالیہ! مت جاؤ لڑکی۔" کج نے جانے کیا سوچ کر مدہم لہجے میں کہا تھا۔ طالیہ کی آنکھیں چھلک پڑی تھیں۔

"یہ دنیا بہت بڑی ہے طالیہ' مگر یہ اتنی اچھی نہیں ہے۔ میں تمہیں کبھی بھی کسی تکلیف میں دیکھنا نہیں چاہتا طالیہ' مگر مجھے پتا ہے تم اکیلی تنہا کبھی بھی اپنا خیال نہیں رکھ پاؤ گی۔ تم اتنی اچھی' اتنی بھولی بھالی ہو کہ تمہیں پروٹیکٹ کرنے کو دل چاہتا ہے۔ لیٹ می ... خود کو سمیٹنے دو مجھے' میں تمہیں اس طرح بکھرا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔" جانے اتنی ہمت اس میں کیسے آ گئی تھی۔ کج وہ کہہ رہا تھا جو اب تک صرف اس کے دل میں تھا۔

"میری فکر مت کرو کج' مجھے وقت نے لڑنا سکھا دیا ہے۔"

"خاک سکھا دیا ہے۔ کچھ خبر نہیں ہے تمہیں اب بھی دنیا کی۔ اب بھی کوری کی کوری ہو تم۔" وہ جذباتی ہو رہا تھا۔

"کچھ بھی ہو کج۔ اب مجھے پروا نہیں رہی' میں جھیلنے کیلئے تیار ہوں۔"

"تم جھیلنے کیلئے تیار ہو' وہ ایم اٹ' مگر میں نہیں' جو تمہیں اس طرح اس حال میں نہیں دیکھ سکتا۔ محبت کرتا ہوں میں تم سے۔ آئی لو یو وِد اٹ' اٹس ناٹ فوری' تو سے ویٹ' اٹس ایزی فور یو ٹو سے ویٹ۔ تمہیں یا تمہاری ایک پور کو بھی تکلیف پہنچتی ہے تو مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ تمہاری ان آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ بھی باہر آتا ہے تو میری جان پر بن جاتی ہے۔ اس بات کا احساس کیوں نہیں ہے تمہیں۔ تمہیں رونا اچھا لگتا ہے۔ ماتم منانا اچھا لگتا ہے' مگر میں......" یکدم ہی وہ چپ ہو گیا تھا پھر احساس ہوا تھا تو ایک گہری سانس خارج کی تھی' اور بات مزید کئے بنا باہر نکل گیا تھا۔ طالیہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

●◎●
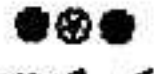
"آخر چلی کہاں گئی وہ۔ اب کیا کرو گے؟" مسز حاتم چغتائی نے ایک پریشانی کے عالم میں بیٹے کی طرف دیکھا تھا۔

ادیان جواباً کچھ نہیں بولا تھا' مگر شانے اچکا دیئے تھے۔

"حاکم تو اس لڑکی کیلئے اندھا ہو گیا ہے۔ آنکھیں بند ہو گئی ہیں اس کی۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا' اس کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں۔ اپنے بیٹے کو...... اپنے بیٹے کو سزا دے رہا ہے۔ ایک راہ چلتی لڑکی کیلئے' مجھے تو یہ سوچ کر حیرت ہو رہی ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو جو اس کے اس سارے ایمپائر کا مالک ہے وہ اسے اس سے دستبردار کرنے کو تیار بیٹھا ہے' اور وہ بھی اس دو ٹکے کی لڑکی کیلئے۔

جانے کیا گھول کر پلا دیا ہے اس نے حاکم کو۔ بنی بنی کرتے مرا رہا ہے۔ اپنے بیٹے ... ویسے تم نے کیا کہا تھا جو وہ یوں گھر چھوڑ کر فرار ہو گئی؟" مسز چغتائی نے بیٹے کی طرف ...

"میں نے اسے ریپ کیا تھا۔" ایک بہت بڑی بات وہ بہت آسانی سے ... حاتم چغتائی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔

"وہاٹ؟ تم نے اسے ریپ..... دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔ تم جانتے ... کیا ہے؟ تم نے ایسا کیا کیوں؟ اب اس لڑکی نے کوئی نئی مصیبت کھڑی کر دی تو ... حماقت کرو گے۔ مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔ بیٹے ایک طرف تم اسے اپنی بیوی ما... تھے' اور دوسری طرف...... سچ پوچھو تو بہت کمزور تھی وہ مگر...... تم نے ایک ہی لمحے میں ا... اسٹرانگ کر دیا۔ اب تو سوائے ڈوبنے کے' اور کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ دنیا ... لڑکیاں کیا مر گئی تھیں جو تم......"

"مام میرے لئے وہ برداشت سے باہر ہو گئی تھی۔ میں صرف یہ چاہتا تھا وہ یہاں ... چلی جائے' اور دوبارہ واپس کبھی نہ آئے۔ مجھے نہیں لگتا وہ ایسا کچھ کرے گی۔ اتنی عقل ... اس کے پاس۔ کہیں چھپ کر آنسو بہا رہی ہو گی یا پھر واپس پاکستان چلی گئی ہو گی ... بولا تھا۔

"جو بھی ہوا' یہ ٹھیک نہیں ہوا۔ حاکم کو اس بات کی خبر نہیں ہونی چاہیے کہ اس لڑکی ... چھوڑ کر جانے کی وجہ کیا تھا۔"

"مام میں جو فیل کر رہا تھا' وہ اب میری برداشت سے باہر تھا۔ ڈیڈ اسے میرے ... بزنس ٹرپ پر بھیجنا چاہتے تھے۔ آہستہ آہستہ کر کے اس کی پوزیشن ہمارے بزنس ایمپائر میں ... اسٹرانگ ہو رہی تھی۔ دوسری طرف منال مجھ سے دور جا رہی تھی۔ صرف اس کی وجہ سے ...

"اور اب تو وہ دور چلی ہی جائے گی بیٹے' جب تم دو کوڑی کے نہیں رہو گے۔" مسز ... چغتائی نے افسوس سے کہا تھا۔

"مام آپ تو جلتی پر تیل مت ڈالیے۔ آپ کو اپنے بیٹے کی حالت کا اندازہ نہیں ..." ادیان نے ماں سے شکوہ کیا تھا۔

"اندازہ ہے بیٹا' مگر اسے اس گھر سے باہر نکالنے کے کئی راستے' اور بھی ہو سکتے ... بہت بھونڈی سی بات بگاڑ دی۔ اب چوبیس گھنٹوں میں اسے حاکم کے سامنے لا کر ... کرو ے۔

"آئی ڈونٹ نو مام' مگر میں اسے اب اپنی زندگی میں مزید برداشت نہیں کر سکتا ...

... تو اچھا ہے ڈیڈ مجھے اپنے اس ایمپائر سے نکال باہر کریں۔ میرے لئے یہ سزا سہنا زیادہ آسان ہے' مگر اس سزا کو عمر بھر سہنا۔ ہاں آئی کانٹ بیئر ہر اس ناٹ ایزی فوری۔ ڈیڈ کو جو کرنا ہے وہ کر لیں' مگر میں اسے اس گھر میں' اپنی دنیا میں واپس نہیں آنے دوں گا۔" ادیان تھانے بیٹھا تھا۔

مسز چغتائی کی جان پر بن گئی تھی۔ اکلوتا بیٹا اپنے پاؤں پر خود آپ کلہاڑی مار رہا تھا۔ دکھ ... تو کیا ہوتا۔

"بیٹا! یہ ٹھیک نہیں۔ مانتی ہوں کہ میں وہ حلق میں اٹکا ہوا کانٹا ہے۔ اسے سہنا مشکل ہے ... نہیں اس ایمپائر کا وارث رہنے کیلئے یہ سب کرنا ہی ہو گا بیٹے۔ یہ وہ صورتحال ہے' جس میں ... کی ضرورت ہے' جوش کی نہیں۔ پل کی چپ' ہزار سکھ۔ تم اس لمحے کو سہہ لو۔ ایک بار اسے کہیں ڈھونڈ کر واپس لے آؤ' آگے میں سنبھال لوں گی۔ یہ بات' اب دیکھنا میرا کام ہے کہ اسے اس گھر سے باہر کیسے کرنا ہے۔"

"کہاں سے ڈھونڈ کر لاؤں۔ مجھے کیا پتا وہ کہاں گئی ہے مام۔" ادیان اس صورتحال سے ... دیا تھا۔

"تو ڈھونڈو بیٹا' تلاش کرنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے۔ اس لڑکی نے پاکستان میں رہ کر تم جیسے جینئس کی کھوج لگا لی' اور تم...... تم اسے نہیں ڈھونڈ سکتے۔ جس بات میں فائدہ ہو' بیٹے ... کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ اس کا فائدہ تمہیں ڈھونڈنے میں تھا۔ سو اس نے تمہیں ڈھونڈ لیا۔ اب تمہارا بھلا اسے ڈھونڈنے میں ہے تو تمہیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ سوچ بچار' ایٹ ... ایئرپورٹ انکوائری میں فون کر کے ہی معلوم کر لو۔ وہ پاکستان واپس گئی بھی یا نہیں۔ اگر یو کے میں ہے تو پھر اسے ڈھونڈنا اتنا مشکل نہیں ہے۔ تمہارا اس کی کھوج میں جانا' تمہیں کئی ... سے بچا سکتا ہے۔ اس ریپ کیس سے بھی' اور اس بزنس ایمپائر کو کھونے سے بھی وہ لڑکی اب تمہارے لئے معمولی نہیں رہی ہے۔ سوچ کچھ بیٹے۔" مام اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہتی ... مڑی تھیں' اور باہر نکل گئی تھیں۔ ادیان کے چہرے کا تناؤ بڑھ گیا تھا۔

●●●

وہ مکمل لوازمات کے ساتھ سج دھج کر ہال میں پہنچ گئی تھی' جہاں اس کی منگنی کی تقریب منعقد کی گئی تھی۔ اندر کا سارا اطمینان' مگر جیسے رخصت ہو چکا تھا۔

ایک دھڑکا سا لگا ہوا تھا

اضطراب پیرزادہ سے وہ اب کسی بھی بات کی توقع کر سکتی تھی۔

پے در پے اس کی ہمتیں بڑھ رہی تھیں۔ اس کے قدم اس کی طرف آ رہے تھے
سے وہ دیکھ رہا تھا۔ وہ لمحہ بہ لمحہ اس سے دور جا رہی ہے۔ وہ پاگل ہو رہا تھا' اور جنوں
حرکتیں کر رہا تھا۔

پیار تھا' محبت تھی یا صرف ایک ضد۔

وہ نہیں جانتی تھی۔

مگر اسے یہ پاگل پن کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اس کا جنوں اس سے کچھ بھی کروا سکتا تھا۔ اس کی ہمتیں اب اسے ہرا رہی
تھیں۔ کل شام جس طرح وہ اس کے ہاتھ میں رنگ پہنا گیا تھا اب بھی وہ کچھ بھی کر سکتا
منگنی کی تقریب ابھی شروع ہوئی تھی۔ کچھ ہی دیر میں دانیال نے اس کے ہاتھ میں
کی انگوٹھی پہنا دینی تھی' مگر اس کا دل بہت ڈر رہا تھا۔

اسے نہیں لگتا تھا۔ اعمار اس شادی کو ہونے دے گا۔

جب وہ اس کے اختیار میں تھی تب وہ بے خبر تھا' اور اب جب وہ اس کے اختیار سے
باہر تھی۔ وہ اس کیلئے پاگل تھا۔

بہت سے چہرے تھے۔ چہروں پر مسکراہٹیں تھیں۔ خوشی کا سماں تھا۔ سب ہی
اس کے چہرے پر خوشی کی کوئی رمق نہیں تھی۔

دانیال اس کی طرف دیکھ رہا تھا' قریب تھا۔

غالباً وہ کوئی مدھری' میٹھی سرگوشی بھی کر رہا تھا' اس کے کان میں' مگر وہ نہیں سن رہی تھی
اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس کی نظریں اس مجمع میں اس شخص کو تلاش کر
رہی تھیں' جو اب تک کہیں دکھائی نہیں دیا تھا۔

"لینی' کیا کر رہی ہیں آپ' کچھ مسکرایئے بھئی' دانیال بھائی ڈر جائیں گے
کہ آپ....." ماہم نے اسے گلے ملتے ہوئے مدھم سی سرگوشی کی تھی۔ وہ مسکرا نہیں پائی
"آئی نو آپ مشرقی لڑکی ہیں۔ ٹپیکل دیسی لڑکی... مگر پلیز اتنا مت شرمایئے
جینا کا فیڈنس رکھنے والی لڑکی۔ اس طرح بی ہیو کرے۔ اچھا نہیں لگتا۔"

ماہم نے چھوٹا ہونے کے باوجود اسے ڈپٹا تھا' مگر وہ اپنے چہرے کا رنگ نہیں
بدل سکی تھی۔ یہ اس کیلئے ممکن نہیں تھا۔ وہ خوفزدہ تھی اور

عین اسی لمحے اس کی نگاہ سامنے اٹھی تھی' اور اس کا دم حلق میں اٹک گیا تھا۔ جان
تھی۔

اعمار چلتا ہوا اس کی طرف آ رہا تھا۔

لینانہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا۔

اس نے یکدم ہی دانیال کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

ایک عجیب عدم تحفظ کا احساس ہوا تھا۔

"کیا ہوا؟" دانیال نے اس کے چہرے کی اڑی رنگت کو دیکھ کر دریافت کیا تھا۔ اس
سے قبل کہ وہ کچھ کرتا یا کسی کو کچھ بتا کر نیا ڈرامہ کری ایٹ کرتا' لینانہ کو یہ ڈرامہ ختم کرنا تھا۔

"تم ٹھیک تو ہو؟" دانیال نے اس کا ہاتھ تھام کر ملائمت سے دریافت کیا تھا۔ اس نے
سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنا ہے۔"

"ہائے چاچو بڑے ہینڈسم لگ رہے ہیں آپ' واٹ اے ڈیشنگ گائے۔" وہ سر پر پہنچ
چکا تھا' اور لینانہ کی سانس اوپر کی اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی تھی۔ اس لمحے میں کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

●●●

لبنانہ کے دل کی دھڑکنیں معمول پر نہ تھیں۔ پتا نہیں اعشار کو اب کیا کہنا تھا۔ وہ یونہی
پر خوفزدہ تھی۔ وہ اعشار سے ہر طرح کی بات ایکسچینج کرتی تھی' مگر وہ اس کی طرف دیکھ کر
تھا پھر دو قدم آگے بڑھ کر چاچا سے کوئی بات کی تھی۔ آواز مدھم تھی یا پھر وہ اپنے اندر کے شور میں
اتنی کھوئی ہوئی تھی کہ سن ہی نہ سکی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد وہ پلٹ کر دور جا رہا تھا۔

"کیا ہوا تمہیں؟"

دانیال نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔ وہ چونک پڑی تھی۔ چہرہ دھلے ہوئے
طرح سفید تھا' جیسے بدن میں لہو ہی نہ ہو۔ لبنانہ کو اپنے اردگرد صرف سناٹا سنائی دے رہا تھا۔

"نہیں' کچھ نہیں۔" اسے اپنے اندر کا احوال عیاں نہیں کرنا تھا سو وہ بولی تھی۔

دانیال نے اسے چند لمحوں تک خاموشی سے دیکھا تھا پھر مسکرا دیا تھا۔

●◎●

"او گاڈ! اب اس لڑکی کو کہاں سے ڈھونڈیں گے؟ آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی؟"
حاکم چغتائی انتہائی اکتائے ہوئے انداز میں بولی تھیں۔

"تم نے ایئرپورٹ پر پتا کر لیا؟ انکوائری کیا کہتی ہے؟"

"وہ پاکستان واپس نہیں گئی۔ شی از ان یو کے اسٹل ممی۔" ادیان بولا تھا۔

"تم اس کے کمرے میں دیکھو یا اس کے سامان میں کوئی شے تو مل جائے گی۔ اس طرح
ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے سے کیا ہوگا؟"

مسز حاکم چغتائی بہت زیادہ پریشان ہو رہی تھیں۔ اتنی پریشانی تو انہیں طالیہ کے یہاں
رہنے سے بھی نہ تھی جتنی اب اس طرح اس کے چلے جانے سے تھی۔

ادیان حاکم چغتائی خاموش کھڑا کچھ سوچتا رہا تھا پھر اٹھ کر اس کے کمرے میں چلا گیا
تھا۔

کوئی سامان کہیں نہیں تھا۔ آخری بار جب وہ اس کمرے میں آیا تھا تو وہ اپنا سامان

رہی تھی۔ اب تک کمرے کی چیزیں اسی طرح تلپٹ تھیں۔ بیڈ شیٹ فرش پر تھی' اور وہ جھکا تھا۔
کے کنارے فرش پر طالیہ کا سیل فون پڑا دکھائی دیا تھا۔ ادیان نے جھک کر اٹھایا تھا' اور فون
ہسٹری چیک کی تھی۔ اس کے contacts میں جتنے لوگ تھے' ان کے نمبرز وہاں تھے وہ
بہت سے نام وہی تھے جنہیں وہ بھی جانتا تھا' اور وہ نام اور نمبرز آفس کے لوگوں کے تھے یا
مختلف کمپنیز کے۔ چیک کرتے کرتے ادیان کا ہاتھ یکدم ایک نمبر پر رکا تھا' اور اس کے ہاتھ
سراغ لگ گیا تھا۔

●◎●

"میں چاہتا تھا طالیہ' تم کہیں مت جاؤ' یہیں رہو' مگر تم بہت ضدی ہو۔" سچ نے کہا تھا۔

"یہ ضد نہیں ہے سچ' یہ بات میرے وقار کی ہے۔ تم نہیں سمجھو گے۔" وہ ایک پل میں ہی
بکھری دکھائی دی تھی۔

"میں سمجھتا ہوں طالیہ! ڈونٹ سے دیٹ آئی ڈونٹ انڈر اسٹینڈ" مگر یہ مسئلے کا حل نہیں
ہے۔ تم یہاں اس کیلئے آئی تھیں رائٹ' تو پھر اب اس طرح بھاگ کیوں رہی ہو؟ یہ تم نے اسے
کہ تم اس کی وائف ہو؟"

"ہاں' جتایا ہی تھا' ثابت تو نہیں کر پائی' اور اس نے جس طرح کا درندوں جیسا سلوک
میرے ساتھ کیا وہ......"

وہ ایک بار پھر رو رہی تھی' اور سچ بے بس تھا۔ کتنی ہی دیر وہ خاموشی سے اس کی طرف
دیکھتا رہا تھا پھر بولا تھا۔

"کیا مجھے تمہیں یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ تمہارے اس طرح رونے سے مجھے تکلیف
ہوتی ہے؟" بے بس سے لہجے میں وہ کہہ رہا تھا' اور طالیہ نے اپنی آنکھیں یکدم ہی پونچھ دی
تھیں۔

"سچ' تم جانتے ہو اگر میں چاہوں تو یہاں رہ سکتی ہوں۔ اسے اس کے اس وحشیانہ
اقدام کی سزا میں جیل بھجوا سکتی ہوں' مگر میں ایسا کچھ کرنا نہیں چاہتی۔" بے بسی طالیہ کے لہجے
میں بھی تھی۔

"تمہیں بتاؤں طالیہ' تم اس طرح کرنا کیوں نہیں چاہتیں؟ کیوں کہ تم اس سے محبت
کرتی ہو۔ یہ محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ اگر آپ کا محبوب آپ کو قتل بھی کر دے تو آپ اف تک
نہیں کرتے۔ تم اسے رعایت دے رہی ہو طالیہ' اور یہ رعایت محبت کی ہے۔ محبت ایسی ہی ہے۔
ہر خطائیں معاف کر سکتی ہے' اور طالیہ' میں جانتا ہوں تم نہ تو اس سے متنفر ہو سکتی ہو نہ ہی اس
سے نفرت کر سکتی ہو' چاہے وہ کتنا ہی برا سلوک تم سے روا رکھے۔ جواباً اسے دینے کیلئے تمہارے

پاس نفرت پھر بھی نہیں ہے۔" بچ نے اسے حقیقت بتائی تھی' اور طالیہ سر جھکا گئی تھی۔

"راج پرشانت بچ دیو میں نے بچپن سے ایک نام سنا تھا صرف' صرف ...
اس نام' اس خیال کے سنگ بسر کیے اس کیلئے میں اس کی کچھ نہیں ہوں' مگر میرے ...
سب کچھ ہے۔ میں نے اس کی کھوج میں اپنی پوری عمر لگا دی۔ اسے کھوجتے میں ا...
اپنا سب کچھ گنوا دیا۔ اس کی لگن نے مجھے سونے نہیں دیا۔ کتنی شبوں تک میں سو نہیں ...
نہیں جانتا یہ بات۔ میں اسے کبھی بتا ہی نہیں سکی۔ شاید کبھی بتا بھی نہیں سکوں گی۔ اس ...
اس کی کچھ نہیں ہوں' مگر وہ میرے لئے سبھی کچھ ہے۔ اس نام کو کبھی بھول ہی نہیں سکی ...
نے کبھی مجھے یاد کیا ہی نہیں۔ اس کی زندگی میں' میں کہیں نہیں تھی' مگر میری دنیا میں ...
تھا۔ میں اپنی ہر سانس کے ساتھ اس کا نام لیتی تھی۔ اس کے نام کی مالا جپتی تھی' اور وہ ...
نام تک نہ جانتا تھا۔"

طالیہ کا لہجہ بکھرا بکھرا سا تھا۔ تبھی ڈور بیل ہوئی تھی۔ بچ نے اس کی طرف ...
اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

●❀●

رشتوں کے نام کس طرح بنتے ہیں۔
رشتے کس طرح جڑتے ہیں۔
صرف نام سے یا پھر اپنی مہر ثبت کر دینے سے۔

دانیال پیرزادہ کے نام کی انگوٹھی اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ اس کے نام سے ...
مگر ... پھر وہ احساس کیا تھا' کیوں وہ خیال دھیان سے اوجھل نہ ہو رہا تھا۔ اگر صرف ...
ایک رنگ پہنا دینے سے یہ منگنی تھی تو پھر وہ کیا تھا جب اعتبار پیرزادہ نے اس کی انگلی میں ...
پہنائی تھی؟ پتا نہیں کیوں وہ اس کے بارے میں سوچ رہی تھی؟ اس رنگ کے انگلی ...
ہوئے بھی اس رنگ کو پرس سے نکال کر دیکھ رہی تھی۔ حیرت اسے اعتبار پر تھی۔ جتنا ...
تھا' اس نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔

وہ کتنی خوفزدہ تھی' مگر کتنا پرسکون رہا تھا وہ۔ کیا کرنا چاہتا تھا وہ؟ اس کے اس ...
کیا تھا آخر؟ اور وہ کیوں سوچ رہی تھی اس کے بارے میں۔ اگر وہ اتنا غلط تھا تو۔

"فینانہ' سوئی نہیں ہیں آپ؟"

ماہم نے کمرے میں قدم رکھا تھا۔ اس نے یکدم ہی ہاتھ میں پکڑی رنگ مٹھی میں ...
لی تھی۔ ماہم نے کافی کا کپ اسے تھمایا تھا۔

فینانہ مروتاً مسکرا دی تھی۔ "تم سوئی نہیں اب تک؟"

"نہیں' تھکن بہت تھی' مگر نیند نہیں آ رہی تھی۔ کافی بنانے کیلئے جا رہی تھی۔ آپ کے کمرے کی لائٹ جلتے دیکھی تو ایک کپ آپ کیلئے بھی بنا لائی۔ لگا جاگ رہی ہوں گی آپ۔" ماہم نے وضاحت دی تھی۔ فینانہ مسکرا دی تھی۔

"ہاں' تھکن تو تھی' اچھا کیا تم نے۔"

"کتنا مزہ آیا نا' دانیال اچھے ہیں۔ کتنا سوٹ کر رہے تھے آپ کے ساتھ لیکن آپ کچھ زیادہ ہی اچھی لگ رہی تھیں۔" ماہم نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ فینانہ کیلئے مسکرانا فرض ہو گیا تھا۔

"چلو زندگی کا ایک اہم ترین کام بھی اپنے اختتام پر پہنچا۔" اس نے کافی کا سپ لیتے ہوئے کہا تھا۔ ماہم مسکرا دی تھی۔

"اہم ترین کام تو ابھی باقی ہے فینی۔ اماں سے پوچھو تو آپ کی شادی کا نام لیں گی۔"

"ہاں' ان کیلئے تو مجھے اس گھر سے چلتا کرنا سب سے بڑا کام ہے۔" فینانہ مسکرا دی تھی۔

"بیٹیاں جانے کیوں بوجھ لگتی ہیں ماں باپ کو؟"

"اماں کو ایسا نہیں لگتا فینی' مگر وہ تمہیں اپنی زندگی میں اپنے گھر کا دیکھنا چاہتی ہیں۔" ماہم نے وضاحت دی تھی' فینی مسکرا دی تھی۔

"ہاں' جانتی ہوں ماہم' اماں غلط نہیں ہیں' مگر فی الحال میں ان ذمے داریوں کیلئے تیار نہیں تھی' مگر خیر' اماں کی خواہش پوری ہو گئی۔"

"فینی' ایک بات پوچھوں۔"

"ہاں پوچھو۔"

"فینی' آپ خوش ہیں؟"

ماہم نے پوچھا تھا' اور وہ چونک پڑی۔ کتنی کوشش کی تھی کوئی راز چہرے سے عیاں نہ ہو' مگر کیا ماہم نے اسے پکڑ لیا تھا؟

"ہاں ماہم' خوش ہوں میں' بہت خوش' تمہیں کیوں لگا کہ......"

"نہیں' مجھے نہیں لگا فینی' مگر آپ کے چہرے پر میں نے وہ خوشی نہیں دیکھی۔" ماہم بولی۔

"ماہم' ہاں میں خوش تھی۔ پتا نہیں تمہیں کیوں نہیں لگا کہ میں اتنی خوش ہوں۔ شاید کام کی وجہ سے کچھ تھکن ہو گئی تھی' اس کا اثر چہرے پر بھی تھا۔" مسکراتے ہوئے وضاحت دی تھی۔

ماہم نے اسے لمحہ بھر کو دیکھا تھا' پھر سر ہلا دیا تھا' جیسے وہ اس سے اختلاف کرنا نہ چاہتی ہو۔

"اوکے' ہاؤ' چلتی ہوں میں' گڈ نائٹ۔"

"گڈ نائٹ' سویٹ ہارٹ۔" ماہم چلی گئی تھی' مگر اس کیلئے سوچ کے کئی راستے کھلے چھوڑ گئی تھی۔ اگر ماہم نے چھوٹی ہو کر اسے پکڑ لیا تھا' جانچ لیا تھا کہ وہ خوش نہیں ہے تو' اور کتنوں نے یہ بات نوٹ کی ہو گی۔

●●●
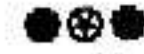
"تم میرے ساتھ ہو کر بھی کہاں ہوتی ہو غادیہ؟" راحم بیگ نے اگرچہ مسکراتے ہوئے کہا تھا' مگر وہ چونک پڑی تھی' مگر موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے مسکرا دی تھی۔

"راحم' میں یہاں ہوں تمہارے ساتھ۔"

"میرے ساتھ ہو تو سوچ کیا رہی ہو؟ جہاں تک مجھے لگا تم ایک گہری سوچ میں تھیں"

"ہاں تھی' راحم ایکچوئیلی آئی وونا گیٹ میرڈ۔" اس نے لمحہ بھر کو جھجک کر اپنی خواہش کا اظہار کر دیا تھا۔

راحم مسکرا دیا تھا۔

"تو کیا میں ایسا نہیں چاہتا؟ آف کورس' آئی ایم تھنکنگ ان دا سیم وے۔ تم تنہا ایسا نہیں سوچتی ہو ہنی۔" مسکراتے ہوئے وہ دلاسہ دے رہا تھا۔

"ہاں' سوچتے ہو جانتی ہوں میں' مگر وہ...... میں...... میں ان دنوں کے بارے میں فکر کر پریشان تھی جو یہاں تمہارے جانے کے بعد ہوں گے۔"

"اوہ' آئی سی۔" وہ بولا تھا' اور وہ جھینپ کر مسکرا دی تھی۔

"محبت کرنے لگی ہو مجھ سے؟"

پتا نہیں یہ محبت تھی بھی کہ نہیں؟ وہ نہیں جانتی تھی' مگر وہ اس محبت سے خوفزدہ ہو گئی تھی جو فریدوں اس سے کرتا تھا۔ وہ فریدوں سے اب دور جا نکلنا چاہتی تھی تاکہ وہ اس کو بھول سکے' اور ایک نئے زاویے میں اپنی زندگی کو ڈھال سکے' اور اس کیلئے اس کا جلد از جلد دور جا نکلنا ضروری تھا۔ اگر وہ بدستور اس کی نظروں کے سامنے رہتی تو شاید یہ اچھا نہ ہوتا۔

وہ اپنی ہی سوچوں میں کھوئی تھی۔ کچھ کہہ نہیں سکی تھی۔ راحم نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا تھا' اور اسے بغور دیکھنے لگا تھا۔

"غادیہ' تم ونڈرفل ہو۔ تم نے مجھے سوچنے کو نئے راستے دیے ہیں۔ نئے ڈھب دیے ہیں۔ اب میں بھی تم سے دور نہیں رہ سکوں گا۔ ڈونٹ وری۔ منگنی تم سے کی ہے' شادی بھی تم ہی سے کروں گا۔ اب اگر اتنے قریب آ کر میں تم سے دور جانا چاہوں تو یہ میرے لئے بھی مشکل ہو گا۔ میں بات کروں گا۔" راحم بیگ بولا تھا۔

غادیہ کو کسی قدر اطمینان ہوا تھا۔ وہ اس ماحول سے فرار چاہ رہی تھی۔ آہن فریدوں سے

فرار چاہ رہی تھی' اور اس کیلئے یہ شادی بہت جلد ہو جانا ضروری تھا۔

"اب کیا سوچ رہی ہو؟ میں سب کاموں سے چھٹی لے کر یہاں آیا ہوں تمہارے پاس۔ لگتا ہے جیسے صحرا میں سفر کرتے کرتے اچانک ہی کسی گلستان میں آن پہنچا ہوں۔ تم نے' تمہاری قربت نے' ان دنوں نے مجھے نیا احساس دیا ہے' شاید جو بات میں تم سے دور رہ کر بھی نہیں پایا تھا اب محسوس کر رہا ہوں' اور سمجھ رہا ہوں۔ ایک ہجوم کے ساتھ بھاگتے بھاگتے اچانک رکا ہوں تو بہت اچھا سا لگا ہے۔ ہاتھ میں تمہارا یہ ہاتھ بہت اچھا لگا ہے غادیہ!' اور اس ہاتھ کو میں کبھی چھوڑنا نہیں چاہوں گا۔ عمر بھر کیلئے اپنے اس ہاتھ میں تھام کر چلنا چاہوں گا۔" راحم اسے یقین دلا رہا تھا۔

اس کے لہجے میں بہت کچھ تھا۔ وہ محسوس کر سکتی تھی' سو کسی قدر فکر کم ہو گئی تھی۔

●●●
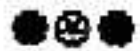
سر جھکائے کام کرتے ہوئے اسے اندازہ ہی نہیں ہوا تھا کہ کب سارا کا سارا آفس خالی ہو گیا' اور وہ تنہا رہ گئی۔ احساس تب ہوا تھا جب پیون اسے کافی دینے آیا تھا۔

"بشیر' مسٹر سلمان سے کہو' فنانس کی فائل لے کر میرے روم میں آ جائیں۔"

"مسٹر سلمان تو چلے گئے بی بی صاحب' وہی کیا' آفس کے سبھی لوگ چلے گئے۔ آپ نے گھڑی نہیں دیکھی شاید۔"

بشیر احمد کے کہنے پر اسے احساس ہوا تھا۔ دھیان گھڑی کی سمت گیا تھا' اور وہ ہونٹ سکوڑ کر رہ گئی تھی۔

"اوہ...... ! مجھے اندازہ ہی نہیں ہوا۔ اچھا ٹھیک ہے' آپ یہ کافی اٹھا کر واپس لے جائیے۔ میں بس چند منٹ میں یہ فائل دیکھ کر اٹھ رہی ہوں۔"

بشیر احمد نے حکم پر عمل کیا تھا' اور کپ اٹھا کر واپس مڑ گیا تھا۔ وہ فائل کے پیج تیزی سے پلٹتے ہوئے دیکھنے لگی تھی جب کچھ کھٹکا سا ہوا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ کوئی وہاں موجود تھا۔

"اشعار...... !"

منگنی کے دن کے بعد سے وہ آج پہلی بار اس کے سامنے آیا تھا۔ کتنے دنوں بعد سامنا ہوا تھا۔ وہ نظر بچا کر سر جھکا کر دوبارہ فائل دیکھنے لگی تھی۔ اشعار چلتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ لیناٰنہ کو اپنے دل کی دھڑکنیں یکدم ہی تیز ہوتی سنائی دی تھیں۔ قلم چلاتا ہوا ہاتھ رک گیا تھا۔ اشعار نے قدموں کو ٹیبل کے قریب روکا تھا' اور جھک کر ٹیبل پر اس کے ہاتھ پر دھرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ بہت آہستگی سے رکھ دیا تھا۔

وہ بھونچکی رہ گئی تھی۔ وہ پاگل تھا' جنونی تھا' دیوانہ تھا مگر......

دھڑکنوں کا شور اسے کانوں تک سنائی دینے لگا تھا۔ وہ کچھ گھبرائے انداز میں نگاہ اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ وہ اس لمحے بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

"میرے پاس تم سے دور جا نکلنے کی کوئی راہ نہیں تھی' اور تمہارے پاس فرار کے ق... تھے۔ تم اپنی دانست میں دور جا نکلیں' اور نکلتی چلی گئیں مگر...... میرے زاویے سے دیکھو تو تم ... دور نہیں ہو۔

"Love me faithfully! See how I am faithful...... with all my heart......

And all my soul...... I'm with you......

Though I am far away!"

میں تم سے جتنا بھی دور سہی فیہانہ' تم سے دور نہیں ہوں۔ یہی فرق ہے تمہارے ... میں' اور میرے سوچنے میں...... میری زندگی میں کل بھی ایک تم ہی تھیں' اور آج بھی۔ آج بھی ... اور کی گنجائش نہیں ہے فیہانہ' بولو کون جیتا؟ تم یا میں؟"

بغور اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا وہ مدھم لہجے میں بولا تھا' مگر فیہانہ کے پاس ... طرح اب بھی کوئی جواب نہ تھا۔

"تمہاری نظر میں ہارا ہوں میں' شکست خوردہ' آہ......" وہ مسکرا دیا تھا۔ "بس یہی فرق ہے مجھ میں' اور تم میں۔ تم کل کو جز سمجھتی ہو' اور میں جز کو کل۔ میرے لئے ایک "جز" میں "کل" ہے' پورا جہاں اسی میں بستا ہے۔ تمہارا دور جانا' پاس آنا بے معنی ہو جاتا ہے پھر تو۔ ایک رنگ ... لینے سے کیا ہوتا ہے۔ دیکھو' آج بھی میں تمہارے کتنے پاس ہوں۔ آج بھی میں تمہارے دل کی دھڑکنوں کو اپنے رخ پر باندھ سکتا ہوں' سو ہارا کون ہے فیہانی؟" وہ کتنے اطمینان سے مسکرا رہا تھا۔ کتنا ٹھہراؤ تھا اس کے لہجے میں' کتنا سکون' کیا کر رہا تھا وہ۔

اب کیا سوچ رہا تھا۔

کیا جال بن رہا تھا۔

آخر چاہتا کیا تھا۔

بس فیہانہ' اب بہت بہتر انداز میں جان پایا ہوں میں' محبت کیا ہے۔ تمہارے پاس ہونے کے احساس نے مجھے نئے رنگ میں سوچنا سکھایا ہے۔ یہی فرق ہے میری محبت میں' اور تمہاری محبت میں۔ اگر ایک رنگ کا نام رشتہ ہے تو دانیال پیرزادہ سے پہلے میں نے ایک رنگ تمہارے ہاتھ کی اس انگلی میں پہنائی تھی' سو میرا رشتہ اس رشتے سے کہیں زیادہ گہرا' اور پرانا ہے۔

وہ مسکرایا تھا' جانے وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا یا پھر اس کی بیوقوفی پر ماتم کر رہا تھا۔

"تم مجھ سے کبھی دور نہیں جا سکیں فیہانی' اتنے سالوں پہلے بھی' دور جا کر مجھ ہی سے جڑی تھیں' اور اب بھی' اب بھی دیکھو' اپنی دھڑکنوں کو سنو' ان کے دھڑکنے کا جواز میں ہوں۔

Now I know what love is......!

ایک دن تم بھی جان جاؤ گی' اور مان بھی جاؤ گی۔ بس میں اس بات کیلئے دعا کرتا ہوں۔ اس ایک دن میں بہت دیر نہ ہو چکی ہو فیہانہ! تمہارے یہ ہاتھ خالی نہ ہوں۔ میں تمہیں ... میں قطعاً نہیں دیکھنا چاہوں گا فیہانی! کبھی بھی نہیں......

ہارا ہوا ہوں میں' مگر میری ہار پر پھر تم خوش کیوں نہیں ہو آج؟ کبھی موقع ملے تو اپنے اس دل سے پوچھو۔ محبت صرف تمہارے زاویے سے ہی نہیں' میرے زاویے سے بھی ہوتی ہے۔ اس ... اگر کوئی حقیقت ہے تو میرا پوائنٹ آف ویو بھی کچھ غلط نہیں ہے۔ بس ہم دونوں کو ضد ... تسلیم نہ کرنے کی۔ نہ مانو' یوں ہے تو یونہی سہی۔" وہ بہت تھکے ماندے لہجے میں کہتا چلا تھا' اور چلتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

کہہ رہا تھا' ہارا نہیں

مگر اس کے تھکے ہوئے قدم کچھ بھید کھول رہے تھے

کتنا عجیب تھا یہ شخص؟

محبت کے کس رنگ کی بات کر رہا تھا؟

کیسی تھی اس کی یہ محبت؟

اگر تھی تو وہ کبھی کیوں نہیں سمجھ پائی تھی؟

ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے فیہانہ کتنی دیر وہ خالی خالی منظر دیکھتی رہی تھی۔ کتنا بڑا نقصان ہوا تھا۔ کیسا خسارہ ہی خسارہ تھا۔ کیوں ہوا تھا ایسا...... کیوں کیا تھا وہ سب کچھ جو دل کی ویرانیاں ... بڑھا گیا تھا۔ تو کیا وہ اس ویرانی کو بڑھانے میں صرف تنہا تھی؟

آج وہ کہہ رہا تھا۔

"Love me faithfully! See how I am faithful...... with all my heart......

And all my soul...... I'm with you......

Though I am far away!"

اگر وہ اتنا قریب تھا تو کیوں رہی وہ اتنی تنہا؟

"Now I know what love is!"

آج وہ کہہ رہا تھا تو کیوں سمجھ نہیں پایا کل۔ اگر وہ محبت سدا سے اس کے اندر تھی تو

کیوں نہیں جان پائی اسے؟

کیوں بے خبر رہے وہ ایک دوسرے سے؟

کیوں وقت نے انہیں اتنا بے بس کر دیا آج؟

آج...... جب وہ جان رہے تھے'

سمجھ رہے تھے تو...... تو مختلف رستوں پر کتنی دور کھڑے تھے۔

جب...... جب دل ایک آہنگ میں دھڑک رہے تھے تو...... پھر کیوں؟

●●●

"آہن! ادھر آؤ' بیٹا' کہاں ہوتے ہو آج کل؟ نظر ہی نہیں آتے ہو۔ کرتے کیا ہو؟ کچھ سنا بھی ہے گھر میں کس بات کی تیاریاں زور پکڑ چکی ہیں؟" اماں نے اسے دیکھ کر اپنی طرف بلاتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا ہوا اماں! کہیں پھر میرے لئے کسی لڑکی کی تلاش تو شروع نہیں ہو گئی؟" وہ بولا تھا۔ اماں ہنس دی تھیں۔

"ہاں' وہ بھی...... مگر فی الحال ایک اور بڑی خبر ہے۔ راحم میاں نے تمہارے بڑے نواب صاحب سے شادی کی بات کی ہے' اور انہوں نے رضامندی بھی دے دی ہے۔ اب گھر میں اچانک ہی شادی کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں۔ تم تو اتنے دن سے بزی تھے۔ پتا نہیں کن کاموں میں الجھے ہوئے تھے؟ ادھر آؤ' بیٹھو میرے پاس' کئی ضروری باتیں کرنی ہیں تم سے۔"

اماں اس کا ہاتھ تھام کر ایک طرف لے جاتے ہوئے بولی تھیں' اور وہ شاکڈ رہ گیا تھا۔

"تمہاری غادیہ بی بی کی شادی ہو رہی ہے۔ کتنی خوشی کی خبر ہے' اور تم ہی انجان ہو۔ میں کچھ سامان کی لسٹ بنا کر دیتی ہوں تمہیں' بازار جا کر لا دو مجھے...... اور......"

پتا نہیں کیا کچھ کہہ رہی تھیں اماں' وہ کچھ نہیں سن پایا تھا۔ ذہن اسی ایک نقطے پر اٹک گیا تھا۔

"غادیہ کی شادی......! اتنی جلدی......"

"جلدی......؟ لو جلدی کہاں ہے۔ سال بھر تو ہونے کو آیا اس رشتے کو اب منگنی پہلے ملتوی ہو گئی تو کیا دن بھر گزرے ہیں اس رشتے کو۔ اگر پہلے منگنی ہو گئی ہوتی تو آج سال بھر تو ہو چکا ہوتا۔ بہرحال بات خوشی کی ہے کہ غادیہ نے خود اس بات کی رضامندی دی ہے' اور وہ بہت خوش بھی ہے۔" اماں اسے بتا رہی تھیں' اور وہ ساکت سا تھا۔

تو کیا غادیہ اس سے خوفزدہ تھیں؟

اس سے فرار چاہ رہی تھیں؟

وہ ایک پل کو تو حیران ہی رہ گیا تھا۔

"غادیہ......! آپ نے مجھے نہیں بتایا؟" تھوڑی دیر بعد وہ اس کے سامنے تھا' اور پوچھ رہا تھا۔ غادیہ چونک پڑی تھی۔

"کس بات کے بارے میں پوچھ رہے ہو تم فریدوں؟"

"آپ کی شادی کی افواہ جو سارے گھر میں پھیل رہی ہے۔"

"آہن فریدوں......! وہ افواہ نہیں ہے' اٹس اے نیوز' ایک سچی خبر ہے۔ میں' اور راحم شادی کر رہے ہیں' اور ایسا سب گھر والوں کی مرضی سے ہو رہا ہے۔ اٹس اے لیگل ریلیشن شپ۔ تم اس طرح کیسے بات کر رہے ہو' جیسے ہم چھپ کر یا بھاگ کر شادی کر رہے ہوں۔" وہ برہم دکھائی دی تھی۔

آہن کو اپنی غلطی کا اندازہ ہوا تھا۔

"آئی ایم سوری' مگر غادیہ۔" وہ الجھا ہوا دکھائی دیا تھا۔

"مگر کیا؟ اب کیا کہنا چاہتے ہو تم؟" غادیہ صاف خفا دکھائی دے رہی تھی اس سے۔

"غادیہ آپی! تو آپ خفا ہیں مجھ سے' مگر اس طرح مجھے نہیں معلوم تھا میں آپ کو اتنا پریشان کر دوں گا۔ آئی ایم ریئلی سوری فور دیٹ غادیہ' مگر آپ...... آپ پلیز' اتنی جلدی شادی کا فیصلہ نہ لیں۔" اس نے اپنی دانست میں درخواست کی تھی' مگر غادیہ سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"فریدوں! تم میں' اور مجھ میں فرق یہ ہے کہ تم اب بھی بچوں کی طرح سوچتے ہو' اور میں آج بھی بڑوں کی طرح صرف عمل کرتی ہوں۔ یہ عمل یہ بات ثابت کرتا ہے کہ میں آج بھی تم سے عمر میں بڑی ہوں' اور کتنی سمجھدار ہوں۔ تم جو بات ہمیشہ بھول جاتے ہو۔ اسے ایک بار پھر یاد کرانا چاہتی ہوں فریدوں۔ یہ شادی کوئی بچوں کا فیصلہ نہیں ہے میں نے یہ ڈیسی ژن اپنی مرضی' اور پوری عقل سے لیا ہے۔" وہ سخت لہجے میں بولی تھی۔

فریدوں اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

"محبت اتنی خوفزدہ کر دینے والی شے ہے غادیہ؟" وہ پرسکون لہجے میں بولا تھا۔

غادیہ اس سے قطع نظر الماری کھول کر اس میں کچھ تلاش کرنے لگی تھی۔

"غادیہ آپ کیا کر رہی ہیں' کیوں کر رہی ہیں ایسا۔ میں نے ایسا سب کہہ کر آپ کا مان توڑا ہے؟ بتایئے مجھے' کیا برا کیا ہے۔ کہاں لکھا تھا کہ اگر آپ مجھے اس گھر میں لائیں' مجھے ایک

مستقبل دیا تو اب میرا آپ سے محبت کرنے کا رائٹ ختم ہو گیا؟ فادیہ"

وہ قطعاً متوجہ نہیں تھی۔ آہن فریدوں میں جانے کہاں سے اتنی ہمت آ گئی تھی اسے اپنی طرف کھینچا تھا' اور وہ غیر متوازن ہو کر اس سے جا ٹکرائی تھی۔ لمحہ بھر کو اسے حیران ہو کر دیکھا تھا پھر ایک تھپڑ اسے کھینچ مارا تھا۔

"تم اپنے' اور میرے بیچ کی حدوں کو بھول رہے ہو آہن فریدوں! ہاؤ ڈیئر یو ٹو ڈو دیٹ۔ تمہاری اس طرح مجھے چھونے کی ہمت بھی کیسے ہوئی۔ بھول گئے تم...... تم کیا ہو' اور ہم نے تمہیں اتنی رعایت دی۔ اتنا مان دیا' اور تم......"

"فادیہ! مجھے اس سارے مان کی خبر ہے۔ احترام کرتا ہوں میں آپ کا۔ عزت کرتا ہوں۔ کیا محبت کرنے سے وہ عزت ختم ہو جاتی ہے؟ کیا لگتا ہے آپ کو' ایسا سوچتی ہیں آپ؟ اس طرح شادی کر کے اس گھر سے چلی جائیں گی آپ تو کیا میری محبت آپ کیلئے ختم ہو جائے گی؟ آپ خود کو مجھ سے زیادہ میچور مانتی ہیں تو پھر بچوں کی طرح بھاگ کیوں رہی ہیں۔ اس طرح اتنی بھاگ دوڑ کیوں فادیہ۔ آئی نو یہ آپ کے دل کا فیصلہ نہیں ہے۔ آپ میرے خلاف سہی' مگر آئی نو آپ مجھ سے نفرت نہیں کر سکتیں۔ محبت نہ سہی' مگر آپ کو مجھ سے ایک انسیت ضرور ہے' اور میں نے کب چاہا کچھ اور...... کبھی کیا مانگا آپ سے کچھ؟ کہا کہ مجھے آپ کا ہاتھ چاہیے؟ ایک پل کیلئے' لمحوں کیلئے نہیں' ساری عمر کیلئے...... کہا کہ آپ میرے لئے کتنی ضروری ہیں؟"

"فریدوں۔"

"پلیز فادیہ لسن ٹو می' میری سنیے۔ میں آپ سے صرف یہ کہنے آیا تھا کہ آپ اس طرح مجھ سے خوفزدہ مت ہوں۔ یہ آپ کی زندگی کا فیصلہ ہے اسے اس طرح اتنی افراتفری میں مت کریں۔ اگر میں یا میری باتیں آپ کو خوفزدہ کرتی ہیں تو میں اس گھر سے چلا جاتا ہوں۔" وہ پلٹ کر مڑا تھا' اور چلتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

فادیہ ساکت سی کھڑی رہ گئی تھی۔

●⊛●
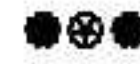
ادیان کو وہاں دیکھ کر طالیہ ہی نہیں بیچ بھی حیران تھا۔

"راج پرشانت بیچ دیو۔ مجھے طالیہ سے کچھ بات کرنا ہے۔ کیا مجھے آپ کچھ لمحے دیں گے؟" ادیان بہت تمیز سے دریافت کر رہا تھا۔

بیچ چلتا ہوا وہاں سے نکل گیا تھا کہ آخر کو وہ بوائے فرینڈ تھا۔ مانا نہ تھا' مگر رشتہ تو تھا۔

طالیہ اسے نظریں اٹھائے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

اس بات کی امید نہیں تھی اسے۔ وہ اس کی کھوج میں اس کے پیچھے آ سکتا ہے۔ اگر یہ ہوا تھا تو اس زمین پر رونما ہو چکا تھا۔

تو کیا وہ سنگ کچھ موم ہونے کو تھا؟

وہ حیرتوں میں غوطہ زن نہیں رہنا چاہتی تھی۔ تبھی اپنی پوری عقل' اور ہوش کو مجتمع کرتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"کیوں آئے ہیں آپ یہاں؟ اب کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟ کسی' اور جنگلی سلوک کی کمی رہ گئی تھی جو......؟"

"آئی ایم سوری طالیہ' میں نے تمہارے ساتھ غلط کیا۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ تمہارے گھر سے چلے آنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ میں کتنا غلط تھا' اور تم کتنی ٹھیک...... تم نے ہر ممکن کوشش کی مجھے یقین دلانے کی' مگر میری ہی عقل پر پتھر پڑے تھے۔ یقین ہی نہیں کر سکا کہ تمہارا' اور ہمارا رشتہ زندگی کیلئے' ہم دونوں کیلئے' کتنا ضروری ہے۔ آئی ایم سوری طالیہ۔ میں نے جانے انجانے میں اگر تمہارا دل دکھایا ہو تو۔ آئی نو بہت برا کیا میں نے تمہارے ساتھ' مگر پلیز' گو ون مور چانس اینڈ آئی ول پرووا ئے سیلف اینڈ یو پرومیس......

مجھے اپنی غلطی کا اندازہ ہو چکا ہے۔ صبح کا بھولا اگر شام کو گھر لوٹ آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ ایسے سیانے کہتے ہیں' اور تم تو سیانی بھی ہو' اور بڑے بوڑھوں کا احترام بھی کرتی ہو۔ سو کیا تم مجھے ان سب کیلئے معاف نہیں کر سکتی۔"

وہ ہمیشہ...... رہنے والا شخص آج کچھ جھکا ہوا سا تھا۔ لہجہ کتنا نرم تھا۔ طالیہ اس کی سمت ساکت سی دیکھ رہی تھی۔

"گھر واپس چلو طالیہ! میں تمہیں واپس لے جانے آیا ہوں۔ بھول جاؤ سب کچھ جو آج تک ہوا اسے صرف ایک بھیانک خواب سمجھ کر بھول جاؤ پلیز۔ میں تمہیں تمہارا سارا حق' اور مان دینے کو تیار ہوں۔ ہم ان سب باتوں کو بھول کر ایک نئی زندگی کی ابتداء کریں گے۔ ایک نئی راہ' ایک نئی زندگی ہماری منتظر ہے......

طالیہ' چلو واپس چلو۔ تمہیں اندازہ ہے تمہارے اس طرح گھر سے چلے آنے سے کتنا پریشان ہو گئے سب۔ کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا میں نے تمہیں' اور تم...... ایلی ہاؤ' جانے دو ان سب باتوں کو بھلا دو۔ بھلا دو وہ سب جو ہوا تھا۔ میں نئی سوچوں کو راہ دوں گا اب۔ تمہارے لئے نئی خوشیوں اور یادوں کی کہانی لکھی جائے گی اب۔ چلو واپس چلو' تمہارا گھر تمہارا منتظر ہے۔"

کتنا شہد آگیں لہجہ تھا اس شخص کا۔ کیا وہ اعتبار کر سکتی تھی؟

وہ اس کی سمت ساکت نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ لہجہ ایسا تھا کہ وہ اعتبار کر سکتی؟

●⊛●
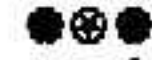
"فینانہ پلیز! آپ بیٹھیں گی؟" وہ آفس میں ایک ضروری فائل لے کر دانیال کے میں داخل ہوئی تھی جب وہ بولا تھا۔

"ہاں آف کورس۔ مجھے آپ سے یہ کچھ فائنل پوائنٹس ڈسکس کرنا تھے۔ آپ کو ضروری بات کرنی ہے کیا؟" وہ بیٹھتے ہوئی بولی تھی۔

"ہاں بہت ضروری بات، تم بیٹھو پلیز۔" اسے کہہ کر وہ ایک ضروری کال کو سن تھا۔ فینانہ فائل کے صفحے پلٹنے لگی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد دانیال فارغ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"ہاں تو کیا کہہ رہے ہیں ہم۔ ہم نہیں غالباً میں ہی کچھ کہہ رہا تھا۔" وہ مسکرا دیا تھا۔

پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ "ایکچوئلی فینانہ میں ایک بات کو لے کر پریشان تھا۔ شاید یہ بات مجھے تم سے پہلے پوچھنا چاہیے تھی، مگر پہلے مجھے اس کا اندازہ اس طرح ہوا، مگر مجھے اب اس کا اندازہ ہو رہا ہے۔"

"کون سی بات دانیال؟" وہ چونکی تھی۔

"مجھے پتا نہیں کیوں لگتا ہے فینانہ جیسے تم اس رشتے کو لے کر کچھ خوش نہیں ہو اور"

"آپ نے ایسا کیوں سوچا؟"

وہ مدہم لہجے میں اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی تھی۔ دھڑکا لگا تھا۔ کہیں اعتبار نے بات بتا نہ دی ہو اسی لئے وہ اچانک اس طرح کی بات کر رہے تھے۔

"پتا نہیں کیوں سوچا فینانہ۔ شاید میں نے ایسا فیل کیا۔ آئی کین انڈرسٹینڈ۔ میں شاید سے کچھ بڑا ہوں۔ آئی مین ایج ڈفرنس ہے درمیان۔"

"دانیال پلیز! آپ ایسا مت سوچیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں عمروں کو لے ایسی کوئی بات نہیں سوچتی۔ میرے لئے انڈرسٹینڈنگ کا ہونا ضروری ہے۔ اگر میرے ساتھی سے میری انڈرسٹینڈنگ ہے، اور وہ مجھے ذہنی اور دلی طور پر سمجھ سکتا ہے تو یہ عمروں کی بات مائنس ہو جاتی ہے۔" اس نے وضاحت دی تھی۔

دانیال نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو تم، لیکن عمروں سے بھی بڑھ کر ایک بات، اور بھی ہے۔"

"وہ کیا؟" وہ چونکی تھی۔

"دل ملنا فینانہ! مجھے لگتا ہے۔ ہمارے دل کہیں نہیں ملتے اور....."

"دانیال! آپ یہ سب فضول باتیں کیوں سوچ رہے ہیں۔ شادی ایک دماغی فیصلہ

اور میرا دماغ رضا مند ہے۔ میں خوابوں میں رہنے والی کوئی امیچور لڑکی نہیں ہوں۔ مجھے خواب بننا اتنا ضروری نہیں لگتا۔ ہم جب اصلی محنت کر سکتے ہوں تو پھر خواب کیوں دیکھیں۔ ہمارے ہاتھ میں حقیقت ہے تو خواب فضول ہو جاتے ہیں۔ میں حقیقت پسند لڑکی ہوں۔ آپ چاہتے ہیں کہ میں خوابوں میں رہوں؟" بہت پُراعتماد انداز سے ان کی طرف دیکھتی ہوئی وہ بولی تھی۔

دانیال مسکرا دیے تھے۔

"فینانہ تمہاری یہی بات مجھے اپیل کرتی ہے۔ تم پُراعتماد بھی ہو، اور ذہین بھی۔ آئی لائیک والی وِد برین۔ تم ایک بے مثال لڑکی ہو۔" ان کے کہنے پر وہ مسکرا دی تھی۔

"اب اس فائل کو ڈسکس کریں؟" فینانہ نے وہ فائل اس کے سامنے کر دی تھی۔ دانیال نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

ایک لمحے میں صورتحال اپنے ہاتھ میں ہوتی دکھائی دی تھی، مگر جانے کیوں فینانہ کو کہیں کہیں، کچھ پھر بھی عجیب سا لگ رہا تھا۔ آج سے پہلے دانیال نے ایسی بات نہیں کی تھی۔ پھر آج کیوں.....

●⊛●
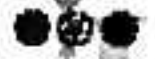
پتا نہیں واپس آنا چاہیے بھی تھا کہ نہیں۔ بات ماننا چاہیے بھی تھی یا کہ نہیں!

مگر وہ اس کی بات مان کر ایک بار پھر اس گھر میں تھی۔ اس گھر کے مکینوں کے سارے خدشے بے سود رہے تھے۔ اس نے کوئی کیس فائل کیا تھا نہ انہیں کوئی نقصان پہنچایا تھا۔ حاکم چغتائی نے اگر کوئی شرط رکھی بھی تھی تو وہ اس 24 گھنٹے پورے ہونے سے پہلے واپس اس گھر میں تھی۔

ادیان حاکم چغتائی سرخرو رہا تھا۔ اس کی ایمپائر اس کے ہاتھ سے جانے سے بچ گئی تھی، اور وہ ایک بار پھر اسی طرح تنا کھڑا تھا۔ ایک پل کا جھٹکا کچھ اتنا برا نہیں رہا تھا۔

طالیہ نے واپس اس گھر میں آ کر کسی طرح کی بیوقوفی کا ثبوت دیا تھا۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

وہ صرف خاموش تھی۔

حاکم چغتائی اس کے واپس آنے پر خوش تھے، اور مطمئن بھی۔

"بیٹا میں نہیں جانتا، تم نے یہ فیصلہ کیا سوچ کر لیا ہے، مگر میں تمہیں یہ بتانا چاہوں گا کہ یہی اس وقت کا سب سے بڑا، اور بہترین فیصلہ تھا۔ مجھے اندازہ ہے تمہارے ساتھ ناانصافی ہوئی۔ اس گھر میں بہت کچھ غلط بھی ہوا، مگر اب، اور نہیں۔"

انہوں نے اپنا شفقت بھرا ہاتھ اس کے سر پر رکھا تھا، اور پدرانہ لہجے میں بولے تھے۔

"جب تک میں زندہ ہوں' میں اپنی بیٹی کے ساتھ کہیں بھی کچھ غلط نہیں ہونے [illegible] میں نے لائر سے کہہ کر ایک ول آج ہی بنوا دی ہے۔ اس کے مطابق تم حاکم بزنس [illegible] Sixty (60) پرسنٹ کی حقدار ہو' اور اگر ادیان تمہیں چھوڑتا ہے تو وہ اپنے باقی پرسنٹ بھی کھو دے گا۔ اس ول کے بعد تم سکیور ہو جاؤ گی......

بیٹا! میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے اس لئے میں نے اپنی زندگی میں ہی طے کر دیا ہے۔ اس ول کے بعد تم کمزور نہیں رہو گی۔ تمہاری اہمیت کا اندازہ اس نالائق [illegible] جائے گا۔ آج اگر وہ تمہیں واپس اس گھر میں لایا ہے تو صرف اپنے آپ کو اس ایمپائر [illegible] ہونے سے بچانے کیلئے...... مگر میں جانتا ہوں اسے کہیں نہ کہیں تم سے کچھ انسیت بھی اگر نہیں بھی ہے تو ایسا ہو جائے گا۔ میاں بیوی کا تعلق بہت فطری ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ [illegible] کو ہو جائے گا۔ دیر سے یا کبھی بھی' بہرحال اب میں تمہیں یا اس رشتے کو لے کر اتنا پریشان [illegible] رہا۔ میں مطمئن ہوں اگر تمہارے ساتھ کچھ غلط ہوا بھی ہے تو میں تم سے اس بات کی معافی [illegible] ہوں بیٹا! پلیز فور گوڈ سیک فورآل ویٹ۔"

وہ اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھے' اور وہ ان کے کاندھے پر سر رکھ [illegible] تھی۔

انہوں نے باپ ہونے کا حق ادا کر دیا تھا' مگر ایک رشتہ جو دل سے اس کا ہونا [illegible] تھا وہی اس کا نہیں تھا تو جیسے سب بے معنی لگتا تھا۔

"آج کے بعد نہیں رونا بیٹا! میں اپنی بیٹی کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔" حاکم چغتائی نے پدرانہ شفقت سے کہا تھا' اور اس کی آنکھیں پونچھی تھیں۔

"ابھی تھوڑی دیر میں وکیل آ جائے گا' اور پوری فیملی کے سامنے وہ ول پڑھ دی جائے گی تاکہ صورتحال سب کے سامنے واضح ہو جائے۔ اس کے ساتھ ہی ایک فیصلہ ہم نے اور [illegible] ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس شادی کو باضابطہ طریقے سے اناؤنس کر کے ایک تقریب رکھی جائے [illegible] سب جان لیں کہ ادیان حاکم چغتائی باقاعدہ شادی شدہ زندگی کے بندھن میں بندھ گئے ہیں۔ سب طے پا چکا ہے' اور تیاریاں بھی شروع ہو گئی ہیں۔"

"لیکن انکل۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں بیٹا! اب کوئی مزید ناانصافی تمہارے ساتھ اس گھر میں نہیں ہو گی۔ تمہیں تمہارا حق مل کر رہے گا۔ اس گھر میں بھی' اور ادیان کی زندگی میں بھی۔"

حاکم چغتائی کا لہجہ پرعزم تھا۔ وہ ٹھانے بیٹھے تھے۔ طالیہ کو اس کی زندگی میں جگہ [illegible] رہیں گے' مگر وہ جانتی تھی یہ رشتے زبردستی کرنے سے نہیں بنتے۔

وہ خاموش تھی' کچھ نہیں بولی تھی۔ اسے وقت کے دھارے کے ساتھ بہنا تھا۔ اس کا وجود جیسے کوئی بے جان تنکا سا ہو گیا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی ادیان کو اس ول کو لے کر کوئی اعتراض ہو گا یا نہیں۔ اس کیلئے روپیہ پیسہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ جس کیلئے آئی تھی اگر وہی اس کا نہیں تھا تو سب بے معنی ہو کر رہ جاتا تھا۔

حاکم انکل اپنے طور پر اتنا کچھ ٹھانے بیٹھے تھے' مگر یہ سب اقدامات کیا اس کا وہ کھویا ہوا مان واپس لا سکتے تھے؟ وہ اس کا غرور اسے واپس دے سکتے تھے۔ یقیناً نہیں......

مگر وہ اپنی سی کوشش کر رہے تھے۔ اسے اس کا جائز حق دلوانے کی۔

وہ خاموش تھی۔ کسی بات پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ کوئی نکتہ نہیں اٹھایا تھا۔ اگرچہ اب وہ لیگلی طور پر اس شخص کی زندگی سے جڑنے چلی تھی' مگر اندر کہیں کوئی احساس نہیں تھا......

وہ حاکم انکل سے مل کر باہر نکلی تھی۔ جب وہ اس کے سامنے آ گیا تھا۔ وہ سامنے کے موڈ میں نہیں تھی۔ سو اس کی سمت دیکھے بنا وہاں سے نکل جانا چاہا تھا' مگر ہاتھ یکدم ہی اس کی گرفت میں آ گیا تھا۔ طالیہ نے پلٹ کر نگاہ کی تھی۔

ادیان حاکم چغتائی اس کی سمت بغور دیکھ رہا تھا۔

اب وہ اس سے کیا چاہتا تھا۔ اس نگاہ میں چھپی درخواستیں وہ نہیں سمجھ سکی تھی۔ بس خاموشی سے صرف اسے دیکھا تھا۔

●●●

طالیہ کی آنکھوں میں ویرانی سی وا ہوئی تھی' مگر ادیان حاکم چغتائی نرمی سے ...

"ابھی تک خفا ہو کیا؟" مکمل توجہ سے تکتے ہوئے پوچھا تھا' مگر وہ کچھ نہیں بولی تھی۔ "تمہیں ...

شکوہ تھا نا مجھ سے' تمہیں توجہ نہیں دیتا' بیوی کی نظر سے نہیں دیکھتا' کوئی حق نہیں جتاتا' ...

میں نے وہ سب کیا......"

"شٹ اپ ادیان۔"

وہ دبے' مگر سخت لہجے میں کہتی ہوئی ان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ وہ اس کے ...

پر کچھ حیران ہوا تھا' مگر بنا اس کی حیرت کی پروا کئے بولی تھی۔

"نوازنے میں' اور چھیننے میں بہت فرق ہوتا ہے ادیان۔ میں اتنی نا سمجھ نہیں کہ ...

درندگی کے معنی نہ سمجھ سکوں۔ تم اپنی درندگی کو کسی پردے میں نہیں چھپا سکتے۔ میں چاہتی تو ...

ایشد سے ایمنٹ بچا سکتی تھی۔ اگر میں چاہتی تو تم آج سلاخوں کے پیچھے ہوتے' مگر میں ...

تمہیں آزاد چھوڑ دیا' اس لئے نہیں کہ مجھے تمہارا کوئی خیال تھا' صرف اس لئے کہ مجھے انکل ما ...

خیال تھا۔ وہ مجھے اپنی بیٹی سمجھتے ہیں ادیان' اور میں انہیں کوئی دکھ دینا نہیں چاہتی تھی......

اور رہی بات تمہارے ساتھ اس گھر میں آنے کی' تو یہ ثابت کرتی ہے کہ میں ...

ہار نہیں مانی ہے۔ سمجھو اب ایک ضد سی ہو چلی ہے مجھے تم سے۔ اس رشتے کو اب نہ انکل ...

سے تم روک سکتے ہو نہ کوئی اور...... تم نے اتنی بدتمیزی مجھ سے اس لئے کی کہ تم لیگلی طور پر ...

نہیں سمجھتے تھے' مگر اب......

اب میں لیگلی تمہاری وائف بننے جا رہی ہوں' اور ایسا ہونے سے نہ تم انکار کر سکو گے ...

کوئی اور...... لیکن اگر تم سوچتے ہو کہ میں اب بھی وہی طالیہ ہوں تو ایسا غلط ہے۔

میں تمہیں کبھی نہیں بتا سکتی ادیان' میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں' کب سے' اور ...

حساب محبت۔ میں وہ ساری محبت تمہیں سونپنے آئی تھی' مگر تم مجھے یا میری محبت کو ڈیزرو نہیں ...

ہو......

بہت توپ شے سمجھتے ہو تم خود کو۔ میں بھی تمہیں بہت کچھ سمجھتی تھی' مگر حقیقتاً صفر ہو تم......

اور یہ بات اب میں تمہیں ثابت کر کے دکھاؤں گی۔ میرا وجود تمہارے لئے کس قدر' اور

کتنا ضروری ہے' یہ بات اب تم خود تسلیم کرو گے......

میں جانتی ہوں' اس گھر میں مجھے واپس لانا تمہاری مجبوری تھی۔ تم حاکم بزنس ایمپائر سے

الگ ہونا نہیں چاہتے تھے اس لئے تم نہ چاہتے ہوئے بھی میرے پیچھے چلے آئے مجھے لینے' مگر

اب میں تمہاری زندگی میں کوئی ناکارہ شے بن کر نہیں رہوں گی۔ نہ ہی اتنا آسان شکار......

میرے دل میں جتنی محبت تمہارے لئے ہے' اس کا گلا تم نے خود اپنے ہاتھوں سے گھونٹ

اب میرے پاس تمہیں دینے کو کچھ نہیں ہے' سچ پوچھو تو میں اپنی نفرت کا حقدار بھی تمہیں نہیں

سمجھتی۔ تم نے حد سے گری ہوئی ایک حرکت کی' اور اپنے آپ کو اپنے معیار' اور میری نظروں سے

گرا لیا۔ مجھے تمہاری سزا بن کر اس گھر میں واپس آنے کا کوئی شوق نہیں تھا لیکن کچھ تقاضے مجھ

سے میری انا' اور وقار کے بھی تھے۔ سو اب میں یہاں ہوں' اور ہمیشہ کیلئے تمہارے ساتھ ہوں

آخری سانس تک......' مگر اس کے شرائط و ضوابط کیا ہوں گے' انہیں فی الحال میں ڈسکس کرنا

ضروری نہیں سمجھتی۔ آئی ایم تائرڈ' سو پلیز لیو می الون۔"

کتنے پراعتماد انداز سے کہتی ہوئی وہ آگے بڑھ گئی تھی۔

وہ حیران رہ گیا تھا۔

یقین نہیں ہوا تھا' یہ وہی کمزور سی لڑکی تھی۔ کیسے سر اٹھائے کھڑی تھی۔ آخر کیا تھا اس کے

ان میں؟ وہ سمجھ نہیں پایا تھا۔

●◎●

آہن فریدوں اپنے کمرے میں آیا تھا' اور فوری طور پر ضروری سامان پیک کرنے لگا

"کہاں جا رہے ہو تم؟" اماں جو اس سے کوئی بات کرنے آئی تھیں' اسے سامان پیک

کرتے دیکھ کر حیران رہ گئی تھیں۔ وہ کچھ نہیں بولا تھا۔

"آہن بیٹا! کچھ پوچھ رہی ہوں میں؟" اماں نے نرمی سے پوچھا تھا۔

"میں گھر چھوڑ کر جا رہا ہوں اماں! ایک نئی جاب مل گئی ہے مجھے دوسرے شہر میں'

ہو......" اس نے فوری طور پر سمجھ میں نہ آنے کے باوجود جواز دیا تھا۔

اماں حیران رہ گئی تھی۔ "دماغ چل گیا ہے کیا تمہارا؟ اس وقت میں جب گھر میں غادیہ

کی شادی کی تیاریاں چل رہی ہیں' تم گھر چھوڑ کر جانے کی باتیں کر رہے ہو؟"

"گھر نہیں اماں! شہر......" اپنا آپ معمول میں رکھنے کی خواہش میں وہ معمول کے

مطابق مسکرایا بھی تھا' مگراماں واپس پلٹ گئی تھیں' منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ہوئی۔

"دماغ خراب ہوگیا ہے۔ ابھی بجھاتی ہوں اسے' خود بات کرے گی۔"

ان کے جانے کے بعد وہ' اور بھی تیزی کے ساتھ پیکنگ کرنے لگا تھا۔ جب [illegible] فطری وقار کے ساتھ چلتی ہوئی اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے؟" انہوں نے اس کی تمام تیاری کی طرف اشارہ کرتے ہو [illegible] تھا۔

آہن فریدوں نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا تھا' مگر جواب نہیں دیا تھا۔ کپڑ [illegible] کیس میں ٹھونسنے کا عمل جاری رکھا تھا۔ تبھی غادیہ آگے بڑھی تھی' اور اس کے ہاتھ [illegible] لے کر دور اچھال دینے چاہے۔ مگر آہن فریدوں نے اس کا ہاتھ جھٹکا تھا۔ وہ توازن برقرار [illegible] رکھ پائی' اور الماری کے کھلے پٹ سے جا ٹکرائی تھی۔ آہن فریدوں ایک پل میں اس پر جھک [illegible] تھا۔

"غادیہ! آپ ٹھیک تو ہیں؟"

اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا' مگر اگلے ہی پل احساس ہونے پر اپنا ہاتھ کھینچ لیا [illegible] انداز میں ایک گریز بھی تھا' اور شرمندگی بھی۔ غادیہ نے اس بات کو صاف محسوس [illegible]

"آئی..... آئی ایم سوری غادیہ۔" وہ شرمندہ دکھائی دیا تھا۔

نظریں اس کی سمت دیکھ بھی نہ رہی تھیں۔ وہ دانستہ اسے دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔ [illegible] چہرے کو غادیہ نے بغور دیکھا تھا۔

عمر میں آٹھ دس برس کا فرق تو تھا ہی' پھر کیسے اس کے ذہن میں ایسی بات آئی تھی [illegible] جبکہ اس نے خود اسے کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہ تھا۔ ہاں' بے تحاشا توجہ دی تھی۔ بہت خیال [illegible] تھا۔ تو کیا وہ ان نوازشوں کا مطلب کچھ' اور سمجھ گیا تھا؟ غادیہ نے اپنے طور پر سوچا تھا' [illegible] تھا۔

"فریدوں! تم کتنے عزیز ہو ہمیں' تم یہ بات جانتے ہو' سو پلیز' ہمیں تنگ کرنا [illegible] اب۔ ہم خود معافی چاہتے ہیں اگر ہم نے تمہیں کسی بھی طرح سے کبھی ہرٹ کیا ہو تو' آئندہ [illegible] کیلئے ہم معافی مانگتے ہیں۔ ہمیں تمہیں ڈانٹنے کا یا تم پر ہاتھ اٹھانے کا کوئی حق نہیں تھا' مگر [illegible] اپنے غصے پر قابو نہیں رکھ سکے۔ آئی ایم سوری۔" وہ شرمندہ ہوتے ہوئے بولی تھی۔

وہ دانستہ اس طرح بات کر رہی تھی کہ اس کے' اور فریدوں کے درمیان کا فرق [illegible] رہے حالانکہ آج سے پہلے وہ اس طرح کبھی نہیں بولی تھی' مگر آج زبان و بیان' لب لباب [illegible] ہیچ تھا۔ وہ اسی طرح زمین پر بیٹھی تھی' اور فریدوں اس کے سامنے۔

فریدوں کچھ دیر اسی طرح گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھا اسے دیکھتا رہا تھا پھر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اپنا ہاتھ اسے اٹھنے کو پیش کیا تھا۔ غادیہ نے لمحہ بھر کی پس و پیش کے بعد وہ ہاتھ لے لیا تھا' اور اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"تھینکس......" اس اقدام کیلئے شکریہ ادا کیا تھا۔ فریدوں نے جواباً سر ہلا دیا تھا۔

"فریدوں...... ! میں واقعی شرمندہ ہوں۔ کل رات سوچا تو بہت برا لگا' کہیں تمہارے ساتھ اس طرح کا سلوک روا نہیں رکھنا چاہیے تھا۔"

آہن فریدوں نے اسے شانوں سے پکڑ کر آئینے کے سامنے کھڑا کر دیا تھا۔ "اس چہرے کو آئینے میں دیکھیے غادیہ' ان آنکھوں کو پڑھیے' آپ کو اس چہرے پر کیا دکھائی دیتا ہے غادیہ؟ کیا پڑھتی ہیں آپ کی نظریں؟ کوئی خوشی دکھائی دیتی ہے آپ کو اس عکس میں؟"

غادیہ نے آئینے میں اپنے وجود کو دیکھا تھا پھر اپنے پیچھے کھڑے اس لڑکے کو دیکھا تھا جو اندر باہر سے بہت الجھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بہت پرسکون انداز میں پلٹی تھی۔

"فریدوں' ادھر ادھر کی فکروں میں خود کو مت الجھاؤ' یہ باتیں تمہارے سوچنے کی نہیں تھیں۔"

"آپ کیا چاہتی ہیں غادیہ' بے حس ہو جاؤں میں؟ روبوٹ بن جاؤں؟" آہن نے احتجاج کرنا چاہا تھا۔

"نہیں' ایسا کچھ نہیں چاہتی میں...... مگر پلیز' جو سوچ رہے ہو' وہ سوچنا بند کر دو۔ میں صرف تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ جس سمت پر تم کھڑے ہو' وہاں سے تمہیں ہر شے غلط دکھائی دے رہی ہے' اپنی سمت درست کرلو۔ ہر شے خود بخود ٹھیک ہو جائے گی۔"

بہت مدہم انداز میں وہ بولی تھی۔ لہجے میں رسانیت تھی' پھر وہ پلٹی' اور ایک خود اعتمادی سے چلتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ آہن فریدوں اس پر سے نگاہ نہیں ہٹا سکا تھا۔

●●●
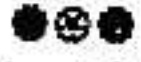
"واٹ؟" منال احمد نے سنا تھا تو کچھ برہم دکھائی دی تھی۔

"How dare you play with me and my life?"

"تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی' کیوں ادیان' کیا سمجھتے رہے تم مجھے؟"

ادیان حاکم چغتائی نے اسے calm down کرنے کی کوشش کی تھی۔

"میں نے تمہارے ساتھ کچھ غلط نہیں کیا منال' کم آن' سمجھنے کی کوشش کرو' تم بھی مجھے غلط سمجھو گی تو......"

"تم بھی؟ کیا مطلب ہے تمہارا تم بھی سے؟ ادیان اس سارے کھیل میں' سارے

خسارے میں میں رو رہی ہوں۔ تم شادی کر رہے ہو بہت خوش ہو گے تم یقین میں میرے...
آیا؟" منال احمد کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"منال تم جانتی ہو میں شادی اپنے لئے یا اپنی مرضی سے نہیں کر رہا ہوں۔ یہ...
شرائط پاپا نے رکھی ہیں۔ اگر مجھے اس گھر میں رہنا ہے تو یہ سب ضروری ہے۔ اس وقت اگر میں
کسی بھی طرح کا کوئی انکار کرتا ہوں تو میں......"

"تم کیا کرتے ہو ادیان اور کیا نہیں...... اٹس ناٹ مائے کنسرن۔ بہت بیوقوف بن...
ہوں میں تمہارے ہاتھوں اب اور نہیں۔"

وہ قریب سے گزر کر جانے لگی تھی جب ادیان نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"ٹرسٹ می منال احمد۔"

"ٹرسٹ......؟ تم ٹرسٹ کے meaning بھی جانتے ہو؟" وہ غرائی تھی۔

"شٹ اپ منال تم جانتی ہو میں نے تمہیں کوئی دھوکہ نہیں دیا۔"

"اگر تم نے مجھے کبھی کوئی دھوکہ نہیں دیا ہوتا تو آج تم خالہ جبران کو اپنی زندگی میں شامل
نہ کر رہے ہوتے۔"

"تم جانتی ہو بتا چکا ہوں تمہیں کہ اسے اپنی زندگی میں کیوں شامل کر رہا ہوں۔ ...
منال یہ شادی صرف ایک کمپرومائز ہے۔ جس شادی کی کوئی وقعت میرے لئے پہلے نہیں تھی اب
بھی نہیں ہوگی۔"

"میں نہیں جانتی ادیان تم یہ سب کیوں کر رہے ہو اور اس بات کی وقعت تمہارے لئے
کتنی ہے...... مگر اس سب کے ہونے سے مجھے فرق پڑتا ہے بہت پڑتا ہے سو میں اس سچوئیشن کا
سامنا نہیں کر پاؤں گی۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی تھی۔

"تو تم ڈی سائیڈ کر چکی ہو کہ تم میری زندگی سے جا رہی ہو؟"

"یہ میں نے نہیں تم نے ڈی سائیڈ کیا ہے ادیان کہ تمہاری زندگی میں تمہارے ساتھ
کون ہوگا۔ تمہارے اور میرے درمیان جو کچھ بھی تھا......"

"That's all over now!"

ایک لمحے میں منال نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑایا تھا اور چلتی ہوئی آگے بڑھ گئی
تھی۔

ادیان اسے روک سکا تھا نہ کچھ کہہ سکا تھا۔

❁❁❁

"تم کچھ پریشان ہو قادیہ؟" راحم نے دریافت کیا تھا مگر اس نے سر انکار میں ہلا دیا

تھا۔

"تم اس شادی سے خوش نہیں ہو؟" سوال غیر متوقع نہیں تھا مگر وہ چونک گئی تھی۔

"تم سے ایسا کس نے کہا؟" قادیہ بولی تھی۔

راحم بہت پرسکون انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔ "کسی نے نہیں۔"

"پھر تم نے ایسا کیوں کہا؟"

"یونہی۔"

"یونہی نہیں راحم۔"

"ہاں تو پھر وجہ بتاؤ؟"

"کس بات کی وجہ؟" وہ نگاہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"تمہاری پریشانی کی وجہ۔"

"کوئی وجہ نہیں ہے راحم! بس یونہی ذرا تھک گئی ہوں۔"

"تم کہو تو شادی پوسٹ پون کر دیتے ہیں۔" راحم نے اس کی سہولت کی غرض سے کہا
تھا۔

"نہیں راحم! بات اب اتنی سیریس بھی نہیں کہ شادی پوسٹ پون کرنی پڑے۔" وہ روانی
سے بولی تھی۔

"یعنی کوئی بات ہے ضرور۔" وہ اس کی بات پکڑتے ہوئے بہت نرمی سے مسکرایا تھا۔

"قادیہ ہم ایک بہت اہم رشتے میں بندھنے جا رہے ہیں جس میں ہر بات شیئر کی جاتی ہے۔
خوشیاں پریشانیاں چھوٹے موٹے پرابلم سبھی کچھ میں صرف تمہارا اچھے دنوں کا ہمسفر بننا نہیں
چاہتا۔ میں تمہاری پریشانیاں اور پرابلمز بھی جاننا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنی پریشانیاں لینے دو پلیز۔"
اس کے ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھ میں لیتا ہوا وہ ملائمت سے بولا تھا اور قادیہ اسے دیکھ
کر رہ گئی تھی۔

"تم بہت اچھے ہو راحم! میری سوچوں سے بھی کہیں بڑھ کر...... بہت
understanding ہو بہت کنسرن مجھے بہت خوشی ہوئی جان کر کہ تم صرف میری خوشیاں
ہی نہیں میرے دکھ اور تکلیفیں بھی بانٹنا چاہتے ہو مگر مجھے فی الحال کوئی پریشانی نہیں ہے۔ جب
ہوگی تو سب سے پہلے تم ہی سے شیئر کروں گی۔" قادیہ نے اسے بہت آرام سے ٹال دیا تھا۔

"شیور؟" راحم اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"ہوں! ہنڈرڈ پرسنٹ شیور راحم۔"

"ٹھیک۔" وہ مسکرا دیا تھا۔

"رشتے پیاز کی تہوں کی طرح پرت در پرت کھلتے ہیں راحم! تم میرے کتنے قریب ہو' کتنے کنسرن' اس کا اندازہ شاید مجھے کبھی نہ ہو پاتا' مگر آج جب تم قریب ہو تو مجھے اس بات کا اندازہ بہت اچھی طرح سے ہوا ہے۔" غادیہ نے بہت صاف گوئی سے کہا تھا۔

"تمہیں کیا لگتا تھا میں تم سے بہت دور ہوں؟" راحم مسکرایا تھا۔

"ہاں' پہلے لگتا تھا' اب نہیں لگتا۔"

"رشتے وقت چاہتے ہیں غادیہ! میں ایک بزنس مائنڈڈ بندہ ہوں۔ ہمیشہ کام اہم رہا' مگر سچ کہوں' آج یہاں کچھ لمحے تمہارے ساتھ گزار کر واقعی اندازہ ہو رہا ہے کہ میں نے زندگی کو وقت نہ دے کر کیا کچھ گنوا دیا۔ اب ایک بات کی بہت فکر ستاتی ہے۔"

"کس بات کی؟"

"یہی کہ پتا نہیں زندگی کے ہاتھ اتنے لمحے باقی ہیں بھی کہ نہیں جتنے گنوا دیئے؟" وہ مسکرایا تھا' مگر غادیہ مسکرا نہیں سکی تھی۔

"پلیز' ایسی بات مت کریں۔"

"آئی واز جسٹ کڈنگ یار۔" وہ ہنسا تھا۔

"مجھے ایسے مذاق بالکل بھی پسند نہیں۔"

"ٹھیک ہے' تو اب جو بات ہماری ہونے والی بیگم کو اچھی لگے' ہم وہی کریں گے۔" راحم بولا تھا۔

غادیہ مسکرا دی تھی پھر چہرہ پھیرتے ہوئے بولی تھی۔

"آپ سچ میں بہت اچھے ہیں۔"

●◆●

"سب کچھ جتنا آسان لگا تھا' اتنا رہا نہیں احمر! مجھے لگتا تھا میں سہہ نہیں پاؤں گا' مگر سہہ گیا میں..... مگر ایک لمحہ کتنا قیامت رہا' یہ کوئی نہیں جانتا' وہ بھی نہیں جانتی۔" اعشار پیرزادہ کی آواز میں ویرانیاں ہی ویرانیاں تھیں۔ "اب تک میں خود کو بھی دھوکہ دیتا آیا تھا احمر!' مگر اب مجھے لگتا ہے میں خود کو' اور وقت کو ہرا نہیں پایا۔ وقت میرے ہاتھ میں تھا' اور میں کبھی اس بات کا اندازہ نہیں کر پایا کہ کچھ لمحوں میں کچھ باتیں کتنی ضروری ہوتی ہیں......

میں زندگی سے مذاق کر رہا تھا احمر!' مگر زندگی مجھے ہی حیران کر گئی۔ بالکل' بالکل خالی ہاتھ کھڑا ہوں آج میں احمر.....! اور..... میں یہ سب نہیں جھیل پاؤں گا۔"

"اس سب کا فیصلہ تم نے خود لیا تھا اعشار! پھر کیوں نہیں جھیل سکتے تم؟ یہ زندگی' یہ راہ تم نے خود چنی تھی۔ کل جب وہ تمہارے ساتھ تھی' تمہیں اندازہ کیوں نہیں تھا وہ تمہارے لئے اتنی ضروری ہے۔ تم کیوں بھاگتے رہے اس سے.....؟ آج اچانک ہی محبت کیسے ہو گئی تمہیں اس سے' کل یہ محبت کہاں تھی جب وہ تمہارے ساتھ تھی؟" احمر نے اسے لتاڑا تھا۔

وہ سر جھکا کر اپنے پھیلے ہوئے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھنے لگا تھا۔

"مجھے نہیں پتا تھا احمر! اس محبت وحبت کی مجھے کچھ خبر نہیں تھی۔ مجھے لگتا تھا زندگی میں جینے کیلئے کچھ بھی ضروری نہیں ہے۔ مجھے رنگ اچھے لگتے تھے۔ رنگوں سے بھری زندگی اچھی لگتی تھی' اور آج..... آج کھلا کہ وہ کتنی ضروری تھی...... میں نے اسے دو بار گنوایا احمر! زندگی اسے پکڑ کر میرے سامنے لا کر کھڑا کرتی رہی' اور میں اس سے بھاگتا رہا......

زندگی بتاتی رہی کہ وہ ضروری ہے' اور میں اسے غیر اہم جان کر بھاگتا چلا گیا...... زندگی' اور محبت اتنے چانس نہیں دیتی..... مگر مجھے ملے.....' مگر میں' میں گنواتا رہا۔ بہت کاورڈ تھا میں..... کبھی اس کے سامنے یا خود سے confess نہیں کر سکا کہ...... آئی لو ہر' آئی لو فیحانہ! اگر کیا ہوتا تو آج وہ میری زندگی میں میرے ساتھ ہوتی۔"

اعشار کی آواز میں شکست بول رہی تھی۔ احمر اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا' اور قدم تو دانیال پیرزادہ کے بھی رک گئے تھے۔ وہ ان کے پاس کسی کام سے آئے تھے' مگر ذکر ایسا چل رہا تھا کہ وہ فوری طور پر آگے نہیں بڑھ سکے تھے' وہیں دہلیز کے پاس رک گئے تھے۔

"مجھے لگتا ہے احمر! غلطی میری ہے۔ ساری غلطیاں صرف مجھ سے ہوئیں' مگر اب ان کا ازالہ کرنے کیلئے بھی میرے پاس وقت نہیں بچا۔ آج وقت نے مجھ سے اس بات کا حق بھی چھین لیا لیکن اب بہت سی باتوں کی طرح مجھے ایک' اور بات بھی سمجھ میں آ گئی ہے احمر.....!

محبت صرف اپنے دل کی خوشی نہیں ہے..... اگر فیحانہ' دانیال چاچو کے ساتھ خوش ہے تو آئی ہیو نو objection۔ مجھے کوئی complain نہیں ہے' میں بھی خوش ہوں کیونکہ میری تنہائی میری خود کی سزا ہے۔ اس محبت کو میں کوئی موڑ نہ دے سکا۔ غلطی میری ہے۔ زندگی مجھے موقع دیتی رہی' محبت مجھے وقت دیتی رہی' میری ہی کچھ سمجھ میں نہیں آیا......

آج اگر وقت نے میرے حق میں فیصلہ نہیں دیا تو میں قصوروار خود ہوں' مجھے کسی سے کوئی گلہ نہیں ہے..... فیحانہ سے بھی نہیں...... وہ لڑکی ہے' اپنے دل کی بات کبھی نہیں کہہ پائی۔ کل جب وہ میرے ساتھ انگلینڈ میں پڑھ رہی تھی' تب بھی نہیں' اور آج جب وہ مجھے دوبارہ ملی' تب بھی نہیں......

مگر میں بھی تو نہیں کہہ پایا۔ اگر کہہ دیا ہوتا تو شاید میں خالی ہاتھ کھڑا نہ ہوتا۔ میں ہی کبھی سمجھ نہیں پایا کہ وہ کتنی ضروری ہے..... آج جب وہ ساتھ نہیں ہے تو لگ رہا ہے جیسے کچھ بھی نہیں ہے۔" اعشار بکھرا دکھائی دے رہا تھا۔

دانیال پلٹ گیا تھا' مگر قدم بہت شکستگی لیے ہوئے تھے۔

"اف' جون جولائی ابھی آیا نہیں' اور گرمی کا آغاز ہو بھی گیا۔" اماں نے شاپنگ بیگ ایک طرف ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"آپا! آپ نے فینی کی تیاریاں ابھی سے شروع کر دیں۔ یہ اتنی ڈھیر ساری کس خوشی میں؟" عمران نے انہیں دیکھا۔

"بیٹی تو منہ سے کہی' اور پرائی ہوئی۔ کیا جانے عمر کتنی ہے؟ اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی ایک ایک چیز بنانا چاہتی ہوں۔" اماں نے شاپنگ بیگ سے جیولری کے باکس نکالیے تھا۔ "کہاں ہے فینی؟ اسے کہو آ کر اپنی جیولری دیکھ لے۔ اگر پسند نہیں آئی تو چینج کروا دیں گی۔"

"فینی کی تو کچھ طبیعت ٹھیک نہیں ہے' اپنے کمرے میں ہے۔" ماہم نے جوس کا گلاس انہیں تھماتے ہوئے اطلاع دی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟" اماں نے فکرمندی سے پوچھا تھا۔

"سر میں درد ہے کچھ۔"

"اچھا اسی لیے آج آفس سے بھی چھٹی لے لی' اور میں بھی وہ کام گھر پر کرنا چاہ رہی ہے۔" اماں کو تشویش ہوئی تھی۔

"آپ بیٹھیں آپا' میں دیکھتا ہوں۔" عمران اٹھا تھا۔

"یہ جیولری کے باکس بھی لے جاؤ' کہنا پسند آئے تو بتا دے۔" اماں نے تاکید کی تھی۔

عمران سر ہلاتے ہوئے پیکٹ لے کر فینی کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ دستک دی تھی دروازے پر...... فینی کی بہت نحیف سی آواز آئی تھی۔

"کون ہے' آ جاؤ۔"

"میں ہوں ماموں۔" عمران بولا تھا۔

وہ جو لیٹی ہوئی تھی' اٹھ بیٹھی تھی۔

"کیا ہو گیا ہماری پری کو؟" ماموں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"بس ماموں! کچھ سر میں درد ہے۔ آفس کا بھی موڈ نہیں ہوا۔ عجب ایک تھکن سی ہو رہی ہے جیسے میں نے میلوں کا' صدیوں کا سفر طے کیا ہو' اور سب بیکار رہا ہو۔" وہ تھکن زدہ لہجے میں بولی تھی۔

عمران اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

"آپا نے تمہاری شادی کی شاپنگ ابھی سے شروع کر دی ہے۔ یہ کچھ جیولری لائی ہیں۔ اگر ڈیزائن پسند نہ آئیں تو بتا دینا' آپا چینج کروا دیں گی۔"

"اماں بھی نا......! ان کا بس نہیں چلتا' ایک لمحے میں انگلی پکڑ کر مجھے اس گھر سے باہر کھڑا کر دیں۔" اکتائے ہوئے انداز میں سر کی کنپٹیوں کو ہاتھ سے دباتے ہوئے وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تھی۔

عمران نے جیولری باکس سائیڈ ٹیبل پر رکھے تھے' اور خود اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

"کیا ہو گیا ہماری پری کو؟ کوئی میڈیسن لی ہے؟ اگر زیادہ درد ہے تو ڈاکٹر کو فون کر دوں؟"

"نہیں ماموں! اتنا درد نہیں ہے۔" وہ ٹالتے ہوئے بولی تھی۔

"تم رات میں ٹھیک سے سوئی نہیں؟"

"ہاں ماموں! بس یونہی کچھ تھکن سی ہے۔"

"فینی بچے! جب بہت سی چیزوں' اور باتوں کو راہ نہیں ملتی تو وہ اپنی راہ خود نکال لیتی ہیں۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں ماموں؟" وہ چونکی تھی۔

"صرف یہ کہ اپنے اندر کی چیزوں کو دبانا بند کر دو۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ کوئی بھی ٹینشن ہے تو ہم سے شیئر کرو۔ بہت سی باتیں کہہ دینے سے سکون ملتا ہے۔ ان کا حل نکلے یا نہ نکلے' مگر راہ مل جاتی ہے۔" ماموں نے بہت سکون سے سمجھایا تھا۔ فینانہ ان کی طرف خالی خالی آنکھوں سے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"ہم باقاعدہ ایک رشتے میں بندھنے جا رہے ہیں بج! اس رشتے کو ایک نام ملنے جا رہا ہے۔ یہ شادی باقاعدہ رجسٹرڈ ہونے جا رہی ہے' مگر میرے اندر وہ پہلے والی رمق کہیں نہیں ہے۔ بہت سی چیزیں جب وقت گزرنے کے بعد ملتی ہیں یا ہوتی ہیں تو ان کی اتنی خوشی نہیں ہوتی' اور خوشی تو بہت دور کی بات ہے بج' مجھے تو اپنے اندر کوئی فیلنگ ہی نظر نہیں آتی۔ ایک سکوت سا ہے' اور اس سکوت کو میں بالکل سمجھ نہیں پا رہی۔ میں نے اس رشتے کو اس نہج پر لانے کیلئے سب کچھ کیا۔ اس شخص کیلئے سب کچھ کیا' مگر اس نے میرے وجود سے انکار کر دیا' اور اب میں اپنے اندر جھانکتی ہوں تو مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا' کچھ بھی نہیں۔ اس نے میرے اندر سے ہر احساس نکال کر پھینک دیا ہے بج! اب میرے اندر کچھ نہیں بچا۔" وہ سیڑھیوں پر اس کے ساتھ بیٹھی بہت مدہم لہجے میں بولی تھی۔ وہ بہت ملائمت سے مسکرا دیا تھا۔

"ایک بات کہوں طالیہ جبران! تم اب بھی اس شخص سے محبت کرتی ہو۔ اتنی ہی گہری فیلنگز تمہارے اندر باقی ہیں اس کیلئے۔ اس نے تمہارے ساتھ کچھ بھی کیا ہو' مگر تم اس سے ا[illegible] بھی دور نہیں جا سکتیں۔ اس نے تمہارے وجود سے انکار کیا' اس رشتے سے انکار کیا۔ شاید اس [illegible] تم آج ایسا سوچ رہی ہو' مگر آئی نو' یہ احساس زیادہ دیر تک کیلئے نہیں ہے..... محبت بدگمان ہو[illegible] ہے طالیہ جبران! مگر زیادہ دیر تک بدگمان رہ نہیں سکتی۔" سچ اسے بہت مدہم انداز میں بتا[illegible] تھا۔

طالیہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ اس شخص کی نگاہیں بالکل شفاف آئینوں سی تھیں جن میں ہر عکس بہت واضح تھا۔

"تم محبت کے بارے میں اتنی وضاحت سے کیسے جانتے ہو سچ؟ You fallen in love ever?"

طالیہ جبران نے پوچھا تو وہ مسکرا دیا تھا۔

"ہاں' ہوئی تھی ایک بار' ایک پری سی لڑکی تھی اور......" بات ادھوری چھوڑ کر وہ ا[illegible] دیکھنے لگا۔

"اور پھر؟" طالیہ نے آگے سننا چاہا تھا۔

"اور پھر کیا؟" وہ مسکرا دیا تھا۔ "کیا ہوتا ہے محبت کی کہانیوں میں۔ وہی ایک اچھوتی محبت...... وہی ایک آدھی ادھوری کہانی...... معاملہ [illegible] ئیں ٹائیں فش۔" وہ ہنس دیا تھا۔

"کہاں گئی وہ تمہیں چھوڑ کر؟"

"جا رہی ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔

"جا رہی ہے؟" طالیہ جبران چونکی تھی۔

"ہوں' جا رہی ہے اپنے پیا کے گھر۔" وہ بدستور مسکرا رہا تھا۔ آنکھوں میں کچھ قطرے [illegible] تھی' اور طالیہ اس کے شانے پر ایک ہاتھ کا مکا سا مارتے ہوئے مسکرا دی تھی۔

"محبت مذاق نہیں ہے سچ! میں نے اس محبت میں صدیوں' سالوں سفر کیا ہے' مگر آج بھی خالی ہاتھ کھڑی ہوں۔"

"ہاں' جانتا ہوں طالیہ! مگر ایسا میں نہیں سوچتا۔ میں سالوں صدیوں بھی اس محبت میں چلوں تو مجھے اپنے خالی ہاتھ رہنے کا احتمال نہیں ستائے گا۔ میرے لئے محبت منزل نہیں' راستہ ہے۔ راستے کا ایک موڑ ہے' محبت کی کوئی کہانی نہیں ہوتی طالیہ' لمٹ نہیں ہوتی۔ سو میں تھوڑی میں بھی بہت خوش ہوں۔ مجھے زیادہ کی تمنا نہیں ہے۔"

وہ بہت پرسکون دکھائی دے رہا تھا' اور طالیہ مزید کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔

"طالیہ......" بہت دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولا تھا۔

"ہاں......"

"میں تمہارے لئے بہت خوش ہوں طالیہ......! اب کم از کم تم میرے پاس چھوٹے چھوٹے مسائل کے حل ڈھونڈنے نہیں آؤ گی۔ میں ٹینشن فری ہو جاؤں گا۔" اس کی بات پر طالیہ مسکرا دی تھی۔

"تم خوش ہو طالیہ؟" رات کی خاموشی کو ایک بار پھر سچ کی آواز نے توڑا تھا۔

"پتا نہیں سچ! مگر میرے اندر کہیں بھی اطمینان نہیں ہے۔ میں اس رشتے کو بھی سمجھ نہیں پائی۔ اس رشتے نے ہمیشہ مجھے بہت حیران کیا ہے۔ یہ شادی ایک سمجھوتہ ہے' اور سمجھوتے زیادہ دیر تک نہیں چلتے۔"

"ایسے مت کہو طالیہ! سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" سچ بولا تھا۔

"کیا ٹھیک ہوگا' اور کیا نہیں' میں نہیں جانتی سچ! مگر دل نہیں ہے' اس شخص کے سینے میں پتھر ہے۔ قطرہ قطرہ پتھر پر بھی پڑتا ہے تو اس کے سینے میں بھی سوراخ ہو سکتا ہے' مگر وہ شخص...... اس کے پتھر دل میں سوراخ بھی ممکن ہے۔ پاگل ہوں میں' پتھر سے سر پھوڑ رہی ہوں' مگر شاید یہی میری قسمت ہے' سو میں گلہ نہیں کر سکتی۔ اس شخص سے بھی نہیں۔ اس کی ایک اپنی دنیا ہے' اور وہ اس میں خوش ہے۔ میں جانتی ہوں میں صرف خسارے کا سودا کر رہی ہوں' مگر حاکم انکل کا کہنا ہے' مجھے وقت کو' اور زندگی کو ایک موقع' اور دینا چاہیے۔ پتا نہیں میں ٹھیک کر رہی ہوں کہ نہیں' مگر ایسا ہو رہا ہے۔"

"اور کیا ہو اگر تمہیں پتا چلے کہ اس شخص کو بھی تم سے محبت ہو گئی ہے؟" سچ بولا تھا' اور وہ چونکی تھی۔

"کون' اودیان حاکم چغتائی؟"

"ہاں' معجزے اسی سرزمین پر ہوتے ہیں۔ فرض کرو اگر تمہیں ایک دن پتا چلے کہ اسے بھی تم سے محبت ہو گئی ہے' اور اسے بھی تمہاری اتنی ہی ضرورت ہے تو پھر......؟"

سچ پتا نہیں کیا جاننا چاہ رہا تھا۔ اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی' اور اس آدھی ادھوری بات کا کوئی جواب طالیہ کے پاس فی الحال نہیں تھا۔

"میں خوش فہم نہیں ہوں سچ! زندگی کو جو کرنا ہے' کر دے۔ میں تیار ہوں۔ میں بہت زیادہ Expect نہیں کرتی' کسی سے بھی نہیں۔" طالیہ جبران صاف گوئی سے بولی تھی۔

"optimist ہونا اچھی بات ہے۔ ریلسٹ ہو' یہ بھی برا نہیں...... مگر اتنی افسردہ مت رہو' یہ ٹھیک نہیں ہے۔ چیئر اپ یار' تمہاری شادی ہو رہی ہے' کچھ سمائل کرو۔" سچ نے مسکراتے

ہوئے کہا تھا۔

"تم میری شادی سے مجھ سے زیادہ خوش دکھائی دے رہے ہو۔" طالیہ مسکرائی تھی

"ہاں' کیوں نہیں' دوست ہو میری۔ میں تو بھنگڑا بھی کروں گا اگر تم کہو گی تو۔"

یج پتا نہیں واقعی اتنا خوش تھا یا خوش دکھائی دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی

مگر ایک بات جانتی تھی کہ یج کا دل بہت بڑا تھا' اور بہت اچھا بھی......

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو طالیہ؟" اس نے اسے چونکا دیا تھا۔

"کچھ نہیں یج! تم بہت اچھے ہو' میرے سب سے اچھے دوست! تم نے ہمیشہ میرا حوصلہ بڑھایا ہے۔ مجھے ضرورت پڑنے پر ہیلپ آؤٹ کیا ہے' میرا ساتھ دیا ہے۔ میں تمہارا شکریہ لفظوں میں نہیں کر سکتی۔"

"کم آن یار' چلو اٹھو تمہیں شادی سے پہلے ایک بار آئس کریم کھلا دوں پھر پتا نہیں وہ ظالم' ہٹلر نما شوہر اجازت دے نہ دے۔" یج نے دوستانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تھا

طالیہ مسکرا دی تھی۔

"اسے برا مت کہو یج! مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

"اف یہ محبت...... ان کو کوئی سروکار نہیں' اور یہاں' محبت امڈ امڈ کر باہر آ رہی ہے۔ کہتے ہیں مشرقی بیگمات' محبت کی ایسی مثالیں صرف ہمارے ایشیا میں ہی مل سکتی ہیں۔ اب۔" یج بولا تھا' اور طالیہ مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"If tomorrow never comes."

یج اپنے ہی دھیان میں گنگنانے لگا تھا۔ طالیہ نظر انداز نہیں کر سکی تھی۔

● ● ●

"اعتبار' تم نے وہ فنانس کی فائل دیکھ لی تھی؟" دانیال نے اسے اپنے روم میں داخل ہوتے دیکھ کر دریافت کیا تھا۔

"نہیں چاچو' وہ فائل تو آپ نے شاید مس فینانہ بیگ کو دی تھی۔"

"فینانہ کو...... اوہ آئی سی' یاد آیا' وہ فائل انہی کے پاس ہے۔"

دانیال نے کہہ کر فون اٹھایا تھا۔ مس فینانہ کو بلوانے کیلئے ہی وہ بولا تھا۔

"مگر چاچو' وہ تو آفس نہیں آ

"ہاں یاد آیا' انہوں نے دو دن کی leave کیلئے کہا تھا۔ آپ چیمبرز میں دیکھنا

دانیال نے اسے کہا تھا' اور پھر سیل فون پر اس کا نمبر ملا کر بات کرنے لگا تھا۔

"فینانہ' دانیال ہیئر' آر یو او کے؟"

"ہاں دانیال! میں ٹھیک ہوں' آپ کیسے ہیں؟"

"ٹھیک' وہ فنانس کی فائل کے بارے میں ڈسکس کرنا تھا۔ تم تو آج آئی نہیں ہو۔ میں اعتبار کو بھجوا دیتا ہوں۔ تم اس فائل کو دیکھ چکی ہو تو کچھ پوائنٹس ڈسکس کر لو۔ آئی ایم سوری' میں تمہیں زحمت دے رہا ہوں' مگر اس کی ضرورت آج ہی ہے۔"

"اٹس او کے دانیال' میری طبیعت کچھ اتنی زیادہ بھی خراب نہیں ہے۔ آپ جسے بھیجنا چاہتے ہیں' بھجوا دیں۔ ہم ڈسکس کر لیتے ہیں۔" فینانہ بے تاثر لہجے میں بولی تھی۔

"ٹھیک ہے فینانہ! ٹیک کیئر' سویٹ ہارٹ! سی یو......" دانیال نے فون بند کر کے اعتبار کے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔ شاید وہ وہاں کوئی ری ایکشن دیکھنا چاہ رہا تھا' مگر وہ بے تاثر بنا سر جھکائے بیٹھا کوئی فائل دیکھ رہا تھا۔

"اعتبار' میں نے فینانہ سے بات کر لی ہے۔ تم اس کے گھر چلے جاؤ' اور تمام پوائنٹس ڈسکس کر لو۔ ہمیں یہ کنٹریکٹ آج ہی او کے کرنا ہے۔"

"او کے چاچو' مگر آج تو بورڈ میٹنگ بھی ہے ایک گھنٹے میں' اور مجھے اس میں بھی شامل ہونا ہے۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو اعتبار' وہ میں دیکھ لوں گا۔ تم فینانہ کیلئے ایک کیک بھی لے جانا۔"

"کیک چاچو؟" اعتبار چونکا تھا۔

"میری طرف سے۔ شی از ناٹ فیلنگ ویل' سو اسے اچھا لگے گا۔"

"اوہ' رائیٹ۔" اعتبار انکار نہیں کر سکا تھا۔

"اعتبار' ایک بات بتاؤ' تمہیں کبھی کہیں کرش فیل ہوا یا پھر محبت؟"

"محبت؟ چاچو! ہم آفس میں ہیں۔ ایک اہم فنانس فائل کو ڈسکس کرنے کیلئے...... یہ اچانک محبت کہاں سے آ گئی بیچ میں؟" وہ خود کو نارمل ظاہر کرنے کو مسکرایا تھا۔

"بزنس پوائنٹ' جس کے علاوہ بھی کچھ اہم ہو سکتا ہے اعتبار۔" دانیال مسکرا دیا تھا۔

"مطلب؟" اعتبار چونکا تھا۔

"اوں ہوں' کچھ نہیں' تم فینانہ سے مل لو' ہم یہ بات پھر کبھی ڈسکس کر لیں گے۔" دانیال بولے تھے۔

اعتبار کی سمجھ میں ان کا رویہ نہیں آیا تھا۔ کچھ عجیب سے لگے تھے وہ...... مگر وہ کچھ بھی کہے بغیر اٹھ کر باہر نکل آیا تھا۔

● ● ●

پتا نہیں خوش ہونا بھی چاہیے تھا یا کہ نہیں' اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں

ادیان کے نام کی مہندی رچ رہی تھی۔ ڈھولک کی تھاپ بھی تھی۔ سہاگ کے گیت بھی
اندر خوشی کی کوئی رمق پھر بھی نہیں تھی۔

وہ سر جھکائے اسی طرح بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔ جب وہ چلتے ہوئے اس کے
آن بیٹھا تھا۔ اسے کچھ ہوش نہ تھا' اپنی سوچوں میں اتنی الجھی ہوئی تھی کہ اس کے آنے کا
نہیں چلا تھا۔ وہ مہندی لگانے والی لڑکی کے ہاتھ سے کون لے کر کب اسے مہندی لگانے لگا
اسے خبر تک نہیں ہوئی تھی۔ دھیان جانے پر سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

وہ بغور اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اب وہ اس سے کیا چاہتا تھا' وہ نہیں جانتی تھی۔ وہ
سے کیا بات کرنے آیا تھا' وہ یہ بھی نہیں جانتی تھی۔

"خوش ہو بہت؟" اس کے متوجہ ہونے پر ادیان حاکم چغتائی نے دریافت کیا تھا۔

طالیہ نے کچھ دیر خاموشی سے دیکھا تھا' اور پھر سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"پتا نہیں ادیان' شاید نہیں۔"

"نہیں۔" ادیان حاکم چغتائی کو بہت حیرت ہوئی تھی۔ "لیکن کیوں؟" وہ ریزن جا
تھا' اور اس کے پاس اس کے کسی سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔

"میرے پاس تمہارے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں ہے ادیان' میں خوش ہوں یا
اس بات کی پرواہ مت کرو۔ اگر تم خوش نہیں ہو تو حاکم انکل کے پاس جا کر سیدھے سے انکار
پھر تم میں ہمت ہی نہیں۔" وہ لاتعلق اور بے تاثر لہجے میں بولی تھی۔

"ہمت کی بات مت کرو طالیہ! میری ہمت کے بارے میں تم جانتی ہو۔"

"کون سی ہمت؟ بند کمرے میں ایک کمزور لڑکی کو اپنے وحشیانہ اقدام کے نشانے
ہمت قرار دیتے ہو؟ تمہاری اس ہمت کی تمہیں میں وہ سزا دلوا سکتی تھی کہ تم یاد رکھتے۔ میں
تمہیں چھوڑ دیا تو مجھے اتنا کم ہمت مت جانو۔ یہ پاکستان نہیں' انگلینڈ ہے ادیان جہاں
شادیاں مانی جاتی ہیں تمہارے بقول...... اور جہاں ریپ کی سزا بھی ملتی ہے۔ اپنے آپ کو
بااختیار مت سمجھو۔" وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔

ادیان نے اسے بغور سنتے ہوئے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"نہیں' بااختیار نہیں رہا اب۔ تمہاری کسی بات سے انکار نہیں۔ سچ کہتی ہو' مگر
حیران ہوں تم نے واقعی مجھے چاروں شانے چت کر دیا۔ تمہیں جتنا آسان سمجھتا تھا' ہو نہیں' تم
تم نے سچ میں میرے ارادوں کو پسپا کیا ہے۔ میں تمہیں جتنا کمزور سمجھتا تھا' تم نہیں ہو طالیہ!
یہ سب مان لینا میرے لئے اتنا آسان نہیں ہے۔

It's a miserable situation that you've created for

me.

"مگر اس میں سارا قصور تمہارا نہیں ہے' میرا بھی ہے۔ تمہیں اتنا اسٹرانگ' اور بااختیار
بنانے میں کچھ حصہ میرا بھی ہے۔ اس زندگی کے بگاڑ کا ذمے دار میں بھی ہوں طالیہ! ورنہ آج
تمہارے ہاتھوں میں میرے نام کی مہندی نہیں رچ رہی ہوتی۔"

ادیان نے بہت تھکے ماندے سے انداز میں ایک گہری سانس خارج کی تھی۔

"میرے پاس کوئی راہ نہیں بچی طالیہ! میں سچ میں بہت شکستہ ہوں' اور خالی ہاتھ بھی۔
منال احمد' اس نے چھوڑ دیا مجھے۔ وہ بھی نہیں سمجھتی کہ میں تم سے یہ رشتہ کسی مجبوری میں باندھ رہا
ہوں۔ ایک ریپ کی بہت ہی بڑی سزا بھگتنا پڑ رہی ہے مجھے۔ اس سے بہتر وہ سزا ہوتی جو مجھے تم
قانون سے دلواتیں۔"

وہ بول رہا تھا' اور طالیہ جبران کو لگا تھا' وہ اس کے منہ پر طمانچہ مار گیا ہو......
اس کی زندگی میں اس کی ضرورت کہیں نہیں تھی......
وہ کہیں بھی کسی بھی طرح سے اس کا طلبگار نہیں تھا......
وہ اسے کہیں نہیں چاہیے تھی
کسی موڑ پر وہ اس کا منتظر نہیں تھا......
اور...... وہ کیا کر رہی تھی......

"بہت...... بہت نفرت کرتے ہو' تم مجھ سے ادیان حاکم چغتائی؟"

وہ اتنے تھکے ہوئے انداز میں بولی تھی کہ ادیان حاکم چغتائی اس کی طرف دیکھنے پر مجبور
ہو گیا تھا' پھر قدرے توقف سے بہت نرمی سے بولا تھا۔

"تم اتنی بری نہیں کہ تم سے نفرت کی جائے طالیہ! خوبصورت ہو' ینگ ہو' دلکشی ہے تم
میں...... رعنائی بھی۔ تم سے کوئی نفرت نہیں کر سکتا...... سچ بتاؤں؟ شاید میں بھی نہیں کرتا' مگر مجھے
تم سے محبت بھی نہیں ہے۔"

"منال...... منال احمد' اس سے محبت کرتے ہو تم؟" اس کی بات کاٹتی ہوئی وہ بولی تھی۔

وہ پرخیال انداز میں سوچتے ہوئے سر ہلا گیا تھا۔

"شاید ہاں' وہ سمجھتی ہے مجھے...... انڈر اسٹینڈ کرتی ہے۔ اسے خیال رہتا ہے میرا۔ کب
مجھے کس چیز کی ضرورت ہے' سمجھتی ہے وہ۔ یہ انڈر اسٹینڈنگ ایک دو دن کی بات نہیں ہے طالیہ!
ہم نے پندرہ سال ساتھ گزارے ہیں۔"

"پندرہ سال......' اور جو رشتہ تمہارے' اور میرے بیچ میں برسوں سے ہے' اس کا کیا؟"

طالیہ نے اسے ٹوک کر نرمی سے دریافت کیا تھا۔

"اس کا میں نہیں جانتا طالیہ۔" وہ رسانیت سے بولا تھا۔

دونوں پہلی بار اپنے اپنے مسائل کو بہت پرسکون انداز میں ڈسکس کر رہے تھے۔ اپنی اپنی جگہ شکستہ بھی تھے اور تھکن زدہ بھی۔

"تمہیں صرف اپنے نقصان کی پروا ہے ادیان! میری یا میرے نقصان کی نہیں۔" وہ کر گئی تھی' نہ چاہتے ہوئے بھی...... جانتی تھی اس شکوے کا انجام صفر ہی ہوگا۔

"طالیہ! تم حیران کن ہو۔ سچ میں ایک حیران کن لڑکی...... اگر میں یہ کہوں کہ میں امپریسڈ نہیں ہوا تو یہ غلط ہوگا۔ ہوا ہوں' بہت ہوا ہوں' تمہاری محبت بڑی سچ ہے یہ...... اپنی ہار کا کیا کروں؟"

"ہار......؟ تمہاری مجھ سے خود کی شادی ایک ہار لگتی ہے تمہیں؟"

بے آواز آنسو پلکوں سے ٹوٹے تھے۔ مدہم لہجے میں ایک شکوہ تھا۔ پرسکون ایک طوفان تھا......

مگر وہ شخص سمجھ نہیں پایا تھا۔ شاید وہ سمجھنا چاہتا ہی نہیں تھا۔

"تمہاری جیت سے بدگمان نہیں ہوں میں...... مگر مجھے اپنی ہار کا اندازہ اس طور اگر تم مجھے کسی نارمل صورتحال میں ملی ہوتیں تو شاید میرے لئے تمہیں ایکسیپٹ کرنا اتنا ہوتا' مگر اب یہ بہت مشکل دکھائی دیتا ہے طالیہ۔"

"اس شادی کا کیا فائدہ ہوگا ادیان؟ ہم کیوں کر رہے ہیں یہ شادی پھر؟"

"یہ تم خود سے پوچھو طالیہ! میرے لئے یہ صرف ایک سودا ہے' ایک کمپرومائز۔"

طالیہ جبران کی آنکھوں سے بہت خاموشی سے آنسو بہہ رہے تھے بے آواز......

مگر وہ پروا کیے بنا اٹھا تھا' اور چلتا ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

"کیا تھا یہ......

کیسا رشتہ بننے جا رہا تھا یہ......

جس کا کوئی مقصد تھا نہ کوئی وقعت......

بیس برس پہلے ایک ایسا ہی رشتہ جڑا تھا۔ تب وہ بے اختیار تھی نہ اس کی مرضی تھی بوجھ...... اور آج' جب وہ سب جانتی بوجھتی تھی تو یہ رشتہ کیوں بنانے چلی تھی......

جو چوبیس برس پہلے بے وقعت تھا......

اس کی وقعت آج بھی صفر تھی تو پھر کیوں؟؟؟

طالیہ جبران کے سامنے کئی سوال منہ چڑا رہے تھے۔

●◆●

"چاچو نے مجھے بھیجا ہے۔ وہ فنانس کی فائل آپ کے پاس تھی اور......"

اعتبار بولا تھا تو فینانہ نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

"ہاں' جانتی ہوں میں۔ بیٹھیے آپ۔" فینانہ بولی تھی۔

پھر اس نے نوکر سے فائل لانے کا کہا تھا۔ فائل آ گئی تھی' اور وہ ایک ایک پوائنٹ ڈسکس کرنے لگی تھی۔

اعتبار اسے خالی خالی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"انڈر اسٹینڈ؟" تیسری بار فینانہ نے پوچھا تھا' مگر وہ اسی طرح بت سا دیکھ رہا تھا۔

"آپ سن رہے ہیں' کیا کہا میں نے؟" فینانہ نے دریافت کیا تھا۔

وہ چونکا تھا' پھر سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"نہیں' کیا کہا آپ نے؟" انداز نرم تھا' اور لہجہ مدہم...... جیسے اسے خود پر کوئی اختیار نہ ہو۔

فینانہ کا دل اپنا سر پیٹ لینے کو چاہا تھا۔

"میں نے کچھ نہیں سنا فینانہ...... میری سمجھ میں واقعی کچھ نہیں آیا۔ تمہیں دیکھ کر کچھ ہوش نہیں رہتا' کیا کروں؟" وہ بے بسی سے بولا تھا۔

فینانہ کچھ کہہ نہیں سکی تھی ماسوائے اس پر سے اپنی نظریں ہٹانے کے......

"پلیز اعتبار! اس وقت میں کوئی بات سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ میری طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے اس طرح پریشان مت کرو۔"

"نہیں کروں گا' کرنا بھی نہیں چاہتا' مگر فینانہ...... ! کہیں سکون نہیں ہے۔"

وہ اسی قصے کو چھیڑ رہا تھا جسے وہ سننا نہیں چاہتی تھی۔ چہرہ موڑے وہ بے تاثر بن جانا چاہتی تھی' مگر شاید اعتبار اسے بے تاثر بنتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"فینانہ! شاید اب واقعی ہمیں ان باتوں کو ڈسکس نہیں کرنا چاہیے۔ ان قصوں میں اب کچھ نہیں بچا' مگر مجھے لگتا ہے تم بھی خوش نہیں ہو تو پھر یہ دکھاوے کے رشتے کیوں؟"

"یہ دکھاوے کے رشتے نہیں ہیں اعتبار! میں نے دانیال کو اپنی پوری عقل' اور دماغ سے چنا ہے' اور اب اس بات کو میں مزید ڈسکس کرنا نہیں چاہتی' اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

"ہاں' جانتا ہوں۔" وہ تھکے ہوئے انداز میں بولا تھا۔

"مجھے لگا سب ختم ہو گیا فینانہ! پہلی بار کچھ کھونے کا احساس اتنی شدت سے ہوا ہے حالانکہ میرا تو کبھی کچھ تھا بھی نہیں' مگر جانے کیوں پھر بھی خود کو بالکل خالی ہاتھ محسوس کر رہا ہوں۔"

Let me say Faynana! I have lost you.

اگرچہ میں نے تمہیں کبھی بھی پایا نہیں تھا۔"

وہ confess کرتا ہوا بولا تھا' اور وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی' مگر لبوں پر
خاموشی تھی۔ اخمار شاید کچھ سننے کا متمنی بھی نہیں تھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ٹھہرو اخمار....." فینانہ بولی تھی۔

"ہاں....." وہ رک گیا تھا۔ پوری توجہ سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ بنا کچھ کہے اٹھی
تھی' اور دراز کی طرف گئی تھی پھر وہاں سے کچھ نکال کر واپس مڑی تھی' اور اس کے سامنے آن رکی
تھی۔

وہ منتظر تھا....' اور فینانہ نے بند مٹھی والا ہاتھ اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔

وہ الجھے ہوئے انداز میں اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ "کیا ہے یہ؟" بے دھیانی میں
ہاتھ پھیلا دیا تھا۔

فینانہ نے کچھ بھی کہے بنا اپنی بند مٹھی کھولی تھی' اور وہ رنگ اس کے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ دی
تھی۔

اخمار نے اس رنگ کو اپنی ہتھیلی پر پڑا دیکھا تھا' اور پھر نگاہ اس چہرے کی طرف کی تھی
اس سے بدگمان نہ تھی' مگر اس کی طرف متوجہ بھی نہیں تھا۔ ایک لمحے میں بہت پرانی لگی تھی۔
بہت سے خواب چکنا چور تھے' اور دونوں کی آنکھیں بے آواز تھیں۔ لبوں پر سکوت تھا
اور لمحے چپ چاپ......

اخمار نے خاموشی سے مٹھی بند کی تھی' اور مڑ کر چلتے ہوئے باہر نکل آیا تھا۔

●✿●
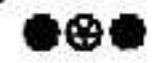
"تھینکس فریدوں......"

وہ راہداری سے گزر رہا تھا جب اچانک غادیہ سے سامنا ہو گیا تھا۔ وہ بولی تھی' اور وہ ٹھٹک
گیا تھا۔

"تھینکس فور واٹ غادیہ؟"

"میری بات ماننے کیلئے۔"

"کون سی بات؟" وہ چونکا تھا۔

"اس گھر سے نہ جانے کیلئے۔ خوشی ہوئی تم آج بھی میری بات مانتے ہو۔ میری قدر
آج بھی تمہاری نظروں میں باقی ہے۔" غادیہ نے جیسے ایک نظر طنز سا کیا تھا۔

وہ بے بس سا دکھائی دیا تھا۔

"کم آن غادیہ! آپ اس طرح کی باتیں کرتی بالکل بھی اچھی نہیں لگتیں۔ آپ کو پتا

ہے میں آپ کی بات قطعاً بھی نہیں ٹال سکتا۔ اب بھی آپ کی اتنی ہی ریسپیکٹ کرتا ہوں۔
جذبے بدل جانے سے احترام ختم نہیں ہو جاتا۔"

وہ لمحے میں ریشم کی ڈوری الجھی دکھائی دی تھی۔

"پلیز آہن....." اسے مزید کچھ کہنے سے باز رکھا تھا۔

وہ مزید کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔

"کل غالباً آپ کی مایوں ہے۔ پہلا جوڑا آ گیا آپ کی سسرال سے آپ کیلئے؟"

آہن فریدوں نے موضوع بدل دیا تھا۔

"نہیں' ابھی نہیں آیا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے راحم کا فون آیا تھا۔ آج شام ہی ممی آ رہی
ہیں۔ راحم کو ان کاموں کا بالکل بھی کوئی تجربہ نہیں ہے۔ ممی ہی سارے کام انجام دیں گی۔ مایوں کا
جوڑا بھی وہی چیز کریں گی۔" مسکراتے ہوئے اطلاع دی تھی۔

آہن فریدوں نے سر ہلا دیا تھا۔

"تم کل فری ہو تو میرے ساتھ چلنا' کچھ ضروری چیزیں لینا ہیں۔"

"ٹھیک..... مگر اب آپ کو گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ سنا ہے دلہن کا رنگ روپ
خراب ہوتا ہے۔"

وہ بڑی بوڑھیوں کے سے انداز میں بولا تھا۔ غادیہ کو اس سے اس بات کی امید نہیں تھی
اس لئے وہ اس کی طرف دیکھے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"اماں سے اکثر سنا ہے' دادی اماں بھی یہی کہتی ہیں' یقین نہ آئے تو خود پوچھ لیجیے۔" وہ
شانے اچکاتا ہوا بولا تھا۔ تبھی غادیہ کا سیل فون بجا تھا۔ اس تمام قصے سے نگاہ ہٹاتے ہوئے اس
نے فون اٹھایا تھا۔

"جی بول رہی ہوں' آئی ایم غادیہ' واٹ......؟؟؟"

دوسری طرف سے جانے کون تھا' اور کون نہیں......

جانے کیا خبر تھی کہ غادیہ خان دوسرے ہی پل چکرا کر زمین پر آ رہی تھی۔

آہن نے بہت سرعت سے سنبھالا تھا اسے......

"غادیہ.....! غادیہ ....."

●✿●

غادیہ اس کی بانہوں میں بے حس و حرکت پڑی تھی۔ اسباب کیا تھے وہ نہیں جانتا تھا
فون اٹھا کر کان سے لگایا تھا۔

"ہیلو ہو از دیئر؟" اس نے دریافت کیا تھا۔

"کیا؟" دوسری طرف سے جو کہا گیا تھا اسے سن کر اس کے اپنے پیروں تلے
زمین نکل گئی تھی۔

کیسے ہو گیا تھا یہ......

ایسا تو اس نے نہیں چاہا تھا۔

راحم کی گاڑی ہوٹل سے اس طرف آتے ہوئے ایک ٹرالر سے ٹکرا گئی تھی' اور وہ اس
وقت ہاسپٹل میں تھا۔

کچھ مرحلے ایسے جان لیوا بھی ہو سکتے ہیں' اس کا اندازہ تو اسے تھا' مگر اپنی جان پر بنی ہو تو
جھیلنا آ جاتا ہے۔ وہ بھی خود پر پڑتی تو جھیل سکتا تھا' مگر غادیہ......! غادیہ کا غم وہ کیسے برداشت
کرتا۔ اپنے بازوؤں میں بے سدھ پڑی غادیہ کو اس نے دیکھا تھا۔

اماں اسی وقت اس طرف آئی تھیں۔ غادیہ کو اس طرح دیکھ کر ان کی جان پر بن آئی
تھی۔ "غادیہ......! غادیہ......" جھک کر سرعت سے زمین پر بیٹھتے ہوئے غادیہ کے چہرے کو
تھپتھپایا تھا۔ "اسے کیا ہوا؟"

"ہاسپٹل سے فون آیا ہے اماں! راحم بیگ کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ ہمیں فوراً ہاسپٹل
پہنچنا ہو گا۔"

"کیا؟" اماں ساکت رہ گئی تھیں۔

●●●

کسی ایک فیصلے تک پہنچنا آسان نہیں تھا......' مگر وہ اگر اب بھی کچھ طے نہ کر پاتی تو
شاید پھر بہت کچھ واقعی ہاتھ سے نکل جاتا۔ حاکم انکل کچھ بھی سوچتے' کچھ بھی چاہتے' مگر ان کے

چاہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ جانتی تھی' کوئی' اور بھی تھا' جو اس فیصلے کو جبر کے طور پر سہہ رہا تھا
' اور اب وہ ایسا کچھ نہیں چاہتی تھی' تبھی وہ ادیان کی طرف آ گئی تھی۔

"مجھے آپ سے بات کرنا ہے۔" اس نے مدہم' مگر مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے ادیان
حاکم چغتائی کی طرف دیکھا تھا۔

"اب کیا کہنا چاہتی ہو تم؟ خوامخواہ زحمت کی آپ نے۔ اپنے حاکم انکل سے کہہ دیا ہوتا'
وہ حکم صادر کر دیتے' اور ماننا ہمارا فرض ہو جاتا۔"

طنز کا گہرا وار ہوا تھا۔ طالیہ فوری طور پر کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔ ادیان کو اندازہ ہوا تھا شاید'
تبھی وہ کسی قدر نرمی سے بولا تھا۔ "بیٹھو۔"

' مگر اس نرم خوئی پر طالیہ نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

"میں آپ سے شادی کرنا نہیں چاہتی ادیان حاکم چغتائی۔" وہ قدرے توقف سے تمام
ہمتوں کو مجتمع کرتے ہوئے بولی تھی۔

لمحہ بھر کو ماحول کچھ ساکت سا ہوا تھا...... ادیان کچھ کہہ نہیں سکا تھا۔

کوئی صدمہ تو لگا نہیں تھا یہ......

کچھ حیرت خاص بھی نہ تھی......

اور لفظ تو اس شخص کے پاس کبھی ختم ہی نہیں ہوئے تھے...... کچھ' اور نہ سہی' طنز تو وہ بہت
عمدگی سے کر سکتا تھا۔ اس لمحے میں بھی وہ کوئی مذاق سمجھتے ہوئے مسکرایا تھا' تبھی وہ بولی تھی۔

"آئی ایم ناٹ کڈنگ ادیان! میں واقعی تم سے اب شادی کرنا نہیں چاہتی۔ میں نے
Sheffield میں جاب کیلئے اپلائے کیا تھا' مجھے وہاں سے لیٹر آ گیا ہے۔ میں نے مزید
اسٹڈی کیلئے بھی وہیں Sheffield University میں اپلائے کر دیا ہے۔ میں زندگی کے
معنی سمجھ گئی ہوں۔ میرا پوائنٹ آف ویو بدل گیا ہے اب...... سوری' میری وجہ سے تمہاری لائف
اتنی ڈسٹرب ہوئی لیکن اب سب کچھ واقعی بہت بدل گیا ہے۔ میں انکل سے بھی بات کر لوں گی۔
اب کوئی الزام آپ پر نہیں آئے گا۔ آپ اپنی پسند کی زندگی گزار سکتے ہیں بنا کسی خوف کے......
اور ہاں' یہ بزنس امپائر بھی مجھے نہیں چاہیے۔ میں اس رشتے سے یا آپ سے ایک پائی
بھی نہیں چاہتی۔ آپ کا سب کچھ آپ کا ہے' میں آپ کے یہاں سے کچھ لے جانا بھی نہیں
چاہتی' نہ ہی لے جا رہی ہوں۔ آپ کا سب کچھ آپ کا تھا' اور آپ کا ہی رہے گا۔"

وہ فیصلہ کن انداز میں بولی تھی' اور پلٹنے لگی تھی جب وہ بولا تھا۔

"یہ شادی اب ہو گی طالیہ جبران! جو وقت نے طے کیا ہے' اب وہی ہو گا۔"

ادیان حاکم چغتائی کی پرسکون انداز میں کہی گئی بات اسے حیران کر گئی تھی۔

"شادی سے دو دن پہلے اگر آپ یہ کہہ دیں گی کہ شادی نہیں ہو سکتی تو ایسا ہو نہیں پا... گا۔ اب یہ شادی ہو گی اور اسے آپ بھی نہیں روک سکیں گے۔" ادیان حاکم چغتائی کہہ کر ا... اور چلتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

کہنے سننے کو کچھ باقی نہیں بچا تھا۔

مگر اب اس وقت یہ فیصلہ کیوں......

جب وہ پہلے تیار نہیں تھا تو اب کیوں؟

کیا تھا اس شخص کے دماغ میں...... کیا سوچ رہا تھا وہ...... کیا چاہ رہا تھا اب..... کیا تھا اس کے دماغ میں اب......

●●●

کوئی قیامت تھی شاید۔ ایک لمحہ اپنے ساتھ سب بہا لے گیا تھا۔

راحم اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ شادی کا گھر ماتم کدہ تھا۔

جن آنکھوں میں کل تک خواب تھے اب صرف آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ فادیہ کو پتہ ہوش نہ تھا۔ عجیب سکتے کی سی کیفیت میں تھی وہ...... ہاسپٹل میں راحم کا چہرہ دیکھ کر بھی آنسو کا ایک قطرہ اس کی آنکھ سے نہیں ٹپکا تھا۔

فریدوں کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کس طرح اس کیفیت کو تبدیل کرے۔ وہ کیا کوئی بھی اس صورتحال کو یا اس واقعہ کو ہونے سے نہیں روک سکتا تھا نہ ہی اثرات زائل کر سکتا تھا۔ فادیہ کی ساکت نظریں وہ سہہ نہیں پا رہا تھا......

"فادیہ! فادیہ بیٹا! مجھ سے تمہاری یہ حالت دیکھی نہیں جاتی۔ کچھ تو کھا لو تین دن گزر گئے کب تک اسی طرح بت بنی بیٹھی رہو گی۔ جانے والے کبھی نہیں آتے۔ راحم جس دیس گیا ہے وہاں صرف جایا جاتا ہے واپس کوئی نہیں آتا۔ تم چاہتی ہو اس کی روح سکون میں رہے تو اپنے آپ کو سنبھالو۔" کہتے ہوئے اماں کی اپنی آواز بھرا گئی تھی اور آنکھیں چھلک پڑی تھیں مگر فادیہ نے پلک تک نہیں جھپکی تھی۔

یہ منظر فریدوں نے دروازے کی دہلیز سے کھڑے دیکھا تھا اور پھر وہیں سے پلٹ گیا تھا۔ فادیہ کی یہ حالت اس سے دیکھی نہیں گئی تھی۔ دل کٹ کر رہ گیا تھا۔

●●●
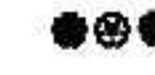
لبنانہ نے کیبن کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا تھا۔

"دانیال آپ کے پاس ٹائم ہے تو مجھے آپ سے ایک فائل کو ڈسکس کرنا ہے۔"

دانیال نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا پھر سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

لبنانہ چلتی ہوئی اندر بڑھ آئی تھی۔

"کل کی بورڈ میٹنگ میں جو بزنس پلان ڈسکس ہوا تھا مجھے اسے لے کر بہت سی فکریں تھیں۔ اس میں بہت سے پوائنٹ ایسے تھے جن میں اکانومی......

"لبنانہ مجھے تم سے کچھ ڈسکس کرنا ہے۔" دانیال نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا تھا۔

لبنانہ ایک لمحے کو حیران رہ گئی تھی مگر بولی کچھ نہیں تھی۔

دانیال چند لمحوں تک خاموش رہا تھا جیسے اپنے اندر الفاظ مجتمع کر رہا ہو پھر بہت مدہم لہجے میں قدرے توقف سے بولا تھا۔

"لبنانہ تمہارے اور میرے بیچ کے رشتے کیلئے تمہاری کتنے پرسنٹ مرضی شامل تھی؟"

"جی......" وہ ایک لمحے کو دنگ رہ گئی تھی۔ وہ ایکسپیکٹ نہیں کر رہی تھی کہ دانیال کوئی اس طرح کی بات کا آغاز کرے گا وہ بھی اس وقت جب وہ کل کی میٹنگ کے بزنس پلان کو ڈسکس کرنے آئی تھی۔

"آئی ایم آسکنگ اباؤٹ ہارٹ لبنانہ تمہارے دل میں کیا تھا؟" دانیال نے براہ راست دریافت کیا تھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ میں نے آپ سے منگنی کی کیونکہ میں ایسا کرنا چاہتی تھی اور اس ناٹ امپورٹنٹ دانیال اس وقت ہم آفس میں ہیں اور میں اپنے پرسنل ایشوز کو ایسی جگہ پر ڈسکس کرنا پسند نہیں کرتی۔ جو میں ڈسکس کر رہی تھی وہ اہم ہے۔" لبنانہ بولی تھی۔

"اٹس آلسو امپورٹنٹ لبنانہ یہ مسئلہ اس بزنس پلان سے بھی زیادہ اہم ہے اور میں آج شام ہی پیرس جا رہا ہوں سو میرے پاس گھر میں یا کسی اور جگہ پر ڈسکس کرنے کا بالکل بھی ٹائم نہیں ہے۔" دانیال تھکے لہجے میں بولا تھا۔

لبنانہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"تم نے جواب نہیں دیا لبنانہ۔" اسے خاموش دیکھ کر دانیال نے پوچھا تھا۔

"میں آپ کے سوال کا جواب دے چکی ہوں دانیال! میری آپ کے ساتھ منگنی...... آپ کے ساتھ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ میں ایک فیصلہ اپنی پوری عقل اور دماغ کے ساتھ لے چکی ہوں۔" وہ وضاحت دیتے ہوئے بولی تھی۔

"یہی بات ہے لبنانہ یو آر ٹاکنگ اباؤٹ برین اینڈ آئی ایم آسکنگ اباؤٹ یور ہارٹ۔"

"دانیال آپ خوانخواہ کیوں سوچ رہے ہیں کہ......"

"لبنانہ کیا اپنے دل کی بات مجھے نہیں بتاؤ گی؟" وہ مکمل رسانیت سے بولا تھا۔

فیناتہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا' اس کی اس بات کی وضاحت کس طرح سے دے...
وہ کیا جاننا چاہ رہا تھا۔

"آپ جاننا کیا چاہتے ہیں؟"

"جو تم بتانا نہیں چاہتی فیناتہ۔" دانیال کے لہجے میں سکون تھا۔

"آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں؟" نگاہ اٹھا کر دانیال کی طرف دیکھا تھا۔

"نہیں......"

"پھر؟" فیناتہ نے وضاحت دی تھی۔

"صرف پوچھ رہا ہوں فیناتہ۔"

"دانیال! آپ کو ان باتوں کو پوچھنے کی ضرورت اب کیوں آ گئی؟ میں واقعی ...
پا رہی کہ آپ کیا جاننا چاہ رہے ہیں؟"

دانیال نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا پھر مسکرا دیا تھا۔

"ڈونٹ بی اپ سیٹ فیناتہ' میرا مقصد تمہیں پریشان کرنے کا نہیں تھا۔ ٹیک ...
ایزی۔" اٹھ کر اس کی طرف آتے ہوئے وہ بولا تھا۔

لیکن فیناتہ اٹھی تھی' اور چلتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ دانیال اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

●●●

"پرشانت راج ہج ویو' زندگی بالکل مذاق بن کر رہ گئی ہے میری...... پہلے یہ وہ ...
رہی تھی' جو مجھے ناگوار گزر رہا تھا' اور اب...... یہ وہ کہہ رہی ہے جو مجھے منظور نہیں ہے...... یہ زندگی
میری مرضی کے مطابق کبھی نہیں چلی۔" طالیہ جبران مدہم لہجے میں بولی تھی۔

ہج نے سگریٹ کا گہرا کش لے کر دھواں فضا میں منتقل کیا تھا۔

"You know, fag is not good for health."

اپنی پریشانی کے باوجود وہ اسے ٹوکنے سے باز نہیں آئی تھی۔ یہ دیکھے بغیر کہ ان آنکھوں
کی ویرانی آج کچھ سوا تھی' اور وہ مسکرا دیا تھا۔

"تمہیں خوش ہونا چاہیے طالیہ' وقت بدل رہا ہے' بدل گیا ہے۔ کل تک جو شخص تمہارا
سائے سے بھی دور بھاگ رہا تھا' وہ آج تمہیں اپنے ساتھ زبردستی باندھ رہا ہے۔ تم نے مانا
وقت نے جیسے کوئی اسم پھونک دیا ہے۔ مانو کہیں تم نے اس پر کوئی جادو تو نہیں کر دیا؟" وہ ...
تھا۔

کوئی مذاق ہی تھا' مگر وہ مسکرائی نہیں تھی۔

"اگر یہ مذاق تھا تو بہت برا تھا ہج' رنگلی مجھے بالکل بھی پسند نہیں آیا۔ اگر یہ ...!

واقعی کوئی جادو ہوتا تو آج میں خالی ہاتھ نہ ہوتی۔" طالیہ جبران کے لہجے میں خوشی کی رمق دور دور
تک نہیں تھی۔

ہج نے اس چہرے کو بغور دیکھا تھا۔

"بہت عجیب ہو تم بھی طالیہ' زندگی جب تم سے اپنے رنگ لے کر تم سے دور بھاگتی ہے تو
تم دیوانہ وار اس کی طرف لپکتی ہو' اور جب یہ تمہیں اپنے سارے رنگ دینے تمہارے پاس آتی
ہے تو تم اس کا ہاتھ جھٹکنے لگتی ہو۔ تم آخر چاہتی کیا ہو اس زندگی سے؟ کبھی سوچا ہے تم نے؟"

"نہیں ہج' زندگی نے مجھے کبھی سوچنے ہی نہیں دیا کچھ۔" وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے
مدہم لہجے میں بولی تھی۔

"تو یہ اب لگتا ہے کہ تمہاری شادی ہو رہی ہے' اور تم Sheffield نہیں جا رہیں؟
ویسے تم Sheffield جا کیوں رہی تھیں؟ میں تو یہیں ہوں۔"

وہ غالباً مذاق کر رہا تھا۔ اگر وہ اسے صرف مسکراتا ہوا دیکھنا چاہتا تھا تو وہ کامیاب تھا۔
طالیہ جبران ایک لمحے کو سب کچھ بھول کر مسکرا رہی تھی۔

"ویسے لائک اے گڈ گرل' ایک دلہن اتنی سیڈ اچھی نہیں لگتی۔ تمہیں مسکرانا چاہیے ورنہ
تمہارا دولہا تمہیں بالکل بھی پسند نہیں کرے گا۔" ہج نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"نہ کرے' وہ تو یوں بھی نہیں کرتا۔" وہ خفا خفا سے لہجے میں بولی تھی۔

وہ اس کے چہرے کے رنگوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں۔" وہ نفی میں ہلاتے ہوئے نگاہ ہٹا گیا تھا۔

"ہج کہو' تمہیں دیکھ کر بھی نہیں کچھ کہا اس نے؟" مدہم لہجے میں کوئی حسد سا تھا۔

"کس نے؟" وہ چونکی تھی۔

"اذیان حاکم چغتائی نے۔" وہ نگاہ ابھی بھی اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔

"اذیان...... وہ...... وہ کیا کہے گا؟ اس نے تو شاید آج تک مجھے غور سے دیکھا بھی
نہیں۔ اس کے خیال میں مجھ میں نوٹس لینے والی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ جیسے خود کلامی میں بولی
تھی۔

ہج مسکرایا تھا جیسے اب تک کی بھرپور نفی کر رہا ہو۔

"بہت جھوٹا ہے وہ شخص۔ تم نے اسے کبھی سچ بولتے دیکھا ہے؟" اس کی آنکھوں میں
جھانکتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"نہیں......" طالیہ جبران نے اس کی طرف دیکھا تھا' "مگر میں نے "ہج" کو جھوٹ

بولتے ہوئے کئی بار دیکھا ہے۔" وہ جیسے اسے پڑھتی ہوئی بولی تھی۔

وہ ہنس دیا تھا۔

"کیا ہے یہ سب پر شانت راج جی رہو؟" طالیہ جبران نے دریافت کیا تھا۔

"کیا ہے؟" وہ مسکرایا تھا۔ "سب اپنی جگہ ہے اور میں تمہارے لئے خوش ہوں۔ چلو آج تمہاری خوشی کو celebrate کرتے ہیں۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے بولا تھا' مگر وہ اٹھی نہیں تھی۔

"میری خوشی کو؟ اور تم......"

"میں؟ ہاہاہا! بس تمہارے غم میں جوگ لینے والا ہوں۔ بھری دنیا میں ایک لڑکی پسند آئی تھی' اور اسے بھی کوئی اور لے اڑا۔ سچ کہوں مجھے اندازہ نہیں تھا ادیان حاکم چغتائی عین موقع اپنا فیصلہ بدل دے گا۔ میں اسے خاصا سمجھدار سمجھتا تھا' مگر وہ اتنا سمجھدار نہیں ہے' جتنا میں سمجھتا تھا۔"

وہ سب کچھ مذاق میں اڑاتے ہوئے بولا تھا' اور طالیہ جبران اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔ کچھ کہنے کیلئے نہیں تھا اس کے پاس...... کیا کہتی وہ......

●○●

وفا کے وعدے وہ سارے بھلا گیا چپ چاپ

وہ میرے دل کی دیواریں گرا گیا چپ چاپ

درد کتنا بھی ہو' حادثہ کتنا بھی بڑا ہو' زندگی معمول پر آ ہی جاتی ہے۔ غادیہ کی خوشیاں نہیں لوٹی تھیں' مگر شب و روز ایک معمول کے ساتھ گزرنے لگے تھے۔ اماں اب اس کا پہلے سے زیادہ خیال رکھتی تھیں' اور آہن تو جیسے خود کو اس حادثے کا مجرم مان رہا تھا۔ اس کا قصور اگرچہ کہیں نہیں تھا' مگر جانے کیوں اسے لگتا تھا کہ جیسے وہ ہی مجرم ہو۔ اس دن کے بعد سے اس میں غادیہ کا سامنا کرنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔

اماں اس کے ساتھ دالان میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ وہ تو بول نہیں رہی تھی نہ ہی اس کا دھیان ان کی باتوں کی طرف تھا' مگر غادیہ کی سماعتیں باہر ہونے والی بارش کی بوندوں کے شور پر تھیں۔ اماں کسی کام سے اٹھ کر گئی تھیں' جب وہ ایک اسرار کے تحت بہت آہستگی سے اٹھی تھی' اور چلتی ہوئی باہر کی طرف آ گئی تھی۔

بارش بہت تیز تھی۔ وہ بری طرح بھیگ رہی تھی' مگر اس کا اندازہ اسے بالکل بھی نہیں تھا۔ وہ اپنی کسی دھن میں بس ننگے پاؤں دوپٹے سے بے نیاز چلتی جا رہی تھی۔ اسی حالت میں چلتی ہوئی شاید وہ کہیں دور نکل جاتی۔ اچانک سامنے سے آتے ہوئے آہن فریدوں نے اسے تھام لیا تھا۔

"یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟ کہاں جا رہی ہیں رات کے اس وقت؟"

کسی قدر سختی سے اسے تھام کر کہا تھا' مگر وہ کچھ بھی سنے بغیر اپنا آپ اس سے چھڑاتی ہوئی آگے بڑھنے لگی تھی۔

"غادیہ......" وہ اس کی طرف لپکا تھا۔

مگر اس کے قدموں کی رفتار تیز تھی۔

"غادیہ......" وہ تقریباً بھاگتا ہوا اس کی طرف آیا تھا' اور اسے بازوؤں میں جکڑ لیا تھا۔

"چھوڑو مجھے' چھوڑ دو' راحم میرا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم نے ڈنر پر ساتھ جانا ہے اور...... چھوڑو مجھے چھوڑ دو۔ مجھے راحم کے ساتھ جانے دو پلیز' وہ انتظار کر رہا ہے میرا۔ فون کیا تھا اس نے' وہ راستے میں ہے' اور تم نے سنا نہیں' باہر اس کی گاڑی کا ہارن بجا ہے۔ وہ میرا انتظار کر رہا ہے۔ کل شادی ہے ہماری' اور ہم نے بہت سی ضروری باتیں بھی کرنا ہیں۔ Designer نے میرا شادی کا جوڑا بھی تیار کر دیا ہے' اس کا ٹرائل بھی لینا ہے۔ راحم کو سرخ رنگ بہت پسند ہے۔ کتنا کہا تھا میں نے اس سے' مجھے روایتی دلہنوں والا رنگ نہیں پہننا' مگر وہ مانا ہی نہیں۔ اپنی مرضی کرتا ہے ہمیشہ۔ سرخ رنگ ہی پہننا پڑے گا اب۔"

"غادیہ...... غادیہ......" وہ جیسے اسے ہوش میں لانے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا' مگر وہ کسی اور ہی دنیا میں تھی۔

"ہارن کی آواز نہیں سن رہے تم؟ تمہیں کچھ سنائی نہیں دے رہا کیا؟ مجھے اس طرح پکڑ کیوں رہے ہو' چھوڑو مجھے۔ فریدوں' چھوڑو مجھے' دیر ہو جائے گی۔ کئی ضروری کام کرنے ہیں آج ہمیں۔ وہ انتظار کر رہا ہے میرا۔ مجھے جانے دو۔ دیکھو ہارن کی آواز آ رہی ہے۔ میں سن رہی ہوں' تمہیں کچھ سنائی کیوں نہیں دے رہا؟ کان بند ہیں کیا تمہارے؟ مجھے اس طرح کیوں روک رہے ہو تم؟ دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا؟ چھوڑو مجھے۔"

"غادیہ! غادیہ! ہوش میں آئیں پلیز۔" اس لمبے چوڑے شخص سے سنبھالنا دشوار ہو گیا تھا۔

"بہرے ہو گئے ہو تم؟ کچھ سنائی کیوں نہیں دے رہا تمہیں؟ دیکھو وہ میرا نام پکار رہا ہے' بلا رہا ہے مجھے' آواز سنائی دے رہی ہے مجھے اس کی۔ تم اس طرح روک کیوں رہے ہو مجھے؟ کوئی آواز سنائی کیوں نہیں دیتی تمہیں؟" وہ خود کو اس کی گرفت سے چھڑاتی ہوئی بولی تھی۔

"غادیہ...... غادیہ......"

"وہ...... ہارن کی آواز...... راحم......" وہ جیسے پاگل ہو رہی تھی۔

"غادیہ......" فریدوں کا ہاتھ اٹھا تھا' اور اس کے چہرے پر پانچ نشان ثبت کر گیا تھا۔

عادیہ نے اسے بے یقینی سے دیکھا تھا۔

"کہیں نہیں ہے آپ کا راحم! اب کبھی نہیں آئے گا وہ۔ مرچکا ہے وہ۔ سچائی مان
کیوں نہیں لیتی آپ...... صرف پاگل پن ہے یہ آپ کا..... یہاں نہ تو کوئی دروازے پر آیا
میرے کانوں نے ہارن کی کوئی آواز سنی ہے۔ سب وہم ہے آپ کا...... یہاں دور دور تک کوئی
ہے۔ واپس وہ آتے ہیں جو زندہ ہوں' اور راحم بیگ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ کب تک بھاگیں
گی آپ اس سچائی سے؟ کب تک منہ چھپائیں گی؟ سچ تو یہ ہے کہ وہ اب کبھی واپس نہیں آئے
گے' کبھی بھی نہیں۔" فریدوں نے چیختے ہوئے اسے سچائی باور کرانا چاہی تھی۔

وہ کتنے ہی لمحوں تک اس کی طرف عجب ایک بے یقینی سے تکتی رہی تھی پھر وہ بیڈ پر
بیٹھتی چلی گئی تھی۔ ہاتھ ایک ضبط سے گھاس کو نوچ رہے تھے' جیسے وہ اپنے آنسو کو کہیں اندر
دبانا چاہتی ہو' اور آواز کا گلہ کہیں اندر ہی گھونٹنا چاہتی ہو' مگر درد ایک راہ چاہ رہا تھا۔ آنکھوں
سامنے سارے منظر ایک فلم کی طرح چلنے لگے تھے۔ کتنے ہی پل...... جو راحم کے ساتھ بسر
تھے' اس کے ساتھ گزرے تھے تب ایک زوردار آواز اس کے گلے سے نکلی تھی' اور وہ پھوٹ
پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

اس کے اندر سے درد بہہ جانا بہت ضروری تھا' تبھی تو اس فریدوں نے اسے چپ کرانے
کی کوشش نہیں کی تھی' مگر اس کے غم پر اس کی آنکھیں بھی اس لمحہ ساتھ ساتھ بھیگ رہی تھیں۔

وہ اس بارش میں ایک ساتھ بھیگ رہے تھے۔

مگر اپنے اپنے غم میں......

●❁●

آج جو بھی آفس میں ڈسکس ہوا تھا' اس کا ذہن ابھی تک اسی میں الجھا ہوا تھا۔ دانیال
نے خود اسے گھر تک چھوڑنے کی آفر کی تھی۔ وہ وجہ نہیں جانتی تھی' مگر اتنا جانتی تھی کہ
"ڈسکشن" کی ایک کڑی تھی۔

پورا راستہ صرف خاموشی رہی تھی۔ کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

فیانانہ کو اس خاموشی سے خوف بھی آرہا تھا' اور کسی قدر وحشت بھی ہو رہی تھی' مگر اس
نے اپنے طور پر اس خاموشی کو توڑنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

گاڑی گھر کے سامنے رکی تھی۔ اس نے ڈور کھولنا چاہا تھا جب وہ بولا تھا۔

"فیانانہ! ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں' پلیز' کچھ لمحے۔"

دانیال کے دماغ میں آخر کیا شک بیٹھ گیا تھا جو کسی طرح اس کی تسلی ہی نہیں ہو رہی تھی'
اس نے سوچا تھا' مگر بات اس کی سوچ سے بھی بہت بڑی تھی۔ وہ سمجھتی تھی' وہ پھر اپنا ناپ

ڈسکس کرنا چاہ رہا ہے' اپنی مزید تسلی کرنا چاہ رہا ہے' مگر اس کی زبان پر تو کچھ' اور ہی تھا۔

"فیانانہ میں یہ منگنی توڑنا چاہتا ہوں آج سے......' اور ابھی سے۔ اس کیلئے بتانے کیلئے نہ
تو میرے پاس کوئی جواز ہے' نہ ہی کوئی وضاحت...... مگر conclusion یہ ہے کہ اب ہم
ایک راہ پر مزید ساتھ نہیں چل سکتے' آل اوور۔"

فیانانہ ساکت سی اس کی طرف دیکھ رہی تھی' مگر اس کا انداز اتنا حتمی تھا کہ وہ کوئی
وضاحت تک نہ چاہ سکی تھی۔ ساکت نظروں سے فیانانہ نے دیکھا تھا۔ دانیال نے اپنی رنگ اتار کر
اس کا ہاتھ تھاما تھا' اور اس کی ہتھیلی کو پھیلا کر اس کو وہاں رکھ دیا تھا۔

ایک رشتہ جو کچھ دنوں پہلے بہت اہتمام سے جڑا تھا آج ایک خاموشی کے ساتھ ٹوٹ گیا
تھا۔

فیانانہ کے پاس کوئی وجہ باقی نہیں بچی تھی۔ اس کی رنگ اپنی انگلی میں پہنے رکھنے کی' سو
بہت آہستگی سے اس نے بھی رنگ کو انگلی سے نکالا تھا' اور وہاں ڈیش بورڈ پر رکھ دیا تھا پھر یکدم ہی
سرعت سے گاڑی کا دروازہ کھولا' اور تیزی سے چلتی ہوئی کھلے گیٹ سے اندر داخل ہوئی تھی۔

دانیال نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا پھر ایک نظر ڈیش بورڈ پر پڑی رنگ پر ڈالی تھی۔
ایک رنگ ابھی ایک لمحہ پہلے ایک رشتہ تھی' اور ابھی ایک بے توقیر انگوٹھی...... دانیال نے اس رنگ
کو ہاتھ میں پکڑ کر چھوا تھا۔ ایک ہاتھ کی حرارت اب بھی اس میں باقی تھی۔ وہ اس لمس کو اس پر
محسوس کرسکتا تھا مگر...... دوسرے ہی پل اس نے بے تاثر بن کر اس رنگ کو اسی ڈیش بورڈ پر
واپس رکھا تھا' اور گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔ لمحے چپ چاپ سے ساتھ چل دیئے تھے۔

●❁●

"آپ اس طرح اندھیرا کئے کمرے میں کیوں بیٹھی ہیں؟ باہر موسم اچھا خاصا خوشگوار
ہے۔" فریدوں نے اسے تنہا کمرے میں بیٹھے دیکھا تھا' اور اس کے پیچھے چلا آیا تھا۔

وہ خاموشی سے گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے بیٹھی تھی۔ فریدوں کے اس طرح کہنے سے کچھ
نہیں بولی تھی' نہ ہی کوئی ری ایکشن دیا تھا۔

وہ آگے بڑھ آیا تھا' اور پردے پکڑ کر سرکا دیئے تھے۔ ساتھ ہی ونڈوز اوپن کر دی
تھیں۔ ہوا کا تازہ احساس اندر کمرے میں آیا تھا' مگر عادیہ کے چہرے پر اب بھی کوئی تاثر نہیں
تھا۔

"عادیہ! چلیں 300 دیکھنے چلتے ہیں۔ اس اے سپرب موی۔ میں نے لاسٹ شو کی دو
ٹکٹس بھی لے لی ہیں۔ واپسی پر ہم آئس کریم کھائیں گے' اور بہت سی باتیں بھی کریں گے یہ
چلیے اٹھیے اب آپ۔"

مکمل طور پر خوشگوار لہجے میں کہتے ہوئے وہ بولا تھا' مگر وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"غادیہ! ارے آپ سے بات کر رہا ہوں میں۔ کچھ سن رہی ہیں آپ؟"

"فریدوں! میرا موڈ نہیں ہے' تم کسی اور کو ساتھ لے جاؤ۔" بہت متانت بھر... وہ بولی تھی۔

یہ پہلی بات تھی جو اس نے باضابطہ اس سے کی تھی۔ یعنی وہ زندگی کی طرف ... رہی تھی یعنی اس نے خود پر زندگی کے دروازے مکمل طور پر بند نہیں کیے تھے۔ وہ معمول ... تھی۔

"موڈ کی بات مت کریں غادیہ! موڈ بنتے دیر نہیں لگتی' چلیے اٹھیے اب آپ۔"

"فریدوں! میرا موڈ نہیں ہے۔ تم پلیز! مجھے ڈسٹرب مت کرو۔"

"آپ کو ڈسٹرب نہ کروں' چھوڑ دوں تنہا اس طرح یادوں سے لڑنے کیلئے۔ ... چاہتی ہیں...... اور کیا سمجھتی ہیں آپ؟ آپ کے اس طرح روتے رہنے سے یا زندگی سے ... رہنے سے سب کچھ بدل جائے گا؟ بہت بزدل ہیں آپ۔ حقیقت سے فرار چاہ رہی ہیں مگر آپ کے اس طرح زندگی سے کٹ جانے' اور آنکھیں بدلنے سے کیا حقیقت بدل جا... آپ ماہم کی روح کو سکون میں دیکھنا چاہتی ہیں تو زندگی کی طرف لوٹ آئیں پلیز۔ وہ ... چاہتے تھے آپ کو۔ جب وہ آپ کو اپنی زندگی میں دکھی نہیں دیکھ سکتے تھے تو اب کیا دیکھ ... پیار کرنے والے دور رہیں یا پاس رہیں' فرق نہیں پڑتا۔ محبت کا احساس کم نہیں پڑتا۔ چا... کتنی بھی دور چلا جائے۔ آپ کا یہ سوگ میری سمجھ سے بالاتر ہے غادیہ! آپ کو اس حال میں تو کیا' کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ آپ نے اپنی جو حالت بنائی ہے' اسے دیکھ کر سب کا دل ... ہے' مگر آپ کو اس بات کا قطعاً کوئی احساس نہیں ہے۔

اماں...... دادی اماں...... ابا...... کسی کا کچھ احساس ہے آپ کو؟ کتنے قریبی رشتے ... آپ کی فکر میں گھلے جا رہے ہیں۔ ان کو کس بات کی سزا دے رہی ہیں آپ؟"

"کسی بات کی کوئی سزا نہیں دے رہی میں کسی کو۔ تم پلیز! مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں کوئی بچی نہیں ہوں جو اپنا اچھا برا نہ سمجھتی ہوں۔ مجھے سب معلوم ہے' کسی طرح کی کوئی ... سننا نہیں چاہتی میں۔ صرف اپنے ساتھ کچھ دنوں تک وقت گزارنا چاہتی ہوں۔" وہ تھکی ... بولی تھی۔ "پلیز' گو ناؤ۔"

فریدوں کچھ دیر تک اس چہرے کو خاموشی سے دیکھتا رہا تھا پھر بولا تھا۔ "شادی کریں ... آپ مجھ سے؟ ول یو میری می؟"

سوال عجیب تھا' اور غیر متوقع بھی۔ وہ لمحے بھر کو ساکت رہ گئی تھی پھر اس کا ہاتھ اٹھا

اور فریدوں کے چہرے پر نشان چھوڑ گیا تھا۔

"گیٹ لاسٹ ناؤ......" وہ زہر خند لہجے میں بولی تھی۔

فریدوں خاموشی سے چلتا ہوا کھلے دروازے سے باہر نکل گیا تھا۔

غادیہ خان کی آنکھیں چپ چاپ بھیگ رہی تھیں۔

●⊛●
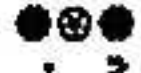
افسوس کرنے کی ضرورت شاید نہیں تھی۔ افسوس کا مقام نہیں تھا۔ افسوس تو تب ہوتا جب اس کا کوئی قصور ہوتا یا پھر کوئی خطا...... یہ رشتہ اگر ختم ہوا تھا تو اس کی وجوہات نادیدہ تھیں۔ وہ صرف حیران تھیں۔ یہ رشتہ اتنی جلد' اور ایسے موڑ پر کیوں ختم ہو گیا' جس کے آگے راستے صرف بند دکھائی دیتے ہیں۔

اسے اپنی غلطی کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس کی غلطی کہیں تھی بھی نہیں تو پھر یہ سب اس طرح کیوں ختم ہوا تھا؟ دانیال نے کہا تھا کہ کوئی وضاحت نہیں' نہ ہی کوئی جواز بتا سکوں گا...... تو پھر وہ پوچھنے والوں کو وہ اب کیا جواب دیتی......؟

"فیحانہ! کیا ہوا؟ یہ کیا سن رہی ہوں میں؟" اماں حواس باختہ سی اس کی طرف آئی تھیں۔ اب تک اس نے انہیں کچھ نہیں بتایا تھا' مگر اب اسے لگا تھا وہ بات جو وہ اب تک انہیں نہیں بتا سکی تھی' وہ ان کے کانوں تک پہنچ گئی تھی۔

"دانیال نے منگنی توڑ دی؟" اماں نے واضح طور پر وہی سوال پوچھا تھا جو واقعی رونما ہوا تھا۔ فیحانہ فوری طور پر کچھ نہیں بول سکی تھی۔

"فیحانہ! کیا پوچھ رہی ہوں میں؟ جواب دو مجھے۔"

"ہاں! ٹھیک سنا ہے آپ نے۔"

"کیا؟" اماں حیران رہ گئی تھیں۔

"ہاں! آج شام دانیال نے مجھے گھر چھوڑنے کیلئے کہا' اور جب گاڑی رکنے پر اتر رہی تھی تو...... دانیال نے کہا' وہ منگنی توڑنا چاہتے ہیں۔"

"مگر کیوں فیحانہ؟ آخر کیوں؟" اماں نے پوچھا تھا' مگر اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"مجھے نہیں پتا اماں! دانیال نے مجھے کوئی ریزن نہیں بتایا۔ میں واقعی میں کچھ نہیں جانتی۔" فیحانہ الجھے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

اماں اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھیں۔

"آپ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہی ہیں' اماں جیسے سارا قصور میرا ہو؟" فیانہ نے ... کناں نظروں سے ان کی طرف دیکھا تھا۔

وہ سر تسلی میں ہلانے لگی تھیں پھر اسے تھام کر شانے سے لگا لیا تھا۔

فیانہ کی آنکھوں سے چپ چاپ آنسو ٹوٹ کر اماں کے شانے پر جذب ہو گئے تھے۔

●◉●

"تم نے سنا اعتبار' چاچو نے منگنی توڑ دی۔" ردا نے اسے بتایا تھا۔

"کیا؟ کیسے ہوا یہ؟ کب؟ کیوں؟" وہ حیران رہ گیا تھا۔

"یہ تو ہمیں بھی نہیں پتا اعتبار' اس کا جواب فی الحال کوئی بھی نہیں جانتا' مگر جو دے سکتے ہیں' وہ پیرس چلے گئے ہیں جو ساری وضاحتیں وہ دے سکتے تھے اب ان کا جواب ... قیاس ہے۔ ہم سب فرض کر رہے ہیں یا پھر قیاس۔" ردا نے شانے اچکاتے ہوئے کہا تھا۔

اعتبار اس فیصلے سے خوش نہیں' کچھ الجھا ہوا دکھائی دیا تھا۔

"مگر چاچو نے اچانک ایسا کیوں کیا؟ اتنا بڑا فیصلہ وہ بھی ایک ہی پل میں...... فیانہ ان کی پسند تھیں اور......"

"یہی بات تو کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہی اعتبار' ہم سب کتنے خوش تھے کہ چاچو شادی کر رہے تھے' مگر اب اچانک...... کتنی اچھی تھیں فیانہ' جانے کیا وجہ رہی ہو گی۔ دانیال چاچو نے فیصلہ...... کیا' اور فوراً ہی پیرس نکل گئے' اور یہاں پورا گھر پریشان ہے' ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہا ہے۔ سب کی نظروں میں سوال ہیں' اور ان کا جواب کسی کے پاس نہیں ہے۔" ردا بولی تھی' اور اعتبار چلتا ہوا باہر نکل گیا۔

"اعتبار' تم کہاں جا رہے ہو اعتبار......؟ اعتبار۔" ردا نے پکارا تھا۔

مگر وہ پلٹے بنا' اور کوئی جواب دیے بنا آگے بڑھ گیا تھا۔

●◉●

"آئی ایم سوری......"

وہ بینچ پر بیٹھی تھی' جب وہ چلتا ہوا خاموشی سے اس کے پاس آن بیٹھا تھا' اور آہستگی سے معذرت کی تھی۔

غادیہ نے اس کی آواز جیسے سنی ان سنی کر دی تھی' اور چہرہ پھیرے اسی طرح اندھیرے کی طرف تکتی رہی تھی' خالی خالی آنکھوں سے۔

"آئی ایم سوری غادیہ۔" وہ دوبارہ بولا۔

"But I didn't 'nean to offend you."

میں نے آپ کا دل کبھی نہیں دکھانا چاہا' غادیہ' میں تو بس......"

ٹھٹک کر اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا' پھر اپنے اندر کی ہمتوں کو مجتمع کرتے ہوئے بولا تھا۔

"غادیہ' میں نے ہمیشہ آپ کو خوش دیکھنا چاہا ہے' ٹرسٹ می' میں نے کبھی بھی آپ کے حق میں برا نہیں چاہا۔ میں نے ہمیشہ چاہا ہے کہ آپ خوش رہیں' چاہے آپ دور رہیں یا پاس...... میں آپ کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ میرا بس چلے تو یہاں وہاں سے ہر طرف سے بہت سی خوشیاں اکٹھی کر کے میں آپ کے دامن میں بھر دوں۔"

اس نے مدھم سرگوشی میں کہا تھا۔ یہ دیکھے بغیر کہ رخ پھیرے بیٹھی غادیہ کا چہرہ چپ چاپ بھیگ رہا ہے۔

"میں آپ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتا' غادیہ' بالکل بھی نہیں دیکھ سکتا۔ آپ جو جھیل رہی ہیں' اس سے بہت زیادہ میں جھیل رہا ہوں۔ جتنی تکلیف آپ کو ہے' اس سے کئی گنا زیادہ درد میں اپنے سینے میں محسوس کر رہا ہوں۔

کوئی جادو نہیں ہے میرے پاس' مگر دل چاہتا ہے' کوئی جادو ہو؟ اور میں ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں آپ کو اس درد سے باہر کھینچ لاؤں۔ میں غلط نہیں ہوں غادیہ' شاید میرا اندازہ کچھ غلط رہا ہو یا بے وقت...... مگر میرا مدعا غلط نہیں تھا۔ میں آپ کی دل آزاری قطعاً نہیں چاہتا تھا۔"

وہ مدھم لہجے میں کہہ رہا تھا جب وہ بھیگا ہوا چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"کس نے؟ کس نے اختیار دیا تمہیں؟ کس نے کہا تمہیں میرے بارے میں فیصلے لینے کا' اور میری فکر میں گھلنے کا......؟ کس نے اختیار دیا میری فکر مجھ سے زیادہ کرنے کا......؟

Kindly refrain from caring for me like that, refrain from irritating me.

مجھے تنہا چھوڑ دو' مجھے کسی کی بھی ضرورت نہیں ہے' نہ کسی کی کسی فکر کی' نہ کیئر کی' نہ محبت کی...... میرے پاس ہے سب کچھ۔ کسی شے کی مزید ضرورت نہیں ہے مجھے۔ مجھے میری یادوں کے ساتھ زندہ رہنے دو پلیز۔"

وہ باور کرتے ہوئے بولی تھی' اور اٹھ کر چلتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔

فریدوں ان اندھیروں میں تنہا وہاں بیٹھا رہ گیا تھا۔

آپ سمجھتی ہی نہیں عادی میں آپ کے یہ اندھیرے' اور آنسو آپ سے بانٹنا چاہتا [illegible]
ہوں۔ آپ کا یہ سارا درد آپ کی آنکھوں سے چن لینا چاہتا ہوں' مگر آپ..... کیوں [illegible]
ہے.....

●☺●
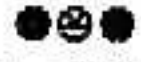
اعمار کی گاڑی کا رخ فیانہ کے گھر کی طرف تھا۔ کسی طرح کی وضاحت چاہتے [illegible]
نہیں رکھتا تھا' مگر وہ خود کو روک نہیں سکا تھا۔ کچھ ہی لمحوں میں گاڑی فیانہ کے گھر کے باہر [illegible]
' اور اندر داخل ہو گیا تھا۔

''آنٹی مجھے فیانہ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔'' اماں سے اس نے دریافت کیا [illegible]

''وہ شاید ٹیرس پر ہے۔ یہاں سامنے سے اوپر چلے جاؤ۔'' اماں نے سیڑھیوں کی [illegible]
اشارہ کیا تھا۔

وہ چلتا ہوا اس کے پیچھے جا رکا تھا۔ وہ رخ پھیرے کھڑی تھی۔

''فیانہ مجھے تم سے بات کرنی ہے۔'' فیانہ حیرت سے پلٹی تھی۔ اس وقت وہ اسے یہاں
قطعاً بھی ایکسپیکٹ نہیں کر رہی تھی۔

''تم...... یہاں؟''

''فیانہ' کیا ہوا یہ سب؟ کیوں؟'' اس کی حیرت کی پروا کیے بغیر وہ آگے بڑھا تھا' [illegible]
اس کے شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا وہ کسی قدر فکرمندی سے بولا تھا۔

فیانہ کی آنکھوں میں اس کیلئے اس وقت غصہ اور سختی تھی۔

''میں تم سے اس معاملے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ اس بارے پرسنل معاملہ' اور [illegible]
میں سب سے ڈسکس کرنا ضروری خیال نہیں کرتی' سو مائنڈ یور اون بزنس۔'' اس کے ہاتھ [illegible]
اپنے شولڈر سے ہٹاتے ہوئے وہ بولی تھی۔

مگر اس سخت لہجے کے باوجود وہ وہاں سے ہٹا نہیں تھا۔ اس کے قریب سے گزر [illegible]
نکل جانا چاہتی تھی' مگر اس نے پراشتعال انداز میں اس کی کلائی کو گرفت میں لیا تھا' اور ایک [illegible]
سے اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔

''میں صرف یہ جاننے آیا ہوں کہ یہ منگنی کیوں ٹوٹی؟ تم مجھے بتا دو میں یہاں سے [illegible]
جاؤں گا۔'' اس کے انداز میں بھی سختی تھی۔

''دانیال سے کیوں نہیں پوچھتے تم؟'' وہ قطعاً متاثر ہوئے بغیر بولی تھی۔

''وہ یہاں نہیں ہیں' لیکن تم یہاں ہو۔'' وہ ہٹ دھرمی سے بولا تھا۔

''وہ یہاں نہیں ہے تو میں کیا کروں؟ اگر وہ تمام سوالوں کے جواب ہی سے بچ کر نکل گئے ہیں تو اس میں قصوروار میں نہیں ہوں۔ تم ان کے آنے کا انتظار کر سکتے ہو یا انہیں فون کر سکتے ہو' مگر میں تمہاری کسی طرح کی کوئی مدد نہیں کر سکتی ہوں۔'' وہ لاتعلق سے بولی تھی۔

''فیانہ میں وجہ جاننا چاہتا ہوں' اور وجہ تو تم بھی جانتی ہو گی۔''

''نہیں جانتی ہوں میں...... مجھے دانیال نے کچھ نہیں کہا' کچھ نہیں بتایا' اور میں یہ سب بھی تمہیں کیوں بتا رہی ہوں؟ تم کون ہو یہ سب پوچھنے والے' اور جاننے والے؟''

وہ مکمل لاتعلق لہجے میں بولی تھی۔ اس کے لہجے میں سختی تھی' غصہ تھا' ناپسندیدگی تھی۔

''تم تو یہی چاہتے ہو گے نا۔'' فیانہ نے الزام لگایا تھا۔ ''یہی چاہتے تھے تم' یہی خواہش تھی تمہاری' پھر تمہیں کس بات کی پریشانی ہے؟ اگر آج یہ سب ہوا ہے تو یہ سب تمہاری مرضی' اور خواہشات میں تھا۔ آخری لمحوں تک تم اس منگنی کے خلاف تھے پھر آج کس بات کی ہمدردی جتانے آئے ہو تم؟ تمہیں ایسا کچھ جان لینے کا اشتیاق کیوں ہے؟ کیا ایسا کچھ جان کر تمہیں مزید خوشی ملے گی یا تمہاری انا کو کسی طرح کی کوئی تسکین ملے گی؟'' وہ زہرخند لہجے میں بولی تھی۔

''تمہیں لگتا ہے تمہاری منگنی کو تڑوانے میں میرا ہاتھ ہے؟'' اس نے دریافت کیا تھا۔

وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

''فیانہ' تم ہر موقع پر مجھے ہی غلط کیوں سمجھتی ہو؟ اگر میں چاہتا تو یہ منگنی اس وقت رکوا بھی سکتا تھا۔ تم کیا سمجھتی ہو' میں نے یہ منگنی اس لئے ہونے دی کہ میں اسے تڑوا سکوں؟ یہ کون سی منطق ہے فیانہ؟ اس میں میرا کیا فائدہ ہو سکتا تھا؟ اور اب...... اس وقت منگنی بھی میں کیوں تڑواؤں گا؟ میں چاہتا تو یہ رشتہ جڑنے ہی نہیں دیتا' مگر تم میرا یقین کبھی نہیں کرو گی۔ تم کسی پرائے کا اعتبار کر سکتی ہو' اس کا یقین کر سکتی ہو' لیکن اعمار پیرزادہ کی ہر سچ کہی بات بھی تمہیں جھوٹ لگے گی۔

تمہاری عقل اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتی کہ اگر میں نے تمہیں حاصل کرنا ہوتا تو اس کے کئی راستے اس وقت بھی تھے' اور اب بھی ہیں۔ میں نے اس وقت تمہیں جو کچھ بھی کہا' تمہاری منگنی سے قبل' وہ صرف تمہیں زچ کرنے کیلئے تھا۔ سچ بات تو یہ تھی کہ میں خود اس طوفان سے اتنا ڈرا سہما کھڑا تھا بالکل ایک بچے کی طرح جو کچھ بھی ہارنا نہیں چاہتا' مگر سامنے سے آتا طوفان دیکھتا ہے تو بے بس سا کچھ کر بھی نہیں پاتا۔

ایسا ہی خوف میرے اندر بھی تھا' اور پھر وہ طوفان آیا بھی' اور گزر بھی گیا۔ تمہاری منگنی چاچو سے ہو گئی۔ ایک سکوت چار سو چھا گیا' مگر میری سمجھ میں بہت سی چیزیں آ گئیں' جو اس سے قبل میں کبھی سمجھ نہیں پایا تھا۔

مجھے وہ ایک لمحہ زندگی کی ساری سچائیاں سمجھا گیا' اور مجھے لگا کہ کبھی کبھی لگن صرف لگن بن کر رہ جاتی ہے' اور ساری خواہشیں بہت خاموشی سے دم توڑ جاتی ہیں۔ "سب کچھ" کا حصول کبھی کبھی ممکن نہیں ہوتا' اور کبھی "خالی ہاتھ" بھی کھڑا ہونا پڑتا ہے......

شاید میرے لئے ایسا کرنا بھی آسان نہیں ہوتا......' مگر کوئی بات تھی' جس نے اس ناممکن کو ممکن بنایا فیمانہ!' مگر تم یہ بات کبھی نہیں سمجھو گی۔

تمہیں اندھیرے میں سارے منظر صاف سیاہ دکھائی دیتے ہیں' اور میرے بارے میں تمہاری رائے کبھی نہیں بدلے گی۔"

اسے ایک جھٹکے سے چھوڑتا ہوا وہ پلٹا تھا' اور وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

❀❀❀

فیمانہ حیران، ساکت سی کھڑی اسے جاتا دیکھتا رہ گئی تھی۔

یہ کیا تھا؟

وجہ کیا تھی؟

اسے بالکل معلوم نہیں تھا' مگر یہ صورت حال بہت پیچیدہ تھی' اور نہ سمجھ میں آنے والی اور سب سے بڑی بات، اس کا سانس جیسے رک سا رہا تھا دم جیسے گھٹ سا رہا تھا، یہ سب جھیلنا آسان نہ تھا۔

❀❀❀

"سمجھ میں کچھ نہیں آتا عمران' آخر دانیال نے اس طرح اچانک منگنی کیوں ختم کر دی؟ فیمانہ سے پوچھنے کی ہمت نہیں ہوتی، وہ بہت شاکڈ ہے، اس واقعے نے اسے بالکل توڑ کر رکھ دیا ہے۔ دانیال سے ایسی توقع نہیں تھی۔" اماں بولی تھیں۔ اس صورت حال سے وہ بہت پریشان دکھائی دی تھیں۔

"آپ کہیں تو میں دانیال سے بات کر کے دیکھوں آپا؟" عمران نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

"کیا فائدہ ہو گا بات کرنے کا وہ پھر کیا پوچھیں گے ہم؟ یہ کہ اس نے ہماری فیمانہ سے اپنا تعلق کیوں ختم کر لیا؟" اور اس نے کوئی وضاحت ہی دینا ہوتی تو وہ فیمانہ سے بھی تو کچھ کہہ سکتا تھا۔ عمران، یہ رشتے بہت عجیب ہوتے ہیں، زبردستی سے نہیں جڑتے' اور جو زبردستی جوڑے جاتے ہیں، وہ رشتے نہیں ہوتے۔" اماں بولی تھیں' اور عمران نے سر ہلا دیا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ، ایک بات شاید آپ نے نوٹ نہ کی ہو' مگر میں نے فیمانہ کے چہرے پر وہ خوشی کبھی نہیں دیکھی۔ مجھے بارہا لگا، وہ اس رشتے سے خوش نہیں ہے۔ ہمیشہ بہت الجھی ہوئی دکھائی دی مجھے وہ' مگر میں کبھی پوچھ نہیں پایا۔"

"ہاں، یہ بات تو میں نے بھی نوٹ کی تھی' مگر مجھے لگا، وقت کے ساتھ وہ سنجیدہ ہو گئی

ہے۔ اچانک ذمے داریوں کا بوجھ سر پر آن پڑنے سے کچھ وقت سے پہلے سنجیدہ ہو گیا ہے۔ میرے ذہن میں ایسی کوئی بات نہیں آئی تھی کہ وہ اس رشتے سے خوش نہیں ہے۔ دانیال کو تو اس نے خود چنا تھا اپنے لیے پھر اس کے ساتھ خوش کیوں نہیں تھی وہ؟" ایک سوالیہ نشان ابھرا تھا' مگر عمران کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔

●●●

"زندگی عجیب شے ہے بچ، اور محبت اس سے بھی زیادہ عجیب شے۔"

وہ مدھم لہجے میں کہہ رہی تھی' مگر بچ اس سے قطع نظر اندھیروں میں نظر جمائے جانے کیا تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یہ سچ ہے، مجھے اس سے محبت تھی' مگر اس محبت کو اس نے خود مار دیا' اور اب جب میں اپنے اندر جھانکتی ہوں تو مجھے اس شخص کیلئے اپنے اندر کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ میرے اندر اس کے لیے جو کچھ بھی تھا، اس نے اسے خود اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر باہر پھینک دیا' اور اب وہ زبردستی مجھے اس رشتے میں باندھ رہا ہے۔"

"شاید وہ تم سے محبت کرنے لگا ہے۔" بچ نے کہا تھا۔ وہ چونک پڑی تھی۔

"محبت؟ اور مجھ سے؟" اس کے لبوں پر مسکراہٹ آئے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔ مسکراہٹ میں ایک گہرا طنز تھا۔ "وہ شخص محبت نہیں کر سکتا بچ، اسے محبت کرنا آتی ہی نہیں۔ صرف سودے کرتا ہے۔ کبھی اپنے فائدے کیلئے تو کبھی اپنی انا کی تسکین کیلئے۔"

"تم نے کبھی سوچا ہے تمہارا دل کیا چاہتا ہے طالیہ جبران؟" ماچ پر شانت بچ نے پوچھا تھا۔

"پہلے جانتی تھی بچ، اب نہیں جانتی۔ دل باقی نہیں رہا اب۔" وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔ "میرے' اور آنے والی ایک نئی زندگی میں صرف چند گھنٹوں کا وقت بچا ہے۔ آنے والے وقت کے بارے میں کبھی کوئی جان نہیں سکا' مگر میں جانتی ہوں آنے والی زندگی اس سے زیادہ مشکل ہوگی۔" اس کے لہجے میں آنے والے کل کے اندیشے بول رہے تھے۔

"تمہارا دل کیا چاہتا ہے بچ؟"

وہ چونکا تھا پھر مسکرا دیا تھا۔ شاید وہ پہلی بار اپنے آپ سے ہٹ کر اس کے بارے میں بات کر رہی تھی ورنہ پہلے دن سے آج تک جب بھی وہ اس کے پاس آئی تھی، صرف اپنی بات کی تھی۔ آج پہلی بار موضوع وہ ہوا تھا۔

"میرا دل کیا چاہتا ہے طالیہ جبران، یہ بات میں کبھی خود بھی اپنے دل سے پوچھ نہیں پایا۔ اگر پوچھ پاتا تو شاید صورت حال کچھ مختلف ہوتی۔" وہ مسکرایا تھا۔

طالیہ مسکرا دی تھی' مگر انداز کسی قدر الجھا سا تھا۔

"یہ کیا بات ہوئی، اپنے دل کی تو سبھی جانتے ہیں۔" طالیہ بولی تھی۔

بچ اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے یکدم ہی نگاہ ہٹا گیا تھا' اور دوسری طرف دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"ہاں، ٹھیک کہہ رہی ہو، اپنے دل کی سبھی جانتے ہیں، میں بھی جانتا ہوں' مگر کبھی کبھی دل کی سننا اتنا ضروری نہیں ہوتا۔ میں بھی سن نہیں سکتا، کوئی فائدہ نہیں ہے۔ فضول کہتا ہے۔" بچ کا لہجہ سرگوشی جیسا تھا۔

"ٹھیک کہتے ہو، دل کی ماننے کا کوئی فائدہ نہیں ہے بچ، صرف نقصان ہوتا ہے جیسے مجھے ہوا۔ کہاں سے چلی تھی میں اس دل کی انگلی تھام کر' اور کہاں آ گئی...... مگر میرے ہاتھ آج بھی خالی ہیں۔"

"طالیہ جبران، سود و زیاں دل نہیں دیکھتا، دل اس سے بہت آگے کی شے ہے۔ نفع نقصان تو بہت معمولی باتیں ہیں۔ میں نے ایک بار اس دل کی آواز سنی تھی' مگر جو یہ کہہ رہا تھا وہ ممکن نہیں تھا۔ میں نے سن کر کان بند کر لیے تھے' اور اس کے بعد پھر دوبارہ کبھی نہ سننے کی ٹھانی تھی۔" بچ جیسے اپنے دل کی حماقتوں پر مسکرا رہا تھا۔

"اور کیا کہا تھا تمہارے دل نے؟" وہ مسکراتی ہوئی اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ بچ نے اسے کچھ دیر خاموشی سے دیکھا تھا پھر مسکرا دیا تھا۔

"کیا؟" وہ حیران رہ گئی تھی' مگر وہ دوسرے ہی پل ہنس رہا تھا۔

"پاگل ہو تم، اس دنیا کی سب سے پگلی لڑکی ہو تم۔ ایک نمبر کی ڈفر، اسٹوپڈ' اور پاگل...... ایک دم پاگل...... کوئی دماغ سے خالی ہی ہوگا' جو تمہارے بارے میں کچھ ایسا ویسا سوچے گا۔"

طالیہ جبران اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔

"اور تم دماغ سے خالی نہیں ہو؟"

"نہیں......" بچ نے اعتراف کیا تھا' اور مسکرا دیا تھا۔

"میرے پاس شادی وادی' اور لڑکی وڑکی کے لیے بالکل بھی کوئی ٹائم نہیں ہے۔ ابھی بہت کرنا باقی ہے زندگی میں اور......"

"اور محبت......" طالیہ جبران بولی تھی۔

"محبت......" وہ چونکا تھا پھر ہنس دیا تھا۔

"محبت بہت فضول کی شے ہے طالیہ، اور میں تمہاری طرح دماغ سے خالی نہیں ہوں۔"

وہ بات کو مذاق میں اڑا دینا چاہتا تھا' مگر وہ بدستور اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔
سطر سطر پڑھ رہی ہو۔ وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا' مگر وہ اسے بغور دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

"سچ' کوئی اچھی سی لڑکی دیکھ کر شادی کر لینا۔" مشورہ دیا تھا۔

"اچھا......" وہ رخ پھیرے ہوئے سعادت مندی سے کہتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"دنیا میں اچھی لڑکیوں کی کمی نہیں ہے' سچ بہت سی اچھی لڑکیاں ہیں اس دنیا میں... سی تمہیں بھی ملیں گی......اور......"

"مگر وہ طالیہ جبران تو نہیں ہوں گی نا۔" وہ اس طرف دیکھتا ہوا مسکرایا تھا۔

"ڈونٹ بی اسٹوپڈ سچ۔" طالیہ جبران نے اس کی طرف دیکھے بنا اسے ٹوکا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"شادی کے بعد اپنے اس دوست کو بھول جاؤ گی تم؟"

"نہیں' تمہیں ایسا کیوں لگا؟"

"بس......یونہی پوچھا۔"

"پاگل ہو رہے ہو تم۔ ساری اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو۔" وہ ڈانٹتی ہوئی اٹھی' مگر... تلخابہ اما نے بغیر مسکرا دیا تھا۔

●◎●

زندگی رکتی نہیں ہے۔

کسی واقعے سے کسی حادثے سے' ایک تعطل ضرور ہوتا ہے' مگر اس کے بعد سب ... معمول پر آ جاتا ہے۔ کمی تو رہ جاتی ہے' مگر زندگی اپنا راستہ ڈھونڈ ہی لیتی ہے۔

رامم کے جانے کے بعد ایک خلا سا زندگی میں در آیا تھا' مگر زندگی رکی نہیں تھی۔ وہ اس سکوت سے باہر آ گئی تھی' مگر خاموشیاں اب بھی ٹوٹی نہیں تھیں۔

"وقت کیا سے کیا کر جاتا ہے اماں! سوچو تو کلیجہ منہ کو آتا تھا' کتنی ہنستی کھیلتی بچی تھی ہماری' مگر بے رحم وقت نے ایک پل میں ساری خوشیاں نوچ لیں اس کی۔" اماں' دادی اماں سے دل کا دکھ کہہ رہی تھیں۔

"ایسی باتوں میں انسان کا کچھ دخل نہیں بہو' اگر ہمارا بس چلتا تو کیا ہم غادیہ کے ساتھ ایسا ہونے دیتے؟ ہماری نازوں سے پلی بچی' اور اتنا پہاڑ سا دکھ' سہاگ کی مہندی ہاتھوں میں رہی' اور وہ سہاگن نہ کہلا سکی۔ دکھ تو ایسا ہے کہ پہاڑ کا کلیجہ بھی پھاڑ دے' مگر ایسے کاموں میں ہماری چلتی کہاں ہے۔"

دادی اماں کی بوڑھی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ اماں بھی رونے لگی تھیں۔ بے آواز ...

آنسو......"ہماری نازوں سے پلی بچی کو کس بات کی سزا ملی اماں؟ ہم نے تو ہمیشہ بھلا ہی کیا' کسی کا برا نہیں چاہا۔ کبھی کسی کے خلاف کوئی سازش نہیں کی۔ نواب صاحب تو ہمیشہ ہاتھوں سے خیرات کرتے رہے۔ کہتے ہیں' بندے کی ہزار بلائیں تو اسی سے ٹل جاتی ہیں' پھر ان کی بیٹی کو اتنا بڑا صدمہ کیسے سہنا پڑا؟" اماں جذباتی ہو رہی تھیں۔

"انسان بندہ بشر ہے بہو' اپنے نصیب کا دکھ سکھ کاٹنا شرط ہے۔ ہمارے دکھ یا مصیبتیں ہمارے نصیب کا حصہ ہوتی ہیں جیسے جینا شرط ہے' ویسے ہی یہ سب جھیلنا بھی۔ دل چھوٹا مت کرو بہو' اگر ہم ہی ہمت ہار دیں گے تو ہماری بچی کو کون سنبھالے گا۔" دادی اماں نے کہا تھا۔

"ہاں ٹھیک کہتی ہیں آپ اماں! ہمیں اس کا خیال کرنا ہے' مگر دل کا کیا کریں' اسے ایسی حالت میں دیکھا نہیں جاتا۔ کیسی چپ چاپ سی رہتی ہے' جیسے زندگی سے کوئی رغبت ہی نہیں۔"

"حادثہ بڑا تھا بہو' غادیہ کو اس سے نکلنے میں کچھ نہیں' بہت دن درکار ہوں گے۔"

"ٹھیک کہتی ہیں آپ اماں! اس دکھ سے اسے خدا ہی نکال سکتا ہے۔ بعض باتوں میں جہاں ہماری ہمت ہار جاتی ہے' وہاں خدا مددگار ہوتا ہے' اور پھر وقت سب سے بڑا مرہم ہے۔"

"بے شک' بہو! تم ٹھیک کہہ رہی ہو' مگر غادیہ اس طرف آ رہی ہے' اس کے سامنے ایسی اب کوئی بات مت کرنا' بچی کے زخم ہرے ہو جائیں گے۔" دادی اماں نے خفگی اطلاع دی تھی۔ اماں نے اپنی آنکھیں رگڑ ڈالی تھیں۔ "آؤ بیٹا' بیٹھو ادھر اپنی دادی کے پاس۔" دادی اماں نے اس کیلئے اپنے قریب تخت پر پان دان اٹھاتے ہوئے جگہ بنائی تھی۔

"آداب دادی اماں۔" غادیہ سعادت مندی سے بولی تھی۔

"آداب بیٹا' جیتی رہو! آج بہت دیر تک سوئی تو؟"

"جی دادی اماں! پتہ ہی نہیں چلا' آنکھ بہت دیر سے کھلی۔" غادیہ بولی تھی۔

"بہو' بچی کے لیے اپنے ہاتھ سے ناشتہ بناؤ۔"

"جی اماں۔"

"غادیہ بیٹا! کیا کھاؤ گی تم؟" اماں نے ملائمت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا تھا۔ "آج اپنی بچی کے لیے میں اپنے ہاتھوں سے اسپیشل قسم کا ناشتہ بناؤں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں اماں! آپ رہنے دیں' میں قیصر سے کہہ کر کچھ بنوا لیتی ہوں۔ آپ زحمت نہ کریں۔" غادیہ ان کے خیال سے بولی تھی۔

"ارے بچے' زحمت کیسی' تیری ماں ہوں میں' قیصر جو بنائے گی' اس میں وہ ذائقہ تھوڑی نا ہوگا' جو ایک ماں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔" اماں نے مسکراتے ہوئے اس کا گال تھپتھپایا تھا' اور

اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

فادیہ دادی اماں کی طرف دیکھ کر جیسے ایک مروت کو مسکرا دی تھی۔

"فادیہ بچہ! ان گرمیوں میں سوچا ہے، کہیں ہو آئیں۔ شمی سے کہہ کر دو چار ٹکٹ سوئٹزرلینڈ جانے کا بندوبست تو کرواؤ۔"

"آپ سوئٹزرلینڈ جائیں گی دادی اماں؟" فادیہ ان کے لیے اپنے ہاتھوں سے پان چونا لگاتے ہوئے مسکرائی تھی۔

"صرف میں نہیں، تم بھی، اور اگر تیرے ابا جانا چاہیں تو ہم ان کو بھی ساتھ لیں گے۔ ان گرمیوں کا عذاب نہیں جھیلا جاتا۔ موئی آگ برستی ہے آسمان سے۔ ہوا بدن کو چھوتی ہے تو ملاؤ چھو جاتا ہے۔"

"گرمی پڑ رہی ہے دادی! ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ، مگر آپ اے سی بھی تو نہیں چلانے دیتیں۔"

"اے بچہ، ہم ٹھہرے پرانے وقتوں کے لوگ۔ اللہ بخشے، ہمارے ابا کہتے تھے، تازہ ہوا میں سانس لے تو ہزار قسم کی بیماریاں کٹتی ہیں۔ یہ موئی مشینوں کی مصنوعی ٹھنڈک برداشت نہیں ہوتی۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ دادی! میں شمی سے کہہ کر آپ کا، اور اماں کا سوئٹزرلینڈ جانے کا انتظام کرواتی ہوں۔"

"آں...... ہاں...... صرف میرا ہی نہیں، اپنا بھی۔"

"اپنا بھی؟" فادیہ چونکی تھی۔

"ہاں تم بھی اس ٹرپ پر ہمارے ساتھ چلو گی بیٹا۔"

"نہیں دادی! میرا موڈ نہیں، اس برس تو بالکل بھی نہیں۔"

دادی کی تمام کوششیں بے کار رہی تھیں۔ فادیہ اٹھی تھی، اور چلتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

دادی دکھ سے اسے جاتا دیکھتی رہ گئی تھیں۔

●●●

آرائش، زیبائش اپنے عروج پر تھی۔

سجانے والے ہاتھوں نے اسے بہت مہارت سے سنوارا تھا۔

اس لمحے طالیہ جبران نے خود کو آئینے میں دیکھا تھا تو ایک پل تو خود بھی حیران رہ گئی

تھی۔ اس کا روپ...... سج دھج سب ہی تھی، مگر اس کے اندر خوشی کی کوئی ایک رمق بھی نہیں تھی......

کل تک جو ایک رشتہ بے نام تھا، آج اسے ایک نام ملنے جا رہا تھا۔ کل تک جس رشتے کو ہزاروں بار ٹھکرا دیا گیا تھا، آج اسے پذیرائی ملنے جا رہی تھی، اسے قبولا جا رہا تھا، مگر اندر کہیں کوئی خوشی نہیں تھی......

کل تک جو رشتہ خود کو پروف کرنے کے ہزار جتن کے بعد بھی پروف نہیں کروا سکا تھا، آج وہ باقاعدہ "رجسٹرڈ میرج" میں تبدیل ہونے جا رہا تھا......

وہ سر جھکائے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھ رہی تھی۔ جب کوئی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا۔ ادیان حاکم چغتائی اس سے کچھ ہی فاصلے پر کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ نظر میں ایک تحیر تھا۔

"تیار ہو گئیں تم؟" کہتا ہوا وہ آگے بڑھ آیا تھا۔

"جسم کی سج دھج سے کچھ نہیں ہوتا، اگر اسے تیار ہونا کہتے ہیں تو میں تیار ہوں۔" وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔

ادیان اسے کچھ دیر تک خاموشی سے دیکھتا رہا تھا، پھر بولا تھا۔ "مجھے لگا تھا تم تیار نہیں ہوئی ہو گی، اور ہو سکتا ہے عین موقع پر شادی کا ارادہ بدل دو، مگر دیکھ کر خوشی ہوئی کہ حالات معمول پر ہیں۔"

اس شخص کا جذبات و احساسات سے جیسے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ کیسے برچھیاں سی چلاتا تھا دل پر......

طالیہ جبران کی ساکت آنکھوں سے آنسو بہت خاموشی سے ٹوٹا تھا، اور رخسار پر بہہ گیا تھا۔

"میں اس قید سے اب رہائی چاہتی ہوں ادیان، میں نے آج سے پہلے اس رشتے کو بنانے کیلئے جو کچھ بھی کیا، وہ حماقت کے سوا، اور کچھ نہ تھا۔ مجھے لگتا ہے، میں نے ایک پل میں شعور کی دنیا میں قدم رکھا ہے، اب دنیا مجھے بہت مختلف دکھائی دے رہی ہے۔ مجھے یہ رشتہ صرف ایک سمجھوتہ دکھائی دے رہا ہے...... اور سمجھوتے سے بھی زیادہ ایک لالچ...... اور میں یہ نہیں چاہتی تم جو کچھ بھی کر رہے ہو ادیان، وہ صرف اس بزنس ایمپائر سے ہاتھ نہ دھونے کیلئے ہے......

تم زمانے سے، اپنے آپ سے ہمیشہ جھوٹ بولتے آئے ہو۔ بٹ پلیز بی آنیسٹ ود یور اون سیلف۔ اپنے آپ کو دھوکہ مت دو۔ تم نے منال احمد کے بارے میں سوچا؟ تم محبت کرتے ہو اس سے۔ سیلف Did you realise ever? تم اس کے بنا کیسے، اور کس طرح جیو

گے؟ ہم جن سے محبت کرتے ہیں، ان کے لیے دنیا تیاگ سکتے ہیں، ان کی خوشی کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں، پھر تم کیا کرنے جا رہے ہو؟

میں تمہیں یقین دلاتی ہوں اویان تم جیسا سوچ رہے ہو ویسا کچھ نہیں ہوگا۔ تم اپنی زندگی برباد مت کرو۔ یہ بزنس ایمپائر تمہارے ہی ہاتھ میں رہے گا۔ بے شک تم مجھ سے شادی کرو، میں انکل حاکم سے کہہ دوں گی، میں خود یہ شادی نہیں چاہتی ہوں۔ تم پر کوئی الزام نہیں آئے گا لیکن اپنے آپ کو اس طرح داؤ پر مت لگاؤ۔ تم ایک نہیں، دو نہیں، تین زندگیوں سے کھیلنے جا رہے ہو۔ When you'll realise that you actually Want?

اور کیا ضروری ہے تمہارے لیے؟ اپنے آپ کو سزا دے رہے ہو اویان، مگر مثال کس بات کی سزا دے رہے ہو؟ وہ منال احمد جس کے ساتھ تم نے ایک طویل عرصہ گزارا، تمہارے بیچ کی وہ انڈرسٹینڈنگ، وہ محبت، وہ وابستگی، وہ جذباتی پن، سب کیا ہوا؟ تم ایک سزا میں عمر گزار دو گے؟

تمہارے لیے میں کسی سزا سے کم نہیں اویان، ہزار بار خود ہی کہا تم نے، کتنے دن تک جھیل سکو گے تم مجھے؟ جب کل یہ رشتہ ایک "divorce" پر ختم ہونا ہے تو پھر ہم آج یہ رسک لیں ہی کیوں؟

میرے بارے میں تم نے کبھی نہیں سوچا مت سوچو، اپنے بارے میں سوچو اویان، کم از کم منال احمد کے بارے میں تو سوچو، وہ لڑکی تم سے اپنے خواب جوڑے بیٹھی ہے، اس کے خوابوں کو اس طرح مت توڑو......

میں جانتی ہوں، جب کوئی شے ٹوٹتی ہے تو کتنا دکھ ہوتا ہے، ٹوٹنے اور بکھرنے کا دکھ میں جانتی ہوں۔"

وہ سر جھکا کر ایک خود کلامی میں بولی تھی۔

اویان حاکم چغتائی نے ایک نگاہ اسے بغور دیکھا تھا پھر پلٹا تھا اور اپنے پیچھے دروازہ بند کرتا ہوا چلا گیا تھا۔ طالیہ جبران کی روح جیسے جسم سے نکل رہی تھی۔ ایک لمحے کو اس نے کرب سے آنکھیں بھینچ لی تھیں۔

●●●

وہ شام کو پودوں کو پانی دے رہی تھی جب آمن فریدوں کہیں باہر سے آیا تھا، مگر گاڑی پورچ میں روک کر بجائے اندر جانے کے وہ اس کے پاس آ گیا تھا۔

"آپ اس طرح پودوں کو پانی دے رہی ہیں قادیہ، ان کاموں کے لیے تو کئی ملازم ہیں۔"

"مجھے یہ کام خود کر کے اچھا لگتا ہے فریدوں، تم آج آفس سے جلدی چلے آئے؟"

"ہاں، کام زیادہ نہیں تھا۔ میں ایک کمپنی خرید رہا ہوں، آپ کا مشورہ چاہیے تھا۔"

"اگر مشورہ ہی چاہیے تو اس سے بات کر دیا کرو شمیس بھائی سے، مجھے ان کاموں کا اتنا تجربہ کہاں ہے؟

تم تو جانتے ہو میں صرف ہاتھ بٹانے آفس جاتی تھی۔ اتنے بڑے فیصلوں میں مشورے دینا بہت بڑا رسک ہے۔ تم شمیس بھائی سے بات کرو۔" قادیہ نے بدستور پائپ پودوں کی طرف رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں، ان سے بھی بات کروں گا، مگر آپ پر میرا دل کا اعتقاد ہے قادیہ۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکی تھی۔

"مطلب یہ کہ مجھے لگتا ہے، آپ جو بھی کہتی ہیں، ہمیشہ ٹھیک کہتی ہیں۔ آپ سے زیادہ بہتر مشورہ مجھے کوئی دے ہی نہیں سکتا۔"

آمن فریدوں مسکرایا تھا، مگر وہ اسے خاموشی سے دیکھ کر رہ گئی تھی پھر دھیان اس کی طرف سے ہٹاتے ہوئے بولی تھی۔

"خود پر اعتماد کرنا سیکھو فریدوں، یہ بات میں نے تم سے تب بھی کہی تھی، جب تمہیں اس گھر میں لائی تھی، آج سے پندرہ برس پہلے، تم بھول گئے؟" وہ دانستہ اسے جتا رہی تھی۔ اپنے اور اس کے بیچ کے وقت کی حقیقت سنا رہی تھی، مگر وہ مسکرا دیا تھا۔

"سب یاد ہے مجھے قادیہ کچھ نہیں بھولا میں۔ آپ کی کہی کوئی بات کہاں بھول سکتا ہوں میں۔"

"اچھی بات ہے، اگر تمہیں کچھ یاد ہے تو۔ ایک اچھی اور کامیاب زندگی گزارنے میں تمہیں ہیلپ ملے گی۔ اب کوئی لڑکی بھی دیکھ لو تو تمہاری شادی بھی ہو جائے۔ تمہیں کامیاب دیکھ کر مجھے بہت......"

"لڑکی تو دیکھ لی، مگر لڑکی مجھے نہیں دیکھ رہی۔" قادیہ کی بات درمیان سے کاٹتا ہوا وہ مدہم لہجے میں بولا تھا۔

قادیہ ایک لمحے میں ساکت رہ گئی تھی۔ نگاہ اس کی طرف کی تھی۔ وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے میں بادلوں نے اپنا دامن کھولا تھا، اور چھوٹی چھوٹی سی بوندیں ان پر برسنے لگی تھیں۔

آہن فریدوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے پائپ والے ہاتھ پر رکھا تھا۔ غادیہ... بات آپ جانتی ہیں۔ ہماری زندگی کو بنانے سنوارنے میں جس کا ہاتھ ہے، میں اس ہاتھ کو تھامنے کے لیے تھامنا چاہتا ہوں غادیہ، جس ہاتھ کے باعث آج میں کامیاب ہوں۔ میں اسی ہاتھ کو تھام کر ساری زندگی چلنا چاہتا ہوں غادیہ، پلیز ملٹ می ہولڈ دیٹ ہینڈ۔ لٹ می ہولڈ یور ہینڈ...“ وہ درخواست کر رہا تھا، مگر ایک لمحے میں غادیہ نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔

”دماغ خراب ہو گیا تمہارا فریدوں، جو بھی منہ میں آتا ہے، کہے چلے جاتے ہو۔ ہوش... ہوش، کچھ تمہیں دکھائی دیتا ہے۔ آٹھ سال، آنکھیں کھولو اور ان آٹھ سالوں کے اس فرق کو دیکھو جو تمہارے اور میرے بیچ ہے۔ اس برس پچیس کے ہو گے تم اور میں تھرٹی فور کی ہوں۔ کچھ عقل میں نہیں آتا تمہاری؟ حیثیت کیا ہے تمہاری؟ کیا تھے تم؟ بھول گئے سب کچھ؟ آج تم جس مقام پر کھڑے ہو، صرف اس لیے کہ میں تمہیں وہاں اس سڑک سے اٹھا کر یہاں اس گھر میں لے آئی اور تم......“

غصے میں وہ نہیں جانتی تھی، وہ کیا کچھ بول گئی تھی۔ ایک لمحے میں اندازہ ہوا تھا، فریدوں کا چہرہ دھواں دھواں تھا۔

●✲●

فون کی بیل کافی دیر سے بج رہی تھی۔ وہ اوندھے منہ پڑی تھی۔ لیٹے لیٹے یونہی سیل فون کان سے لگایا تھا۔

”ہیلو، اشعار پیرزادہ ہیئر......“ ایک مانوس آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔ وہ لمحہ بھر چپ رہی تھی پھر متانت سے بولی تھی۔

”ہاں، بولو......“

”آج شام کو کلائنٹ کی ایک میٹنگ ہے لیانہ بیگ، اور تمہیں اس کے لیے شام سات بجے پی سی پہنچنا ہے۔“

”میٹنگ؟ جہاں تک میرے علم میں ہے، آج کے دن کے لیے کوئی میٹنگ نہیں تھی، اور ہے بھی تو میں بالکل بھی اٹینڈ کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ آپ یہ میٹنگ میرے پی اے کو اٹینڈ کرلیں، اور رپورٹ تیار کرلیں۔ میں کل دیکھ لوں گی۔“

وہ مکمل پروفیشنل انداز میں بولی تھی۔ اشعار چپ کیا تھا۔

”ایکسکیوزمی مس لیانہ بیگ، یو آر دی پارٹ آف دیٹ بزنس۔ تم اسے خود سے الگ نہیں کرسکتیں۔

بی آ ہیو۔ کام ایسے نہیں چلتا، آپ کو آنا پڑے گا۔ میں آپ کو ”ڈیٹ“ پر نہیں بلا رہا، ایک بزنس میٹنگ پر بلا رہا ہوں۔ چیزوں کو سمجھنا سیکھیے، اس طرح زندگی نہیں گزرتی۔“ اشعار نے کہہ کر غصے سے فون رکھ دیا تھا۔ لیانہ فون کو دیکھ کر رہ گئی تھی۔

”مائی فٹ، بزنس میٹنگ، چاچا کو رشتہ نبھانا نہیں آیا، اور بھتیجا رشتے بنانے کے جتن کر رہا ہے۔ بے وقوف سمجھتا ہے مجھے۔“

وہ اٹھ کر چلی ہوئی نیچے آئی تھی، جب اماں نے اسے ایک لفافہ تھمایا تھا۔ ”یہ تمہارے نام آیا ہے لیبی......“

اس نے دیکھا تھا۔

”میں آفس جا رہی ہوں، تم شاور لے کر بریک فاسٹ کرلو پھر آفس میں ملتے ہیں۔“ اماں کہہ کر قریب سے نکل گئی تھیں۔ دانستہ اس لفافے کو نظر انداز کیا تھا، مگر وہ نظر انداز نہیں کر پائی تھی۔ چلتی ہوئی صوفے کی طرف آئی تھی، اور بہت تھکن زدہ انداز میں بیٹھ گئی تھی۔ لفافہ کھولا تھا۔ ایک کاغذ برآمد ہوا تھا۔ اس نے کھولا تھا۔

”ڈیئر لیانہ......!

جانتا ہوں، اپنے پیچھے بہت سے سوال چھوڑ آیا ہوں جن کے جواب تمہیں معلوم نہیں، مگر تم جاننا چاہتی ہو۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ تم سے بہت سے سوال پوچھے گئے ہوں گے، مگر کسی کا جواب تم نہیں دے سکی ہوگی۔

یہ زندگی کبھی کبھی یونہی سوالیہ نشان بن جاتی ہے لیانہ۔ مجھے اندازہ ہے تم کتنے برے دور سے گزر رہی ہوگی، مگر یہ بہت ضروری تھا......

میں جان گیا تھا بہت سی باتوں کو، ان کو بھی جن کو تم نے کبھی نہیں بتایا، نہ ہی کسی اور نے۔ یہ مت سمجھو کہ تم پر الزام لگا رہا ہوں۔ مجھے تمہاری خوشی عزیز تھی لیانہ، تمہیں خوش دیکھنا چاہتا تھا میں، میں نے ایک رشتہ ہونے کے باوجود تمہارے پر وہ خوشی کبھی نہیں دیکھی، جو میں دیکھنا چاہتا تھا۔ مجھے بارہا لگا تم میرے ساتھ رہ کر ایک مشین بن رہی ہو۔ ہم میں کوئی جذباتی وابستگی بھی نہیں رہی۔ ایک تعلق، ایک بزنس اسائنمنٹ، اور میٹنگز سے آگے کبھی بڑھ ہی نہیں سکا......

ایک بات جو شاید تم نہیں جانتی ہو، تم مجھے نہیں چاہتی تم کسی اور کو بھی چاہ نہیں سکتیں۔ تم اشعار پیرزادہ کو چاہتی ہو، کب سے، میں نہیں جانتا، مگر تم دونوں کے بیچ ایک خاموشی کے باوجود ایک کیمسٹری جو دکھائی دیتی ہے، وہ میرے لیے سمجھنا بہت ضروری تھا۔ میں نے چھان بین کی تو پتا چلا تم دونوں لندن میں ساتھ پڑھتے رہے ہو، غالباً کوئی قربت بھی تم دونوں کے بیچ رہی تھی۔

whether that was love or not, but that wasn,t only friendship

یہ بات تمہیں بھی ماننے کی ضرورت ہے فیانانہ تم کیا چاہتی ہو کبھی اندر کی آواز کو۔۔۔ اسے اہمیت دو۔ تم دونوں کے بیچ کیا ہوا کہ تم دونوں بات کرنے سے بھی گئے۔ اس کے بارے میں، میں نہیں جان سکا' مگر میں نے ایک بات تم دونوں میں محسوس کی، اعشار بھی اسی طور کھویا ہوا سا تھا۔۔۔

تمہارے لیے کسی کا ہونا آسان نہ تھا' اور اس کے لیے تمہیں کسی کا ہوتا دیکھنا آسان نہ تھا' مگر تم دونوں چپ تھے' اور اس خاموشی کو میں نے ختم کرنے کی ٹھانی۔ بہت سوچا' اور مجھ میں آیا کہ اس تعلق کو توڑ دینا ہی ایک solution تھا، سو میں نے یہی کیا۔ تم دونوں کی خاموشی' جو اس تعلق کو لے کر بنی ہوئی تھی۔ اب ٹوٹ سکے۔ تم دونوں کی خوشی میرے لیے اہم تھی، سو میں نے یہ اقدام کیا۔

شاید تم مجھ سے بدگماں ہو' مگر مجھے اس سے بہتر کوئی راستہ دکھائی نہیں دیا۔

اعشار تم سے بہت پیار کرتا ہے، یہ بات اس نے مجھے نہیں بتائی، میں نے اس کی آنکھوں میں پڑھا جب مجھے تمہارا وہ گریز سمجھ میں آیا۔ دانستہ نادانستہ تم بھی اس محبت کے ساتھ اندر کہیں بندھی ہوئی پائی گئیں۔ ڈیٹ دا نمائے conclusion۔

رشتے زبردستی نہیں بنتے فیانانہ، دل سے بنتے ہیں۔ تم دل مار رہی تھیں، اعشار بھی یہی کر رہا تھا' اور وہ ٹھیک فیصلہ نہیں تھا۔ میں نے تم دونوں کو ایک موقع دیا ہے دل سے سوچنے کی، سمجھنے کی' اور فیصلہ کرنے کی۔ کیوں ایک رشتہ تم دونوں کو باندھ رہا تھا۔ مجھے ملامت کرنا فیانانہ۔ تم ایک خیر خواہ ہو مجھے اس وقت کے لیے بہترین فیصلہ یہی لگا جو میں نے کیا۔ اپنا خیال رکھنا۔

Be good! and kindly no v listen to your heart!

دانیال۔"

اس نے کاغذ کو مٹھی میں دبوچ لیا تھا۔ اس کے اندیشے' اور اندازے ٹھیک تھے' اور صرف وہی شخص اس رشتے کو ختم کرنے کا سبب بنا تھا۔ وہ اٹھ کر چلتی ہوئی باہر آئی۔ گاڑی کا دروازہ کھولا تھا بیٹھی تھی' اور رخ جانے پہچانے راستوں کی طرف موڑا تھا۔

"پیرزادہ ولا" ویسا ہی تھا۔ اس نے گاڑی روکی تھی' اور جا کر اماں سے اعشار کے بارے میں پوچھا تھا۔ انہوں نے اس کے کمرے کی طرف اشارہ کیا تھا' اور وہ زینہ تیزی سے چڑھتی ہوئی اوپر آئی تھی۔

وہ آفس جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ نک سک سے تیار تھا۔ سوٹڈ بوٹڈ آئینے کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تھی۔ وہ آئینے میں اسے حیرت سے دیکھتا ہوا مڑا تھا۔

"تم یہاں......؟ میٹنگ کا وقت شام کا ہے اور......"

مگر اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی فیانانہ نے اس کے منہ پر وہ کاغذ دے مارا تھا۔ اعشار نے اسے حیرت سے دیکھا تھا پھر جھک کر کاغذ کا وہ ٹکڑا اٹھا لیا تھا۔

"کیا ہے یہ......؟"

"وجہ۔" وہ بولی تھی۔

"وجہ؟" وہ چونکا تھا۔

"میرے اور دانیال پیرزادہ کے درمیان رشتہ ٹوٹنے کی وجہ، میں جن سوالوں کے جوابات ہزار ہا سوچنے پر بھی نہ ڈھونڈ سکی' ان کے جوابات اس کاغذ میں ہیں۔ تمہارے چچا دانیال پیرزادہ نے اس تعلق کو توڑنے کی ایک وجہ بتائی ہے' اور وہ تم ہو تم اعشار پیرزادہ......تم ہو وجہ میری زندگی میں آئی ہر پریشانی کی۔ تم ہو میری ہر الجھنوں کی جڑ۔ تم......تم نے مجھے کبھی چین سے جینے نہیں دیا۔ تم ہو اس رشتے کے ختم ہونے کی وجہ۔ آج یہ رشتہ ٹوٹا تو صرف تمہاری وجہ سے۔ تم نے میری زندگی کو ہمیشہ مشکل بنائے رکھا۔ کیوں اعشار پیرزادہ......؟ کس بات کی سزا ہے یہ؟ اور کیوں جھیل رہی ہوں میں تمہاری منتخب کردہ یہ سزا؟ تمہارے' اور میرے بیچ کبھی کچھ نہیں رہا تو دانیال کو کیوں لگا کہ تم وجہ ہو؟"

فیانانہ بیگ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ آج پہلی بار وہ اس کے سامنے اس طرح کمزور پڑی تھی۔ پہلی بار اس طرح روئی تھی۔ اعشار کھڑا اسے خاموشی سے دیکھتا رہا تھا پھر اس کے قریب رک کر اس کے شولڈر پر اپنے ہاتھوں کو رکھا تھا۔

"جن سوالوں کے جواب تم تلاشتی رہیں، جن سوالوں کو کبھی میں جان نہ سکا۔ ان کا جواب وقت نے دے دیا ہے فیانانہ بیگ، میرے' اور تمہارے بیچ صرف ایک خاموشی تھی، ایک طویل چپ۔

But that silence has tears,a lot If tears In your n my eyes.I saw many time.

ہم دیکھتے ہیں تو مجھے ایک دھند سے آگے کچھ دکھائی نہیں دیتا تو کیوں فیانانہ، دھوئیں کے یہ بادل ہمیں لپیٹے ہوئے ہیں تو کیوں؟ کیوں یہ خاموشیاں ٹوٹتی نہیں؟

آخر کیا ہے تمہارے' اور میرے بیچ؟ جسے نہ کل ہم سمجھ پائے' اور نہ آج؟ کیا ہے یہ

لیانہ؟ اگر یہ پیار ہے تو کیوں ہم اسے سمجھ نہیں پا رہے؟ کیوں آنکھیں بند کیے سرپٹ بھاگے جا رہے ہیں؟ ہم رکتے کیوں نہیں؟ نگاہ نہیں ملاتے؟ دیکھتے کیوں نہیں ایک دوسرے کی طرف؟

ہم وہ کیوں نہیں دیکھتے جو زمانہ دیکھتا ہے لیانہ، جو زمانے کی نگاہ کو دکھائی دیتا ہمیں دکھائی کیوں نہیں دیتا؟" احمار نے اسے جھنجوڑ دیا تھا۔ "آج تم میرے پاس یہ کاغذ لے کر آئی ہو، میرے منہ پر مارنے کے لیے' اور مجھے الزام دینے کے لیے' مگر حقیقت کیا ہے لیانہ جاننے کی یا ماننے کی تم نے ضرورت محسوس کی ہے؟ میں احمار پیرزادہ ان سب حالات کی... تو تم تسلیم کیوں نہیں کر لیتیں کہ تمہاری تمام پرابلمز کا حل بھی میرے پاس ہے۔ اگر... ہوں تو "سد باب" بھی میں بن سکتا ہوں۔ اتنی سی بات تمہاری سمجھ نہیں کیوں نہیں آتی کبھی

چیزوں کو کس زاویے سے دیکھتی ہو تم لیانہ؟ اور دیکھتے ہوئے بھی کیوں آنکھیں بند... چاہتی ہو؟ بولو کیوں؟ دانیال چاچو کو میں نے کبھی کچھ نہیں بتایا تم نے نہیں بتایا تو پھر انہیں... کہ ہم دونوں کے بیچ کچھ چل رہا ہے؟ تمہارا یہ گریز لیانہ تمہارا یہ غلط رویہ تمہیں خود تا... گیا۔ اپنا چہرہ دیکھا ہے کبھی غور سے؟"

احمار نے یکدم ہی اسے کسی گڑیا کی طرح موڑ کے آئینے کے سامنے کھڑا کر دیا تھا... جارحانہ انداز میں بولا تھا۔

"دیکھو...... دیکھو اپنے آپ کو لیانہ بیگ، یہ تم ہو؟ یہ بنجر آنکھیں، ویران نگاہ، خوشی ایک رمق سے بھی دور یہ چہرہ تمہارا ہے؟ یہ ہے لیانہ بیگ......؟ ایک انا پرست لڑکی، ایک... اتنی کہ اس سے آگے اسے کچھ دکھائی دیتا ہے نہ سنائی دیتا۔ دیکھو غور سے دیکھو اپنا چہرہ، کیا کہتا ہے تمہیں؟ میں بتاتا ہوں تمہیں، یہ چیخ رہا ہے، کہہ رہا ہے۔ "خدارا، مس لیانہ بیگ، سنو میری، مجھ پر خوش رہنا سکھا دو مجھے...... تمہیں تو مسکرانا تک بھول گیا ہے لیانہ تم تو خود اپنی حالت... نہیں ہنس سکتیں، یہ تمہاری خود کو تمہاری سزا ہے تم نے خود کو خود اس بنجر پن کے حوالے کیا ہے۔ اپنی خوشیوں کو خود سے پرے دھکیلا ہے تم نے لیانہ تم خود ہو ہر بات کی وجہ ہو، کیوں اندازہ نہیں ہوتا تمہیں اس بات کا، کیوں لیانہ؟"

احمار پیرزادہ نے بہت شکست خوردہ انداز میں اسے ساتھ لگایا تھا۔ دونوں کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں، دونوں چپ تھے۔ وقت خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ لمحوں کے لبوں پر... آواز نہیں تھی۔

"آئی لو یو لیانہ۔"

ایک مختصر سا جملہ خاموش فضا میں ابھرا تھا۔ ایک مدہم سرگوشی جس نے سارے ماحول کو

اپنی گرفت میں جکڑ لیا تھا۔ "آئی لو یو لیانہ نہیں جی سکتا میں تمہارے بنا، کچھ نہیں ہوں میں تمہارے بغیر۔ یہ انا، یہ غصہ، یہ تم سے لاتعلق رہنے کا ڈھونگ، سب بے معنی ہے۔ ہار رہا ہوں میں، ہار چکا ہوں، آئی گیو اپ، آئی ڈو سرنڈر...... لو، ہار گیا میں، کہہ دیا، ہار گیا۔ میں سچ میں ہار گیا۔ آج میری خود ساختہ انا اپنے گھٹنے تمہارے سامنے ٹیکتی ہے' اور کہتی ہے تم میرے لیے ضروری ہو، مت جاؤ۔"

آواز میں لجاجت تھی، شکست خوردہ تھا لہجہ' مگر وہ چپ تھی۔

●۞●
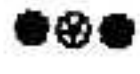
"لٹ می ہولڈ یو۔"

"لٹ می لو یو فور ریسٹ آف مائی لائف۔"

"پلیز لیناشہ۔"

اسفاریزدانہ کا لہجہ ملتجی تھا۔

"مجھے اجازت دو لیناشہ خود کو ہر دکھ اور تکلیف سے بچانے کی۔ میں کسی بھی طرح کے دکھ تکلیف کو تمہارے پاس بھی آنے دینا نہیں چاہتا لیناشہ ٹرسٹ می۔ آئی نیڈ یو۔"

وہ مدہم لہجے میں بول رہا تھا۔ انداز میں جنون بھی تھا اور جذباتی پن بھی..... مگر لیناشہ اس کی گرفت سے نکلی اور بنا اس کی طرف دیکھے الٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگی تھی اور پھر یکدم ہی پلٹ کر باہر نکل گئی تھی۔

اسفاریزدانہ اسے کھڑا دیکھتا رہ گیا تھا۔

●☺●

ایک بہت بڑی تقریب میں وہ اس کی ہو گئی تھی۔ اس ہنگامی تقریب کے بعد اب سکون ہی سکون تھا۔ کمرے کا ماحول خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔ طالیہ جبران کو یہ خاموشی بہت غنیمت لگ رہی تھی۔ آگے کیا ہونا تھا، وہ نہیں جانتی تھی۔ لاکھ منع کی تھی اس نے۔ اس شخص کو جھٹلایا بھی تھا، رد بھی کیا تھا، مگر بالآخر وہ اس کی بتائی ہوئی راہ پر چل پڑی تھی۔

ویسا ویسا کیا تھا اس نے..... جیسا اس نے چاہا تھا۔ اپنی کوئی مرضی اس کی کوئی رہی ہی نہیں تھی۔

وہ اب بھی اس شخص کی اتنی مان کر کیوں چل رہی تھی، وہ خود نہیں جانتی تھی۔ بے حس و حرکت خاموشی سے بیٹھی وہ اپنے دولہے کا انتظار کر رہی تھی۔

ایک خواب تھا..... کہ وہ اس کی دلہن بنے۔

اس کے نام کا سرخ جوڑا پہنے.....

اس کے نام کی مہندی ہاتھوں میں لگائے.....

مگر سارے خواب پل میں مسمار ہوئے تھے، اس کے خوابوں کو توڑنے والا شخص..... آج اس کی زندگی کا ہم سفر تھا، اس کا جیون ساتھی تھا۔

کتنا عجیب تھا یہ سب کچھ.....

وہ سامنے آئینے میں اپنے آپ کو خود دیکھ رہی تھی تو بہت عجیب لگ رہا تھا۔ یہ اس کا روپ سروپ.....

سب جس کے لیے تھا، اس کے لیے دل اب آمادہ نہیں تھا۔

اور.....

اس کی سوچوں کو یکدم ہی بریک لگی تھی۔ ادیان حاکم چغتائی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔

کسی شہزادوں جیسی آن بان شان تھی، اپنے پیروں تلے زمین کو روندتا وہ آگے بڑھ رہا تھا۔

کیسی تمکنت تھی..... کیسا غرور تھا.....

ادیان حاکم چغتائی میں ایسی کیا بات تھی، جس کے لیے وہ سات سمندر پار آئی تھی..... ایسا کیا تھا اس میں کہ وہ کھنچی گئی تھی.....

اور ایسا کیا نہیں تھا اس میں جو وہ اس کی توجہ کبھی حاصل ہی نہیں کر پائی تھی.....

یہ روپ سروپ سب بے کار تھا۔

اسے اپنا آپ بے معنی لگا تھا۔

وہ شخص قریب آیا تھا اور اس کی طرف ایک نگاہ غلط انداز بھی نہیں ڈالی تھی۔

"تم تھک گئی ہو، سو جاؤ، آئی ایم گوئنگ ٹو بیڈ، گڈ نائٹ۔"

صرف یہی اطلاع دینے آیا تھا وہ شاید۔ اس کے ساتھ ہی پلٹ کر چلتا ہوا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا تھا۔

روپ کمال کا تھا.....

پر ایک نظر ستائش بھی نہیں تھی۔

ایک نگاہ غلط انداز بھی نہیں تھی۔

کوئی تعریفی کلمہ بھی نہیں تھا.....

سماعتیں سننے کی منتظر ہی رہ گئی تھیں اور ایک لفظ بھی نہ سن سکی تھیں۔

کیسی دلہن تھی وہ..... کیسی شادی تھی کہ..... کیسا سمجھوتہ تھا.....

●◎●

نادیہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تھی۔

آہن فریدوں جو لیپ ٹاپ پر کچھ کام کر رہا تھا چونک پڑا تھا' مگر کچھ بولا نہیں تھا۔ خاموشی سے اس کو دیکھا تھا۔

نادیہ آگے بڑھی تھی' اور چلتی ہوئی اس کے پاس جا رکی تھی۔ وہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے بولنے کا منتظر رہا تھا۔ نادیہ نے اس کی طرف خاموشی سے دیکھا تھا پھر نظر پھیرتے ہوئے بہت آہستگی سے بولی تھی۔

"بہت عرصے سے ہمارے درمیان کچھ تناؤ سا ہے۔ جو بھی ہوا ہے اچھا نہیں ہوا۔ مجھے اس کا اندازہ ہے فریدوں، بہت بار ہوا کہ تم بہت کچھ غلط سلط بول گئے' اور مجھے بھی غصہ آ گیا۔ میں تم سے ایسی ساری باتیں اکسپیکٹ نہیں کرتی تھی فریدوں، تبھی ایسا سب ہوا۔"

وہ مکمل سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔ آہن فریدوں نے اسے دیکھا تھا۔

"آپ کو لگتا ہے کہ میں نے جو بھی کہا، وہ کچھ غلط سلط تھا؟ آپ کو اب بھی یہی لگتا ہے نادیہ؟" لہجہ بہت مدہم' اور دھیما تھا۔

نادیہ چلتی ہوئی اس کے قریب بیٹھ گئی تھی۔

"آہن فریدوں، بہت سی باتوں کا مطلب وہ نہیں ہوتا جو ہم سمجھتے ہیں۔ بعض اوقات چیزوں کے مفہوم بہت مختلف ہوتے ہیں۔ جو تم سوچتے ہو، چاہتے ہو، وہ تمہیں اب سمجھ نہیں آ رہا مگر کچھ دنوں بعد جب تم سوچو گے تو تمہیں سمجھ میں آ جائے گا۔"

فریدوں اس کے پرسکون انداز میں کہنے پر مسکرا دیا تھا۔

"آپ اب بھی وہی سوچ رہی ہیں نادیہ یہ کوئی وقتی جذباتی فیصلہ نہیں ہے۔ نہ ہی میں کوئی بچہ ہوں۔ آپ کو لگتا ہے کہ میں اب بھی اتنا ہی امیچور ہوں کہ کوئی فیصلہ نہ لے سکوں؟ آپ کو میرے فیصلوں پر، ان کی پختگی پر اب بھی شک ہے؟"

نادیہ جواباً کچھ نہیں بولی تھی۔ آہن فریدوں نے اس کی سمت بغور دیکھا' اور مسکرا دیا تھا۔

"نادیہ آئی ایم نات اے کڈ۔ کسی بچپنے میں نہیں ہوں میں۔ نہ ہی کوئی بچگانہ قسم کا فیصلہ لینے کی کوشش کر رہا ہوں۔

میں جانتا ہوں، مجھے کیا چاہیے۔ میرے اندر کی خبر ہے مجھے..... اپنے اندر کی آواز سن سکتا ہوں میں۔"

وہ اپنی ہی دھن میں بول رہا تھا جب نادیہ اس کی بات تیزی سے کاٹتی ہوئی بولی تھی۔

"دیکھو فریدوں تم غلط سوچتے ہو یا صحیح، مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے نہ ہی میں اس

بات کو ثابت کرنے یہاں آئی ہوں۔ میں صرف یہ بتانے آئی ہوں کہ یہ سب فضول ہے۔ اس کا کوئی نتیجہ نکلنے والا نہیں ہے۔ بہتر ہوگا کہ تم یہ سوچنا بھی بند کر دو۔"

وہ اسے تنبیہ کرتی ہوئی بولی تھی' اور اٹھنے لگی تھی۔ فریدوں نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

نادیہ نے اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ مکمل توجہ سے اس کی طرف دیکھتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"نادیہ، ہم دونوں اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں' اور ہم دونوں ہی غلط نہیں۔ آپ کا زاویہ بھی ٹھیک ہے' اور میرا نظریہ بھی غلط نہیں۔ ہم دونوں چیزوں کو اپنے اپنے ڈھنگ سے دیکھ' اور سوچ رہے ہیں بس۔ دیکھنا بس یہ ہے کہ وقت کسے غلط ثابت کرتا ہے' اور کسے ٹھیک..... یا پھر کس کی مرضی کو پورا کرتا ہے۔"

فریدوں اپنے ارادوں میں ہارنے والا نہیں لگتا تھا۔ نادیہ کو بہت غصہ آیا تھا مگر وہ کچھ بھی کہے بغیر اٹھی تھی' اور وہاں سے نکل گئی تھی۔

●◎●

فیانسہ آئی تھی' اور چلی گئی تھی' مگر اپنے پیچھے بہت سے سوال چھوڑ گئی تھی۔ ان سوالوں کا سامنا اب افتخار کو تھا۔

"فیانسہ یہاں کیوں آئی تھی؟ اور اس طرح روتی ہوئی واپس کیوں گئی؟" اماں اس سے پوچھ رہی تھیں۔

افتخار خاموش تھا۔

"دانیال کی خبر تھی اس کے پاس؟ دانیال نے کچھ کہا اسے؟ مگر ان دونوں کے درمیان کی بات تھی تو وہ تمہارے پاس کیوں آئی؟"

"میں نہیں جانتا۔" اس پر کوئی الزام لانا مقصود نہ تھا سو بولا تھا' مگر اماں اسے بغور دیکھتے ہوئے بولی تھیں۔

"افتخار تمہارے اس طرح کہنے سے تم بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ سب نے دیکھا گھر میں، میں نے دیکھا، یہ بنا کسی وجہ کے تو نہیں تھا، نہ ہی تم یہ کہہ سکتے ہو کہ یہ ہماری آنکھوں کا دھوکہ تھا۔" اماں چھان بین پر آمادہ تھیں۔

"آپ جانتی ہیں میں آپ سے جھوٹ کبھی نہیں بولتا اماں! آپ کو میرا یقین کیوں نہیں ہو رہا؟" افتخار بولا تھا۔

"مجھے تم پر یقین ہے افتخار، مگر میں صرف وجہ پوچھ رہی ہوں۔ گھر ہے یہ گھر میں افراد بستے ہیں' اور ہم ان سے کٹ کر نہیں رہ سکتے۔ لوگ سوال پوچھتے ہیں، جواز چاہتے ہیں، کچھ

اندازہ ہے تمہیں کیسی کیسی چہ مگوئیاں ہو رہی ہیں۔" اماں نے ڈپٹتے ہوئے کہا تھا۔

"میں کچھ نہیں جانتا اماں۔"

"تو پھر کون جانتا ہے؟ دانیال نے وہاں بیٹھ کر خود کو بری الذمہ کر لیا' اور تم یہاں بیٹھے کہہ رہے ہو۔ کہیں تم اس رشتے کے ٹوٹنے کی وجہ تو نہیں؟" اماں نے بنیادی نقطہ اٹھایا تھا۔

اعصار ماں کی طرف خاموشی سے تکتا رہا تھا پھر سر جھکا کر بہت سکون سے بولا تھا۔

"اگر آپ کو ایسا لگتا ہے کہ میں ہی اس رشتہ ٹوٹنے کی وجہ ہوں۔ میں حنانہ سے پیار کرتا ہوں، ہاں، ہے مجھے اس سے محبت..... اب سے نہیں، بہت دنوں سے، بہت سالوں سے، صدیوں سے وہ میری ہے' مگر میں کبھی سمجھ ہی نہیں پایا۔ وہ کتنی ضروری ہے میرے لیے۔"

بھیگی آنکھوں سے وہ اقرار کر رہا تھا۔ آج پہلی بار وہ اسے پا رہا تھا accept کر رہا تھا۔

اماں اسے حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

"تو ہم سب کا شک درست تھا کہ تم ہی اس منگنی کے ٹوٹنے کی وجہ ہو اعصار۔" اماں کا لہجہ دھیما' اور تھکا تھکا سا تھا۔ وہ شاکڈ تھیں۔

"میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا تھا۔ آپ گواہ ہیں اماں! مجھے لگا اگر سب خوش ہیں تو میں بھی خوش ہوں۔ میں نے کسی کی لائف کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہا تھا اماں! نہ ہی میں نے دانیال چاچو سے کچھ کہا تھا۔ میں نہیں جانتا چاچو یہ سب کیسے جان گئے۔ یہ بات تو میں نے خود سے بھی چھپا کر رکھی تھی پھر ان کی رسائی اس سچ تک کیسے ہوئی؟"

اماں وہیں ٹھٹھکتی چلی گئی تھیں۔ پتا نہیں ان کو، اعصار کو یقین تھا کہ..... جو کچھ بھی اس نے کہا تھا، انہیں سچ لگا تھا یا کہ نہیں..... وہ نہیں جانتا تھا' مگر اس لمحے وہ بہت بے بس دکھائی دیا تھا۔

"دانیال چاچو نے حنانہ کو ایک لیٹر لکھا ہے جس میں ریزن یہ دیا ہے کہ وہ یہ سچائی جان گئے تھے اور وہ حنانہ کو خوش دیکھنا چاہتے تھے سو انہوں نے منگنی توڑ دی۔ حنانہ کو بھی لگتا ہے خطاوار میں ہوں۔ وہ بھی یہاں مجھے الزام دینے آئی تھی۔ سب کو خطاوار میں لگتا ہوں' مگر میرا جرم صرف ایک ہے' اور وہ ہے حنانہ سے محبت..... جو میں اسے بھی کبھی نہیں بتا پایا۔

And can't blamt anyone.

جو کچھ بھی ہوا، اس میں غلطی میری ہی ہے۔ اگر میں نے اسٹینڈ لیا ہوتا تو شاید آج حالات ایسے نہ ہوتے۔ حالات ہمیشہ میرے اختیار میں تھے، میری ٹھوکر میں تھے' مگر میں ہمیشہ حالات کو وقت کو اپنے against کرتا رہا۔ وہ مجھ سے قریب تھی، میری تھی' اور میں اسے پرے دھکیلتا رہا۔ آئی ڈیزرو آل دیٹ۔ آئی ڈیزرو دیٹ پنشمنٹ۔"

اعصار پژمردہ سا نے بھیگی آنکھوں کے ساتھ مدہم لہجے میں کہا تھا پھر آنکھیں رگڑتی تھیں اور چلتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

اماں وہیں بیٹھی دیکھتی رہ گئی تھیں۔

ایک پل میں کیا سے کیا ہو گیا تھا..... اس طرف تو کبھی ان کا دھیان ہی نہیں گیا تھا' کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

اس نقطے کی طرف کبھی عقل نے نشاندہی بھی نہیں کی تھی۔

وہ ماں تھیں، کیسے نہ جان پاتیں اپنے بیٹے کے دل کی بات..... گھر میں اتنا کچھ ہوتا رہا' اور وہ اکیلا چپ چاپ سہتا رہا۔

کتنا بوجھ تھا اس تنہا شخص کے سینے پر.....

مگر..... کیسے تنہا جیتا رہا وہ کہ کبھی ماں تک کو پتا نہ چل سکا کہ اس کا بیٹا کن کٹھن مراحل سے گزر رہا ہے۔

●●●

نہ محبت تھی..... نہ محبت کی بے قراری.....

بھر رات آنکھوں میں بسر ہوئی تھی۔

صبح ناشتے کی ٹیبل پر سب موجود تھے' اور کوئی خوش ہو نہ ہو، حاکم انکل بہت خوش تھے۔ وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی تھی جب انہوں نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"آؤ بیٹا، آؤ۔ یہاں بیٹھو میرے پاس۔" وہ چیئر جس پر ہمیشہ ادیان بیٹھتا تھا، اس چیئر کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اس کے پیچھے ہی ادیان تھا۔ اس نے ایک لمحے کو پلٹ کر اس کی طرف نگاہ کی تھی پھر چلتی ہوئی حاکم انکل کی طرف دائیں سیٹ کی طرف بڑھ گئی تھی۔ بائیں طرف کی سیٹ ادیان حاکم چغتائی کے لیے خالی چھوڑ دی تھی۔

"آج میں بہت خوش ہوں' میں نے اپنا سارا فرض پورا کر دیا۔ دل بہت ہلکا محسوس ہو رہا ہے۔ جبران سے کیا گیا وعدہ آج پورا ہوا۔ میں خود کو سرخرو محسوس کر رہا ہوں۔" ادیان کے سیٹ سنبھالنے پر حاکم انکل گویا ہوئے تھے۔

اس سے قطع نظر کہ باقی لوگوں کے ری ایکشن اس وقت کیا تھے، وہ سر جھکا کر اپنے لیے چائے انڈیلنے لگی تھی۔

"ذمے داری کا بوجھ کاندھوں سے ہٹ جائے تو باپ کا شانہ ہلکا ہو ہی جاتا ہے۔ آج میں خود کو جبران کی جگہ رکھ کر دیکھ رہا ہوں تو بہت سکون محسوس کر رہا ہوں اپنے اندر۔" حاکم انکل کو اردگرد کے لوگوں کی شاید پروا نہیں تھی۔ وہ بے خوف و خطر بول رہے تھے۔

فکر تو طالیہ جبران کو بھی نہیں تھی۔ امید کی حیات مر جائیں تو یوں بھی فکر رہتی نہیں۔

"میں سمجھ سکتی ہوں حاکم تم کتنا سکون محسوس کر رہے ہو گے۔" بوا مسکراتے ہوئے سے بولی تھیں۔ اس گھر میں اس کا کوئی دوسرا حمایتی تھا تو وہ بوا تھیں۔

اس کی شادی پر صرف دو لوگ خوش تھے گویا۔۔۔۔ باقی حاکم ہاؤس پر تو جیسے ماتم سا چھایا تھا۔

اس نے اویان حاکم چغتائی کا چہرہ دیکھا تھا۔

شوہر نامدار کے چہرے پر کہیں خوشی کی رمق دور دور تک نہیں تھی۔

کیسی تھی یہ شادی۔۔۔۔۔ ایک پل کو سوچا تھا تو اسے ہنسی سی آئی تھی۔

اس نے چائے بنا کر کپ اویان کے سامنے رکھا تھا۔

نئی نویلی دلہن کے ہاتھ کی چائے۔۔۔۔ پہلی صبح کا تازہ سا خوش گوار احساس۔۔۔۔۔

اور یہ کیئر۔۔۔۔۔ یہ محبت۔۔۔۔۔

اویان حاکم چغتائی کو تو چونکنا چاہیے تھا' مگر وہ شخص بھی اس "صدمے" کے ہاتھوں جیسے کا ہو چکا تھا۔

تو گویا ظالم صرف وہی تھی، باقی سبھی مظلوم تھے۔ بوا اور حاکم انکل کو نکال کر پورا حاکم ہاؤس اور اویان اس کے ظلم کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

"تم خوش ہونا بچہ۔" بوا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر دریافت کیا تھا۔

وہ چونکی تھی۔ نگاہ اویان کی سمت اٹھ گئی تھی۔

"یہ آپ کو مجھ سے نہیں، اویان حاکم چغتائی سے پوچھنا چاہیے بوا، میرے لیے اب خوشی کا مفہوم یکسر تبدیل ہو گیا ہے۔" ایک طنزیہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر تھی۔

اویان نے اس کی طرف دیکھا تھا جیسے کوئی مقتول اپنے قاتل کی طرف دیکھتا ہے۔

سچویشن ایسی تھی کہ وہ مسکرائے بنا نہیں رہ سکی تھی۔

اویان حاکم چغتائی نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"میں جانتی ہوں، میں ظالم ہوں' اور آپ مظلوم' مگر مجھے نہیں پتا اب اس سچویشن میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ ہنسی مجھے آپ پر نہیں، اپنی قسمت پر آ رہی ہے۔" وہ کسی کی پروا کیے بولی تھی۔

"اے ہے، قسمت کو کیا ہوا، نصیبوں بھاگ والی ہے تو۔۔۔۔۔ اویان کی زندگی کو جنت بنا دو گی۔ ایسی فضول کی کوئی بات مت سوچ۔ اس گھر میں بیٹیوں' اور بہوؤں کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے۔"

"اور کانٹوں پر گھسیٹا جاتا ہے۔" منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر وہ ہنس دی تھی۔

"اویان، کیسی باتیں کر رہے ہو تم؟" بوا نے ڈپٹا تھا۔

"دل کی سلطنت کی بات کر رہا ہوں بوا، شادی کے بعد ایک وفا شعار شوہر کا دل، ذہن، دولت، مال اسباب سب پر اس کی بیوی کا حق ہی ہوتا ہے' اور میں تو یوں بھی مانتا ہوں کہ میری زندگی میں یہ سب جو بھی لے کر آئی ہیں، میری بیوی ہی ہیں۔ ان فیکٹ میں تو ان سب سے ہاتھ دھو ہی چکا تھا۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ پس پردہ جو بھی طنز تھا، طالیہ اسے صاف محسوس کر رہی تھی۔

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو، یہ بتاؤ تم طالیہ کو ہنی مون پر کہاں لے جا رہے ہو؟" بوا نے موقع کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے نرمی سے کہا تھا۔

"اس کے لیے ان لوگوں کو سوچنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے ہوائی ٹکٹ کنفرم کروا دیے ہیں۔ کل یہ لوگ اپنے ہنی مون ٹرپ پر روانہ ہو جائیں گے۔" مسز حاکم چغتائی بولی تھیں' اور لوگوں کو تو حیرت ہوئی ہی تھی، طالیہ کو شدید ترین ہوئی تھی۔

"ممی، آپ نے؟" وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکی تھی۔

"کیوں، میں تم لوگوں کو کوئی گفٹ نہیں کر سکتی؟ میرے اکلوتے بیٹے کی شادی ہوئی ہے۔ اس بزنس ایمپائر کا اکلوتا وارث، میرا بیٹا، کیا اس کی ماں اسے ایک ہنی مون ٹرپ بھی گفٹ نہیں کر سکتی؟" مسز حاکم چغتائی ایک لمحے میں برہم نظر آئی تھیں۔

"نہیں، بچی کا مقصد یہ نہیں تھا بہو، وہ تو خوشی کا اظہار کر رہی تھی کہ اس کی ساس کو اس کا اتنا خیال ہے۔" بوا نے بات سنبھالی تھی۔ حاکم انکل مسکرا دیے تھے۔

"خیال مجھے کسی اور کا نہیں، اپنے بیٹے کا ہے۔ میرا بیٹا اہم ہے میرے لیے۔۔۔۔۔ مجھے اس کی خوشی عزیز ہے۔" مسز حاکم جتاتے ہوئے بولی تھیں۔

"تھینک یو مام۔" اویان نے ان کی طرف دیکھا تھا۔

"نو نیڈ ٹو تھینکس بیٹا، جانتے ہو تمہاری ماں تم سے بہت پیار کرتی ہے۔" مسز حاکم کچھ نرم پڑتے ہوئے مسکرائی تھیں۔

"اویان تم نے بہو کو منہ دکھائی میں کیا دیا؟" بوا نے پوچھا تھا۔

اویان فوری طور پر کوئی جواب نہیں دے سکا تھا۔

"آپا، چھوڑیں، آپ بھی کیا باتیں لے کر بیٹھ گئیں۔ تحفے تحائف کے لیے تو عمر پڑی ہوئی ہے۔" مسز حاکم چغتائی نے بیٹے کو خاموش دیکھ کر بروقت دفاع کیا تھا۔

"ہاں، ٹھیک کہہ رہی ہو بہو۔" بوا مسکرا دی تھیں۔ "مگر یہ چھوٹی باتیں زندگی میں محبت

کی چاشنی بھی بھرتی ہیں اور رنگ بھی لاتی ہیں۔"

"بات تو ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ آپا، اس بات پر کچھ میٹھا ہو جائے۔ وہ حلوہ [illegible]

گا ذرا۔" حاکم انکل نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ سب مسکرا دیے تھے۔

"آج کے دن بھی آفس۔ بیٹا، کچھ خیال کرو، بچی نویلی دلہن ہے۔ شادی کا [illegible]

دن...... اور تم اس طرح چھوڑ کر جا رہے ہو۔ آج کے دن آفس جانا ضروری ہے کیا؟ عالیہ [illegible]

نا ہو کیسی، گے سارے کام۔"

"جی پھوپھو، بس جلدی واپس آ جاؤں گا۔ کچھ ضروری کام ہیں جو ڈیڈی نہیں [illegible]

سکتے۔" اذیان نے جواز دیا تھا اور ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

کیا تبدیلی آئی تھی زندگی میں...... وہ سر جھکائے سوچ رہی تھی۔ شاید کوئی تبدیلی نہیں آ [illegible]

تھی۔

عالیہ جبران سے مسز عالیہ اذیان حاکم چغتائی بننے تک زندگی بہت کٹھن رہی تھی، اب [illegible]

بھی کٹھن ہو گئی تھی۔

●●●
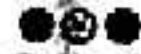
"جی نواب صاحب، قیصر نے بتایا آپ کو مجھ سے ضروری بات کرنا ہے۔

کیا ہے؟" اماں نے نواب صاحب کے پاس بیٹھتے ہوئے دریافت کیا تھا۔

نواب صاحب سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ذہن کسی گہری سوچ میں کھویا ہوا لگتا تھا۔ آج [illegible]

سب کی فکر کی وجہ صرف ایک ہی تھی...... غادیہ خان!

جب سے راحم کی ناگہانی موت واقع ہوئی تھی، اس گھر پر اداسی کے بادل چھا [illegible]

تھے۔ اندھیرا صرف غادیہ کی زندگی میں نہیں، اس گھر میں بھی پھیل گیا تھا۔

"ہمیں آپ سے غادیہ کے بارے میں بات کرنا ہے۔ راحم کے بعد جو بھی حالات [illegible]

سامنا ہماری بچی غادیہ کو کرنا پڑا ہے، اس کا اندازہ ہمیں ہے۔ ہمیں یقین ہے، آپ کو بھی اس [illegible]

اندازہ ہے۔" نواب صاحب بہت متانت سے بولے تھے۔

اماں نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"میں ماں ہوں نواب صاحب، مجھے اندازہ ہے، مگر ہم خدا کی مرضی کے آگے کیا کر [illegible]

ہیں۔" اماں بہت بے بس دکھائی دے رہی تھیں۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔ خدا کی مرضی کے آگے بندے کا بس نہیں چل سکتا، مگر ہم [illegible]

زندگی کی اسٹریٹجی پھر سے پلان ضرور کر سکتے ہیں۔ کل اماں سے بات ہوئی۔ وہ شیمی کی شادی [illegible]

اصرار کر رہی تھیں۔ ہم اتنے ظالم نہیں کہ اپنی بیٹی کے غم کی پروا نہ کرتے ہوئے بیٹے کی زندگی کا

جشن منانے چل پڑیں۔"

"لیکن اس میں اماں کا بھی کیا قصور، شیمی کے سسرال والے اصرار ہی اتنا کر رہے

ہیں۔ شیمی بھی تیار نہیں۔ بہن کے دکھ میں وہ بھی اتنا ہی غم زدہ ہے۔ بہن کی حالت بھی سمجھتا ہے

مگر......" اماں نے وضاحت دی تھی۔

"ٹھیک ہے، مگر ہمارے لیے سب سے اہم اس وقت غادیہ کی زندگی ہے۔ شیمی بیٹا

ہے، بیٹے کی خوشیوں کی فکر سب ہی کرتے ہیں۔ ہمیں بھی ہے، مگر ہمارے لیے ہماری بیٹی بھی اہم

ہے۔" نواب صاحب بولے تھے۔

اماں بھی اخذ کرتے ہوئے بولی تھیں۔

"کہیں آپ یہ تو نہیں سوچ رہے کہ اگر ہم غادیہ کی شادی پہلے کر دیں تو......" اماں نے

اپنا مدعا سامنے رکھا تھا۔

"ہم ایسا سوچ رہے ہیں، مگر غادیہ کی حالت فی الحال ایسی نہیں کہ وہ کسی بھی نئے بندھن

کو ایکسیپٹ کر سکے۔ ہماری بیٹی کتنی sensitive ہے، اس کا اندازہ ہمیں بہ خوبی

ہے۔" نواب صاحب بولے تھے۔

"تو پھر کیا سوچ رہے ہیں آپ؟" اماں نے دریافت کیا تھا۔

"ایک اہم فیصلے پر سوچ رہے ہیں ہم، مگر آپ کی رائے کے بنا ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے،

اور پھر غادیہ کی مرضی بھی اہم ہے ہمارے لیے...... آپ جانتی ہیں ہم بچوں پر دباؤ کے قائل

نہیں۔"

"ہاں، جانتی ہوں میں نواب صاحب، مگر آپ کے دماغ میں کیا ہے، کیا کوئی لڑکا دیکھا

ہے آپ نے؟" اماں نے پوچھا تھا۔

"ہاں، یہی سمجھ لو۔" نواب صاب پُرخیال انداز میں بولے تھے۔

"کیا سوچ رہے ہیں آپ؟ کون سا لڑکا دیکھا ہے آپ نے؟ کیا ہم جانتے ہیں؟ کرتا

کیا ہے؟ چال چلن کیسا ہے؟ ہمارے مرتبے کا ہے کہ نہیں؟"

اماں کے ذہن میں کئی سوال ایک ساتھ ابھرے تھے مگر نواب صاحب نے کوئی جواب

نہیں دیا تھا۔

"آپ بتا نہیں رہے نواب صاحب۔" اماں نے دوبارہ پوچھا تھا۔ ذہن میں مزید کئی

سوال تھے۔ "ہم جانتے ہیں اسے؟ یہیں پاکستان میں ہے یا......؟"

"ہاں، یہیں ہوتا ہے پاکستان میں۔"

"چلو ٹھیک ہے، ہماری بچی دور نہیں جائے گی...... مگر بتائیے تو سہی، وہ کرتا کیا ہے، نام کیا ہے؟" اماں متجسس تھیں۔

"آپ کے ذہن میں بہت سے سوال ہیں، ہم جانتے ہیں' مگر ان سب کا جواب ہمارے پاس صرف ایک ہی ہے۔"

"وہ کیا؟" اماں نے پوچھا تھا۔

"آہن فریدوں......" نواب صاحب بولے تھے۔

"آہن فریدوں؟؟" اماں حیران ہوئی تھیں' مگر صورت حال کو فوری طور پر سمجھ نہیں پائی تھیں۔ "آہن فریدوں؟ اسے کیا ہوا؟ اس کا ذکر اس معاملے میں کہاں سے آ گیا؟"

اماں کی بات سے لگا تھا کہ وہ واقعی نواب صاحب کی بات نہیں سمجھی تھیں۔ نواب صاحب کو اندازہ تھا، وہ آہن فریدوں کا نام ایکسپیکٹ نہیں کر رہی تھیں' اور یہ سب اسی باعث تھا۔ ہم بہت متانت سے بولے تھے۔

"فریدوں ہی وہ لڑکا ہے، آپ سمجھ نہیں پائیں۔"

"فریدوں؟" اماں بھونچکا رہ گئی تھیں۔

"کیوں، اس میں کیا برائی ہے؟ آپ کو لگتا ہے کہ آہن فریدوں اس قابل نہیں یا پھر؟" نواب صاحب نے اماں کی طرف دیکھا تھا۔

"آہن قابل ہے، ماشاء اللہ خوبصورت بھی ہے، محنتی بھی ہے مگر......" اماں کی سوئی اٹک گئی تھی۔

"مگر کیا؟" نواب صاحب نے جواب چاہا تھا۔

"آپ نے فریدوں کا نام سوچا ہے، اور پھر غادیہ...... آپ کو لگتا ہے غادیہ اس کے لیے تیار ہو گی؟ اور فریدوں، وہ کیا چاہتا ہے، اس کی کیا مرضی ہے، یہ بھی تو جاننا اہم ہے۔ آپ یہ کیوں نہیں سوچ رہے کہ وہ دونوں اس سے انکاری بھی ہو سکتے ہیں؟ غادیہ فریدوں کا بہت خیال رکھتی ہے۔ بہت لگاوٹ ہے اس کے انداز میں......' مگر شادی...... اس کے بارے میں وہ راضی ہو گی، میں اس کے لیے اتنی پر یقین نہیں ہوں، اور فریدوں، وہ بھی غادیہ کا خیال تو بہت کرتا ہے، احترام بھی ہے' مگر شادی...... بہت بڑا' اور حساس معاملہ ہے۔" اماں بہت متفکر نظر آتی

تھیں۔ "اور آپ یہ بھی سوچ نہیں رہے کہ فریدوں کا نہ خاندان کا پتا ہے نہ حیثیت کا۔"

اماں نے ایک اہم نکتہ اٹھایا تھا۔ نواب صاحب مسکرا دیے تھے۔

"اس اکیسویں صدی میں کیسی دقیانوسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟ ہم مانتے ہیں ہم حیثیت میں بڑے ہیں' مگر دماغ کے بند نہیں ہیں۔ ہمارے لیے کسی انسان کی حیثیت اس کے نام درجے سے کہیں زیادہ اس کی قابلیت' اور ذہانت سے ہے' اور فریدوں نے یہ ثابت کیا ہے۔ کل بے شک اسے غادیہ کسی سڑک سے اٹھا لائی ہو' مگر آج وہ اس نواب خاندان کے قدم سے قدم ملا کر چلنے کے لائق رہے۔ اس کے پاس عقل ہے، ذہانت ہے، لیاقت ہے' اور اسٹیٹس بھی۔ آپ یہ باتیں نہ ہی سوچیں تو بہتر ہے۔ فریدوں کے بارے میں یہ سب سوچنا بہت چھوٹا لگتا ہے۔" نواب صاحب بولے تھے۔

اماں فریدوں کی حیثیت پر مزید بات نہیں کر سکی تھیں۔

"" مگر آپ دونوں کی عمروں کے فرق کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ وہ سات آٹھ برس چھوٹا ہے غادیہ سے۔"

"سات یا آٹھ برس سے کیا فرق پڑتا ہے شمسی کی ماں! آپ جانتی ہیں، عمروں کا تضاد کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اگر ذہنی ہم آہنگی ہو تو......"

"" مگر آپ یہ سب اپنے طور پر سوچ رہے ہیں نواب صاحب، آپ یہ بات نظر انداز نہیں کر سکتے کہ اس فیصلے میں ان دونوں بچوں کی مرضی بھی شامل نہیں ہے۔ اگر فریدوں کی مرضی نہیں' اور ہوئی تو؟" اماں نے خدشہ بیان کیا تھا۔

"اس بات کی فکر کرنے کی ضرورت آپ کو نہیں ہے۔ آپ صرف غادیہ سے بات کیجیے، اس سے اس کی رائے معلوم کیجیے۔"

"اور فریدوں؟" اماں متفکر تھیں۔

"فریدوں سے میری بات ہو چکی ہے۔" نواب صاحب نے اماں کو ایک پل میں پہلے سے زیادہ حیران کر دیا تھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ یعنی آپ فریدوں سے پہلے سے بات کر چکے ہیں؟" اماں کو حیرت ہوئی تھی۔

نواب صاحب نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا' مگر اماں کی پریشانی پھر بھی کم نہیں ہوئی تھی۔

"فریدوں نے آپ سے انکار نہیں کیا۔ کہیں یہ صرف کرٹسی' اور وہ احسان کا بوجھ تو

نہیں؟ ہو سکتا ہے وہ ایسا کچھ نہ چاہتا ہو اور صرف آپ کے کہے کی لاج رکھ رہا ہو۔ ہم اس اس قربانی پر مائل نہیں کر سکتے۔ ہم اپنی بچی کی زندگی کو ایک بار پھر کسی اندیشے کی نذر نہیں کر سکتے۔ اگر فریدوں پر یہ رشتہ زبردستی لادا گیا تو وہ کبھی بھی ہماری بچی کو خوش نہیں رکھ پائے گا اور عادیہ کی زندگی کا ایک اور دکھ ہم نہیں سہہ پائیں گے۔"

اماں کے اندیشے ان کی آواز میں بھی تھے۔ وہ بہت نڈھال دکھائی دے رہی تھیں۔ نواب صاحب ملائمت سے مسکرا دیے تھے۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔ ہم نے بات کی ہے فریدوں سے۔ آپ اگر چاہیں تو ایک بار بات کر کے دیکھ لیں' مگر ہمارا تجربہ اور اندازہ یہی ہے کہ عادیہ کے لیے فریدوں سے بہتر انتخاب کوئی نہیں۔ فریدوں، عادیہ کو بہت خوش رکھے گا، اس بات کا ہمیں یقین ہے۔"

نواب صاحب پر یقین دکھائی دے رہے تھے اور پر اطمینان بھی...... اماں بہت سوچوں کے ساتھ اٹھ کر باہر آ گئی تھیں۔

●☺●
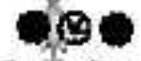
وہ ڈائننگ ٹیبل پر تھی جب اطلاع ملی تھی کہ اعتبار پیرزادہ اس سے ملنے آیا ہے۔ دن کا آغاز اچھا نہیں رہا تھا اور انجام..... شاید انجام بھی اچھا نہیں ہونے والا تھا۔

ڈائننگ ٹیبل پر موجود افراد نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔ کچھ نہ کرتے ہوئے اسے اپنا آپ مجرم سا لگا تھا۔ وہ خاموشی سے اٹھی تھی اور باہر نکل آئی تھی۔ وہ اس کا منتظر تھا۔

وہ نہیں جانتی تھی، اب وہ اس سے کیا بات کرنے آیا تھا یا پھر اس کے پاس اسے کہنے کے لیے کیا تھا' مگر وہ اس لیے اسے نظر انداز نہیں کر سکی تھی۔ وہ گھر چل کر آیا تھا' اور گھر آئے سے بھی بات کرنا ضروری ہو جایا کرتا ہے' اور وہ دشمن تو پھر بھی نہیں تھا۔

وہ چلتی ہوئی اس کے پاس آن رکی تھی۔ اعتبار پیرزادہ نے اس کی طرف دیکھا تھا۔ بہت خاموشی کے ساتھ اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ اعتبار پیرزادہ فوری طور پر کچھ نہیں بولا تھا۔

خاموشی ان دونوں کے درمیان کچھ لمحوں طاری رہی تھی تبھی تنگ آ کر وہ بولی تھی۔

"میں پوچھ سکتی ہوں، آپ مجھ سے یہاں کیا بات کرنے آئے ہیں؟"

اعتبار نے اسے سر اٹھا کر دیکھا تھا' اور بہت رسانیت سے پوچھا تھا۔

"مجھ سے شادی کرو گی؟"

"کیا؟" فجانہ ہکا بکا رہ گئی تھی اس کی ہمت پر۔

"Will you marry me?"

اعتبار نے اپنا جملہ دوبارہ دہرایا تھا۔

"شٹ اپ اعتبار، ہاؤ ڈیئر یو ٹو سے دی ویٹ؟"

"کسی کو شادی کے لیے پرپوز کرنا سب سے شریفانہ طریقہ ہے فجانہ، اور کسی کے پاس بھی یہ حق ہے کہ وہ کسی کو مہذبانہ انداز میں پرپوز کر سکے۔ میں نے غلط کیا کیا ہے، بتاؤ کیا غلط بات ہے اس میں؟" وہ بنا کسی ڈر و خوف کے بولا تھا۔

فجانہ اس وقت ہونق تھی۔ اس کے پاس جیسے کہنے کو کچھ نہیں تھا۔

"چلے جاؤ یہاں سے اعتبار' مجھے تم سے اس کے سوا کچھ نہیں کہنا ہے۔" وہ بات ایک لمحے میں ختم کر کے اٹھنے لگی تھی جب اعتبار نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"فجانہ، کوئی مذاق نہیں ہے یہ نہ ہی میری زندگی یا تمہاری زندگی میرے لیے مذاق ہے۔"

"تمہارے لیے سب کچھ مذاق ہے اعتبار، سب کچھ مذاق ہی ہے تمہارے لیے..... یہ زندگی، یہ محبت، یہ 'تم' یہ 'میں'..... سب مذاق ہے تمہارے لیے.....' مگر پلیز، یہ کھیل بند کر دو اب۔ اپنی زندگی کے ساتھ تم کچھ بھی کرو۔ آئی ڈونٹ کیئر، بٹ پلیز، میری زندگی کے ساتھ یہ فضول ڈرامابازی بند کر دو۔"

وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ بہت جارحانہ انداز میں اسے شانوں سے پکڑا تھا' اور جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

"کیا مذاق ہے، بتاؤ، کیا مذاق ہے؟ محبت کرتا ہوں میں تم سے، تم سمجھتی ہو یہ محبت مذاق ہے؟ کتنے سال، کتنے دن اس عذاب کو سہا ہے میں نے..... اس دور سے کس طرح گزرا ہوں میں..... اس زمانے کو کیسے سہا ہے میں نے..... یہ صرف میں جانتا ہوں۔"

وہ اسے باور کرانے آیا تھا' مگر فجانہ نے بہت آرام سے اور سکون کے ساتھ اس کے ہاتھوں کو اپنے شولڈر پر سے ہٹایا تھا' اور چلتی ہوئی اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔

اعتبار پیرزادہ کھڑا دیکھتا رہ گیا تھا۔

کتنے اور امتحان باقی تھے، وہ نہیں جانتا تھا، اور کتنے دریا پار کرنے باقی تھے، اسے خبر نہیں تھی۔

وہ اس کا یقین نہیں کر رہی تھی۔ کبھی نہیں کیا تھا..... شاید اسے کبھی کرنا بھی نہیں تھا۔

مگر وہ اپنے اس دل کا کیا کرتا.....

بے بسی سی بے بسی تھی۔

●⊛●

وہ سامان پیک کر رہی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر قبل مسز حاکم آئی تھیں' اور اسے ایسا کرنے کا کہہ گئی تھیں۔

ہنی مون ٹرپ پر جانے کی تیاری تھی یہ...... مگر تبھی ادیان حاکم چغتائی اندر داخل ہوا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے؟"

"پیکنگ...... ممی نے کہا ہے شام کی فلائٹ ہے۔"

"مگر ہوائی نہیں جا رہے۔" ادیان نے سکون سے کہا تھا۔

وہ چونکی نہیں تھی نہ ہی حیران ہوئی تھی البتہ ہاتھ جہاں تھے، وہیں روک دیے تھے۔

پھر ملازمہ کو بلا کر سارے کپڑے وہیں الماری میں رکھنے کا حکم جاری کیا تھا' اور چلتی ہوئی باہر ٹیرس پر نکل آئی تھی۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی اسے وہاں تنہا کھڑے ہوئے جب ادیان چلتا ہوا اس کے نزدیک آن رکا تھا۔

"تمہیں شاید برا لگا۔" بنا کسی تمہید کے بات شروع کی تھی۔

طالیہ نے اس کی طرف دیکھے بنا سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"مجھے برا کیوں لگے گا بھلا؟ ایسا وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی لگاوٹ ہو، محبت ہو، کوئی انسیت ہو، Expectations بھی وہیں ہوتی ہیں...... مگر دی بیوٹی آف ہیئر ورلڈ۔ ہمارے درمیان ایسا کچھ نہیں ہے، سو ہمیں ایسی فضول کی کوئی ٹینشن بھی نہیں ہے۔" وہ مکمل پرسکون انداز سے کہتے ہوئے رسانیت سے مسکرائی تھی۔

ادیان نے اس کے چہرے کی سمت دیکھا تھا۔

"تمہیں یہ سوچ کر جلن یا حسد محسوس ہوتا ہے کہ میں تمہارا ہوں' اور تمہارا نہیں ہوں؟" پتا نہیں کیا جاننے کو اس نے پوچھا تھا۔

مگر طالیہ نے بے تاثر انداز میں سر ایک بار پھر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"مجھے ایسا کوئی افسوس نہیں ہے ادیان، میں نے کہا نا، میں ایسا کچھ ایکسپیکٹ نہیں کرتی۔"

"میں جلن' اور حسد کی بات کر رہا ہوں طالیہ۔" ادیان نے جتایا تھا۔

"ایک ہی بات ہے ادیان۔"

"ایک ہی نہیں ہے طالیہ۔"

وہ مسکرایا تھا۔ انداز بے رحم تھا' جیسے اس کے زخم کھرچ کر اسے کسی طرح کی تسکین مل رہی ہو، سکون مل رہا ہو۔

پتا نہیں، وہ واقعی اتنا بے رحم تھا یا پھر منال احمد سے دوری نے اسے ایسا کر دیا تھا......

"تم منال احمد سے بہت محبت کرتے ہو؟" طالیہ نے اس کے ذہن' اور سوچوں کو جیسے پڑھتے ہوئے دریافت کیا تھا۔

وہ چونکا تھا پھر بہت بجھے سے انداز میں مسکرا دیا تھا۔

وہ دوستی تو خیر، اب نصیب دشمناں ہوئی

وہ چھوٹی چھوٹی رنجشوں کا لطف بھی چلا گیا

"بات اب پہلے سی رہی نہیں طالیہ بیگم، میرے لیے تو ایک پل میں سب فنا ہو گیا۔ اب صرف راکھ بچی ہے میرے ہاتھوں میں' اور اس راکھ میں چنگاریاں تلاش کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔"

وہ اپنے ساتھ ہونے والی ساری ناانصافیوں کا ذمہ اس کے سر بہت آرام سے ڈال رہا تھا۔ لہجے میں ایک خاص طرح کا طنز تھا جو اس کے لیے انی سے کم نہیں تھا۔ اسے لگا تھا، ادیان اس کے اوپر پے در پے وار کر رہا ہو' اور وہ خستی کھڑی اسے دیکھ رہی ہو۔

"اس سب کو واپس پانا چاہتے ہو ادیان حاکم چغتائی؟ جو تم نے کھویا ہے؟" اسے ایک نئی راہ دکھاتی ہوئی وہ مضبوط لہجے میں گویا ہوئی تھی۔ وہ چونکا تھا' اور پھر مسکرا دیا تھا۔

"اتنا کم ہمت ادیان حاکم چغتائی کبھی نہیں رہا کہ اسے کسی کی دکھائی ہوئی راہوں پر چلنا پڑے یا راستوں کا انتخاب کرنا پڑے۔

میں نے زندگی میں آج تک اپنے سارے فیصلے خود لیے ہیں صرف تم سے شادی کے سوا...... یہ ایک جبرا فیصلہ تھا۔ ایک طرح سے یہ بھی میرا اپنا تھا۔ اس کے لیے میں کسی دباؤ کا شکار نہیں تھا۔ میں نے کبھی کوئی فیصلہ دباؤ کے باعث نہیں لیا، سو یہ مت سمجھنا کہ آج تم میری زندگی میں میری بیوی کی حیثیت سے موجود ہو تو اس میں تمہاری کوئی فتح ہے یا میری کوئی ہار...... مجھ میں اب بھی اتنی ہمت ہے کہ طوفانوں کے رخ موڑ سکتا ہوں۔"

وہ آج بھی اتنی ہی تمکنت اپنے اندر رکھتا تھا۔ اس کے لیے آج بھی اس کا لہجہ اتنا ہی بے

رحم تھا۔ وہ آج بھی اسے اتنا ہی دکھ پہنچانے کی سکت رکھتا تھا مگر..... اس بات کا اندازہ عالیہ کو اسے نہیں ہونے دیتا تھا کہ وہ اسے کوئی دکھ پہنچا سکتا ہے۔ یہی اس کی ڈھال تھی، وہ وہ ...کی تھی۔

"تم اگر چاہتے ہو کہ منال احمد تمہاری زندگی میں واپس آئے تو تم اپنے طور پر اقدام کر سکتے ہو۔" لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ لیے وہ بولی تھی۔

"گڈ سلوشن، مگر تم کہاں جاؤ گی؟" چہرہ پھیر کر ادھر ادھر بے فائدہ دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میری فکر مت کرو، اپنے بارے میں سوچو۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی تھی۔

"کیسے نہ کروں، اب تم مجھ سے وابستہ ہو، بیوی ہو، فکر نہیں کروں گا تو تم ہی واویلا کرو گی۔ رو دھو کر دنیا کو اکٹھا کر لو گی۔

میں ظالم شوہر ہوں' اور مجھ مظلوم پر پھر کوئی دفعہ لگ جائے گی۔ اپنے حاکم انکل کو آپ جانتی ہیں، کتنا نرم ہے' اور ان کے لاء کتنے سخت..... "وہ اس کی طرف بنا دیکھے یونہی مسکرا دیا تھا۔

"But if you still love her and missing her, than you must take the chance."

عالیہ نے اپنے اندر کی آواز پر مسلسل کان نہ دھرتے ہوئے' اور دل کے دروازوں پر بھاری قفل لگاتے ہوئے کسی قدر ہمت سے کہا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا' اور پھر براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا تھا۔

"محبت عجیب شے ہے عالیہ، بندے کو بڑا بے بس کر دیتی ہے، مجھے اس بات کا اندازہ ہے' مگر مجھے اپنی انگلی پر چلانا بند کر دو، تمہارا اسیر اس قدر نہیں ہوں کہ پر بھی نہ مار سکوں۔ مجھے اڑنا آتا ہے ابھی۔ پروں میں جان بھی ہے۔ کس سمت کو اڑنا ہے، اس سمت کی نشاندہی مجھے اور سے درکار نہیں ہے۔"

اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ کیسی میٹھی چھری سے اسے قتل کیا جا رہا تھا۔

"آپ کو بھی خوش رکھ سکتا ہوں۔" "بھی" پر خاصا زور تھا۔ "آپ بتایئے، ...کیا مستقل ارادہ ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو وہی کیس فلائی۔" اسے پریشان کرنا ادیان کی زندگی کا اولین فرض تھا' اور وہ بھی اسے بھولا نہیں تھا۔

عالیہ کو اپنا آپ بہت کم ہمت لگا تھا اس کی سمت تکتی ہوئی وہ یکدم ہی پلٹی تھی' اور چلتی ہوئی اندر کی سمت بڑھ گئی تھی۔

اس شخص سے کسی طرح کی کوئی امید رکھنا فضول تھا۔ زندگی آسان کبھی نہیں تھی۔ اس سے شادی کے بعد' اور بھی کٹھن ہو گئی تھی۔

وہ شاید اپنے ساتھ کی گئی ناانصافیوں کا بدلہ اب اس سے لینا چاہتا تھا۔ منال احمد اس کی زندگی میں نہیں رہی تھی' اور وہ اسے بھی چین سے سانس لیتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

●●●

کیسی تھی یہ محبت؟

کیسا تھا یہ جنون.....

نری بچتی، بھی ڈھنگ اٹھا لیے تھے اس نے..... مگر فریدوں کا جنون اس کے لیے ٹوٹا نہیں تھا۔ سمجھ میں اب کچھ نہیں آتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ کس طرح کا رویہ روا رکھے، کس طرح پیش آئے کہ وہ اس کی سمت دیکھتا، اس کے متعلق سوچنا سب ترک کر دے..... آگے بڑھنا، مسلسل اسے اس طرح پریشان کرنا' اور اب ہٹ کرنا ترک کر دے۔ کتنا چھوٹا تھا وہ..... کیا سوچتی تھی وہ اس کے لیے..... کیا چاہتی تھی اس سے..... وہ بھی اپنا مدعا اسے ٹھیک طرح سے سمجھا نہیں پائی تھی' اور وہ کچھ بھی نہیں پایا تھا یا پھر وہ سمجھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

اس نے حتمی طور پر بات کرنے کی ٹھانی تھی..... اس کے پاس گئی بھی تھی، بات کی بھی تھی، اسے سمجھانا بھی چاہا تھا ایک بار پھر مگر..... سمجھا نہیں پائی تھی، ایک بار پھر ناکام ہو گئی تھی، کیسی ڈھیٹ مٹی سے بنا تھا وہ شخص.....

اپنے ہاتھوں تعمیر کر کے اسے، وہ آج خود بے بس کھڑی تھی۔

وہ سوچوں سے الجھا ہوا دماغ لیے دریچے میں کھڑی تھی' جب اماں چلتی ہوئی اس کے پاس آن رکی تھیں۔

"اماں! آپ.....؟ کہیے، کیسے آنا ہوا؟" وہ ملائمت سے مسکرائی تھی۔

"کیسی ہے میری بچی! اب؟" فطری ممتا بھری لگاوٹ سے پوچھا تھا۔

"ٹھیک ہوں اماں! آپ نے کیوں زحمت کی؟ مجھے اپنے کمرے میں بلوا لیا ہوتا۔" ان کے اپنے کمرے میں آمد پر کہا تھا۔

"نہیں بیٹا! زحمت کیسی، ماں کو اپنے بچوں کے پاس آتے ہوئے کبھی زحمت نہیں ہوتی۔"

"اماں! آپ بیٹھیں اور مجھے بتایئے، کیا کام ہے؟ شمس بھائی کی شادی کے لیے...
کوئی مشورہ کرنا ہوگا آپ کو، میں جانتی ہوں۔ کہیں جیولری کے ڈیزائن تو چوز نہیں کروانے...
ہے؟" وہ مسکرائی تھی۔

اماں نے اسے بہت دنوں بعد مسکراتے دیکھا تھا۔ بہت اچھا لگا تھا' مگر اس انداز میں...
رنگ نہیں جو ہونا چاہیے تھا۔

اماں نے یہ بات صاف محسوس کی تھی۔ وہ صرف دکھاوے کو مسکرا رہی تھی' مگر وہ فوری طور...
پر اس ضمن میں کچھ نہیں بولی تھیں۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے غادیہ۔" اماں نے اس کا چہرہ محبت سے ہاتھ میں لیا تھا۔

"بات کیا ہے پھر؟ کہیں آپ لوگوں نے فریدوں کے لیے پھر کوئی لڑکی تو نہیں دیکھ...
لی؟ اگر ایسا ہے تو دیٹس گریٹ، اس سے اچھی بات کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ اس بار میں بھی آپ...
لوگوں کا ساتھ دوں گی' اور اسے منانے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔" غادیہ مسکرا رہی تھی۔

●●●

اماں نے اس کے چہرے کو دیکھا تھا' اور پھر بہت سکون سے بولی تھیں۔ "ایسا کچھ نہیں
ہے غادیہ جیسا تم سوچ رہی ہو۔ بات اس سے مختلف ہے، کہیں مختلف۔"

"بات کیا ہے اماں؟ آپ بتانے میں اتنا جھجک کیوں رہی ہیں؟" غادیہ نے پوچھا تھا۔

اماں کے چہرے پر سوچوں کا انبار دیکھ کر کچھ تشویش سی ہوئی تھی۔ اماں کی سمجھ میں نہیں آیا
تھا اسے کس طرح آگاہ کریں' اور پتا نہیں وہ اس بات کو سن کر کیسے ری ایکٹ کرے گی؟ ابھی زخم
بھرا تھا، چوٹ ہی لگی تھی۔ اماں کو اس کے درد کا اندازہ تھا۔

"اماں! کہہ بھی دیں اب۔ ایسے خاموش رہ کر امتحان کیوں لے رہی ہیں؟" غادیہ بولی
تھی۔ اماں خاموش رہی تھیں پھر قدرے توقف سے بولی تھیں۔

"تمہارے ابا آئمن فریدوں کا نام تمہارے لیے تجویز کر رہے ہیں۔"

وہ چونک پڑی تھی۔

"میرے لیے؟" اس کی آواز اور لہجے میں بے یقینی تھی۔ "کیا مطلب ہے آپ کا؟"

"تمہارے ابا کو لگتا ہے آئمن فریدوں تمہارے لیے بہتر رہے گا۔" اماں بولی تھیں۔

"کیا؟" غادیہ دنگ رہ گئی تھی۔

"ابا نے' اور آپ نے مل کر یہ فیصلہ لے لیا؟ اور مجھ سے پوچھا تک نہیں؟ میری مرضی کی کوئی
ویلیو نہیں آپ کے لیے' اور پھر فریدوں' وہ فریدوں' جسے میں اس گھر میں لائی تھی۔ ایک بچہ سمجھ کر
جسے میں نے جینا سکھایا، پڑھایا لکھایا، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، بولنا سکھایا۔ آپ لوگ اسے میرے
لیے بہتر قرار دے رہے ہیں؟"

"یہ فیصلہ نہیں ہے غادیہ! ہمارے لیے تمہاری مرضی بھی اہم ہے لیکن تم فریدوں کے
متعلق ایسا سب کہہ کر اسے ڈی گریڈ مت کرو۔ آج وہ اس قابل ہے کہ وہ اب خاندان کے معیار
سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔ اس نے جو بھی حاصل کیا ہے، جو بھی مقام پایا ہے، اپنی محنت سے
پایا ہے۔ ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ صرف بھلائی یا مدد ہی کر سکتا ہے۔ اس سے زیادہ

کچھ نہیں۔ یہ خدا کی ذات ہے' جو یہ سب کرتی ہے۔" اماں فریدوں کا دفاع کرتے ہوئے بولی تھیں۔

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں اماں! میرا مقصد فریدوں کو ڈی گریڈ کرنا نہیں۔ وہ آج اس قابل ہے کہ کوئی بھی اچھی لڑکی اس سے شادی کرنا چاہے گی' مگر میں، میں وہ لڑکی نہیں ہوں۔" قادیہ کا لہجہ قطعی تھا۔ "آپ پلیز، میرے لیے اب ایسا سوچنا بھی بند کر دیں۔ میں فی الحال اس کے لیے بالکل بھی تیار نہیں ہوں، خواہ وہ فریدوں ہو یا پھر کوئی اور...... اماں اسے دیکھ کر رہ گئی تھیں' اور وہ چلتی ہوئی کمرے سے نکل گئی تھی۔

●◎●

ہنی مون کینسل ہو گیا تھا۔ اس نے بھی کوئی احتجاج نہیں کیا تھا' بلکہ واپس اپنی جاب سنبھالتے ہوئے آفس آ گئی تھی۔ اس کے اس اقدام سے ادیان حاکم کچھ زیادہ خوش دکھائی نہیں دیتے تھے۔ چہرہ وہ صاف پڑھ سکتی تھی۔ کچھ کیا، وہ سرے سے خوش ہی نہیں تھے۔ ناگواری، ناپسندیدگی وہ صاف پڑھ سکتی تھی۔ وہ پروا نہ کرتے ہوئے بہت پر سکون انداز میں چلتی ہوئی اپنے کیبن میں آ گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ اپنے کیبن میں کام میں محو تھی جبھی اس کے کیبن کا دروازہ کھلا تھا۔ اسے لگا تھا، ادیان ہو گا' مگر اس نے سر اٹھا کر جب دیکھا تھا تو حیرت ہوئی تھی۔ وہاں ادیان نہیں، منال احمد کھڑی تھی۔ طالیہ جانتی تھی، جو کچھ بھی ہوا تھا، اس کا سب سے زیادہ نقصان غالباً منال احمد کا ہوا تھا۔ وہ اس پر برہم ہو گی۔ وہ اسے سخت سست سنائے گی۔ ایسا اسے لگا تھا' مگر منال احمد بہت سکون سے چلتی ہوئی اس کی طرف آئی تھی' اور کرسی کھینچ کر اس کے مقابل بیٹھ گئی تھی۔ وہ پوری طرح سے تیار تھی منال احمد کی کڑوی کسیلی ہر بات سننے کے لیے...... جو نقصان اس کے ہاتھوں منال احمد کا ہوا تھا، اس پر وہ اسے کچھ سناتی، وہ اس کے لیے تیار تھی' مگر منال احمد کے انداز میں سکوت دکھائی دے رہا تھا۔

"سب کچھ کتنی جلدی بدل جاتا ہے نا! کچھ پتا ہی نہیں چلتا۔" وہ بولی تھی تو لہجہ نرم تھا' اور لبوں پر عجب ایک یاس بھری مسکراہٹ تھی۔ "تم سمجھ رہی ہو گی، میں تم سے حسد محسوس کر رہی ہوں تو ہاں، ایسا ہے' مگر میرے' اور ادیان کے بیچ کچھ نہیں بچا تھا۔ اگر بچا ہوتا تو آج ہم اس طرح الگ نہیں ہوتے۔ میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جو روتی دھوتی ہیں' اور تقدیر' اور قسمت سے شکوے کرتی ہیں۔ میں ایسی بالکل بھی نہیں ہوں۔ میرے لیے ایک چیز کے ختم ہو جانے کا مطلب ہے، سب کچھ ختم' اور اب میں اپنے اندر ایسا کچھ محسوس نہیں کرتی جیسا پہلے کبھی کرتی تھی' اور رئیلی ڈونٹ ایکسپیکٹ اینی تھنگ ناؤ۔ مجھے ایسا کوئی گمان نہیں ہے چیزیں پھر سے چینج ہوں گی' اور

ورک کریں گی۔ اس لیے نہ تمہیں مجھ سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت ہے، نہ ہی مجھے تم سے' ہم میں حسد' اور جلن کا بھی کوئی رشتہ باقی نہیں رہا۔"

منال احمد بہت پر سکون دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی آنکھیں اور چہرہ بتا رہا تھا، جو وہ کہہ رہی ہے، وہ کتنا سچ ہے۔ طالیہ کو اس پر اعتبار تھا' اور اعتبار نہ بھی کرتی تو کیا تھا، اس کے ایسے کہنے سے اس کی زندگی پر کیا اثر پڑتا تھا۔ ادیان کیا چاہتا تھا، کیا سوچتا تھا، یہ زیادہ اہم تھا' اور ادیان کیا سوچتا تھا، کیا چاہتا تھا، یہ وہ جانتی تھی۔

"آئی ایم شیور کہ تم ایسا کچھ نہیں سوچو گی کہ میں تمہارے سامنے اپنی کوئی بڑائی جتانے آئی ہوں یا خود کو بہت مہان ثابت کرنے آئی ہوں۔ ایسا کچھ نہیں ہے طالیہ جبران، ہم دونوں میں بھی کوئی رشتہ کبھی نہیں رہا، کسی بھی طرح کا کوئی تعلق کبھی رہا ہی نہیں، نہ دوستی، نہ دشمنی نہ ہی کچھ اور...... مگر کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی ہمارے درمیان ایک رشتہ وقت نے بنا دیا تھا، ایک شخص سے جڑے رہنے کا رشتہ۔"

منال احمد بہت متانت سے بول رہی تھی' اور وہ اسے بغور سن رہی تھی۔

"اسے نہ میں اپنی ہار کہوں گی نہ ہی تمہاری جیت کیونکہ ہم کسی مقابلے میں شامل نہیں تھے۔

There Wasn't any between you and me.

یہ بس وقت کا ایک فیصلہ ہے' جسے ہم دونوں کو ماننا ہے' اور یہی بہتر بھی ہے۔ میں اسے مان رہی ہوں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں ہاری ہوئی ہوں۔ میں صرف یہ جانتی ہوں کہ اس راہ سے آگے کوئی راہ نہیں ہے۔ ادیان کے' اور میرے درمیان کا جو بھی سفر تھا، وہ وہیں اینڈ ہو گیا جب اس نے تم سے باقاعدہ شادی کا فیصلہ کیا' اور میں وہی راکھ میں چنگاریاں تلاش کرنے والی لڑکی نہیں ہوں۔"

منال احمد کتنی مضبوط تھی، اس کا اندازہ اسے اس کی آواز کے دھیمے پن سے ہو رہا تھا۔

"میں خوش ہوں تمہارے لیے، میرا یقین ہے، زندگی کی کوئی راہ بھی آخری نہیں ہوتی۔ جہاں ایک راہ ختم ہوتی ہے، وہیں سے ایک نئی راہ شروع ہوتی ہے۔ راہیں کبھی ختم نہیں ہوتیں۔ دل کے رشتے' اور تعلقات اپنی جگہ' مگر وقت کی گرد سب کچھ دھندلا بھی دیتی ہے' اور یہ کوئی دلاسہ نہیں ہے۔

"I am talking about reality"

"میں اس reality کو ایکسیپٹ کرتی ہوں، اس کمپنی میں میرے جتنے بھی شیئرز ہیں، میں انہیں بیچ رہی ہوں' اور کینیڈا شفٹ ہو رہی ہوں۔ طالیہ جبران، میں یہاں سے دل.

برداشت ہو کر نہیں جا رہی، ایک نئی زندگی کی تلاش میں جا رہی ہوں، ایک نئی راہ پر، اب اس شہر سے میرا کوئی واسطہ نہیں رہا۔ تمہیں سب بتانے کا مقصد جتانا نہیں ہے نہ ہی کچھ اور کہنا ہے۔ میں تمہیں کسی بھی بات کی وضاحت دینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتی' مگر مجھے لگا ایک عورت ہونے کے ناطے میری تم سے یہ بات چیت بہت ضروری ہے۔ میں بھی ایک عورت ہوں، سمجھ سکتی ہوں ایک عورت کے جذبات، ایک لڑکی کتنی sensitive ہو سکتی ہے، مجھے اس کا اندازہ ہے۔ یہی ایک تعلق تمہارے' اور میرے بیچ ہے طالیہ جبران۔"

وہ اس کی طرف دیکھتی ہوئی مکمل پر اعتماد انداز سے بولی تھی' اور پھر اٹھ کر چلی تھی' اور چلتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔

کیسی نوازش تھی یہ؟ کیسی مراعات سے اسے نوازا گیا تھا؟ طالیہ اب تک حیران تھی۔

●۞●

وہ ٹیرس پر کھڑی تھی' جب اس نے فریدوں کو نیچے پورچ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

"فریدوں ---" یہ سوچے بنا کہ وہ کسی ایمرجنسی کام سے جا رہا ہو گا، اس نے پکارا تھا۔ فریدوں کی سعادت مندی کی حد تھی، نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا' اور قدم جہاں تھے، وہیں روک دیئے تھے۔ قادیہ چلتی ہوئی اس تک پہنچی تھی تو اسے اپنا منتظر پایا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو؟ کہیں کام سے جا رہے ہو؟" جو بات کرنا تھی، وہ direct کرنا مناسب نہ لگا تھا تبھی بولی تھی۔

"کہیں جانا ہے آپ کو؟" اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ چہرے پر عجب ایک الجھن، دوپٹا' اور شرٹ' اور پاؤں جوتوں سے بے نیاز، اسے قادیہ اچھی خاصی منتشر دکھائی دی تھی۔

"آپ چینج کر کے، جوتے پہن کر آ جائیں، میں گاڑی میں بیٹھا آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔" وہ کہہ کر آگے بڑھا تھا۔

"مجھے کہیں نہیں جانا فریدوں ---" وہ سرعت سے بولی تھی۔

فریدوں رک گیا تھا۔ نظروں کو اس کے چہرے پر جما کر بغور دیکھا تھا۔

"اوہ، مجھے لگا آپ کو کہیں جانا ہے؟" وہ اطمینان سے دوبارہ اس کے سامنے جم گیا تھا۔ "کوئی کام تھا آپ کو؟" اسے الجھن کا شکار دیکھ کر وہ بولا تھا۔

"وہ ...... ہاں ...... انہیں ......" وہ سرعت سے بولی تھی۔

"قادیہ ...... ! آپ ٹھیک ہیں، آر یو آل رائٹ؟" آہن فریدوں کو کچھ تشویش ہوئی

تھی۔ اس نے ہاں یا نہیں کا جواب دیے بغیر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"ابا سے تم نے بات کی تھی؟" بالآخر وہ مدعے پر آئی تھی۔

"کون سی بات؟" وہ چونکا تھا۔ اس نے دھیان سے قادیہ کی بات سنی نہیں تھی کہ وہ کیا دریافت کر رہی ہے' اور کس کے متعلق دریافت کر رہی ہے۔

"تم نے ابا سے کوئی بات نہیں کی؟"

"قادیہ! آپ اتنی الجھن میں کیوں ہیں؟ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ نواب صاحب سے میری کوئی بات کسی بھی سلسلے میں ہوئی ہو۔ آپ کس بارے میں پوچھ رہی ہیں؟" وہ قطعاً بے خبری سے بولا تھا۔

"آہ ......" قادیہ کو اس کی لاعلمی پر شدید غصہ آیا تھا۔

"آپ مجھے بتائیں گی نہیں تو قادیہ! مجھے کیسے پتا چلے گا؟" وہ مکمل طور پر افسوس کرتا ہوا بولا تھا۔

وہ ماتھے پر کئی شکنیں لیے پلٹی تھی۔

"قادیہ --- ! جب کوئی پرابلم ہو تو اسے شیئر کرتے ہیں، یوں سر پر سوار کر کے نہیں بیٹھ جاتے۔"

وہ وہیں رک گئی تھی' پھر پلٹی تھی' اور اس کی طرف دیکھا تھا۔

"مجھے اپنے طور پر کوئی الجھن یا پریشانی کبھی نہیں رہی فریدوں --- ! یہ تم ہو جو میرے لیے الجھنیں بڑھا رہے ہو۔" کسی قدر سخت لہجے میں وہ واضح طور پر الزام لگاتی ہوئی بولی تھی۔

"کیا؟" وہ چونکا تھا۔ شاید ایسے کسی حملے کی توقع اسے نہیں تھی۔

"تم نے ابا سے رشتے کی بات کی' اور اب اس طرح انجان بن رہے ہو؟" وہ براہ راست الزام عائد کرتے ہوئے بولی تھی۔

"رشتہ؟ کیسا رشتہ؟" وہ چونکا تھا۔ "اوہ' آئی سی!" پھر یکدم یاد آنے پر اپنے ہونٹ سکوڑ لیے تھے۔

"ابا نے مجھے بلوایا تھا، ہماری بات ہوئی تھی، مجھے وہ تجویز کسی بھی طرح سے بری نہیں لگی تو میں نے ہاں کر دی' مگر اس میں اتنا پریشان ہونے والی کیا بات ہے؟ ان ٹیکٹ اسے براہ راست پروپوزل دینا کہتے ہیں۔

اب میری طرف سے تو کوئی ہے نہیں جو بات کر سکے، ہو ابا کی تجویز مناسب ترین لگی۔ اس سے کم از کم یہ ہو گیا کہ مجھے اپنا مدعا کہنے کی ضرورت نہیں پڑی ورنہ شاید میں لاکھ چاہ کر بھی ہمت اکٹھی نہ کر پاتا۔" وہ بہت رسانیت سے کہتا ہوا مسکرا دیا تھا۔ قادیہ کی پیشانی پر شکنیں

بڑھ گئی تھیں۔

"ہاؤ ڈیئر یو ٹاک ودھ می؟" وہ غالباً غصے میں تھی۔

"اس کی ضرورت تو پڑتی ہے غادیہ! آئی ایم ناٹ coward though مجھے اس رشتے کے لیے اپنا آپ انتہائی معقول لگا' اور یہ سچ بھی ہے۔" وہ مطمئن تھا' لبوں پر ہلکی مسکراہٹ بھی تھی۔

غادیہ نے سرخ چہرے کے ساتھ زمین پر پاؤں پٹخے تھے' اور منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ہوئی اندر پلٹ گئی تھی۔ اس کی پشت کو تکتا وہ مسکرا دیا تھا۔

●❂●

وہ سر جھکائے فائل دیکھ رہا تھا' جب فیانہ نے دروازہ کھول کر جھانکا تھا۔ اس سے پہلے کہ کچھ کہتی، اعصار کی آواز اس کے کانوں میں پڑی تھی۔

"آیئے مس بیگ! کوئی کام ہے کیا؟" سر اٹھائے بنا پوچھا تھا۔ فیانہ بیگ کو اس کے انداز نے کچھ چونکا دیا تھا' مگر وہ ظاہر کیے بنا سر انکار میں ہلا کر بولی تھی۔

"دانیال پیرزادہ کے بارے میں پوچھنا تھا۔"

ذکر اور سوال غیر متوقع تھا۔ اعصار چونکے بغیر نہیں رہ سکا تھا مگر کوئی بھی استفسار کیے بغیر سر اٹھا کر اسے صرف خاموشی سے دیکھا تھا۔

"دانیال پیرزادہ کے بارے میں؟" کچھ توقف سے بولا تھا۔ اس کے لہجے میں واضح طور پر ایک حیرت تھی۔ "ان کے بارے میں کیا؟" اعصار کے دل میں ایک لمحے میں کئی وسوسوں نے سر اٹھایا تھا۔

"ہاں، کب آئیں گے وہ؟" فیانہ نے کسی قدر بے کلی سے پوچھا تھا۔

"جا سکتا ہوں، ان سے کیا کام ہے آپ کو؟" اعصار نے پوچھا تھا۔

"آپ کو بتانے کی ضرورت تو نہیں سمجھتی۔ نہ ہی آپ کو پوچھنا چاہیے لیکن اگر پھر بھی آپ جاننا چاہتے ہیں تو آپ کو اتنا ہی کہوں گی کہ مجھے اس بزنس میں، اس کمپنی میں لگے اپنے سارے شیئرز بیچنا ہیں۔ میں اپنا آپ، اپنی کمپنیز کا نام آپ کی کمپنی سے الگ کرنا چاہتی ہوں' اور ایسا قانونی طور پر' اور جتنی جلدی طے پا جائے، بہتر ہے۔"

"کیا؟" وہ حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ اپنی سیٹ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ چلتا ہوا اس کے پاس جا رکا تھا۔

"کیوں کر رہی ہیں آپ ایسا؟" جواز چاہا تھا۔

"ایسا کرنا میرا رائٹ ہے' اور مجھے اس سے کوئی نہیں روک سکتا۔ میں نے

اپنے Lawyer سے بات کر لی ہے۔ مجھے اپنے' اور اپنے بزنس کے لیے جو بھی بہتر لگے گا، میں وہی کروں گی۔" وہ کسی قسم کے جذبات سے عاری تھی، کتنی بدل رہی تھی وہ۔

اعصار کو پل بھر کو حیرت ہوئی تھی۔ یہ لڑکی، اس لڑکی سے بہت مختلف تھی' جسے وہ جانتا تھا۔ اس فیانہ بیگ نے اس کل کی فیانہ بیگ کو کہیں بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا۔

"کتنی بدل گئی ہو تم فیانہ؟" وہ کہے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ "خود کو دیکھا ہے کبھی؟ کبھی جاننے کی کوشش کی ہے؟ وقت کے ساتھ کتنی پتھر بنتی جا رہی ہو تم؟ بولتی ہو تو تمہارا لہجہ جذبات سے عاری دکھائی دیتا ہے۔"

فیانہ چہرہ پھیر گئی تھی۔ اقدام دانستہ تھا۔

"دیکھتی ہو تو تمہاری نظریں اجنبی لگتی ہیں اور......" اعصار نے اسے شانوں سے پکڑ کر قریب کیا تھا' اور اس کے چہرے کو اپنی طرف موڑا تھا۔

"تم اپنا یہ سب بزنس الگ کرنا چاہتی ہو؟ کبھی سوچا ہے؟ کبھی جاننے کی ضرورت محسوس کی ہے؟ کبھی غور کیا ہے کہ تم ان کمپنیز کی دوڑ میں بھاگتی ہوئی خود اپنے آپ سے کتنی دور جا نکلی ہو؟ آج مارکیٹ میں تمہاری کمپنیز کے شیئرز کی پرائس سب سے زیادہ ہے' مگر اتنا کچھ get کر لینے کے بعد تم خود کہاں اسٹینڈ کرتی ہو......؟

کیا یہی......بس یہی زندگی؟ صرف ایسے جینے کے خواب تم نے دیکھے تھے؟ کہاں دفن کر دیا تم نے اپنے اندر کی اس سادہ سی لڑکی کو؟ کہاں دبا دیا اس جذباتی قسم کی ہر فکر سے دور رہنے والی لڑکی کو؟ اس بزنس کی دوڑ میں بھاگتی ہوئی، کتنا پیچھے چھوڑ آئی ہو تم اسے......؟

تم اس بزنس سے خود کو الگ کرنا چاہتی ہو آئی تو مجھے کوئی رائٹ نہیں ہے objection کرنے کا۔ تم جو چاہو، کر سکتی ہو' مگر میں یہ جانتا ہوں، یہ تم کیوں کر رہی ہو؟ صرف مجھ سے دور بھاگ نکلنے کے لیے۔۔۔۔ پیرزادہ خاندان سے جو بھی تکلیف تمہیں ملی ہے، اس کا ری ایکشن تم اس طرح دے رہی ہو۔ میں تمہیں ڈرپوک نہیں کہوں گا کیونکہ میں جانتا ہوں، تم جیسی بہادر لڑکی اس دنیا میں' اور کوئی نہیں ہے۔ تم اس دنیا کی سب سے اچھی لڑکی ہو۔ برائی اگر کہیں تھی تو وہ مجھ میں تھی' مگر اب میں نے سوچ لیا ہے کہ مجھے اس سب کا ازالہ کس طرح کرنا ہے۔ میں اب اپنی تمام غلطیوں کو سدھاروں گا۔" وہ ایک عزم سے اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا تھا۔

فیانہ نے اس کی طرف خاموشی سے دیکھا تھا پھر بنا کچھ کہے پلٹی تھی' اور وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔ اعصار کھڑا اسے جاتا دیکھتا رہ گیا تھا۔

●❂●

"اماں! مجھے آپ سے ضروری بات کرنا ہے۔" رات ڈنر کے بعد اعشار سید ھا اٹھ کر اماں کے کمرے میں آ گیا تھا۔

"بیٹھو....." اماں نے اسے بیٹھنے کے لیے کہا تھا۔ اعشار، اماں کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ "ہاں، بولو....."

وہ جیسے اپنے اندر الفاظ جمع کر رہا تھا۔ جب اماں بولی تھیں، اس نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا تھا' اور پھر بولا تھا۔

"اماں! میں فیانانہ بیگ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا.....؟" اماں بھونچکا رہ گئی تھیں۔

"ہاں اماں! میں فیانانہ بیگ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے یہ فیصلہ بہت سمجھ کر کیا ہے' اور مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ اس کو لے کر گھر میں یا گھر سے باہر کیا چہ مگوئیاں ہوتی ہیں یا کوئی کیا کہتا ہے؟ میں اپنی زندگی کو ان دو چار لوگوں کی نذر نہیں کر سکتا۔ آئی لو ہر۔ بہت دیر کر دی میں نے اب' اور دیر نہیں کروں گا۔" وہ ایک عزم سے بولا تھا۔ اماں نے بغور اسے دیکھا تھا۔

"فیانانہ بھی ایسا ہی چاہتی ہے؟" اماں کے ایک سوال نے اسے لمحہ بھر کو خاموش کر دیا تھا۔

"وہ کیا چاہتی ہے اماں، یہ میں چھ برس قبل بھی جانتا تھا' اور آج بھی جانتا ہوں۔ وہ لڑکی کیا چاہتی ہے، اس کے بارے میں کسی کو خبر نہیں ہونے دیتی' مگر مجھے اسے سمجھنے کے لیے کسی طرح کے لفظوں کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس کی خاموشی سے سمجھ سکتا ہوں۔ وہ ہمیشہ سے میرے ساتھ تھی۔ میں اسے کھوتا رہا' مگر اب نہیں۔ پلیز، آپ فیانانہ کے گھر پر وپوزل لے کر جائیں۔ میں اب' اور انتظار نہیں کر سکتا۔ میں ہر اس بات کا ازالہ کر دینا چاہتا ہوں جس نے اسے کبھی بھی کوئی تکلیف دی۔ اب میں اپنی فیانانہ کو مزید کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دوں گا۔ بہت عرصے تک وہ اکیلی چلتی رہی، زمانے کی سختیوں کو تنہا جھیلا، اب اسے یہ سب تنہا جھیلنے نہیں دوں گا۔

آج تک اس کے ساتھ جو بھی ہوا ہے یا ہو رہا ہے، اس کے لیے responsible میں ہوں۔ اگر کل میں نے اس کا ساتھ دیا ہوتا جس طرح وہ چاہتی تو آج اسے یہ سب نہیں دیکھنا پڑتا۔" وہ ہمیشہ کا زندگی کو بہت لائٹ لینے والا کھلنڈرا سا لڑکا بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

اماں اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھیں۔

●☺●
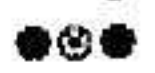
"عمران! تم اتنی افراتفری میں جا رہے ہو پہلے پانچ برس بعد چہرہ دکھایا تھا اب پتہ نہیں

کب تمہیں وقت ملے؟ میں نے سوچا تھا' آئے ہو تو لگے ہاتھوں لڑکی دیکھ کر تمہاری بھی شادی کر دوں گی' مگر ایک تم ہو کہ لور لور پھرنے کے عادی ہو چکے ہو گھر بسانے کا سرے سے کوئی ہوش ہی نہیں۔"

اماں نے اس کی اچھی خاصی کلاس لی تھی نانا اور ماہم مسکرا دیے تھے عمران بہن کی ڈانٹ کو ہمیشہ کی طرح سن رہا تھا۔

"شادی کا کیا آپا! ہو جائے گی جب ہونا ہوگی' اور آپ کے بغیر تھوڑی ناں کروں گا۔ جہاں سوچ میرا انتظار کر رہی ہے' اور یہاں آپ ہیں کہ مجھے ایموشنل بلیک میل کر رہی ہیں۔" عمران مسکرا رہا تھا۔ اماں نے مڑ کر نانا کی طرف دیکھا تھا۔

"ابا دیکھ رہے ہیں آپ۔ سنا آپ نے؟ مجھے تو لگتا ہے کوئی گرل فرینڈ ہوگی ضرور اسی کا نام سوچ ہوگا۔" آپا نے الزام عائد کیا تھا۔

وہ ہنس دیا تھا۔ قہقہہ کافی دیر فضا میں گونجتا رہا تھا۔

ماہم' اور نانا بھی مسکرا رہے تھے۔

"ماموں وہ پہلے بھی ایک ٹھیک تو نہیں بھی ہے۔" ماہم مسکرائی تھی۔

"یار اگر ہے بھی تو تم لوگوں کو تو خوش ہونا چاہیے۔ بیٹھے بٹھائے ایک گوری مل جائے گی۔" عمران ماموں کہاں سنجیدہ ہونے والے تھے۔

"اماں یار گوری ہی سہی کوئی لاؤ تو۔" نانا نے بھی حصہ لیا تھا۔ "تمہاری اماں تو یہی آس دل میں لئے رخصت ہو گئیں۔ اب کیا میرے بھی گزر جانے کے بعد کرو گے؟"

نانا مسکرا رہے تھے۔ عمران چلتا ہوا ان کے قدموں میں آن بیٹھا تھا۔

"بیراسی ابا! اچھی لڑکی ملنے پر آپ کی بہو لانے کی شرط پکی۔ بس کچھ دن اور...... اب میں زیادہ دنوں کیلئے تھوڑی نا جا رہا ہوں اب کچھ دنوں کے لئے بس پھر واپس' اور آپ کی خواہش پوری۔" ماموں نے مکمل یقین دلایا تھا۔

"چلو دیکھ لیتے ہیں بیٹے جیتے رہو' اور ہو آ ناکس جرنی۔" نانا نے اس کا شانہ تھپتھپایا تھا۔

"بس یہی بات سننا چاہتا تھا میں پہلے اس بات پر ایک Massive big huyر جائے۔" عمران نے آگے بڑھ کر نانا کے گرد اپنے بازو پھیلائے تھے۔ عمران بولا تھا۔ Huggles to my dad

نانا مسکرا دیے تھے۔

"ماموں آپ کو نانا کو پٹانا آتا ہے بس۔" ماہم مسکرائی تھی۔

"چھوٹی' تم تو بس پی جاؤ ہو۔ تھے دیتا تو کوئی تم سے سیکھے۔ پہلے سوچ والی بات بھی

تمہی نے چھیڑی تھی۔ اب ماموں کی پریشانی کا کچھ خیال کرو یار۔" عمران نے دہائی دی تھی

ماہم ہنس دی تھی۔ ستارا اور اماں بھی مسکرا رہے تھے۔ جب اچانک فون کی بیل بجی

تھی۔ اماں نے فون اٹھایا تھا۔

"جی مسز پیرزادہ کیسے کیسے یاد کیا؟" اماں غیر متوقع کال پا کر کچھ تذبذب کا شکار ہو

رہی تھیں۔

"ہم آج شام آپ کے یہاں آنا چاہ رہے ہیں مسز بیگ اگر آپ اجازت دیں تو۔"

"ارے کیسی باتیں کرتی ہیں آپ مسز پیرزادہ۔ اس میں اجازت کی کیا ضرورت

پڑ رہی ہے آپ آ جائیے۔" اماں نے عندیہ دیا تھا۔

"تھینکس مسز بیگ۔ معذرت چاہتی ہوں آپ کو تکلیف دی تھی۔" مسز پیرزادہ کہہ

رہی تھیں۔

"ارے نہیں مسز پیرزادہ! آپ کا اپنا گھر ہے ان فارمیلیٹی آپ کو پوچھنے کی بھی ضرورت

نہیں۔ جب چاہیں آ سکتی ہیں۔" مسز بیگ بولی تھیں نہ کچھ رسمی جملوں کا تبادلہ ہوا تھا اور پھر

سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

"یہ مسز پیرزادہ کس سلسلے میں آ رہی ہیں اب؟" عمران نے بہن سے پوچھا تھا

"پتہ نہیں سوچ تو میں بھی یہی رہی ہوں مگر انہوں نے صرف یہ کہا کہ آج آنا چاہ رہی

ہیں دیکھتے ہیں مدعا کیا ہے دانیال کے رشتہ ختم کر دینے کے بعد اس خاندان سے ہمارا کوئی تعلق

باقی نہیں رہا مگر ہم کوئی قیاس بھی نہیں کر سکتے۔ خیر تم ماہم کے ساتھ مل کر پیکنگ کرو۔ میں ان

کے آنے کی تیاری کرتی ہوں۔" اماں بولی تھیں۔

"ہاں مگر مجھے لینا کو پک کرنے بھی جانا ہے آپا۔ آج اس کی گاڑی خراب ہے بھول

گئیں آپ؟ ماہم بیٹا تم میرے کپڑوں کی پیکنگ کر دو۔ باقی میں آ کر کرتا ہوں۔" عمران بولا۔

"جی ماموں۔" ماہم اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔

●●●
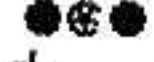
ادیان ٹیرس پر خاموش کھڑا تھا۔ جب وہ چلتی ہوئی اس کے پاس جا رکی تھی۔ ان

مابین کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ ادیان نے اس کی طرف بس دیکھا تھا اور نگاہ واپس موڑ لی تھی۔

"کیا سوچ رہے ہیں آپ؟" ان کے درمیان دوستی کا ایسا رشتہ رہا تو نہیں تھا مگر وہ

بہت دوستانہ لہجے میں بولی تھی۔ غالباً اسے اندازہ تھا کہ وہ منال کے چلے جانے کے بعد وہ

دور سے گزر رہا ہوگا مگر اس کے پوچھنے پر وہ خاصا برہم دکھائی دے رہا تھا۔

"کیوں کیا سوچنا چاہیے مجھے۔ اب کیا میرے سوچنے پر بھی پابندی لگائیں گی

آپ۔ مجھے کب کیا سوچنا ہے۔ اس کے لئے بھی مجھے آپ کی اجازت لینا ہوگی۔"

طالیہ کے لئے یہ غیر متوقع نہیں تھا۔ اس کی Sympathy کی کوئی قیمت نہیں

تھی۔ مرے سے کوئی قدر ہی نہ تھی۔ سو اسے بھی انداز بدلنا پڑا تھا۔

"ایکسکیوزمی! مجھ سے یہ شادی میری مرضی سے نہیں۔ آپ کی اپنی مرضی سے ہوئی تھی

اگر آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ میں اس طرح آپ کو اِنڈراسٹیمیٹ کرنے کی کوشش کر رہی ہوں تو یہ

صرف آپ کی دقیانوسی سوچ ہے۔ میرے دماغ میں ایسا کچھ نہیں ہے۔ آپ جب چاہیں جو مرضی

سوچیں۔ جیسے مرضی سوچیں۔ مجھے کوئی پروا نہیں۔ اگر آپ کو سوگ ہی منانا ہے تو ڈھنگ سے

منائیے۔ اپنے بیسٹ فرینڈ کی گرل فرینڈ کے چلے جانے کا افسوس مجھے بھی ہے۔ میں تو صرف آپ کا

دھیان بٹانے آئی تھی اور آپ....."

وہ بنا کوئی مروت رکھتے ہوئے بولی تھی۔ جب وہ اس کی طرف دیکھنے لگا تھا مگر پھر بولا

تھا تو لہجہ دھیما تھا۔

"تم یہاں میرے زخموں پر نمک چھڑکنے آئی ہو؟"

"نہیں مرہم رکھنے..... میں اتنی Cruel نہیں ہوں کہ لوگوں کو تکلیف پہنچاؤں۔ ذہنی

اذیت کیا ہوتی ہے اور جب کوئی آپ کو ذہنی اذیت دیتا ہے تو کیا گزرتی ہے اس کا اندازہ مجھ سے

بہتر کسی کو نہیں ہو سکتا۔"

وہ دھیمے انداز میں اس پر سے اپنی نظریں ہٹاتی ہوئی بولی تھی۔ آواز نہ چاہتے ہوئے بھی

بھرا گئی تھی۔ جس پر قابو پانے کے لیے طالیہ چند اگلے کئی لمحوں تک کچھ بول نہیں سکی تھی۔

"تم نے کھانا کھا لیا؟" ادیان کو غالباً کچھ ترس آ گیا تھا۔ تبھی نرمی سے اس کی طرف

دیکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولا تھا۔

"نہیں۔" اس کی طرف دیکھے بنا طالیہ نے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"ہنی مون پر جانے کا سوگ منایا جا رہا ہے۔" اس کا موڈ بحال کرنے کو بات یونہی بدلی

تھی مگر وہ مسکرا نہیں سکی تھی۔

"ہوائی نہ دیکھے جانے کا غم ہے۔ تت..... تت۔"

اس کے موڈ کا مکمل خیال کرتے ہوئے وہ اپنے موڈ کے حصار سے باہر نکل آیا تھا۔

طالیہ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

تبدیلی کچھ عجیب تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ تھے۔ ایک دوسرے کے ہمدرد

تھے مگر ایک دوسرے کے لیے پھر بھی نہیں تھے۔

"تم کہو تو یہیں ہوائی بنا لیں؟ اس پول کا پانی کافی رہے گا؟"

وہ متواتر چھیڑ رہا تھا۔ وہ زیادہ دیر خاموش نہیں رہ سکی تھی۔

"چھوڑیے آپ، کیا ہوائی بنائیں گے آپ یہاں میرے لیے۔ اتنے بڑے خیر خواہ ہوتے تو 'اور کیا چاہیے تھا۔" اس نے اپنے نصیبوں کو کوس ڈالا تھا۔ وہ مسکرائے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

طالیہ جبران نے اس شخص کو بغور دیکھا تھا۔

کچھ تبدیلی تو واضح ہوئی تھی۔

جو پہلے نہیں تھی......

وہ ایک بات، جو پہلے کبھی اس رشتے میں محسوس نہیں ہوئی تھی، وہ اس رشتے میں باقاعدہ بندھنے کے بعد سامنے آرہی تھی۔

چلو ایک چھت تلے رہنے کا کوئی فائدہ ہوا تھا کہ اب وہ اس کے لیے پہلے جیسا نہیں سوچتا تھا۔

"منال احمد سے آج میری ملاقات ہوئی تھی۔" اس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے آہستگی سے کہا تھا۔

ادیان حاکم چغتائی نے ایک لمحے میں ہونٹ بھینچ کر چہرے کا رخ پھیرا تھا۔

"مجھے اس کے چلے جانے کا افسوس ہے۔ بہت اچھی لڑکی ہے وہ She really deserve you." مدھم لہجے میں ایک اقرار ہوا تھا۔ وہ اس کی طرف دیکھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

"ایسا تم کہہ رہی ہو؟" لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ کو یقین نہیں ہو رہا ہے۔" جواب آیا تھا۔

"کیا؟" وہ چونکی تھی۔ غالباً اس کی بات کا مفہوم سمجھ سکی تھی۔

"میرا مطلب ہے، اب کچھ کچھ یقین ہو رہا ہے۔"

"اوہ، اوکے۔" وضاحت دیے جانے پر وہ اس پر سے اپنی نگاہ ہٹا گئی تھی۔ پھر قدرے توقف سے آہستگی سے بولی تھی۔

"ریگل! منال کے جانے کا مجھے افسوس ہے۔ بہت برا کیا نا میں نے، آپ لوگوں کے درمیان چلی آئی۔

جو کچھ بھی ہوا، سب میری وجہ سے ہوا۔ میری وجہ سے آپ دونوں کی اتنی طویل رفاقت ختم ہو گئی۔ ایک اتنا پرانا رشتہ ٹوٹ گیا۔ سچ پوچھیں تو آئی ایم فیلنگ گلٹی...... پتھر نہیں ہوں میں...... اور کسی' اور کا گھر توڑ کر اپنا محل بنانے کے بارے میں تو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا......

منال کو میں زیادہ نہیں جانتی تھی۔ ہمارے درمیان ایک نامعلوم کڑواہٹ' اور حسد

تھا۔ کوئی رشتہ نہیں تھا' مگر وہ شاید پھر بھی مجھے اپنا مخالف' اور میں اس کو اپنے مخالف سمجھتی تھی مگر......

مگر ایسا بالکل نہیں تھا۔ غلط سوچتے تھے ہم دونوں یا پھر میں ہی غلط تھی۔ میری وجہ سے آج کتنی زندگیاں برباد ہوئیں نا۔ تم...... منال...... اور میں......

"میری اپنی زندگی کا ملال مجھے نہیں۔ یہ میری قسمت تھی۔ جو بھی ہوا، اسے میں قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر سکتی ہوں' مگر منال کے ساتھ، آپ کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے۔

آج اگر میں آپ لوگوں کی زندگی میں نہیں ہوتی تو آپ دونوں ساتھ ساتھ' اور کتنے خوش ہوتے۔

منال گئی ہے تو اس کے جانے کی مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی ہے۔ آئی ایم فیلنگ گلٹی ایس، آئی ایم گلٹی۔" وہ سر جھکائے بولتی ہوئی بہت بکھری دکھائی دی تھی۔

اس نقصان کی ساری ذمے داری اپنے سر لیتی ہوئی وہ اس لمحے کس قدر شکستہ' مگر بہادر لگی تھی۔ وہ لڑکی جس میں ہمت تھی ہر بات کو فیس کرنے کی، کڑے سے کڑے امتحان کو جھیل لینے کی، ہر طوفان سے لڑ جانے کی، اس میں ہمت تو تھی' اور وہ اس کا قائل بھی ہو چکا تھا۔

یہاں یو کے میں اس تک پہنچنے سے لے کر اتنا سب کرنے تک، اس کی ہمت صاف ظاہر ہو رہی تھی۔ یہ سب کوئی معمولی لڑکی نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ایک غیر معمولی لڑکی تھی۔ ایسا وہ ثابت کر رہی تھی۔ وہ سچ مچ حیران کن تھی۔ ایسی لڑکی سے ادیان حاکم چغتائی کا سابقہ پہلے کبھی نہیں پڑا تھا۔ اس نے ایسی لڑکی زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

"میں جو بھی کام کرتی ہوں، مجھ سے غلط ہی ہوتا ہے۔ میں تو یہاں آپ کی دل جوئی کرنے آئی تھی۔ زخموں پر مرہم رکھنے آئی تھی مگر......"

اس کا لہجہ شکست خوردہ تھا۔ آواز بھرائی ہوئی تھی' اور وہ چپ ہو گئی تھی۔ آنکھوں میں غالباً آنسو بھی تھے جن کو چھپانے کو اس نے منہ پھیر لیا تھا' اور ہاتھ کی پشت سے آنکھیں بھی رگڑ ڈالی تھیں۔

ادیان اسے بغور دیکھ رہا تھا......

کیسی عجیب لڑکی تھی وہ......

اپنی کمزوری بھی کسی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی......

اسے کمزور پڑتے کوئی دیکھے۔ اسے یہ بھی قبول نہیں تھا۔ وہ بغور دیکھ رہا تھا اسے۔

"کیا عجب ہے، آپ مرہم رکھنے آئی ہیں۔ اس اقدام کو میں کیا سمجھوں؟" وہ اس کے چہرے سے نگاہ ہٹا گیا تھا۔

●⊛●
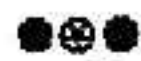
مسز پیرزادہ چند خواتین کے ساتھ آئی تھیں' اور جو مدعا انہوں نے بیان کیا تھا، ...
سبھی حیران رہ گئے تھے۔

انہوں نے اپنے بیٹے افتخار پیرزادہ کے لیے فیانانہ بیگ کا ہاتھ مانگا تھا۔

"یہ کیا بتا رہی ہو آپا! پہلے دانیال کو لے کر اس فیملی کی طرف سے جو بھی ذک ہماری ... کو پہنچی اس پر ہم کسی نئے تعلق کے بارے میں کیسے سوچ سکتے ہیں؟ مسز پیرزادہ نے ایسا ... ظاہر ہی کیوں کیا؟" عمران بولا۔ اماں کسی گہری سوچ میں ڈوبی دکھائی دی تھیں۔

"رشتہ برا نہیں ہے عمران! ضروری نہیں کہ ایک جگہ بات نہیں بن سکی تو دوبارہ ... ہو۔" وہ پرسکون انداز میں بولی تھیں۔ عمران کچھ چونکا تھا۔

"آپا! ایسا آپ کہہ رہی ہیں آپ' ہماری فیانانہ کے لیے؟ اگر وہ دانیال ایک رشتہ نہیں ... سکا تو پھر افتخار کیسے؟ یہ بھی تو اسی خاندان کا لڑکا ہے۔ اسی فیملی سے بی لونگ کرتا ہے۔ اس ... مختلف کیسے ہو سکتا ہے۔" "عمران! ہمیں اس رشتے کے بارے میں سوچنا پڑے گا۔"

"کیوں سوچنا پڑے گا آپا؟ افتخار کیا اس دنیا میں آخری لڑکا کا بچا ہے؟ ایسا کیا ... ہے کہ ہم اسے فیانانہ کے لیے ضرور Accept کریں۔" عمران نے بھرپور اختلاف کیا تھا۔ وہ مکمل طور پر بھانجی کا خیر خواہ دکھائی دیا تھا۔

"ہم صرف آدھا سچ جانتے تھے عمران! پورا نہیں..... اگر ہم پورا سچ جانتے ہوتے تو ... ہماری فیانانہ کے ساتھ جو بھی ہوا' اس کی نوبت نہیں آتی۔"

"کیا؟ کیا مطلب ہے آپ کا آپا؟ ایسا کون سا سچ ہے جسے ہم نہیں جانتے۔"

"ہے ایک بات...... جسے صرف فیانانہ جانتی ہے اس گھر کی بزنس کی ذمے داری میں ... اس قدر الجھی کہ اپنا آپ۔ اسے دکھائی ہی نہیں دیا۔ دانیال کے ساتھ اس کا جو بھی رشتہ ... صرف ایک بزنس ڈیل تھا۔ فیانانہ نے فیملی بزنس بچانے کے لیے ایسا کیا' اور ہم سمجھتے رہے کہ ... دانیال کے ساتھ ایموشنلی انوالو ہے۔ تم ہمیشہ کہتے تھے نا کہ وہ خوش نہیں دکھائی دیتی تو وہ خوش نہیں تھی۔ اس نے خود کو بس Punish کیا' کیوں؟ شاید ہمارے لیے' اور ہماری گھر کی ذمے داریوں کے لیے...... وہ ہمیں دل کی بات بتا ہی نہیں پائی ہم نے بھی کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی کہ اس کے دل میں کیا ہے۔ تمہارے بھائی کی ڈیتھ کے بعد ہم کچھ سوچنے کے قابل ہی نہیں ... اس ایکسیڈنٹ کے بعد مجھے کچھ سجھائی ہی نہیں دیا۔ فیانانہ نے اس بزنس کو بچانے کی ... Strategy پلان کی' ہم کبھی جان نہیں سکے' مگر دانیال وہ شخص نہیں تھا' جس کی ضرورت اس کی زندگی میں تھی۔"

اماں مدھم لہجے میں بولی تھیں۔

عمران بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"افتخار! افتخار واز دی گائے ویٹ فیانانہ لوز۔ اب سے نہیں' جب وہ لندن میں پڑھ رہی تھی' تب سے وہ ایک دوسرے کو جانتے ہیں' مگر اس بارے میں ہم کبھی نہیں جان پائے۔ حالات شاید ایسے نہیں رہے تھے کہ وہ ہمیں بتا پاتی' مگر اب وقت ہمیں موقع دے رہا ہے وہ بات جاننے کا جسے ہم نہیں جانتے تھے افتخار نے یہ پروپوزل خود بھجوایا ہے' اور وہ اسے Loose نہیں کرنا چاہتا۔ فیانانہ کیا چاہتی ہے' اس کے بارے میں اب تم اس سے بات کرو گے۔"

"دانیال کو اس بارے میں پتہ تھا؟" عمران نے پوچھا تھا۔ "اس نے اس لیے یہ رشتہ ختم کیا؟"

"ہاں' لگتا تو ایسا ہی ہے۔ صرف ہم جان نہیں پائے' مگر اب اس بارے میں بات کرنے کے کچھ فائدہ نہیں ہے اگر ایسا نہیں ہوتا تو ہم اپنی فیانانہ کے دل کی بات کبھی جان نہیں پاتے۔ جو بھی ہوتا ہے' بہتری کے لیے ہوتا ہے۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔"

عمران نے پرخیال انداز میں سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"ٹھیک ہے' میں بات کرتا ہوں فیانانہ سے۔"

●⊛●

عمران ماموں نے فیانانہ سے بات کی تھی' اور وہ حیران رہ گئی تھی۔

"کیا؟ ہاؤ ڈیئر ہم"

"فیانانہ بیٹا! کسی کو عزت دار طریقے سے اپنانے کا یہ سب سے بہترین طریقہ ہے۔ میں نہیں جانتا تم دونوں کے بیچ جو بھی رہا' مگر اس کا یہ اقدام ظاہر کرتا ہے کہ وہ تمہارے لیے کسی قدر سنجیدہ ہے۔"

"ماموں! آپ نہیں جانتے ہیں اسے۔ وہ ان رشتوں کا بنانے' اور نبھانے کے لائق نہیں ہے۔ ہم چار سال سے ایک دوسرے کے ساتھ رہے' مگر وہ شخص مجھے کبھی سنجیدہ نظر نہیں آیا۔ ہم اچھے دوست تھے' مگر اس نے اس بات کو بھی غلط ثابت کر دیا۔ یہ رشتے' یہ پیار محبت' اس کے لیے فضول کی باتیں ہیں۔ میں نے دیکھا ہے۔

ایسا اس کی عادت نہیں' فطرت میں شامل ہے' اور عادت کوشش کرو تو پھر بھی تبدیل ہو سکتی ہے' مگر فطرت نہیں۔

وہ شخص کبھی نہیں بدل سکتا۔ ایسا میں جانتی ہوں۔

آپ جانتے ہیں' دانیال نے یہ رشتہ ختم کیوں کیا؟ صرف اس کی وجہ سے۔ اس نے اس کو بتا دیا تھا کہ ہم دونوں میں کوئی رشتہ رہ چکا ہے۔ وہ اس سطح تک گر سکتا ہے میں نہیں جانتی تھی ہم میں صرف دوستی تھی' اور اس کے سوا کچھ نہیں' مگر وہ شخص میری خوشیوں کو نہیں دیکھ سکا۔ آپ اس کے ساتھ میری زندگی جوڑنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ غلط سوچ رہے ہیں آپ۔ وہ مجھے خوش دیکھنا چاہتا ہے یا محبت کرتا ہے۔ ایسا کچھ ہمارے درمیان نہیں رہا۔

ہاں' وہ ایک بے وقوفی ضرور تھی جو مجھ سے ہوئی۔ میں نے اس پر یقین کیا' اور کہیں جذباتی طور پر انوالو بھی ہو گئی' مگر اس نے ایک لمحے میں پروف کر دیا کہ میں کتنی غلط تھی۔

ہماری سوچ نہیں ملتی ماموں! دل بھی نہیں ملتے تو پھر ہم ایک چھت کے نیچے ساتھ رہنے کے بارے میں بھی کیسے سوچ سکتے ہیں۔' فیانہ کا انداز قطعی تھا۔

وہ گزشتہ کل کی روشنی میں مستقبل کو دیکھ رہی تھی۔

اس کے خدشے بے بنیاد تھے یا نہیں' اس بارے میں عمران نہیں جانتا تھا' مگر اسے لگا تھا۔ فیانہ کہیں کچھ غلط کر رہی تھی۔

شاید بہت غلط!

مگر اس بارے میں وہ اسے کس طرح بتاتا۔

کل کی کسی غلطی کی سزا وہ اعتبار کو آج دینا چاہتی تھی۔

وہ ازالہ کرنا چاہتا تھا' مگر وہ اس پر قطعاً مائل نہیں تھی۔

بات کیسے بنتی!

فیانہ اسے بہت عزیز تھی۔

اور وہ اسے اس طرح نہیں دیکھ سکتا تھا۔

مگر حل کیا تھا؟ وہ متواتر سوچ رہا تھا۔

◆◆◆

عمران کو ہر ممکن طور پر اس مسئلے کو حل کرنا تھا۔ فیانہ اس کے لئے بہت اہم تھی اور وہ اس کی زندگی کو ایک بار پھر کسی غلط فیصلے کی نذر ہوتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ سو اقدامات ضروری تھے۔

اس نے سیل اٹھایا' نمبر ملایا تھا' اور اپنا جانا پوسٹ پون کر دیا تھا۔ اگر آج وہ چلا جاتا تو شاید یہ مسئلہ حل نہ ہو پاتا۔

"تم نے Text کیا تھا۔"

اس کے ساتھ کی نشست پر بیٹھا اعتبار پیرزادہ بولا تھا۔

وہ خاموشی سے سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"تم ایسا کیوں کر رہے ہو اعتبار پیرزادہ؟" فیانہ نے پوچھا تھا۔

"کیا؟ کیا کیا ہے میں نے؟" اعتبار پیرزادہ نے بے تاثر بن کر پوچھا تھا۔

اس کی ڈھٹائی پر فیانہ اسے خاموشی سے دیکھتی رہ گئی تھی۔ کچھ لمحوں تک کچھ بول نہیں سکی تھی۔ پھر ایک گہری سانس خارج کرتی ہوئی بولی تھی۔

"سنو اعتبار! ناممکن چیزوں کو ممکن کرنے کی کوشش مت کرو۔ جن باتوں کے مفہوم سے بھی تم واقف نہیں ہو' ان کو جتانے کی ضرورت بھی تمہیں نہیں ہے۔"

"کن باتوں کی بات کر رہی ہو تم؟" وہ چونکا تھا۔

"کن باتوں کو جتانا چاہتے ہو تم؟ کیا تم نہیں جانتے؟" وہ مدھم لہجے میں باز پرس کر رہی تھی' مگر انداز میں کہیں بھی لچک نہیں تھی۔

"تم محبت کا نام لینے سے کیوں کترا رہی ہو فیانہ؟ کیا تمہیں اتنا خوف ہے کہ نام لینے سے بھی ڈرتی ہو؟" وہ اس کی بے بسی پر مسکرایا تھا۔

جو اردگرد کے ماحول کا لحاظ کئے بیٹھی تھی۔ اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

"محبت؟" انداز استہزائیہ تھا۔ "کس محبت کی بات کر رہے ہو تم؟ اپنی ضرورتوں' اور

حاجتوں کو اتنے دلکش کور پہنانا بند کرو اعتبار' کل تمہیں جو شے حاصل نہ ہو گی' آج اسے اپنانے کے نئے نئے طریق' اور راستے تلاش رہے ہو۔

محبت آہ' تم جانتے ہو تمہیں محبت کبھی نہیں رہی۔ ان فلیٹ محبت جیسی شے پر تو تمہیں کوئی یقین بھی نہیں تو پھر یہ ڈرامہ بازی کیوں؟" وہ انتہائی بدگمان دکھائی دی تھی۔

اعتبار کو اس کی طرف سے ایسے رویے کی توقع تھی۔ تبھی نرمی سے مسکرا دیا تھا۔

"لینی' تمہاری کوئی بھی بات مجھے بری نہیں لگتی۔ تمہاری کسی بھی بات پر مجھے غصہ نہیں آتا۔ ہاں پیار آتا ہے۔" وہ عظیم ترین بننے کی کوشش کر رہا تھا یا پھر کوئی ڈرامہ۔ لینی نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"مجھے معلوم نہیں لینی۔ میرے ہزار بار کہنے پر بھی تم میری بات پر یقین نہیں کرو گی' مگر یہ سچ ہے۔" ہاتھ بڑھا کر بہت نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔ اس نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ وہ بغور اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا تھا۔

"مجھے تم سے پیار ہے لبنانہ اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔ یہ بات میں ایک نہیں ہزاروں بار بھی کہوں گا تم سنو یا نہ سنو' مانو یا مانو۔ بٹ ڈیئر ٹرو آئی لو یو۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا بولا تھا۔

پھر وہی ڈھاک کے تین پات تھے۔ وہ شخص سمجھنے والا نہیں تھا۔

وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ ارادہ وہاں سے نکل جانے کا تھا' مگر تبھی وہ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتا ہوا بولا تھا۔

"سنو شادی کرنا چاہتا ہوں میں تم سے۔ کسی کو اپنانے کا سب سے مہذب طریقہ ہے یہ۔۔۔ آپ کو بھگا کر لے جانے کی کوشش نہیں کی۔ پرپوزل بھجوایا ہے آپ کے گھر۔ آپ کو اگر یہ طریقہ بھی نامعقول لگتا ہے تو پھر کوئی معقول طریقہ آپ ہی بتا دیجیے۔" وہ بہت شائستہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

لبنانہ نے غصے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کے نیچے سے کھینچا تھا' اور چلتی ہوئی وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔

●۞●

منال احمد' ادیان حاکم چغتائی کی زندگی سے دور چلی گئی تھی۔ اسے کسی نے روکا نہیں تھا۔ ادیان حاکم چغتائی نے اسے جانے دیا تھا۔

کیا اس کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔۔۔۔ وہ مسلسل اسی نہج پر سوچتی رہی تھی۔ وہ کچن میں اپنے لئے چائے بنا رہی تھی۔ ذہن نہ چاہتے ہوئے بھی اسی نقطے پر اٹکا ہوا تھا۔

"مام۔۔۔۔ مام۔۔۔۔" ادیان ماں کو پکارتا ہوا ایسے کچن کی طرف آیا تھا' جیسے کوئی پانچ چھ برس کا بچہ ہو۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ تو چونکی تھی' اور چائے چھلک گئی تھی۔ ہاتھ جل گیا تھا۔

"سی۔۔۔۔" اس نے ایک لمحے میں چائے کا کپ وہیں دوبارہ رکھ دیا تھا۔ ادیان حاکم چغتائی جو دروازے پر کھڑا تھا اسے دیکھ چکا تھا' تبھی سرعت سے آگے بڑھ آیا تھا۔

"دکھاؤ کیا ہوا؟" وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھی۔ جب وہ بولا تھا۔ طالیہ جبران نے اس کی طرف دیکھا تھا۔ ہاتھ کا ڈن پہنے ہوئے کاندھے پر شرٹ رکھے' وہ کھڑا اس کا ہاتھ بغور دیکھتے ہوئے پلٹا تھا۔ کیبنٹ میں سے مرہم نکالی تھی' اور دوبارہ اس کی طرف آ گیا تھا۔

ہاتھ دو۔" آرڈر ہوا تھا۔

طالیہ نے خاموشی سے ہاتھ آگے کر دیا تھا۔ وہ مرہم لگانے لگا تھا۔

"آپ مام کو آوازیں کیوں دے رہے تھے؟"

"شاور لے کر نکلا تھا۔ شرٹ پہننے لگا تو بٹن غائب تھے۔ سوچا ماما سے لگوا لوں' مگر پتہ چلا وہ ریگولر چیک اپ کے لیے اسپتال کے لیے نکل گئی ہیں' پھر سوچا مام کو دھاگے' اور سوئی کے بارے میں ضرور معلوم ہو گا۔ تبھی اس طرف نکل آیا۔"

"لائیے بٹن میں لگا دیتی ہوں۔" طالیہ نے آفر کی تھی۔

"تم۔۔۔۔ تم کیسے لگاؤ گی؟ اس مرہم والے ہاتھ کے ساتھ۔" وہ مسکرایا تھا۔

"لگا دوں گی۔ لائیے اپنی شرٹ مجھے دیجیے۔"

"تم مجھے سوئی دھاگا بتا دو۔ میں خود لگا لوں گا۔" وہ بولا تھا۔

اس نے شرٹ لینے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا تھا۔

ادیان حاکم چغتائی نے اس کی طرف لمحہ بھر کو دیکھا تھا۔ پھر شرٹ اس کے ہاتھ پر رکھ دی تھی اور خود چلتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

طالیہ نے اسے جاتا ہوا دیکھا تھا پھر شرٹ شولڈر پر دھری تھی۔ پانی کا نل کھولا تھا' اور اپنا مرہم والا ہاتھ نل کے نیچے کر دیا تھا۔

محبت کیا اب بھی باقی تھی؟

●۞●

طاق جان پر جلنے والے
جلتے بجھتے خوابوں کی کہانیاں
کیا کہوں تم سے!
سانس کیسے چلتی ہے

جان کیسے جلتی ہے
اک تیرگی ہے جو
جان کے دریچوں میں
ختم کیسے ہوگی یہ
کیا کہوں تم سے

وہ ساحل کی گیلی ریت پہ تنہا کھڑی' خالی خالی نظروں سے ڈوبتے سورج کو دیکھ رہی تھی جب گاڑی رکی تھی' اور کوئی چلتا ہوا اس کے قریب آن رکا تھا۔

لبنانہ نے دیکھا تھا۔ دانیال پیرزادہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

یہ سب غیر متوقع نہیں تھا۔

وہ چونکی نہیں تھی۔

حیران بھی نہیں ہوئی تھی۔

"گھر گیا تھا۔ پتہ چلا تم یہاں آئی ہو۔"

دانیال بولا تھا' مگر وہ جواباً کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔

اس کے لبوں پر کوئی سوال نہ تھا۔ کسی بات کی کوئی وضاحت نہیں مانگی تھی اس سے۔

کوئی الزام بھی نہیں۔

وہ اس لیے اس کی جانب متوجہ بھی نہیں تھی۔ جب وہ بہت مدھم لہجے میں بولا تھا۔

"آئی ایم سوری لبنانہ بیگ۔"

دانیال پیرزادہ کی آواز ایک تیز لہر کے شور میں گم ہو گئی تھی۔ وہ خالی خالی نظروں سے سمندر کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"جو بھی ہوا' اس پر مجھے افسوس ہے لبنانہ بیگ' مگر وہ ہو جانا بہت ضروری تھا۔"

تو کیا وہ یہاں ہو جانے والی باتوں کی وضاحتیں دینے آیا تھا۔

"مجھے معلوم ہے اس منگنی کو توڑ کر جو اقدام میں نے اٹھایا' اس پر تمہیں دکھ ہوگا۔ تم ریزن بھی جاننا چاہتی ہوگی' ذہن میں بہت سے سوال ضرور اٹھے ہوں گے...... میرا اچانک غائب ہو جانا بھی برا لگا ہوگا' اور......"

"نہیں' مجھے کچھ برا نہیں لگا دانیال پیرزادہ میں لوگوں سے توقعات وابستہ نہیں کرتی کہ اگر وہ پوری نہ ہوں تو مجھے دکھ نہ ہوا' اگر آپ نے منگنی توڑ دی تو اس کا ضرور کوئی نہ کوئی ریزن ہوگا' مگر میں اس کی وضاحت بھی نہیں چاہتی اگر اس رشتے کی کوئی وقعت ہوتی تو وہ بھی ختم نہیں ہوتا۔ وہ ختم اس لیے ہوا کہ کوئی وقعت نہیں تھی' اور بے وقعت چیزوں کے بارے میں بات کرنا کوئی معنی

نہیں رکھتا۔"

وہ مضبوط لہجے میں اس کی طرف دیکھتی ہوئی بولی تھی' اور اس کے قریب سے گزر کر نکل جانا چاہتی تھی۔ جب ہاتھ دانیال پیرزادہ کی گرفت میں آ گیا تھا۔ لبنانہ نے سر اٹھا کر دانیال پیرزادہ کی طرف دیکھا تھا۔

"میرے یا تمہارے رشتے کی کوئی سچائی رہی ہو یا نہیں' مگر ایک بات میں سچائی ہے لبنانہ' اور وہ ہے اشعار پیرزادہ کی تمہارے لیے محبت......

وہ تم سے بہت پیار کرتا ہے لبنانہ......

میں نے وہ پیار اس کی آنکھوں میں دیکھا ہے......

اور وہ جھوٹ نہیں ہے......

دانیال پیرزادہ کہہ رہا تھا۔

مگر لبنانہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کی گرفت میں سے نکال لیا تھا۔

"اپنی ایک غلطی کی وضاحتیں دینے کے لیے آپ لفظوں سے کھیل رہے ہیں۔ اشعار پیرزادہ کی وکالت کرنے سے پہلے خود اپنے بارے میں بھی سوچ لیجیے۔ آپ نے کیا کیا؟ میری نظر سے دیکھیے تو آپ دونوں میں ہی کوئی فرق نہیں۔ دونوں ایک جیسے ہیں آپ؟"

اس کی آنکھوں میں بہت سی نمی تھی۔ کہہ کر وہ رکی نہیں تھی۔ تیزی سے چلتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔

دانیال پیرزادہ کھڑا دیکھتا رہ گیا تھا۔

●●●

"تمہارا ہاتھ کیسا ہے؟"

وہ ایک ضروری فائل لے کر اس کیبن میں آئی تھی۔ جب اذہان حاکم چغتائی نے پوچھا تھا۔

وہ چونکی تھی...... اس کی چھوٹی چھوٹی باتوں کی پروا وہ کب سے کرنے لگا۔

اور وہ بھی اس کی چوٹوں کی۔

وہ تو خود درد دینے والا رہا تھا۔

پھر مداوا...... یہ کیئرنگ انداز واقعی چونکا دینے والا تھا۔

اگر یہ Miracle تھا تو وہ حیران ضرور تھی۔

"بہتر ہے"۔ وہ مدھم لہجے میں بولی تھی' اور فائل اس کی طرف بڑھائی تھی۔ "یہ فنانس کی رپورٹ ہے۔ آپ دیکھ لیں۔"

اس نے ہاتھ بڑھایا تھا' مگر ادیان نے فائل کے بجائے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔
ایک میٹھا سا لمس تھا۔
ادیان حاکم چغتائی اس کا ہاتھ بغور جانچ رہا تھا' جیسے طبیب دانا ہو۔
قاتل منصف۔ بننے چلا تھا' یا چارہ گر۔ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔
"اس پر تو چھالا پڑ گیا ہے۔ تم نے مرہم ضرور ہٹا دیا ہوگا۔" ادیان حاکم چغتائی مکمل جائزہ لے کر بولا تھا۔
"ہاں آفس آنے کے لیے تیار ہونا تھا اور......"
"اور......"
"اور کچھ بھی نہیں۔" طالیہ نے مزید کچھ کہنے سے گریز کیا تھا۔ "آفس کی تیاری کے لیے یہ ضروری تھا۔"
"اور میری شرٹ کا بٹن لگانے کے لیے؟" ادیان نے جیسے اس کی چوری پکڑ لی تھی۔
وہ کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔
"انکل صبح اس ائیر کے بزنس پلان کی بات کی تھی۔ آج کی میٹنگ بھی......"
طالیہ نے دانستہ بات بدل دی تھی۔ بہت آہستگی سے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکال لیا تھا۔
کیسا تعرض تھا یہ......
ادیان حاکم چغتائی لمحہ بھر کو کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔
"ٹھیک ہے۔ میں یہ فائل دیکھ لیتا ہوں۔" اپنی حفت کا تاثر زائل کرنے کو بولا تھا۔
طالیہ حیران اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
"سنو۔" ادیان نے پیچھے سے پکارا تھا۔
"جی۔" وہ مودب انداز میں پلٹ کر بولی تھی۔
"یو مسٹ سی اے ڈاکٹر۔" ایک ہدایت نامہ جاری ہوا تھا۔
بات اتنی بڑی نہیں تھی۔ معمولی سی تھی' مگر وہ اس کرامت پر کچھ نہ کہہ سکی تھی۔ صرف سر ہلایا تھا' اور باہر نکل گئی تھی۔
کیسا موسم بدل رہا تھا
محبت ہو رہی تھی؟
یا پھر اسے ہی کوئی غلط گمان ہو رہا تھا۔

●●●

ان سوچے خیالوں میں
محبت کے حوالوں میں
کہیں بارش کی بوندوں میں
عشق پیچاں کے پھولوں کی خوشبو
جب دھیرے دھیرے پھیلتی ہے تو
کہیں محسوس ہوتا ہے
محبت سانس لیتی ہے
وقت کچھ عجیب کرنے جا رہا تھا یا پھر اسے ہی یہ سب بہت عجیب لگ رہا تھا
ابا اس رشتے کو لے کر مکمل طور پر سنجیدہ تھے' اور وہ......
"اماں' یہ مناسب نہیں ہے۔ آپ ابا سے بات کریں۔ میں یہ شادی ہرگز نہیں کروں گی۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ لڑکیوں کو آواز لگا کر کسی بھی سمت ہانک دیا جائے۔ ابا نے کہہ دیا تو کیا میں شادی کر لوں گی؟"
غادیہ میں ہمت نہیں تھی کہ ابا کے سامنے جا کر بات کرتی یا انکار کرتی اس لیے غصہ اماں پر نکالا تھا۔
"بیٹی' ہزار باتوں کی ایک بات' لڑکا ہیرا ہے۔" دادی نے جواب تک خاموشی سے صورت حال کو دیکھ رہی تھی' بولی تھیں۔ "اس سے زیادہ اچھا لڑکا ہمیں نہیں ملنے کا۔ ہمارا تو کبھی دھیان ہی نہیں گیا تھا اس طرف۔ بات وہی ہوئی بغل میں بچہ' اور ڈھنڈورا...... مگر تمہارے ابا کا فیصلہ بھی ہے۔ تمہیں ناچاہتے ہوئے ان کی بات سننی چاہیے۔' اور ماننی چاہیے۔ اس سے بہتر لڑکا واقعی تمہیں نہیں ملنے کا۔"
دادی اماں کو بھی اس دنیا جہاں کی اچھائیاں ہی اچھائیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ ان کے ساتھ کچھ کہنا فضول ہی تھا۔ وہ اٹھی تھی' اور باہر نکل آئی تھی۔ سب کو سمجھانا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ اپنے ہی دھیان میں باہر نکلی تھی' مگر وہاں سامنے ہی راہداری میں فریدوں کھڑا دکھائی دیا تھا۔ وہ اس وقت اس کا سامنا قطعی نہیں کرنا چاہتی تھی۔' مگر وہ خود ہی چلتا ہی قریب آ گیا تھا۔
"کیا ہوا۔ آپ کچھ پریشان دکھائی دے رہی ہیں؟" اس کو بغور دیکھتے ہوئے اس نے دریافت کیا تھا۔
"ہاں' پریشان ہوں' اور کیوں ہوں' یہ بات بھی تم اچھی طرح جانتے ہو۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔ انداز میں کچھ خفگی تھی۔
"کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں؟"

"ایسے بے تاثر مت ہو فریدوں؟"

"میں بے تاثر بن رہا ہوں۔ میں بالکل نہیں جانتا۔ آپ کس بارے میں بات کر رہی ہیں؟"

"بات کچھ نہیں فریدوں! بات وہی پرانی ہے۔"

فریدوں نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا' کسی قدر الجھی ہوئی وہ اسے پہلے سے بھی کہیں زیادہ اچھی لگی تھی' مگر وہ یہ بات اس سے نہیں کہہ سکا تھا۔

"غادیہ! زیادہ سوچنے سے الجھنیں بڑھتی ہیں۔ آپ زیادہ مت سوچیے۔" ایک نادر مشورہ دیا تھا۔

"میری ان پریشانیوں کی وجہ تم ہو فریدوں۔" وہ کسی قدر ترش لہجے میں بولی تھی۔

"میں؟" وہ چونکا تھا۔ ایک سایہ سا اس کے چہرے پر آ کر گزر گیا تھا۔

غادیہ نے کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا تھا۔ سو اپنی غلطی کا بھرپور احساس ہوا تھا۔ کچھ بھی تھا اسے فریدوں سے اس طرح بات نہیں کرنا چاہیے تھی۔

"آئی ایم سوری فریدوں"۔ وہ مدھم لہجے میں کسی قدر شرمندہ ہو کر بولی تھی۔ "میں واقعی بہت ڈسٹرب ہوں' اور میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"اگر آپ کو لگتا ہے کہ میں آپ کے لیے غلط انتخاب ہوں تو آپ آواز اٹھا سکتی ہیں غادیہ۔" وہ اصلاح دیتا ہوا بولا تھا۔

کسی کو اس طرح رد کرنا مناسب نہیں تھا' وہ اگر تعلق نہیں بھی چاہتی تھی تو اس کے لیے فریدوں سے اس طرح تلخی سے پیش آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ سوچ کر کچھ شرمندہ ہوئی تھی۔

"میں جانتی ہوں فریدوں! میں آواز اٹھا سکتی ہوں۔ آئی ایم سوری' اگر میری وجہ سے تکلیف پہنچی ہو تو۔"

"نہیں! آپ کی طرف سے مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ ڈونٹ وری اباؤٹ اٹ۔" وہ پلٹا تھا' اور وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

غادیہ شرمندہ سی وہاں کھڑی رہ گئی تھی۔

ویٹ واز ویری انسلٹنگ۔ اس نے اس شخص کو ڈی گریڈ کیا تھا۔ اس بات کا اندازہ تھا' مگر وہ کیا کرتی' اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ یہ رشتہ نہیں چاہتی تھی اور...... ہاں سب کچھ کتنا الجھا ہوا تھا۔

❁❁❁

ایک انجانا سا احساس رگ و پے میں اتر رہا تھا۔ شاید وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔

خواب ٹوٹنے کا درد وہ جانتا تھا' مگر ازالہ ممکن نہیں تھا۔

وہ بات کرنا چاہتا تھا......

مگر وہ بات کرنے کو تیار ہی نہیں......

وہ اسے کھونے سے ڈر رہا تھا......

"مجھے ڈر لگتا ہے چاچو......! میں واقعی ڈر رہا ہوں۔ اسے کھونا نہیں چاہتا! اسے گنوانا۔"

اس کی آواز میں ایک کرب تھا' جو اس کی محبت کا غماز تھا' مگر یہ بات کوئی لیانہ کو نہیں سمجھا سکتا تھا۔"

دانیال بھتیجے کا دکھ صاف محسوس کر رہے تھے۔

"مجھے لگتا ہے چاچو میں جی نہیں سکوں گا۔" مدھم سرگوشی جان لیوا تھا۔ "وہ جتنی مجھ سے دور جا رہی ہے' میں اتنا ہی اس کا تمنائی ہوں وہ میری طلب کو بڑھا رہی ہے' مگر یہ لاحاصل ہے۔ جانتا ہوں میں مگر یہ لاحاصل رہے گا۔ میں اسے گنوا دوں گا۔ اگرچہ میں ایسا بالکل نہیں چاہتا۔"

وہ سر جھکائے دانیال چاچو کو چھوڑ کر اٹھا تھا' اور چلتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

اب کیا رشتہ تھا اور کتنے لوگ سمجھانے آئے...... اور کتنے لوگ بتانے آئے کہ جو ہو رہا ہے غلط ہو رہا ہے اگر اسے محبت نہیں تھی تو......

لیانہ بیگ ان دونوں کو ہی مورد الزام ٹھہرا رہی تھی۔ اس کی نظر میں وہ دونوں ایک جیسے تھے۔ وہ کسی کو سننے کو تیار ہی نہ تھی' مگر احمار کی جس طرح حالت تھی اس میں بات کرنا تو ضروری تھی۔

"لیانہ! مجھے تم سے ملنا ہے۔" دانیال پیرزادہ نے فون ملا کر بات کی تھی۔

لیانہ نے وجہ پوچھی تھی۔ "کس سلسلے میں؟"

"اتنی کٹھور بھی مت ہو لیانہ! غلطیاں ہوتی ہیں' مگر غلطیوں کی کوئی تلافی بھی ہوتی ہے۔ ہم انسانوں کی دنیا میں رہتے ہیں۔ انسانوں میں جیتے ہیں۔ تم فرشتوں جیسی توقعات کر کے غلطی کر رہی ہو لیانہ۔" دانیال نے مدھم لہجے میں اسے اس کی غلطی کا احساس دلایا تھا۔

"ان باتوں کو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے دانیال! اور میں جانتی ہوں یہ دنیا انسانوں کی ہے۔ میں فرشتوں جیسی توقعات نہیں رکھتی' مگر انسانوں جیسی توقعات ضرور رکھتی ہوں۔ بہرحال کہاں ملنا ہے۔ آپ چاہیں تو آج شام گھر آ جائیں۔" وہ رضامند ہوتے ہوئے بولی تھی' مگر انداز میں لچک نہیں تھی۔

"نہیں گھر نہیں آ سکتا۔ تم آفس آ جاؤ۔"

"ٹھیک۔" لیانہ نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔

دانیال گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

●☺●

"ہماری اچھی یادیں تاروں کی طرح ہم سے جڑی رہتی ہیں۔ ہم جب کبھی بھی اداس ہوتے ہیں تو سر اٹھا کر ان تاروں کو دیکھتے ہیں۔ میں بھی اکثر ایسا ہی کرتی ہوں۔" وہ اداس پاس رک کر اسے کافی کا کپ تھماتی ہوئی بولی تھی۔

وہ جو بہت محو تھا چونکا تھا پھر مسکرا دیا تھا۔ انداز میں ملائمت تھی۔ پتہ نہیں کیوں اس کا انداز اس کے معاملے میں جارحانہ نہیں تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے' میں ان تاروں میں کسے تلاش رہا ہوں؟"

"مجھے نہیں پتا۔" سوال اگرچہ غیر متوقع نہیں تھا' مگر وہ اس کے لیے تیار نہیں تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی' ادیان یہ سمجھے کہ وہ منال احمد سے جل رہی ہے یا پھر منال احمد کو لے کر اس پر کوئی الزام عائد کر رہی ہے۔

ان دونوں کے درمیان اگرچہ کوئی باقاعدہ رشتہ نہیں تھا' مگر کس بات کو لے کر وہ اس پر جتانا بھی نہیں چاہتی تھی۔

"کوئی قیاس تو ہوگا؟" ادیان نے اس کی طرف بغور دیکھا تھا۔

"نہیں......" اس نے مکمل دامن بچا لیا تھا۔

"شعور......" ادیان نے ایک کوشش اور کی تھی۔ پتا نہیں' وہ اس کیے کیا سننا چاہ رہا تھا اس نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"تم جب تاروں کی طرف دیکھتی ہو تو کسے سوچتی ہو؟" ادیان نے سوال داغ دیا تھا جانے کیا جاننا چاہتا تھا وہ......

"اپنی ماں کو...... بے جی کو...... میرے تارے تو یہی ہیں۔ بہت یاد آتی ہے ان کی۔" اس کی آنکھوں میں نمی جمع ہوگئی تھی' مگر اس نے چہرہ پھیر کر اس نمی کو بھرپور طریقے سے چھپانے کی کوشش کی تھی۔

ادیان کو صاف لگا تھا جیسے وہ اپنے دکھ بھی اس سے بانٹنا نہیں چاہتی۔

"بہت یاد آتی ہے تمہیں ان کی؟"

سوال یقیناً بہت فضول تھا' مگر جانے کیوں وہ پوچھ گیا تھا' مگر ایک لمحے میں اسے وہ لڑکی بہت پیاری لگی تھی۔ ان سب کو چھوڑ کر سات سمندر پار آنا...... اتنی مشکلات کو جھیلنا ہارنا...... ٹوٹنا...... بکھرنا......' اور پھر سے اٹھ کر کھڑے ہونے کی کوشش کرنا......' اور خود کو کبھی بھی بے ہمت ظاہر نہ کرنا حتیٰ کہ اپنے آنسو بھی دوسروں سے چھپانا...... اس کی اس حالت کا ذمہ دار

کون تھا؟

اسے اپنوں سے دور لے جانے والا' اور اپنے تک نہ آنے دینے والا شخص...... صرف وہ تھا۔ طالیہ جبران کے اتنے دور تک نکل آنے کا حوالہ صرف وہ تھا' اور وہ...... ادیان کا دل چاہا' جانے کیوں چاہا تھا کہ وہ ان پلکوں پر سے ان موتیوں کو بہت احتیاط سے چن لے اتنی آہستگی سے...... کہ اسے بھی اس بات کو خبر نہ ہو' مگر لاکھ چاہنے کے باوجود وہ اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا پایا تھا۔ کل تک یہی ہاتھ اس لڑکی کی طرف بہت جارحانہ' اور وحشیانہ انداز میں اٹھے تھے' مگر آج جانے کیوں وہ اسے چھونے کی خواہش اپنے اندر محسوس کرتے ہوئے بھی اسے چھو نہیں پا رہا تھا۔

اس کے اتنے دکھ' تکالیف دینے کے باوجود وہ اس کی دل جوئی کو اس کی دوست بنی اس کے سامنے کھڑی تھی۔

اور وہ...... کبھی کسی ایک لمحے میں بھی اس کا خیر خواہ نہیں بن پایا تھا۔ یہ کیسا احساس تھا جو اندر جاگ رہا تھا......

کیا اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا......

"آپ کو منال احمد کی زیادہ یاد آرہی ہو تو اسے فون کرلیں یا پھر ملنے چلے جائیں۔" وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھا' جب اس نے طالیہ جبران کی آواز سنی تھی۔ وہ چونکا تھا' پھر اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"کہاں؟ کہاں جاؤں؟ کہاں جاؤں اب؟"

انداز میں ایک پژمردگی' اور شکست تھی' مگر طالیہ جبران اس بات کو نہیں سمجھ سکی تھی' اور سرعت سے بولی تھی۔

"آج کے دور میں کسی کا گمنام ہو جانا یا گمنامی اختیار کر لینا آسان نہیں۔ اگر منال احمد نے آپ کو کوئی فون نمبر یا ایڈریس نہیں دیا تو اس بات کا پتا لگانا اتنا مشکل بھی نہیں۔" وہ مکمل خیر خواہ لہجے میں بولی تھی۔

"ہاں' ٹھیک کہتی ہو۔" ادیان حاکم چغتائی نے نرمی سے کہتے ہوئے اس چہرے کو بغور دیکھا تھا۔

"ایک بات پوچھوں؟" وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔

"ہاں......"

"آپ نے منال احمد کو جانے کیوں دیا؟"

"پتا نہیں......" ادیان نے جواب دینے میں کوئی تاخیر نہیں کی تھی۔

"اگر آپ کے لیے یہ مشکل تھا تو کیسے کر پائے آپ؟"

وہ حیران تھی' اس لیے نہیں کہ وہ ان پہلوؤں میں اپنے لیے کوئی گنجائش ڈھونڈ رہی تھی...... بلکہ اس لیے کہ وہ ان پہلوؤں میں منال احمد کو پھر سے ادیان کے قریب لانا چاہتی تھی۔

"اگر آپ دونوں سے کوئی شکوہ بھی تو اس کا حل نکالا جا سکتا تھا۔ محبت بہت سی باتوں کی گنجائش رکھتی ہے۔ معاف بھی کر سکتی ہے' اور درگزر بھی۔ بہت سے لوگ نہیں جانتے" مگر محبت کا دل بہت بڑا ہوتا ہے۔"

وہ اپنے مخصوص مدھم انداز میں بولی تھی۔

"آپ کو اپنی زندگی' اور محبت کو ایک موقع اور دینا چاہیے ادیان' یہ اقدام خوش آئند ہوگا۔"

وہ اسے حل پیش کر رہی تھی جس کی خود کی زندگی صرف سوالیہ نشانوں سے بھری تھی

جس کی خود کی زندگی الجھنوں' اور مسائل میں قید تھی......

وہ اس محبت کے مفہوم بتا رہی تھی جو خود کبھی ایک لمحے کی محبت بھی نہیں پا سکی تھی......

ادیان حاکم چغتائی صرف خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

✿✿✿

"غادیہ' محبت کا حصول پا لینا نہیں ہے' محبت دور رہے یا پاس' اس سے فرق نہیں پڑتا" کہ محبت باقی رہتی ہے' چاہے پاس رہے یا پھر میلوں کی' صدیوں کی دوری پر جا نکلے......

آپ اس رشتے سے انکار کر سکتی ہیں۔ اگر آپ کا دل نہ مان رہا ہو تو کوئی جبر نہیں۔ میں صرف آپ کی خوشی چاہتا ہوں' آپ کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔"

اس کے پاس بیٹھا وہ بہت دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا' اور وہ سر جھکائے سن رہی تھی۔

"میں نے اس رشتے کا مشورہ نہیں دیا تھا۔ سچ پوچھیں تو مجھ میں ہمت بھی نہیں تھی۔ آپ نے تو یہ احساس بہت بعد میں دلایا' میرے ساتھ تو یہ احساس ہمیشہ پلتا رہا' اور مجھ یاد رہا کہ آپ میں' اور مجھ میں زمین' اور آسمان کا فرق ہے۔

آپ کی حیثیت' اور مرتبے کے لائق میں نہیں۔ میں آج جو بھی ہوں' صرف اس ایک مہربانی کی بدولت جو کبھی آپ نے مجھ پر کر دی تھی۔

یہ سچ ہے مجھے آپ سے محبت ہو گئی تھی......

بہت بہت زیادہ محبت......

اتنی کہ کبھی میں خود بھی ناپ تول نہیں سکوں گی۔

اس محبت کے ساتھ ہی آپ کو حاصل کرنے کی خواہش بھی میرے اندر کہیں سر اٹھانے لگی

' اور یہ خواہش بالکل ایسی تھی جیسے کوئی ننھا بچہ ماں کی گود میں سے ہمک ہمک کر چاند کی خواہش کرتا ہے......

میں چاند کا تمنائی تھا غادیہ' اور اس کے قابل بھی نہیں تھا۔ یہ بات مانتا ہوں میں......

میں نے اسی لیے کبھی اپنی خواہشوں کو زبان نہیں دی تھی۔

میں نہیں جانتا' ابا کے ذہن میں یہ بات کیسے آئی؟' مگر میں نے ان سے اس بات کے لیے نہیں کہا تھا......

تعلق وہ ہوتا ہے غادیہ' جو دل سے بنے' اور دل سے قبول کیا جائے' دل سے بنایا جائے۔ کوئی کسی سے زبردستی نہیں کر سکتا' سو آپ بھی یہ فضول کی اسٹریس نہ لیں۔ آپ کو اپ سیٹ دیکھ کر' اور الجھا ہوا دیکھ کر خود کو الزام دینے پر مجبور ہو گیا ہوں۔

محبت اپنی خواہش کی تکمیل نہیں ہے غادیہ......!

محبت اپنی محبت کو خوش' اور آسودہ دیکھنا ہے......

میں آپ سے دور رہوں یا پاس' میرے دل میں آپ کے لیے یہ محبت ہمیشہ باقی رہے گی' اور یہ احترام بھی...... میری محبت کا مقصد آپ کو آپ کے مقام سے نیچے لانا نہیں تھا نہ ہی آپ کے مقام تک پہنچنا۔ اگر میری وجہ سے آپ ہرٹ ہوئی ہوں یا آپ کی سیلف ریسپیکٹ...... تو آئی ایم سوری......"

وہ کہہ کر اٹھا تھا' اور چلتا ہوا وہاں سے نکل گیا تھا۔

غادیہ کچھ نہیں کہہ سکی تھی نہ اسے روک سکی تھی' بس بیٹھی دیکھتی رہ گئی تھی۔

✿✿✿

"زندگی کبھی بھی ہماری قیاس کے مطابق نہیں چلتی......

اگر ہم چاہیں بھی تو ہم اسے اپنے اشاروں پر نہیں چلا سکتے لیناتہ۔"

دانیال پیرزادہ اس کے پیچھے کھڑا بول رہا تھا' اور سر جھکائے خاموشی سے بیٹھی تھی۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی یہاں آ گئی تھی حالانکہ جانتی تھی کہ ان باتوں کا انجام کیا ہوتا ہے' اور درحقیقت دانیال نے کیا کہنا ہے؟

"میں نہیں جانتا' تم دونوں کے ماضی میں کیا ہو رہا' اور ایسا کیا ہوا کہ تم اس کے لیے اعتبار کو معاف نہیں کر سکیں' مگر میں آج ایک جنون اس کی نگاہوں میں تمہارے لیے دیکھ رہا ہوں' ایک محبت ہے۔ وہ جب بولتا ہے' تو وہ محبت اس کے روم روم میں بولتی ہے۔ نہ بھی بولے تو وہ محبت' اس کے تیور بتاتے ہیں کہ کچھ ہے۔ وہ خاموش محبت بولتی ہے۔ میں دیکھ پایا' میں نے دیکھا لیناتہ' اور وہ محبت میں نے تمہارے اندر بھی دیکھی...... میں نے وہ رشتہ ختم کیا' کیونکہ مجھے لگا' میں

اس رشتے کو آگے بڑھا کر کوئی غلطی کر رہا ہوں' دو محبت کرنے والوں کے ساتھ ناانصافی کر رہا ہوں' اور مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ سو میں نے اس تمہارے رشتے کو کالعدم قرار دے دیا۔

ایسا اس لیے نہیں ہوا کہ میں ایسا چاہتا تھا..... ایسا اس لیے ہوا لیانہ' کیونکہ مجھے ایسا لگا کہ مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے' مگر میں چاہتا تو اس رشتے کو آگے بڑھا سکتا تھا' مگر میرا ایسا کرنا خود غرضی ہوتی۔ تم دونوں کے ساتھ ناانصافی ہوتی' اور وہ ناانصافی کر کے میں خود کو کبھی معاف نہ کر پاتا۔

تم اتنی اچھی ہو لیانہ کہ کسی کو بھی تم سے پیار ہو جائے..... میں مانتا ہوں' مجھے بھی کچھ لگاوٹ تو تم سے ہو ہی چلی تھی' مگر میرے لیے تم دونوں کی خوشی زیادہ اہم تھی.....

تم میرے ساتھ ہو کر بھی میرے ساتھ نہیں تھیں' اور وہ اسفار خوش اور مطمئن ہونے کا ڈرامہ کرتے کرتے ہار گیا تھا.....

صاف پڑھے جا رہے تھے' تم دونوں۔

محبت عجب شے ہے..... کرنے والے سمجھتے ہیں' کسی کو کوئی خبر نہیں.....' مگر اس کی خوشبو کی کوئی حد ہوتی ہے نہ سمت..... یہ چاروں' اور پھیلتی ہے' اور سب کو بتا دیتی ہے کہ وہ موجود ہے۔ تم دونوں نے نہیں بتانا چاہا..... کبھی بھی نہیں..... مگر اس کے باوجود مجھے خبر ہو گئی۔ میں نہیں جانتا لیانہ' تم Pretend کرتے رہنا کیوں چاہتی ہو؟ از اٹ پورا ایگو اور تھنگ ایلس.....؟ بٹ..... یہ ٹھیک نہیں ہے۔

انا پرستی سے کبھی کسی کے ہاتھ کچھ نہیں آتا' کبھی کوئی خوش نہیں رہ پایا۔ اگر تمہیں اسفار سے کوئی شکایت ہے بھی تو اس پر بات کی جا سکتی۔ اگر اس نے برا سلوک تم سے روا رکھا بھی ہے تو اس کا ازالہ بھی ممکن ہے۔

دنیا میں ایسا کوئی جرم نہیں ہے لیانہ' جس کی تلافی نہ ہو سکے۔ تم اگر اسے کوئی سزا دینا چاہتی بھی تھیں تو تم اسے وہ سزا دے چکی ہو۔ تم سے دور رہنا' اور تڑپتے رہنا..... تمہاری بے حسی..... اس کے لیے بہت بڑی سزا ہے' جسے جھیل چکا ہے وہ۔ اب' اور سزا کا تعین کیا کرو گی تم؟"

دانیال پیرزادہ کہہ رہا تھا' اور اس کی بوجھل پلکوں سے نمکین پانی کے قطرے بہت خاموشی سے ٹوٹ رہے تھے۔

"اسے معاف کر دو لیانہ! اس کی درخواست میں تم سے کرتا ہوں۔ پلیز' اسے اپنے آپ کو' اور اس کو اتنی سزائیں نہ دو۔ غلطیاں سبھی سے ہوتی ہیں' معاف بھی کرتے ہیں' سبھی جیتے ہیں' اور جھیلتے ہیں۔

کچھ نیا نہیں ہے لیانہ' کچھ بھی عجب نہیں ہے۔ محبت میں بہت گنجائش ہوتی ہے۔ پلیز' اپنے اندر یہ گنجائش نکالو' یہ وسعت پیدا کرو' وہ شرمندہ ہے' تمہیں چاہتا ہے' اتنی سزا کافی ہے اس کے لیے..... اب' اور نہیں' اس سب کو یہیں پر ختم کر دو' اور ایک نئے سفر کا آغاز کرو۔"

دانیال دھیمے لہجے میں بول رہا تھا۔ جب اسفار پیرزادہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا' اور سر جھکائے بیٹھی لیانہ کی طرف دیکھا تھا۔

"کسے سمجھا رہے ہیں آپ چاچو؟ یہ پتھر ہے' کچھ اثر نہیں ہونے والا اس پر..... ان لفظوں کا اثر کسی احساس و جذبات رکھنے والے انسان پر ہوتا ہے' پتھروں پر نہیں..... یہ صرف ایک ایگوئسٹ لڑکی ہے جو صرف اپنی ایگو کو زندہ رکھنا چاہتی ہے' اس کے لیے پیار' محبت' سب فضول کی چیزیں ہیں۔ یہ احساس نہیں رکھتی' جذبات نہیں رکھتی۔ آپ اپنی انرجی اس کے سامنے اس کو سمجھانے میں ضائع مت کریں۔ میری وکالت مت کریں۔ یہ کچھ سمجھنے والی نہیں ہے۔

محبت ہے مجھے..... ہزار بار کہہ رہا ہوں میں.....' مگر مجھے اس کے لیے بھیک نہیں مانگنا ہے کسی سے۔ اگر یہ اپنی ایگو کے ساتھ خوش ہے تو ہمیں اسے بیدار کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

اگر آج میں پچھتاوے کی آگ میں جل رہا ہوں تو کل یہ بھی اس پچھتاوے کی آگ اپنے اندر محسوس کرے گی۔ آپ اگر اسے اب سمجھائیں گے تو یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ سات برس ہم ایک دوسرے کے بنا گزار چکے ہیں۔ ایک دوسرے کی لگن میں جلتے' اور سلگتے.....

اب' اور کتنا اور..... اس کا تعین اسے خود کرنے دیں۔

اگر نقصان میرا ہے تو کچھ خسارہ یہ بھی محسوس کرے گی۔

آج نہیں..... اب نہیں.....' مگر کبھی کسی' اور لمحے میں.....

آپ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ میں جانتا ہوں' آپ کی کی گئی یہ وکالت کام نہیں آئے گی....."

اسفار بولا تھا' اور جس تیزی سے آیا تھا' اسی تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔

دانیال خاموشی سے کھڑے صورت حال کو دیکھ رہے تھے۔

لیانہ نے جواب تک سر جھکائے صرف خاموشی سے آنسو بہا رہی تھی' وہ بھی اٹھی تھی' اور اس دروازے کی جانب بڑھ گئی تھی' یہ Negotiation کسی کام نہیں آیا تھا۔ سب لاحاصل رہا تھا۔

●❁●

"لڑکا اچھا تھا' ہم تو چاہتے تھے اب کے بات بن جائے اور غادیہ کی شادی ہو جائے' مگر قسمت کو کیا منظور ہے' یہ کوئی نہیں جانتا۔" دادی اماں نے کسی قدر پر افسوس انداز سے کہا تھا۔

"ہاں اماں! خواہش تو میری بھی یہی تھی۔ مجھے یقین تھا' غادیہ بہت خوش رہتی۔ دامی کے بعد وہ بہت گم صم ہو گئی ہے۔ مجھ سے اس کی تکلیف نہیں دیکھی جاتی تھی۔ میں اسے خوش چاہتی تھی مگر......

فریدوں کے جانے کا ملال مجھے ابھی سے ہو رہا ہے اماں! ایک ماں ہوں میں۔ اپنی بیٹی کا اچھا چاہتی ہوں۔ اسے اپنے گھر میں آباد دیکھنا چاہتی ہوں۔ اولاد کو لے کر ماں باپ کی کیا فکریں ہوتی ہیں' یہ اولاد کبھی جان نہیں پاتی' نہ سمجھ پاتی ہے۔ زندگی کا کیا بھروسہ ہے اماں' مرنے سے پہلے غادیہ کو اپنے گھر کا دیکھنا چاہتی تھی' مگر لگتا ہے اب یہ خواہش پوری نہیں ہو گی......

بیٹیاں بوجھ نہیں ہوتیں اماں! مگر بیٹیوں کے فرض بہت کٹھن ہوتے ہیں جو انجام دینا بہت ضروری ہوتے ہیں۔ اگر فریدوں چلا گیا' جیسا کہ وہ کہہ رہا ہے تو...... لگتا ہے' کچھ باقی نہیں رہے گا۔" اماں بہت دکھی دکھائی دے رہی تھیں۔

غادیہ جو ان سے کچھ کہنے آئی تھی' وہیں دہلیز پر رک گئی تھی۔

"یہ فریدوں کہاں جا رہا ہے؟" وہ خود کلامی کے سے انداز میں بولی تھی۔' اور پھر وہاں سے ہٹ گئی تھی۔ سارے گھر میں اسے دیکھا تھا۔ اس کے کمرے میں بھی جھانکا تھا' مگر وہ کہیں نہیں تھا۔

"فریدوں......" اس نے آواز لگائی تھی شاید وہ واش روم میں ہو' مگر وہ نہیں تھا۔ اس کا سامان بیڈ پر بکھرا پڑا تھا۔ غالباً وہ پیکنگ کر رہا تھا۔

"کہاں جا رہا ہے یہ؟" غادیہ نے پھر سے خود کلامی کی تھی' اور آگے بڑھی تھی۔ کپڑوں کے نیچے سے ایک سیاہ ڈائری جھانک رہی تھی۔ اس نے بہت آہستگی سے جھک کر وہ ڈائری کھینچی تھی۔

یہ ٹھیک نہیں تھا' کسی کی پرسنل چیزوں کو کھولنا' اور پڑھنا...... مگر جانے کیوں وہ کھول گئی تھی؟

"تم میری خواہشوں میں شامل ہو
کب سے......؟
کیونکر......
نہیں جانتا
مگر کوئی تعرض بھی اب دل نہیں مانتا

تم پاس ہو...... دور ہو
دل نہیں جانتا
مگر تمہارے بنا دل نہیں مانتا
دل نہیں مانتا

غادیہ نے صفحہ پلٹا تھا۔

"تیز بارش میں
اس سنگی بینچ پر بیٹھے ہوئے
میں نے تمہیں دیکھا تھا
تمہاری آنکھ میں خواب جلتے تھے
'اور ان خوابوں کا کوئی انجانا کونہ
میرے دل سے بندھ گیا تھا
تمہارے خوابوں کا میرے دل سے
اک ناتا بن گیا تھا
نہ تمہیں خبر تھی
نہ میں جانتا تھا' مگر اس اک رشتہ (اس کے) تیرے میرے درمیان
بن گیا تھا تمہاری آنکھوں کے کناروں پر جب کوئی سایہ پھیلتا تھا
تو میرے دل کے کمرے میں اداسی پھیل جاتی تھی
میں نے آنسوؤں کی کمی کو بھی اپنے دل پر
جھیلا ہے
جو تمہاری آنکھوں میں تھی
کسی کے غم میں جب تم میرا شانہ تھام کر اپنا دکھ بہاتے تھے
تو میرا اپنا اندر اس سمندر میں ڈوبتا تھا
شاید وہ محبت تھی
مجھے اس محبت کا راستہ تلاشنے میں مدتیں لگیں
مگر میں اب بھی الجھنوں میں ہوں
تمہارے دل کے دروازے پر چپ چاپ کھڑا ہوں
میرے لفظ گم ہو گئے ہیں
میں بولنے کا فن بھول گیا ہوں

تمہیں دیکھتا ہوں تو میلوں کی صدیوں کی دوری پر پاتا ہوں
فاصلوں کی دھول چہروں پر پاتا ہوں
میں نے صدیوں کا سفر کیا
اور آج بھی تنہا کھڑا ہوں
محبت عجیب ہے
بہت ہی عجیب
اور مجھے تم سے محبت ہے"

غادیہ نے کئی صفحے الٹے تھے' مگر سارے صفحات ایسے ہی جنوں خیزی سے پڑ تھے۔
وہ دیوانہ تھا ـــــ پاگل تھا۔
کیسی جنوں خیزی تھی یہ..... کیسا پاگل پن تھا۔

"سنو غادیہ......!
تمہاری آنکھوں میں جو گرہ یز تیرتے ہیں
مجھے ان کی وضاحت دو
تم جو جاننے والی ہو
لکیریں کھینچی ہوا لکیروں سے
میں ان میں خود کو قید پاتا ہوں
تم جتنا دور جانکلنے کے جتن کرتی ہو
میں خود کو تم سے اتنا پاس پاتا ہوں
یہ کیا ہے......؟
اگر محبت نہیں تو پھر کیا ہے؟
کیا ہے......؟؟

●❀●
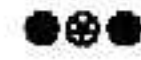
غادیہ حیرت زدہ تھی۔
نگاہ ساکت تھی۔
اور زبان گنگ ـــــ!
ان لفظوں کو پڑھ اس کی ساری ہمت جواب دے گئی۔
وہ ساکت سی اسی طرح کھڑی تھی' جب اس کے شانے پر کسی نے ہاتھ رکھا تھا۔ وہ یکدم چونک کر پلٹی تھی۔
اماں اس کے پیچھے کھڑی تھیں۔ اس کی رکی ہوئی سانس بحال ہوئی تھی۔ اسے لگا تھا لمحہ بھر کو دل بند ہونے کو تھا۔ اس خیال سے کہ اس کے پیچھے کہیں فریدوں نہ ہو..... مگر اماں کو دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی تھی۔
"تم یہاں کیا کر رہی ہو غادیہ؟ فریدوں کہاں ہیں؟" اماں نے پوچھا تھا۔
اس نے ڈائری والا ہاتھ پشت پر کر لیا تھا۔
"مجھے نہیں پتا' میں بھی اسے ہی دیکھنے آئی تھی۔" غادیہ نے پرسکون انداز میں جواب دیا تھا۔

اماں نے طائرانہ نظر کمرے میں ڈالی تھی
"اف کس طرح سے کمپٹ ہے۔ قیصر کو یہاں بھیجو' یہاں آ کر کمرہ صاف کر دے۔"
اماں نے کہا تھا۔
"جی میں کہتی ہوں۔" غادیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔
اماں واپس پلٹ گئی تھیں۔
"قیصر' او قیصر ـــــ" اماں کی آواز کچھ دوری پر پہنچی تھی۔
غادیہ نے ڈائری والا ہاتھ بہت آہستگی سے آگے کیا تھا۔ ایک لمحے میں یہ واپس دھرا تھا۔ جہاں سے اٹھایا تھا اور پلٹ کر تیزی سے جاتی ہوئی باہر نکلی تھی' جب کسی سے ٹکرا گئی تھی۔

نادیہ نے حواس باختہ سی سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ فریدوں نے اس کے سامنے تھا۔

"کیا ہوا؟" فریدوں نے اس کی اڑی اڑی رنگت دیکھ کر پوچھا تھا۔

اس نے سرنفی میں ہلا دیا تھا۔

"تمہیں...... تمہیں دیکھنے آئی تھی۔" بروقت بہانہ سوجھا تھا۔

"ہاں' ذرا باہر تک گیا تھا۔ آپ کو کوئی کام تھا؟" فریدوں نے مؤدب انداز میں پوچھا تھا۔

"ہاں' وہ اماں...... اماں بلا رہی تھیں۔" نادیہ یہ کہہ کر تیزی سے نکل گئی تھی۔

فریدوں نے اس کی پشت کو دیر تک دیکھا تھا۔

●●●

زندگی کسی ڈگر پر نہیں تھی' مگر اب اس زندگی سے اتنی شکایتیں نہیں رہی تھیں' نہ ہی کوئی خوش فہمی تھی' کچھ ٹھیک نہ بھی ہوتا' تو انہی حالات کے ساتھ گزارہ کر سکتی تھی۔

"طالیہ' شام کو گھر میں تقریب ہے' تم نے تیاری کر لی ہے؟" بوا نے اس کی پشت پر کھڑے ہوئے دریافت کیا تھا۔

"نہیں بوا! میں اس تقریب کا حصہ نہیں ہوں۔" اس نے چہرے کی کلینزنگ کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔

بوا نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"تم کیسی باتیں کر رہی ہو طالیہ؟ تم اس گھر کا حصہ ہو' اور اس تقریب کا حصہ نہیں۔" بوا نے تشویش سے اسے دیکھا تھا۔

"آپ جانتی ہیں بوا' اس رشتے کی حقیقت کیا ہے اور میری اس گھر میں پوزیشن کیا ہے۔" طالیہ کا انداز مدھم تھا۔

بوا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"بیٹا' تو اپنی تمام کشتیاں جلا کر آئی ہے' اور تمام کشتیاں جلا کر آنے والا مڑ کر پیچھے واپس کبھی نہیں دیکھتا' تمہیں یہیں اپنی جگہ بنانی ہے۔ تیری شادی ہو چکی ہے' ادیان سے آج یا کل' دیر یا بدیر...... مگر تمہیں' اور اس رشتے کو قبول تو کرنا ہی ہوگا۔" بوا نے کہا تھا' اور وہ مسکرا دی تھی۔

"تم مسکرا رہی ہو؟" بوا نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

طالیہ نے کاٹن ایک طرف ڈال کر کلینزنگ ختم کرتے ہوئے بوا کی طرف دیکھا تھا' اور ملائمت سے بولی تھی۔

"بوا' خوش فہمیاں کچھ نہیں دیتیں۔ میں یہاں ادیان کے ساتھ رہ تو رہی ہوں' مگر مجھے

پتا نہیں ہے اس تعلق کا اگلا موڑ کیا ہو گیا یا سمت کیا ہو گی؟ میرے لیے ان سمتوں کا تعین کرنے کی سکت نہیں ہے۔ میں خوش فہمی میں زندہ رہ سکتی ہوں' نہ کوئی قیاس کر سکتی ہوں۔ میں صرف وقت کے ایک ریلے کے ساتھ ہوئے کسی ایک لمحے کی منتظر ہوں' جو میری سمت کا تعین کر دے۔ میری زندگی جو بھی ہے۔ جیسی بھی ہے' اس کے لیے تیار ہوں' اور بنا کسی شکوے' اور شکایت سے' اور اسے گزار رہی ہوں۔"

طالیہ نے بہت دنوں بعد اپنی موجودہ حالت کا جائزہ لیا تھا۔ وہ ان حالات سے گزرتے ہوئے اس طرح بے حس ہو چکی تھی کہ اب سرد و گرم کا کچھ اثر نہیں ہوتا تھا۔ بوا نے بہت پیار سے اس کا چہرہ ہاتھ میں لیا تھا۔

"بیٹا! میں تجھے کوئی جھوٹی امید تو دلانا نہیں چاہتی' مگر دنیا میں نے بھی دیکھی ہے' انسانوں کی تھوڑی بہت تو سمجھ تو مجھے بھی ہے۔ کوئی خوش فہمی نہیں' مگر اندازہ تو لگا سکتی ہوں کہ اب تیری زندگی کے اچھے دن دور نہیں' بہت جلد بہت اچھا وقت بھی آنے والا ہے۔ سیانے کہتے ہیں' سیاہ رات بہت طویل بھی ہو جائے تو دن کے آنے کو کوئی روک نہیں سکتا۔ کچھ اور نہیں تو میں تجھے دعا تو دے سکتی ہوں۔" بوا کے لہجے میں شفقت تھی۔ طالیہ کا ہاتھ تھامتی ہوئی مسکرا دی تھی۔

"آپ کی دعاؤں کے لیے تھینکس نہیں کہوں گی بوا' کیونکہ میرا ابھی یقین ہے کہ دعائیں کرشمات دکھا سکتی ہیں' مگر میں کوئی بھی امید باندھنا نہیں چاہتی اب۔ امیدیں جب ٹوٹتی ہیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے۔" طالیہ کا لہجہ بہت تھکا ہوا تھا۔

"کہیں جا رہی ہے تو؟" بوا نے اسے بالوں میں برش کرتے دیکھ کر کہا تھا۔

"ہاں' بہت دنوں سے [illegible] سے نہیں ملی تھی۔ شکوہ کر رہا تھا' اس پرائے دیس میں' اور کوئی اپنا تو ہے نہیں میرا۔ وہی ایک سچا دوست ہے۔ سوچا آج اسی سے مل لوں۔"

"تو' تو پارٹی میں شریک نہیں ہو گی؟" بوا نے اسے سمجھانے کے بعد بے یقینی سے دیکھا تھا۔

"پتا نہیں بوا! پھر ابھی تو خاصی دیر بھی ہے۔" طالیہ کہتے ہوئے اٹھی تھی' اور چلتی ہوئی وارڈ روب تک گئی تھی۔ دروازہ کھولا تھا' اور کوئی مناسب ڈریس دیکھنے لگی تھی۔

بوا نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا' اور بہت آہستگی سے بولی تھی۔

"طالیہ' تم نے اب تک بہت ہمت دکھائی ہے۔ تم بلاشبہ ایک بہادر لڑکی ہو' جو اپنے حق کے لیے لڑنا بھی جانتی ہے' اور خود کو ثابت کرنا بھی۔ تم چاہو تو کچھ بھی کر سکتی ہو۔ اب تک کی بندھی ہوئی تمہاری ہمت اس طرح اب نہیں ٹوٹنی چاہیے۔ جب تم اتنا طویل سفر زندگی کے اس پل صراط پر عبور کر سکتی ہو تو اب تو تم اس سفر کے اختتام پر ہو۔" بوا نے سمجھایا تھا۔

"اختتام اختتام ہے یا نہیں' اس کے بارے میں ہم اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہیں جب کہ یہ بات نہ آپ جانتی ہیں نہ میں۔" طالیہ بہت نرمی سے مسکرائی تھی۔

ہما کو اس وقت وہ دھان پان سی لڑکی ہمتوں میں کسی قدر کمزور لگی تھی' جیسے وہ بہت تھک گئی ہو۔

"حالات بدل رہے ہیں طالیہ' یہ تم دیکھ رہی ہو' اور میں بھی۔ اب تقریباً پہلے جیسی صورت حال نہیں ہے۔ چیزیں پہلے کے مقابلے میں بہت سلجھتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں۔ سب تم نے ممکن کیا ہے' تمہاری ہمت نے ممکن بنایا ہے۔"

"مجھے پتا نہیں' آپ کس بات پر' اور کامیابی پر مجھے اتنا سراہ رہی ہیں ہما؟ مگر مجھے ابھی کوئی کامیابی دکھائی نہیں دیتی۔ میں اب بھی خود کو وہیں پر کھڑا محسوس کرتی ہوں' جہاں سے چلی تھی' پروگریس کہیں نہیں ہوتی۔" وہ بہت ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

"کوئی امید کی کرن تجھے دکھائی دیتی ہو نہ ہو' مجھے دکھائی دیتی ہے۔ کوششیں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں۔ اب تو منال احمد نہیں رہی۔" ہما نے بالآخر وہ بات کہہ ہی دی تھی' جو وہ محسوس کر رہی تھیں' مگر طالیہ مسکرا دی تھی۔

"آپ اگر سمجھتی ہیں کہ منال احمد کا چلے جانا ہی کوئی کامیابی ہے' تو ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔ اس کے جانے سے نہ کوئی خوشی ہوئی ہے' اور نہ کوئی کامیابی ملی ہے' کیونکہ وہ جا کر بھی مجھے کہیں آس پاس محسوس ہوتی ہے۔ کچھ لوگ کبھی نہیں ہارتے ہما' اور منال احمد بھی یونہی انہی میں سے ایک ہے' وہ ہار کر بھی نہیں ہاری ہے۔"

طالیہ جانے کیوں آج بہت شکستہ دکھائی دی تھی' تبھی نگاہ اٹھی تھی' اس نے دیکھا تھا' دروازے کے بیچوں بیچ اویان حاکم چٹان کی طرح کھڑا تھا۔ وہ بے تاثر سے انداز سے پلٹی' اور واش روم میں گھس گئی تھی۔

ہما نے اویان کی طرف دیکھا تھا' مگر وہ بنا کچھ کہے پلٹ گیا تھا۔

"ہر گناہ کی معافی ہوتی ہے' تلافی ہوتی ہے۔ خدا انسان کی غلطیوں کو معاف کر سکتا ہے' پھر ہم بندے کیوں نہیں؟" ماہم نانا کے ساتھ بیٹھی تھی' جب وہ لاؤنج میں آئی تھی۔ نانا' اور ماہم ایک دوسرے کی کمپنی میں بہت انجوائے کرتے تھے۔ اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ نیلی کو دے سکتی' مگر ماہم ان سب کے بہت قریب تھی۔ وہ ٹیرس پر آ گئی تھی۔ تبھی ماموں اس کے پاس آ گئے تھے۔

"کیا ہوا بچے' اتنے اداس کیوں ہو؟" عمران نے ماموں نے پوچھا تھا' اور وہ مسکرا دی تھی۔

"نہیں اداس نہیں ہوں ماموں' بس چیزوں کو سوچ رہی تھی۔"

"کون سی؟"

"یہی کہ کبھی کبھی انسان بہت کچھ پانے کے چکر میں بہت کچھ گنوا دیتا ہے۔ کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں نے بہت سی چیزوں کو زندگی میں مس کر دیا۔ کئی چیزوں کو اس طرح سے محسوس نہیں کر پائی' جس طرح سے نارمل لوگ کر پاتے ہیں۔ آج اگر پاپا زندہ ہوتے تو شاید میں ایسی نہ ہوتی۔ میں نے جو گنوایا ہے۔ اس پر پچھتاوا نہیں' مگر ایک خلاء سا ضرور محسوس کرتی ہوں اندر کہیں۔" وہ پہلی بار بہت کھل کر بول رہی تھی' جو کچھ اس کے اندر تھا۔

عمران نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا' پھر نرمی سے مسکرا دیا تھا۔

"تم نے بہت سی ذمے داریوں کا جو بیڑہ اپنے کاندھوں پر اٹھایا تھا' آج تم اس میں سرخرو ہو چکی ہو' اب زندگی تمہارے آگے کھڑی ہے۔ کچھ دن اگر گزرے ہیں تو بہت سے اچھے دن تمہارے لیے آنے والے ہیں۔" عمران نے اس کے گرد بازو پھیلا کر ساتھ لگایا اور سر پر پیار کیا تھا۔

"ہاں ماموں' میں جانتی ہوں۔" وہ مسکرائی تھی۔

"میں تمہارے معاملات میں کوئی دخل اندازی تو نہیں کرنا چاہتا بیٹی' مگر تمہیں ایک بات سمجھانا چاہتا ہوں' چیزوں کو پوزیٹو یا نیگیٹو لینا صرف ہمارے اندر ہوتا ہے۔ چیزیں نیگیٹو یا پوزیٹو نہیں ہوتیں۔ ہمارے Prespective اور Perception چیزوں کو بناتا ہے' اور بدلتا ہے۔ جہاں سے تم کھڑی ہو کر دیکھتی ہو' تمہیں وہ منظر اپنے مطابق پورا یا ادھورا لگتا ہے۔" عمران نے اسے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا' وہ جانتی تھی اس لیے مزید کچھ نہیں بولی تھی۔

***

"یہ اچانک تم مجھے لے کر یہاں کافی شاپ پر کیوں آ گئے؟" غادیہ گاڑی سے باہر نکلی تھی' اور پھر اس کے ساتھ چل پڑی تھی۔

"آپ کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔" اس کے لیے کرسی کھینچتا ہوا وہ مؤدب انداز میں بولا تھا۔

"کیا؟" غادیہ نے اس کی طرف دیکھا تھا پھر مسکرا دی تھی۔ "کوئی لڑکی تو پسند نہیں آ گئی؟"

"لڑکی تو ایک ہی پسند آئی تھی مگر......" فریدوں بولے بنا نہیں رہ سکا تھا' تبھی فریدوں نے اس کی طرف دیکھا تھا' اور پھر آہستگی سے بولا تھا۔

"میں واپس جا رہا ہوں۔"

"کیا؟" وہ چونکی' اور فریدوں کی طرف دیکھا تھا۔

فریدوں نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"غادیہ' میں آپ کو مزید اپ سیٹ نہیں کرنا چاہتا۔ جو کچھ بھی اب تک ہوا' میں اس پہ واقعی شرمندہ ہوں۔ محبت اپنی جگہ' مگر جب وہی محبت کسی کے لیے پریشانی کا سبب بننے لگے تو محبت نہیں رہتی۔" وہ پہلے کے مقابلے میں کچھ سنجیدہ دکھائی دیا تھا۔

غادیہ کچھ نہیں بولی تھی۔ دھواں اڑاتی ہوئی کافی اس کے سامنے تھی۔ فریدوں بھی اس کے بعد کچھ نہیں بولا تھا۔

ہمیشہ بولتے رہنے والے شخص کے پاس آج یکدم لفظ ختم کیسے ہو گئے تھے یا وہ دانستہ چپ تھا' مگر خوشی کچھ نہیں کہہ پا رہی تھی' تو دونوں اس کے معنی سمجھنے سے گریزاں تھے۔

"کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے فریدوں۔" وہ کافی دیر نظر کافی کے کپ پر جمائے رکھنے کے بعد بولی تھی۔

وہ مسکرا دیا تھا' مگر اس مسکراہٹ میں بے بسی صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔

غادیہ سے کافی کے کپ کو اٹھا کر لبوں تک لے جانا دشوار ہو گیا تھا' مگر اس خاموشی میں اس کا دم سا گھٹ رہا تھا۔ اس نے کپ اٹھا کر لبوں تک لے جانا چاہا تھا' اور مدھم لہجے میں بولی تھی۔ "میں ٹھیک ہوں غادیہ۔"

غادیہ نے اس کی طرف دیکھنے سے مکمل اجتناب کیا تھا' اور مدھم لہجے میں بولی تھی

"میں ٹھیک ہوں۔" غادیہ نے فوراً ٹشو سے کلائی' اور ہاتھ صاف کیے تھے۔

"ایکسکیوز می......" پھر وہ اٹھی تھی' اور واش روم کی طرف چلی گئی تھی۔ ہمیشہ پُر اعتماد دکھائی دینے والی لمحے بہت بکھری بکھری' اور کھوئی کھوئی سی لگی تھی' جیسے الجھن اسے ستا رہی ہو۔

فریدوں کو اپنا آپ بہت مجرم لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس اس کی طرف آئی تھی۔ کرسی کھینچی تھی' اور خاموشی سے بیٹھ گئی تھی۔ فریدوں اسے دیکھ رہا تھا۔ اردگرد کے ماحول سے' لوگوں سے دونوں بے نیاز تھے۔

"غادیہ......"

فریدوں نے کچھ کہنے کے لیے پکارا تھا' مگر دوسرے ہی لمحے اس کے چہرے پر سے نگاہ ہٹا گیا تھا' اور کچھ کہنے میں پوری طرح ناکام رہا تھا۔ ارادے ڈھیر ہو گئے تھے۔ وہ چاہنے کی خواہش کے باوجود وہ کچھ کہہ نہیں پایا تھا۔

ایک......دو......تین۔

کتنے لمحے اسی تذبذب میں گزر گئے تھے۔ بالآخر غادیہ اٹھی' اور باہر کی طرف نکلنے لگی تھی۔ فریدوں نے بل پلیٹ میں رکھا تھا' اور تیزی سے اس کی تقلید کرتے ہوئے باہر آیا۔ فریدوں نے خاموشی سے دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی' اور گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

طویل خاموشی کی چادر نے ماحول کو لپیٹ کر ساکت کر دیا تھا۔ دونوں کے پاس کہنے سننے کو کچھ نہیں تھا۔ بس تذبذب کی سی کیفیت تھی۔

●●●
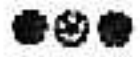
"اپنی شادی شدہ زندگی میں تم تو ایسی کھوئیں کہ دوستوں کی یاد تک نہیں آئی۔ یہ لڑکیاں شادی کے بعد کیوں بے وفا ہو جاتی ہیں؟" عج نے مسکراتے ہوئے شکوہ کیا تھا۔

طالیہ مسکرا دی تھی۔

"بے وفا لڑکیاں نہیں ہوتیں' لڑکے ہوتے ہیں۔" اس نے بدلہ اتارا تھا۔

"ٹھیک کہتی ہو' ویمن ہنڈرڈ پرسنٹ فیور' مگر جب کسی' اور سے یہی بات سنتے ہیں تو ڈائجسٹ کرنا تھوڑا سا مشکل لگتا ہے۔" وہ اپنے ازلی خوش گوار لہجے میں مسکراتا ہوا بولا تھا۔ طالیہ مسکرائے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"تم بھی نہیں بدلے عج......"

"تم کیا سمجھیں' تمہاری شادی کے بعد بدل جاؤں گا؟" اس نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔ طالیہ نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"تم جیسے ہو' ایسے ہی رہنا عج' تم میرے بہت اچھے دوست ہو' جیسے ہو' ویسے ہی اچھے لگتے ہو۔"

"مگر تمہیں وقت نے بہت تھوڑے ہی دنوں میں بہت بدل دیا ہے طالیہ۔" وہ یکدم اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا تھا۔

طالیہ جو مروت سے مسکرا رہی تھی' یکدم لب بھینچ گئی تھی۔

"کیسے ہیں آپ کے ہیرو صاحب؟"

"ٹھیک۔" وہ سر جھکا کر بولی تھی۔ اس کے اندر کا سارا حال اس کے چہرے پر عیاں تھا۔ جانے وہ خود کو کیوں چھپا نہیں پائی تھی۔

"مجھے گماں تھا' تم بہت خوش ہو گی' اور صورت حال کو اپنے کنٹرول میں کر چکی ہو گی' مگر تم......"

وہ بہت پھیکے پن سے مسکرا دی تھی۔

"چھوڑو میری زندگی کو تم بتاؤ' نیا کیا ہے؟ گھر میں سب کیسا ہے؟"

"سب ٹھیک ہے طالیہ' نیا کچھ بھی نہیں ہے۔ تم میری عادتیں جانتی ہو' نئی چیز اس ک ایکسیپٹ کرنے' اور پرانی کو چھوڑنے میں مدتیں لگتی ہیں' اور تمہیں بھلانا تو یوں بھی اتنا آسان نہیں" وہ مسکراتا ہوا بولا تھا۔

طالیہ نے ایک چپت اس کے بازو پر لگائی تھی' اور وہ ہنس دیا تھا۔

"سچ کہوں' رنگیلی تمہیں بہت مس کیا' مگر اس خیال سے کبھی بھی فون نہیں کیا یا ملنے کی کوشش نہیں کی کہ تم اپنی زندگی میں مگن' اور خوش ہو۔"

"زندگی میرے لیے اتنی سہل کبھی نہیں رہی' اور مجھے اتنی کوئی خوش گمانی بھی نہیں ہے بھی ہے' میں نے اسے accept کرلیا ہے۔"

"ایسے گزرے گی طالیہ' وقت' حالات' لوگ تمہیں Punish کررہے ہیں۔ تم کم از کم خود کو تو سزا مت دو۔"

"کیا کروں' کچھ سمجھ میں بھی تو نہیں آتا سچ! اس لیے میں نے اب اس بارے میں سوچنا ہی میں چھوڑ دیا ہے۔ کچھ ٹھیک ہو یا نہ ہو' مگر اب میں اس بارے میں سوچ کر اپنی انرجی ویسٹ نہیں کروں گی۔"

"گڈ' ویٹس دی سپرٹ۔ شکر ہے' تم نے اپنے بارے میں بھی سوچنا شروع کر دیا ویٹس اے healthy اینڈ positive سائن۔" سچ نے اسے سراہا تھا۔

"کوئی لڑکی ملی؟" طالیہ نے مدھم لہجے میں پوچھا تھا۔

"ہاں' بہت سی ہیں' یہاں وہاں...... اردگرد' مگر......"

"مگر کیا؟" وہ چونکی تھی۔

"کوئی تم سا نہیں ہے۔" سچ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ طالیہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا' مگر کچھ نہیں بولی تھی۔

"سوری' جسٹ کڈنگ۔" اس کے موڈ کا خیال کرتا ہوا مسکرایا تھا۔ "اچھی لڑکیاں تو بہت ملتی ہیں' اس روز تم سے اچھی بھی ایک لڑکی ملی تھی' میرے آفس کی لفٹ میں---- میں جب تک اس سے مانوس ہوتا یا کوئی contact نمبر وغیرہ لیتا' وہ اپنا مطلوبہ فلور آنے پر نکل گئی تھی پھر اس کے بعد وقت ہی نہیں ملا تھا کہ اس کے بارے میں سوچتا یا اسے تلاشتا۔" وہ بولا تھا' طالیہ مسکرا دی تھی۔

"گڈ سائن' اور تم کہتے تھے کہ دنیا میں کوئی مجھ سے کوئی اچھی لڑکی نہیں ہے۔" وہ مسکرائی

تھی۔

وہ ہنس دیا تھا۔ "دل کو تسلیاں دینا کوئی غلط بات تو نہیں۔ بات تو وہی ہے کہ میں تمہارے بغیر ہار گیا ہوں' مگر کہتے رہنے سے کہ میں نہیں ہارا' کیا جاتا ہے۔" وہ بولا تھا۔ طالیہ سر جھکائے مخمل کی سطح کو گھورے چلی جارہی تھی۔

"میں تمہارے لیے کافی بنا کر لاتا ہوں۔" وہ صورت حال کے تاثر کو تبدیل کرنے کو کہتے ہوئے اٹھا تھا۔

تبھی ڈور بیل ہوئی تھی۔ سچ نے بجائے کچن کی طرف جانے کے' دروازہ کھولا تھا۔ وہاں ادیان حاکم چغتائی کو کھڑے دیکھ کر وہ حیران نہیں ہوا تھا' مگر کچھ بھی کہے بنا ایک طرف ہٹ گیا تھا۔

طالیہ جو سر جھکائے بہت خاموشی سے بیٹھی تھی' تبھی نگاہ اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا تھا۔ دروازے کے بیچوں بیچ ادیان کو کھڑا دیکھ کر وہ چونکی تھی۔ اسے اندر آنے کا راستہ دیتا ہوا سچ سامنے سے ہٹ گیا تھا۔ ادیان اندر بڑھ آیا تھا۔

گھر میں پارٹی کو چھوڑ کر وہ اس کی تلاش میں اس کی طرف کیسے آ گیا تھا' اسے حیرت نے گھیرا تھا۔

"میں تمہیں لینے آیا ہوں طالیہ۔" وہ اس کے قریب آن رکا تھا۔ اس کا انداز اتنا سپاٹ اور دیا لیا تھا کہ جیسے اسے اردگرد کے ماحول سے کچھ لینا دینا نہ ہو۔

طالیہ اسے سر اٹھائے بہت حیرت سے دیکھ رہی تھی' جب اس نے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا دیا تھا۔

قدرے فاصلے پر کھڑا سچ' جو مکمل توجہ سے صورت حال کو دیکھ رہا تھا' ایک لمحے میں نگاہ چرا کر رخ پھیر گیا تھا۔

حیران تو طالیہ حیران بھی تھی۔ بڑھے ہوئے اس ہاتھ میں کیا اشارہ تھا۔ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

یہ عنایت تھی کوئی...... کرم تھا۔

یا پھر کوئی کرشمہ ہونے کو تھا۔

وہ سمجھ نہیں پائی تھی' مگر اس بڑھے ہوئے ہاتھ کو فوری طور پر نظرانداز بھی نہیں کرسکی تھی۔ بیٹھے بیٹھے ہاتھ بڑھا کر اس کی پھیلی ہوئی چوڑی ہتھیلی پر رکھ دیا تھا۔

ادیان حاکم چغتائی نے اسے آہستگی سے پکڑ کر یوں کھڑا کر دیا تھا۔ جیسے وہ موم کی بنی کوئی

گئی ہو۔ طالیہ اس کے ساتھ آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔ بچ ان سے مکمل بے نیاز رخ پھیرے کھڑا تھا۔

طالیہ جبران اپنے شریک زندگی کے ساتھ وہاں سے چلتی ہوئی نکل گئی تھی۔ جو کچھ ہو رہا تھا' وہ خود اس کی سمجھ میں بھی نہیں آ رہا تھا۔ پوچھنے کی ہمت بھی اس میں نہ تھی۔ وہ گم صم سی بیٹھی تھی۔ ادیان نے گاڑی ایک سیلون کے سامنے روکی تھی۔

"گاڑی کی پچھلی سیٹ پر آپ کا ڈریس ہے' اور اندر آپ کی آرائش و زیبائش کے لیے متعلقہ عملہ موجود ہے۔ میں گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں' آپ اندر جائیے۔ اگلے آدھے گھنٹے میں ہمیں پارٹی پہنچنا ہے۔"

وہ اسے آرڈر کرتا ہوا بولا تھا۔

کیسا انداز تھا...... وہ اس کا انتظار کرنا چاہتا تھا...... اس کا انتظار کرنے کے لئے کہہ رہا تھا...... یہ اس کی کیئر تھی اسے...... یا پھر اس کی کوئی ضرورت......

سوچنے کا وقت طالیہ جبران کے پاس نہیں تھا۔ بہت تھوڑا ٹائم دیا گیا تھا اسے۔ ادیان اسے اپنی حیثیت کے حساب سے سجا سنورا دیکھنا چاہتا تھا۔ شاید وہ کوشش ہو رہا تھا کہ اس کی ذات پر کوئی حرف نہ آ جائے۔

اس وقت وہ طالیہ جبران نہیں تھی' کوئی مجسمہ تھی' جس پر ادیان حاکم چغتائی کے نام کی مہر ثبت تھی۔ کوئی رشتہ اہم نہیں تھا' صرف اس وقت کی ضرورت تھی سب۔

کیسے' اور کس طرح سنوارا گیا تھا' وہ نہیں جانتی تھی' نیم جاں سی مردہ قدموں سے چلتی ہوئی باہر آئی تھی تو وعدے کے مطابق وہ باہر موجود تھا۔ وعدے نبھاتا ادیان حاکم چغتائی کو کب سے آ گیا تھا...... پوچھنے کی ہمت اس لمحے میں کہاں تھی...... وہ چلتی ہوئی اس کے سامنے رکی تھی۔

ادیان نے اسے سر تا پا بغور دیکھا تھا۔ اسے نہیں پتا تھا کہ وہ اچھی لگ رہی تھی یا بری اس نے آئینے میں اپنا عکس نہیں دیکھا تھا' اور اس وقت سوچوں میں اتنی الجھی ہوئی تھی کہ اس کی نظروں کی تپش کا بھی اندازہ نہیں ہوا تھا۔

ادیان نے دھیان اس کی طرف سے ہٹاتے ہوئے گاڑی کا فرنٹ ڈور اس کے لیے کھولا تھا۔ وہ کسی بت کی طرح بیٹھ گئی تھی۔ ادیان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی' اور گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

بہت سے لوگ تھے...... بڑے بڑے نام...... بڑے بڑے مرتبے...... ایک زبردست پارٹی تھی وہ...... ادیان حاکم چغتائی کے ساتھ بڑے پر اعتماد انداز میں قدم اٹھا رہی تھی۔ با

فخر مندی سے ہوئے سب سے متعارف کروا رہا تھا۔

"مائے وائف' طالیہ حاکم چغتائی......"

"طالیہ حاکم چغتائی۔" یہ نام پہلی بار سماعتوں نے سنا تھا۔ اس سے پہلے اسے ایسا کوئی حق دیا نہیں گیا تھا۔

وہ صرف طالیہ جبران تھی۔ آج شام کی اس ساعت سے پہلے' اس کے ایک لمحے سے پہلے...... صرف طالیہ جبران!

یہ یکدم اتنا کچھ تبدیل کیسے ہو گیا تھا......

اس کی شناخت بدل گئی تھی......

اس کا نام' پہچان بدل گئی تھی......

وقت نے ایک لمحے میں کیا کرشمہ کیا تھا......

"شی از مائے وائف۔"

وہ چونکی تھی' وہ متواتر اسے لوگوں سے متعارف کروا رہا تھا۔

"واٹ اے پرفیکٹ کپل......" کسی نے بھرپور طور پر سراہا تھا۔

ادیان حاکم چغتائی کے چہرے پر بھرپور مسکراہٹ تھی۔

طالیہ اس ماحول سے کیا' اس گھڑی سے اپنے آپ سے بھی بے خبر تھی۔

یہ پہلی بار تھا' جب وہ اس کے اتنا قریب تھا۔ پہلی بار' دانستہ طور پر اسے تھامے ہوئے تھا۔

ڈانس فلور پر کئی کپلز ڈانس کر رہے تھے۔ ماحول سے بے نیاز...... ایک دوسرے میں گم...... ادیان حاکم چغتائی نے اس کی طرف دیکھا تھا' اور کچھ پوچھا تھا۔ غالباً وہ ڈانس فلور پر جانے کے لیے سعادت مندی سے اس کی پرمیشن چاہ رہا تھا' مگر وہ کچھ سن نہیں سکی تھی۔ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھی۔ اور تبھی ادیان اس کا ہاتھ تھام کر اسے فلور کی طرف لے گیا تھا۔

اسے ان رسموں سے کچھ لینا دینا نہیں تھا' نہ وہ اس آزاد ماحول کا حصہ تھی' نہ ہی عادی تھی۔ اسے ان رسموں کو برتنا بھی نہیں آتا تھا' مگر اس لمحے اس شخص کے قریب تھی' جس کے قریب کے خواب ہمیشہ دیکھے تھے۔

سارا منظر خواب خواب سا تھا......

وہ جیسے کسی خواب میں سفر کر رہی تھی......

اگر یہ خواب بھی تھا تو وہ مطمئن تھی اس پل میں......

جی لینا چاہتی تھی اس ایک پل کو......

کتنے خواب تھے اس کی آنکھوں میں......' اور وہ اسے اس لمحے بت بنے سی دیکھ رہی تھی۔

ہمارے خیالوں میں
خوابوں میں' یادوں میں
باتوں میں رہتے ہو تم
بڑھا کے میں یہ ہاتھ چھونا جو چاہوں تو
پل بھر میں ہوتے ہو گم
تیرے پیار میں ایسے جیے ہم
جلا ہے یہ دل
یہ آنکھیں ہوئی نم
بس ایک پل

اس کے گرد اس کے بازوؤں کا گھیرا تنگ تھا۔ اس کا سر اس کے شانے پر تھا۔ یہ قربتیں جاں گسل تھیں۔ ان لمحوں کے لیے کب سوچا تھا اس نے...... کبھی خواب میں بھی نہیں...... پھر آخر یہ کیا تھا؟

سنا ہے محبت کی تقدیر میں
لکھے ہیں اندھیرے گھنے
تبھی آج ستارے بھی ذرا سا روشن ہی ہوئے
میرے ہاتھ کی لکیروں میں لکھے ابھی' اور کتنے ستم
خفا ہو گئی خوشی وقت سے' ہو رہے مہربان ہم
تیرے پیار میں کیسے جیے ہیں
جلا ہے یہ دل' یہ آنکھیں ہوئیں نم

اندر کی کوئی خلش تھی' پیاس تھی یا پھر کچھ اور' اس نے اس فراخ سینے پر سر ٹیک دیا تھا۔ ادیان حاکم چغتائی بھی جانے کیسے طلسم میں تھا' کیسا جادو اس کے اطراف اپنا حصار باندھے ہوئے تھا کہ اس کے حواس اس طلسم کدے میں گم ہو رہے تھے۔

اتنے لوگوں کے بیچ...... نیم تاریکی میں...... آرکیسٹرا (Orchestra) کی میٹھی سی

دھن...... ایسا والہانہ عالیہ جبران کا چہرہ تپنے لگا تھا۔ وہ سرخ پڑ چکی تھی' مگر ادیان حاکم چغتائی کو جیسے ارد گرد کی مطلق کوئی پروا نہیں تھی۔ اس دنیا کے لیے...... جہاں وہ کھڑی تھی' ایسا کچھ ہونا اچھا نہیں تھا۔ آخر وہ اس کا ہزبینڈ تھا' مگر وہ ان باتوں کی عادی نہیں تھی۔ تبھی اپنا آپ چھڑانا چاہا تھا' مگر ادیان حاکم اس کے لیے تیار نہیں تھا۔

"کیا تھا یہ...... ایک پل کا جنوں......

ایک لمحے کا دیوانہ پن......

وقتی والہانہ پن......

وقتی جنوں خیزی......

کیا سب کچھ صرف ایک لمحے کے طلسم کے حصار میں قید تھا' اور اس ایک لمحے کے بعد سب ہوا ہو جاتا تھا۔

یہ احساس آنکھوں میں نمی لانے کو کافی تھا۔ اس نے اپنا آپ اس شخص سے الگ کیا تھا۔ ادیان حاکم چغتائی نے اسے چھوڑنے سے پہلے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔ وہاں کی دیکھ کر وہ نگاہ نہیں ہٹا دیا گیا تھا۔

عالیہ نے ہاتھ ہاتھ سے چھڑایا تھا' اور بنا پلٹے' بنا پیچھے دیکھے' چلتی ہوئی اندر کی سمت بڑھنے لگی تھی۔

نمی تھی کہ سمندر ہو گئی تھی۔ آنکھوں کے آگے کا منظر دھندلانے لگا تھا مگر وہ اپنا ایوننگ گاؤن سنبھالتی ہوئی ہاتھ کی پشت سے آنکھوں کو رگڑتی ہوئی کمرے میں آئی تھی' اور جیسے ہی دروازہ بند کرنا چاہا تھا۔ پانیوں سے بھری نگاہ ٹھٹک گئی تھی۔

دروازے کے بیچوں بیچ ادیان حاکم چغتائی کھڑا تھا۔ وہ دروازہ بند نہیں کر سکی تھی۔ وہ اسے بغور دیکھتا ہوا اندر گیا تھا۔ دروازہ اپنے پیچھے بند کیا تھا' اور اس کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے درمیان کا وہ دو قدم کا فاصلہ بھی ختم کر دیا تھا۔

عالیہ اپنی نمکین پانیوں سے لبریز نگاہ اس پر سے ہٹا گئی تھی۔ ادیان نے ہاتھ بڑھا کر اس کا جھکا ہوا چہرہ اوپر اٹھایا تھا۔ پورے استحقاق سے مضبوط بازو اس کی کمر کے گرد پھیلایا تھا' اور اس کی آنکھوں کی اس نمی کو چننے لگا تھا۔ کتنے ہی قطرے اس نے اپنی پوروں سے چنے تھے۔

کیا تھا یہ...... بس اک پل کی خوشی......

تو کیا وہ بھی خود کو اس اک لمحے کی بے خودی کے حوالے کر دیتی...... بہنے دیتی اپنے آپ کو اس وقتی بہاؤ کے ساتھ...... سپرد کر دیتی' اپنا آپ اس کے پل کے لیے...... اس شخص کو۔

وہ کچھ سمجھ نہیں پائی تھی' مگر ادیان حاکم چغتائی کو آگے بڑھنے سے روک بھی نہیں پائی تھی۔ اس کے انداز میں ایک خودسپردگی تھی۔

اگر ایک پل کی خوشی وہ چاہتا تھا تو وہ اسے اس کے حق سے محروم نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔ اس حق کا جائز وارث تھا۔ اس سے پہلے اس نے اس شخص کو اتنا بے خود کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔

عالیہ جبران نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

●☺●
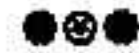
بہت سی کتابیں
بہت سی ڈیز' اور ویکینشس
بہت سی بے تکی اپائنٹمنٹس
دوستوں سے فون پر لمبی طویل گفتگو
یا پھر انجبی راہوں پر چلتے یونہی وقت بتانا
بے سمت رستوں پر بے وجہ خاک اڑانا
یا پھر بھیڑ کے انبوہوں میں
بے طرح خود کو الجھانا
بات بے بات ہنسنے کے بہانے
بہت ہیں خوش دنیا کو دکھانے
کتنے بہانے ڈھونڈتا ہے دل
فقط اسے بھلانے کو

"کبھی کبھی جو بات ساری دنیا کے سمجھانے پر بھی سمجھ نہیں آتی' تنہائی میں ایک بار سوچنے سے سمجھ میں آ جاتی ہے۔" کیانشہ نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ ماہم اس کے پیچھے کھڑی تھی۔

یہ کوئی طنز تھا اس پر' یا کوئی آگاہی تھی' وہ سمجھ نہیں پائی تھی' تبھی ماہم کی طرف دیکھا تھا' آج کل تو یوں بھی اسے ساری دنیا کی نگاہ خود پر لگی ہوئی' اور طنز کرتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔

"کیا ہوا' تم اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟ آر یو اوکے لبنی؟" اسے حیرت سے پلک جھپکائے اپنی طرف دیکھتا پا کر ماہم بولی تھی' تبھی کیانشہ نے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں' وہ نانا ابا سے کوئی بات ہو رہی تھی۔ خیر چھوڑو' تم کہیں جا رہی ہو؟ ابھی تو آفس سے واپس آئی ہو۔" ماہم نے پوچھا تھا۔

"نہیں' مگر ارادہ ضرور ہے' چلنا ہے تمہیں بھی؟ ذرا فورم تک جانا ہے' میرٹل شاپنگ کرنا

ہے۔"

"اوہ او کے۔۔۔" ماہم کا سارا تجسس جاتا رہا تھا۔ "میں بھی' تم کہیں کسی سے ملنے جا رہی ہو۔"

"کس سے؟ کس سے ملنے جاؤں گی میں؟" وہ چونکی تھی۔

"کزی' پی اے یو رائٹ مین' بٹ۔ ایسی ہاؤ' تم میری شاپنگ بھی خود ہی کر دینا' مجھے نہیں جانا۔" ماہم نے بدمزہ ہو کر کہا تھا۔

کیانشہ نے اسے گھور کر دیکھا تھا' مگر وہ اس کی طرف نرمی سے دیکھتی ہوئی مسکرا رہی تھی۔

"لبنی' تم ایسا مت سمجھنا کہ میں کسی' اور کے لیے تمہارے against کھڑی ہو رہی ہوں۔ میں صرف تمہاری خوشی کے لیے تمہارے against کھڑی ہو رہی ہوں' کیونکہ جب تم ایسی stupidity کرو گی تو یار مجھے یہ تمہارا خیال رکھنا ہوگا۔"

"stupidity? میں نے ایسا کیا کر دیا ہے؟" وہ چونکی تھی۔

"اب تک جو بھی تم نے کیا ہے' اور جو بھی کچھ تم کر رہی ہو لبنی' وہ صرف stupidity ہے۔ ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں سب کی زندگی میں ہوتی ہیں بلکہ اس سے اوپر نیچے کچھ بڑی باتیں بھی ہو جاتی ہیں' لیکن لوگ تمہاری طرح رائی کا پہاڑ نہیں بناتے' نہ ہی بات کا بتنگڑ بناتے ہیں۔ میں تمہیں دوسروں کی طرح نہ تو لیکچر دینا چاہتی ہوں' نہ ہی اپنا وقت برباد کرنا چاہتی ہوں' کیونکہ مجھے معلوم ہوتا ہے' اس کا تم پر کوئی اثر نہیں ہوگا لبنی۔" ماہم کہہ کر اسے ہکا بکا چھوڑ کر وہاں سے جا چکی تھی۔

یہ تھی اس کی چھوٹی بہن' جس کی زندگی کے چھوٹے سے بڑے فیصلے آج تک اس نے کیے تھے' اور آج وہی اسے اتنا کچھ سنا گئی تھی۔

کیا تھا یہ سب' یہ منظر یکدم بدلنے کیسے لگے تھے...... آج سے پہلے سب ٹھیک تھا۔ وہ اس گھر کی سب سے سمجھدار بیٹی تھی' اور آج یہی گھر اس کے فیصلوں کو stupidty قرار دے رہا تھا۔

"کیانشہ' بیٹا ذرا یہاں آنا۔"

"وہ چابی اٹھا کر فورم کے لیے نکلنے والی تھی' جب اماں نے اسے پکار لیا تھا۔ اس بلاوے میں ایک تمہید اسے صاف سنائی دے رہی تھی۔

"جی اماں! کوئی کام تھا؟" وہ سعادت مندی سے بولی تھی۔

"ہاں' آج کی شام کے سارے پروگرام کینسل کر دو۔ اختیار کی ماں آ رہی ہیں' ان کے

ساتھ تمہیں کچھ ضروری شاپنگ کرنے جانا ہے۔"

"اصفار کی امی؟ ضروری شاپنگ؟ کیا ہے یہ سب اماں؟"

وہ چونکی تھی۔ اس کے خیال میں اسے یہاں مزید کچھ ہدایتیں دینے یا پھر سمجھانے کو بلوایا گیا تھا' مگر اس کا اندازہ کتنا غلط نکلا تھا۔ اس طرح کے آرڈر ملنے پر اس کا ماتھا ٹھنکا تھا' تبھی وہ اماں کی طرف دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

"اماں! کیا ہونے جا رہا ہے؟ یہ کیا آپ مجھے بتائیں گی؟"

اماں نے اس کا چہرہ محبت سے اپنے ہاتھ میں لیا تھا' اور مسکرا دی تھیں۔

"بچے بہت سے فیصلے جب خود سے نہیں کر پاتے تو والدین کا حق ہے کہ ان کے لیے صحیح اور غلط کا چناؤ کریں۔ مانا تم بہت بڑی ہو گئی ہو' اور گھر' اور باہر کے امور بخوبی نبھا رہی ہو' مگر کچھ فرائض ہمارے بھی بنتے ہیں۔ ایک حق تھا میرے پاس' اور بس اسی کا استعمال کیا ہے۔ میں نے تمہاری بات اصفار کے ساتھ پکی کر دی ہے۔ اس وقت کا یہ سب سے بہتر فیصلہ ہے۔"

اماں نے اس کی پیشانی پر پیار کیا تھا' مگر وہ ہکا بکا ان کے سامنے کھڑی تھی۔ وجود میں ایک پل کے لیے بھی حرکت نہیں ہوئی تھی' مگر اماں بہت سرسری سے انداز میں اس کا گال تھپتھپا کر آگے نکل گئی تھیں۔

کیا ہوا تھا......؟

اور کیسے......؟

آج سے پہلے گھر کے چھوٹے سے چھوٹے فیصلے بھی اس کی مرضی سے ہوئے تھے' اور آج اس کی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ اس سے پوچھے بنا کر دیا گیا تھا؟

یہ وقت کون سا نیا کھیل' کھیل رہا تھا اس کے ساتھ۔

وہ سخت متفکر' اور الجھی ہوئی دکھائی دی تھی۔

●●●

وقت نے اپنے آپ کو دہرایا تھا یا کچھ' اور تھا۔

مگر یہ وقت...... یہ لمحہ طالیہ جبران کی زندگی میں دوسری بار آیا تھا' جب اس شخص نے اسے یکجہ نوازا تھا۔

ایک بار پہلے بھی وہ اس کے قریب آیا تھا' مگر اس وقت انداز میں بہت درندہ پن تھا' جیسے اس شخص کو گمان تک نہ ہو کہ یہ شے اپنی ہے' اور اس کا کتنا خیال رکھنا ہے—— اس لمحے اس کے سر پر جنوں سوار تھا اور وہ حیوانیت کو بھی پھلانگ گیا تھا۔ اس رات میں ویسی کوئی بات نہیں

تھی۔ اس نے اپنے آپ کو بہت آسودہ پایا تھا۔ ادیان حاکم چغتائی بہت بے خبر نیند سو رہا تھا۔ وہ جب شاور لے کر آئی تھی' تب وہ اسی طرح سویا ہوا تھا۔

کیسا سکون تھا' اس شخص کے چہرے پر......؟

کیتا اطمینان......؟

کچھ دن پہلے تک کے بزنس کے الجھاؤ' میٹنگز' پارٹی کی تیاریاں' گھر کی ذمے داریاں...... ان سب کی جو ساری تھکن تھی' وہ مکمل طور پر غائب تھی۔ اس سے پہلے وہ اسے کبھی اتنا پرسکون دکھائی نہیں دیا تھا۔ اول دن سے ان کے درمیان ایک گریز ہمیشہ برقرار رہا تھا۔ ایک اجنبیت ہمیشہ رہی تھی۔

وہ کبھی اس کے اس حد تک قریب نہیں آیا تھا' کبھی اس نے خود سے ایسا چاہا ہی نہیں تھا۔ وہ اسے چڑانے کو اس کے قریب ہوتی بھی تھی' تو اسے جھٹک دیتا تھا' مگر کل شام سے رات تک' اور پھر اس کے اگلے لمحوں تک وہ شخص مکمل طور پر اسے تبدیل شدہ لگا تھا۔

کیا یہ وقت کی کوئی ضرورت تھی......؟

کوئی مصلحت تھی......؟

یا پھر ادیان کی کوئی وقتی ضرورت......؟

مگر وہ صرف وقتی ضرورت اس پر اس سے رجوع کیوں کرتا؟ منال احمد کے جانے کے بعد بھی اس کی دوستوں کی ایک بڑی تعداد' اور اس شہر میں موجود تھی۔ وہ چاہتا تو کسی سے بھی رجوع کرتا تو کوئی اسے منع بھی نہ کرتا پھر وہی کیوں؟

یہ کرم کیوں تھا' کس لیے تھا؟

وہ ابھی تک اسباب تلاشنے کے چکر میں تھی' جب بند دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

"طالیہ......! طالیہ......!" بوا پکار رہی تھیں۔

اس نے دروازہ کھولنے سے قبل ادیان کی طرف دیکھا تھا' پھر جھک کر اسے جگانے کی کوشش کی تھی۔ ادیان نے آنکھ کھول کر اسے دیکھا تھا۔

"اٹھیے' بوا آ گئی ہیں۔ آپ کو میرے کمرے میں دیکھا تو......" وہ نگاہ نہیں ملا پائی تھی۔

وہ اس کے چہرے' اور لہجے کا خوف سمجھ نہیں پایا تھا۔ وہ اس کی قانونا بیوی تھی' اور کس طرح بے وجہ ڈر رہی تھی؟

"طالیہ......" بوا کی آواز پھر آئی تھی۔

طالیہ نے خوف زدہ سی ہو کر دروازے کی طرف دیکھا تھا۔

"ادیان......" خوف زدہ سی ہو کر دروازے میں اسے پکارا تھا پھر پلٹ کر دروازے کی طرف جانا چاہا تھا' مگر ہاتھ تبھی ادیان کی گرفت میں آ گیا تھا۔ کلائی پر اس کی گرفت مضبوط تھی؛ جیسے اس سے زیادہ چاہنے والا اس ساری دنیا میں نہ ہو۔

طالیہ نے پلٹ کر دیکھا تھا۔

"کس بات کا خوف ستا رہا ہے تمہیں؟ اپنے ہزبینڈ کے ساتھ ہونے پر تم اتنی حواس باختہ ہو؟ کس بات پر شرمندہ ہو تم؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

مگر جواب دینے کی ہمت طالیہ جبران میں نہیں تھی۔

"شادی شدہ زندگی کے آداب تمہیں کب آئیں گے؟ کم از کم بوا سے وہ اسلوب ہی سیکھ لو۔" وہ شرارت پر مائل تھا۔

"طالیہ..." بوا مسلسل پکار رہی تھیں۔

"بوا......" طالیہ نے آواز کی سمت اشارہ کیا تھا۔

"شش......" ادیان نے ایک بار پھر اسے خاموش کر دیا تھا۔

●●●

"ہر سمت سے اپنے کان بند کر لو۔

کسی آواز پر اپنے کان مت دھرو۔

صرف مجھے سنو......" مدہم سرگوشیاں اس کے کانوں میں تھیں۔ اس کا چہرہ جل رہا تھا۔ وہ جیسے بے خود تھا۔ کیسی مدہوشی تھی یہ؟ کیسے طلسم کے زیر اثر تھا وہ؟

"ادیان...... بوا!......" اس نے مدہم سی آواز میں کہا تھا۔

"شش......" آپ واش روم میں چلے جائیے میں دروازہ کھولتی ہوں۔" اس نے ہمت کر کے کہا تھا۔

ادیان نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔ وہ مکمل طور پر بدحواس تھی۔ اسے قائم ترس آ گیا تھا' تبھی اٹھا تھا' اور واش روم میں گھس گیا تھا۔ طالیہ نے رکی ہوئی سانس بحال کی' اور دروازہ کھول دیا تھا۔

"کیا ہوا؟ تم ٹھیک ہو؟" بوا نے اس کا فق چہرہ دیکھ کر کہا تھا۔

"جی' ٹھیک ہوں۔" طالیہ نے نظر ملائے بغیر کہا تھا۔

"میں تو پریشان ہو گئی تھی' چلو' جلدی سے ناشتے کی ٹیبل پر پہنچو۔"

"جی بہتر......" طالیہ سعادت مندی سے بولی تھی۔ بوا چلتی ہوئی راہداری کراس کر گئیں تو طالیہ کی جان میں جان آئی تھی۔ کیسی کیفیت تھی؟ کیسا احساس تھا؟ وہ حق رکھتی تھی تو' اتنا مجرم سا محسوس کیوں کر رہی تھی؟ خود کو؟ وہ خود نہیں سمجھ پائی تھی۔

"قیصر' آج اسٹور میں جا کر ٹرنک میں سارے گرم بستر نکال لینا۔ سب میں نئی روئی بھروانا ہے۔" دادی اماں بولی تھیں۔ فادیہ وہاں چلتے چلتے رک گئی تھی۔

"یہ کیا' سر جھاڑ منہ پہاڑ' بولائی بولائی پھر رہی ہو؟ اپنا کچھ خیال ہے کہ نہیں؟ ہمارے زمانے میں لڑکیوں کو سجنے سنورنے کا' اپنا خیال رکھنے کا کتنا شوق تھا۔ وہ سب اس زمانے میں ناپید دکھائی دیتا ہے۔" دادی حسب معمول یاددہانی کر رہی تھیں کہ اسے اپنا خیال رکھنا چاہیے' مگر

وہ بنا کچھ بولے وہاں سے نکل آئی تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آتا ہو کیا گیا اس لڑکی کو؟ راحم چلا گیا' اور اس نے اپنی زندگی کو روگ لگا لیا۔ اتنے اچھے لڑکے کو بھی ٹھکرا دیا۔ کیسے کاٹے گی یہ پہاڑ سی عمر تنہا؟"

دادی افسوس کر رہی تھیں۔ عادیہ کے کانوں میں آواز پڑ رہی تھی' مگر وہ سنی ان سنی کر دینا چاہتی تھی۔ سارے لوگ اسے ہی کیوں مورد الزام ٹھہرا رہے تھے؟ کوئی یہ کیوں نہیں سمجھتا تھا کہ جہاں وہ کھڑی تھی' اس کے نظریے سے وہی صحیح فیصلہ تھا؟ عادیہ چپ چاپ سی سیڑھیوں پہ آن بیٹھی تھی۔ اسے خبر نہیں ہوتی تھی' کب ابا جوگنگ سے پلٹے تھے' اور اسے وہاں بیٹھا دیکھ کر اس کے پاس بیٹھ گئے تھے۔ وہ اپنے آپ میں اتنی الجھی ہوئی تھی کہ خبر ہی نہیں ہوتی تھی۔

"بعض اوقات ہمیں چیزوں کو وقت پر چھوڑ دینا چاہیے۔ سوچنے سے الجھنیں' اور بھی بڑھتی ہیں' اور الجھا ہوا دماغ کبھی بہتر فیصلہ نہیں لے سکتا۔" اس نے سر اٹھا کر ابا کی طرف دیکھا تھا۔ ابا اس کے سر پہ شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے مسکرا دیے تھے۔

ابا کی بات میں شک کی کوئی گنجائش نہیں تھی' اور اگر وہ اپنی الجھنوں کو ایک طرف رکھ بھی دیتی تو...... تو کیا گارنٹی تھی کہ پھر بھی جو ہوتا بہتر ہوتا۔

اسے یقین نہیں تھا کہ کبھی چیزیں اس کے اختیار میں آ سکیں گی۔

دل' اور دماغ کی جو جنگ تھی' اس کا وہ کیا کرتی۔ اتنی ڈھیر ساری جو الجھنیں تھیں' ان کا کیا حل تھا' اور یہ الجھنیں تھیں کیوں جب کوئی سروکار بھی نہیں تھا؟ وہ تو اپنے آپ کو ہر معاملے سے الگ رکھنا چاہتی تھی پھر اتنی کشمکش کیوں تھی اندر؟

"ابا! میں نہیں جانتی' غلط کیا ہے' اور صحیح کیا؟ مگر میں زندگی میں کوئی فیصلہ نہیں چاہتی جس کو لے کر کوئی اچھا نتیجہ نہ نکلے۔ جس سے کل متاثر ہو یا جس سے آج متاثر ہو' مگر یہ وقت وہ ہے جس میں صحیح' اور غلط کا تعین بھی نہیں کر پا رہی ہوں۔" وہ مدہم' بے بس لہجے میں بولی تھی۔ ابا نے اس کی طرف نرمی سے دیکھا تھا' اور پھر مسکرا دیا تھا۔

"بیٹا اگر زندگی میں فیصلے ہم صرف اپنے لیے لیں تو اتنی پرابلم نہیں ہوتی۔ یہ کشمکش جب آتی ہے جب ہم اپنے آپ سے ہٹ کر دنیا کے لیے سوچتے ہیں۔ اگر زندگی میں خوش ہونا ہے تو اپنے فیصلے آپ لیا ہوں گے' اپنی پوری عقل' اور دماغ کے ساتھ' اور صرف اپنے لیے' نا کہ اوروں کے لیے۔"

ابا اپنی عمر کا نچوڑ دے رہے تھے۔ شاید وہ چاہتے تھے کہ وہ اپنے فیصلے اپنے لیے لے کر خوش ہو۔ ہر ماں باپ کی طرح وہ بھی اسے خوش دیکھنا چاہتے تھے' مگر اب وہ اپنے فیصلے اس پر مسلط نہیں کرنا چاہتے تھے۔ راحم کا فیصلہ ان کا تھا' دوسری بار فریدوں کا نام بھی انہی نے تجویز کیا تھا

' اور تیسری بار وہ کوئی فیصلہ اس کے لیے نہیں لینا چاہتے تھے۔ فریدوں کو اس نے اپنی مرضی سے خود رد کیا تھا۔ جواز بھی رکھا تھا' مگر اس کے باوجود بھی وہ اتنی پریشان' اور الجھی ہوئی کیوں تھی' وہ سمجھ نہیں پائے تھے۔ یہ کیسی الجھنیں دکھائی دے رہی تھیں اس کی آنکھوں میں...... خاموشی سے اٹھے تھے' اور اندر کی جانب بڑھ گئے تھے۔

عادیہ خاموشی سے انہیں جاتا دیکھتی رہی تھی۔ کیا تھا یہ سب؟ یہ اندر کا خلفشار' یہ انتشار' یہ خواہ مخواہ کی الجھنیں' کچھ نہ سمجھ میں آنے والی باتیں۔ یہ ادھر ادھر کے قصے' خود سے تراشی گئیں بے جواز وضاحتیں' جب کچھ نہیں تھا' تو پھر یہ اتنا سب بھی کیوں تھا؟ بے فائدہ تھا' بے جواز تھا تو وہ سوچ بھی کیوں رہی تھی؟ اس نے ایک بار پھر خود سے پوچھا تھا' مگر جواب ندارد تھا۔

●⊛●
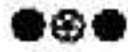
گھر میں چہ مگوئیاں تھیں' چہل پہل بھی تھی۔ وہ چونکی تھی' حیران ہوئی تھی۔ "کیا ہو رہا ہے یہ سب؟" ماہم کو سرخ دوپٹہ اوڑھے گاتے سنا تھا تو اس نے دریافت کیا تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔

"تمہیں نہیں پتا' میری شادی ہو رہی ہے۔" وہ شرارت سے مسکرائی تھی۔ صاف ظاہر تھا' وہ سنجیدہ نہیں تھی۔

"جھوٹ' صاف صاف یہ بتاؤ' یہ چل کیا رہا ہے؟" فیناز نے پوچھا تھا۔ ماہم نے اس کی طرف دیکھا تھا پھر مسکرا دی تھی۔

"تم بھی فیناز' یہ رہنے' اتنا بھرا دوپٹہ' بھلا کوئی کیوں اوڑھتا ہے؟ اتنا بھی نہیں جانتی تم؟ کبھی آفس سے نکل کر گھر بھی بیٹھی ہو تو پتا ہو؟" وہ بدستور شرارت پر مائل تھی۔

"اچھا' دادی' مجھے نہیں پتا' تم بتا دو' کیا واقعی تمہارے لیے کوئی پروپوزل آیا ہے؟ مگر تم تو ابھی بہت چھوٹی ہو' اسٹڈی بھی ختم نہیں ہوئی تمہاری۔ اماں کہاں ہیں' میں ان سے بات کرتی ہوں۔" فیناز چل کر آگے بڑھ جانے کو تھی جب ماہم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک لیا تھا۔

"سنو......" ماہم نے مسکراتے ہوئے اپنے اوپر سے وہ سرخ دوپٹہ اتار کر اس کے سر پہ ڈال دیا تھا۔ وہ کچھ نہیں سمجھ پائی تھی۔

"آپ کتنی اچھی لگ رہی ہو فیناز' آئینے میں دیکھو خود کو۔" ماہم نے اسے گھما کر آئینے کے سامنے کر دیا تھا۔ وہ یکسر طور پر سمجھ نہیں پائی تھی کہ تبھی الجھے ہوئے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی تھی پھر ہمت کر کے بہت آہستگی سے پوچھا تھا۔

"کیا ہے ماہم؟" اسے اپنا لہجہ آپ بہت مردہ لگا تھا۔

"اماں نے آپ کے لیے ہاں کہہ دی ہے فیناز۔" اسے لگا تھا' ماہم نے اس کے سر پہ

اینٹم بم پھوڑ ڈالا تھا۔

"کیا......؟"

"ہاں! اماں نے اشعار کے لیے ہاں کر دی۔"

"مگر ایسے کیسے؟ مجھ سے پوچھے بنا؟ کسی نے ضرورت بھی محسوس نہیں کی کہ......"

"لیانہ! کبھی کبھی ہمیں اپنی طرف سے نظر ہٹا کر دوسری سمت بھی دیکھ لینا چاہیے۔ آپ نے اماں کو دیکھا ہے؟ کتنی خوش ہیں وہ؟ آپ کے لیے جیولر کو آرڈر دینے گئی ہیں۔ ابا کے بعد میں نے پہلی بار انہیں اتنا خوش دیکھا ہے' کیا آپ ان کی خوشی کو برقرار نہیں رکھنا چاہیں گی؟" ہاشم کے سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ دوپٹے کا گولا بنا کر' لپیٹ کر ایک طرف اچھالتی ہوئی باہر آئی تھی' جبھی کسی وجود سے ٹکرا گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ گرتی' کسی وجود نے اسے سنبھال لیا تھا۔ وہ ایک آہنی حصار میں تھی۔ کون تھا؟ کس کی بانہوں کا حصار اس کے گرد لپٹا ہوا تھا؟ اس نے آنکھیں کھول کر' سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ وہ خوشبو مانوس سی تھی۔ وہ لمس بھی کچھ نیا نہیں تھا۔ وہ واقف تھی۔ نگاہ اس چہرے پر رکی تھی۔ وہ یہاں کیسے تھا؟ اماں کے صرف ایک ہاں کہنے سے اس کے اندر اتنی ہمت آ گئی تھی کہ وہ اس وقت' اس کے گھر کی دہلیز کے اندر تھا' اس قدر دھڑلے سے اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا۔ اس کے مدمقابل کھڑا ہوا دکھائی بھی دے رہا تھا۔ وہ اس کی سمت دیکھتی ہوئی بہت آہستگی سے اس سے دور ہوئی تھی۔ وہ اسے قریب رکھنے کے سارے حقوق رکھتے ہوئے بھی اسے خود سے قریب نہیں کر سکا تھا۔

"سوری! شاید غلطی میری تھی۔" بہت آہستگی سے وہ بولا تھا۔ فضا میں اس کی آواز نے ایک ارتعاش پیدا کیا تھا۔

"کس کس غلطی کی معافی مانگیں گے آپ؟" وہ بولی تھی تو لہجے میں ایک خاص طنز تھا۔

اشعار اس طنز کے جواب میں کوئی لفظ نہیں کہہ سکا تھا' حالانکہ وہ یہاں صرف اسی سے ملنے آیا تھا' بہت کچھ کہنے آیا تھا' مگر اب اس کی صورت حال میں جیسے لفظوں کو ایک چپ سی لگ گئی تھی۔ وہ پلٹی تھی۔

"سنو......" اشعار نے ہمت کر کے پکار لیا تھا۔

وہ رک گئی تھی' مگر وہ پلٹ کر اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ وہ خود ہی آگے بڑھا تھا' اور اس کے مقابل کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ نظر اس سے گریزاں تھی' لاتعلق تھی۔ وہ جیسے اس کے لیے اجنبی تھی۔ وہ نگاہ اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔ اشعار نے ہاتھ بڑھا کر اس چہرے کا رخ اپنی طرف موڑا تھا' اور اس کی ذرا توجہ چاہی تھی۔

"اتنی خفا ہو کہ اپنے دولہا کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتیں؟" وہ مسکرایا تھا' مگر اس کی

آنکھوں میں ایک گہری چپ تھی' جیسے وہ اس صورت حال سے خوش نہیں تھا' لیکن ہمت ہارنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ انداز میں کوئی رعایت نہیں تھی۔

"میرا قصور اتنا بڑا تھا کیا؟"

مگر وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"سنو لیانہ...... دنیا میں ہر بات کی تلافی ہوتی ہے' معافی ہے' کیا تم اپنے قوانین میں کچھ نرمی نہیں کر سکتی ہو؟"

وہ تمام ناراضی کی پروا کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے دوستانہ انداز میں بولا تھا' مگر وہ سنی ان سنی کر گئی تھی' اور نگاہ پھیر گئی تھی۔

"اچھا! اتنا ہی بتا دو ہنی مون پر کہاں جانا پسند کریں گی آپ؟" بہت سعادت مندی سے وہ پوچھ رہا تھا' اس کے پاس ایسی سب باتیں کرنے کا اب سب اختیار تھا' سارے حقوق وہ محفوظ رکھتا تھا۔ کتنی بے بس کر دی گئی تھی وہ' کیسی صورت حال تھی' اسے اس سے کس طرح نمٹنا چاہیے تھا' وہ نہیں جانتی تھی' وہ بس چپ تھی۔ وہ نگاہیں خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ سنجیدہ ہوا تھا' پھر اسے ہاتھ بڑھا کر شانوں سے تھام لیا تھا' مگر وہ اس لمحے اسے کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔ بس خاموشی سے دیکھا تھا۔ لیانہ نے بہت آہستگی سے اپنے شانوں پر سے اس کے ہاتھ ہٹائے تھے' اور پھر چلتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔ اشعار اسے جاتا دیکھتا رہ گیا تھا۔

●●●

نگاہ نہیں مل رہی تھی۔ وہ نگاہ گریزاں تھی۔ ادیان نے کتنی بار اس کی طرف دیکھا تھا' مگر وہ جیسے اس کی طرف متوجہ ہی نہ تھی۔ ناشتے کی ٹیبل پر' آفس میں' پھر گھر میں' وہ جیسے سخت شرمندہ تھی۔ اس ایک رات کے بعد اس کا سارا اعتماد جاتا رہا تھا۔ اس نے اس دوران کئی بار بلایا تھا۔ بلانے کی کوشش متواتر کی تھی' مگر وہ نگاہ سخت گریزاں تھی۔ آفس میں وہ راہ نہیں روک سکتا تھا' باہر کہیں بلا نہیں سکتا تھا۔ سوچا تھا' واپسی پر بات کریں گے' مگر وہ اس کے ساتھ بھی واپس نہیں آئی تھی۔ قائم دانستہ پہلے نکل آئی تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ جان بوجھ کر ایسا کر رہی ہے۔ یہ فرار کی راہ اس نے جان کر اپنائی تھی۔ وہ جانتا تھا' سمجھ رہا تھا کیوں' تبھی جب رات کے کھانے کے بعد وہ راہ داری سے گزر رہی تھی' ادیان نے اسے روک دیا تھا۔

"کیا ہوا؟ تم اس طرح چھپ کیوں رہی ہو؟ یہ فرار کس لیے؟"

"تم غلط سمجھ رہے ہو ادیان! ایسی کوئی بات نہیں ہے' میں بہت بزی رہی' اور اب میرا سر دکھ رہا ہے۔"

وہ اس کی جانب دیکھنے سے اب بھی اجتناب کر رہی تھی۔ ادیان نے اس کے چہرے کا

رخ پکڑ کر اپنی طرف کیا تھا' پھر اس کی آنکھوں میں بغور توجہ سے دیکھا تھا۔

"یہ نگاہ نہ ملانا' یہاں وہاں پھرنا' بات نہ کرنا' دیکھنا تو نظر انداز کر دینا' یہ سب کیا ہے طالیہ جبران؟"

اس نے زندگی بھر خود اسے جی بھر کر نظر انداز کیا تھا۔ لمحہ بھر کی توجہ' لمحہ بھر کا التفات بھی نہیں دیا تھا اسے' پھر اب وہ اس سے یہ شکوے کس بنیاد پر کر رہا تھا؟ ایک عمر کا عذاب' اور الجھنیں سونپ کر صرف ایک رات دینے کے بعد وہ اس سے باز پرس کرنے کا حق دار بن گیا تھا' مگر طالیہ جبران جواباً کوئی جواب شکوہ بھی نہیں کر سکی تھی۔ وہ بس خاموشی سے کھڑی تھی۔ ادیان نے اپنے بھاری ہاتھ اس کے کاندھے پر رکھ دیے تھے۔

کیا چاہتا تھا وہ اب اس سے؟

کیا کوئی' اور کرم؟

کوئی' اور گنجائش؟

کچھ مزید رفاقت؟

وہ سمجھ نہیں پائی تھی' اخذ بھی نہیں کر پائی تھی۔

"آر یو او کے؟" وہ تھکی تھی' جانے وہ اس سے کیا پوچھنے' مگر وہ بولا تھا تو اس کا انداز کیئرنگ تھا۔

"ہاں' آئی ایم گڈ' تھوڑا آرام کرنا چاہتی ہوں۔" اس کا گریز جوں کا توں برقرار تھا۔

"کیا سمجھ رہی تھی وہ؟ کیا سوچ رہی تھی؟" ادیان حاکم چغتائی اس کی سوچ پڑھنا چاہتا تھا۔ اگر وہ قادر ہوتا تو اب تک اس جانچ چکا ہوتا کہ اس کے دماغ میں کیا چل رہا ہے؟

"آپ کو کیا ہوا؟ کچھ پریشان ہیں آپ؟" اس نے غالباً مروتاً پوچھا تھا۔

"ہاں......" ادیان نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں' تم آرام کرو۔" بہت توجہ سے دیکھتے ہوئے اس کا چہرہ تھپتھپایا تھا۔ وہ اپنے طور پر خود کو مکمل طور پر مطمئن ثابت کرنے کو مسکرایا بھی تھا' مگر انداز میں الجھن بہت واضح تھی۔

"منال احمد سے کوئی بات ہوئی؟" اس نے غالباً صرف اس کا دھیان بٹانے کو پوچھا تھا' مگر ادیان کو لگا' وہ اسے اس کی' اور اپنے تعلق کی حقیقت سمجھا رہی ہو۔ وہ جواباً کچھ نہیں بولا تھا' اور طالیہ کو لگا تھا' اس نے غلط وقت میں ایک غلط بات کہہ دی ہو۔

"تم آرام کرو طالیہ۔" اس کا چہرہ تھپتھپا کر وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔ وہ سارا جوش وہ والہانہ پن پل میں ہوا ہوا تھا۔ وہ تنہا کھڑی تھی' اور اسے دور جاتا دیکھ رہی تھی۔ کیا اس نے کوئی

غلطی کی تھی؟ وہ اس کے قریب تھا' پاس تھا' تو کیا اس نے اسے خود پرے دھکیل دیا تھا؟ اب جب کہ وہ اس کے قریب خود آنا چاہتا تھا تو وہ اسے دور ہٹا کر کوئی غلطی کر رہی تھی۔ اتنی قربت کے بعد یہ دوری مناسب تھی بھی کہ نہیں؟ اب جب وہ کرم پر مائل تھا تو وہ ایسا کوئی اقدام کر کے غلطی تو نہیں کر رہی تھی؟ طالیہ لمحہ بھر کو کچھ سمجھ نہیں پائی تھی۔ ایک لمحے کو اس کی سمجھ میں واقعی کچھ نہیں آیا تھا۔

●●●
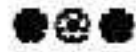
"اماں' یہ فریدوں کہاں ہے؟" نادیہ نے زینہ اترتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کہیں باہر سے آیا تھا تھوڑی دیر پہلے۔ اپنے کمرے کی طرف ہی گیا تھا۔" اماں نے بتایا تھا۔ وہ سر ہلاتی ہوئی اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ دروازے میں رک کر اس نے دیکھا تھا۔ وہ اپنے سامان کی پیکنگ کرتے ہوئے قیصر سے الجھ رہا تھا۔ غالباً اس کی مدد کو اماں نے قیصر کو بھیج دیا تھا۔ قیصر سوٹ کیس میں کپڑے تہہ کر کے رکھ نہیں رہی تھی' ٹھونس رہی تھی۔ وہ نفیس مزاج کا شخص اس سے الجھ رہا تھا۔ وہ آگے بڑھ آئی تھی۔

"قیصر تم جاؤ' میں ہیلپ کر دیتی ہوں فریدوں کی۔" نادیہ نے کہا تھا' اور قیصر وہاں سے نکل گئی تھی۔ فریدوں بنا اس کی طرف دیکھے الماری سے ضروری سامان نکال کر سوٹ کیس میں رکھ رہا تھا۔ اس کے آنے کا اس نے جیسے کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔ آج سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔

"یہ اتنی جلدی پیکنگ کیوں؟" وہ آگے بڑھتے ہوئی بولی تھی۔

"جلدی کہاں' تین ہی دن تو باقی ہیں۔" وہ مسکرایا تھا۔

"ہاں' تین دن تو بہت ہوتے ہیں۔" وہ دھیان اس کی طرف سے ہٹا ایک سوٹ' سوٹ کیس میں رکھتے ہوئے بولی تھی۔ فریدوں نے اس کی طرف دیکھا تھا' پھر مسکرایا تھا۔

"ہاں' تین دن تو بہت ہوتے ہیں' سوری بٹ' آئی کانٹ ہیلپ اٹ۔ ان تین دنوں کے بہت تیزی سے گزرنے کے لیے میں کوئی اقدام نہیں کر سکتا۔" اس کے لہجے میں آج ایک طنز تھا۔ ہمیشہ کم نظر آنے والے فریدوں کے لہجے میں آج شکوہ تھا۔ غالباً وہ اسے مورد الزام ٹھہرا رہا تھا۔ نادیہ نے ہاتھ روک کر اسے دیکھا تھا۔

"آئی ڈونٹ مین دیٹ۔" "میرا مطلب یہ......"

"ہاں' میں جانتا ہوں' آپ کو وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔ وہ خاموش ہو کر سیدھی کھڑی ہو گئی تھی' جواباً کچھ نہیں بولی تھی۔ فریدوں کو احساس ہوا تھا کہ اس نے اچھا نہیں کیا' تبھی ازالہ کرنے کو بولا تھا۔

"آپ کو وہاں جا کر کیا بھیجوں؟"

"کچھ نہیں۔" وہ سست لہجے میں بولی تھی۔ "کچھ نہیں چاہیے مجھے یہاں سب ہے اور......"

"اور کیا غادیہ......؟"

"تم شادی کرو گے تو ہم سب کو بلاؤ گے؟" وہ یکدم موضوع تبدیل کرتی ہوئی بولی تھی' لبوں پر ویسی ہی مسکراہٹ بھی تھی۔ پتا نہیں وہ کیا ثابت کرنا چاہ رہی تھی؟

"شادی......؟ کس کی شادی غادیہ؟" وہ نرمی سے مسکرایا تھا۔

"تمہاری شادی' وہاں پر بہت سی اچھی لڑکیاں ہوں گی' تم کوئی ایک کو چوز کر کے جلدی سے شادی کا پلان سیٹ کر لینا' اور ہمیں مطلع کر دینا' ہم سب آ جائیں گے۔" وہ پلٹ کر اس کی الماری میں ضروری سامان نکال کر سوٹ کیس میں رکھتے ہوئے بولی تھی۔

"دادی...... اماں...... ابا...... شمس بھائی اور......"

"اور آپ غادیہ......" فریدوں نے تیزی سے اس کا جملہ کاٹ کر اس کا سارا شوق ختم کر دیا تھا۔ غادیہ نے اس کی طرف دیکھا تھا' اور مسکرا دی تھی۔

"ہاں' میں بھی' میں بھی پیچھے تھوڑی رہوں گی' تمہاری شادی میں' میں بھی پیش پیش ہوں گی۔" وہ بولی تھی۔ فریدوں کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔ وہ بظاہر خود کو بڑی روکے بے تاثر ظاہر کر رہی تھی۔ فریدوں نے پیش قدمی کی تھی' وہ اس کے عین مقابل آن کھڑا ہوا تھا۔

"آپ کو اگر میری شادی کی اتنی خوشی ہو گی' تو پھر آپ مجھے یہاں سے بھگانا کیوں چاہتی ہیں' ہاں......؟"

"بھگانا......؟" وہ چونکی تھی۔

"بکو مت فریدوں......! میں نے تمہیں کبھی یہاں سے جانے کے لیے نہیں کہا۔" پورے حق سے ڈانٹ کر جتایا تھا۔ وہ بجائے برا ماننے کے' مسکرا دیا تھا' پھر آگے بڑھ کر پیکنگ کرتے اس کے متحرک ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے تھے۔ غادیہ اس اقدام پر سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ فریدوں نے سامان اس کے ہاتھ سے لے کر سوٹ کیس میں رکھا تھا' اور مدھم لہجے میں بولا تھا۔

"کیا لگتا ہے آپ کو غادیہ؟ کیا لگتا ہے؟ کیا ان آنکھوں کی زبان کوئی نہیں پڑھ سکتا؟ یہ بلاوجہ کی بے نیازی' خوامخواہ کی جھنجلاہٹ' یہ بے فائدہ دوری...... قریب' تھوڑی بے گانگی' تھوڑی عنایت۔ یہ یکدم دور چلے جانا' پھر کسی کچے دھاگے سے بندھے یوں ہی بلاوجہ کھنچے چلے آنا' یہ الجھنیں' یہ کشمکش۔ اگر یہ محبت بھی نہیں تو' اور کیا ہے؟ ہاں......"

فریدوں نے ایک لمحے میں اس کی جان قیامت میں کر دی تھی۔ اپنے اور اس کے بیچ کا

سارا لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے' وہ اس گھڑی اس کی آنکھیں بغور دیکھتا ہوا کہتا رہا' اور غادیہ گنگ تھی۔

"غادیہ' سب سے جھوٹ کہنا روا سہی مگر کم از کم...... کم از کم خود سے تو سچ بولیے' آپ کے یہ ظاہر کر دینے سے یا کہہ دینے سے کہ آپ کو کسی سے یا مجھ سے کوئی سروکار نہیں' یہ ثابت نہیں کرتا کہ آپ میرے لیے کوئی فیلنگز بھی نہیں رکھتیں؟"

"کیا بکواس ہے یہ فریدوں' کیا کہہ رہے ہو تم یہ سب؟" وہ اسے ٹوکتی ہوئی بولی تھی۔

"غادیہ' اس کمرے میں دنیا نہیں ہے؟ صرف آپ ہیں' اور صرف میں ہوں' پروا ہو گی آپ کو اپنے امیج کی' اپنی پرسٹیج کی' دنیا کے سامنے سب روا ہے' مگر کیا عجب کہ اس کمرے میں ہم وہ سچائی کہیں' جواب تک ہم کسی سے نہیں کہہ سکے؟"

وہ سمجھ نہیں پائی تھی' وہ اس سے آج سب یہ کیسے کہہ رہا تھا؟ کیوں کہہ رہا تھا؟ آج اس میں اتنی ہمت کہاں سے آ گئی تھی؟ وہ ان کہی کہی باتوں کے جواز ڈھونڈ رہا تھا' معنی مانگ رہا تھا۔ کیا یہ ہمت اسے اس کی خاموشی نے دی تھی؟

"فریدوں' تم جانتے ہو' تم یہ سب کچھ کس سے کہہ رہے ہو؟"

"ہاں جانتا ہوں' آپ سے غادیہ' آپ سے' جس سے پتا نہیں میں نے کب سے محبت کی' کتنے دنوں سے سالوں سے مجھے تو شمار بھی یاد نہیں' پھر آج جب میں ان اتنے سارے دنوں کا' سالوں کا حوالہ چاہ رہا ہوں تو کیا عجب ہے' آپ ہمیشہ سے جانتی ہیں غادیہ' میرے دل میں آپ کے لیے کیا ہے؟ آپ جانتی ہیں' میں کیا چاہتا ہوں؟ چلیں' بات میرے چاہنے نہ چاہنے کی بھی جانے دیں' آج بات آپ کی کرتے ہیں غادیہ! میں آپ سے محبت کرتا ہوں' مگر میرے اس طرح آپ سے محبت کرنے سے آپ کا کوئی نقصان نہیں غادیہ! نا ہی میرا مقصد آپ کو diserspect کرنا ہے۔ محبت کرنے کا مطلب ڈس ریسپکٹ کرنا کبھی نہیں ہوتا۔ میں آپ کی اتنی ہی ریسپکٹ کرتا ہوں غادیہ' چلیں میری فیلنگز کی آپ کو پروا نہیں' نا سہی' مگر کیا آپ کو اپنی فیلنگز کی بھی کوئی پروا نہیں؟"

"enough فریدوں' میں تم سے نرمی سے پیش آ رہی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم مجھ سے کچھ بھی کہتے چلے جاؤ گے؟ کیپ دی لمٹ......" ایک لمحے میں وہ اسے ڈانٹتی ہوئی پلٹی تھی' اور دوسرے ہی لمحے اس کے کمرے سے باہر چلی گئی تھی۔

یہ محبت تھی؟ کچھ دبی دبی' کچھ کہی ان کہی' اگر یہ محبت تھا تو غادیہ اتنی برہم کیوں ہوئی تھی؟ اگر یہ محبت تھی تو غادیہ اسے اس سے چھپائے رکھنا کیوں چاہتی تھی؟ اظہار کیوں نہیں کرتی تھی؟ فریدوں ان کہے لفظوں کے مفہوم تلاشتا ہوا تھک چکا تھا۔ بہت سی چیزوں کو ایک طرف اچھالتے

ہوئے اس نے اپنا غصہ نکالا تھا' مگر اس کی آنکھوں میں دبی الجھنیں پھر بھی ختم نہیں ہوئی تھیں۔

●●●
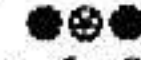
کبھی کبھی اپنی خواہشوں کے آگے گھٹنے ٹیکنے کے بجائے' دوسروں کی خواہشوں کا احترام زیادہ ضروری ہو جایا کرتا ہے۔ فیانانہ اماں کے کمرے کی طرف آئی تھی۔ وہ تین خواتین کے ساتھ بیٹھی وہ بیٹی کی شادی کے لیے کی گئی شاپنگ دکھا رہی تھیں۔ ان کے چہرے پر بہت خوشی تھی' اور یہ خوشی فیانانہ نے عرصے بعد دیکھی تھی۔ ماہم ٹھیک کہہ رہی تھی' شاید ابا کے بعد پہلی بار اماں اتنی خوش دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ ان سے یہ خوشی کیسے چھین سکتی تھی؟ اتنی خود غرض بیٹی تو وہ نہیں تھی۔ اگر ایک تعلق پکا کر کے انہوں نے اس پر کوئی زبردستی مسلط کی بھی تھی' تو اس کو جھیلا جا سکتا تھا جب کہ وہ جانتی تھی' اماں کبھی کوئی غلط فیصلہ نہیں لے سکتیں۔ جہاں وہ خود اپنے آگے ہار گئی تھی' تھک گئی تھی' اور کوئی فیصلہ نہیں لے پا رہی تھی' تو وہیں اماں نے اس کی الجھن آسان کر دی تھی۔ اسے لگا تھا' ایک خاندان کو خوش کرنا ہی ایک صحیح فیصلہ تھا۔ ماہم خوش تھی' ماموں نے اپنا جانا منسوخ کر دیا تھا۔ نانا بھی بہت مسرور دکھائی دے رہے تھے۔ ہر کوئی مطمئن تھا' تو پھر وہ کیوں نہیں؟ وہ ان سب سے اس طرح مطمئن ہونے' اور خوش ہونے کا اختیار نہیں چھین سکتی تھی۔

"آؤ فیانانہ بیٹا! دیکھو' آپ کی اماں نے کتنی شاندار شاپنگ کی ہے آپ کے لیے۔" اماں کی ایک دوست نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔

"مجھے اماں سے بات کرنا تھی۔ اماں آپ بزی ہیں تو میں بعد میں آ جاؤں گی۔ ماموں کو دیکھا ہے آپ نے؟" وہ مسکراتی ہوئی بولی تھی' صرف یہ ظاہر کرنے کو کہ اماں یہ نہ سمجھیں کہ وہ اس سب سے خوش نہیں۔

"ہاں بیٹا' شاید باہر گیا ہے کہیں۔"

"اوکے' میں دیکھتی ہوں۔" وہ کہہ کر نکل آئی تھی۔

"شرما گئی' بچی کے سارے گن قابل تعریف ہیں مسز بیگ' آج کے دور میں کون اپنی اولاد کی اتنی اچھی پرورش کر پاتا ہے' اور کہاں ایسی سعادت مند اولاد ملتی ہے؟" کوئی دوست خاتون سراہ رہی تھیں۔ جاتے جاتے اس کے کانوں میں آواز پڑی تھی۔ وہ جانتی تھی' اماں مسکرا رہی ہوں گی' اس کے اندر کی بے اطمینانی کچھ کم ہونے لگی تھی۔

"فیانانہ' تمہیں تھوڑی دیر میں اشعار بھائی کے ساتھ اپنی جیولری کی شاپنگ کے لیے جانا ہے۔ پلیز' جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

وہ ماموں کے کمرے کی طرف جا رہی تھی' جب ماہم نے اسے روک کر کہا تھا' وہ رکی تھی' اور پھر سعادت مندی سے اپنے کمرے کی طرف آ گئی تھی۔ وہ رفاقت جس کے لیے اس نے بھی

خواب آنکھوں میں سجائے تھے' عمر بھر کو ملنے جا رہی تھی۔ وہ اس کا ہونے جا رہا تھا' جو اس کی خواہشوں میں شامل تھا' مگر اس گھڑی احمد بہت چپ تھا۔ وہ خود نہیں سمجھ پا رہی تھی' اس خاموشی کو۔ یہ بے اطمینانی نہیں تھی' فشار بھی نہیں تھا' کوئی انتشار بھی نہیں' تو پھر کیا؟ وہ خوشی تھی۔ اس نے آئینے میں خود کو دیکھا تھا۔ بالوں میں برش کرتے ہوئے یکدم ہی نگاہ ساکت ہوئی تھی۔ نگاہ میں الجھن نہیں تھی' مگر ستارے بھی چمک رہے تھے۔

"فیانانہ' اشعار بھائی آ گئے ہیں' چلو' جلدی سے آ جاؤ۔" ماہم نے دروازہ کھول کر مسکراتے ہوئے اطلاع دی تھی۔ اس نے سعادت مندی سے سر ہلا دیا تھا۔ باہر گاڑی میں اشعار اس کا منتظر تھا۔ اسے دور سے آتے ہوئے بغور دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے فیصلوں میں اتنی کمزور نہیں تھی' ایک خود مختار لڑکی تھی' دوسروں کے مسلط کیے گئے فیصلے خود پر لے لیتا' شاید اس کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں کی جا سکتی تھی' تو کیا فیانانہ نے اس فیصلے کو خود پر لیا تھا؟ اشعار نے اسے دیکھ کر سوچا تھا۔ وہ اتنی سعادت مندی سے سارے امور سرانجام دے رہی تھی' مگر اس کے چپ میں وہ خوشی اسے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ گاڑی کا دروازہ وہ اس کے لیے کھول چکا تھا۔ وہ اس کے برابر بیٹھ گئی تھی۔ عرصہ دراز بعد یہ موقع آیا تھا کہ جب وہ اس کے ساتھ تھی' ایک خاص حوالے سے' ایک خاص تعلق کے ساتھ' مگر ان لمحوں میں اس کے لیے پہچان کے کوئی موسم نہیں تھے۔ اشعار نے دیکھا تھا اس چہرے کو بغور تکا تھا' وہ اپنا دھیان مکمل طور پر دوسری طرف کیے ہوئے تھی۔ اشعار نے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔ گاڑی میں بہت چپ تھی' شاید اسی چپ کو توڑنے کو اس نے پلیئر آن کر دیا تھا۔

کچھ نہ کہو
کچھ بھی نہ کہو
کیا کہنا ہے
کیا سننا ہے
تم کو پتا ہے
مجھ کو پتا ہے
سمے کا یہ پل
تھم سا گیا ہے
اور اس پل میں
کوئی نہیں ہے
بس ایک میں ہوں

بس ایک تم ہو
بس ایک وہ تھی' بس ایک وہ تھا' مگر یہ خاموشی کچھ بول نہیں رہی تھی۔ اس نے ایک نظر دیکھا تھا۔ لیانہ بے خبر دکھائی دینے کے ہزار ہا جتن کر رہی تھی۔ احتفار نے پلیئر آف کر دیا تھا۔ گاڑی رکی تھی' دونوں خاموشی سے اترے تھے۔ وہ جیولری منتخب کرنے آئے تھے' مگر ایک دوجے سے گریزاں' بات نہ کرتا' نہ کچھ بتاتا' نہ سنتا' ایسے میں شاپنگ کیا ہو سکتی تھی۔

"یہ راجستھانی کنگن ہیں' سارے ڈائمنڈ جڑے ہوئے ہیں اس میں۔ دس از دی بیسٹ سیلنگ برائیڈل آئٹم دس آئیر۔ کیا آپ انہیں یہ پہنا کر دیکھنا چاہیں گے؟"

ان دونوں کو پون گھنٹہ گزر جانے کے بعد' اور بہت سی جیولری دکھانے کے بعد وہ جیولر بولا تھا۔ احتفار مسکرا دیا تھا۔

"کیوں نہیں......" اس نے وہ کنگن اٹھایا تھا' اور لیانہ کی کلائی کو پہلی بار بہت استحقاق سے تھاما تھا۔ لیانہ اس اقدام پر اسے چپ چپ دیکھ رہی تھی' مگر احتفار کو جیسے پروا نہیں تھی۔ اس کی کلائی پر اس کی گرفت بہت سے مفہوم لیے ہوئے تھی۔ کچھ سختی تھی' کچھ نرمی تھی' جیسے ہزار ہا تیں اس سے کہنے کی چاہ میں وہ اس سے کچھ نہیں کہہ پا رہا تھا۔ وہ کنگن اس نے اس کی کلائی میں پہنا دیا تھا اور اس گھڑی وہ اس کلائی کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"پرفیکٹ......" وہ مسکراتا ہوا اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ نگاہوں میں ستائش تھی۔

لیانہ کچھ نہیں بول سکی تھی' اس گھڑی وہ جیسے ایک ڈمی تھی یا روبوٹ۔ احتفار نے ایک بیش قیمت نیکلس اٹھا کر بنا کسی کی پروا کیے بغیر اس کی گردن میں پہنا دیا تھا۔ پہناتے ہوئے کچھ قربت ہوئی تھی' وہ خوشبوئیں بہت قریب محسوس ہوئی تھی' وہ آنکھیں لمحہ بھر کو بند کر گئی تھی۔ احتفار نے آئینہ تھام کر اس کے آگے کر دیا تھا۔

"آنکھیں کھولو......" ایک حکم تھا۔ سدا سے اپنی من مانی کرتی ہوئی لڑکی نے جھٹ سے آنکھیں کھول دی تھیں' جیسے وہ ایک اسی حکم کی منتظر ہو۔ چہرے کو آئینے میں دیکھا تھا' چہرہ پرایا نہیں تھا' نگاہ پرائی ضرور تھی۔ وہ اپنے چہرے کے پیچھے پشت پر کھڑے ہوئے احتفار کا چہرہ دیکھ رہی تھی' جو آئینے میں اس کے بہت قریب تھا۔ کوئی احساس جاگا تھا یا نہیں' وہ خود نہیں سمجھ پائی تھی' مگر احتفار بہت استحقاق سے اس کے شانوں کو تھامے ہوئے تھا' اور یہ اس پل کی سب سے بڑی سچائی تھی۔ وہ لمحہ بتا رہا تھا کہ وہ اب خود کی نہیں' اس کی ہونے جا رہی ہے۔ اس شام احتفار نے ایک لمبی شاپنگ اس کے لیے کی تھی۔ پتا نہیں' کتنے جیولری سیٹ' اور کیا کیا' خوشی کی کوئی رمق اس کے چہرے پر دکھائی نہیں پڑ رہی تھی۔ گاڑی رکی تھی' وہ اترنے لگی تھی' تبھی احتفار نے اس کے ہاتھ پر اپنا

ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"سنو......"

وہ رک گئی تھی' جیسے چابی سے چلتی گاڑی' کوئی گڑیا' یا پھر ریموٹ کنٹرول سے چلتا کوئی وجود۔

"لیانہ' مجھے تمہارے ساتھ کوئی لمبے دو لمحے نہیں گزارنے کہ مجھے تمہاری اس چپ کی کوئی فکر نہ ہو' ہم ٹرین کے ڈبے میں بیٹھے کوئی دو اجنبی مسافر بھی نہیں ہیں' جنہیں ایک دوجے سے کوئی سروکار نہیں ہو' اور ایک وقتی سفر ختم ہونے کے بعد انہیں ایک دوسرے سے الگ ہو جانا۔ ہم زندگی بھر کے ہم سفر بننے جا رہے ہیں لیانہ' اور ہم بچے نہیں ہیں' پھر ہم یہ بچوں کی طرح آنکھ مچولی کا کھیل کیوں کھیل رہے ہیں؟ تمہاری یہ چپ اگر صرف چند لمحوں کی ہو تو میں جھیل سکتا ہوں' مگر ساری عمر کے لیے یہ چپ میں برداشت نہیں کر سکوں گا' نہیں جھیل پاؤں گا۔

شادی جذبات کا نام ہے' دو لوگوں کی فیلنگز کا نام ہے' دو لوگ شادی کرتے ہیں لیانہ' دو ڈمی یا روبوٹ نہیں...... میں ان حالات میں ان' اور ان کنڈیشن میں تم سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔ تمہیں پانا' تمہارے ساتھ زندگی بتانا' ایک عمر کا جنون ہے' ایک خواب ہے' مگر اس خواب کی تعبیر میں ہم دونوں کی خواہشوں کا شامل ہونا بہت ضروری ہے لیانہ' اور یہ بات مجھے اب سمجھ میں آئی ہے مجھے تمہارے کسی انداز میں خوشی دکھائی نہیں دے رہی تو ٹھیک ہے' پھر ہم یہ زبردستی کا تعلق نہیں باندھتے۔ اس سب کو یہیں پہ روک دیتے ہیں۔ یہی تمہارے لیے بھی مناسب ہوگا' اور میرے لیے بھی۔

ایک عمر کے لیے ہم ایک دوسرے پر مسلط ہوں' اور جھیلنا عذاب بنے' اس سے کہیں بہتر ہے کہ ہم تنہا جئیں' اس شرمائی' گھبرائی محبت کے ساتھ' جو ہم اظہار کے موسموں کو سوچتے ہوئے ڈرتے ہیں۔

اس دبی دبی ہزار پردوں میں چھپی محبت کے لیے جئیں۔ بہت سے جھوٹ ایک دوسرے سے نہ کہتے ہوئے' صرف ایک سچ کے ساتھ زندگی بسر کریں کہ ہاں' ہم ایک دوسرے کے لیے ضروری تھے' صرف اس یقین کے ساتھ کہ محبت درمیان تھی' مگر زندگی گزارنے کے لیے صرف محبت ضروری نہیں تھی۔

میں تمہارے فیصلوں کا احترام کرتا ہوں لیانہ' اور اب بھی کروں گا۔ مجھے ڈمی نہیں' بیوی چاہیے۔ تم اپنا فیصلہ گھر میں بتا دینا' میں اپنے گھر میں بتا دوں گا۔ بہت سی غلطیاں ہم پہلے بھی کر چکے ہیں' اب مزید نہیں۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتے۔ یہ آج کا سب سے بڑا سچ ہے۔" مکمل عقل' اور دل کے ساتھ ایک فیصلہ صادر کرتا ہوا وہ اپنا ہاتھ اس ہاتھ پر سے ہٹا گیا تھا۔

جیولری کے پیکس لیے وہ اتر گئی تھی۔ پھر گاڑی واپس نکال رہا تھا۔ اندر سے ڈھولک کی آوازیں آ رہی تھیں' سہاگ کے پرانے گیت گائے جا رہے تھے جو بوڑھیاں صدیوں سے شادی پر گاتی چلی آئی تھیں۔ یہ اس کی شادی کی ڈھولک تھی۔ اس کے سہاگ کے گیت تھے۔ یہ چمکتی لائٹیں' یہ آرائش اس کے لیے تھی' اور وہ کہاں تھی......؟ اس نے اجنبی نظروں سے سارے منظر کو دیکھا تھا۔

●✿●
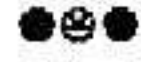
ہونے والی ساری رسمی ملاقاتوں میں وہ آج بہت مصروف' اور کچھ اجنبی دکھائی دیا تھا۔ طالیہ جبران اپنے کہے کا ازالہ کرنا چاہتی تھی' حالانکہ وہ بالکل بھی نہیں جانتی تھی' اس کے دل میں کیا تھا؟

"چلو' مان بھی لیا کہ منال احمد پھر سے پلٹ کر میری طرف آ رہی ہے' میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہے' تو ایک بار کہہ تو سکتی' وہ اسی طرح خاموشی سے کیا ثابت کرنا چاہتی ہے؟" اس نے بچ کو فون پر کہا تھا۔

"پاگل ہو تم' اتنا بھی نہیں سمجھتی' محبت کرنے لگا ہے وہ تم سے۔"

"مجھ سے......" وہ چونکی تھی۔

"ہاں تم سے...... یہ محبت ہے طالیہ......! ٹرسٹ اٹ......"

"محبت......" اس نے زیرلب دہرایا تھا۔ تو وہ رات اس کی ضرورت نہیں تھی' اسے اس کی خواہشیں اس تک کھینچ کر لائی تھیں۔ طالیہ جبران کو مان لینا کچھ دشوار لگا تھا۔

"بچ......! یہ کیسی محبت ہے' جو ہزار خاموشیوں میں لپٹی ہوئی ہے؟ میں نہیں مانتی' اویان حاکم چغتائی کو کبھی مجھ جیسی لڑکی سے محبت نہیں ہو سکتی۔ تم نہیں جانتے' مگر میں جانتی ہوں۔ میں اس کی ٹائپ کی نہیں ہوں۔ تم غلط نتائج اخذ کر رہے ہو۔ کوئی محبت وحبت نہیں ہے' یہ اسے جانتی ہوں میں۔ اس جیسے شخص کے لیے محبت کے مفہوم صفر ہیں۔" طالیہ نے پورے یقین سے کہا تھا۔ بچ دوسری طرف مسکرا دیا تھا۔

"ٹھیک ہے' ثابت ہو جانے دو۔"

"ثابت ہو جانے دو؟' مگر کس طرح؟ میں کسی کا کوئی امتحان نہیں لے سکتی' نہ ہی آزمائش؟"

"پاگل لڑکی......! وقت کو ثابت کرنے دو' میں ایک مرد ہوں' آدمیوں کی نفسیات سمجھتا ہوں۔ تم سمجھ رہی ہو' یہ مردوں کی بھی ایک "خوبی" ہوتی ہے۔ ہزار باتیں جتاتے ہیں' مگر کبھی کچھ باتوں کو چھپانا بھی چاہتے ہیں۔ چاہتے ہیں' کوئی خود سمجھیں' ٹھکرائے جانے کا اندیشہ سب کو ستاتا ہے طالیہ' اس لیے مرد بھی صاف کھول کر کوئی بات نہیں کرتے۔" بچ نے دوسری طرف سے کہا تھا۔

"کچھ بھی ہو بچ' میں یہ نہیں مان سکتی کہ اویان کو مجھ سے محبت ہے۔ وہ ایسا بندہ نہیں ہے' اسے جنون سے بیر ہے' عشق و عاشقی اس کے سبجیکٹ نہیں ہیں' تم مان لو۔" وہ چڑی تھی۔ قدرے فاصلوں پر اویان کھڑا کسی سے بات کر رہا تھا۔ اس کا دل ایک لمحے کو رکا تھا۔

"سنو بچ......! میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں۔" طالیہ چلتی ہوئی اس کی طرف آئی تھی۔

"تم نے نئی کمپنی کے اس نئے بزنس پلان کی فائل دیکھ لی ہے طالیہ؟ تم میرے ساتھ فرانس جاؤ گی؟" وہ اپنا مدعا بیان کرتا ہوا بولا تھا۔

"ہاں' میں نے فائل دیکھ لی ہے' آپ آج بہت بزی ہیں۔"

"ہاں' میں کچھ بزی ہوں' تم نے کوئی بات کرنا تھی؟" اویان نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"ہاں......! نہیں......! بس یونہی...... دراصل...... مجھے پوچھنا تھا کہ......" اس نے لب کھولے تھے' جبھی وہ تیزی سے بولا تھا۔

"تمہیں بتایا ہے میں نے منال احمد آج انگلینڈ آ رہی ہے؟"

"کیا......؟" وہ ایک پل میں بجھ گئی تھی' مگر وہ اس کی پروا کیے بنا کہہ رہا تھا۔

"ہاں' وہ آج دو بجے کی فلائٹ سے لندن آ رہی ہے' اور رات کے ڈنر پر بھی وہ ہمارے ساتھ ہو گی۔ تم گھر جاؤ تو ڈنر کا انتظام خود چیک کرنا' کسی شے کی کوئی کمی نظر نہیں آنا چاہیے رائٹ؟"

وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے سرسری انداز میں کہہ رہا تھا۔ وہ بت بنی ہاں یا نہیں میں کوئی جواب نہیں دے سکی تھی۔ وہ چلتا ہوا لفٹ کی جانب بڑھ گیا تھا۔

محبت......؟ ہاہ...... جھوٹی [illegible] کی باتیں...... محبت کہیں نہیں تھی۔

محبت کرنے لگا ہے وہ تم سے......" بچ کی آواز اس کے کانوں میں تھی۔

●✿●

کبھی کبھی سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ کیا ہوتا نہیں؟ لیمانہ خاموشی سے چلتی ہوئی اندر آئی تھی جہاں شادی کی تیاریاں زور و شور سے چل رہی تھیں۔ یہ جشن یہ رونق یہ گہما گہمی.....! کہنے کو ایک پل کی مہمان تھی

اگر وہ اپنے وجود کی نفی نہ کرتی۔ اگر انا کو یوں ہی سر جھٹکنے دیتی اور اندر کی کسی آواز پر دھیان نہیں دیتی۔ یہ سب ایک پل میں ختم ہو جاتا۔

"لیمانہ بیٹا ذرا یہاں آنا۔" اماں نے اسے دیکھ کر پکارا تھا۔

"کیسی رہی جیولری شاپنگ؟ احمار بھائی کو باہر ہی سے ٹرخا دیا؟" ماہم نے اسے شانوں سے تھامتے ہوئے شرارت سے کہا تھا۔ وہ کوئی جواب دے نہیں پائی تھی۔ جب اماں بولی تھیں۔

"کیسی رہی جیولری شاپنگ۔"

"ٹھیک اماں! آپ کو کوئی کام تھا؟" اس کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ یہاں ٹھہر پاتی۔ وہ جلد سے جلد اپنے کمرے میں جانا چاہتی تھی۔

"ہاں ذرا کنگن پہن کر دیکھ لو۔" اماں نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"اماں! میں پھر کبھی پہن کر دیکھ لوں گی۔ آئی ایم ناٹ فیلنگ ویل ایٹ دی مومنٹ۔" اس نے سہولت سے کہا تھا۔

"او او کے ٹھیک ہے بیٹا تم آرام کرو۔ ماہم بہن کو کمرے تک چھوڑ دو۔" اماں نے اس کا خیال کرتے ہوئے کہا تھا۔

لیمانہ نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا تھا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟" ماہم نے اسے لے کر کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا تھا مگر وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"لیمانہ تم ٹھیک ہو نا؟" ماہم نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا تھا۔ اس کے اندر میں تشویش تھی۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں تم جا کر اماں کا ہاتھ بٹاؤ۔" لیمانہ نے اپنے کمرے کے سامنے رکتے ہوئے کہا تھا۔ ماہم نے اس کی طرف دیکھا تھا پھر پلٹ گئی تھی۔

لیمانہ نے ایک گہری سانس خارج کی اور دروازہ کھول کر کمرے میں آ گئی تھی۔ کچھ دیر تک یونہی خالی خالی نظروں سے کھڑی خالی خالی کمرے کو دیکھتی رہی پھر سیل فون کے نمبروں پر تیزی سے اس کی انگلیاں چلی تھیں۔ ایک نمبر ملا کر فون کان سے لگایا تھا۔

"ہیلو....."

●●●

بیل ہو رہی تھی تج نے فون اٹھایا تھا۔

"ہیلو....."

"ہیلو....." دوسری طرف ایک جانی پہچانی آواز تھی۔

"اوہ تم.....! رات کے اس وقت تم بجائے سونے کے تارے گننے کا کام کیوں کرتی ہو؟" وہ جانتا تھا وہ پریشان تھی مگر اس بات کا احساس دلائے بنا وہ کسی قدر نرم لہجے میں بولا تھا۔ دوسری طرف وہ کوئی بھی تاثر دیے بغیر بولی تھی۔

"میں تارے نہیں گن رہی تج! اتنا فضول وقت نہیں ہے میرے پاس نہ ہی میں اپنی زندگی کو اتنے فضول کاموں کی نذر کر سکتی تھی۔"

"اوہ شکر ہے تمہیں خیال آیا کہ تم خود کو فضول چیزوں کے لئے ضائع نہیں کر سکتیں۔ بائے دی وے اگر اتنا یقین ہے اور پوزیٹو بھی سوچتی ہو تو پھر اس آواز میں وہ اطمینان دکھائی کیوں نہیں دے رہا؟ واٹ پولیٹنگ سو ڈاؤن؟" تج نے دریافت کیا تھا۔ کچھ لمحوں تک وہ کچھ نہیں بول سکی تھی۔

"کیا ہوا؟ یو ڈیئر.....؟"

"یس آئی ایم.....! تج جانے کیوں مجھے لگنے لگا تھا کہ میں جس مقصد کو لے کر چلی تھی اس کے قریب آ گئی ہوں اور جو چاہتی تھی پا گئی ہوں مگر جب میں ایسا کچھ یقین کرنے کو تھی وقت نے میرے قدموں کے نیچے سے یکدم زمین ہی کھینچ لی۔ تج کچھ بھی نہیں بدلا۔ شاید سب میرا دھوکہ تھا فریب تھا کوئی۔

"That was just illusion."

اس کا لہجہ بکھرا تھا انداز مضمحل تھا۔ تج کو اپنی دوست کی اس کیفیت نے بالکل بھی اطمینان نہیں بخشا تھا۔

"سنو طالیہ.....! سب ٹھیک ہو جائے گا ایسا مت سوچو۔" تج نے اس کی ہمت

بند ھانے کی کوشش کی تھی۔

"تم ہمیشہ ایسا کہتے ہو نا، تمہیں لگتا ہے کہ کہیں کوئی miracle ہو سکتا ہے۔ مجھے بھی بھی لگتا تھا نا، مگر ایسا کوئی لمحہ میری زندگی میں نہیں ہے۔ میں تھک گئی ہوں نا، میں اس زندگی سے تھک گئی ہوں۔"

اس کا انداز تھکن لیے تھا۔ مدہم لہجے میں ایک بھاری پن تھا، شاید دوسری طرف اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھری ہوئی تھیں۔

"طالیہ جبران! میں اب کے تمہیں جھوٹا دلاسہ نہیں دوں گا، صرف یہ کہوں گا کہ If you feel loser, you gonna be loser. جو بھی ہوا، اپنی ہمتوں کو بچا کر رکھو۔ اگر تم ہارنا نہیں چاہتی ہو تو اس کے لیے یہ سب سے کارآمد نسخہ ہے۔" نیچ نے کہا تھا اور دوسری طرف اس نے سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

"اوہ ڈیئر طالیہ! کاش میں تمہارے لیے کچھ کر سکتا۔" وہ خود کلامی کے سے انداز میں مدہم لہجے میں بولا تھا۔

●❀●

اعصار واش روم سے باہر آیا تھا۔ نظر سیل فون کی طرف گئی تھی جس پر پانچ مس کال تھیں، اور سبھی لیناشہ کے سیل فون سے آئی تھیں۔ ایسا کیا معاملہ تھا جو اس سے بات کرنے کے لیے اتنی بے چینی ہو رہی تھی؟ اس نے نمبر ری ڈائل کیا تھا۔ دوسری طرف بہت بے چینی سی تھی۔ کال فرسٹ بیل پر ہی ریسیو کر لی گئی تھی۔

"اعصار بات کر رہا ہوں، تم نے فون کیا تھا؟"

"ہاں۔"

"کوئی کام تھا؟" مدعا جاننا چاہا تھا۔ دوسری طرف چند لمحوں تک خاموشی رہی تھی، پھر قدرے تامل سے جواب آیا تھا۔

"ہاں، میں تم سے بات کرنا چاہتی تھی۔"

"میں سن رہا ہوں۔" وہ مکمل توجہ سے بولا تھا۔

"میں تم سے کہنا چاہتی تھی اعصار......"

"کیا کہنا چاہتی ہیں آپ، کہیے۔" وہ اسے مکمل احترام دے رہا تھا۔

"اعصار! میں نہیں چاہتی تم یہ شادی توڑ دو۔ جو ہو رہا ہے، اسے ہونے دو۔" وہ مدعا بیان کرتی ہوئے بولی تھی۔

"بہتر......" وہ انتہائی سعادت مندی سے بولا تھا۔ پہلے والے اعصار کی کوئی رمق باقی

نہیں دکھائی دی تھی۔ وہ مکمل طور پر سنجیدہ تھا۔

"اس شادی سے میری فیملی کی خوشی جڑی ہے اعصار! اور میں اپنی فیملی کو کسی قیمت پر کوئی تکلیف دینا نہیں چاہتی۔"

"اوہ، او کے فائن۔" وہ در پردہ نقطے پر پہنچا ہوا بولا تھا۔ تو اصل مدعا یہ تھا، اسے اپنے آپ کی خوشی عزیز نہیں تھی۔ وہ یہ سمجھوتہ کر رہی تھی، تو صرف اپنے گھر والوں کے لیے۔ کب تک رہتی تھی یہ ضد؟ کب تک مزید ہٹ دھرمی؟ آخر کیوں کر رہی تھی یہ سب؟ کس لیے۔

"Can I Some Thing?" وہ بولا تھا۔

"پوچھیے......"

"یہ سمجھوتہ بھی کیوں، آپ اپنے طور پر یہ کیسے اخذ کیے بیٹھی ہیں کہ اگر آپ اپنی فیملی کی کسی خوشی کے لیے یہ رشتہ کرنا چاہیں گی تو میں بھی کسی سمجھوتے کا طوق اپنے گلے میں پہننا پسند کروں گا؟"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئی بولی تھی۔

"صحنک، یہ شادی اس طرح ہوگی، جس طرح پہلے ہو رہی تھی۔" اعصار نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔ لیناشہ سیل فون کو دیکھتی ہی رہ گئی تھی۔

●❀●

محبت خواب ہے اک
جو تیری میری آنکھوں سے بہتا ہے
ایک تشنگی ہے جو تیرے ہونٹوں پہ ٹھہری ہے
ایک جنوں ہے جو میری آنکھوں میں آیا ہے
اگر میں مان بھی لوں
ان رواں لمحوں میں
کوئی ایک لمحہ ایسا نہیں جو
ہمیں نزدیک لے آئے
اگر میں مان بھی لوں کہ ہم دریا کے دو ایسے کنارے ہیں
کہ جن کے ساحلوں کو سدا بجھری رہتا ہے
اک پیاس میں جلتا ہے
سدا اک ہجر میں رہتا ہے
اگر میں مان بھی لوں تو کیا ہوگا؟

کہ یہ دل مانتا نہیں
میں جب بھی بارشوں میں تتلیوں کے تعاقب میں جاتا ہوں،
اک آواز میرے تعاقب میں آتی ہے
فضا کہتی ہے
ان آنکھوں کی روشنی جب تک ہوتی ہے
صرف میری ہے
ان ہونٹوں کی تازہ مسکان پر حق میرا ہے
میری آنکھوں کی جنوں خیزی سب تمہاری ہے
یہ جو ایک جنوں خواب طرب ہے دل میں
اس احساس کی ہر وجہ ہو تم
میرا جنوں میرا اضطراب ہو تم
میری آنکھوں میں بستے ہو
ہر لمحہ ساتھ چلتے ہو
میں تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ سب
جو کبھی کہہ نہیں پایا
وہ سب بھی جو میرے اندر جانے کب سے ہے
تمہیں وہ سب کہنا چاہتا ہوں میں
اگر تم اجازت دو تو تمہارے ساتھ
برستی بارشوں میں ساحل پر ننگے پیر چلنا چاہتا ہوں
اگر تم اجازت دو

"تم اس وقت یہاں ٹیرس پر کیا کر رہے ہو؟" غادیہ اپنا کافی کا کپ لیے اس طرف آئی تھی' جب فریدوں کو پہلے سے وہاں کھڑا پا کر چونک اٹھی تھی۔

فریدوں نے لمحہ بھر کو مڑ کر اسے دیکھا تھا۔ غادیہ اس کے قریب آ گئی تھی۔ "صبح تمہاری فلائٹ ہے فریدوں' اور تم اب تک جاگ رہے ہو؟ بہت لاپروا ہو گئے ہو تم۔ اب تک تمہیں سو جانا چاہیے تھے۔" غادیہ نے اسے ڈپٹتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں ہاں جاتا ہوں' اور آپ؟ آپ بھی تو ابھی تک جاگ رہی ہیں' اور یہ کافی؟" نشاندہی کی تھی' مگر وہ مسکرا دی تھی۔

"ہاں' کافی کا موڈ ہو رہا تھا' نیند بھی نہیں آ رہی تھی سو میں کافی لے کر یہاں چلی آئی

ایسا ہی ہوتا ہے اگر دوپہر میں نیند لے لی جائے تب' جب چھوٹی تھی تو اماں مجھے دوپہر نہیں سونے نہیں دیتی تھیں۔" وہ ہنس دی تھی' مگر اس کی ہنسی میں ایک صاف چغلی تھی۔ فریدوں نے اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ وہ سر جھکا کر کافی کے سپ لینے لگی تھی۔

"تم نے پیکنگ مکمل کر لی نا؟ ہر شے دھیان سے رکھنا تھی۔ اگر کچھ چھوٹ گیا تو بعد میں اماں کے کان کھاتے رہو گے۔ اتنے بڑے ہو گئے ہو' مگر مزاج اب بھی وہی بچوں والے ہیں۔ اماں ٹھیک کہتی ہے' تمہیں شادی کر لینی چاہیے' کوئی سنبھالنے والی آ جائے گی۔ تو اتنے لاپروا نہیں رہو گے۔ ٹھیک ہی ہے یہ بھی۔ کوئی بندہ ذمہ دار نہ ہو تو اس پر ذمے داریوں کا بوجھ لاد دیا جائے تو وہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ ویسی اے لا جک۔"

وہ پتا نہیں اتنا زیادہ' اور متواتر بول کر ثابت کرنا چاہ رہی تھی۔ لبوں کی وہ بے وجہ مسکراہٹ کیا راز چھپانا چاہ رہی تھی۔ وہ جانتا تھا۔ غادیہ اتنا بولنے کی عادی نہیں تھی تو پھر یہ کیا تھا؟ وہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا جب وہ مسکرائی تھی۔

"شادی ہوئی' دو چار بچے ہوئے تو ادھر ادھر کا کچھ ہوش نہیں رہے گا۔ آٹا' دال کس بھاؤ بکتا ہے' سب سمجھ میں آ جائے گا۔" وہ اس کے مستقبل کی بات کرتے ہوئے محظوظ ہو رہی تھی۔

"آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟" آہن فریدوں نے کہا تھا۔

"میرے بارے میں کیا؟" وہ چونکی تھی۔

"آپ کی شادی......؟" فریدوں نے جتایا تھا۔

"میری شادی......؟" وہ کچھ کترا کے سر جھکا گئی تھی' پھر کافی کے کپ کے کنارے سے کھیلنے لگی تھی۔

"پتا نہیں' شاید کبھی بھی نہیں۔" آواز مدہم تھی جیسے وہ خود کلامی کر رہی ہو۔ "تمہیں جا کر سونا چاہیے۔" وہ اسی طرح سر جھکا کر بولی تھی۔ آہن فریدوں نے ہاتھ بڑھایا تھا' اور اس کے ہاتھ سے کافی کا آدھا کپ لے لیا تھا۔

"ارے' جھوٹی ہے' جھوٹی کافی نہیں پیتے۔" غادیہ نے کہا تھا' مگر وہ ان سنی کرتے ہوئے سپ لینے لگا تھا۔

"کیا ہوتا ہے جھوٹی کافی پینے سے؟" دلچسپی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"پتا نہیں' مگر اچھا نہیں ہوتا۔" وہ نگاہ پھیر کر بولی۔

"محبت بڑھتی ہے۔" آہن فریدوں نے بغور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے دریافت کیا تھا۔

"محبت" وہ چونکی تھی۔

"ایسا کیا عجب کہہ دیا میں نے' کیا نہیں بولتی؟" وہ مسکرایا تھا
"مجھے پتا نہیں' کبھی کبھی اپنی ایج کے مطابق تم بہت امیچور باتیں کرتے ہو۔" وہ نگاہ اس سے گریزاں دکھائی دی تھی۔ وہ مسکرا دیا تھا۔
"محبت کی کیا کوئی عمر ہوتی ہے غادیہ؟"
"حماقت ہے سراسر یہ' اور حماقت کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔" وہ نگاہ پھیرے بولی تھی۔
"حماقت کی کوئی عمر ہوتی ہوگی غادیہ' مگر محبت حماقت نہیں ہے۔ محبت کی بھی ایک عمر ہے' کسی بھی زمانے میں یہ آئے اپنے موسم' اپنا مزاج' اپنے تیور ساتھ لے کر آتی ہے۔ بندہ امیچور یا میچور ہو سکتا ہے۔ محبت امیچور یا میچور نہیں ہوتی۔ پتا نہیں کبھی بھی کیوں لگتا ہے کہ یہ آنکھیں بہت کچھ بھی کہتی ہوں' مگر آپ میرے بھید جاننا زیادہ ضروری سمجھتی ہیں۔"
"فریدون' رات بہت ہوگئی ہے' جا کر سو جاؤ۔" وہ یہ کہہ کر جانے کو آگے بڑھی تھی۔
"دل یو میری می غادیہ؟"
اک آواز نے قدم باندھے تھے۔ اک سوال نے اسے پتھر کر دیا تھا۔ قدم وہیں منجمد ہو گئے تھے۔ یہ رات کا کوئی طلسم تھا یا پھر آہن فریدون میں ہی اتنی ہمت آ گئی تھی کہ وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ سو ہر ناممکن کو ممکن کرنے کے درپے تھا۔ وہ پلٹی تھی' بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔
"میری می غادیہ؟ آئی کین ڈو اینی تھینگ فور یو۔ آئی ول ڈو اینی تھینگ فار یو۔" رات کے اس پہر میں وہ آواز مدھم ہونے کے باوجود ایک بازگشت بن گئی تھی۔
غادیہ بے یقینی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

●●●

"ہم سب چور لمحوں کی آس میں رہتے ہیں۔ اک لمحہ ملا نہیں' اور ہم ہوا ہوئے' خوشی نشہ' فراز' سرفراز' مگر کبھی کبھی یہ فراز بھی کسی کام نہیں آتا' اور یقین کرنا پڑتا ہے کہ سب لاحاصل ہے' اور سب کار کا دکھاوا ہے' یا پھر شاید کوئی دھوکہ۔"
وہ ڈنر کے بعد برتن سمیٹ رہی تھی جب منال احمد کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔ وہ اس طرف آنا چاہتی تھی۔ مکمل طور پر گریز برتنا چاہتی تھی' مگر ادیان نے کہا تھا' اسے وہاں ڈنر کے وقت موجود ہونا چاہیے' اور اس حکم نامے کو وہ کسی بھی طور پر ٹال نہیں سکی تھی۔
وہ دونوں ساتھ ساتھ تھے۔ وہ ان لمحوں سے فرار ہونا چاہتی تھی۔ ایسے ہی کسی چور لمحے میں بھی اس کے ہاتھ نہ تھا۔ برتن اٹھاتے ہوئے اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ یکدم ایک پلیٹ ہاتھ سے پھسلی تھی' اور زمین پر ٹوٹ کر بکھرتی چلی گئی تھی۔ وہ الجھن سے ہر اطراف میں دیکھنے لگی

اور کانچ اٹھانے لگی تھی۔ ادیان نے اسے بغور دیکھا تھا اور پھر اس کے قریب آ گیا تھا۔ گھٹنوں کے بل جھکا' اور کانچ چنتے اس کے ہاتھوں کو تھام لیا تھا۔
طالیہ جبران اس کی طرف ایک نگاہ نہیں دیکھنا چاہتی تھی' مگر اب اس کی طرف دیکھنا ناگزیر ہو گیا تھا۔ طالیہ نے ہاتھ اس کے ہاتھ کی گرفت سے نکالنا چاہا تھا۔ کانچ چننے کی کوشش میں ہاتھ زخمی ہو گیا تھا۔ انگلیوں سے خون رسنے لگا تھا۔ ادیان نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تھا' مگر وہ اب بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔ بھیگی آنکھوں میں سے نمکین پانیوں کے کتنے قطرے چپ چاپ ٹوٹے تھے' اور ادیان کے ہاتھ پر آن گرے تھے۔
کس تکلیف کا اظہار تھا یہ!
کس تکلیف پر آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔
وہ ان خاموش لبوں کی کہانی سمجھ سکتا تھا کیا؟
ان بھیگی آنکھوں میں کیا کہانیاں درج تھیں' کیا سمجھ سکتا تھا وہ؟ انجان تھا یا بننے کی کوشش کر رہا تھا۔
"یہ کسی ملازم سے کہہ کر یہ صاف کروا دیں۔" بنا اسے کچھ کہے وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر اٹھا تھا۔
دل پر ایک انی سی چلی تھی۔
ہمدردی کے دو بول بھی نہیں تھے۔
کوئی مروت بھی نہیں تھی۔
وہ چلتا ہوا دوبارہ منال احمد کے پہلو میں جا بیٹھا تھا۔
ان بھیگی ہوئی آنکھوں نے دیکھا تھا۔
کیوں ہو رہی تھی جلن!
کیوں تھا یہ کرب
ایسا کوئی احساس بھی کیوں تھا' اگر دوسری طرف کچھ تھا ہی نہیں۔ ان یک طرفہ راستوں کا انتخاب اس نے کیوں کیا تھا آخر۔ کیوں چنی تھیں یہ راہیں۔ اگر اسے تنہا ہی چلنا تھا۔
ٹوٹے کانچ کے ٹکڑے اٹھا کر چپ چاپ چلتی ہوئی وہ وہاں سے نکل آئی تھی۔
کچن کے نل کے نیچے خون رستے ہاتھ کو کیے وہ گم صم سی کھڑی تھی۔ جب کھٹکا ہوا تھا۔ اس نے دروازے کی طرف مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ گمان نہیں تھا وہاں کون ہے' مگر ایک امید تھی۔ کسی کو وہ چاہتی تھی۔
کسی ایک خاص کو صرف اپنے لیے۔

آہٹ ہوئی تھی اور قدم اس کے پاس آن رکے تھے۔

اس نے کن انکھیوں سے دیکھا تھا اور ساری امید پر اوس پڑ گئی تھی۔

"لاؤ ہاتھ پر مرہم لگا دوں۔" یوا نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"نہیں رہنے دیں۔ ٹھیک ہے۔ زیادہ بڑا گھاؤ نہیں ہے۔" اس نے دوسرے ہی پل ہاتھ ان کی گرفت میں سے نکالا تھا اور وہاں سے نکل گئی تھی۔ یوا سمجھتی تھی اس کا دکھ۔ سو دل کٹ کر رہ گیا تھا اس کی تکلیف پر۔

●❂●

"پاگل ہو گئے ہو تم۔" غادیہ کی آواز میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔ "تم ہوش میں تو ہو؟" حیرت میں دبی ہوئی اس کی آواز ابھری تھی۔

آہن فریدون نے بہت اطمینان سے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"میں مکمل ہوش و حواس میں ہوں غادیہ! میں کبھی بھی حواس سے باہر نہیں ہوا۔ آپ جانتی ہیں اپنے اختیار میں رہنا مجھے آتا ہے۔ میں نے جو بھی کہا ہے' میں جانتا ہوں۔ اپنے کہے گئے ایک ایک لفظ کا مکمل احساس ہے مجھے' مکمل ادراک ہے۔" وہ پُرسکون لہجے میں بولا تھا۔

غادیہ نے اسے بہت ناگواری سے دیکھا تھا اور جھنجلاتے ہوئے بولی تھی۔

"مکمل ہوش میں نہیں ہو تم۔ کچھ نہیں جانتے ہو کیا کہہ رہے ہو۔ آہن فریدون! زندگی تمہارے اس غیر سنجیدہ رویے کے ساتھ بسر نہیں ہو سکتی۔ زندگی میں سیریس ہونا بہت ضروری ہے۔"

"آپ سے کس نے کہا کہ میں سیریس نہیں ہوں۔ میں مکمل ہوش و حواس میں ہوں۔ رات کے اس پہر بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے' اور آپ سے پوچھ رہا ہوں۔ ان فیکٹ' ایک عرصے کی لگن شامل ہے' اس میں یہ کوئی آج کی بات نہیں ہے۔ آپ جانتی ہیں غادیہ! آئی تو ایک ذمہ دار بندہ ثابت ہو سکتا ہوں۔ شادی کی ساری ذمہ داریاں نبھا سکتا ہوں۔ ایک perfect hasband ہو سکتا ہوں۔ اگر آپ ہاں کر دیں تو۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ انداز میں سنجیدگی کا عنصر کم تھا' مگر وہ پورے دل سے یہ بات کر رہا تھا۔ غادیہ جانتی تھی۔ دل اس کے جنوں سے واقف تھا۔

وہ اس کی آنکھوں میں وہ لگن بھی دیکھ سکتی تھی' مگر کبھی کبھی بہت سی حقیقتوں سے نگاہ چرانا بھی پڑتی ہے۔

"بی ہیو آہن! تمہیں ٹریول کرنا ہے۔ کوئی بدمزگی کر کے اپنا' اور میرا موڈ خراب مت کرو۔" وہ پلٹی تھی۔

"موڈ خراب نہ کروں یا آپ کو ڈر ہے کہ ایسی کسی بدمزگی سے کوئی بدشگونی ہو جائے گی۔

اتنی پروا ہے آپ کو میری؟ اگر کچھ ہو جائے مجھے تو کیا آپ کو کوئی فرق پڑے گا؟" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

غادیہ اس کی طرف دیکھنے سے یکدم گریز برت گئی تھی۔

"شٹ اپ فریدون! ڈونٹ بی اسٹوپڈ۔ تمہاری ان امیچور باتوں سے مجھے بہت الجھن ہوتی ہے۔" وہ پلٹنے لگی تھی کہ جب آہن فریدون نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لے کر اسے خود سے قریب کر لیا تھا۔ غادیہ اس اقدام پر بھونچکا رہ گئی تھی۔

"غادیہ! میں آپ کو پرپوز کر رہا ہوں' اور کسی کو شادی کے لیے پرپوز کرنا کوئی بچکانہ اقدام نہیں ہے۔ کبھی سنا ہے آپ نے کہ ایسا کرنا امیچور ہے؟ آپ کی' اور میری عمر میں اتنا بڑا گیپ بھی نہیں ہے کہ جو ایسا خلا بنا دے' کہ جو کبھی بھرا نہ جا سکے۔ نہ تو آپ اتنی بوڑھی ہیں' نہ ہی میں اتنا بچہ۔ یہ ساری باتیں کسے سمجھانے کی کوشش کرتی ہیں آپ۔ اگر جتانا بھی چاہتی ہیں تو اس کا کیا مقصد ہے؟ کہنا کیا چاہتی ہیں آپ؟ کیا پروف کرنا چاہتی ہیں آپ؟ خوفزدہ ہیں آپ غادیہ! صرف خوفزدہ ہیں آپ۔ ادھر ادھر کے لوگوں سے۔ یہاں سے وہاں سے' اور خود سے۔ ہر طرف سے خوفزدہ ہیں آپ۔ درحقیقت ڈری ہیں آپ۔

اس کی... اس کی...... سب کی پروا کرتی ہیں آپ۔ کبھی یہ سوچا ہے کہ ان سب کو بھی آپ کی کوئی پروا ہے؟

میں جانتا ہوں ایسا کچھ بھی نہیں ہو گا آپ نے کیونکہ آپ یہ سب سوچنا ہی نہیں چاہتیں۔ مجھے دنیا کا سبق پڑھاتی ہیں۔ میری ساری عقل و خرد کی باتیں بھی آپ کو فضول لگتی ہیں' مگر اپنی فضول سی ضد بھی آپ کو ٹھیک لگتی ہے؟" وہ مکمل طور پر صاف گوئی سے کہہ رہا تھا آج۔ پہلی بار وہ اس کے مدمقابل کھڑا اسے جتلا رہا تھا۔ پہلی بار اختلاف رائے کر رہا تھا۔

یہ اتنی ڈھیر سی ہمت کہاں سے آئی تھی اس میں۔

غادیہ کھلی آنکھوں سے کسی قدر حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی کلائی پر اس کی گرفت مضبوط تھی۔ آج سے پہلے کبھی اتنی ہمت نہیں ہوئی تھی اس کی' پھر آج کیا تھا۔

کیا وہ کوئی حتمی نتیجہ چاہ رہا تھا؟

●❂●
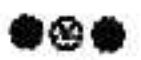
وہ اس ناپسندیدہ صورت حال کا حصہ نہیں بننا چاہتی تھی۔ تبھی کچن سے نکل کر راہداری میں سے گزرتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ جب سامنا منال احمد سے ہو گیا تھا۔ اب تک اس کے اور منال کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ ڈنر کے دوران بھی وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

گھر کے افراد کو اس کے آنے سے شاید کوئی خوشی میسر نہیں آئی ہو۔ وہ عرصہ دراز تک اس گھر کا ایک حصہ رہی تھی۔ بالکل ایک فرد جیسے۔

آج بھی وہ لوٹی تھی، تو مکینوں کے چہروں پر ایک خوشی تھی، جو دیدنی تھی۔

بس بے سکونی کہیں تھی تو وہ اس کے اندر تھی۔

وہ چانک ہی اس گھر میں خود کو بہت اجنبی محسوس کرنے لگی تھی۔ جیسے پل کے پل میں سب بہت پرایا تھا۔

"کیسی ہو تم؟" منال اسے دیکھ کر ملائمت سے مسکرائی تھی۔

اسے اس کا سکون اپنا منہ چڑاتا محسوس ہوا تھا۔

جیسے وہ اس کے اطمینان سے واقف ہو۔

"ٹھیک ہوں۔ تم کیسی ہو؟" وہ ایک ظاہری سی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر مکمل طور پر پُر اعتماد انداز سے بولی تھی۔

منال نے سر ہلا دیا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔ تم نے گھر کو بہت حد تک بدل دیا ہے۔ ساری کلر اسکیم چینج کروا دی۔ کرٹنز، کارپٹ سب بدل دیا۔ اوبان کے کمرے کی کلر اسکیم بھی بدل دی۔ اچھا لگا یہ چینج۔" وہ چونکیں طنز کرتی ہوئی مسکرا رہی تھی یا یہ مسکراہٹ بے ریا، اور صرف اس وقت کا حصہ تھا۔ طالیہ جبران سمجھ نہیں پائی تھی۔

"کبھی کبھی تبدیلی بہت ضروری ہو جایا کرتی ہے نا گریز...... بہت عرصے سے جب چیزیں ایک ہی طرح پڑی رہیں، تو اپنا تاثر کھو دیتی ہیں۔" طالیہ جبران چونکیں واقعی کچھ جتانا چاہتی تھی، یا اس کے سوال کا مناسب ترین جواب صرف یہی ہو سکتا تھا۔

منال اس کی بات پر بہت اطمینان سے مسکرا دی تھی۔

"ہاں، ٹھیک کہتی ہو شاید۔ تبدیلی بہت ضروری ہے۔ چاہے وہ دیواروں پر لگی اس کلر اسکیم کی ہو یا پھر کھڑکیوں دروازوں پر لگے کرٹنز کی۔ تبدیلی اچھی لگتی ہے۔ اگر وہ بروقت ہو۔" منال احمد مسکرا رہی تھی۔

طالیہ جبران فوراً سے پیشتر وہاں سے ہٹنا چاہتی تھی، مگر منال احمد جیسے اس سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ کیا......؟ یہ سننے کی اس میں سکت نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی، وہ لفظ بن رہی تھی۔ اب تک کی صورت حال اس کے حق میں تھی، اور طالیہ جبران اپنی شکست کو اسے واضح انداز میں جھیل نہیں سکتی تھی۔

"طالیہ، تم نے بہت کچھ بدل دیا ہے واقعی، مگر......"

"تبدیلی چیزوں کے بدل دینے سے نہیں آتی منال احمد۔ کبھی کبھی تبدیلی کہیں، اور سے آتی ہے، مگر اس بارے میں فی الحال میں بات نہیں کر سکتی۔ میرے سر میں درد ہے، اور میں کچھ آرام کرنا چاہتی ہوں۔ آئی ہوپ تم مائنڈ نہیں کرو گی۔ ایکسکیوز می۔" سہولت سے کہہ کر وہ چلتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔

منال احمد اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

●●●

محبت میں بہت کچھ جھیلنے کی گنجائش ہوتی ہے۔

بہت کچھ برداشت کر سکتی ہے محبت۔

وہ بھی جو ہوا ہے، اور وہ بھی جو نہ ہوا۔

یہ صرف محبت کا ظرف ہے۔

صرف محبت میں ہی اتنی گنجائش ہو سکتی ہے۔

نانا ہمیشہ کی طرح ماموں سے کسی موضوع پر بات چیت کر رہے تھے۔ فیضانہ کافی کا کپ لیے چلتی ہوئی ریسٹ سے کرائی تھی۔

کیا تھی محبت

کیا تھا یہ احساس

یک طرفہ جلن

یک طرفہ تڑپ

اک نہ ختم ہونے والا اضطراب

تنہا نا ختم ہونے والے راستوں پر چلنا

اور نا کوئی حاصل...... نہ وصول۔ سب لا حاصل

اگر صرف وہ اپنے زاویے سے سوچتی تو اس کی محبت صرف یک طرفہ تھی، اور اس کے دوسرے کنارے پر صرف دھوکہ تھا۔

اس کنارے وہ صرف تنہا کھڑی تھی، اور یہی محبت کی سب سے بڑی حقیقت تھی۔ اس کی نظر میں یہی تھی محبت——

اس کی محبت——

صرف ایک سراب——

مگر اگر اسی محبت کو وہ کسی اور ہی نظر سے دیکھتی تھی تو ایک طویل انتظار ایک صبر ایک طویل مدت۔

اک برداشت......

سب کچھ سننا......

سب کچھ ماننا......

صرف دوسرے کی ماننا......

صرف دوسرے کی سننا......

محبت کیا اتنی پاگل بھی ہو سکتی ہے؟

ایک لمحے میں اسے اپنا آپ بہت غلط لگا تھا۔

اعشار نے خود پر عائد کی گئی دلوں کو آج تک بہت فراخدلی سے قبول کیا تھا۔ وہ اسے تیور دکھاتی تھی۔ غصہ دکھاتی تھی۔

مگر اس کے ہر رویے کے سامنے وہ بہت کول اور calm نظر آتا تھا۔ بہت مطمئن بہت پرسکون۔

جیسے اس کی کوئی اپنی مرضی ہو ہی نہیں۔

جیسے اس کی اپنی کوئی خواہش ہو ہی نہیں۔

یہ خود کی نفی کرنا اتنا آسان تو نہیں۔

کوئی کیسے خود کی نفی کر سکتا ہے۔

وہ ایک پل کو بھی اپنی نفی نہیں کر سکتی تھی۔ اپنا آپ جھٹلا نہیں سکتی تھی۔ پھر اعشار کے لیے یہ سب اتنا آسان کیسے تھا۔

اسے لگا تھا اس نے یہ طویل سفر تنہا جھیلا۔ اگر وہ تنہا تھی تو آج اس دوسرے کنارے پر اعشار اسے کھڑا کیوں دکھائی دے رہا تھا۔

اگر اس کی محبت صرف ایک Illusion تھی۔ دھوکہ فریب تھی۔ تو پھر یہ سب اتنا مختلف کیسے تھا۔

آج وہ زبردستی اس کے ساتھ ہونے کی کوشش کیوں کر رہا تھا۔

اتنی محبت تھی تو وہ کیوں خود تنہا بھٹکتی آئی تھی آج تک۔

کس بات کی سزا دیتی رہی تھی خود کو بھی اور اسے بھی۔

کافی کا کپ پڑا پڑا ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

کتنی گنجائش تھی محبت میں۔

کتنا کچھ برداشت کیا تھا اعشار نے۔ اس کی اچھی بری سب باتوں کو جھیلا تھا۔ کیا یہ واقعی محبت تھی۔

کیا صرف محبت ہی اتنی گنجائش رکھتی ہے

اتنی برداشت صرف محبت میں ہی تھی۔

اب کے سوچا تھا تو سوچ کا ہر زاویہ بدلا بدلا سا لگا تھا۔

اب تک وہ جس رخ سے منظر نامے کو دیکھتی آئی تھی' وہاں سے سب کچھ سب مختلف دکھتا رہا تھا۔ وہ کوئی' اور ہی تھا۔ کوئی' اور ہی تصویر تھی۔

سچ ہے تمہاری سوچ چیزوں کے طرزِ حیات کو بدلتی ہے۔ نیت بدلتی ہے۔ احساس بدلتی ہے۔

اسے آج سب اتنا برا نہیں لگ رہا تھا' مگر اپنی غلطی کا احساس ضرور ہو رہا تھا کہ اس نے بہت سا وقت اپنی انا کی نذر کر دیا تھا۔ بہت سے قیمتی لمحے گنوا ضرور دیے تھے' مگر شاید اتنی دیر بھی ابھی نہیں ہوئی تھی۔

اس نے سیل فون اٹھایا تھا۔

مگر پھر کچھ سوچ کر دوبارہ سیل فون وہیں رکھ دیا تھا۔ ایک جھجک آڑے آئی تھی۔ پتہ نہیں یہ اقدام ٹھیک بھی تھا کہ نہیں' وہ نہیں جانتی تھی' مگر اسے یہ قطعا مناسب نہیں لگا تھا۔ تبھی ہاتھ روک لیا تھا۔

●◉●

اعشار نے بہت اضطراب سے فون اٹھایا تھا۔ ایک نمبر ملایا تھا' مگر اچانک ہی ارادہ بدل دیا تھا۔

"کیا کر رہے ہو برخوردار' آج تو آپ کی مہندی ہے۔ یہ آپ چھپ کر کیوں بیٹھے ہیں؟" دانیال چاچو اس کی طرف آئے تھے۔

"نہیں چاچو' میں چھپ کر نہیں بیٹھا۔ بس کچھ الجھن میں ہوں۔"

"اب کیسی الجھن؟ ہر چیز تو ٹھیک انجام پا رہی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر میں ہوٹل کے لان میں سب پہنچنا شروع ہو جائیں گے۔ فون کر کے معلوم کیجیے۔ آپ کی دلہن بھی تیار ہوئی یا نہیں' ہم مرد تو کسی بھی جگہ منہ اٹھا کر پہنچ سکتے ہیں' مگر ساری تیاری ان لڑکیوں کی ہی ہوتی ہے اگر برائیڈل میک اپ میں گھنٹوں لگتے ہوں گے' تو اس مہندی مایوں کے میک اپ میں بھی کچھ کم وقت نہیں لگتا ہوگا۔ پک دی فون اینڈ آسک ٹو یور وائف ٹو بی۔" دانیال چاچو نے مسکراتے ہوئے فون اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا تھا۔

مگر وہ اس قدر الجھن میں دکھائی دیا تھا۔

"چاچو' میں یہ زبردستی نہیں کر سکتا۔"

"زبردستی؟ یہ زبردستی کون کر رہا ہے؟ باقاعدہ ہر بات طے ہوئی ہے۔ دونوں فیملیز نے ڈی سائیڈ کیا ہے یہ سب۔ اس میں الجھن کی گنجائش باقی نہیں بچتی۔" دانیال چاچو نے جواز دیا تھا۔

"نہیں چاچو! وہ ناخوش ہے۔ اس کی مرضی نہیں ہے پ۔" وہ بہت آہستگی سے بولا تھا۔

"کیا؟" دانیال چاچو حیران دکھائی دیے تھے۔

"ایسا اس نے کہا؟"

"ہاں' ہم جیولری شاپنگ کے لیے گئے تھے۔ وہ بت بنی ہوئی تھی۔ جیسے ہر شے اس پر تھوپی جا رہی ہو۔ کوئی زبردستی کی جا رہی ہو۔ میں نے پوچھا تو پتہ چلا اس کی کوئی مرضی شامل نہیں ہے۔ میں نے سب بات وہیں ختم کرنے کی ٹھان لی تھی اور اسے جتا بھی دیا تھا' مگر اس کا فون آگیا کہ وہ شادی کو توڑنا نہیں چاہتی۔ اسی طرح چاہتی ہے۔ اسی وقت اسی ڈیٹ پر کیونکہ وہ اپنی فیملی کو خوش دیکھنا چاہتی ہے۔ چاچو! اس بندھن کا کوئی فائدہ نہیں ہے' جس میں دونوں کی رضا مندی شامل نہ ہو۔ مجھے یہ سب بے معنی لگ رہا ہے۔ بہت غلط۔ میں شاید اپنی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے بہت غلط اقدام کرنے چلا تھا' مگر یہ ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے اس بات کا احساس ہو گیا ہے۔"

"کیا چاہتے ہو تم اعتبار؟" چاچو نے پوچھا تھا۔

"پتہ نہیں چاچو! میں اس کی بات بھی ٹالنا نہیں چاہتا' مگر شادی ایک ایسا بندھن ہے جسے ہمیں صرف اپنے لیے باندھنا چاہیے۔ نہ کہ دوسروں کے لیے۔ آج تک شاید میں بہت غلط تھا۔ بہت خود غرض۔ اپنی خوشیوں کے بارے میں سوچنے والا' مگر آج ایک لمحے نے مجھے جتا دیا ہے کہ میں بہت غلط تھا۔ محبت یہ نہیں ہے چاچو! یہ خود غرضی ہے صرف۔"

اعتبار بیزار سا بولا تھا اور دانیال چاچو اسے خاموشی سے دیکھ کر رہ گئے تھے۔

●●●

رات کے اس پہر میں دونوں چپ چاپ ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑے تھے۔ دونوں کسی قدر ایک دوجے سے گریزاں تھے' مگر کسی ایک نے بھی وہ مقام نہیں چھوڑا تھا۔

کتنے چپ چاپ سے لمحے سرکے تھے۔ دونوں کو اس خاموشی کا احساس تھا' اور رات کے اس پہر کا بھی۔ تبھی فادیہ بولی تھی۔

"سنو فریدوں' تم اگر سمجھ رہے ہو کہ گھڑی کوئی فیصلہ کن گھڑی ہے' تو تم غلط سوچ رہے ہو۔" "میں ایسا کچھ نہیں سوچ رہی ہوں' جس کو لے کر اس موڑ پر کوئی نتیجہ نکل سکے۔ میں اب بھی ویسا ہی سوچ رہی ہوں' سو یہ سب فضول ہے۔" فادیہ نے پروف کرنے کی کوشش کی تھی' مگر

فریدوں بہت اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔

"فادیہ! میں غلط نہیں ہوں۔ آپ اس وقت' اس پل میں یہاں موجود ہیں' اور یہ اس پل کی سب سے بڑی سچائی ہے۔ آپ کے قدم یہ زمین چھوڑ نہیں پا رہے ہیں کیوں کہ میرے قدم اس زمین سے بندھے ہوئے ہیں۔ میں اس زمین پر قدم باندھے کھڑا ہوں فادیہ! اس لیے آپ بھی یہاں ہیں۔ میں کتنا غلط ہوں' اور کتنا صحیح' وقت کا یہ لمحہ ثابت کر رہا ہے۔ کبھی کبھی بہت کچھ کہنے کے لیے لفظوں کے کھوکھلے سہاروں کی ضرورت نہیں پڑتی فادیہ۔ اس لمحے کو بھی ان لفظوں کی ضرورت نہیں ہے۔" آن فریدوں کا لہجہ پُر یقین تھا۔

اور فادیہ کے دل کی دھڑکنوں نے اس بات کا واضح ثبوت دیا تھا۔ وہ اس لمحہ اس کی طرف اس اعتماد سے دیکھ نہیں سکی تھی۔ وہ اسے بہت کچھ باور کرا رہا تھا۔

"آپ کے جواز بے معنی ہیں فادیہ! کچھ فرق نہیں پڑتا اس سے مجھے۔۔۔ زندگی مجھے گزارنی ہے۔ آپ مجھ سے دو چار سال بڑی ہیں' تو اس کا اعتراض مجھے ہونا چاہیے۔ مجھے نہیں تو پھر کس کو ہے؟ آپ کو؟ کیوں؟ کہیں آپ اس عمر کے دقیانوسی جواز کو میرے اسٹیٹس سے تو نہیں ملا رہیں۔ شاید آج میں نواب بخاری خاندان کے برابر نہیں ہوں' مگر میں آپ کو وہ دے سکتا ہوں جو شاید کوئی اور نہ دے سکے۔

میرے پاس فیملی بیک گراؤنڈ نہیں ہے۔ نام مرتبہ۔۔۔۔۔' اور اسٹیٹس نہیں ہے فادیہ' اور یہی اس انکار کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ سچ کہیے کیا نہیں ہے؟" وہ مسکرایا تھا۔ فادیہ اسے ناپسندیدہ نظروں سے گھورنے لگی تھی۔

"شٹ اپ فریدوں' تم جانتے ہو۔ میرے گھر میں ان باتوں کا کوئی مفہوم نہیں ہے۔ اس گھر میں نہ تو کوئی اسٹیٹس کی بات کرتا ہے' نہ ہی اس اونچے فیملی بیک گراؤنڈ کی۔ تم ہمیشہ سے میری فیملی کا حصہ رہے ہو۔ اس پہلے دن سے' جب میں تمہیں اس گھر میں انگلی تھام کر لے آئی تھی۔ تم ایسا کر کے تکلیف دے رہے ہو۔"

"آئی ایم سوری فادیہ' مگر میں تھک چکا ہوں' سچ کہوں' نہیں رہ سکتا آپ کے بنا' بہت عادت ہو چکی ہے آپ کی۔ بچپن سے آج تک۔ مجھے پتہ نہیں کب سے ہے یہ سب' مگر یہ احساس میری رگوں میں رچ بس چکا ہے۔ بہت۔۔۔۔۔ بہت محبت کرتا ہوں میں آپ سے۔

کیا آپ کے دل میں میرے لیے تھوڑی سی بھی گنجائش نہیں ہے؟ جہاں تک آپ کو میں جانتا ہوں' آپ کا دل اتنا پتھر نہیں ہے۔ میں ان آنکھوں میں دیکھتا ہوں تو انکار کا ایک جواز بھی نہیں دکھائی دیتا فادیہ۔ پھر آپ کے لبوں پر یہ گریز کیسا ہے۔ میں آج تک سمجھ نہیں پایا۔ سچ کہوں' کہیں نہیں جانا چاہتا میں۔ کہیں جانے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں۔ آپ کے قریب رہنا چاہتا

ہوں۔ لمحہ لمحہ صرف آپ کے پاس۔ قادیہ! ایک بات پوچھوں؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولا تھا۔

قادیہ نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"جو بات، آپ کی آنکھیں کہتی ہیں' وہ بات آپ کیوں نہیں کہتیں قادیہ! مجھے کیوں لگتا ہے کہ اس پرسکوت منظر کے پیچھے کہیں بہت ہلچل ہے' اور یہ منظر اتنا بے جان نہیں ہے۔ مجھے کیوں لگتا ہے کہ صرف میں نہیں۔ آپ کی آنکھیں بھی انہیں خواہشوں کے اضطراب سے بوجھل ہیں۔

یہ جنوں' یہ اضطراب صرف میری دھڑکنوں میں ہی نہیں۔ آپ کی دھڑکنوں میں بھی وہی آہنگ ہے۔ اگر میں غلط ہوں تو پھر یہ سب کیوں ہے قادیہ؟

ایسا کیوں لگتا ہے مجھے؟"

آہن فریدوں کے پاس بہت سے سوال تھے' مگر قادیہ کے پاس کسی ایک کا بھی جواب نہیں تھا۔

اس کے لبوں پر بس ایک چپ تھی۔

فضا میں وہی سکوت تھا۔

وہی مار دینے والی چپ تھی۔

کیسی محبت ہے یہ!!

●●●

محبت ایسی نہیں ہوتی۔ یہ سراسر بے وقوفی تھی وہ۔ جو میں آج تک کرتی آئی تھی سمجھتی آئی تھی۔ طالیہ جبران نے ادھر ادھر ٹہلتے ہوئے بالآخر تسلیم کیا تھا۔

"یہ صبح ہی صبح تم یہاں ٹیرس پر کیوں ٹہل رہی ہو؟" نیند شاید اویان حاکم چغتائی کو بھی نہ آئی تھی' جو وہ اتنی صبح اس کے مد مقابل تھا۔

"کچھ نہیں' مس کر رہی تھی۔" اس نے بات بنائی تھی۔

"کیا مس کر رہی تھیں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"اپنی فیملی کو' اماں کو۔" وہ خود کلامی کے سے انداز میں بولی تھی۔ "بہت یاد آ رہی ہے ان کی میں سو بھی نہیں پائی۔"

"وہ تو تمہاری آنکھوں سے لگ رہا ہے۔" وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ پو پھوٹ رہی تھی۔ طالیہ بغور اسے دیکھ رہی تھی۔

"بادلوں نے منظر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اجالا کب ہو۔ کچھ پتہ نہیں چلتا۔" وہ فلسفیانہ انداز میں بولی تھی۔ وہ مکمل اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔

"صبح کے پانچ بجے کون سا سورج بادلوں کا سینہ چیر کر باہر آ سکتا ہے۔ ایسا کیجئے آپ اپنا خیالاتی' تصوراتی سورج بنا لیجئے۔ جو چار پانچ بجے ہی اگ آتا ہو۔" وہ مکمل طور پر اس کا مذاق اڑا رہا تھا' مگر وہ بہت نکھری نکھری سی دکھائی دی تھی۔

اس کی کسی بات پر نہیں مسکرائی تھی۔

اس کی بے خواب آنکھوں میں جو الجھنیں تھیں' وہ انہیں دیکھ نہیں رہا تھا یا پھر دیکھ کر بھی اگنور کر رہا تھا۔

"تم ضرور فون کر لو۔" اپنا سیل فون اس کی طرف بڑھایا تھا۔

"نہیں' اس وقت وہاں رات کا ایک بج رہا ہوگا۔ سر میں تو پھر بھی چار گھنٹوں کا فرق ہوتا ہے مگر......" اس کی الجھن نا ختم ہونے والی تھیں۔ لاشعوری' اویان حاکم چغتائی نے اسے بغور دیکھا

تھا۔

"اور تم یہ تک بھول رہی ہو کہ یہاں ونٹر ہے' اور ونٹر میں گرم کپڑے بہت ضروری ہیں' پھر بھی جاتی ہو تم؟ وہاں مڈ ویسٹ میں بھی ٹھنڈک کا احساس ہے' اور تم یہاں......" اس نے ٹوکا تھا۔

"مجھے ٹھنڈ نہیں لگتی۔ میرے اندر کا احساس برف ہو چکا ہے ادیان۔ تھینکس فور دی کیئر۔"

وہ مکمل طور پر بے تاثر دکھائی دے رہی تھی۔ ادیان حاکم چغتائی نے اپنی جیکٹ اتار کر اس کے شولڈر پر ڈالی تھی۔

"ویٹ۔" اسے کہہ کر وہ پلٹا تھا۔ اس کے واپس آنے تک وہ بت بنی اسی طرح کھڑی رہی تھی۔ وہ لوٹا تھا تو اس کے ہاتھ میں دو کافی کے دو کپ تھے' اور وہ بہت تروتازہ' اور ہشاش بشاش دکھائی دے رہا تھا۔ غالباً اس نے کافی بناتے وقت پانی کے کچھ چھینٹے منہ پر بھی مار لیے تھے۔ اس کی طرف کافی کا کپ بڑھایا تھا جسے اس نے خاموشی سے لے لیا تھا۔

"گڈ مارننگ ود دس کپ آف کافی۔" وہ پہلے سے زیادہ دوستانہ لگا تھا۔ وہ جان نہیں پائی تھی اس کی وجہ کیا رہی ہوگی۔

غالباً وہ بہت خوش تھا' اور اس کی وجہ!

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ میرے چہرے پر کچھ لگا ہے کیا؟" وہ مسکرایا تھا۔

"نہیں بٹ یو سیم ویری ہیپی۔" وہ جتایا تھا۔

"اوہ یس یو آر رائٹ۔ میں اس صبح کے تروتازہ منظر کو دیکھ کر خوش ہوں' اور شاید تمہاری وجہ سے ہے۔ اگر تم نہیں یہاں نہیں ہوتیں تو تمہیں دیکھ کر میں اس طرف بھی نہیں آتا۔" وہ کافی کا سپ لیتے ہوئے مسکرایا تھا۔

وہ اس کے جواز پر مسکرا دی تھی۔

"تمہیں اچھا لگا منال احمد واپس آ گئی۔" اس کی جانب دیکھے بغیر ایک انتہائی اہم نقطہ اٹھایا تھا۔

"منال احمد۔" وہ پرخیال انداز میں زیر لب بولا تھا۔ پھر مسکرایا تھا' اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"تمہیں اس کا آنا اچھا نہیں لگا؟"

"بات میری نہیں ہے ادیان۔ میرے چاہنے نہ چاہنے کی نہیں ہے۔ میری مرضی سے کبھی کچھ نہیں ہوا جو آج ہوگا۔ وقت کو جو کرنا ہے وہ کرتا ہے۔ میں مان لیتی ہوں۔ کیونکہ وقت کی مانے بنا چارہ نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں میری نہیں چل سکتی' سو میرے اندر یہ جھگڑے' اور چپ والی

بات بھی ہے۔ بہت سے لوگوں میں نہیں ہوتی' مگر میں جانتی ہوں میں خود سری نہیں دکھا سکتی سو آئی ایم جسٹ ڈاؤن ٹو ارتھ۔"

وہ اپنی شکست بہت فراخ دلی سے مانے بیٹھی تھی۔ ادیان حاکم چغتائی حیران نہیں ہوا تھا' مگر پوچھے بنا بھی نہیں رہ سکا تھا۔

"اتنی آسانی سے ہار مان لیتی ہو؟ میں نہیں جانتا تھا' میں ایسی کسی طالیہ جبران سے واقف نہیں' جو اتنی پسپائی کا شکار ہو۔"

وہ مسکرا دی تھی' مگر انداز بہت پھیکا تھا۔

"اگر یہ تعریف ہے تو شکریہ' اور اگر صرف طنز تو میں کچھ نہیں کہہ سکتی' مگر میں تھک چکی ہوں۔ بہت تھک چکی ہوں۔" اس نے تھکن سے بھرپور لہجے میں کہا تھا۔ اس کا انداز بھی صاف شکستہ تھا۔

"میدان میں لڑنے والے بھی تو تھک جاتے ہیں نا' انرجی لیول تو ان کا بھی لو ہو جاتا ہے۔ میرے پسپا ہونے پر پھر اتنی حیرت کیوں۔ بڑے بڑے سورما ہار گئے۔ پھر میں تو ایک لڑکی ہوں اور لڑکی بھی وہ جو صرف خالی ہاتھ ہے۔ میرے تو ہتھیار بھی ٹوٹ گئے۔ صبر' استقامت' میانہ روی' طاقت' محبت! بس یہی ہتھیار تھے میرے' اور وہ بہت تھوڑا تھا' دیر تک لڑنے کے لیے۔ میرے سارے تیر ٹوٹ چکے ہیں' اور میں یہ مان چکی ہوں۔

"Yes I have been defeated!"

وہ مکمل طور پر پسپا دکھائی دے رہی تھی' اس کا لہجہ ہی نہیں آواز بھی بہت مضمحل تھی۔ وہ جیسے واقعی خود کو ہارا ہوا محسوس کر چکی تھی۔

مان چکی تھی۔ ادیان نے کافی کا سپ لیا تھا' اور مسکرا دیا تھا۔

"کتنی خوب صورت ہے صبح نا۔ ایسی صبح ہم دونوں نے کبھی نہیں دیکھی شاید' اور ایک ساتھ دیکھنے کی بات تو غالباً ناممکن ہی ہے۔" وہ غالباً اس کی توجہ اس موضوع سے ہٹانا چاہ رہا تھا۔

"پتہ نہیں مجھے اس صبح میں کوئی بھی شے خوب صورت نہیں دکھائی دے رہی۔ سب کچھ ویسا ہی دکھائی دے رہا ہے۔ میں نے اس سے پہلے بھی کئی بار یہ صبح کا منظر دیکھا ہے۔ ہاں آپ کے ساتھ پہلی بار دیکھ رہی ہوں' مگر آپ...... آپ اتنی صبح کیوں جاگ گئے' یا پھر آپ سوئے نہیں؟" وہ یکدم چونکی تھی' اور اس کی آنکھوں کو بغور دیکھا تھا۔

وہ آنکھیں سوئی ہرگز نہ تھیں۔

وجہ کیا تھی؟

منال احمد؟

"کیا سوچ رہی ہو تم؟" وہ جیسے اس کی سوچوں کو پڑھتا ہوا بولا تھا۔

"آپ سوئے نہیں؟" وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکی تھی۔

"نیند نہیں آ رہی تھی' اور تم بھی تو نہیں سوئیں۔" تشا مری کی تھی۔

"وہ ہاں..... میں نے بتایا نا۔ میں اپنے گھر والوں کو مس کر رہی تھی' اور آپ..... شاید خوشی میں بھی کبھار نیند نہیں آتی۔"

"خوشی؟ اور ہاں یو مین مثال احمد؟" وہ اس کے طنز کرنے پر بجائے غصہ ہونے یا برا ماننے کے بولا تھا۔ لبوں پر مسکراہٹ تھی' غالباً وہ محظوظ ہو رہا تھا۔ "ہاں میں خوش ہوں' کتنے دنوں بعد آئی نا وہ۔ دیکھ کر بہت اچھا لگا۔"

اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ ایسے کھلم کھلا بات کرتے ہوئے وہ اسے پہلی بار سن رہی تھی۔ وہ ایسی باتیں کرنے کا قائل نہ تھا' مگر اس لمحے اس کے لبوں پر ایک مسکراہٹ تھی' اور اس موضوع پر بات کرتے ہوئے بہت پرسکون تھا۔ طالیہ جبران کو اس کشور پن کی امید نہیں تھی۔

"گڈ فور یو۔" وہ نیم جان لہجے میں بولی تھی۔

"آف کورس۔" وہ مسکرا دیا تھا۔

"تمہیں نیند نہیں آ رہی؟" یکدم اس کا خیال کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"نہیں آئی ایم او کے۔ آپ ایک کپ کافی مثال احمد کو بھی پوچھ لیں۔ شاید وہ بھی جاگ گئی ہوں۔" اس نے یاد دلایا تھا۔

"نہیں وہ دیر تک سوئے گی۔ رات دیر سے سوئی تھی۔" وہ سرسری انداز میں کافی کے سپ لیتے ہوئے بولا تھا۔

طالیہ جبران اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی تھی۔

تو یہ رت جگا کون سی کہانیاں سنا رہا تھا۔

یہ شب بیداری بے معنی نہیں تھی شاید۔

ذہن میں کیسے سوال ابھر رہے تھے۔

مگر اس میں وضاحتیں مانگنے کی ہمت تھی نا ہی استحقاق' مگر اندر کچھ ڈوبتا ہوا سا محسوس ہوا تھا۔

●❀●
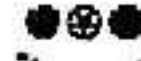
ماہم اسے مہندی کی تقریب کے لئے سجا رہی تھی۔

پیلے جوڑے میں وہ کھل رہی تھی' مگر اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی اداسی تھی۔

"کیا بات ہے تم کچھ پریشان لگ رہی ہو۔" ماہم نے پوچھا تھا اس نے سرنفی میں ہلا

دیا تھا۔

"میں پریشان نہیں ہوں ماہم۔ مجھے اشعار سے ضروری بات کرنا ہے۔ تم ہال میں پہنچ کر پلیز میرا میسج اسے پہنچا دینا۔" فیمانہ نے درخواست کی تھی۔

"ٹھیک ہے فیمانہ' مگر تم اسے ٹیکسٹ کر سکتی ہو۔ رنگ کر سکتی ہو۔" ماہم نے مشورہ دیا تھا۔

"ہاں میں نے ٹرائے کیا تھا' مگر اشعار کا سیل سوئچ آف تھا۔" فیمانہ نے کہا تو ماہم نے سر ہلا دیا تھا۔

●❀●
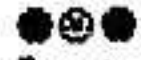
"غادیہ۔" وہ خاموشی سے سر جھکائے کھڑی تھی۔

ان خاموشیوں میں صرف ایک ہوا کا شور تھا۔ وہ جو قدرے دور کھڑا تھا' آہستہ سے چلتا ہوا اس کے قریب آیا تھا۔ غادیہ نے کوئی حرکت نہیں کی تھی۔ اس سے گریزاں سر جھکائے کھڑی رہی تھی۔

آہن فریدوں نے بہت آہستگی سے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔ ہاتھوں میں پڑی کانچ کی چوڑیاں بجی تھیں۔ اب تک فضا جو خاموش تھی' ایک ارتعاش سے گونج اٹھی تھی۔ غادیہ نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ بغور اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ وہ لمحہ بھر کو اس کے اعتماد پر حیران رہ گئی تھی' مگر اس نے اس اقدام پر کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔

"میں رکنا چاہتا ہوں غادیہ۔ ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ اس ہاتھ کو تھام کر عمر بھی چلنا چاہتا ہوں' اور کتنی آزمائشوں سے گزرنا پڑے گا مجھے' اور کتنے یقین دلانے پڑیں گے غادیہ یہ کہ آئی ایم دی رائٹ مین فار یو۔"

"رائٹ مین؟ یو آر جسٹ ٹوئنٹی سکس فریدوں؟" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی تھی۔

"آپ پھر مجھے امیچور ثابت کرنا چاہتی ہیں غادیہ۔" اب کے وہ برا ماننے کے بجائے پرسکون انداز میں مسکرا دیا تھا۔

"ہاں مجھے ایسا لگتا ہے فریدوں تم بچوں جیسی باتیں کرتے ہو۔ تمہاری باتوں میں کبھی کبھی مجھے ایک ٹین ایجر کی سی بو آتی ہے۔ شادی شدہ زندگی کی ذمے داریاں بہت زیادہ ہیں اور پھر۔"

"آپ بہت سی باتوں کو توڑ موڑ کر کہنے کی عادی ہیں غادیہ' مگر آپ مجھے بہت زیادہ دیر تک جھٹلا نہیں پائیں گی۔" وہ مسکرایا دیا تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکی تھی۔

آہن فریدوں نے جیکٹ کی جیب سے ایک ننھی سی ڈبیا برآمد کی تھی' اور بہت آہستگی سے اس کا ہاتھ تھام کر ایک رنگ اس کے ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنا دی تھی۔ غادیہ اپنی جگہ ساکت رہ گئی تھی۔

"میں کہیں نہیں جا رہا ہوں غادیہ! ابا سے بات ہوئی تھی میری' انہوں نے مجھے اپنے کمرے میں بلوایا تھا شام میں۔ تبھی بات ہوئی تھی میری' اور ان کی خواہش ایک تھی۔ سو کچھ خاص امور طے پا گئے' اور ان میں سے ایک یہ بھی تھا۔" وہ بہت پرسکون انداز میں مسکرایا تھا۔

غادیہ نے کسی قدر حیرت سے اپنے ہاتھ کو دیکھا تھا' پھر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی' اس کی آنکھوں میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"یہ سب کیا ہے آہن فریدوں؟"

"ایک رشتہ ہے غادیہ' جو میں آپ کے اور اپنے درمیان باندھنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس کہنے کے لیے اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔"

"اور؟" وہ بولی تھی' اور آہن فریدوں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔
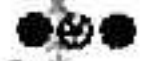
مہندی کی تقریب کا ہنگامہ جاری تھا۔ لبنانہ کے ہاتھ میں اس شخص کے نام کی مہندی لگائی جا رہی تھی' جس سے کل تک وہ بدظن رہی تھی' مگر آج شکایتیں اس قدر نہیں تھیں۔ وہ اس کے برابر بیٹھا تھا۔ وہ کن انکھیوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جب ماہم نے جھک کر اعتبار کے کان میں سرگوشی کی' تبھی اس نے برابر بیٹھی لبنانہ کی طرف دیکھا تھا۔

لبنانہ نے بھی اسی وقت اس کی طرف دیکھا تھا۔

نظریں ملی تھیں۔ اس بار لبنانہ نے نگاہ ہٹائی نہیں تھی' بلکہ وہ اس کی طرف دیکھتی رہی تھی۔ رسم مہندی کے بعد تقریب شروع ہو گئی تھی۔ ڈھولک کی تھاپ پر گیت گائے جا رہے تھے' ان کی طرف نہ تو کیمرہ متوجہ تھا' نہ ہی کسی اور کی نگاہ' سو بات کرنا ممکن تھی۔

"ماہم نے کہا آپ مجھ کہنا چاہتی ہیں۔" اعتبار نے بات کا آغاز کیا تھا۔

"ہاں' مجھے آپ سے کہنا تھا کہ کچھ۔" وہ پہلی بار نگاہ جھکا کر بولی تھی' تو اس کے انداز میں ایک خاص پہلو تھا۔

"کہیے۔" اعتبار پیرزادہ نے مکمل احترام و تمیز سے اسے پکارا تھا۔

وہ سر جھکا کر اپنی ہتھیلیوں پر لگے بیل بوٹوں کو دیکھنے لگی تھی۔

"اعتبار میرے پاس کہنے کے لیے بہت سے لفظ نہیں ہیں' مگر میں جانتی ہوں تم مجھ سے بدگمان ہو۔ تمہاری بدگمانی کیسے' اور کیونکر ختم ہو گی یہ تو میں نہیں جانتی مگر۔" وہ اپنے سارے جج

کیے گئے لفظ یکدم سے کھوتے پا کر چپ ہو گئی تھی۔

اعتبار نے اس کے جھکے ہوئے سر کی طرف دیکھا تھا۔

آج پہلی بار وہ اس کے اس طرح قریب آئی تھی' اور اس قریب آنے میں اسے پہلی بار کوئی گریز دکھائی نہیں دیا تھا۔

یہ تبدیلی واقعی رونما ہو چکی تھی' یا پھر صرف اس کا وہم تھا۔

اگر یہ تبدیلی تھی تو خوش آئند تھی۔

مگر اتنی جلدی اسے اس صورت حال پر یقین نہیں آیا تھا' کیونکہ یہ نظر کا دھوکا بھی ہو سکتا تھا۔

"اس سے پہلے جو بھی ہماری بات ہوئی' اس سے تمہیں لگا ہو گا کہ ہم ایک دوجے سے یکسر اجنبی ہیں' اور ہمارے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے' اور ہم ایک دوسرے سے ہزاروں میل کی دوری پر کھڑے ہیں' اور ان لامتناہی فاصلوں کو سمیٹنے کی کوئی گنجائش بھی نہیں ہے' مگر میں تم سے کہنا چاہتی ہوں کہ میرے لئے یہ رشتہ اب کوئی سمجھوتہ یا مجبوری نہیں ہے۔"

"کیا؟" وہ غالباً سمجھ نہیں پایا تھا یا پھر واقعی اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ جو سنا تھا' ناقابلِ یقین تھا۔

"واٹ ڈو یو مین لبنانہ؟" وہ حیرت سے بولا تھا۔

اس سب کو کہنے میں تمہارا کیا مقصد ہے۔ میں اب تک اس کو سمجھ نہیں پایا۔ کیا تم اس بات کو آسان لفظوں میں بیان کرو گی؟ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تمہیں اب تک میری کہی گئی کسی بات پر یقین نہیں تھا۔" اعتبار پیرزادہ بولا تھا۔

"یقین تھا اعتبار۔" وہ اس کی بات کاٹتی ہوئی بولی تھی۔

"یقین تھا؟" وہ چونکا تھا۔ لبنانہ نے قدرے توقف سے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"ہاں یقین تھا' مگر تم نے مجھے اتنا ستایا تھا کہ میں مزید کوئی دھچکا کھانا نہیں چاہتی تھی۔ سو ہر بار انا اڑے آتی رہی۔"

"انا' ہاں تم لڑکیوں کی ایک بات میری سمجھ نہیں آتی لبنانہ' یہ ہر بات میں انا کہاں سے آ جاتی ہے بیچ میں۔" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

"جب انا کو روندا جاتا ہے تو پھر انا بیچ میں آ بھی جاتی ہے۔"

"واٹ ایور لبنانہ۔" وہ کچھ خفا دکھائی دیا تھا۔ غالباً اس کے اس طرح تنگ کرنے پر تپ گیا تھا۔

لبنانہ کو منانے کا گر آتا تھا۔ اس نے اس کے ہاتھ پر اپنا مہندی والا ہاتھ بہت آہستگی

سے رکھ دیا تھا۔ اسفار اتنا پتھر نہ تھا کہ اس لمس پر پگھلتا نا۔ اب جب وہ اپنی غلطیوں کو مان رہی تھی وہ پیچھے کیوں رہتا۔

"میں جانتا ہوں لبنانہ۔ میں نے ماضی میں کچھ ایسی غلطیاں کی تھیں، جن کی بنا پر میرے قریب ہونے کے بجائے بہت دور چلی گئیں۔ میں ان غلطیوں پر بہت شرمندہ ہوں، اور میں کبھی ان غلطیوں کو دوبارہ دہرانا بھی نہیں چاہوں گا لبنانہ۔" وہ بہت فراخدلی سے بولا تھا۔

"میں تم سے کتنا، اور کتنا بے حساب پیار کرتا ہوں، اس کا اندازہ مجھے تمہیں اپنی زندگی سے نکال کر ہوا۔ میں غلطیوں سے سبق سیکھنا جانتا ہوں لبنانہ۔ جہاں، جس موڑ میں نے تمہیں اپنی زندگی سے باہر کیا تھا۔ اس کے بعد کا لمحہ اور اک کا تھا۔ اس لمحے کے بعد میں اس محبت میں کبھی پیچھے نہیں رہا۔

تم جس موڑ پر مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھیں، وہاں سے اس محبت نے صرف آگے کا سفر کیا ہے لبنانہ، اور آج میں اسی محبت کے ہاتھ تھامے تمہارے سامنے ہوں۔ میں اس سلسلے کو منقطع کرنا کبھی نہیں چاہوں گا، میں نے کھونے کا دکھ جھیلا ہے۔ تمہیں نا پا کر بہت پر ملال رہا ہوں میں۔

تم سے بچھڑنے سے تم سے دوبارہ ملنے تک، اک جنوں خواب طرب تھا جو میرے اندر تھا۔ میری رگ رگ میں تھا۔ اس احساس کے ساتھ جیتا آیا ہوں میں۔ مجھے یقین تھا، اگر تمہارے قریب آؤں گا تو تمہارے مرتے ہر احساس کو پھر سے جاوداں کر پاؤں، مگر یقین میری محبت تھی لبنانہ اور آج یقین کامل رہا۔" اسفار نے اس کے مہندی لگے ہاتھوں کو تھام لیا تھا۔

اسفار کی طرف یک ٹک تکتی نظروں میں یکدم ہی ایک حیا عود کر آئی تھی۔ وہ نگاہ جھک گئی تھی۔

"تھینکس لبنانہ۔" وہ ملائمت سے بولا تھا۔

"مجھے لگنے لگا تھا، میرا سفر بے انت ہے، اور سب لاحاصل، مگر تم نے میرے سب وسوسوں کو پل میں ڈھیر کر دیا۔ میں تمہیں تم سے چاہتا تھا، مگر اسی ایک خود سپردگی کے ساتھ۔ تم نے آج مجھے بہت بڑی خوشی دی ہے۔ لبنانہ، تم نے میری زندگی کو بدل دیا ہے۔ صرف ایک لمحے میں، اور اب مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے۔" وہ ایک پل میں مسرور دکھائی دیا تھا۔ اس کی آنکھیں روشنیوں سے بھری تھیں۔ وہ انتہائی خوش دکھائی دے رہا تھا۔

"سمجھوتے زندگی کو مار دیتے ہیں لبنانہ...... میں نے جب سے تم سے فون پر بات کی تھی، کسی کل چین نہیں پڑ رہا تھا۔ میں سمجھوتے کی زندگی نہیں گزارنا نہیں چاہتا تھا لبنانہ۔ اس لئے ٹھان لی تھی کہ تم سے کہہ دوں گا۔"

"کیا؟" وہ چونکی تھی۔

"یہی کہ مجھے تم سے کسی طرح کے سمجھوتے کا کوئی تعلق نہیں رکھنا۔ آج اگر تم مجھ سے یہ بات نہ کرتیں، تو میں تم سے یہی بات کرتا۔" وہ صاف گوئی سے بولا تھا۔

"کوئی اپنی مرضی سے ایسے سمجھوتے کی زندگی نہیں گزارنا چاہتا، اسفار میں بھی اپنی مرضی سے اس زندگی کا انتخاب نہیں کر رہی تھی، مگر ہمیشہ لگتا تھا کہ میری انا تمہارے ہاتھوں ہرٹ ہوئی۔ میں تمہارے قریب آئی، اور میں نے دکھ اٹھایا۔ غلطی میری تھی، اور اس کی سزا بھی میں نے پائی۔ میں بس اپنی غلطیوں کو دہرانا نہیں چاہتی تھی۔ ڈرتی تھی اندر سے کہیں، مگر پھر مجھے احساس ہوا کہ جو شخص میری خوشی کے لئے ہر ناپسندیدہ فیصلہ کر سکتا ہے، اسے میری پروا ہے، اور مجھے اس پر اعتبار کرنا چاہیے سو میں نے اعتبار کر لیا، اور یہی لمحہ ہم دونوں کی زندگی میں اب تک مسنگ تھا...... ہم ایک دوسرے کے لئے تھے۔ ایک دوسرے کی لگن میں جی رہے تھے۔ ایک دوسرے کے لیے جی رہے تھے، مگر ایک دوسرے کے بغیر جی رہے تھے، مگر آج کا یہ لمحہ ہمیں اس احساس سے باہر کھینچ لایا ہے اسفار اب ہم الگ نہیں۔ ایک ہیں اور اس ایک لمحے کا حصہ ہیں۔"

وہ مکمل یقین سے بولی تھی۔ اس کے لہجے میں ایک اطمینان تھا۔ جسے اسفار پیرزادہ صاف محسوس کر رہا تھا۔ وہ اس پر اپنا یقین باندھ رہی تھی جو کہ اسے کسی صورت ختم نہیں کرنا تھا۔ وہ یہ بات جانتا تھا۔

اس نے لبنانہ کو تھام کر اپنے ساتھ لگایا تھا، اور اس کے گرد بہت استحقاق سے اپنا حصار باندھ دیا تھا۔

"آئی لو یو لبنانہ۔" لہجہ مدھم تھا، مگر محبت کی حلاوت سے بھرا تھا۔ لبنانہ نے اپنی آنکھیں بند کی تھیں، اور بہت اطمینان سے مسکرا دی تھی۔ ایک عرصہ بعد لگا تھا اس نے ریگستان میں سفر کے بعد نخلستان میں پڑاؤ ڈال دیا ہو۔

احساس اطمینان بخش تھا۔

وہ ایک خوشی! اپنے اندر تک پھیلتی ہوئی محسوس کر رہی تھی۔

آج کوئی وسوسہ باقی نہیں تھا۔

●❀●

لفظوں کے کہنے کی ضرورت اب شاید باقی نہیں رہی تھی۔

دونوں ایک دوسرے کی طرف خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ پھر یکدم غادیہ اپنی نگاہ جھکا گئی تھی۔

اس نگاہ کے جھکنے میں در پردہ جواز دیا تھا۔ غادیہ نے وہ رنگ نہ تو انگلی سے نکالی تھی نہ وہ ہی خفگی کا اظہار کرتے ہوئے وہ رنگ اتار کر اس کے منہ پر ماری تھی۔ یعنی وہ اس رشتے سے نا

خوش نہیں تھی۔

یہی وہ بات تھی' جو اسے اطمینان بخشنے کو کافی تھی۔ ایک لڑکی کا اس سے بڑا اظہار کیا ہوگا۔ وہ لفظوں کے بنا بھی غادیہ کے دل کی بات سمجھ سکتا تھا۔ اسے لفظوں کے کھوکھلے سہاروں کی ضرورت نہیں تھی۔

"غادیہ تھینکس۔" وہ بہت آہستگی سے بولا تھا۔

"فور وہاٹ" ۔ وہ چونکی تھی۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"اس رنگ کے پہنے رہنے کے لیے۔"

"اوہ۔" اسے یکدم احساس ہوا تھا تبھی داہنے ہاتھ سے ہاتھ کی اس تیسری انگلی میں موجود رنگ نکالنا چاہی تھی' مگر کچھ سوچ کر یکدم ہاتھ روک دیا تھا۔ آہن فریدوں اسے بغور دیکھتا رہا تھا۔

"آپ نے ہاتھ روک کیوں دیا غادیہ؟"

وہ فوری طور پر کوئی جواب نہیں دے پائی تھی۔ انداز میں ایک الجھن در آئی تھی۔ آہن فریدوں نے ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا تھا' اور مسکرا دیا تھا۔

"غادیہ آپ اندر سے اس رشتے سے بندھ چکی ہیں' اور اس رشتے کا احساس کہیں آپ کے اندر یکدم ہی بہت گہرا ہو گیا ہے۔ تبھی آپ چاہ کر بھی اس رنگ کو اپنی انگلی سے جدا نہیں کر پائیں۔"

پتہ نہیں یہ صرف قیاس تھا یا پھر اس کی کوئی حقیقت بھی تھی۔ غادیہ نے کوئی تردید نہیں کی تھی' اور کہیں فریدوں کے اندر کے احساس بہت جڑ پکڑنے لگا تھا۔

"غادیہ آپ بولیں یا نہ بولیں' مگر میں اس لمحے آپ کی پلکوں پر بکھرے ان رنگوں کو دیکھ رہا ہوں' اور سمجھ رہا ہوں' میں نے ایک عرصے بعد آپ کے چہرے پر رنگوں کی یہ کیفیت دیکھی ہے۔ سو میرے لئے یہ بہت تسلی بخش ہے۔ آپ اس کا جواز دیں یا نہ دیں۔ میرے لیے اس بات کا احساس ہی کافی ہے کہ میرے کسی احساس سے آپ کے اندر رنگوں کی ایک قوس قزح پھوٹتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اب اس کی کیا وجہ ہے' اگر آپ مجھے نہیں بتائیں گی تو میں یہ سمجھ لوں گا کہ یہ احساس میں ہوں۔" وہ یکدم شرارت سے مسکرایا تھا۔

غادیہ کے رگ و پے سے کوئی بھی احساس پھوٹ رہا تھا' مگر اس کے انداز میں وہ ایک گریز بدستور قائم تھا۔

●☺●
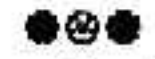
کچھ دیر پہلے تک جہاں صرف ایک پو پھوٹ رہی تھی' اب وہاں کسی قدر اجالا پھیل رہا

تھا۔ اگرچہ بادلوں نے مکمل طور پر سورج کو اپنی آغوش میں چھپا رکھا تھا' مگر ان بادلوں سے چھن کر آتی روشنی کی بہت لکیروں کو وہ اس کے چہرے پر پھیلتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ وہ آنکھیں شب بھر کی جاگی ہوئی ہوں چاہے' مگر اس گھڑی اس چہرے سے تروتازہ چہرہ جیسے دنیا میں کوئی اور نہ تھا۔ اویان حاکم چغتائی نے ہاتھ بڑھا کر اس چہرے کو بہت ہولے سے چھوا تھا۔ یہ لمس نیا نہیں تھا' مگر اب بھی ایک لمحے میں اسے اپنا وجود خاکستر ہوتا لگا تھا۔ کتنی حدت تھی لمس میں' غالیہ جبران کو لمحہ بھر تو بھونچکا رہ گئی تھی۔ وہ نگاہ اس کی طرف اٹھی تھی' اور بس وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اس سے اس طرح چھونے کا جواز نہیں مانگ سکتی تھی' نہ کوئی استحقاق جتا کر کسی' اور بات کی بازپرس کر سکتی تھی۔

"آج تمہارا برتھ ڈے ہے نا؟" وہ پوچھنے لگا تھا۔

"میرا برتھ ڈے؟" وہ چونکی تھی۔ "آپ کو کیسے پتا چلا؟" وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکی تھی۔

"یونہی تمہارے چہرے کی تروتازگی دیکھ کر دھیان آ گیا۔" اس نے مسکراتے ہوئے بات بنائی تھی۔

یہ اس شخص کا مزاج نہیں تھا۔ وہ اتنی رعایت دینے کا قائل بھی نہیں رہا تھا۔ وہ اتنے دنوں تک اس کے قریب رہی تھی' اس سمجھنے لگی تھی' تبھی جان پائی تھی کہ اگر وہ اس لمحے اس کے ساتھ تھا' تو اس کی بھی کوئی وجہ ہو سکتی تھی۔

"آپ سے کس نے کہا کہ آج میرا برتھ ڈے ہے؟" وہ واقعی حیران تھی۔ حیرت دو چند تھی' لیکن وہ شخص مطمئن تھا۔ "صرف چڑھتے دن کی روشنی کی چہرے پر تازگی جتاتے دیکھ کر قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ آج میرا برتھ ڈے ہے۔" وہ اگلوانے کے در پے تھی۔

"بیوی' ہو میری تمہاری اتنی اتنی باتوں کا دھیان تو رکھنا چاہیے نا مجھے۔" وہ زیر لب مسکراتا ہوا بولا تھا۔

"بیوی.....؟" وہ چونکی تھی۔

"کیوں؟ کیا نہیں ہو؟" وہ اس کی سمت یقین سے دیکھتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

وہ اس سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ اس سے اس کا رشتہ جڑا تھا' اور اس رشتے کا نام وہی تھا جو وہ دہرا رہا تھا۔ وہ واقعی اس کی بیوی تھی۔ وہ دل ہی دل میں ماننے کو تھی جب وہ بولا تھا۔

"کچھ اور نہیں' تو بیوی ہونے پر تو یہ رشتہ موجود ہے نا۔" یہ جملہ رگ پر ہاتھ دھرنے جیسا تھا۔ اس کی تکلیف یکدم ہی دو چند ہو گئی تھی۔

"میں اپنی' اور اس رشتے کی حقیقت جانتی ہوں اویان! آپ کو چیزوں کو دہرانے کی یا جتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کچھ بھی بھولی نہیں ہوں میں' ہر بات ازبر ہے مجھے۔" وہ مدہم لہجے

میں بولی تھی۔ انداز نیم جان تھا' مگر وہ محظوظ ہوتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"ٹھیک' اور مجھے تو شاید برتھ ڈے بھی یاد نہیں رہتا۔ مجھے تو بس یہ یاد تھا کہ تم نے پچھلی بار بتایا تھا کہ تمہارا برتھ ڈے 8 دسمبر کو آتا ہے' اور مجھے یہ اس لیے یاد رہ گیا کہ 9 دسمبر کو میں اور منال احمد پچھلی بار ملے تھے۔ کل نو دسمبر ہے' سو آج آٹھ دسمبر ہوا۔ کل کے چکر میں تمہارا برتھ ڈے بھی یاد رہ گیا۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

انداز کھوٹا تھا' وہ کیا سمجھ رہی تھی' اور کہانی کیا نکلی تھی۔ وہ جب بھی کسی خوش فہمی کی انگلی تھام کر چلنا چاہتی تھی' اس سے اگلے ہی لمحے اسے احساس ہوتا تھا کہ وہ کچھ غلط کرنے چلی ہے' اور وہ اپنے قدم وہیں روک لیتی تھی۔ کل تک' منال احمد کے آنے سے پہلے تک سارا منظر بدلتا لگ رہا تھا' اور آج ادیان حاکم چغتائی کی ٹون ہی بدلی ہوئی تھی۔ اسے پچھتاوا نہیں تھا' مگر اک ملال ضرور تھا۔ اسے بے وقوف سمجھا جا رہا تھا' اور یہ شخص اسے مس یوز کر رہا تھا' اور وہ تھی کہ کچھ کہہ تک نہیں پا رہی تھی۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو فادیہ جبران' مینی مینی ہیپی ریٹرنز آف دی ڈے۔" وہ اسے باقاعدہ وش کر رہا تھا' مگر وہ ہر احساس سے خالی تھی۔ اندر اچانک ہی جیسے بہت سی خاموشیوں نے پڑاؤ ڈال دیئے تھے۔ یہ محبت بھی عجیب شے تھی۔

❁❁❁

"یہ محبت بھی عجب شے ہے۔ اپنے اقرار کے موسموں کی تلاش میں دبے پاؤں سرگرداں رہتی ہے' اس یقین کے ساتھ کہ قرار کے یہ موسم ہاتھ ضرور آئیں گے۔ آپ اسے شاید حقیقت نہ سمجھیں' مگر میرا یقین ہے۔ اگر آپ سچے دل سے کسی بھی ایک فرد کی تمنا کریں تو خدا اس کے دل میں آپ کے لیے محبت کا بیج بو دیتا ہے۔"

فریدوں کہہ رہا تھا۔ رات بیت رہی تھی' مگر وہ انکار اور اقرار کے ان موسموں کے چکر میں پڑا تھا۔ فادیہ کو اس لمحے اس کے سامنے کھڑا رہنا مناسب نہیں لگا تھا' تبھی جلدی سے بات سمیٹتے ہوئے بولی تھی۔

"تم اس بحث کو کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھو فریدوں' ہم صبح بات کریں گے۔ تمہاری فلائٹ سے پہلے ان فیکٹ' ہمارے پاس بہت سا ٹائم ہوگا۔" وہ مسکرائی تھی۔

"آپ مجھے دھکے دے کر نکالنا چاہ رہی ہیں فادیہ؟"

"نہیں' مگر تم نے جانے کا فیصلہ خود ہی کیا تھا' ساری پیکنگ بھی خود ہی کی تھی۔" یاد دلایا تھا۔

"مگر ہیلپ کی آفر تو آپ نے بھی کی تھی۔" فریدوں نے یاد دلایا تھا۔

"ہاں وہ سب تو انسانیت کے ناتے تھے۔ تمہیں تنہا سب کرتے دیکھ کر ترس آ گیا تھا۔" وہ جیسے احسان جتاتے ہوئے بولی تھی۔ اس نوک جھوک میں ایک لطف تھا' اور فریدوں پوری طرح محظوظ ہو رہا تھا۔

"آپ واقعی چاہتی ہیں کہ میں یہاں سے چلا جاؤں؟"

"اپ ٹو یو فریدوں۔" وہ مکمل طور پر فیصلہ اس پر چھوڑ رہی تھی۔ انداز میں ایک شرارت تھی۔ فریدوں اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔

"تو پھر ایک ڈیل کرتے ہیں۔ ہم دونوں ساتھ چلیں گے وہ چار دنوں میں ساری رسمیں انجام پا جانے کے بعد۔" اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکی تھی۔

" Would you like to go for honey moon?"

وہ مسکرا رہا تھا۔ فادیہ کی پلکیں جھکتی چلی گئی تھیں۔

"ڈونٹ بی اسٹوپڈ فریدوں۔" مکمل بچے پن سے ڈپٹا تھا۔ اپنی خجالت مٹانے کا یہ انداز خوب تھا۔ وہ ہنس رہا تھا۔

"آپ اب مجھے اس طرح نہیں ڈانٹ سکتیں فادیہ' آئی ایم یور ہزبینڈ ٹو بی۔" وہ شرارت سے گویا تھا۔ وہ جھینپ کر رہ گئی تھی۔ "مجھے Bossy وائف اچھی تو نہیں لگے گی' مگر آپ کو جھیلنے کا تجربہ کام آئے گا۔ ایک عمر کے ساتھ رہا ہوں' اب تو اس مزاج کا عادی ہو چکا ہوں میں۔" وہ قدرے مسکین سے انداز میں بولا تھا۔

فادیہ مسکرائے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"یہ چوائس تمہاری اپنی تھی فریدوں' تم نے اپنی مرضی سے چنا ہے مجھے۔ اب تمہیں کسی طرح کا کوئی پچھتاوا نہیں ہونا چاہیے۔" وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔

"نو..... نیور' کبھی نہیں۔ یہ میرا اپنا فیصلہ ہے۔ سو آئی ایم ریڈی ٹو بیئر بوسی وائف۔" وہ شرارت سے باز نہیں آیا تھا۔

فادیہ کو وہ مطمئن انداز میں مسکراتا بندہ کچھ عجیب نہیں لگا تھا۔ وہ اس مزاج سے مانوس تھی۔ ان تیوروں سے مانوس تھی۔ جانتی تھی کہ آگے کی زندگی بہت سہل تھی۔ دونوں ایک دوجے کے مزاج آشنا تھے۔ بخوبی سمجھتے تھے' ایک دوسرے کو' پھر برداشت کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ محبت میں برداشت نہیں' قبول کیا جاتا ہے' اور وہ اسے من سے قبول کر چکی تھی۔ اس سامنے کھڑے بندے کے دل میں کیا تھا وہ بخوبی جانتی تھی' سو اپنی نیند مزید برباد کرتے ہوئے وہ تیزی سے زینے کی طرف بڑھی تھی۔ پھر یکدم پلٹی تھی۔ مسکرائی تھی۔

"گڈ نائٹ فریدوں۔ صبح بات کریں گے۔ سویٹ ڈریمز۔" وہ کہہ کر ایک ہی جست میں پیچھے تھی۔

آمن فریدوں مسکرا دیا تھا۔

وہ یہاں تنہا نہیں کھڑا تھا۔

ایک یقین اس کے ساتھ تھا۔

اور یہ یقین عمر بھر کے لئے کافی تھا۔

●۞●

"تمہیں برتھ ڈے پر کیا گفٹ دینا چاہیے؟" جیب سے سگریٹ نکال کر سلگاتے ہوئے پوچھا تھا۔ طالیہ جبران نے ایک جھٹکے سے منہ میں دبا ہوا سگریٹ نکالا تھا اور پاؤں کے نیچے مسل دیا تھا۔

"صبح ہی صبح اسموکنگ۔" منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تھی۔ خالصتاً بیویوں والا انداز تھا۔

ادیان جانے کیوں محظوظ ہوئے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

"آج تم نے وہ حرکت کی ہے جو بیوی کرتی ہے' جو میری مام میرے ڈیڈ کے ساتھ کرتی ہیں' اور دنیا کی ہر وائف اپنے ہزبینڈ کے ساتھ کرتی ہے۔ ڈیڈ کو جب بھی میں نے صبح سگریٹ سلگاتے دیکھا' مام نے اسے یوں ہی جھپٹ کر پاؤں کے نیچے مسل دیا۔"

وہ پتہ نہیں خوش تھا' یا حیرت کا اظہار تھا وہ یہ سمجھ نہیں پائی تھی' مگر ناگواری سے چہرہ دوسری طرف موڑ گئی تھی۔ ادیان نے اسے شانوں سے تھام کر اپنے عین مقابل کھڑا کیا تھا' اور اس کے گریز اں چہرے کا رخ اپنی طرف موڑا تھا۔

"تمہاری بہت سی باتیں مجھے بالکل اچھی نہیں لگتیں طالیہ' مگر تمہاری بہت سی باتیں مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ تمہارا یوں یکدم اپنی ہی چیزوں سے انجان بن جانا' یا دستبردار ہو جانا مجھے بالکل اچھا نہیں لگا' مگر تمہارا یہ لڑنا جھگڑنا' اور اسپورٹس مین اسپرٹ والا انداز' اور کبھی ہار نہ ماننا' مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔" اس کی طرف مکمل توجہ سے تکتا ہوا وہ کہہ رہا تھا' اور وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

.. اب یہ کون سا انداز تھا۔

امریکن کہتے ہیں۔

"Then you have cake you want cherries too."

اگر اس کے پاس منال احمد تھی تو وہ اس کو بھی اپنی زندگی میں موجود رکھنے کا خواہاں تھا۔

اسے فوری طور پر اس بات کا مفہوم بھی سمجھ میں آیا تھا۔ ایک طرف تو منال احمد سے محبت کی پینگیں بڑھا رہا تھا۔ اس سے اپنی فرسٹ ڈیٹ کی تاریخ تک یاد رکھے ہوئے تھے۔ اور دوسری طرف صبح صبح اس کے ساتھ رومانس کرنے کے فل موڈ میں تھا۔

طالیہ جبران نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔

"طالیہ جبران تم جو سوچ رہی ہو' وہ ٹھیک نہیں ہے۔" وہ یکدم بولا تھا' اور وہ حیران رہ گئی تھی۔ وہ اس کی سوچوں کو پڑھنے لگا تھا۔ یہ معجزہ کب رونما ہوا تھا۔

کب سے یہ انقلاب آیا تھا۔

وہ اس کا خواب خود سے نہیں پا سکی تھی۔ اس لئے سوالیہ نظروں سے ادیان حاکم چغتائی کی طرف دیکھا تھا۔

"تمہارے اور میرے بیچ کتنے بھی فاصلے سہی طالیہ' مگر سچ تو یہی ہے کہ تم میری بیوی ہو اور میری لائف میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہو۔"

وہ جتا رہا تھا' مگر وہ نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔

"ایکسکیوز می ادیان۔ میں کاغذی طور پر آپ کی بیوی ضرور ہوں' مگر آپ کی لائف میں میری کتنی اہمیت ہے یہ آپ خود جانتے ہیں۔ آپ کو میرا برتھ ڈے بھی صرف اسی لئے یاد ہے کہ اس سے اگلے ہی دن آپ کی فرسٹ ڈیٹ کا دن تھا' جو منال احمد کے ساتھ تھی۔ طالیہ جبران کی برتھ ڈے نہیں۔" وہ چپ کر بولی تھی۔ وہ ہنس دیا تھا۔

"جلن' اگر بیوی نہیں ہو تو یہ خاص طنز مارنے والی ادا کہاں سے سیکھی؟ ہاں' اور یہ جلن...... تمہیں حسد محسوس ہوا نا؟"

"آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں حسد محسوس کروں؟" وہ اس کی سمت براہ راست تکتی ہوئی بولی تھی۔

"میں کیا چاہتا ہوں طالیہ۔ یہ تم اب تک نہیں سمجھ پائی ہو۔" اس نے افسوس کا اظہار کیا تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے طالیہ' میں کیسا شوہر ہوں؟" وہ اپنے متعلق رائے چاہ رہا تھا' اور وہ اس کے متعلق کچھ خاص رائے نہیں رکھتی تھی۔

"آپ خود جانتے ہیں ادیان۔ پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں۔ آپ کیسے شوہر ہیں۔ اس کی وضاحت آپ کو مجھ سے مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا جواب آپ کو خود اپنے آپ

سے مل سکتا ہے۔"

"ہاں جانتا ہوں میں۔" وہ افسوس کر رہا تھا۔

"کیا نہیں جانتی ہوں؟"

"یہی کہ یہ سارا کا سارا ادیان حاکم چغتائی تمہارا ہے۔"

"میرا ہے؟ یہ آپ کہہ رہے ہیں؟ وہاں ہمارے گھر کے ایک کمرے میں ایک منال احمد بھی سو رہی ہے۔ آپ کو اس کے ساتھ اپنی فرسٹ ڈیٹ بھی یاد ہے اور آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ میرے ہیں۔ وہاٹس دیٹ ربش۔"

وہ نا گواری سے کہہ رہی تھی۔ وہ بجائے برا ماننے کے بہت اطمینان سے مسکرایا تھا۔

"دنیا کی 99% وائف ایسی ہی ہوتی ہیں۔ ہزبینڈ کی وفاداری پر ہمیشہ شک کرتی ہیں۔"

وہ بات کو مذاق میں اڑا رہا تھا۔

"میں شک نہیں کر رہی ادیان۔ یہ بات ثبوت کے طور پر آپ کے سامنے موجود ہے۔"

وہ مکمل طور پر سنجیدہ تھی۔

ادیان نے اسے شولڈر سے تھام کر قریب کیا تھا۔ پھر مکمل توجہ سے اس کی طرف تکتے ہوئے بولا تھا۔

"بائے گاڈ مجھے پتہ نہیں تھا۔ یہ ہزبینڈ وائف کی نوک جھوک اتنا لطف بھی دیتی ہے۔ آئی ایم انجوائنگ' وائف۔"

وہ مکمل طور پر غیر سنجیدہ تھا۔ طالیہ کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ آنکھوں میں نمکین پانی کے قطرے چمکنے لگے تھے۔ تبھی ادیان کو ترس آ گیا تھا۔ قدرے نرمی سے اسے قریب کرتے ہوئے بولا تھا۔

"سنو طالیہ' تم میری بیوی ہو' اور یہ اس وقت کی' آج کی' اس دن کی' اس لمحے کی سب سے بڑی سچائی ہے۔ تمہارے میرے بیچ کچھ بھی رہا ہو' مگر میری زندگی میں تم بہت پہلے سے اس رشتے سے Exist کر رہی ہو' اور میں اس حقیقت کو ماننے بھی لگا ہوں' اور اس حقیقت سے کہیں بہت اٹیچڈ بھی ہو چکا ہوں۔" ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے پر آئی لٹ کو پیچھے ہٹایا تھا۔ پھر اس نے اس کی پلکوں پر رکے سارے موتی چن لیے تھے۔

اتنی قربت......!

اتنی توجہ......!

وہ ایک پل کو حیران رہ گئی تھی۔

"میری زندگی میں کسی شے کا کوئی مفہوم نہیں ہے طالیہ سوائے تمہارے۔"

اس کے لب اس کے بالوں پر چلتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے' بہت مدھم سرگوشیوں میں بول رہا تھا وہ۔

وہ بت سی بن گئی تھی۔

کیا تھا یہ سب......!

اگر منال احمد کچھ نہیں تھی' تو پھر اس گھر میں وہ کیا لینے آئی تھی؟

"میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا' مگر مجھے تمہارا یہ انداز بہت اچھا لگ رہا تھا۔ ان آنکھوں کا شب بھر میرے لیے جاگنا' جلانا' کڑھنا' مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ تم نے کبھی نہیں کہا' مگر میں ان باتوں سے جان پا رہا تھا کہ تمہیں میری کتنی ضرورت ہے۔ تمہیں کتنی محبت ہے' اگر تم یہ سب نہ کرتیں' تو میں کبھی جان نہیں پاتا کہ تم مجھ سے کتنی قریب ہو۔" وہ سرگوشیوں میں کہہ رہا تھا۔ طالیہ نے ایک دم اسے الگ کیا تھا۔

"جھوٹے ہیں آپ۔ جانتے ہیں میں ہمیشہ سے آپ سے قریب تھی۔ سات سمندر پار کے آپ کے لیے' اور آپ کیا چاہتے ہیں۔" کہنے کے ساتھ فراخ سینے پر ایک مکا برسایا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا' اور اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"کتنی محبت کرتی ہو مجھ سے؟" وہ براہ راست آنکھوں میں دیکھتا ہوا دریافت کر رہا تھا۔

"مردوں کو اپنی ستائش بہت اچھی لگتی ہے۔ خود پسندی کے قائل ہوتے ہیں آپ سب۔ خود کو چاہے جانا اتنا اچھا لگتا ہے کہ بار بار سننا چاہتے ہیں' جتانا کرنا چاہتے ہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے شکوہ کیا تھا۔

"آپ کو ایسا لگتا ہے؟" اس کے گرد وہ اپنا حصار تنگ کرتے ہوئے بولا تھا۔

"ہاں ایسا ہے۔" اس نے تصدیق کی تھی۔ نظروں میں تپش تھی' اور وہ نگاہ اٹھا نہیں پا رہی تھی۔

"اقرار تو کیا ہے۔ آپ یقین نہیں کرتیں تو کیا کریں؟"

"اقرار؟ اسے اقرار کہتے ہیں۔ آپ کا لہجہ چغلی کھا رہا ہے ادیان حاکم چغتائی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"تم خواتین میں یقین' اور اعتبار کرنے کی عادت ناپید ہوتی ہے۔" اس نے تقاضا دل پہ نہ لیا تھا۔

"اعتبار دلایا بھی کب آپ نے۔ صرف ایک بار کہہ دیا۔"

"کیا کہہ دیا؟"

"یہی کہ سارا کا سارا تمہارا ہوں۔"

"تو؟ کیا یہ کافی نہیں ہے؟"

"نہیں...... مجھے ڈر لگتا ہے ادیان۔ کہیں آنکھ کھولوں تو یہ منظر خواب نہ ہو جائے۔ میں یہ یقین اپنی نس نس میں بسا لینا چاہتی ہوں کہ آپ میری زندگی میں میرے ساتھ ہیں' اور قدم قدم کے ہمسفر ہیں۔ مجھے سچ میں ڈر لگتا ہے۔" وہ مدھم آواز میں کہہ رہی تھی۔

"طالیہ اس ڈر کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ہم کبھی کبھی اپنے اندر کا ایمان اگر مضبوط نہ کر پائیں تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ تمہیں اپنے اندر کے اس یقین کو تقویت دینے کی ضرورت ہے۔ جب تک یہ یقین تمہارے اندر سے نہیں بڑھے گا' یہ مضبوط نہیں ہوگا۔" ادیان نے بہت سچے کی بات کی تھی۔

طالیہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"اور منال احمد؟" لہجے میں ایک وسوسہ تھا' ڈر تھا۔

ادیان حاکم چغتائی سمجھ گیا تھا کہ اس کا ڈر صرف یہی ایک بات پر ہے۔ تبھی وہ پرسکون لہجے میں بولا تھا۔

"طالیہ میری زندگی میں سب کچھ بہت کلیئر اینڈ اوپن ہے۔ میں نے اپنی زندگی کے کسی گوشے کو مخفی نہیں رکھنا چاہا' کبھی بھی۔ جب تک منال احمد میری زندگی میں اہم تھی' اس کی خبر ساری دنیا کو تھی' مگر جب وہ میری زندگی سے گئی۔ میں نے صاف صاف یہ بات سب سے کہہ دی' اور مجھے سب کی پروا نہیں ہے طالیہ جبران' مجھے پروا ہے تمہاری۔ میں کیا ہوں۔ میرا سچ' اور جھوٹ کیا ہے۔ اس کا پتہ میں صرف تمہیں دینا چاہتا ہوں۔ منال احمد میری زندگی میں کہیں نہیں ہے۔ وہ اگر آج ملی ہیں' تو صرف میری دوست کی حیثیت سے' یہاں اس کی پراپرٹی کے کچھ معاملات تھے جن کو اسے sort out کرنا تھا۔ تبھی وہ یہاں واپس آئی۔ میری زندگی میں اب اس کی کوئی جگہ نہیں ہے' نہ ہی کوئی گنجائش۔" وہ مکمل صورت حال سے اسے آگاہ کرتا ہوا بولا تھا۔

طالیہ جبران سر اٹھا کر اسے حیرت سے دیکھنے لگی تھی۔

"مجھے اتنی دیر سے کیوں بتایا' پہلے کیوں نہیں بتایا؟ کتنے دن تک میں اسی بے یقینی کے ساتھ جیتی رہی۔ مجھے لگا آپ منال احمد کے ساتھ خوش ہیں' اور میرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔"

"کبھی کبھی ہم غلط ہوتے ہیں طالیہ جبران' مگر اس بات کا احساس ہمیں بہت دیر بعد ہوتا ہے' مگر اچھی بات یہ کہ بندہ اپنی غلطی مان لے' اور دوبارہ نہ دہرائے۔ جیسے میں اپنی کسی غلطی کو

دہرانا نہیں چاہتا۔ آئی ایم سوری طالیہ' میں نے ایک عرصے تک تمہیں بہت ستایا' بہت دکھ دیئے' مگر تمہاری محبت نے میرے اندر گھر کر لیا' اور آج سب کچھ تمہارا ہے۔ کسی اور کے لئے کوئی حصہ باقی نہیں ہے۔" وہ یقین دلانے والے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

وہ یقین کیسے نہ کرتی۔ اس کا دل تو پہلے ہی ایک یقین کی ڈور سے بندھا ہوا تھا۔ تبھی تو وہ ایک ناممکن کو ممکن کرنے آئی تھی۔ کتنا لمبا سفر تنہا کیا تھا اس نے' مگر کچھ رائیگاں نہیں رہا تھا۔

اس نے بہت اطمینان سے ادیان کے سینے پر اپنا سر رکھ دیا تھا۔

ادیان نے ٹھیک کہا تھا کہ آج کی صبح بہت تروتازہ' اور خوب صورت تھی۔

ایک نیا احساس لئے ہوئے۔ اس کی زندگی میں نئے رنگ لے کر آئی تھی صبح' وہ آج واقعی بہت خوش تھی!!!!

(ختم شد)